

تحقیقات نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلو پیڈیا



الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةُ فِي
الْفُتَاوَى الرَّضَوِيَّةِ

فتاوی رضویہ

جلد 5

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات



مفت محمد رفیع اعظمی، اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALHAZRAT NETWORK

اعلحضرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ خَيْرَ أَفْقِهِ وَالْزَيْنِ

الْعَطَايَا النَّبَوِيَّةِ

الْفَتَاوَى الصُّوْبِيَّةِ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد پنجم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودہویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلو پیڈیا

امام احمد رضا بریلوی مدظلہ العالی

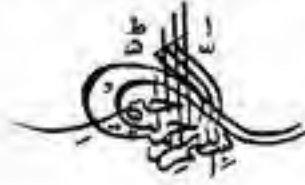
۸۱۳۲۰ — ۸۱۲۴۲

۶۱۹۲۱ — ۶۱۸۵۶

رضا فاؤنڈیشن۔ جامعہ نظامیہ رضویہ

انڈرون لوہاری دروازہ لاہور پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر ۷۶۵۷۳۱۳



کتاب	فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
تصنیف	شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
ترجمہ عربی عبارت	(۱) حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی عبدالدائم دائم ، ہری پور ہزارہ (۲) حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری ، لاہور
پیش لفظ	حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ ، لاہور
تخریج و تصحیح	(۱) مولانا ذیاب احمد سعیدی (۲) مولانا محمد عمر ہزاروی
باہتمام و سرپرستی	مولانا مفتی محمد عبدالقادر ہزاروی ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیب فرست	حافظ محمد عبدالستار سعیدی
کتابت	محمد شریف گل کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)
پروف ریڈنگ	مولانا سردار احمد حسن سعیدی
پیسٹنگ	مولانا محمد حسین قادری شطاری
صفحات	۶۹۲
اشاعت	ربیع الاول ۱۴۱۳ھ / ستمبر ۱۹۹۳ء
مطبع	یوسف عمر پرنٹرز ۱۲۱۵ اندرون بھائی گیٹ لاہور
ناشر	رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور
قیمت	روپے

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

۰۳۰۰ / ۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

○ مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور

○ شبیر پورز ، سہ بی ، اردو بازار ، لاہور

اجمالی فہرست

۵	_____	پیش لفظ
۴۳	_____	کتاب الصلوٰۃ
۱۲۱	_____	باب الاوقات
۳۲۳	_____	اماکن الصلوٰۃ
۳۶۱	_____	باب الاذان والاقامة
۶۷۹	_____	ماخذ ومراجع

فہرست رسائل

۷۵	_____	○ جمان التاج
۱۵۹	_____	○ حاجر البحرین
۲۲۹	_____	○ منیر العین
۵۳۷ تا ۴۷۷	_____	○ ضمنی رسالہ الہدایات فی حکم الضعفات
۶۲۹	_____	○ نہج السلامة
۶۵۳	_____	○ ایذان الاجر



پیش لفظ

الحمد لله! اعلم حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خزانہ علیہ و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں منصفہ شہود پر لانے کے لئے محمدم اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی صاحب امت برکاتہم العالیہ کی زیر سرپرستی ”رضا فاؤنڈیشن“ کے نام سے حوالہ چند سال قبل قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو تدریجاً طے کرتے ہوئے سرعت رفتاری سے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارۃ مکمل چار خوبصورت مجلدات میں آپ تک پہنچ چکی۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظر عنایت و فیضان سے پانچویں جلد پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں باب الاذان والاقامۃ تک عربی و فارسی عبارات کا اردو ترجمہ معروف قلمکار ادیب شہیرا پریہ لکھت حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی عبداللہ آتم مدبر ماہنامہ جام عرفان و مہتمم دارالعلوم ربانیہ صدیقیہ ہری پور ہزارہ اور باقی تمام عبارات کا ترجمہ فاضل حلیل حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری دامت برکاتہم العالیہ ڈائریکٹر جامعہ اسلامیہ سمن آباد لاہور نے کیا ہے مفتی صاحب متعدد کتابوں کے مصنف و مترجم ہیں۔

یہ جلد آغاز کتاب الصلوٰۃ سے لے کر فتاویٰ رضویہ جلد ثانی قدیم کے اخیر تک پر مشتمل ہے اور اس میں ۴۰ اسوالوں کے علاوہ مندرجہ ذیل مستقل عنوانات کو بحث بنایا گیا ہے،

(۱) کتاب الصلوٰۃ

(۲) باب الاوقات

(۳) اماکن الصلوٰۃ (نماز کن جگہوں میں جائز ہے)

(۴) باب الاذان والاقامۃ

علاوہ ازیں پیش نظر جلد میں اباحت نفیسہ و نکات لطیفہ پر مشتمل پانچ گرانقدر رسائل بھی شامل ہیں جن کو دیکھنے سے امام احمد رضا بریلوی کی محدثانہ شان پورے جوہر اور کامل عروج پر دکھائی دیتی ہے۔ اس جلد میں شامل رسائل کے نام یہ ہیں:

- (۱) جمان الساج فی بیان الصلوٰۃ قبل المعراج ۱۳۱۶ھ
معراج سے پہلے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نماز پڑھنے کا طریقہ
- (۲) حاجز البحرین الواقع عن جمع الصلوٰتین ۱۳۱۳ھ
دو نمازیں اکٹھی پڑھنے کا شرعی حکم، الہاد الکاف اور نوٹ متعلق معیار الحق
- (۳) منیر العین فی حکم تقبیل الالبہامین ۱۳۰۱ھ
اذان میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان
- (۴) نہج السلامة فی حکم تقبیل الالبہامین فی الاقامۃ ۱۳۳۳ھ
اقامت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی سن کر انگوٹھے چومنے کا مدلل بیان اور منکرین کا رد
- (۵) ایدان الاجرف اذان القبر ۱۳۰۷ھ
دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان کے جواز پر نادر تحقیق



حافظ محمد عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور

۸ ربیع الاول ۱۴۱۲ھ
۶ ستمبر ۱۹۹۳ء

نوٹ :- اس جلد میں شامل رسالہ حاجز البحرین میں متعدد مقامات پر معیار الحق کی عبارات نقل کی گئی ہیں۔ ان عبارات کی تلاش کے لیے معیار الحق مطبوعہ مکتبہ ندیریہ کا نسخہ پیش رہا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ نسخہ مذکورہ میں المحضرت کی نقل کردہ عبارتوں میں تحریف کی گئی ہے۔ ان کی صرف ایک مقام کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ اسی جلد کے صفحہ ۲۲۶ پر عبارت ”صلی النہور والعصر شود کب“ میں والعصر کا لفظ کاٹ لیا ہے۔ معیار الحق نسخہ مذکورہ کا صفحہ ۳۷۹ ملاحظہ ہو۔

فہرست مضامین

كتاب الصلوة

نماز پنجگانہ میں کون سی نماز سب سے پہلے کس نبی نے پڑھی، اور انبیائے سابقین اور ان کی امتوں پر بھی نماز پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کے ساتھ مخصوص ہیں نماز پنجگانہ کی امت مرحومہ کے ساتھ مخصوص ہونے کے دلائل اور ان پر رضوی ارادات۔

تورات شریف میں پانچوں نمازوں کے عظیم فضائل۔
حدیث تجارتی اعظم النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم لیلۃ بالعشاء الخ کے میں محل۔
امام ابن عاصم عیشی نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ
تابع سے اُن کا سن وفات۔

پانچویں نمازوں کا اجتماع ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہونا باعثِ امتدادِ علم و کرام مانا جائے گا۔

کتاب اللہ کا حفظ اُمم سابقہ میں خاصہ انبیاء و کرام

علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا۔
 کونسی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چار
 قول ہیں۔

ایک حکایت جو لطیف کلام پر مشتمل ہے۔
قول چہارم کی ترجیح رضوی۔

حضرت یونس بن یسایہ بن یعقوب کی اولاد سے
ہیں اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے
بعد تھے۔

اسی طرح حضرت معزیر علیہ السلام۔

رسالہ جمانہ الساج فی بیان الصلوٰۃ قبل
المعراج کہ قبل معراج سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وآلہ وسلم کس طرح نماز ادا فرماتے تھے۔

نماز پنجگانہ سے پیشتر مسلمان چاشت اور عصر کی نماز پڑھتے تھے۔

ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

نبی مہرج رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی نماز دو شنبہ کے اول حصہ میں پڑھی، او

- حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آخر حصہ میں،
 اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کے دن۔
 نماز قبل معراج میں طہارت ثوب، وضو۔
 استقبال قبلہ، تکبیر تحریمہ، قیام۔
 قرأت، رکوع تھا مگر اس میں اختلاف ہے۔
 اور سجود، جماعت، جہر بھی تھا۔
 حدیث کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 سعید بن خثیم ہلالی منکر الحدیث ہیں۔
 مولانا محمد رضا علی صاحب کا فتویٰ اسل شہار کے
 متعلق جو سالانہ چھپا کرتا ہے کہ شیخ عبد اللہ سے حضور
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا الخ
 اس فتویٰ کی تصدیق رضوی۔
 ضروریات دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں
 اگرچہ ثابت بالقواطع ہو۔
 خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
 اجمعین کا منکر کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت
 قطعیات سے ثابت ہے۔
 تکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل
 بھی اس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے
 ہی کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے۔
 تارک نماز کی تکفیر قدامت اہلسنت کا مسلک ہے
 مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب ائمہ
 اربعہ کا مجمع علیہ ہے۔
 مختل کو محکم کی طرف رد کرنا طریقہ معروفہ ہے۔
 تارک نماز کے اسلام پر بعض دلائل۔
- خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔
 ہم میں اور مشرکوں میں نماز فارق ہے۔
 جس نے قصد نماز ترک کی اس نے اپنی ماں
 بیت اللہ میں ستر بار زنا کیا۔ یہ روایت میری
 نظر سے نہیں گزری۔
 ایک درم سو دو کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالیٰ
 کے نزدیک عظیم کعبہ میں ۳۶ بار زنا کرنے سے
 سخت تر ہے۔
 ایک وقت کی نماز قصداً بلا عذر شرعی دیدہ و دانستہ
 تناسل کرنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔
 مائی جہانہ جائز نہیں کہ منسوخ ہو چکا ہے۔
 ترک نماز پر مالی جرمانہ جائز نہیں۔
 ظاہر اگر نماز ترک کریں تو ان کا ولیفہ وضع ہو سکتا
 ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔
 جہاز، ریل، کشتی، بجرے پر نماز پڑھنے کا حکم۔
 اشیائے مسکونہ کی نماز کی ادائیگی کا حکم۔
 دنیا کی عمرسات ہزار سال ہے۔
 نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانے کا حکم۔
 غیر مشرورانہ افعال کے ارتکاب پر برادری کی
 کون کون سی سزائیں جائز نہیں۔
 اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت ہو جائے
 تو یہ رُوحے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔
 امر بالمعروف نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی
 یہ کہے کہ اس میں رنجائی کیا ہے تو اس کو تجذیبہ اسلام
 اور تجذیبہ کجاک کرنا چاہئے۔

بے نماز کی نماز جہازہ کا حکم۔

باب الاوقات

وقت زوال جس تک نیت روزہ نفل ہونا چاہئے کیا ہے۔

نہار شرعی اور نہار عرفی کا فرق۔

نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ

نہار نجومی

وقت زوال جس میں نماز ممنوع ہے کیا ہے۔

یہ وقت زیادہ سے زیادہ ہمارے بلاد میں ۸ منٹ تک پہنچتا ہے۔

یہ ثابت نہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دربارہ وقت عصر قول مشلین سے رجوع فرمایا بلکہ

قول یک مثل ہی مرجوع عنہ ہے اور قول مشلین احوط، اصح اور از روئے دلیل رائج ہے۔

اس قول پر دلیل جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان للمساخر میں ہے۔

جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے۔ قول یک مثل پر قول مشلین کی وجہ ترجیح۔

نماز عصر کا وقت مستحب اور مکروہ کیا ہے۔

بابت نماز عصر ملائے مشکل کشا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عمل۔

حکۃ بخاری جس کو عالم نسیم اور عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں وہ ہر طرف سطح زمین سے ۵۵ میل اور قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے۔

۱۲۰ طلوع سے بیس منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور

جب غروب میں بیس منٹ رہیں تو آج کی عصر کے

۱۲۱ سوا ہر نماز ممنوع ہے۔

۱۳۸ جن نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے مراد

۱۲۱ یہ ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں۔

۱۲۲ ان بلاد میں سال بھر کے اندر پورے وقت عصر

۱۲۲ کی مقدار۔

۱۲۳ فرض و سنت پڑھنا اولیٰ کس وقت میں ہے۔

۱۲۶ غروب شمس کی تحقیق رضوی۔

دربارہ نماز عصر ایک یا بی خیاط کا اعتراض اور

۱۳۰ اس کا جواب۔

مجمول العین راوی کی روایت محققین کے نزدیک

۱۵۰ مقبول ہے۔

رضوی تحقیق کہ ان بلاد میں وقت عشاء غروب

۱۵۱ سے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے۔

وقت ظہر، عصر، مغرب، عشاء، فجر کب تک

۱۵۳ رہتا ہے۔

۱۳۴ جون و جولائی و اگست میں ظہر کا وقت مستحب

۱۳۵ کے بجے سے شروع ہوتا ہے۔

۱۳۶ تاخیر مستحب کے معنی۔

۱۵۴ فلیکیوں کی تقسیم فصول اور ہمارے یہاں کی

۱۵۵ تقسیم فصول۔

۱۵۵ اوقات بعض تحولات کا نقشہ۔

۱۵۶ بازار، سرائے، اسٹیشن کی مسجد اور جامع مسجد

۱۳۷ میں دربارہ اذان و اقامت افضل کیا ہے۔

- مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان
من ہے، تکبیر میں حرج نہیں۔ ۱۵۶
- سفر میں جمع بین الصلوٰتین جائز ہے یا نہیں
رسالہ حاجز البحرین الواقع عن
جمع الصلوٰتین۔ ۱۵۹
- جمع بین الصلوٰتین دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی
جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اس کے معنی مراد،
اور یہ بعد سفر و مرض جائز ہے۔ ۱۶۰
- کتاب الحججہ تالیف امام فقیہ محدث علیہ
ابن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے رضی اللہ
تعالیٰ عنہما۔ ۱۶۱
- جمع صوری بضرورت شدت بارش بھی جائز ہے۔ ۱۶۲
- دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اس
کے معنی مراد۔ ۱۶۲
- جمع حقیقی کی دو صورت: اول جمع تقسیم،
دوم جمع تاخیر۔ ۱۶۲
- فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے
پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی کا صحیح و صریح حدیثوں
سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں۔ ۱۶۳
- حدیث اول اثبات جمع صوری میں۔ ۱۶۴
- نافع اور عبد اللہ بن واقد دونوں شاگرد عبد اللہ
بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۱۶۴
- صفیہ بنت ابی عبیدہ زوجہ ابن عمر، مختار کذاب
کی بہن تھیں، ان کے صحابہ ہونے میں اختلاف ہے
ان کے والد ماجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۶۸ (حاشیہ)
- حدیث دوم اور سوم۔ ۱۶۲
- حدیث چہارم و پنجم۔ ۱۶۳
- افادہ اولیٰ کہ غیر مقلدین کے پیشوائے مذکور کا
محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری
مسلم کے رجال سے ہیں۔ ۱۶۴
- لطیفہ اول
محاورات سلف و اصطلاح محدثین میں تشبیہ اور
رقص کے درمیان فرق ہے۔ متاخرین شیعہ
روافض کو کہتے ہیں۔ ۱۶۵
- بخاری و مسلم کے تینوں سے زیادہ وہ راوی ہیں
جن کو اصطلاح قدما پر بلفظ تشبیہ ذکر کیا جاتا
ہے اور ان کے اسماء۔ ۱۶۶
- لطیفہ دوم و سوم
بشرین بکرتہ ہیں اور رجال بخاری سے۔ ۱۶۷
- فلان یغرب اور فلان غریب الحدیث میں
فرق ہے۔ ۱۶۷
- لطیفہ چہارم
پیشوائے غیر مقلدین کی تحریف کہ ولید بن مسلم کو
ولید بن قاسم بنالیا اول رجال صحیح مسلم سے امام
ثقفہ ہیں اور دوم قدرے متکلم فیہ۔ ۱۶۸
- صحیح بخاری و مسلم کے وہ رجال جن کے متعلق
صدوق یخطی کہا گیا۔ ۱۶۹ (حاشیہ)
- لطیفہ پنجم، عطا ثقفہ ہیں۔ ۱۸۰
- دہمی اور صدوق بھصہ میں فرق ہے۔ ۱۸۰
- صحیحین کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یہم

- کہا گیا۔ ۱۸۰ اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لئے
- لطیفہ ششم و ہفتم و ہشتم ۱۸۱ صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعم
- مقام بل مدینہ طیبہ سے کتنے میل ہے۔ ۱۸۲ تعلیق زد کیا۔ ۲۰۶
- چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا ۱۸۳ پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث دوم
- نہ اسے ضعیف کرے نہ اس کی حدیث کو مردود۔ ۱۸۴ اور اس کے بیان کردہ مفہوم پر بارہ وجوہ
- آام سفین بن عیینہ نے زہری سے روایت میں ہیں ۲۱۰ سے رد۔
- سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی پھر ان کے تحت ۲۱۱ (فا) کے لئے ترتیب ذکر کی کافی ہے۔
- حجت ہونے پر اجماع ہے۔ ۲۱۱ اور عدم مہلت ہر جگہ اس کے لئے لائی ہوتی ہے
- لطیفہ نہم ۱۸۴ حدیث مروی بالمعنی کے (فا) اور (و) وغیرہما
- افادہ ثانیہ کہ احادیث جمع میں جمع صوری کے ارادہ ۲۱۱ سے استدلال صحیح نہیں۔
- پر پانچ قرآن ہیں۔ ۱۸۶ افاضہ اولیٰ کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔
- افادہ ثالثہ ۱۸۸ لطیفہ دل ربا
- افادہ رابعہ کہ وہ احادیث جن میں مطلق جمع بین ۲۱۵ افاضہ ثانیہ کہ بین بین الصلوٰتین کے بارے میں
- الصلوٰتین وارد ہے سب کی سب جمع صوری پر ۱۹۶ احمد و شافعی، عبد الرزاق و بیہقی رضی اللہ تعالیٰ
- محول ہیں۔ بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیان۔ ۱۹۶ عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے۔
- پہلی حدیث۔ ۱۹۶ اس کے راوی حسین بن عبد اللہ ضعیف ہیں۔
- دوسری تیسری، چوتھی حدیث۔ ۱۹۷ اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کی روایت میں ابراہیم
- پانچویں تا گیارہویں حدیث۔ ۱۹۹ ابن ابی کبشہ رافضی قدری معتزلی جہمی متروک واقع
- فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم۔ ۲۰۳ ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے۔
- پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث اول ۲۲۰ افاضہ ثالثہ کہ حدیث دارقطنی بھی ضعیف ہے۔
- بابت جمع بین الصلوٰتین ۲۰۴ افاضہ رابعہ بابت حدیث انس رضی اللہ
- خالد بن قاسم مدائنی متروک بالا جماع ہے۔ ۲۰۶ تعالیٰ عنہ۔
- حدیث معلول کے لئے ضعف راوی ضروری نہیں ۲۰۶ امام اسحق بن راہویہ کا حافظہ وفات سے
- ابن حزم غیر مقلد غیث اللسان نے سیدنا ابو الطفیل ۲۲۲ چند ماہ پیشتر متغیر ہو گیا تھا۔
- صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدوح و مجروح بتایا۔ ۲۰۶ شبابہ بن سوار مبتدع تھا۔ ۲۲۴

- ۲۲۶ اور درایت رائج۔ اور اجلہ صحابہ اور اکابر تابعین
اور اجلائے تبع تابعین اور ائمہ لغت اور
۲۲۶ بعض کبرائے شافعیہ سے بھی منقول ہے۔
۲۲۷ حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بابت
جمع بین الصلوٰتین۔
۲۲۸ اُس کا جواب
۲۲۸ حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کا جواب اول۔
۲۵۲ جواب ثانی
۲۵۲ نماز کے اول و آخر وقت حقیقی اور سحری کے
آخر وقت حقیقی کا علم حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو تھا اور آپ کے طفیل
۲۳۲ میں اجلہ صدق صحابہ کو جس پر احادیث
دال ہیں۔
۲۵۳ حدیث اول تا سوم
۲۵۳ حدیث چہارم تا ہفتم
۲۵۵ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دین میں
خطائے معصوم تھے۔
۲۵۶ حدیث ہشتم و نہم
۲۵۷ لطیفہ اول
۲۵۸ ٹیلوں کا سایہ اکثر وقت ظہر گزرنے کے
بعد ہوتا ہے۔
۲۵۸ لطیفہ دوم
۲۵۹ لطیفہ سوم و چہارم
۲۶۰ لطیفہ پنجم و ششم و ہفتم و ہشتم
- لطیفہ
لفظ (جميعاً) اجتماع فی الحکم پر دلالت کرتا
ہے نہ اجتماع فی الوقت پر۔
فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر۔
جمع تاخیر میں پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما پر کلام۔
اُس کا جواب اول۔
قصہ صفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ایک
ہی بار واقع ہوا تھا۔
قرب وقت کو اس نام سے تعبیر کرتے ہیں۔
قرآن و حدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت
اور بارہ حدیثیں۔
قرب وقت کو نام وقت سے تعبیر دیکھنا ضروری
ان لفظوں سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسرے
نماز کے وقت میں نماز پڑھی۔
جواب دوم
فحصۃ عشاء سر شام کے دھندلکے
کو کہتے ہیں۔
عبد اللہ بن ابی نجیح یسار کی مدس ہیں۔
جمہور محدثین کے مذہب مختار پر مدس کا عنعنہ
مردود ہے۔
جواب سوم
عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب
میں وقت مغرب شفقِ احمر تک ہے اور احناف
کے نزدیک شفقِ ابیض تک، یہی روایت صحیح

۲۶۰	حدیثوں پر مشتمل -	۲۶۳	لطیفہ نم و دم
۲۶۰	آیات		فائدہ عائدہ بابت حدیث سنن ابی داؤد
	احادیث چند نوع ہیں۔ نوع اول احادیث ،		جس سے آج تک اصلاً تعرض نہ ہوا، نہ استناداً
	محافظت وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے	۲۶۴	نہ جواباً۔
۲۶۴	ترک سے ترہیب ہیں۔		اس حدیث کے رواۃ میں یحییٰ بن محمد
	حدیث کہ جو تین چیزوں کی محافظت کرے وہ	۲۶۵	جاری متکلم فیہ ہیں۔
۲۶۸	سچا ولی ہے۔	۲۶۵	طریق دوم میں مولیٰ بن ابیہ صدوق لہ ادایم۔
۲۶۸	نوع اخیر حدیث امامت جبریل علیہ السلام۔		نعم بن حماد قابل احتجاج نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ
۲۶۹	نوع آخر حدیث سائل۔		تعالیٰ عنہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا
	نوع آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی		تھا۔ جامع صحیح میں اس کی روایت مقرر نہ ہے
۲۸۰	پیش گوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے۔	۲۶۶	نہ بطور حجت۔
	نوع آخر کہ جب ایک نماز کا وقت آیا دوسری		ابوالزبیر مدلس ہیں اور مدلس کا معنی مقبول نہیں
۲۸۱	سکا جاتا رہا۔		لیکن ان سے اگر لیت بن سعد روایت کریں تو
۲۸۳	تنبیہ	۲۶۶	مقبول۔ ذکر وجہ فی المیزان۔
۲۸۴	لطیفہ		مکہ معظمہ اور مقام سرف کے درمیان دس میل
۲۸۴	لطیفہ	۲۶۷	فاصلہ بتانے والا کون ہے۔
	قسم دوم نصوص خاصہ جن میں بالخصوص جمع	۲۶۷	مدینہ طیبہ سے ذوالحلیفہ کے فاصلے میں اختلاف کثیر
۲۸۹	بین الصلوٰتین کی نفی ہے۔		مدینہ منورہ سے مقام ذات الجیش کے فاصلے
۲۹۱	صیفہ مہول غالباً مشیر بضعف ہوتا ہے۔	۲۶۸	میں اختلاف کثیر۔
	مرسل حدیث ہمارے اور جہور کے نزدیک	۲۶۸	مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دو سو میل ہے۔
۲۹۲	حجت ہے۔		حوالی مکہ معظمہ میں وقت مغرب کم و بیش
۲۹۳	لطیفہ	۲۶۸	ڈیڑ گھنٹہ ہوتا ہے۔
	مفہوم مخالف خفیہ کے نزدیک عبارات شائع		فصل چہارم نصوص نفی جمع و ہدایت التزام
	غیر متعلقہ بعقوبات میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ	۲۶۹	اوقات میں۔
۲۹۳	ومن بعدہم میں معتبر ہے۔		قسم اول نصوص عامہ جو سائر آیات اور تنقیس

- لطیفہ
فائدہ
- ۲۹۴ جب سوید کہیں حد ثنا عبد اللہ تو
۲۹۵ ابن المبارک مغموم ہوتے ہیں اور جب بندار
کہیں عن محمد عن شعبۃ تو غندر
مراد ہوں گے۔ ۳۰۶
- ۳۰۰ حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد
امام اجل خالد بن حارث بصری ہیں خالد
بن مخلد نہیں۔ ۳۰۷
- ۳۰۱ خلاصۃ الکلام
عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر اور انس سے
افقہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۳۱۱
- ۳۰۱ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے بعض فضائل۔ ۳۱۱
- ۳۰۲ خالد بن مخلد صحاح ستہ کے رجال سے ہیں
اور امام بخاری کے استاذ۔ ۳۰۲
- ۳۰۳ ضعیف، متشیع، صاحب افراد، متروک الحدیث
میں فرق ہے۔ متشیع اور صاحب افراد ہونا اصلاً
موجب ضعف نہیں۔ ۳۰۳
- ۳۰۳ ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق
ہے کہ ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متابعا
و شواہد میں مقبول بخلاف متروک۔ ۳۰۳
- ۳۰۴ بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار۔ ۳۰۴ (حاشیہ)
- ۳۰۶ امام غزالی کا اسم مبارک سلیمان ہے۔
جب بصری عن عبد اللہ کہیں تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص
مغموم ہوتے ہیں، دوسرا کہیں تو عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۳۰۶
- ۳۰۶ جب سوید کہیں حد ثنا عبد اللہ تو
۳۰۷ ابن المبارک مغموم ہوتے ہیں اور جب بندار
کہیں عن محمد عن شعبۃ تو غندر
مراد ہوں گے۔ ۳۰۶
- ۳۰۰ حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد
امام اجل خالد بن حارث بصری ہیں خالد
بن مخلد نہیں۔ ۳۰۷
- ۳۰۱ خلاصۃ الکلام
عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر اور انس سے
افقہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۳۱۱
- ۳۰۱ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کے بعض فضائل۔ ۳۱۱
- ۳۰۲ خالد بن مخلد صحاح ستہ کے رجال سے ہیں
اور امام بخاری کے استاذ۔ ۳۰۲
- ۳۰۳ ضعیف، متشیع، صاحب افراد، متروک الحدیث
میں فرق ہے۔ متشیع اور صاحب افراد ہونا اصلاً
موجب ضعف نہیں۔ ۳۰۳
- ۳۰۳ ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق
ہے کہ ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متابعا
و شواہد میں مقبول بخلاف متروک۔ ۳۰۳
- ۳۰۴ بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار۔ ۳۰۴ (حاشیہ)
- ۳۰۶ امام غزالی کا اسم مبارک سلیمان ہے۔
جب بصری عن عبد اللہ کہیں تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص
مغموم ہوتے ہیں، دوسرا کہیں تو عبد اللہ بن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۳۰۶

- ۳۲۲ گناؤں کا کبیر ہے۔
- ۳۲۳ ڈھلنا معلوم ہو سکتا ہے۔
- ۳۲۴ تبدیل طول بلد سے اوقات میں تقدم و تاخر
- ۳۲۴ واجب ہے۔
- ۳۲۴ مدار اس کا عرض تیرہ درجے پانچ دقیقے ہے اور
- ۳۲۴ طلوع آفتاب کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا
- ۳۲۴ منگور کا بارہ درجے اسی دقیقے یا بارہ درجے
- ۳۲۴ حکم ہے۔
- ۳۲۴ بچپن دقیقے اور بڑی کا اٹھائیس درجے ایکس
- ۳۲۴ ظہر کی سنتیں پڑھے بغیر امامت کر سکتا ہے یا نہیں۔
- ۳۲۵ نماز مغرب اور اذان عشاء میں کس قدر فاصلہ درکار ہے۔
- ۳۲۵ قرائن داخل نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے
- ۳۲۶ وقت فجر کی ابتداء و انتہاء اور سوائے یوم النحر
- ۳۲۶ یا صرف نماز فرض میں ان کی فرضیت ہے۔
- ۳۲۶ نماز فجر خوب روشنی میں پڑھنا سنت ہے۔
- ۳۲۶ نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔
- ۳۲۵ اور اذان بھی صبح خوب روشن ہو پر دی جائے۔
- ۳۲۶ نہار عرفی ہمیشہ نہار نجومی سے زیادہ ہوتی ہے
- ۳۲۶ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۳۲۶ زوال میں صحیح و صحیح گھڑی کا اعتبار ہے۔
- ۳۲۶ کے لئے استیذان معاف تھا۔
- ۳۲۶ ان بلاد میں فجر کا وقت کم از کم ایک گھنٹہ نہیں
- ۳۲۶ نماز فجر کے بعد شرعاً تک ذکر الہی میں بیٹھا رہنا
- ۳۲۶ مستحب ہے۔
- ۳۲۶ حداثہ سفر کیا ہے۔
- ۳۲۶ عورت کے لئے مطلقاً تغلیس افضل ہے۔
- ۳۲۶ گھر میں نماز ظہر کا وقت مستحب کب ہوتا ہے۔
- ۳۲۶ حدیث کان قدر صلوة رسول اللہ صلی
- ۳۲۶ اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظهر فی الصیف
- ۳۲۶ ثلثہ اقدام الی خمسة اقدام کا مطلب۔
- ۳۲۶ فصل فی اماکن الصلوة
- ۳۲۶ اگر زمین تراور ناپاک ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں
- ۳۲۶ جس کو بچھا کر نماز ادا کرے اور وقت جاری ہو
- ۳۲۶ تو کیسے نماز پڑھے۔
- ۳۲۶ جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے جس کی کم از کم اور
- ۳۲۶ زیادہ سے زیادہ مقدار بریلی میں۔
- ۳۲۶ بریلی میں بموسم گہا اور سرما غروب کا وقت۔
- ۳۲۶ بحالت سفر بھی جمع بین الصلوتین جائز نہیں

۳۶۱	باب الاذان والاقامة	۳۴۳	بے ضرورت سوالات ممنوع ہیں۔
۳۶۱	تثویب کے معنی اور اس کا حکم۔	۳۴۴	مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔
۳۶۳	مسجد کے اندر اذان دینے کا حکم۔		جس مکان میں شراب پی جائے وہاں نماز پڑھنا کیسا ہے، اور کسی شخص کی چارپائی کے برابر جاننا بچھا کر نماز پڑھنا کیسا ہے۔
۳۶۴	صیغہ لا یفعل سے متبادر کراہت تحریم ہوتی ہے جیسے یفعل مفید و جوب ہوتا ہے۔	۳۴۵	دوسرے کے کھیت یا بخر اور ٹانڈ پر نماز پڑھنے کا حکم۔
۳۶۴	امام کے انتظار میں تاخیر نماز کا حکم۔	۳۴۶	چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے اگلی امتوں میں کچھ مسخ ہو گئے غلط۔
۳۶۵	اگر فجر کے فرض پڑھ لئے اور سفتیں رہ گئیں تو ان کو کب پڑھ سکتا ہے۔	۳۴۶	حضرت شیخ عبدالحی محدث دہلوی اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی متخالف عبارات کے متعلق ایک سوال اور اس کا جواب۔
۳۶۶	خطیب کے سامنے کی اذان کا جواب دینا چاہیے نہیں، اور جب دو خطبوں کے درمیان خطیب بیٹھے تو مقتدیوں کو دُعا کرنا چاہئے یا نہیں، جواب۔	۳۴۷	قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف پڑھنے میں تفصیل ہے۔
۳۶۸	یا دُعادل سے کر سکتا ہے یا نہیں۔	۳۴۹	موضع سجود کی حد۔
۳۶۹	خطیب جواب اذان اور دُعا کر سکتا ہے۔	۳۴۹	مزارات بزرگانِ دین کے دائیں یا بائیں نماز پڑھنا موجب برکت ہے۔
۳۷۰	اذان دینا درست ہے یا نہیں۔	۳۵۱	اتمیل علیہ السلام کی قبر شریف میزاب کے نیچے ہے۔
۳۷۰	اذان مسجد کے دائیں طرف کہی جائے یا بائیں طرف۔	۳۵۱	حجر اسود اور زمزم شریف کے درمیان شتر انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔
۳۷۱	اقامت کس طرف کہی جائے۔	۳۵۲	تعلیق بخاری میں "عند قبر" بمعنی "الی قبر" ہے۔
	بارش طلب کرنے کے لئے مسجد میں اذان دینا کیسا ہے اور یہ طریقہ کہ امام لیس پڑھے اور ہر مبین پر اذان کہی جائے کیسا ہے۔	۳۵۸	مقبرہ میں نماز پڑھنے کے حکم کی تفصیل۔
۳۷۲	بے وضو اذان دینا کیسا ہے۔	۳۵۸	علامہ طحاوی کے کلام حاشیہ مراقی الفلاح کا محمل۔
۳۷۳			

- ۳۸۳ الفلاح بائیں طرف۔ یہی صحیح ہے۔
- ۳۸۴ سنت ہے کہ سلطان اسلام اور عالم دین کی خدمت میں بعد اذان دوبارہ مؤذن اطلاع کے لئے حاضر ہو۔
- ۳۸۵ صلوٰۃ پکارنا کیسا ہے اور کس نے یہ طریقہ جاری کیا۔
- ۳۸۶ اقامت سے پیشتر مقیم کا باد اڑ بلند درود شریف پڑھنا کیسا ہے۔
- ۳۸۷ ختم سحری کی اطلاع کے لئے صبح صادق سے دس پانچ منٹ پیشتر صبح کی اذان دینا کیسا ہے۔
- ۳۸۸ الصلوٰۃ سنة قبل الجمعة الصلوٰۃ
- ۳۸۹ مسکنہ اللہ پکارنے کا حکم۔
- ۳۹۰ یوم جمعہ اذان اول کے بعد صلوٰۃ پکارنا جائز ہے یا نہیں۔
- ۳۹۱ مسئلہ تنزیہ میں دیوبندی خیانتیں۔
- ۳۹۲ پہلی، دوسری، تیسری خیانت۔
- ۳۹۳ چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت۔
- ۳۹۴ آٹھویں، نویں، دسویں خیانت۔
- ۳۹۵ گیارھویں خیانت جو سب سے اخیرت ہے کہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اور جد امجد اور پیر مرشد اور حضور غوث پاک کے نام سے کتابیں نرزاں لیں، ان کے مطبع گھر لئے، صفحے دل سے بنائے، عبارتیں خود ساختہ لکھ دیں۔
- ۳۹۶ اذان ہو چکی کسی شخص نے لاعلمی سے دوبارہ شروع
- ۳۹۷ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں اذان دی تھی۔
- ۳۹۸ نماز جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے، اور ان کی نماز جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔
- ۳۹۹ حضرت ابوبکر کی نماز جنازہ حضرت عمر نے اور حضرت عمر کی ابن عمر نے اور حضرت علی کی حضرت حسن نے اور حضرت حسن کی حضرت حسین نے پڑھائی تھی رضی اللہ عنہم
- ۴۰۰ نماز جنازہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔
- ۴۰۱ حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نماز جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی۔
- ۴۰۲ حضرت اسعد بن زرارة کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی، صحابہ میں سب سے پہلے بعد ہجرت انتقال فرمایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔
- ۴۰۳ فاسق کی اذان کا حکم۔
- ۴۰۴ خطیب کے سامنے کی اذان بھی بلند آواز سے کہی جائے ورنہ سنت ادا نہ ہوگی۔
- ۴۰۵ نماز کے لئے جگہ کا حکم۔
- ۴۰۶ اذان کے بعد انتظار مسنون کی حد۔
- ۴۰۷ بروقت اقامت امام و مقتدی کو شروع سے کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اس کی تفصیل۔
- ۴۰۸ اذان و اقامت میں دونوں حتیٰ علی الصلوٰۃ دائیں طرف منہ پھیر کر کہے اور دونوں حتیٰ علی

- کر دی، درمیان میں معلوم ہوا تو کیا کرے۔ ۳۹۶
- اقامت کہاں کی جائے۔ ۳۹۷
- جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق چند سوالات۔ ۳۹۷
- مردہ سنت زندہ کرنے کے متعلق احادیث۔ ۳۹۷
- زمانہ اقدس میں مسجد نبوی کے صرف تین دروازے تھے مشرق و مغرب و شمال میں۔ ۴۰۵
- اگر حکم شرع پر عمل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو تو اس کے حکم کی تفصیل۔ ۴۰۶
- محراب مسجد کس کو کہتے ہیں اور بین السائمتین کس کو۔ ۴۰۷
- کون کون جگہ خارج مسجد ہے۔ ۴۰۹
- ہشام ابن عبد الملک مروانی نے اذان عثمانی کو منارۃ مسجد پر دلوانا شروع کیا تھا، نہ اذان ثانی کو اندرون مسجد۔ ۴۰۹
- اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سُولی دلائی اور برسوں سُولی پر رکھا جس سے عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔ ۴۱۰
- صیغۃ نفی صیغۃ نہی سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔ ۴۱۲
- لفظ خبر وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ ۴۱۳
- حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں کیا کہنا چاہیے۔ ۴۱۳
- بروقت حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح اقامت میں بھی دائیں بائیں منہ پھیرے یا نہیں۔ ۴۱۳
- عبارات فقہائے کرام میں علامات (امت) اور (شہر) اور (قع) اور (ضح) سے کیا مراد۔ ۴۱۳
- ہوتی ہے۔ ۴۱۴
- اذان و اقامت میں انگوٹھے نہ چومنے والے کا حکم کیا ہے۔ ۴۱۴
- انگوٹھے چوم کر کیا پڑھے۔ ۴۱۵
- قبل نماز عید الصلوٰۃ یرحکم اللہ الصلاۃ پکارتے کا کیا حکم ہے۔ ۴۱۵
- تنبیہ علی ما وقع فی اشعة اللمعات من الزیادة فی الروایة۔ ۴۱۷
- بعد خطبہ امام کو اختیار ہے کہ بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح پر کھڑا ہو یا کھڑے کھڑے بخیر گئے۔ ۴۱۸
- مسجد میں بلا اذان جماعت کرنا کیسا ہے۔ ۴۱۹
- اذان سنت ہے یا واجب، اسی طرح اقامت۔ ۴۲۰
- امام مصطفیٰ پر نہ ہو تو بکیر کہنا جائز ہے یا ناجائز۔ ۴۲۰
- حی علی الفلاح پر کھڑے ہونے میں حکمت کیا ہے۔ ۴۲۱
- و بانی کی اذان کا جواب دیا جائے گا یا نہیں۔ ۴۲۱
- اور انس کی اذان کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں۔ ۴۲۱
- فاسق مؤذن کی اذان کا حکم۔ ۴۲۲
- مسافر کو ترک اذان کی اجازت اور اقامت کا ترک مکروہ۔ ۴۲۶
- رسالہ منیر العین فی حکم تقبیل الابیہا میں۔ ۴۲۹
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان میں اشہدان محمد رسول اللہ سن کر انفسب شہادت کے پورے چوم کر انگوٹوں سے لگائے۔ یہ پہلا طریقہ ہوا۔ ۴۳۲

- حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا جو اذان میں یہ سن کر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی۔ یہ دوسرا طریقہ۔ ۴۳۳
- امام مجدد مصری نے فرمایا کہ جو اذان میں یہ سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ کرے کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی یہ تیسرا طریقہ ہے۔
- خواجہ شمس الدین بخاری نے حدیث بیان کی اُس میں انگوٹھوں کے ناخن چومنا مذکور ہے اور یہ بشارت کہ اندھانہ ہو گا۔
- آفادہ اول کہ حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے۔
- حدیث حسن احکام حلال و حرام میں جنت ہوتی ہے کتب صحاح ستہ میں مذکور تمام احادیث صحیح نہیں۔ تسمیہ بصحاح تغلیباً ہے۔
- حدیث کے آٹھ مراتب اور ان کے احکام۔ صحیح، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ سب صحیح بہا ہیں۔
- پہنچ حدیث ضعیف بضعف قریب کی قسم صالح متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر قوت پاکر صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اور احکام میں قابل احتجاج۔
- ششم ضعیف بضعف قوی قابل احتجاج نہیں صرف فضائل میں معتبر ہے۔
- ہفتم حدیث مطروح حکماً موضوع ہوتی ہے۔
- ہشتم موضوع یہ بالا جماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار۔ ۴۴۰
- حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ۴۴۰
- صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ۴۴۱
- ابن جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا اس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔ ۴۴۱
- لفظ "لایثبت" سے یہ ثابت کہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اصطلاح میں "ثابت" صحیح حدیث کو کہتے ہیں۔ ۴۴۲
- حدیث کہ غریبوزہ کھانے سے پیشتر پیٹ کو وجودیآ ہے اور بیماری کو دور کر دیتا ہے۔ ۴۴۲
- تنبیہ ۴۴۳
- آفادہ دوم کہ جہانت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے۔ ۴۴۳
- مجمول کے اقسام اور ان کے احکام۔ اول قسم مستور اس قسم کے راوی مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ قسم دوم مجہول العین۔ اور قسم سوم مجہول الحال۔ ۴۴۳
- آفادہ سوم کہ سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ ۴۴۸
- حدیث منقطع کا حکم۔ ۴۴۸
- آفادہ چارم کہ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مندرج بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۰
- حدیث میں ہے کہ باس صوف اختیار کرو تو ۴۵۰

- ۴۵۱ قلوب میں ایمان کی مٹھاس محسوس ہوگی۔
 افادہ پنجم کہ جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں۔
- ۴۵۱ حدیثیں وضع کیں۔
 ۴۵۲ علی بن عروہ و مشقی حدیث وضع کرتا تھا۔
- ۴۵۲ ابو عقال ہلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا تھا۔
- ۴۵۲ ابن تیمیہ کی بکو اس۔
 ۴۵۲ افادہ یازدہم کہ بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے
- ۴۵۲ نہ کہ اصل حدیث کے اعتبار سے۔
 ۴۵۲ ان اصوات لا تقا فم ید لاصس کے معنی رائج
- ۴۵۲ اسباب طعن و نسل میں بایں ترتیب۔
 ۴۵۲ افادہ ہشتم کہ منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
- ۴۵۵ افادہ نہم کہ متردک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔
 ۴۵۹ حدیث چلہ صوفیاء کرام
- ۴۵۹ حدیث کہ جوشام کو صلی اللہ تعالیٰ علیٰ نوح و علیہ السلام پڑھ لے تو اس شب کچھ نہ کاٹے گا۔
 ۴۵۹ افادہ دہم کہ موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے۔
- ۴۵۵ افادہ چہارم کہ حصول قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے۔
 ۴۵۵ "خط" علامت خطیب فی الساریہ ہے۔
- ۴۵۵ عمر بن واقد سترک ہیں۔
 ۴۵۵ ضحاک بن حجرہ ضعیف ہیں۔

- افادہ پانزدہم کہ اہل علم کے عمل کر لینے سے حدیث
ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔ ۴۷۵
- حدیث ضعیف مقبول ہے۔ ۴۸۹
- حدیث اولیاء کرام کے متعلق نفیس فائدہ۔ ۴۹۱
- حدیث اصحابی کالنجومہ بایہم اقتدیتم
اقتدیتم میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ
اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔ ۴۹۱
- امام سیوطی پچھتر بار بیداری میں نبوی زیارت
سے مشرف ہوئے۔ ۴۹۳
- افادہ ہستم کہ حدیث ضعیف احکام میں بھی
مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو۔ ۴۹۴
- فائدہ نفیس بدھ کے دن بدن نئے نئے
لینے کے بارے میں۔ ۴۹۸
- فائدہ جلیلہ ہفتہ کے دن خون لینے کے
بارے میں۔ ۴۹۹
- بدھ کے دن ناخن نہ تراشنے کے بارے میں
حدیث۔ ۴۹۹
- افادہ ہستم ویکم کہ حدیث ضعیف پر عمل کئے
خاص اس فعل میں حدیث صحیح کا آثار ضرور نہیں۔ ۵۰۱
- تحقیق مقام وانراحة اوہامہ عمل
بالحديث اور قبول الحديث میں فرق ہے
یا نہیں۔ ۵۰۲
- المحاكمة بين الفاضل العلامة
الخفاجي والمحقق الدواني رحمهما
الله تعالى۔ ۵۰۵
- معروضہ علی کلام الدواني۔ ۵۰۷
- افادہ پانزدہم کہ اہل علم کے عمل کر لینے سے حدیث
ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔ ۴۷۵
- حدیث کو کلہ شریف کا ثواب پہنچانے سے عذاب اور
ہو جانے کا واقعہ۔ ۴۷۶
- افادہ ششازدہم کہ حدیث سے ثبوت ہونے میں
مطالب تین قسم ہیں۔ اول اعتقادات۔ ۴۷۷
- عقائد میں حدیث احادیث اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں۔ ۴۷۷
- دوم احکام جن میں حدیث ضعیف کافی نہیں ہوتی۔ ۴۷۸
- تیسرے فضائل و مناقب جن میں باتفاق علماء
حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے۔ ۴۷۸
- بلکہ فضائل اعمال میں حدیث منکر بھی مقبول ہے۔ ۴۷۸
- نبوی ارشاد اگر کسی کو حدیث پہنچی کہ فلاں عمل پر
ایسا ثواب ملے گا اور اس نے اس عمل کو کیا
تو ثواب پائے گا اگرچہ واقعہ میں میری حدیث نہ ہو
گجراتے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق کے
ساتھ ہیں کہ حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں
عمل جائز ہے۔ ۴۸۱
- افادہ ہفتم کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف
پر عمل مستحب ہے۔ ۴۸۱
- افادہ ہجدهم کہ خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی
جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے۔ ۴۸۲
- حدیث انا عند ظن عبدی فی کس کس
کتاب میں ہے۔ ۴۸۸
- اس حدیث کی بعض روایات میں کچھ الفاظ
زائد ہیں۔ ۴۸۹

- ابن عباس بن سهل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔ ۵۱۰
- مسلم شریف میں بھی ضعیف کی روایتیں ہیں۔ ۵۱۱
- بخاری شریف میں ضعیف کی روایات دربارہ متابعات و شواہد موجود ہیں۔ ۵۱۲
- عامہ مسانید، معاجم، سنن، جوامع، اجزاء ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔ ۵۱۳
- امام ابوداؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں۔ ۵۱۶
- سنن ابوداؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں مسند امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ضعیف احادیث ہیں۔ ۵۱۶
- دارقطنی احادیث ضعیفہ شاذہ، معللہ سے پُر ہے۔ ۵۱۸
- آفادہ بست و دوم کہ ایسے اعمال کے جوازا استیجاب پر ضعیف سے سند لانا۔ دربارہ احکام اسے حجت بنانا نہیں۔ ۵۲۱
- دمار، فروج، مضار، خناث کے سوا تمام اشیاء میں اباحت اصل ہے۔ ۵۲۲
- آفادہ بست و سوم کہ ایسے مواقع میں ہر حدیث غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔ ۵۲۲
- کلی شذیذ الضعف ہے۔ ۵۲۵
- امام واقدی کی توثیق رائج ہے۔ ۵۲۶
- چاند گوارہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا تھا۔ ۵۲۸
- مرغ سفید کا رکھنا اچھا ہے۔ ۵۲۹
- حدیث شدید الضعف کی تعریف۔ ۵۲۹
- علامہ کھنوی قدس سرہ سے ظفر الامانی میں تدریب اور القول البدیع سے نقل میں لغزش ہوئی۔ ۵۳۰
- بحث قبول شدید الضعف۔ ۵۳۱
- فائدہ جلیلہ فی احکام انواع الضعیف و انجبار ضعیفہا۔ ۵۳۳
- آفادہ بست و چہارم کہ حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا خواہی تو خواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں چہ جائیکہ ضعف شدید۔ ۵۳۸
- قول شاہ عبد العزیز قدس سرہ بابت احادیث کتب رابعہ کے معنی۔ ۵۳۸
- طبقہ ثانیہ و ثالثہ و رابعہ کی بعض کتابوں کے اسماء۔ ۵۳۸
- رموز کتب احادیث۔ ۵۴۰
- درود گدہ کا بہترین علاج جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔ ۵۴۲
- تفسیر ابن جریر کتب طبقہ رابعہ سے ہے۔ ۵۴۳
- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عجیب فضیلت۔ ۵۴۴
- امام بخاری علیہ رحمۃ الباری کو ایک لکھ صصح احادیث یاد تھیں اور بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ ۵۴۶

- رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائد
نفسیہ عظیمہ اربعہ کا حاشیہ میں شمار۔ ۵۴۸ (حاشیہ)
۵۶۲ بقصری امام علیہ رحمۃ المنعم۔
۵۶۳ تنبیہ
خوشبو سونگہ کر درود شریف پڑھنا نبوی آثار
دیکھنے کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ۵۶۵
۵۶۸ وضو کی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں
رضوی تحقیق
۵۶۸ عمل بموضوع اور عمل بما فی الموضوع میں فرق
عظیم ہے۔ ۵۷۱
۵۷۰ افادہ بست و نهم کہ اعمال مشائخ محتاج سند
نہیں، اعمال میں تصرف و ایجاد مشائخ کو
ہمیشہ گنجائش ہے۔ ۵۷۱
۵۷۱ چند کلمات کسی ولی سے منفک نہیں ہوتیں
۵۷۱ اَلَا مَا شَاءَ اللہ۔
۵۷۲ افادہ سیم کہ ہم تو استجاب ہی کہتے ہیں،
طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تعقیل ابہامین
خاص سنت ہے۔ ۵۷۴
۵۷۴ قبل ضعاف میں گنگوہی صاحب کی فاحشہ
خطائیں۔
۵۷۵ گنگوہی صاحب نے انجانے میں آدمی و بابیت
ذبح کر ڈالی۔ ۵۷۷
۵۷۷ گنگوہی صاحب نے اباحت، استجاب، کراہت
تزیین احکام شرعیہ بالکل مٹا دیے۔ ۵۷۸
۵۷۸ کراہت تزیین ضلالت نہیں۔ ۵۷۸ (حاشیہ)
۵۷۸ مولوی گنگوہی اور مولوی سمنگیل کی خانہ جنگی۔ ۵۷۸
- رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائد
نفسیہ عظیمہ اربعہ کا حاشیہ میں شمار۔ ۵۴۸ (حاشیہ)
۵۶۲ بقصری امام علیہ رحمۃ المنعم۔
۵۶۳ تنبیہ
خوشبو سونگہ کر درود شریف پڑھنا نبوی آثار
دیکھنے کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ۵۶۵
۵۶۸ وضو کی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں
رضوی تحقیق
۵۶۸ عمل بموضوع اور عمل بما فی الموضوع میں فرق
عظیم ہے۔ ۵۷۱
۵۷۰ افادہ بست و نهم کہ اعمال مشائخ محتاج سند
نہیں، اعمال میں تصرف و ایجاد مشائخ کو
ہمیشہ گنجائش ہے۔ ۵۷۱
۵۷۱ چند کلمات کسی ولی سے منفک نہیں ہوتیں
۵۷۱ اَلَا مَا شَاءَ اللہ۔
۵۷۲ افادہ سیم کہ ہم تو استجاب ہی کہتے ہیں،
طرفہ یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تعقیل ابہامین
خاص سنت ہے۔ ۵۷۴
۵۷۴ قبل ضعاف میں گنگوہی صاحب کی فاحشہ
خطائیں۔
۵۷۵ گنگوہی صاحب نے انجانے میں آدمی و بابیت
ذبح کر ڈالی۔ ۵۷۷
۵۷۷ گنگوہی صاحب نے اباحت، استجاب، کراہت
تزیین احکام شرعیہ بالکل مٹا دیے۔ ۵۷۸
۵۷۸ کراہت تزیین ضلالت نہیں۔ ۵۷۸ (حاشیہ)
۵۷۸ مولوی گنگوہی اور مولوی سمنگیل کی خانہ جنگی۔ ۵۷۸
- ۵۴۸ ابن جوزی نے صحاح ستہ اور مسند امام احمد کی
چوراسی حدیثوں کو موضوع کہا۔
۵۴۸ کتب موضوعات کی دوسری قسم۔
۵۴۹ شوکانی کی کتاب (قوائد مجموعہ)۔ قسم دوم ہے۔
۵۵۰ تنبیہ
۵۵۰ لطفیہ
مقاصد حسد امام سخاوی مختص بموضوعات نہیں،
یہ شوکانی کی کم فہمی ہے۔
۵۵۱ نتیجۃ الافادات
۵۵۱ افادہ بست و ششم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی قابل
نہ ہو تو صرف تجربہ پر سند کافی۔
۵۵۱ افادہ بست و ہفتم کہ بالفرض اگر کتب حدیث
میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا
بعض کلمات علماء میں بلا سند مذکور ہونا
کافی ہے۔
۵۶۰ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں
کتنے شہر فتح ہوئے اور کتنی مسجدیں تعمیر
ہوئیں اور کتنے منبر بنائے گئے۔
۵۶۰ افادہ بست و ہفتم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو
تاہم فعل کی ممانعت لازم نہیں۔

- حکم اخیر و خلاصہ تحریر ۵۷۹ کے لئے ورود صحیح کی حاجت نہیں۔ ۵۹۵
- خاتمہ فوائد منثورہ میں ۵۷۹ حدیث احیاء ابویں کریمین کو باوصف ضعف
- فائدہ اول کہ فضیلت و افضلیت میں فرق ہے ۵۸۰ علمائے اعاذیث صحاح کا نسخ قرار دیا ہے اگرچہ
- در بارہ تفضیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔ ۵۸۰ ہم قائل نسخ نہیں۔ ۵۹۵
- مسئلہ افضلیت باب عقائد سے ہے۔ ۵۸۱ تنبیہ ضروری: وہابیہ کے ایک کینڈ پر آگاہ کرنا۔ ۵۹۶
- فائدہ دوم کہ مشاجرت صحابہ میں تواریخ و سیر ۵۸۲ فائدہ ششم کہ حدیث ضعیف بعض احکام
- کی خوش حکایتیں قطعاً مردود ہیں۔ ۵۹۷ میں بھی مقبول۔
- کسی مسلمان کی جانب بدون تحقیق کبیرہ گناہ کی ۵۸۲ تنبیہ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال حسنہ
- نسبت حرام ہے۔ ۵۸۲ ہیں، نہ صرف ثواب اعمال۔ ۶۰۰
- جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخلف کے بارے ۵۸۵ فائدہ ہفتم کہ حدیث ضعیف سے سنیت
- میں یہ جملہ "ولعن اللہ من تخلف عنہ" ۶۰۰ بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں۔
- اقرا ہے۔ ۵۸۵ فائدہ ہشتم کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی
- فائدہ سوم اظہر یہی ہے کہ نفرد کذاب بھی ۶۰۱ بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث۔
- مستلزم موضوعیت نہیں۔ ۵۸۶ لطیفہ جلیلہ صنفہ کہ جان و ہایت پر
- ہمارے نزدیک ابن اسحق صاحب منازی کی ۶۰۳ لاکھ من کا پہاڑ۔
- توشیح رائج ہے۔ ۵۹۲ (حاشیہ) فائدہ نہم وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت
- تنبیہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات میں ۶۰۶ کرتے ہیں۔
- ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزم موضوعیت نہیں۔ ۵۹۴ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے
- کتاب تنزیہ الشریعہ کی عبارت سے ایک ۵۹۴ روایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت
- نفیس فائدہ حاصل۔ ۶۱۲ ہوگی۔
- فائدہ چہارم کہ مجہول العین کا قبول ہی مذہب ۵۹۵ تنبیہ اخذ میں قلت مبالغہ زمانہ تابعین
- محققین ہے۔ ۶۱۲ سے پیدا ہوئی۔
- تنبیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ۵۹۵ فائدہ دہم احادیث طبقہ رابعہ
- ہوتا ہے۔ ۶۱۵ کے متعلق۔
- فائدہ پنجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف ۶۱۵ فائدہ یازدہم تذکرۃ الموضوعات

- محمد طاهر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں۔
خاتمہ۔ مجمع البحار سے بعض احادیث پر
نقل احکام اور تاشیہ میں اس پر نفیس کلام۔
حدیث طلب العلم فرضیۃ علی کل مسلم
حسن ہے جس کو رسالہ النجوم الثواب فی
تخریج احادیث الکواکب میں بیان فرمایا۔ ۶۱۸ تاشیہ
حدیث بابت آب زمزم حسن یا صحیح ہے۔ ۶۱۹
حدیث یكون فی آخر الزمان خلیفۃ لا یفضل
علیہ ابوبکر ولا عمر مؤول ہے۔ ۶۲۰
فائدہ دوانہ دھم حدیث بے سند مذکور علماء
کے قبول میں نفیس و جلیل احقاق اور ادبام قاصرین
زمانہ کا ابطال و ازیاق۔ ۶۲۱
محمد بن کی اصطلاح میں جس حدیث کو مرسول
اور منقطع اور معلق اور معضل کہتے ہیں
فہما اور اصولیین کی اصطلاح میں ان سب کو
مرسل کہا جاتا ہے۔ ۶۲۱
قول امام سفیان ثوری "الاسناد سلاح
المؤمن الخ" دربارہ عقائد و احکام ہے۔ ۶۲۲
اسی طرح دیگر اقوال بابت سند۔ ۶۲۳
رسالہ نہج السلامۃ فی حکم تقبیل
الابھامین فی الاقامۃ۔ ۶۲۹
تھانوی صاحب کا جواب ۶۳۰
تھانوی صاحب کے جواب مذکور کی خامیوں
کا شمار۔ ۶۳۴
مفہوم کتب حجت ہے اگرچہ مفہوم لقب ہو۔ ۶۳۴
نقل مجہول نامقبول ہے۔ عام صحابہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہم کی تقلید ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ
کا مذہب ہے۔ ۶۳۵
لا اصل لہما "مقصی کراہت نہیں۔ ۶۴۱
مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے مگر جبکہ دلیل
تقصیہ قائم ہو۔ ۶۵۰
رسالہ ایذان الاجر فی اذان القبر۔ ۶۵۳
دلیل اول ۶۵۴
دلیل دوم ۶۵۶
دلیل سوم و چہارم ۶۵۸ - ۶۵۷
دلیل پنجم ۶۵۹
دلیل ششم ۶۶۰
دلیل ہفتم ۶۶۲
دلیل ہشتم ۶۶۳
دلیل نہم ۶۶۳
آداب دعا سے ہے کہ پہلے کوئی عمل صالح کرے۔ ۶۶۴
دلیل دہم ۶۶۵
دلیل یازدہم ۶۶۶
دلیل دوازدہم ۶۶۷
دلیل سیزدہم ۶۶۸
قرصوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ اچھا عمل مسلمان
کو خوش کرنا ہے۔ ۶۶۸
دلیل چہار دہم ۶۶۹
دلیل پانزدہم ۶۷۰
تنبیہات جلیلہ ۶۷۲

تنبیہ دوم کہ ایک فعل میں بہت سی نیات ہو سکتی ہیں اور سب پر ثواب ۔	مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دیوبندی اختلاف کرتے ہیں اور بموجب جہل
تنبیہ سوم تنبیہ چہارم شرع مطہر کی اصل کلی جو ان	۶۷۳ ۶۷۶ لوگوں کو بہکاتے ہیں ۔ ۶۷۷ ۴ ۴ ۴

فہرست ضمنی مسائل

<u>وضو</u>	نماز قبل معراج میں طہارتِ ثوب، وضو۔	۸۵	پہلے بعد ہجرت انتقال فرمایا، حضور صل اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔	۳۷۶
<u>جنازہ</u>	خود کشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔	۱۰۷	خط و اباحت	۱۰۷
	بے نماز کی نماز جنازہ کا حکم۔	۱۲۰	ایک درم سو دو کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالیٰ کے نزدیک عظیم کعبہ میں ۳۶ بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔	۱۱۰
	نماز جنازہ کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے ہے، اور ان کی نماز جنازہ ملائکہ نے پڑھی تھی۔	۳۷۵	ترک نماز پر مالی جبر مانہ جائز نہیں۔	۱۱۱
	حضرت ابوبکر کی نماز جنازہ حضرت عمرؓ نے اور حضرت عمرؓ کی نماز جنازہ حضرت علیؓ نے اور حضرت حسنؓ نے اور حضرت حسینؓ نے پڑھائی تھی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔	۳۷۵	طلبہ اگر نماز ترک کریں تو ان کا وظیفہ وضع ہو سکتا ہے، نیز دوسری صورتوں کا بیان۔	۱۱۲
	نماز جنازہ کی مشروعیت مدینہ منورہ میں ہوئی۔	۳۷۵	اشیائے مسکدہ پی کر نماز کی ادائیگی کا حکم۔	۱۱۳
	حضرت خدیجہ کبریٰ کی وفات تک نماز جنازہ مشروع نہ ہوئی تھی۔ حضرت اسعد بن زرارہ کی وفات ہجرت کے نویں مہینے شوال میں ہوئی صحابہ میں سب سے	۳۷۵	نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگانے کا حکم۔	۱۱۵
	غیر مشروع افعال کے ارتکاب پر برادری کی کون کون سی سزا میں جائز نہیں۔	۳۷۵	غیر مشروع افعال کے ارتکاب پر برادری کی کون کون سی	۳۷۵
	احادیثِ محافطتِ وقت اور اسکی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب میں۔	۲۷۴	احادیثِ محافطتِ وقت اور اسکی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب میں۔	۲۷۴
	حدیث کہ جو تین چیزوں کی محافظت کرے وہ	۲۷۴	حدیث کہ جو تین چیزوں کی محافظت کرے وہ	۲۷۴

۴۶۸	کو خوش کرنا ہے۔	۲۷۸	سچا ولی ہے۔
	طب	۳۴۳	بے ضرورت سوالات ممنوع ہیں۔
۵۴۲	درد گردہ کا بہترین علاج جس میں کچھ خرچ نہ ہو۔	۳۴۴	مرگھٹ کی زمین میں مسجد بنانے کا حکم۔
	توقیت		چارپائی پر نماز پڑھنے کا حکم۔ یہ بات کہ چارپائی پر نماز پڑھنے سے اگلی امتوں میں کچھ مسخ ہو گئے غلط ہے۔
	تبدیل طول بلد سے اوقات میں تقدم و تاخر ہو جاتا ہے۔	۳۴۶	قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف پڑھنے میں تفصیل ہے۔
۳۳۴	مدراں کا عرض تیرہ درجے پانچ دقیقہ ہے اور بنگلور کا بارہ درجے اسی دقیقہ یا بارہ درجے پچیس دقیقہ اور بریلی کا اٹھائیس درجے اکیس دقیقہ۔	۳۴۹	نماز کے لئے جگانے کا حکم۔
		۳۷۸	صلوٰۃ پکارنا کیسا ہے اور کس نے یہ طریقہ جاری کیا۔
۳۳۴		۳۸۴	الصلوٰۃ سنۃ قبل الجمعة الصلوٰۃ
	فوائد فقہیہ		مراحمہ اللہ پکارنے کا حکم۔
۱۱۱	مائی جبرائیل جائز نہیں کہ منسوخ ہو چکا ہے۔	۴۵۱	حدیث کہ غروب کو دھو دیتا ہے اور بیماری کو دور کر دیتا ہے۔
۱۲۲	نہار شرعی اور نہار عرفی کا فرق۔	۴۵۲	حدیث میں ہے کہ لباس صوف اختیار کرو تو قلوب میں ایمان کی مٹھاس محسوس ہوگی۔
۱۲۳	نصف النہار شرعی معلوم کرنے کا طریقہ۔	۴۵۱	فائدہ نفیسہ بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے بارے میں۔
۱۲۳	نہار نجومی	۴۹۸	فائدہ جلیلہ ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں۔
	طلوع سے بیس منٹ تک ہر نماز مکروہ ہے اور جب غروب میں بیس منٹ رہیں تو آج کی عصر کے سوا ہر نماز ممنوع ہے۔	۴۹۹	بدھ کے دن ناخن تراشنے کے بارے میں حدیث۔
۱۳۸	جن نمازوں میں تاخیر مستحب ہے اس سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب نصف آخر میں پڑھیں۔	۴۹۹	مرغ سفید کا رکھنا اچھا ہے۔
۱۳۸	ان بلاد میں سال بھر کے اندر پورے وقت عصر کی مقدار۔	۵۲۹	خرقہ پوشی صوفیہ کرام و سماع حسن بصری رحمہ اللہ۔
۱۵۱	رضوی تحقیق کہ ان بلاد میں وقت عشاء غروب کتنی دیر بعد شمس ہوتا ہے۔	۵۶۲	آداب دعا سے ہے کہ پہلے کوئی عمل صالح کئے۔
	مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لئے اعادہ اذان	۶۶۴	فرضوں کے بعد سب اعمال سے زیادہ اچھا عمل مسلمان

- منع ہے، تکبیر میں عرج نہیں۔ ۱۵۶
- سفر میں جمع بین الصلوٰتین جائز ہے یا نہیں۔ ۱۵۹
- جمع بین الصلوٰتین دو قسم پر ہے، اول جمع فعلی جس کو جمع صوری بھی کہتے ہیں اُس کے معنی مراد اور یہ بعد سفر و مرض جائز ہے۔ ۱۶۰
- جمع صوری بضرورت شدت یا ریش بھی جائز ہے۔ ۱۶۲
- دوم جمع وقتی جس کو جمع حقیقی بھی کہتے ہیں اور اس کے معنی مراد۔ ۱۶۲
- جمع حقیقی کی دو صورت: اول جمع تقسیم، دوم جمع تاخیر۔ ۱۶۲
- قرب وقت کو اس وقت سے تعبیر کرتے ہیں۔ ۲۳۴
- قرآن و حدیث سے اس کی مثالوں میں دو آیت اور بارہ حدیثیں۔ ۲۳۴
- قرب وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحتہ ان لفظوں سے بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسرے نماز کے وقت میں نماز پڑھی۔ ۲۴۰
- نعمہ عشاء و سر شام کے دھندلے کو کہتے ہیں۔ ۲۴۳
- نصف النہار اور سایہ اصلی معلوم کرنے کے دو طریقے۔ ۳۲۳
- مسجد کی شرقی دیوار سے دوپہر اور دوپہر کا دھندلا معلوم ہو سکتا ہے۔ ۳۲۳
- فرائض داخل نماز کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف نماز فرض میں اُن کی فرضیت ہے۔ ۳۲۶
- نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے۔ ۳۲۷
- نہار عرفی ہمیشہ نہار نجومی سے زیادہ ہوتی ہے۔ ۳۲۷
- زوال میں صحیح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے۔ ۳۲۸
- صیغہ لا یفعل سے متبادر کراہت تحریم ہوتی ہے جیسے یفعل مفید و جوب ہوتا ہے۔ ۳۶۴
- امام کے انتظار میں تاخیر نماز کا حکم۔ ۳۶۴
- اگر فجر کے فرض پڑھ لئے اور شستیں رہ گئیں تو اُن کو کب پڑھ سکتا ہے۔ ۳۶۵
- عبارات فقہائے کرام میں علامات (امت) اور (شہر) اور (دفع) اور (ضح) سے کیا مراد ہوتی ہے۔ ۴۱۲
- تنبیہ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال حسہ ہیں، نہ صرف ثواب اعمال۔ ۶۰۰

رسم المفتی

- دما، فروج، مضار، ثجائث کے سوا تمام اشیاء میں اباحت ہے۔ ۵۲۲
- کراہت تنزیہی ضلالت نہیں۔ ۵۷۸ (حاشیہ)
- "لا اصل لہا" مقتضی کراہت نہیں۔ ۶۴۱
- تنبیہ دوم کہ ایک فعل میں بہت سی نيات ہو سکتی ہیں اور سب پر ثواب۔ ۶۷۳

عقائد و کلام

- کتاب اللہ کا حفظ اہم سابقہ میں خاصہ انبیاء و کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا۔ ۶۷
- ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔ ۸۳
- مولانا محمد رضا علی صاحب کا فتویٰ اُس اشتہار کے متعلق جو سالانہ چھپا کرتا ہے کہ شیخ عبد اللہ

- ۴۰۶ ۹۷ ترا س کے حکم کی تفصیل۔
- ۵۷۲ ۹۹ چند کرامات کسی ولی سے منفک نہیں ہوتیں اللہ اللہ
- ۵۸۱ ۱۰۱ مسئلہ اخلاصیت باب عقائد سے ہے۔
- ۵۸۲ ۱۰۱ کسی مسلمان کی جانب بدون تحقیق کبیرہ گناہ کی نسبت حرام ہے۔
- ۵۹۶ ۱۰۱ تنبیہ ضروری، وہابیہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا۔
- ۶۰۳ ۱۰۱ لطیفہ جلیلہ صلیفہ کہ جان وہابیت پر لاکھ من کا پہاڑ۔
- تاریخ و تذکرہ
- حضرت یونس بنیامین بن یعقوب کی اولاد ہیں اور سلیمان علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تھے۔
- ۷۲ ۱۰۲ اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام۔
- ۷۲ ۱۰۶ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔
- ۱۱۵ ۱۰۹ کتاب الحججہ تالیف امام فقیہ محدث عیسیٰ ابن ابان ہے جو امام محمد کے شاگرد تھے
- ۱۶۱ ۱۱۰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
- ۱۸۲ ۱۱۴ مقام بل مدینہ طیبہ سے کتنے میل ہے۔
- ۲۶۷ ۱۱۷ مکہ معظمہ اور مقام سرف کے درمیان دس میل فاصلہ بتانے والا کون ہے۔
- ۲۶۷ ۱۱۷ مدینہ طیبہ سے ذوالحلیفہ کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔
- ۲۶۷ ۲۵۶ مدینہ منورہ سے مقام ذات الجیش کے فاصلے میں اختلاف کثیر۔
- ۲۶۸
- ۹۷ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا اس قومی کی تصدیق رضوی۔
- ۹۹ ضروریات دین کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو۔
- ۱۰۱ خلافت خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت قطعیات سے ثابت ہے۔
- ۱۰۱ تکذیب صفت قلب ہے مگر قول کی طرح بعض فعل بھی اس پر علامت ہوتے ہیں۔ علامت ہونے کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے۔
- ۱۰۱ تارک نماز کی تکفیر قدامت اہلسنت کا مسلک ہے مگر جمہور کے نزدیک کافر نہیں، یہی مذہب ائمہ اربعہ کا مجمع علیہ ہے۔
- ۱۰۲ تاکہ نماز کے اسلام پر بعض دلائل۔
- ۱۰۶ ہم میں اور مشرکوں میں نماز فارق ہے۔
- ۱۰۹ ایک وقت کی نماز قصد ابلہ عذر شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرنے سے فاسق ہو جاتا ہے۔
- ۱۱۰ اگر تمہارے ذریعہ ایک شخص کو ہدایت ہو جائے تو یہ روئے زمین کی بادشاہت سے بہتر ہے۔
- ۱۱۴ امر بالمعروف نہی عن المنکر کے بارے میں اگر کوئی یہ کہے کہ اس میں رکھا ہی کیا ہے تو اس کو تجدید اسلام اور تجدید نکاح کرنا چاہئے۔
- ۱۱۷ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دین میں خطا سے معصوم تھے۔
- ۲۵۶ اگر حکم شرع پر عمل کرنے سے فساد پیدا ہوتا ہو

- ۳۹۳ چوتھی، پانچویں، چھٹی، ساتویں خیانت۔
 ۳۹۴ آٹھویں، نویں، دسویں خیانت۔
 ۲۶۸ گیارھویں خیانت جو سب سے انجیث ہے
 ۳۵۱ کہ اعلیٰ حضرت کے والد ماجد اور جد امجد
 اور پیر و مرشد اور حضور غوث پاک کے نام
 سے کتابیں تراش لیں، اُن کے مطبعہ گھڑنے،
 ۲۵۳ صفحہ دل سے بنالے، عبارتیں خود ساختہ
 لکھ دیں۔
 ۳۹۵ افادہ سیم کہ ہم تو استیجاب ہی کہتے ہیں، طرفہ
 یہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیلِ بہائم خاص
 ۵۴۴ سنت ہے۔
 قبولِ ضعاف میں گنگوہی صاحب کی فاحش
 ۵۴۴ خطائیں۔
 ۲۱۰ گنگوہی صاحب نے انجامنے میں آدھی ہابیت
 ۵۴۴ ذبح کر ڈالی۔
 گنگوہی صاحب نے اباحت، استیجاب،
 کراہت تنزیہ بین احکام شرعیہ بالکل
 ۵۴۸ مٹا دیے۔
 ۵۸۲ تھانوی صاحب کے جواب مذکور کی خامیوں
 کا شمار۔
 ۶۳۴
- ۲۶۸ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دو سو میل ہے
 حوالی مکہ معظمہ میں وقتِ مغرب کم و بیش
 ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے۔
 ۳۵۱ اتماع علیہ السلام کی قبر شریف میزاجی نیچے ہے
 حجر اسود اور زمزم شریف کے درمیان ستر
 ۲۵۳ انبیاء علیہم السلام کی قبور ہیں۔
 زمانہ اقدس میں مسجد نبوی کے صرف تین دروازے
 تھے مشرق، مغرب اور شمال ہیں۔
 ہشام ابن عبد الملک مروانی نے اذان عثمانی کو
 منارہ مسجد پر دلوانا شروع کیا تھا، نہ اذان ثانی
 کو اندرون مسجد۔
 ۲۰۹ اسی ہشام نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ کو سولی
 دلوانی اور برسوں سولی پر رکھا جس سے عجیب
 کرامت کا ظہور ہوا۔
 ۵۴۲ تفسیر ابن جریر طبقہ رابعہ سے ہے (در حاشیہ)
 فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں
 کتنے شہر فتح ہوئے اور کتنی مسجدیں تعمیر ہوئیں
 اور کتنے منبر بنائے گئے۔
 ۵۶۰ فائدہ دوم کہ مشاجرت صحابہ میں تواریخ و
 ۵۸۲ سیر کی جو شش حکایتیں قطعاً مردود ہیں۔
 روئے مذہبیاں

حدیث و اصول حدیث

- ۱۴۸ حدیث بخاری اعتم النبی صلی اللہ تعالیٰ
 ۳۹۱ علیہ وسلم لیلۃ بالعشا الخ کے
 ۳۹۲ تین محل۔
 ۵۸ دربارہ نماز عصر ایک بابی خیاط کا اعتراض اور
 اُس کا جواب۔
 مسئلہ تنزیہ میں دیوبندی خیانتیں۔
 پہلی، دوسری، تیسری خیانت۔

- جس نے قصداً نماز ترک کی اُس نے اپنی ماں سے بیت اللہ میں شتر بار زنا کیا۔ یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری۔
- مجمول العین راوی کی روایت محققین کے نزدیک مقبول ہے۔
- فصل اول جمع صوری کے اثبات میں غیر مقلدین کے پیشوا مولوی ندیر حسین دہلوی کا صحیح و صریح حدیثوں سے انکار جو جمع صوری میں وارد ہیں۔
- حدیث اول اثبات جمع صوری میں۔
- حدیث دوم اور سوم۔
- احادیث چہارم و پنجم۔
- مآورات سلف و اصطلاح محدثین میں تشبیح اور رفق کے درمیان فرق ہے۔ متاخرین شیعہ روافض کو کہتے ہیں۔
- فلان یغرب اور فلان غریب الحدیث میں فرق ہے۔
- چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اُسے ضعیف کرے نہ اس کی حدیث کو مردود۔
- امام سفیان بن عیینہ نے زہری سے روایت میں بیسیس زیادہ حدیثوں میں خطا کی، پھر ان کے ثقہ تہمت ہونے پر اجماع ہے۔
- آفادہ ثانیہ کہ احادیث جمع میں جمع صوری کے ارادے پر پانچ قرآن ہیں۔
- آفادہ رابعہ کہ وہ احادیث جن میں مطلق جمع بین الصلوٰتین وارد ہے سب کی سب جمع
- صوری پر محمول ہیں بطور تمثیل گیارہ حدیثوں کا بیان۔
- پہلی حدیث۔
- دوسری، تیسری، چوتھی حدیث۔
- پانچویں تا گیارہویں حدیث۔
- فصل دوم ابطال دلائل جمع تقدیم۔
- پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث اول بابت جمع بین الصلوٰتین۔
- حدیث معلول کے لئے ضعیف راوی ضروری نہیں۔
- پیشوائے غیر مقلدین کی پیش کردہ حدیث دوم اور اس کے بیان کردہ مفہوم پر بارہ وجوہ سے رد۔
- آفادہ اولی کہ جمع تقدیم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔
- آفادہ ثانیہ کہ جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں احمد و شافعی، عبدالرزاق و بیہقی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے۔
- اُس کے راوی حسین بن عبد اللہ ضعیف ہیں۔
- آفادہ ثالثہ کہ حدیث دارقطنی بھی ضعیف ہے۔
- آفادہ رابعہ بابت حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
- جمع تاخیر میں پیش کردہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کلام۔

- ۲۲۲ اُس کا جواب اول۔
قسم اول نصوص عامہ جو سات آیات اور تیس حدیثوں پر مشتمل۔
- ۲۳۳ قصہ صفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ایک ہی بار واقع ہوا تھا۔
۲۳۳ احادیث چند نوع ہیں۔ نوع اول احادیث محافظت وقت اور اس کی ترغیب اس کے ترک سے ترہیب میں۔
- ۲۴۴ قسم دوم نصوص خاصہ جن میں بالخصوص جنسین الصلوٰۃ کی نفی ہے۔
۲۴۸ نوع اخیر حدیث امامت جبریل علیہ السلام۔
۲۴۹ نوع آخر حدیث سائل۔
- ۲۸۰ نوع آخر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیش گوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے۔
۲۸۱ نوع آخر کہ جب ایک نماز کا وقت آیا تو دوسری کا جاتا رہا۔
- ۲۸۹ قسم دوم نصوص خاصہ جن میں بالخصوص جنسین الصلوٰۃ کی نفی ہے۔
۲۸۹ مرسل حدیث ہمارے اور جبریل کے نزدیک حجت ہے۔
- ۲۹۱ احادیث مزبورہ بالمعنی مختلف طور پر روایت کی جاتی ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا، جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے۔
- ۳۰۱ اسی واسطے امام ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں کہ جب تک حدیث کو ساتھ وجہ سے نہ لکھتے اس کی حقیقت کو نہ پہچانتے۔
- ۳۰۱ ضعیف، متشیع، صاحب افراد، متروک الحدیث میں فرق ہے۔ متشیع اور صاحب افراد ہونا اصلاً موجب ضعف نہیں۔
- ۳۰۳ ضعیف اور متروک میں زمین و آسمان کا فرق ہے
- ۲۲۲ اُس کا جواب اول۔
قصہ صفیہ زوجہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر ایک ہی بار واقع ہوا تھا۔
۲۳۳ جہور محدثین کے مذہب مختار پر مدلس کا عنعنہ مردود ہے۔
۲۴۴ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مذہب میں وقت مغرب شفقِ احمر تک ہے اور اخاف کے نزدیک شفقِ ابیض تک، یہی روایت صحیح اور درایت راجح، اور اجلہ صحابہ اور اکابر تابعین اور اجلائے تبع تابعین اور ائمہ لغت اور بعض کبرا شافعیہ سے بھی منقول ہے۔
۲۴۵ حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بابت جمع بین الصلوٰۃ اس کا جواب
۲۴۵ حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب اول۔
۲۵۲ جواب ثانی
۲۵۲ نماز کے اول و آخر وقت حقیقی اور سحری کے آخر وقت حقیقی کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تھا اور آپ کے طفیل میں اجلہ حذلق صحابہ کو جس پر احادیث وال ہیں۔
۲۵۳ حدیث اول تا سوم
۲۵۳ حدیث چہارم تا ہفتم
۲۵۵ حدیث ہشتم و نہم
۲۵۴ فائدہ عامہ بابت حدیث سنن ابی داؤد جس سے آج تک اصلاً تعرض نہ ہوا، نہ استناداً نہ جواباً۔
۲۶۴

- کہ ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور متابعات و شواہد میں مقبول بخلاف متروک۔
- ۴۰۳ حدیث کان قد وصلو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظهر فی الصیف ثلثة اقسام الی خمسۃ اقسام کا مطلب۔
- ۴۰۴ افادہ اول کہ حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے۔
- ۴۰۵ حدیث حسن احکام حلال و حرام میں محبت ہوتی ہے۔
- ۴۰۶ کتب صحاح ستہ میں مذکور تمام احادیث صحیح نہیں، تسمیہ بصحاح تغلیباً ہے۔
- ۴۰۷ حدیث کے آٹھ مراتب اور ان کے احکام۔
- ۴۰۸ صحیح، صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، سبب صحیح بہائیں۔
- ۴۰۹ پنجم حدیث ضعیفہ بضعف قریب کی قسم صانع متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے اور احکام میں قابل احتجاج۔
- ۴۱۰ ششم ضعیف بضعف قوی قابل احتجاج نہیں، صرف فضائل میں معتبر ہے۔
- ۴۱۱ ہفتم حدیث مطروح حکماً موضوع ہوتی ہے۔
- ۴۱۲ ہشتم موضوع یہ بالا جماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار۔
- ۴۱۳ حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔
- ۴۱۴ صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔
- ۴۱۵ ابن جوزی نے جس جس حدیث کو غیر صحیح کہا اُس کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔
- ۴۱۶ لفظ "لا یثبت" سے یہ ثابت کہ یہ حدیث صحیح نہیں کیونکہ اصطلاح میں "ثابت" صحیح حدیث کو کہتے ہیں۔
- ۴۱۷ افادہ دوم کہ جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے۔
- ۴۱۸ مجہول کے اقسام اور ان کے احکام۔ اول قسم مستور اس قسم کے راوی مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ قسم دوم مجہول العین۔ اور قسم سوم مجہول الحال۔
- ۴۱۹ افادہ سوم کہ سند کا منقطع ہونا مستلزم قطع نہیں۔
- ۴۲۰ حدیث منقطع کا حکم
- ۴۲۱ افادہ چہارم کہ حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مندرج بھی موضوع نہیں۔
- ۴۲۲ افادہ پنجم کہ جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں۔
- ۴۲۳ تعدد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہو جاتا ہے۔
- ۴۲۴ حدیث مبہم دوسری حدیث کے لئے مقوی ہو سکتی ہے۔
- ۴۲۵ افادہ ششم کہ ضعف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے۔
- ۴۲۶ افادہ ہفتم کہ اغافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کرے، اُس کی حدیث بھی

- موضوع نہیں۔ ۴۵۴
- اسباب طعن و شل ہیں بایں ترتیب۔ ۴۵۴
- افادہ ہشتم کہ منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۵
- افادہ نہم کہ متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ ۴۵۶
- حدیث چلہ صوفیاء کرام ۴۵۹
- حدیث کہ جو شام کو صلی اللہ تعالیٰ علیٰ ۴۵۹
- نوح و علیہ السلام پڑھ لے تو اس شب ۴۵۹
- بکھو نہ کٹے گا۔ ۴۵۹ (حاشیہ)
- افادہ دہم کہ موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ۴۵۹
- ہوتی ہے۔ ۴۵۹
- حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے ۴۵۹
- تو اللہ تعالیٰ جنون و جذام اور برس کو اس سے ۴۵۹
- پھیر دیتا ہے الخ ۴۵۹
- فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین ۴۵۹
- رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں روافض نے تقریباً ۴۵۹
- تین لاکھ حدیثیں وضع کیں۔ ۴۵۹
- افادہ یازدہم کہ بارہا موضوع یا ضعیف کہنا ۴۵۹
- صرف ایک سند کے اعتبار سے ہوتا ہے ۴۵۹
- نہ کہ اصل حدیث کے اعتبار سے۔ ۴۵۸
- ان امرق لاتدفع یدکلامس کے معنی ۴۵۸
- راج حاشیہ ۱ میں۔ ۴۵۸ (حاشیہ)
- نتیجۃ الافادات ۴۵۸
- افادہ دوازدہم کہ تعدد طرق سے ضعیف حدیث ۴۵۸
- قوت پاتی ہے بلکہ حسن ہو جاتی ہے۔ ۴۵۸
- افادہ سیزدہم کہ حدیث مجہول و حدیث مبہم ۴۵۸
- ۴۵۴
- تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر ۴۵۴
- مخبر ہونے کے صالح ہیں۔ ۴۵۴
- حدیث کہ جس کے تین نیچے پیدا ہوئے اور کسی ۴۵۴
- نام محمد نہ رکھا تو یہ اس کی جہالت ہے۔ ۴۵۴
- افادہ چہار دہم کہ حصول قوت کو صرف دو ۴۵۹
- سندوں سے آنا کافی ہے۔ ۴۵۵
- افادہ پانزدہم کہ اہل علم کے عمل کر لینے سے حدیث ۴۵۵
- ضعیف قوی ہو جاتی ہے۔ ۴۵۵
- افادہ شانزدہم کہ حدیث سے ثبوت ہونے میں ۴۵۵
- مطالب تین قسم ہیں، اول اعتقادات۔ ۴۵۵
- عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں ۴۵۵
- دوم احکام جن میں حدیث ضعیف کافی نہیں ہوتی۔ ۴۵۸
- سوم فضائل و مناقب جن میں باتفاق علماء ۴۵۸
- حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے۔ ۴۵۸
- بلکہ فضائل اعمال میں حدیث منکر بھی مقبول ہے۔ ۴۵۸
- نبوی ارشاد اگر کسی کو حدیث پہنچی کہ فلاں عمل پر ۴۵۸
- ایسا ثواب ملے گا اور اس نے اس عمل کو کیا تو ۴۵۸
- ثواب پائے گا اگرچہ واقع میں وہ میری حدیث نہ ہو ۴۵۹
- کبرائے و بابیر بھی اس مسئلہ میں اہل حق کے ۴۵۸
- ساتھ ہیں کہ حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں ۴۵۸
- عمل جائز ہے۔ ۴۸۱
- افادہ ہفدہم کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف ۴۸۱
- پر عمل مستحب ہے۔ ۴۸۱
- افادہ ہجدهم کہ خود احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ۴۸۱
- ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے۔ ۴۸۶

- حدیث انا عند ظن عبدی بنی کس کس کتاب میں ہے۔
- ۵۱۶ ضعیف احادیث ہیں۔
- ۴۸۸ دارقطنی احادیث ضعیفہ، شاذہ، معلکہ سے پر ہے۔
- ۵۱۸ اس حدیث کی بعض روایات میں کچھ الفاظ زائد ہیں۔
- ۴۸۹ افادہ نوزدہم عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے۔
- ۴۸۹ احادیث اولیاء کرام کے متعلق نفیس فائدہ۔
- ۴۹۱ حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقدیم اہتدیتم میں اگرچہ محدثین کو کلام ہے مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔
- ۴۹۱ افادہ بستم کہ حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو۔
- ۴۹۲ افادہ بستم ویکم کہ حدیث ضعیف پر عمل کے لئے خاص اس فعل میں حدیث صحیح کا آنا ضرور نہیں۔
- ۵۰۱ تحقیق مقام و انرا حۃ ادھام عمل بالحدیث اور قبول الحدیث میں فرق ہے یا نہیں۔
- ۵۰۴ مسلم شریف میں بھی ضعف کی روایتیں ہیں۔
- ۵۱۱ تجاری شریف میں ضعف کی روایات دربارہ متابعات و شواہد موجود ہیں۔
- ۵۱۲ عامۃ مسانید، معاجم، سنن، جوامع، اجزاء ہر نوع احادیث پر مشتمل ہیں۔
- ۵۱۴ امام ابو داؤد کے کلام "صالح" کے دو معنی ہیں۔
- ۵۱۴ سنن ابو داؤد شریف کا موضوع صرف احکام ہیں۔
- ۵۱۶ مسند امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں
- ۵۱۶ ضعیف احادیث ہیں۔
- ۴۸۸ دارقطنی احادیث ضعیفہ، شاذہ، معلکہ سے پر ہے۔
- ۴۸۹ افادہ بست و دوم کہ ایسے اعمال کے جواز یا استحباب پر ضعیف سے سند لانا، دربارہ احکام اسے حجت بنانا نہیں۔
- ۴۹۱ افادہ بست و سوم کہ ایسے مواقع میں ہر حدیث غیر موضوع کام دے سکتی ہے۔
- ۵۲۴ حدیث شدید الضعف کی تعریف۔
- ۵۲۹ علامہ بکھنوی قدس سرہ سے ظفر الامانی میں تدریب اور القوارب بدیع سے نقل میں لغزش ہوئی۔
- ۵۳۰ بحث قبول شدید الضعف۔
- ۵۳۱ فائدہ جلیلہ فی احکام انواع الضعیف و انجبار ضعفها۔
- ۵۳۳ افادہ بست و چہارم کہ حدیث کا کتب رابعہ سے ہونا خواہی نحو ابی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں ہے جاسکے ضعف شدید۔
- ۵۳۸ قول شاہ عبدالعزیز قدس سرہ بابت احادیث کتب رابعہ کے معنی۔
- ۵۳۸ طبقہ ثانیہ و ثالثہ و رابعہ کی بعض کتبوں کے اسماء۔
- ۵۳۸ رموز کتب احادیث۔
- ۵۴۰ امام بخاری علیہ رحمۃ اہناری کو ایک کھ صحیح احادیث یاد تھیں اور بخاری میں کل چار ہزار

- بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ ۵۴۶
 رسالہ مدارج طبقات الحدیث میں ذکر کردہ فوائد
 نفیسہ عظیمہ اربعہ کا حاشیہ میں شمار۔ ۵۴۸ (حاشیہ)
 افادہ بست و پنجم کہ کتب موضوعات میں کسی
 حدیث کا ذکر علقاً ضعف کا بھی مستلزم نہیں
 کتب موضوعات کی قسم دوم۔ ۵۴۸
 ابن جوزی نے صحاح ستہ اور مسند امام احمد
 کی چوڑی حدیثوں کو موضوع کہا۔ ۵۴۸
 کتب موضوعات کی دوسری قسم۔ ۵۴۸
 شوکانی کی کتاب (فوائد مجمر) قسم دوم
 سے ہے۔ ۵۴۹
 متقاعد حسنہ امام سخاوی منقض بموضوعات
 نہیں، یہ شوکانی کی کم فہمی ہے۔ ۵۵۰
 نتیجۃ الافادات
 افادہ بست و ششم کہ ایسی جگہ اگر سند کسی
 قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی۔ ۵۵۱
 افادہ بست و ہفتم کہ بالفرض اگر کتب حدیث
 میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض
 کلمات علماء میں بلا سند مذکور ہونا کافی ہے۔ ۵۵۵
 افادہ بست و ہشتم کہ حدیث اگر موضوع بھی ہو
 تاہم فعل کی ممانعت لازم نہیں۔ ۵۶۱
 و شوکی دعائیں حدیث سے ثابت نہیں۔ ۵۶۸
 عمل بموضوع اور عمل بمافی الموضوع میں
 فرق عظیم ہے۔ ۵۷۱
 افادہ بست و نہم کہ اعمال مشائخ محتاج سند
 نہیں، اعمال میں تصرف و ایجاب و مشائخ کو
 ہمیشہ گنجائش ہے۔ ۵۷۱
 دربارہ تفضیل حدیث ضعیف مقبول نہیں۔ ۵۸۰
 حبش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تخلف
 کے بارے میں یہ جملہ "ولعن اللہ من
 تخلف عنہ" اقتراد ہے۔ ۵۸۵
 فائدہ سوم الظہر یہی ہے کہ تفرک کذاب بھی
 مستلزم موضوعیت نہیں۔ ۵۸۶
 ہمارے نزدیک ابن اسحق صاحب منغازی
 کی توثیق رائج ہے۔ ۵۹۲ (حاشیہ)
 تبنیہ متعلق افادہ (۲۵) کہ کتاب موضوعات
 میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک مستلزم
 موضوعیت نہیں۔ ۵۹۲
 کتاب تنزیہ الشریعہ کی عبارت سے ایک
 نفیس فائدہ حاصل۔ ۵۹۲
 فائدہ چہارم کہ مجہول العین کا قبول ہی مذہب
 محققین ہے۔ ۵۹۵
 تبنیہ کہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین
 ہوتا ہے۔ ۵۹۵
 فائدہ پنجم متعلق افادہ (۲۱) کہ قبول ضعیف
 کے لئے ورود صحیح کی حاجت نہیں۔ ۵۹۵
 حدیث احیاء ابویں کو یحییٰ کو باوصف ضعف
 علما نے احادیث صحاح کا نسخہ قرار دیا ہے
 اگرچہ ہم قائل نسخہ نہیں۔ ۵۹۵
 فائدہ ششم کہ حدیث ضعیف بعض احکام

- ۶۲۰ میں بھی مقبول۔
۵۹۷ فائدہ ہفتم کہ حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں۔
۶۰۰ فائدہ ہشتم کہ وضع یا ضعف کا حکم کبھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث۔
۶۰۱ فائدہ نہم وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔
۶۰۲ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس سے روایت فرمالیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگی۔
۶۱۲ تنبیہ اخذ میں قلت مبالغہ زمانہ تابعین سے پیدا ہوئی۔
۶۱۲ فائدہ دہم احادیث طبقہ رابعہ کے متعلق۔
۶۱۵ فائدہ یازدہم تذکرۃ الموضوعات محمد طہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں۔
۶۱۷ خاتمہ مجمع البحار سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اس پر نفیس کلام۔
۶۱۷ حدیث طلب العلم فی یضیۃ علیٰ کل مسلم حسن ہے، جس کو رسالہ النجوم الثواب فی تخریج احادیث الکواکب میں بیان فرمایا۔
۶۱۸ (حاشیہ)
۶۱۹ حدیث بابت آب زمزم حسن یا صحیح ہے۔
حدیث یکون فی آخر الزمان خلیفۃ لا یفضل علیہ ابوبکر ولا عمر
- ۶۲۰ متوکل ہے۔
افادہ دوازدہم حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل احقاق اور ادھام قاصرین زمانہ کا ابطال و ازہاق۔
۶۲۱ محدثین کی اصطلاح میں جس حدیث کو مرسل اور منقطع اور معلق اور معضل کہتے ہیں فقہاء اور اصولیین کی اصطلاح میں ان سب کو مرسل کہا جاتا ہے۔
۶۲۱
- اسماء الرجال**
- ۶۲۱ امام ابن عائشہ عیشی نہ صحابی ہیں نہ تابعی، نہ تبع سے ان کا سن وفات۔
۶۲۲ سعید بن خثیم ہلالی شکر الحدیث ہیں۔
۹۳ تافع اور عبد اللہ بن واقعہ دونوں شاگرد عبد اللہ بن عمر ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
۱۶۷ صفیہ بنت ابی عبیدہ زوجہ ابن عمر، مختار کذاب کئی بہن تھیں، ان کے صحابیہ ہونے میں اختلاف ہے، ان کے والد ماجد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔
۱۶۸ (حاشیہ)
اقادہ اولیٰ کہ غیر مقلدین کے پیشوائے مذکور کا محمد بن فضیل کو ضعیف کہنا باطل ہے وہ بخاری و مسلم کے رجال سے ہیں۔
۱۶۴ بخاری و مسلم کے تیس سے زیادہ وہ راوی ہیں جن کو اصطلاح قدما پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا ہے اور ان کے اسماء۔
۱۶۶

- ۱۷۷ بشر بن بکر ثقہ ہیں اور رجال بخاری سے۔
 پیشوائے غیر مقلدین کی تحریف کہ ولید بن مسلم کو
 ولید بن قاسم بنایا اول رجال صحیح مسلم سے امام
 ثقہ ہیں اور دوم قدرے مکمل فیہ۔
 صحیح بخاری و مسلم کے وہ رجال جن کے متعلق
 صدوق یخطئ کہا گیا۔ (حاشیہ) ۱۷۹
 لطیفہ پنجم، عطا ف ثقہ ہیں۔
 وہابی اور صدوق یہہم میں فرق ہے۔
 صحیحین کے وہ رجال جن کے متعلق صدوق یہہم
 کہا گیا۔
 خالد بن قاسم مدنی متروک بالا جماع ہے۔
 ابن حزم غیر مقلد خبیث اللسان نے سیدنا
 ابو الطفیل صحابی کو مقدوح و مجروح بتایا۔
 آسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لئے
 صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو
 بزعم تعلیق رد کیا۔
 امام شافعی علیہ الرحمۃ کی روایت میں ابراہیم
 ابن ابی کحی رافضی قدری معتزلی جہی متروک
 واقع ہے اور اس کے ضعف پر اجماع ہے۔
 امام اسحق بن راہویہ کا حافظہ وفات سے چند
 ماہ پیشتر متغیر ہو گیا تھا۔
 شبابہ بن سوار مبتدع تھا۔
 عبد اللہ بن ابی نجیح یسار مکی مدلس ہیں۔
 یحییٰ بن محمد بخاری مکمل فیہ ہیں۔
 طریق دوم میں مولیٰ بن ابیاب صدوق لا وہام۔
 نعیم بن حماد قابل اجتہاد نہیں۔ امام اعظم رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع
 کرنا تھا۔ جامع صحیح میں اس کی روایت مرقونہ
 ہے نہ بطور حجیت۔ ۲۶۶
 ابو الزبیر مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ قبول نہیں
 لیکن ان سے اگر لیث بن سعد روایت کریں تو
 مقبول۔ ذکر وجہ فی المیزان۔ ۲۶۶
 خالد بن مخلد صحاح ستہ کے رجال سے ہیں اور
 امام بخاری کے استاد۔ ۳۰۳
 بخاری و مسلم کے بعض ضعیف رجال کا شمار۔ ۳۰۴ (حاشیہ)
 امام اعش کا اسم مبارک سلیمان ہے۔ ۳۰۶
 جب بصری عبد اللہ کہیں تو عبد اللہ بن عمرو بن
 عاصی مفہوم ہوتے ہیں، دوسرا کہیں تو عبد اللہ
 بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ ۳۰۶
 جب سویہ کہیں حدیثنا عبد اللہ تو ابن المبارک
 مفہوم ہوتے ہیں اور جب بنار کہیں عن
 محمد عن شعبۃ تو غندر مراد ہونگے۔ ۳۰۶
 حدیث نسائی شریف کی سند میں واقع خالد
 امام اجل خالد بن حارث بصری ہیں خالد بن
 مخلد نہیں۔ ۳۰۷
 علی بن عروہ دمشق حدیث وضع کرتا تھا۔ ۴۶۲
 ابو عقال ہلال بن زید انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے موضوعات روایت کرتا تھا۔ ۴۶۲
 ابن تیمیہ کی بکواس۔ ۴۶۵
 "خط" علامت خطیب فی التاریخ ہے۔ ۴۷۵

۴۷۵ عمرو بن واقد متروک ہیں۔
۵۶۵ کے وقت درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

فوائد اصولیہ

۴۷۵ ضحاک بن حجرہ ضعیف ہیں۔
۱۰۶ محتمل کو محکم کی طرف رد کرنا طریقہ معروفہ ہے۔

۵۱۰ ابن عباس بن سہل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔
۱۳۲ جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ سے مروجع عنہ ہے۔

۵۲۵ کلبی شدید الضعف ہے۔
۱۳۵ قول یک مثل پر قول ثلثین کی وجہ ترجیح۔

۵۲۶ امام واقدی کی توثیق رائج ہے۔
۲۱۱ (فا) کے لئے ترتیب ذکر کی کافی ہے۔

اور عدم ملت ہر جگہ اس کے لئے لائق ہے۔
۲۱۱ ہوتی ہے۔

حدیث مروی بالمعنی کے (فا) اور (و) وغیرہما سے استدلال صحیح نہیں۔
۲۱۱

لفظ (جميعا) اجتماع فی الحکم پر دلالت کرتا ہے
۲۲۶ اجتماع فی الوقت پر۔

صیغہ مجہول غالباً مشیر بضعف ہوتا ہے۔
۲۹۱ مقدم مخالف خفیفہ کے نزدیک عبارات شاذہ

غیر متعلقہ بعقوبات میں معتبر نہیں۔ کلام صحابہ
۲۹۳ ومن بعد ہم میں معتبر ہے۔

مسلمان کا فعل حتی الامکان محل حسن پر محمول کرنا واجب ہے
۲۲۴ عیقہ نفی صیغہ نہی سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔

۲۱۲ لفظ خبر وجوب پر دلالت کرتا ہے حتی علی الصلوٰۃ اور حتی علی الفلاح کے جواب

میں کیا کہنا چاہئے۔
۲۱۳

المحاكمة بين الفاضل العلامة الخفاجي
۵۰۵ والمحقق الدواني رحمهما الله تعالى۔

۵۰۴ معروضۃ علی کلام الدواني۔

ابن عباس بن سہل رجال امام بخاری سے ضعیف ہیں ان کی روایت بخاری شریف میں موجود ہے۔

کلبی شدید الضعف ہے۔

امام واقدی کی توثیق رائج ہے۔

فضائل و مناقب

توریت شریف میں پانچوں نمازوں کے عظیم فضائل۔
۵۲ حضرت بحر العلوم کا ارشاد: ہمارے ائمہ خفیفہ کی

نظر کیسی دقیق ہے کہ ان سے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں ہوتا۔

عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر اور انس سے
۳۰۰ افتد ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۱۱ کے لئے استیذان معاف تھا۔

مردہ سنت زندہ کرنے کے متعلق احادیث۔
۳۹۷

امام سیوطی کچھ بار بیداری میں نبوی زیارت سے
۳۹۳ مشرف ہوئے۔

چاند گوارہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، جدھر اشارہ فرماتے

اسی طرف جھک جاتا تھا۔
۵۲۸

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
عجیب فضیلت۔

نوشہرہ منوگاہ کرد درود شریف پڑھنا نبوی آثار دیکھنے

ہندو ریاضی

فلکیوں کی تقسیم فصول اور ہمارے یہاں کی تقسیم فصول -

۱۵۴

۱۵۵

اوقات بعض تحویلات کا نقشہ -

متفرقات

۳۱۴

۳۲۱

۳۳۲

۵۷۹

۵۸۰

ضحو کبرائے نکالنے کا طریقہ کیا ہے ؟

میرٹھ میں پورے وقت مغرب کی مقدار -

بریلی میں بموسم گرما اور سرما غروب کا وقت -

نظامہ فوائد منثورہ میں -

قائدہ اول کہ فضیلت و افضلیت میں

فرق ہے -

♦ ♦ ♦

۶۳۴

۶۳۵

۶۵۰

۶۷۶

۱۳۷

مفہوم کتب حجت ہے اگرچہ مفہوم لقب ہو -

نقل مجہول نام مقبول ہے - عام صحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کی تعلید ہمارے امام اعظم علیہ الرحمۃ

کا مذہب ہے -

مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے مگر جبکہ دلیل

تعلیق قائم ہو -

تنبیہ چہارم شرع مطہر کی اصل کلی جو ان

مسائل کو حل کر دیتی ہے جن میں دیوبندی

اختلاف کرتے ہیں اور بوجہ جہل لوگوں کو بکاتے ہیں -

طبیعیات

کوہ بنجار جس کو عالم نسیم اور عالم لیل و نہار بھی

کہتے ہیں وہ ہر طرف سطح زمین سے ۵۴ میل اور

قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے -



کتاب الصلوة

مسئلہ از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ ملا یعقوب علی خاں ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز پنجگانہ میں کون سی نماز سب سے پہلے کسی نبی نے پڑھی ہے اور
اگلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں پر بھی یہی نماز پنجگانہ فرض تھی یا یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ہمارا
خاصہ ہے۔ آمین واقتبروا۔

الجواب

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبي بعده + وعلى اله وصحبه المكرمين
اللہ ہی کے لیے تعریف ہے جو اکیلا ہے اور صلاۃ و سلام
اس ہستی پر جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور اس کے آل و
اصحاب پر جو اس کے ہاں بہت مکرم ہیں۔ (ت)
عندہ۔
نماز پنجگانہ اللہ عزوجل کی وہ نعمت عظمیٰ ہے کہ اس نے اپنے کرم عظیم سے خاص ہم کو عطا فرمائی ہم سے پہلے کسی امت کو

نہی، بنی اسرائیل پر دو ہی وقت کی فرض تھی وہ بھی صرف چار رکعتیں دو صبح دو شام، وہ بھی ان سے نہ بھی سنن نسائی شریف میں اس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حدیث معراج مبارک میں ارشاد فرماتے ہیں ثم ردت الی خمس صلوات، قال، فارجع الی اس ربك فاسأله التخفيف فانه فرض علی بنی اسرائیل صلاتین فما قاموا بهما یعنی پھر پچاس نمازوں کی پانچ میں موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی کہ حضور پھر جائیں اور اپنے رب سے تخفیف چاہیں کہ اس نے بنی اسرائیل پر دو نمازیں فرض فرمائی تھیں وہ انھیں بھی بجا نہ لائے۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں،

وسردان بنی اسرائیل کلفوا برکعتین بالغداة و رکعتین بالعشی۔ قیل، و رکعتین عند الزوال، فما قاموا بما کلفوا به۔
روایت ہے کہ بنی اسرائیل کو دو رکعتیں صبح اور دو رکعتیں رات کو پڑھنے کا مکلف بنایا گیا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ دو رکعتیں زوال کی بھی تھیں مگر وہ اس پر کاربند نہ رہ سکے۔ (ت)

اور امتوں کا حال خدا جانے مگر اتنا ضرور ہے کہ یہ پانچوں ان میں کسی کو نہ ملیں علمائے بے خلاف اس کی تصریح فرمائی، مواہب شریف بیان خصائص امت مرحومہ میں لکھا،
ومنها مجموع الصلوات الخمس، ولم تجمع لاحد غیرهم۔
اور ان خصوصیات میں سے پانچ نمازوں کا مجموعہ بھی ہے کیونکہ امت مسلمہ کے علاوہ کسی اور امت کے لیے پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (ت)
شرح زرقانی مقصد معراج مقدس میں زیر حدیث مذکور نسائی لکھا،

هذا هو الصواب، وما وقع في البيضاوي انه فرض عليهم خمسون صلاة في اليوم و الليلة، فقال السيوطي، هذا غلط، ولم يفرض على بنی اسرائیل خمسون صلاة قط بل ولا خمس صلاة، ولم تجمع الخمس
یہی درست ہے اور جو بیضاوی میں ہے کہ بنی اسرائیل پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کی گئی تھیں، تو سیوطی نے کہا کہ یہ غلط ہے، ان پر پچاس نمازیں کبھی بھی فرض نہیں کی گئی تھیں بلکہ ان پر تو پانچ نمازیں بھی فرض نہیں تھیں، پانچ صرف اس امت کے لیے

سنن النسائی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ فورم محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۷۸/۱

شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۱۳۲/۶
کے المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع خصائص امت تعلق بالصلوٰۃ، المکتب الاسلامی، بیروت ۷۱/۴

نے نماز عشا کی نسبت فرمایا:

اعتموا بهذه الصلوة فانكم فضلتم بها على سائر الامم ولم تصلها امة قبلكم
اس نماز کو دیر کر کے پڑھو کہ تم اس سے تمام امتوں پر فضیلت دیئے گئے ہو تم سے پہلے کسی امت نے یہ

نماز نہ پڑھی۔ (ت)

پرنماہر کہ جب نماز عشا ہمارے لیے خاص ہے تو پانچوں کا مجموعہ بھی ہمارے سوا کسی امت کو نہ ملا۔ رہا ہمارے نبی سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی کو یہ پانچوں نہ ملا، علماء اس کی بھی تصریح فرماتے ہیں امام ہلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ میں ایک باب وضع فرمایا:

باب اختصاصه صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس ولم تجمع
یعنی وہ باب جس میں بیان کیا گیا ہے کہ پانچ نمازوں کے مجموعے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختص ہیں اور آپ سے پہلے کسی نبی کے لیے پانچ نمازیں جمع نہیں کی گئیں۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اقول بلی ولكن لا فائدة حجة في المقام
مقال فان امرا لاضافات اوجع من هذا اقول
سبكم ونبیکم بل فی آخر نفس الحديث تدخلوا
جنة سبکم و نراد فی دایرة وعند الخلی و حجوا
بیت سبکم و ایضا یحجز التخصیص باعتبار اهل
الزمان ایضا قد ثبت خصوصنا فیها بوجه کما یافی
فلا یدل علی خصوص نفس الخمس ولو بالجمیع
واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (م)

اختصاص نہیں کیونکہ رب صرف محاطین کا نہیں سارے جہان کا ہے) نیز خصوصیت باعتبار اہل زمانہ کے بھی ہو سکتی ہے علاوہ ازیں ہماری خصوصیت دیگر وجوہ کی بنا پر ثابت ہے جیسا کہ آ رہا ہے پس اس حدیث سے ان پانچوں نمازوں کی خصوصیت اجتماعی طور پر بھی ثابت نہیں ہوتی واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (ت)

لسن سنن ابی داؤد باب وقت العشاء الاخرة مطبوعہ مجتبائی لاہور پاکستان آفتاب عالم پریس ۶۱/۱
لسن الخصائص الکبریٰ باب اختصاصه صلی اللہ علیہ وسلم بمجموع الصلوات الخمس المطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲۰۴/۲

ماعد العشاء متفرقا فيهم، كما جاء في الاخبار۔
کے علاوہ باقی نمازیں متفرق طور پر ملی تھیں، جیسا کہ روایات میں آیا ہے۔ (د)

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض شرح شفاۃ امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:
الصلوات الخمس لم تجتمع لغيره ولغير امته
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ولا لنبی قبلہ،
فانما الانبياء قبلہ كانت لهم صلاة موافقة
لبعض هذه، دون مجموعها۔
پانچ نمازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے
علاوہ کسی امت کے لیے جمع نہیں کی گئیں، نہ آپ سے
پہلے کسی نبی کے لیے۔ پہلے انبیاء کو جو نمازیں ملی تھیں تو
ان میں سے ہر نبی کی نماز ان اوقات میں سے کسی ایک
وقت کے ساتھ مطابقت رکھتی تھی، مجرعی طور پر پانچ نمازیں ان میں سے کسی کو بھی نہیں دی گئی تھیں۔ (د)

اقول مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے کوئی دلیل صحیح صریح اس پر نہ پائی

وكل ما ذكره فلا يفيد المدعى، او معارض بها
هو اصح واقتوى، كما فصلنا ذلك في تحرير
مستقل لنا في هذا المقال، كتبناه بتوفيق
الله تعالى بعد ورود هذا السؤال، ملخصه
انهم احتجوا على ذلك باحاديث واثار، منها
حديث صحيح مسند عن عبد الله بن مسعود
رضي الله تعالى عنه في خبر الاسراء فاعطى
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
ثلاثا، اعطى الصلوات الخمس، واعطى
خواتيم سورة البقرة، وغفر لمن لم يشرك
بالله من امته شيئا المقحصات فانه ظاهر
في اختصاصها به صلى الله تعالى عليه
وسلم۔
یہ سب باتیں جو علماء نے ذکر کی ہیں اثبات مدعی کے لیے
مفید نہیں ہیں، یا زیادہ صحیح اور قوی روایات سے
معارض ہیں یہ بات ہم نے اس موضوع پر اپنی ایک مستقل
تحریر میں مفصل طور پر بیان کی ہے جو اس سوال کے آنے
پر لکھی گئی تھی۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ علماء نے پانچ
نمازوں کے مجموعے کا اس امت کے ساتھ مختص ہونے
پر چند احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے۔ ان میں
ایک حدیث صحیح مسلم کی ہے جو واقعہ معراج کے بارے
میں عبد اللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اللہ کو
تین چیزیں عطا کی گئیں، پانچ نمازیں، سورۃ بقرہ کی
آخری آیتیں اور آپ کی امت کے ہر اس شخص کی
مغفرت جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے اس
حدیث ظاہر ہے کہ پانچ نمازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیے غلط ہیں۔ (د)

لہ لمعات النقیح مواقیت الصلوة الفصل الثانی ۹ مطبوعہ مکتبہ معارف علیہ لاہور ۲۳۱/۲
نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی تعظیم صلی اللہ علیہ وسلم بما تضمنہ کرامۃ الاسراء مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۵۴/۲
الصالح لمسلم باب فی قول اللہ تعالیٰ ولقد راہ نزلة اخرى مطبوعہ قدیمی کتب خانہ لاہور ۹۴/۱

قلت ، وذلك لانه كان محل الاكرام
الخاص فينبغي اختصاص الخمس ايضا
به صلى الله تعالى عليه وسلم كالباقيين
قال في نسيم الرياض (فاعطى رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم ثلثا) من الفضائل المخصوصة
به صلى الله تعالى عليه وسلم اهـ۔

اقول : لك ان تقول بعد تسليم
لزوم الخصوصية في كل عطاء يعطى في مقام
الاختصاص ، لا يلزم الخصوصية من كل وجه ،
فقد كانت الصلاة فريضة على الانبياء صلوات
الله تعالى وسلامه عليهم وفي كل دين الهى ،
كما قال تعالى في سيدنا اسمعيل على ابنه
الكريم وعليه الصلاة والتسليم ، وكانت
يا مراهله بالصلاة والزكاة وكان عند ربه
مرضيا - وقال عز وجل عن عبده عيسى
عليه الصلاة والسلام ، واوصاني بالصلاة
والزكاة ما دمت حيا - وفي الحديث عن
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا خير في دين لا صلوة
فيه وقد كانت اوقات صلاتهم هي هذه
الاقوات ، لقول جبريل عليه الصلاة والسلام
هذا وقتك ووقت الانبياء من قبلك هـ۔

میں کہتا ہوں : ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ موقع
الکرام خاص کا تھا اس لیے پانچ نمازیں بھی آپ کے لئے خاص
ہونی چاہئیں جس طرح باقی دو چیزیں آپ کے لئے خاص
ہیں۔ نسیم الرياض میں ہے (پس دی گئیں رسول اللہ
کو تین چیزیں ، یعنی ان فضائل میں سے جو آپ کے ساتھ
مخصوص ہیں اہـ (ت)

میں کہتا ہوں تم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہو کہ
اگر یہ بات مان بھی لی جائے کہ اختصاص کے موقع پر جو
چیزیں دی جائیں ان میں ہر ایک کا خاص ہونا ضروری
ہے۔ تاہم ہر لحاظ سے خاص ہونا تو کوئی ضروری نہیں
ہے۔ کیونکہ نمازیں تمام انبیاء پر اور ہر دین الہی میں فرض
تھیں جس طرح اللہ تعالیٰ سیدنا اسمعیل — ان کے
کرم پیر پر اور ان پر صلوة و سلام ہو — کے بارے
میں فرماتا ہے ”وہ حکم دیا کرتا تھا اپنے اہل خانہ کو نماز
اور زکوٰۃ کا“ اور اپنے رب کے ہاں پسندیدہ تھا“ اور
اللہ عز وجل نے اپنے بندے عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول بیان
کیا ہے ”اور حکم دیا ہے مجھے اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ
کا، جب تک میں زندہ رہوں“ اور حدیث میں نبی صلی
اللہ علیہ وسلم سے مڑی ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے
جس میں نماز نہ ہو اور پہلے انبیاء کے اوقات نماز وہی
تھے جو ہمارے ہیں کیونکہ جبریل نے کہا ہے کہ یہ وقت ہے

نسیم الرياض شرح الشفاء ، فصل فی تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم بما تضمنہ کرامۃ الاسرار مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲/۲۵۶

سورہ مریم ۱۹ آیت ۵۵ - سورہ القرآن سورہ مریم ۱۹ آیت ۳۱

سکسن ابی داؤد باب ماجاء فی خبر الطائف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۴۲

نوٹ : جو حدیث مجھے ملی ہے اس میں لفظ لا صلوة فیکد کہ ”در کوع فیہ“ ہے واللہ تعالیٰ اعلم نذیر احمد سعیدی

مشکوٰۃ المصابیح ، باب المواقیت ، مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۵۹

وصرف الفرض الى اجتماع الخمس قد ياباه
ظاهراً للفظ، اذ لو اريد هذا فقال اعطى الصلوات
خمسا، او اعطى خمس صلوات - ومع ذلك اذا
صرف الى وصف فحينئذ نقول بموجبه، فالخمس
على هذه الصفة لم تكن لاحد قبلنا، فان الله
تعالى خصنا بالاذان والاقامة والبسملة و
التأمين الذي ما حسدتنا اليهود على شئ
ما حسدتنا عليه وعلى السلاص، وجعلنا نصف
كما تصف الملائكة عند ربها، وجعل لنا
الارض مسجداً وطهوراً - ونقول: خصصنا
بان امضى فريضته وخفف عن عباده، فهي
خمس، وهي خمسون، تفضيلاً من ربنا تبارك
وتعالى بركة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم. ۱۱
ومنها حديث ابن جرير والبخاري وابن يعلى
عن ابى هريرة والبيهقي عنه وعن ابى سعيد
الحذري رضى الله تعالى عنهما، فيه قوله

آپ کا اور آپ سے پہلے انبیاء کا۔ اور عبد اللہ ابن مسعود کے
قول اعطى الصلوة الخمس کا یہ مطلب نکالنا کہ آپ کو
اجتماعی طور پر پانچ نمازیں عطا کی گئیں، حدیث کے ظاہری
الفاظ کے خلاف ہے۔ کیونکہ اگر یہ مراد ہوتی تو عبد اللہ
ابن مسعود یوں کہتے اعطى الصلوة خمساً یا یہ کہتے
اعطى خمس صلوات (جبکہ انہوں نے اعطى
الصلوات الخمس کہا ہے)، بایں ہمہ اگر فرضیت کو
کسی وصف کے ساتھ مقید کرنا ہی ہے تو اس کے
مطابق ہم یہ کہیں گے کہ جس طرح کی پانچ نمازیں ہم پر فرض
کی گئی ہیں اس طرح ہم سے پہلے کسی پر فرض نہیں کی گئیں
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اذان، اقامت، بسم اللہ
اور آمین کہنے کے ساتھ مختص کیا ہے جبکہ آمین
اور بسم اللہ ہمیں حقاً یہودی ہمارے ساتھ حسد
کرتے تھے اتنا کسی اور چیز میں نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح
ہم صفیں بناتے ہیں جس طرح ملائکہ اپنے رب کے روبرو
صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے

اسے امام بخاری نے الادب المفرد اور ابن ماجہ نے صحیح کے
ساتھ حضرت ام المؤمنین کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم سے یہ روایت کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ سرواۃ البخاری فی الادب المفرد وابن ماجہ
بستد صحیحہ عن ام المؤمنین رضى الله تعالى عنها
عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ غفرلہ

۱۲ الادب المفرد، باب فضل السلام، حدیث ۹۸۸ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۲۵۶
۱۳ اعطى الصلوات خمساً، اعطى خمس صلوات، اعطى الصلوات الخمس، ان جملوں کے مفہوم میں جو فرق ہے
اس کو اردو ترجمے میں واضح کرنا ممکن نہیں ہے، مختصر آپ یہ سمجھ لیں کہ پہلی دو عبارتیں پانچ کی تخصیص کا تقاضا کرتی ہیں یعنی پانچ
نمازیں آپ کے ساتھ خاص ہیں جبکہ تیسری عبارت، جو کہ حدیث میں بھی وارد ہے، تخصیص کا تقاضا نہیں کرتی۔ (دائم)

تمام رُوسے زمین کو مسجد اور پاکی کا ذریعہ بنایا ہے یا یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس شرف کے ساتھ محض کیا ہے کہ اپنے مقرر کردہ فرائض اپنی جگہ پر رکھے اور بندوں سے تخفیف بھی کر دی، اب پڑھی پانچ جاتی ہیں اور ثواب کے اعتبار سے پچاس ہو جاتی ہیں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہم پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اور ان ہی میں سے وہ حدیث ہے جو ابن جریر، بزاز اور ابویعلیٰ نے ابوہریرہ سے اور بیہقی نے ابوہریرہ اور ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فضائل کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ نے انبیائے سابقین کو عطا فرمائے تھے تو اللہ عز و جل نے اپنے خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ میں نے آپ کو آٹھ حقے عطا کئے ہیں: (۱) اسلام (۲) ہجرت (۳) جہاد (۴) نماز (۵) صدقہ (۶) رمضان کے روزے (۷) امر بالمعروف (۸) نہی عن المنکر۔ (شرح الزرقانی نے اس کی شرح کرتے ہوئے) کہا (اور نماز) یعنی پانچ نمازوں کا مجموعہ۔ (اور صدقہ) یعنی زکوٰۃ اور (رمضان کے روزے) اس میں دلیل ہے دُوبیس سے ایک قول کے لیے یعنی اس قول کے لئے کہ رمضان امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے الخ (ت)

میں نے کہا (دلیل اس بنا پر ہے کہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نبی کی وہ عظمت ذکر کی تھی جو اس کے ساتھ مختص تھی۔ تو موقوفہ کا تعاضا یہی تھا کہ جو بابا ایسے عظیم فضائل کا بیان کیا جاتا جو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے مخصوص تھے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) ہاں، خصوصیت کے لئے کوئی وجہ ضرور ہونی چاہئے ورنہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) مطلقاً اس اُمت کے ساتھ خاص نہیں ہیں

عز وجل لنبيه صلى الله تعالى عليه وسلم حين ذكر ما اعطى الانبياء السابقين عليهم الصلاة والتسليم من الفضائل: اعطيتك ثمانية اسمهم، الاسلام والهجرة و الجهاد والصدقة والصدقة وصوم رمضان والامر بالمعروف والنهي عن المنكر۔ قال الزرقاني (والصلاة) اي مجموع الصلوات الخمس (والصدقة) الزكاة (وصوم رمضان) وفيه حجة لاحد القولين في اختصاصه بالامة المحمدية الخ۔

قلت: اي وقد ذكر صلى الله تعالى عليه وسلم لكل نبى ما خص به من الكرامات، فالمحل قاضيات يجاب بما خص به من جلائل الفضائل۔ **اقول**: نعم، لا بد للخصوص من وجه، اما مطلقا فلا، فقد كان الجهاد في الامم السابقة قال تعالى وداين من نبى قاتل معه سرسيون كثير الاترى

الى قوله ، والامر بالمعروف والنهي عن المنكر،
ولتحصيل نفيهما عن الانبياء السابقين ، عليهم
الصلاة والسلام ، فما كانوا يبعثون الا لهذا -
وقد انجى الله تعالى قوما كانوا يشبهون اصحاب
السبت محذرة الى ربهم ولعلمهم يرجعون ،
ولو نزل الصدقة في الاصل ، وتقدم قوله
تعالى وكان يا مرا هله بالصلوة والزكاة فانما
المراد لم يعطوا على صفة اعطى نبينا صلى الله
تعالى عليه وسلم ، احلت له الغنائم ولم
تحل لاحد قبله ، والصدقة تؤخذ من اغنيائنا
وترد على فقرائنا ، وامرنا بالمعروف والنهي
عن المنكر باعلى وجوهه وهو الجهاد ،
وامر الجهاد في شرعنا اقوى منه في مسائل
الشرائع - قاله الرازي عن القفال - فكذلك
خصصنا في الصلاة باشياء لم يعطهن احد
قبلنا ، والله الحمد -

کیونکہ جہاد پہلی امتوں میں بھی تھا ، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
”کتنے ہی نبی تھے کہ ان کے ساتھ مل کر بہت سے
اللہ والوں نے لڑائی کی“ کیا تم نہیں دیکھتے ہو حدیث
میں مذکور اس قول کی طرف ”اور اچھائی کا حکم دینا اور
برائی سے روکنا“ حالانکہ ان کاموں کا انبیاء سابقین
میں نہ پایا جاتا تھا ہے کیونکہ وہ تو بھیجے ہی انہی کاموں
کے لئے جاتے تھے اور (اسی نبی عن المنکر کی وجہ سے)
اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نجات دے دی تھی جو اصحاب
سبت کو شکار کرنے سے منع کرتے تھے تاکہ اپنے رب کے
رُوبرو اپنا عذر پیش کر سکیں اور اس لئے کہ اس طرح
مشائداً اصحاب سبت غلط کام سے باز آجائیں صدقہ و زکوٰۃ
کا حکم امتوں میں ہمیشہ رہا ہے ، اللہ تعالیٰ کا یہ قول گزیر
چکا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے گھر والوں کو
نمانا اور زکوٰۃ کا حکم دیتے تھے تو درحقیقت مراد یہ
ہے کہ (مذکورہ آٹھ چیزیں) اس طرح باقی انبیاء کو نہیں دیں
جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئیں مثلاً
جہاد میں حاصل ہونے والی غنیمت رسول اللہ کے لئے حلال کر دی گئی ، حالانکہ اس پہلے کسی کے لیے حلال نہیں کی
گئی تھی۔ اسی طرح صدقہ ہمارے اغنیاء سے لیا جاتا ہے اور فقراء کو دیا جاتا ہے حالانکہ اس پہلے اس کو آگ جلادیا کرتی
تھی ایونہی ہمارا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اعلیٰ درجے کا ہے یعنی جہاد کے ذریعے سے کیونکہ جہاد کا معاملہ ہماری شریعت
میں نسبت باقی شریعتوں کے زیادہ قوی ہے ، یہ بات رازی نے قفال سے نقل کی ہے بعینہ اسی طرح ہمیں نمازیں بھی
بعض اشیاء کے ساتھ خاص کیا گیا ہے جو ہم سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں (یعنی اذان آقامت وغیرہ) (واللہ الحمد)
ومنہا ما نقل الامام الفقیہ ابواللیث السمرقندی رحمہ اللہ تعالیٰ فی تنبیہ
الغافلین عن کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ
نے فرمایا میں نے تو بہت مقدس کے کسی مقام میں پڑھا

اے موسیٰ! فجر کی دو رکعتیں احمد اور اس کی اُمت ادا کرے گی جو انہیں پڑھے گا اُس دن رات کے سارے گناہ اُس کے بخش دُوں گا اور وہ میرے ذمہ میں ہوگا۔ اے موسیٰ! ظہر کی چار رکعتیں احمد اور اس کی اُمت پڑھے گی انہیں پہلی رکعت کے عوض بخش دُوں گا اور دوسری کے بدلے ان کا پلہ بیماری کر دوں گا اور تیسری کے لیے فرشتے موکل کروں گا کہ تسبیح کریں گے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے اور چوتھی کے بدلے اُن کے لیے آسمان کے دروازے کشادہ کر دوں گا، بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں اُن پر مشتاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے موسیٰ! عصر کی چار رکعتیں احمد اور ان کی اُمت ادا کرے گی تو بہشت آسمان و زمین میں کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا سب ہی ان کی مغفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت چاہیں میں اسے ہرگز عذاب نہ دُوں گا۔ اے موسیٰ! مغرب کی تین رکعت ہیں انہیں احمد اور اس کی اُمت پڑھے گی آسمان کے سارے دروازے ان کے لیے کھول دُوں گا، جس حاجت کا سوال کریں گے اسے پورا ہی کر دوں گا۔ اے موسیٰ! شفق دُوب جانے کے وقت یعنی عشاء کی چار رکعتیں ہیں پڑھیں گے انہیں احمد اور ان کی اُمت، وہ دنیا و مافیہا سے اُن کے لیے بہتر ہیں وہ انہیں گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ اے موسیٰ! وضو کرے گا احمد اور اس کی اُمت جیسا کہ میرا حکم ہے میں انہیں عطا فرماؤں گا ہر قطرے کے عوض کہ آسمان سے نیچے ایک جنت جس کا عرض آسمان و

عنه قال: قرأت فی بعض ما انزل الله تعالى على موسى عليه الصلوة والسلام يا موسى! ركعتان يصليهما احمد وامتہ، وهي صلاة الغداة، من يصليهما غفرت له ما اصاب من الذنوب من ليله ويومه ذلك ويكون في ذمتي۔ يا موسى! اربع ركعات يصليها احمد وامتہ، وهي صلاة الظهر، اعطيهم بها ول ركعة منها المغفرة، وبالثانية اثلث ميقاتهم، وبالثالثة اكل عليهم الملائكة يسبحون ويستغفرون لهم، وبالرابعة افتح لهم ابواب السماء، ويشرفن عليهم الحور العين۔ يا موسى! اربع ركعات يصليها احمد وامتہ، وهي صلاة العصر، فلا يبقى ملك في السموات والارض الا استغفر لهم، ومن استغفر له الملائكة لمرأعته۔ يا موسى! ثلاث ركعات يصليها احمد وامتہ حين تغرب الشمس، افتح لهم ابواب السماء۔ لا يسألون من حاجة الا قضيتها لهم۔ يا موسى! اربع ركعات يصليها احمد وامتہ حين يغيب الشفق، هي خير لهم من الدنيا وما فيها يخرجون من ذنوبهم كيوم ولدتهم امهم۔ يا موسى! يتوضؤ احمد وامتہ كما امرتهم، اعطيهم بكل قطرة تقطر من الماء جنة عرضها كعرض السماء والارض۔ يا موسى! يصوم احمد وامتہ شهرا في كل سنة، وهو شهر رمضان،

زمین کی چوڑائی کے برابر ہوگا۔ اسے موسیٰ! ایک مہینے کے ہر سال روزے رکھے گا احمداور اس کی امت اور وہ ماہ رمضان ہے میں عطا فرماؤں گا اس کے ہر دن کے روزے کے عوض جنت میں ایک شہر اور عطا کروں گا اس میں نفل کے بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلۃ القدر کروں گا جو اس مہینے میں شرمساری و صدق سے ایک راستغفار کریگا اگر اسی شب یا اس مہینے بھر میں مر گیا اسے تیس شہیدوں کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ اسے موسیٰ! امت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں کچھ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں لا الہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی عزت اس کے عوض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ثواب ہے اور میری رحمت ان پر واجب اور میرا غضب ان سے دور اور

ان میں سے کسی پر بابتوبہ بند نہ کروں گا جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے (فقیر محمد عارف)

اس روایت میں ذکر کئے گئے نفیس انعامات محبت کی بنا پر ہم نے اس کو تمام بیان کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے احسان و کرم سے اور نعمتیں تقسیم کرنے والے اپنے محبوب کی عزت کے صدقے میں ان انعامات کامل حصہ نصیب فرمائے۔ آمین! (ت)

میں کہتا ہوں: اگر اس روایت سے اختصا ص پر استدلال مکمل مان لیا جائے تو یہ اس پر دلالت کرے گا کہ پانچ میں سے ہر ایک نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہے، نہ کہ پانچ کا مجموعہ، کیونکہ اس روایت میں

اعطیہم بصیام کل یوم مدینۃ فی الجنة ، و اعطیہم بكل خیر یعملون فید من التطوع اجر فریضۃ ، واجعل فیہ لیلۃ القدر ، من استغفر منہم فیہا صرۃ واحدة ناد ما صادقاً من قلبہ ، ان مات من لیلۃ او شہرہ اعطیتہ اجر ثلثین شہیداً - یا موسیٰ! ان فی امۃ محمد رجلاً یقومون علی کل شرف یشہدون بشہادۃ ان لا الہ الا اللہ ، فجزاؤہم بذلک جزاء الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ، ورحمتی علیہم واجبۃ ، و غضبی بعید منہم ، ولا احجب باب التوبۃ عن واحد منہم ما داموا یشہدون ان لا الہ الا اللہ ص

ان میں سے کسی پر بابتوبہ بند نہ کروں گا جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے (فقیر محمد عارف)

سروناہاتما ، جالما فیہما من النقاش ، مرزقنا اللہ تعالیٰ الحظ الاوقی متربا بمنہ وکرمہ : وجاہ جیبہ قاسم نعمہ : صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، آمین -

اقول : ان تم الاحتجاج بہ علی الاختصاص ، دل علی خصوص کل من الخمس ، لا کل الخمس ، فانه قال فی کل ، یصلیہا احمد و امتہ صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم، وقد ذکر فیہا الوضوء، وقال
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: هذا وضوءی و
وضوء الانبیاء من قبلی، فلیکن المقصود
بالذکر عطاؤہم ما رتب علیہا من الفضائل۔
انبیاء کا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ان چیزوں کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ ان کے مذکورہ فضائل صرف
امت محمدیہ کو عطا کئے جائیں گے۔ (ت)

وتمتھا اثر الامام العیشی، مروی
الامام الطحاوی، وشیاتی الکلام علیہ۔
ونحوہ ما ذکر فی الحلیۃ عن بعضہم،
قال: هذه الصلوات تفرقت فی الانبیاء علیہم
الصلوة والسلام وجمعت فی هذه
الامة، فذكر الفجر لادم والظهر
لابراهيم والعصر لیسلم والمغرب لعیسی
علیہم الصلوة والسلام، ثم قال:
واما العشاء فخصت بیہا هذه
الامة۔

اور ان میں سے امام عیشی کا وہ اثر ہے جسے
امام طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس پر کلام
عنقریب آ رہا ہے اسی اثر کے مطابق ہے وہ جو
حلیہ میں بعض علماء سے مذکور ہے۔ انہوں نے کہا ہے
کہ یہ نمازیں باقی انبیاء علیہم السلام کو متفرق طور پر
ملی تھیں اور اس امت کے لیے جمع کر دی گئی ہیں۔
انہوں نے مزید ذکر کیا ہے کہ فجر آدم علیہ السلام کے لئے
تھی، ظہر ابراہیم علیہ السلام کے لیے، عصر سلیمان
علیہ السلام کے لیے اور مغرب عیسیٰ علیہ السلام کے لیے۔
پھر انہوں نے کہا کہ جہاں تک عشاء کا تعلق ہے تو
اس کے ساتھ یہ امت مخصوص کی گئی ہے (ت)
میں کہتا ہوں: (بعض علماء کی اس عبارت سے)
استدلال کی توجیہ یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ ذکر توانا ہی
کیا ہے کہ نماز عشاء اس امت کے ساتھ مخصوص
کی گئی ہے لیکن چونکہ یہ نہیں کہا کہ ”باقی امتوں میں سے“

اقول: توجیہ الاستدلال انہ و

ان ذکر اختصاص هذه الامة، لكن لم
يقل من بین سائر الامم، ولم
يذكر ان نبیاً صلاھا، كما ذکر فی سائرھا،

لہ مشکوٰۃ المصابیح باب سنن الوضوء فصل ثالث مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۲۷

کے شرح معانی الآثار باب الصلوة الوسطی ای الصلوة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع فیما فضل الشہر مطبوعہ مطبوعہ عامہ مصر

۱۲۰/۱

۲۲۴/۵

فالظاهر التخصيص بهذه الامة مطلقا ،
اعنى بالنظر الى الامم والانبياء جميعا ، وقد
بدالكلام ايضا بذكر الانبياء عليهم الصلاة
والسلام وهذه الامة فهو المتبادر ههنا
ايضا ، لا قصر المقابلة على الامم دون
الانبياء عليهم الصلاة والسلام -

امت کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا بھی ذکر ہے تو یہاں بھی ظاہر یہی ہے (کہ اس امت کا عشرہ کے ساتھ اختصاص
بنسبت باقی انبیاء کے بھی ہے) یہ نہیں کہ صرف اُمتوں کی نسبت ہو اور انبیاء کی نسبت نہ ہو۔ (ت)

اقول: و يغني عن الكلام عليهما
ما يأتي في كلام ابن عائشة رحمه الله تعالى -

ومنها حديث سيدنا معاذ، الصحيح
البار في العشاء ، انكم فضلتكم بها على سائر
الامم ، احتج به الامام الجليل الحبل لال
السيوطي رحمه الله تعالى في الاختصاص الكبير
على كون العشاء لم يصلها احد قبله صلى
الله تعالى عليه وسلم -

اقول: سبحانه من لا يزل المقابلة
ههنا بيننا وبين سائر الامم ، فكيف دل
على انتفاؤها عن سائر الانبياء سوائے
نبينا صلى الله تعالى عليه و عليهم وسلم ؛
والعجب منه ان ذكر العلامة الزرقاني

نہ ہی یہ ذکر کیا ہے کہ یہ نماز کسی اور نبی نے بھی پڑھی تھی جیسا
کہ باقی نمازوں میں یہ بیان کیا ہے تو اس سے بظاہر
یہی معلوم ہوتا کہ یہ اُمت مطلقاً اس نماز کے ساتھ
مخصوص ہے بنسبت باقی اُمتوں کے بھی اور انبیاء
کے بھی (یعنی یہ نماز اس سے پہلے نہ کسی اُمت نے
پڑھی نہ کسی نبی نے) نیز اس عبارت کی ابتدا میں اس
امت کے ساتھ انبیاء علیہم السلام کا بھی ذکر ہے تو یہاں بھی ظاہر یہی ہے (کہ اس امت کا عشرہ کے ساتھ اختصاص
بنسبت باقی انبیاء کے بھی ہے) یہ نہیں کہ صرف اُمتوں کی نسبت ہو اور انبیاء کی نسبت نہ ہو۔ (ت)

میں کہتا ہوں اس پر جرح کے لیے وہ بحث کافی
ہے جو عنقریب ابن عائشہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں
آ رہی ہے -

اور ان میں سے حضرت معاذ کی صحیح حدیث ہے
بوزرگی ہے ، اس میں عشاء کے بارے میں ہے کہ
نہیں اس کے ذریعے تمام اُمتوں پر فضیلت دی گئی
ہے - اس حدیث سے امام جلیل جلال الدین سیوطی
رحمہ اللہ علیہ نے اس پر استدلال کیا ہے کہ عشاء کی نماز
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے نہیں پڑھی۔ (ت)
میں کہتا ہوں : پاک ہے وہ ذات جس سے
لفزش نہیں ہوتی - اس حدیث میں تقابل ہمارے
اور باقی اُمتوں کے درمیان ہے - اس سے یہ کس طرح
ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی نے
بھی نہیں پڑھی - اور اس سے بھی عجیب تر بات یہ ہے

لخص الاختصاص الكبير باب اختصاصه صلى الله عليه وسلم بمجموع الصلوات الخمس مطبوعه نوريه رضويه فيصل آباد ۲۰۴/۲
" " " " " " " " " " " "

الباب المزبور، اخبر البخاری عن ابی موسی
الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال، اعتم
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ليلة بالعشاء
حتى ابها السليل، ثم خرج فصلى، فلما
قضى صلاته قال لمن حضره، ابشروا من
نعمة الله عليكم انه ليس احد من الناس
يصلى هذه الساعة غيركم۔ او قال ما صلى
هذه الساعة احد غيركم۔ **اه قلت**، واخرجه
مسلم ايضا۔

جس نے اس وقت نماز پڑھی ہو۔ اہ میں نے کہا، یہ روایت مسلم نے بھی بیان کی ہے۔ (ت)

ومنها قال رحمه الله تعالى،
واخرج احمد والنسائي عن ابن مسعود رضی
الله تعالى عنه، قال، اخر رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم صلاة العشاء،
ثم خرج الى المسجد فاذا الناس ينتظرون
الصلاة، فقال، اما انه ليس من
اهل هذه الاديان احد يذكر الله تعالى
هذه الساعة غيركم۔ **اه**

اقول، وانت تعلم ان ليس في
شي منهما ما يدل على مدعا، من ان
العشاء لم يصلها نبي قبل نبينا صلى الله

اسی باب مذکور میں کہا ہے کہ بخاری نے ابو موسی اشعری
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک رات نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کے لیے اتنا اندھیرا
کیا کہ رات اچھی طرح تاریک ہو گئی پھر آپ باہر
تشریف لائے اور نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہوئے
تو حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا: تمہیں بشارت ہو
کہ اللہ تعالیٰ کی تم پر یہ نعمت ہے کہ تمہارے سوا اور
کوئی نہیں ہے جو اس وقت نماز پڑھ رہا ہو۔ یا
آپ نے یوں فرمایا: تمہارے سوا اور کوئی نہیں ہے

اور ان میں سے ہے کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
نے کہا ہے کہ احمد و نسائی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے نماز عشاء میں تاخیر کی، پھر مسجد میں تشریف لائے
تو لوگ نماز کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا:
”سنو! موجودہ ادیان کے پیروکاروں میں سے تمہارے
سوا کوئی بھی نہیں ہے جو اس وقت اللہ تعالیٰ کو
یاد کر رہا ہو“۔ (ت)

میں کہتا ہوں، تم جانتے ہی ہو کہ ان حدیثوں
میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو امام سیوطی کے اس
مدعی کے لیے دلیل بن سکے کہ عشاء کی نماز نبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وعلیٰ الاتبیاء وبارک وسلم، بل لا تصحیح
 فیہ بنفی ان صلاھا احد ممن قبلنا من سائر
 الامم؛ بل ولا نفی ان صلاھا اللیلۃ احد
 سوانا؛ انما فیہ نفی صلاۃ غیرنا تلك الساعة،
 فیجوز ان یکون الناس صلوا عاجلین، فانما
 نفی الا انتظار لانفس الصلاۃ - و مثله
 ما للبخاری ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما، لیس احد من اهل الارض،
 مراد مسلم، اللیلۃ، ینتظر الصلاۃ غیرکم۔
 ولہما عن امر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما، وفیہ، ما ینتظرھا احد من اهل
 الارض غیرکم۔ **یل** اخبرجہ احمد والبخاری
 ومسلم والنسائی وابن ماجہ عن انس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفیہ قولہ صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قد صلی الناس
 وناموا، وانکم فی صلاۃ ما انتظرتموها۔
 ونحوہ لاحمد وابی داود والنسائی و
 ابن ماجہ من حدیث ابی سعید الخدری
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ فہذا وجہ۔ **والثانی**
 ان یکون المراد نفی ان یصلیہا غیرنا من
 اهل الزمان مطلقاً، ویؤیدہ ما للبخاری

علیہ وسلم سے پہلے کسی نبی نے نہیں پڑھی، بلکہ اس میں تو یہ
 بھی نہیں کہ ہمارے علاوہ سابقہ امتوں میں سے کسی نے
 نہیں پڑھی، بلکہ اس میں یہ بھی نہیں کہ آج رات ہمارے
 سوا کسی نے نہیں پڑھی، اس روایت میں تو صرف اتنا ہے
 کہ ہمارے سوا کسی نے اس وقت نہیں پڑھی۔ ہو سکتا ہے
 باقی لوگوں نے اس سے پہلے پڑھ لی ہو۔ اسی کے مطابق
 بخاری ومسلم کی وہ روایت ہے جو ابن عمر رضی اللہ عنہما سے
 مروی ہے کہ زمین پر بسنے والوں میں تمہارے سوا کوئی نہیں
 ہے جو — مسلم نے "آج رات" کا اضافہ کیا ہے
 — نماز کا انتظار کر رہا ہو۔ اور بخاری ومسلم نے ام المؤمنین
 رضی اللہ عنہما سے یوں روایت کی ہے کہ زمین پر بسنے
 والوں میں سے تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا
 انتظار کر رہا ہو، بلکہ احمد، بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ
 نے جو روایت بیان کی ہے اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ
 فرمان بھی ہے کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور سوچے ہیں
 اور تم جب تک نماز کا انتظار کرتے ہو نماز میں
 ہی ہوتے ہو۔ اسی طرح کی روایت احمد، ابو داؤد، نسائی
 اور ابن ماجہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی
 کی ہے۔ یہ تو ایک توجیہ ہوئی (کہ تخصیص "اس وقت" کے
 اعتبار سے ہے)۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ تخصیص اس
 زمانے کے تمام لوگوں کے اعتبار سے ہے۔ اور حدیث کی

و النسا فی عن المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
ولا تصلی یومئذ الا بالمدينة، فان الیہود
کانوا یحبون الشام وغیرہما اکثر مما کانوا
بالمدينة الکریمة، فلو كانت عندہم
لصلیت بغیرہا ایضا۔

پڑھتے ہوتے تو مدینہ کی نسبت یثرب اور شام وغیرہ میں یہودیوں کی تعداد زیادہ تھی تو چاہئے تھا کہ ان مقامات میں بھی یہ
نماز پڑھی جاتی (حالانکہ مدینہ کے سوا کہیں نہیں پڑھی جاتی تھی) (ت)

اقول: ولا تخالف بین الوجهین،
فان الکافر لا صلاۃ لہ، فانما اثبت صلی
اللہ علیہ وسلم لہم الصلوۃ اذ قال، صلی
الناس وناموا، وام المؤمنین نقت المعنی۔

والثالث ان المراد لم تفرض علی غیرنا
فلا ینظر ہا ولا یصلیہا احد غیرنا، لامن
اہل الزمان ولا من امم مضت، وهو
الذی صرح بہ فی حدیث معاذ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ۔ فهذا قصوی ما استفاد منہ،
ولیس لہ ملحظ اصلا فی نفیہا عن سائر
الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام۔

میں کہتا ہوں، دونوں تو جہوں میں کوئی تعارض
نہیں ہے کیونکہ کافر (اگر صورت نماز پڑھے بھی تو حقیقتہً
اس) کی نماز نہیں ہوتی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
یہ فرمان کہ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اور سوچے ہیں، صوی
نماز کے لحاظ سے ہے جبکہ ام المؤمنین حقیقی نماز کی نفی کر رہی ہیں۔
تیسری توجیہ یہ ہے کہ (تخصیص باعتبار
فرضیت کے ہے) چونکہ یہ نماز ہمارے علاوہ کسی
پر فرض نہیں کی گئی، نہ موجودہ زمانے کے لوگوں پر، نہ
سابقہ امتوں پر، اس لیے ہمارے سوا اس کا کوئی
انتظار بھی نہیں کرتا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث
میں اسی کی تصریح کی گئی ہے اور زیادہ سے زیادہ یہی کچھ
اُس سے اخذ کیا جاسکتا ہے۔ رہا باقی انبیاء سے اس
نماز کی نفی کرنا تو اس کی طرف اس حدیث میں کوئی اشارہ
نہیں ہے۔ (ت)

بعض احادیث میں صاف تصریح آئی کہ حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما الصلوۃ والسلام نے منیٰ میں پانچویں
نمازیں پڑھیں،

فقد اخرج ابن سعدان ابراهيم واسماعيل
اتيما مني فصليا بها الظهر والعصر والمغرب
والعشاء والصبح

ابن سعد نے تخریج کی ہے کہ ابراہیم واسماعیل علیہما السلام
منیٰ کو آئے تو وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور
صبح کی نمازیں پڑھیں۔ (ت)

اگر اس حدیث کی سند صحیح یا حسن ہو جب تو قول تخصیص ضعیف ہو ہی جائے گا ورنہ قیام و سیر کی
حاجت ضرور

فان الخصائص لا تثبت الا بنص صحيح
كما نصوا عليه قاطبة، منهم خاتم الحفاظ
في فتح الباري، والقسطا في المواهب، و
الزرقاني في شروحه، وغيرهم في غيرها.

کیونکہ خصوصیات، نص صحیح کے بغیر ثابت نہیں ہوتیں،
جیسا کہ سب نے تصریح کی ہے۔ مثال کے طور پر خاتم الحفاظ
نے فتح الباری میں، قسطانی نے مواہب میں، زرقانی
نے اس کی شرح میں اور دیگر علماء نے دوسری کتابوں میں۔

ہاں اگر کسی صحیح حدیث صریح بے معارض سے ثابت ہو جائے کہ عشاء جس طرح ہمارے سوا کسی امت نے نہ پڑھی
ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا کسی نبی نے بھی نہ پڑھی تو بیشک اختصاص مجموعہ پنجگانہ بھی ثابت ہو جائیگا بعض علماء
نے اس کی بھی تصریح فرمائی، امام جلال الدین سیوطی نے باب مذکور خصائص میں بعد عبارت مسطورہ فرمایا:

وبانه صلى الله تعالى عليه وسلم اول من صلى العشاء ولهم يصلها نبى قبله

اور اسل وجہ سے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز
پڑھی اور آپ سے پہلے کسی نبی نے نہیں پڑھی۔ (ت)

امام ابن حجر مکی و شیخ محقق کے اقوال گزرے کہ انبیائے سابقین میں نمازیں منقسم ہونے سے عشاء کو استثناء
کر لیا **اقول** مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اس پر بھی کوئی دلیل نہ پائی سوا اس اثر مقطوع کے کہ امام اہل ابو جعفر
طحاوی نے شرح معانی الآثار میں امام عبید اللہ بن محمد ابن عائشہ سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا:

اول من صلى العشاء الاخرة نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم

سب سے پہلے عشاء ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے پڑھی۔

وكل ما تمسكوا به سوى ذلك، اعنى الاحاديث
الثلاثة الاخيرة فلا مساس له بما هنالك

اور آخری تین حدیثوں کے علاوہ علماء نے جن روایتوں
سے استدلال کیا ہے تو ان کا زیر بحث مسکے سے

۴۳۶/۵
لہ شرح الزرقاني المواهب بحوالہ ابن سعد المقصد الرابع خصائص امته صلى الله عليه وسلم مطبوعه المطبعة العامه المصر
لہ الخصائص الكبرى باب اختصاصه صلى الله عليه وسلم بمجموع الصلوات الخمس مكتبة نوريه رضويه فيصل آباد ۲۰۴/۲
لہ شرح معاني الآثار باب الصلوة الوسطى مطبوعه ايجام سعيد كني كراچی ۱۲۰/۱

کما علمت - کچھ تعلق نہیں ہے، جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ (ت)

یہ امام ابن عائشہ عیسیٰ نہ صحابی ہیں نہ تابعی نہ تبع سے بلکہ طبقہ عاشروں میں اتباع تبع تابعین سے ہیں
۲۲۸ھ میں انتقال فرمایا کما فی الحلیۃ والتقزیۃ وغیرہما (جیسا کہ علیہ اور تقریب وغیرہ میں ہے۔ ت)
اور خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وہ حدیث صحیح کہ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دو روز
حضور کی امامت کی ایک دن پانچوں نمازیں اول وقت، دوسرے دن آخر وقت پڑھیں، پھر حضور پر نور صلوٰۃ اللہ
تعالیٰ و تسلیما تہ علیہ سے عرض کی:

ہذا وقت الانبیاء من قبلک - یہی وقت حضور سے پہلے انبیاء کے تھے۔
سواہ ابوداؤد وسکت علیہ، والترمذی و
حسنہ، واحمد و ابن خزیمة والدارقطنی
والحاکم، وصحیحہ ابن عبد البر و
ابوبکر بن العربی - اس کو ابوداؤد نے بیان کر کے سکوت اختیار کیا ہے۔
ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔ احمد ابن حنبلہ
دارقطنی اور حاکم نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ ابن عبد البر
اور ابوبکر بن عربی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (ت)

اس کے صاف معارض ہے کہ اُس سے روشن طور پر مستفاد کہ یہ پانچوں وقت اگلے انبیاء کے تھے اگرچہ
متفرق ہوں نہ مجموع۔ کسی وقت کے استثناء کی اُس میں کوئی نہیں نہ ایسا استثناء بے دلیل مساوی
قابل احتمال -

اقول: والعجب من ابن حجر، کیف یقول بالتوزیع ثم لیستثنی العشاء،
فانی یصح التوزیع للجمیع - اور ابن حجر پر حیرت ہے کہ وہ ایک طرف تو سب نمازوں
کی تقسیم کے قائل ہیں۔ پھر ان سے عشاء کی استثناء
بھی کرتے ہیں، تو سب کی تقسیم کیسے ہوئی؟ (ت)
ظاہراً اسی لیے شیخ محقق قدس سرہ نے اشعة اللمعات میں اُس سے رجوع فرما کر ترک کیا حدیث قال
(چنانچہ وہ کہتے ہیں۔ ت):

ایں وقت نماز بغیر ان ست کہ پیش از تو بدوہ اند کہ
ہر کدام از ایشان بعضہ اوقات داشتند اگرچہ مجموع
اوقات مخصوص ایں امت است فافہم انتہی - یہ وقت ان پیغمبروں کی نماز کے ہیں جو آپ سے پہلے گزرے ہیں کہ
ان میں سے ہر ایک کو، ان میں سے بعض اوقات ملے تھے
اگرچہ پانچ کا مجموعہ ایں امت کے ساتھ خاص ہے۔ اسکو سمجھو۔ (ت)

لہ تقریب التہذیب مطبوعہ دارالشکر کتب اسلامیہ گوجرانوالہ ص ۲۲۷

لہ سنن ابی داؤد اول کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۵۶/۱

لہ اشعة اللمعات کتاب الصلوٰۃ، باب المواقیت، الفصل ثانی مطبوعہ مکتبہ فوریہ رضویہ کچھر ۲۸۷/۱

بلکہ بعض روایات واحادیث میں حضرت یونس و حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا و علیہما الصلاۃ والسلام کا نمازِ عشاء پڑھنا صراحتہ منقول کما سیاقی ذکرہ (جیسا کہ اس کا ذکر آ رہا ہے۔ ت) اور حضرت ابراہیم و اسمعیل علیہما الصلاۃ والسلام کا پڑھنا اور گزرا بلکہ امام ابو اللیث سمرقندی تنبیہ الغافلین میں بروایت سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تاقلاً کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،
واما صلاة العتمة فانها الصلاة التي صلاها
المرسلون قبلہ۔
نمازِ عشاء وہ نماز ہے کہ مجھ سے پہلے پیغمبروں نے
پڑھی۔ (ت)

صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیماتہ علیہ و علیہم اجمعین۔ لاجرم امام قاضی ناصر الدین بیضاوی شرح مصابیح میں فرماتے ہیں،

ان العشاء كانت تصليها الرسل نافلة لهم و
لم تكتب على اممهم كالتهجد و جب علی
نبینا و نساہ
پہلے رسول عشاء کی نماز اضافی طور پر پڑھتے تھے مگر ان
کی امتوں پر فرض نہیں تھی، جس طرح تہجد کی نماز ہمارے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی مگر ہم پر واجب
نہیں ہے۔ (ت)

اسی طرح علامہ زرقانی امام ہروی وغیرہ سے نقل
اذ قال بعد ما قد منعته، من معارضة اثر
العیشی بخبر الرافعی، ثم الاستدراك بحديث
معاذ مرضی اللہ تعالیٰ عنہ، مانصبہ و جمع
الہروی وغیرہ بان المصطفى صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم اول من صلاها مؤخرالها
زرقانی سے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ انہوں نے عیشی کے
اثر کو رافعی کی خبر سے معارض قرار دیا ہے۔ پھر اس پر
حدیث معاذ رضی اللہ عنہ سے استدراک کیا ہے۔ اس کے
بعد انہوں نے کہا ہے کہ ہروی وغیرہ نے اس طرح تطبیق کی
کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے عشاء کو

عہ ہکذا ہو مثبت فی نسختی التنبیہ
فاللہ تعالیٰ اعلم و لتراجع النسخ ۱۲ منہ (م)
میرے پاس موجود تنبیہ الغافلین کے نسخے میں عبارت اسی
طرح ہے اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے دوسرے نسخوں کو
دیکھ لینا چاہئے ۱۲ منہ (ت)

لے تنبیہ الغافلین باب فضل امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
لے شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الرابع خصائص امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۲۰۳
مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۳۶۷

الی ثلث الليل أو نحوه ، أما الرسل فكانوا يصلونها عند أول مغيب الشفق ^ل الله وغرضنا فيما سلموا من ثبوت العشاء لغیر نبینا من الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوة والثناء۔ اما ما حاول من الجمع ، فاقول **اولا** : ان كان المراد الجمع بين حديث فضلم بها ورواية ان العشاء ليونس عليه الصلوة والسلام ، كما يدل عليه ذكره بعد ما قال ان قوله صلى الله تعالى عليه وسلم فضلمت بها يعارضه رواية العشاء ليونس ، فقد علمت ان لا تعارض بينهما حتى يحتاج الى الجمع۔ اوبين الرواية واتر العيشي ، كما يدل عليه مزيدة لفظ ^ل نفسه ^ل بعد لفظ اشر الطحاوي فيماني ، فما بعده جمعا ، فان الاثر صريح في نفي المطلق دون المقيد بالخير فانه في سياق بيان من صلى الصلوات غير معترض لا قسام الاوقات ، فذكر لكل من الاربعة من صلاها ، وقال في العشاء : اول من صلاها نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم ، فاین هذا ما تريدون !

تمانی رات یا اس کے لگ بھگ تک مؤخر کر کے پڑھا ہے۔ جبکہ پہلے گزر جانے والے رسول شفیق غائب ہونے کے ساتھ ہی عشاء پڑھ لیا کرتے تھے اور اس نقل سے ہماری غرض صرف یہ بتانا ہے کہ ہر وہی وغیرہ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ باقی انبیاء کے لیے بھی عشاء تسلیم کر لی ہے رہی ان کی تطبیق ، تو میں کہتا ہوں کہ اس پر پہلا اعتراض یہ ہے کہ یہ تطبیق اگر ان روایتوں کے درمیان ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ عشاء کے ذریعے تمہیں فضیلت دی گئی ہے۔ اور دوسری میں ہے کہ عشاء یونس علیہ السلام کے لیے تھی ، جیسا کہ سباق سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ تطبیق زرقانی نے مذکورہ دو روایتوں کے بعد بیان کی ہے۔ تو (یہ تطبیق فضول ہے کیونکہ) تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ ان دو روایتوں میں تعارض ہی نہیں ہے کہ تطبیق کی ضرورت پڑے۔ اگر یہ تطبیق روایت اور عیشی کے اثر کے درمیان ہے۔ جیسا کہ طحاوی کے عنقریب آنے والے اثر میں طحاوی کے ساتھ ”نفسہ“ کا لفظ بڑھانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو یہ فہم سے بہت بعید تطبیق ہے کیونکہ اثر میں صراحتاً مطلق عشاء کی لفظ ہے نہ کہ (تمانی رات تک) تاخیر سے مقید عشاء کی ، کیونکہ اثر کے سیاق کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ نمازیں کس کس نبی نے پڑھی تھیں ، قطع نظر اس سے کہ پہلے وقت میں پڑھی تھیں یا مؤخر کر کے ، چنانچہ اثر میں چار نمازوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ انہیں ہمارے نبی کے علاوہ باقی انبیاء نے بھی پڑھا ہے۔ کہاں یہ بات اور کہاں وہ جو تم لوگ چاہتے ہو (کہ مراد تمہانی رات تک مؤخر کر کے پڑھا ہے)۔ (ت)

وثانیاً، کیفما کان، هذا حاصل للوحی
الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام صلی الخمس
یومین، فعجل مرة واخری، ثم قال،
هذا وقت الانبیاء من قبلک، فمن این ان
اول من اخرها نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم، قال، ویدل لذلك (ای لما ادعی
من الجمع) بل یصرح به قوله اثر الطحاوی
نفسه، العشاء الآخرة اه۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جو صورت بھی ہو، ہر حال
حاصل وحی جبریل امین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو دن
پانچ پانچ نمازیں پڑھائیں، پہلے دن ہر وقت کے بالکل
ابتدائی تھے میں اور دوسرے دن ہر وقت کے انتہائی
تھے میں، پھر کہا کہ یہ آپ سے پہلے انبیاء کا بھی وقت
ہے (پھر یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ
عشاء کو تہائی رات تک مؤخر کرنے سے مختص تھے، زرقانی
نے کہا کہ اس پر (یعنی اس تطبیق پر کہ تہائی رات تک مؤخر
کرنا مراد ہے) دلالت کرتی ہے بلکہ صراحت کرتی ہے، یہ چیز کہ طحاوی نے خود اپنے اثر میں العشاء الآخرة (آخری
عشاء) ترکیب استعمال کی ہے (اس سے معلوم ہوا کہ عشاء کا آخری حصہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے
مختص ہے)۔ (ت)

اقول : یا سبحن الله ! بل لا دلالة
فيه اصلا، فضلا عن التصريح، فان
العشاء الآخرة هي العشاء مطلقا دون التي
اخرت۔ تسمى الآخرة نظرا الى العشاء الاولى
وهي المغرب، عليه تظافر محاورات
الحديث۔ وفصل القول ما لاحمد ومسلم
والنسائي عن جابر بن سمرة رضي الله تعالى
عنه قال كان رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم يؤخر العشاء الآخرة۔ واعظم منه
ما للترمذي عن ابی هريرة رضي الله تعالى

میں کہتا ہوں : اے سبحان اللہ! صراحت تو
کیا، یہ ترکیب اس پر دلالت بھی نہیں کرتی کیونکہ
"عشاء آخرة" مطلق عشاء کو کہتے ہیں نہ کہ اس
عشاء کو جو مؤخر کی گئی ہو۔ اس کو آخرہ اس بنا پر کہتے
ہیں کہ عشاء اولیٰ مغرب کو کہتے ہیں۔ اس پر حدیث کے
بہت سے محاورات شاہد ہیں۔ اور احمد، مسلم،
نسائی کی یہ روایت تو اس میں قول فیصل کا درجہ
رکھتی ہے کہ جابر بن سمرة فرماتے ہیں : "رسول اللہ آخری
عشاء کو مؤخر کیا کرتے تھے"۔ اس سے بھی زیادہ اصح
وہ روایت ہے جو ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ،
ان اول وقت العشاء الاخرة حين يغيب الافق .
فالمقطوع به ان لا اثر لهذه الدلالة في
الكلام ، ولو اراده لقال " اول وقت اخر
العشاء " وهذا ظاهر جدا .

نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : " آخری عشاء
کا وقت شفق غائب ہونے سے شروع ہوتا ہے "۔ بہر حال
اس کلام میں "عشاء آخرہ" کا تاخیر عشاء پر دلالت کرنا
قطعی طور پر بے نشان ہے اگر یہ مراد ہوتی تو اثر کے الفاظ
یہ ہوتے "سب سے پہلے جس نے عشاء مؤخر کی" اور یہ

بہت ہی ظاہر ہے۔ (ت)

بالجملہ اس قدر بلاشبہ ثابت کہ نماز عشاء ہم سے پہلے کسی امت نے نہ پڑھی نہ کسی کو پانچوں نمازیں ملیں اور
انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ظاہر رائج یہی ہے کہ عشاء ان میں بھی بعض نے پڑھی تو اثر
مذکور امام طحاوی سے اجتماع خمس کو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں ہمارے حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے لیے خاص ثابت کرنا جس کا مدار اسی نفی عشاء عن سائر الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر تھا تاہم التقرب نہیں کہ
جب ہر نماز کسی نہ کسی نبی سے ثابت تو ممکن کہ بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے کبھی یا ہمیشہ پانچوں بھی پڑھی ہوئی اگرچہ
کسی امت نے نہ پڑھیں یہاں تک کہ مغرب کی اولیت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے لیے مانے جیسا کہ قول دوم
موسم میں آتا ہے جب بھی وہ احتمال مند نہیں ممکن کہ سیّدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے پانچوں پڑھی ہوں اور
اس میں حکمت یہ ہو کہ وہ دنیا کی نظر ظاہر میں بھی صاحب صلوات خمس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے امتی ہو کر زمین پر
تشریف لانے والے ہیں اگرچہ حقیقت تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمارے حضور نبی الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے امتی ہیں انھیں نبوت دی ہی اس وقت ہے جب انھیں محمد صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا امتی بنایا ہے جس پر قرآن عظیم ناطق اور ہمارے رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین
میں اس کی تفصیل فائق وقد الحمد بغرض یہاں دو مطلب تھے ایک یہ کہ اجتماع خمس ہمارے سوا کسی امت کو نہ ملایہ حدیث
معاوضی اللہ عز میں خود ارشاد اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت دوسرے یہ کہ پانچوں نمازوں کا اجتماع
انبیاء میں بھی صرف ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے یہ باعتماد علمائے کرام مانا جائے گا اگرچہ
ہم اس پر دلیل نہ پائیں کہ آخر کلمات علماء کا اطلاق و اتفاق یہ چیز نیست ہمارا دلیل نہ پانا دلیل نہ ہونے پر دلیل نہیں۔
اقول شاید نظر علماء اس طرف ہو کہ جب حدیث صحیح سے ثابت کہ اللہ عز وجل نے اس نعمت جلیلہ و فضیلت جلیلہ سے
اس امت مرحومہ کو تمام اُمم پر تفضیل دی اور قطعاً ہمارے جس قدر فضل میں سب ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کے طفیل اور صدقہ میں ہیں تو مستبعد ہے کہ ہم تو اس خصوص نعمت سے سب اُمّتوں پر فضیلت پائیں اور ہمارے مولیٰ
لے جامع الترمذی ابواب الصلوات باب ما جاء فی مواقیف الصلوات مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۲۲/۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر یہ تخصیص و اختصاص نہ ہو اس تقدیر پر یہی حدیث معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دلالۃً اس دعویٰ کی بھی ثابت ہوگی۔

اما حدیث السیدین ابراہیم واسماعیل، علی ابنہما الکریم ثم علیہم الصلوٰۃ و التسلیم، فلعلہ لم یثبت اذ لو ثبت لما رأینا تظاہر کلماتہم علی خلافہ، علی افی اقول: الاختصاص بجهة الافتراض، اما هما صلی اللہ تعالیٰ علی ابنہما ثم علیہما وبارک وسلم، فصلیا بمتی ما کتب اللہ تعالیٰ علیہما و تنفلا فی بقیۃ الاوقات، فمن قبل وقوعہا فی ہذہ الاوقات، عبر عنہا یا سماء ہذہ الصلوات، واللہ تعالیٰ اعلم بالخفیات۔ ہذا غایۃ ما عندی فی توجیہ المرام۔

رہی دوسرواروں یعنی ابراہیم واسماعیل — ان کے کریم بیٹے پر پھر ان دونوں پر صلوٰۃ و سلام ہو — والی حدیث، تو شاید وہ پایہ ثبوت تک نہیں پہنچی کیونکہ اگر ثابت ہوتی تو اتنی کثرت سے علماء کے اقوال اس کے خلاف نہ ہوتے — علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ خصوصیت، فرضیت کے اعتبار سے ہے (یعنی پانچ نمازیں فرض صرف رسول اللہ پر ہوتیں) ابراہیم واسماعیل علیہما السلام پر ان میں سے جو فرض ہوں گی وہ انہوں نے بطور فرض منیٰ میں پڑھی ہوں گی اور باقی اوقات میں نفل ادا کیے ہوں گے، لیکن وہ نفل چونکہ واقع انہی پانچ اوقات میں ہوتے تھے اس لیے ان کی تعبیر نمازوں کے ناموں سے کر دی گئی۔ اور اللہ ہی پوشیدہ باتوں کو بہتر جاننے والا ہے۔ اس مقصد کی زیادہ سے زیادہ توجیہ کیسے خیال میں ہی ہو سکتی ہے۔

اقول مگر استبعاد مذکور کا جواب واضح ہے کچھ عجیب نہیں کہ مولیٰ عز و جل بعض نعمتیں بعض انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے انکی امتوں میں نبی کے سوا کسی کو نہ ملتی ہوں مگر اس امت مرحومہ کے لیے انہیں عام فرما دے جیسے کتاب اللہ کا حفظ ہونا کہ ائمہ سابقہ میں خاصۃً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تھا اس امت کے لیے رب عز و جل نے قرآن کریم حفظ کے لیے آسان فرما دیا کہ دس دس برس کے بچے حافظ ہوتے ہیں اور ہمارے مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فضل ظاہر ہے کہ ان کی امت کو وہ ملا جو صرف انبیاء کو ملا کرتا تھا علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔ باقی رہا سوال کا دوسرا جز کہ کون سی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی، اس میں چار قول ہیں،

اول: قول امام عبید اللہ بن عائشہ ممدوح کہ جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقت فجر قبول ہوئی انہوں نے دو رکعتیں پڑھیں وہ نماز صبح ہوئی۔ اور اسحق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ وقت ظہر آیا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چار پڑھیں وہ ظہر مقرر ہوئی۔ عزیر علیہ السلام تو برس کے بعد عصر کے وقت زندہ کئے گئے انہوں نے چار پڑھیں وہ عصر ہوئی۔ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توبہ وقت مغرب قبول ہوئی چار رکعتیں پڑھنے کھڑے ہوئے تھک کر تیسری

پر بیٹھ گئے، مغرب کی تین ہی رہیں۔ اور عشاء سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی۔

دواہ کما ذکرنا الامام الطحاوی قال،
حدثنا القاسم بن جعفر قال سمعت بحر
بن الحکم الکیسانی قال سمعت ابا عبد الرحمن
بن محمد ابنت عائشة یقول، قد کره۔
جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے اسی کے مطابق اس کو طحاوی
نے روایت کیا ہے کہ قاسم ابن جعفر نے بحر ابن حکم
کیساتی سے، اس نے ابو عبد الرحمن عبد اللہ ابن محمد
ابن عائشہ سے سنا۔ اس کے بعد سابقہ روایت بیان

کی ہے۔ (ت)

دوم قول امام ابو الفضل کہ سب سے پہلے فجر کو دو رکعتیں حضرت آدم، نوح کو چار رکعتیں حضرت ابراہیم، عصر
حضرت یونس، مغرب حضرت عیسیٰ، عشاء حضرت موسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی۔ ذکرہ الامام الزندوستی
فی موضنتہ قال سألت ابا الفضل فذکرہ (اس کو امام زندوستی نے اپنی روضہ میں ابو الفضل کے حوالہ سے
ذکر کیا ہے۔ کہا میں نے ابو الفضل سے پوچھا تو انہوں نے یہ ذکر کیا۔ ت) یہ حکایت ایک لطیف کلام پر مشتمل ہے
ہذا اُس کا خلاصہ لکھیں امام زندوستی فرماتے ہیں میں نے امام ابو الفضل سے پوچھا صبح کی دو رکعتیں ظہر و عصر و عشاء کی
چار مغرب کی تین کیوں ہوئیں۔ فرمایا حکم۔ میں نے کہا مجھے اور بھی افادہ کچھ۔ کہا ہر نماز ایک نبی نے پڑھی ہے، آدم
علیہ الصلوٰۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دینا آنگھوں میں تاریک تھی اور ادھر رات کی اندھیری
آتی، انہوں نے رات کہاں دیکھی تھی بہت خائف ہوئے، جب صبح چمکی دو رکعتیں شکر الہی کی پڑھیں، ایک
اس کا شکر کہ تاریکی شب سے نجات ملی دوسرا اس کا کہ دن کی روشنی پائی انہوں نے نفل پڑھی تھیں ہم پر فرض کی گئیں
کہ ہم سے گناہوں کی تاریکی دور ہو اور طاعت کا نور حاصل۔ زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے چار رکعت پڑھیں جبکہ اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فدیہ اُترا ہے پہلی اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دور ہوا۔ دوسری
فدیہ آنے کے سبب، تیسری رضائے مولیٰ سبحانہ، و تعالیٰ کا شکر، چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر
اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گردن رکھ دی، یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئیں کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں قتل نفس پر قدرت

عنه لفظ الكتاب فاهمنا بذلك لانه تعالى وفقت
على ابليس كما وفقه لذب الولد وانجنا من الغم
كما انجاه وفدانا من النار كما فداه ورضى عنا
کتاب (یعنی روضہ) کی عبارت یوں ہے: تو ہمیں ظہر
کی چار رکعتوں کا حکم دیا گیا کیونکہ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے شیطان
کے مقابلے کی توفیق عطا فرمائی جس طرح (باقی بر صفحہ آئندہ)

یہ تھا کہ ان فرماتے کہ ہم اپنی خودی اور فخرِ آبار سے باہر آکر اللہ عزوجل کے لیے خاص متواضع ہوں۔

سب سے پہلے عشاءِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی جب مدائن سے چل کر راستہ مجبول گئے۔ بنی بنی کا غم، اولاد کی فکر، بھائی پرانڈیشہ، فرعون سے خوف، جب وادیِ لہن میں رات کے وقت مولیٰ تعالیٰ نے ان سب فکروں سے انہیں نجات بخشی، چار نفل شکرانے کے پڑھے ہم پر فرض ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہ دکھائے ہمارے بھی کام بنائے ہمیں اپنے مجبولوں سے ملائے دشمنوں پر فتح دے آئین!

سوم قول بعض علماء کہ فجرِ آدم، ظہرِ ابراہیم، عصرِ سلیمان، مغربِ عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی اور عشاءِ خاص اس امت کو ملی کما تقدم عن الحلیۃ (جیسا کہ حلیہ کے حوالے سے گزرا ہے۔ ت)

چہارم وہ حدیث کہ امام اجل رافعی نے شرح مسند میں ذکر فرمائی کہ صبحِ آدم، ظہرِ داؤد، عصرِ سلیمان، مغربِ یعقوب، عشاءِ یونس علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہے ذکرہ عنہ الزرقانی فی شرح المواہب والمحبی تماماً فی الحلیۃ قال واورد فی ذلک خبراً (اس کو زرقانی نے شرح مواہب میں رافعی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حلی نے علیہ میں تفصیل سے ذکر کیا ہے، حلی نے کہا کہ رافعی نے اس سلسلے میں ایک روایت پیش کی ہے۔ ت) غرض نماز صبح میں چاروں متنتی ہیں باقی چار میں اختلاف۔

اقول فقیر کی نظر میں ظاہراً قول اخیر کو سب پر ترجیح کہ اول تو وہ حدیث ہے لا اقل اثر صحابی یا تابعی سہی اقوال علمائے مابعد پر ہر طرح مقدم رہے گی خصوصاً ایسے امر میں جس میں رائے و قیاس کو دخل نہیں۔

بل اقول عسی ان یکون ما ذکر الہام ابو الفضل بمعزل عما نحت فید، فانه انما ذکر المتطوعات، والكلام فی المكتوبات، لا ایقاع نفل فی هذه الاوقات، فانه ثابت فی جمیع الساعات۔ فی المعالم عن جعفر بن سلیمان قال سمعت ثابتاً یقول: کان داؤد نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قد جزأ ساعات اللیل والنهار علی اہله، فلم تکن تأتي ساعة من ساعات اللیل والنهار لیکن میں کہتا ہوں، ایسے لگتا ہے کہ امام ابو الفضل نے جو کچھ کہا ہے وہ زیر بحث مسئلے سے غیر متعلق ہے کیونکہ انہوں نے نوافل کا ذکر کیا ہے جبکہ بحث قرآن سے ہو رہی ہے۔ ان اوقات میں نوافل ادا کرنا بحث خارج ہے کیونکہ نوافل تو ان اوقات کے علاوہ بھی ہر وقت ادا کیے جاسکتے ہیں۔ معالم میں جعفر بن سلیمان سے منقول ہے کہ میں نے ثابت کو کہتے سنا ہے کہ اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام نے رات اور دن کی گھڑیوں کو اپنے اہل خانہ پر نماز کے لیے تقسیم کر رکھا تھا

الا و انسان من آل داود قائم یصلیٰ ۱۵۔

تورات اور دن کی گھڑیوں میں کوئی ایسی گھڑی نہیں
ہوتی تھی جس میں آل داود کا کوئی فرد نماز نہ پڑھ رہا ہو۔

لہذا ان سب اقوال میں کہیں کہیں گرفت ضرور ہے اول نے صاف تصریح کی کہ عشاء انبیائے سابقین علیہم
الصلوة والتسلیم میں کسی نے نہ پڑھی اور سوم کا بھی یہی مفاد کہ صدر کلام میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کیا ہے
اور اُمّتوں سے موازنہ مقصود نہیں کما قد صفا (جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے) تو یہ اطلاق تخصیص اپنے عموم پر ہے
جس طرح اشعر وغیرہ کی عبارات میں تھا نہ بلحاظ ائمہ۔ اور ہم اوپر بیان کر چکے کہ یہ ظاہر دلائل کے خلاف و قول مرجوح ہے
اول و دوم نے عصر کو عزیر و یونس علیہما الصلوٰۃ والسلام کی طرف نسبت کیا حالانکہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا عصر پڑھنا روشن ثبوت سے ثابت۔ قال تعالیٰ :

اور ہم نے داود کو سلیمان عطا کیا وہ بہت اچھا بندہ ہے
اللہ کی طرف رجوع کرنے والا، جب اس کے سامنے
اصیل اور عمدہ گھوڑے پیش کیے گئے تو اس نے کہا کہ
مجھے اچھی چیز کی محبت نے اپنے رب کی یاد سے غافل

ووهبنا لداود سليمان نعم العبد انه اداب
اذ عرض عليه بالعشي الصفنت الجياد
فقال اني احببت حب الخير عن ذكر سرابي
حتى توارت بالحجاب

(تورات ۱۵: ۱۷)

علامہ فرماتے ہیں یہ نماز نماز عصر تھی، جلالین میں ہے :

عن ذكر سرابي اي صلاة العصر۔ (اپنے رب کی یاد سے مراد نماز عصر ہے۔ ت)

مذکور میں ہے :

غفل عن العصر وكانت فرضا فاغتم۔ عصر سے غافل ہو گئے تھے اور وہ ان پر فرض تھی اس

لیے غمزہ ہو گئے۔ (ت)

اور سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا زمانہ یونس و عزیر علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مقدم ہے تو اولیت صلاة عصر ان دونوں
صاحبوں کے لیے کیونکر ہو سکتی ہے نسیم الریاض میں زیر حدیث ہا نینبغی لاحد ان يقول انا خير من يونس بنی

۱۔ معالم التنزيل مع الخازن زیر آیت "وقليل من عبادي الشكور" مطبوعہ مصطفیٰ البابي مصر ۲۸۵/۵

۲۔ القرآن ۳۰/۳۸ ۳۔ القرآن ۳۱/۳۸ ۴۔ القرآن ۳۲/۳۸

۵۔ تفسیر جلالین زیر آیت مذکور مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۳۸۰

۶۔ تفسیر النسفی المعروف تفسیر مدارک التنزيل زیر آیت مذکور مطبوعہ دار الکتاب العربی البیروت ۴۱/۴

اُسی میں ہے،

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبٍ كَانَ مَحَاسِلُهَا
لَهُ بِمِثْلِ الْمَقْدِسِ، ابْتَدَاهُ دَاوُدُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ، فَلَمَّا تَوَفَّاهُ اللَّهُ تَعَالَى اسْتَخْلَفَ سُلَيْمَنُ
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، فَبَنَى الْمَسْجِدَ بِالرَّخَامِ
وَالْجَوَاهِرِ وَاللَّاتِ وَالْيَوَاقِيتِ، فَلَمَّا نَزَلَ بِمِثْلِ
الْمَقْدِسِ عَلَى مَا بَنَاهُ سُلَيْمَنُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ، حَتَّى غَزَا دِيَارَ بَحْتِ نَصْرٍ، فَخَرَّبَ
الْمَدِينَةَ وَنَقَضَ الْمَسْجِدَ أَهْلُ مَلْتَقَطَا.

(بناتے تھے اس کے لیے جو وہ چاہتا تھا یعنی محراب وغیرہ)
جنوں نے جو کچھ ان کے لیے بنایا ان میں ایک بیت المقدس
بھی تھی جس کی ابتداء داؤد علیہ السلام نے کی تھی، ان
کی وفات کے بعد سلیمان علیہ السلام ان کے جانشین
ہوئے تو انہوں نے مسجد کو سنگ رخام، ہیروں، موتیوں
اور یاقوتوں سے بنوایا، یہ مسجد مدتوں اسی طرح برقرار
رہی جس طرح سلیمان علیہ السلام نے بنوائی تھی تا آنکہ
بخت نصر اس پر حملہ آور ہوا، اس نے شہر برباد کر دیا
اور مسجد گرا دی اہل ملتقطا (ت)

بخلاف قول چہارم کہ اس کی کسی بات پر اعتراض نہیں تو ظاہر ہے کہ وہی مزج و قرین قیاس اور حقیقتِ حال کا علم مولیٰ سبحانہ
کے پاس واللہ تعالیٰ اعلم وعلیہ صلوات اللہ علیہ اجمعین۔

www.KitaboSunnat.com

۱۶ جہان التاج فی بیان الصلاة قبل المعراج
 (تاج کے موتی، معراج سے پہلے نماز کے بہان میں)

بسم الله الرحمن الرحيم
 مسئلہ ۲۵۰ از ریاست رام پور بزرگ ملاظرفین گھیر عبد الرحمن خاں مرحوم مرسلہ عبد الرؤف خاں ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ
 بگرامی خدمت فیض درجت جناب مولانا بحر العلوم صاحب زادہ کرمہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 بعد نبوت قبل شب معراج جو دو وقتوں میں نماز پڑھتے تھے وہ کس طور پر ادا فرماتے تھے۔ بینوا تو جبروا۔

بسم الله الرحمن الرحيم
 الحمد لله وكفى به وسلام على عباده الذين اصطفى ولا سيما على صاحب المعراج
 اللہ ہی کی حمد ہے اور وہ کافی ہے اور سلام ہو اس کے منتخب بندوں پر، مصطفیٰ پر اور ان کے آل اصحاب

المصطفى وآله وصحبه المقيمين الصلاة و
العدل والوفاء
پر جنہوں نے نماز کو اور عدل و وفا کو
قائم کیا۔ (ت)

الجواب

پیش از اسرار و وقت یعنی قبل طلوع شمس و قبل غروب کے نمازیں مقرر ہونے میں علماء کو خلاف ہے اور اصح
یہ ہے کہ اس سے پہلے صرف قیام لیل کی فرضیت باقی پر کوئی دلیل صریح قائم نہیں۔

فی الدر المختار اول کتاب الصلوة
الصلوة فرضت فی الاسراء، وكانت قبل
صلاتین، قبل طلوع الشمس وقبل غروبها۔
شمسی آہ۔
در مختار کی کتاب الصلوة کے آغاز میں ہے کہ
نماز (باقاعدہ طور پر) معراج میں فرض ہوئی تھی، اس سے
پہلے صرف دو نمازیں تھیں، ایک طلوع سے پہلے دوسری
غروب سے پہلے۔ شمسی آہ (ت)

وفی المواہب، من المقصد الاول،
قبیل ذکر اول من امن، قال مقاتل، كانت
الصلوة اول فرضها رکعتین بالغداة ورکعتین
بالعشی، لقوله تعالى وسبح بحمد ربك يا اعشى
والابکاس۔ قال فی فتح الباری، کان صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم قبل الاسراء یصلی قطعاً،
وکذلك اصحابہ؛ ولكن اختلف هل افترض
قبل الخمس شی من الصلوة ام لا؛ فقیل
ان الفرض کان صلوة قبل طلوع الشمس و
قبل غروبها۔ والحجة فیہ قوله تعالى وسبح
بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها انتہی۔
کایہ فرمان ہے؛ اور تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع شمس سے پہلے اور غروب شمس سے پہلے۔ (ت)
وقال النووی؛ اول ما وجب الانذار
والدعاء الى التوحید، ثم فرض اللہ تعالیٰ
اور مواہب کی فصل اول میں جہاں اولین ایمان لانے
والوں کا ذکر ہے، اس سے تھوڑا پہلے مذکور ہے کہ مقاتل
نے کہا ہے کہ ابتداء میں نماز کی صرف دو رکعتیں صبح کو
اور دو رکعتیں رات کو فرض تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
اور تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات کو اور سویمے۔
فتح الباری میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے
پہلے نماز تو یقیناً پڑھتے تھے اور اسی طرح آپ کے صحابہ
بھی پڑھتے تھے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ پانچ
نمازیں فرض ہونے سے پہلے کوئی نماز فرض بھی تھی یا
نہیں! تو کہا گیا ہے کہ ایک نماز طلوع سے اور ایک
غروب سے پہلے فرض تھی اور اس پر دلیل اللہ تعالیٰ
نہیں! اور نووی نے کہا ہے کہ سب سے پہلے ذکر
سنانا اور توحید کی طرف بلانا فرض کیا گیا، پھر اللہ تعالیٰ

من قیام اللیل ما ذکرہ فی اول سورة المنزل ثم
نسخہ بما فی آخرہا ثم نسخہ بایجاب الجبایب
الصلوة والخمس لیلة الاسراء بمکة۔ اھ ما فی الموا
مکہ مکرمہ میں معراج کی رات کو پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ اھ مواہب کی عبارت ختم ہوئی۔ (ت)

وفی شرحہا للعلامة الزرقانی من
المقصد التاسع، ذهب جماعة الى انه لم
تکن قبل الاسراء صلاة مفروضة الا ما وقع
الامر به من صلاة اللیل بلا تحديد۔ وذهب
الحرفي الى ان الصلاة كانت مفروضة،
مرکعتین بالغداة ومرکعتین بالعشی۔ وروى
جماعة من اهل العلم۔ اھ

وفيهما من المقصد الخامس في
الاسراء، عند ذكر صلاته صلى الله تعالى
عليه وسلم بالانبياء ببیت المقدس،
(قد اختلف في هذه الصلاة) هل هي الشرعية
المعروفة او اللغوية؟ وصوب الاول لان
النص يحمل على حقيقة الشرعية، ما لم
يتعذر۔ وعلى هذا اختلف (هل هي
فرض) ويدل عليه كما قال النعمانی
حدیث انس عند ابی حاتم المتقدم قریباً
للمصنف۔ (او نفل؟ واذا قلنا انها فرض، فما
صلاة هي؟ قال بعضهم الا قرب انهما الصبح

من قیام لیل فرض کر دیا جس کا سورة منزل کی ابتدا میں ذکر
ہے پھر اس کو منسوخ کر دیا اس حکم سے جو سورة منزل کے
آخر میں ہے، پھر اس کو بھی منسوخ کر دیا اور اس کے بجائے
مواہب کی عبارت ختم ہوئی۔ (ت)

اور مواہب کی شرح میں علامہ زرقانی نے نویں
مقصد میں لکھا ہے کہ ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ
معراج سے پہلے کوئی نماز فرض نہیں تھی، صرف رات کو
نماز پڑھنے کا حکم تھا مگر اس کی کوئی مقدار مقرر نہیں تھی۔
اور حرجی کی رائے یہ ہے کہ نماز معراج سے پہلے بھی فرض
تھی۔ دو رکعتیں صبح کو اور دو رکعتیں رات کو۔ لیکن حرجی
کی رائے کو اہل علم کی ایک جماعت نے رد کیا ہے (ت)

اور مواہب و زرقانی کے پانچویں مقصد میں جو کہ
معراج کے بیان میں ہے۔ جہاں نبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کا باقی انبیاء کو نماز پڑھانا مذکور ہے۔ وہاں
لکھا ہے (اس نماز میں اختلاف پایا جاتا ہے) کہ
آیا اس کی مشروعیت وہی معروف مشروعیت ہے یا لغوی
مشروعیت مراد ہے؟ پہلا قول درست قرار دیا گیا ہے
کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نص کو اپنی شرعی حقیقت پر حمل
کیا جاتا ہے مشروعیت معروفہ مراد لینے کے بعد اس
میں اختلاف ہے (کہ کیا یہ فرض ہے) اور جیسا کہ
نعمانی نے کہا ہے۔ اس پر اس کی وہ حدیث دلالت
کرتی ہے جو ابن ابی حاتم کے ہاں پائی جاتی ہے اور

ویحتمل انتكون العشاء) والاختلافان، كما قال الشافعي، ليس بشئ؛ سواء قلنا صلے بهم قبل العروج او بعده لان اول صلاة صلاحها النبي صلى الله تعالى عليه وسلم من الخمس مطلقا، الظهر بمكة باتفاق - ومن حمل الاولیة على مكة فعليه الدلیل - قال، والذي يظهر انها كانت من النفل المطلق، او كانت من الصلاة المفروضة عليه صلى الله تعالى عليه وسلم قبل ليلة الاسراء - وفي فتاوى النووي ما يؤيد الثاني اه باختصار -

محمود اس پہلے مصنف نے بھی ذکر کی ہے (یا نفل ہے) اگر ہم کہیں کہ فرض ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی نماز ہے؟ بعض نے کہا ہے کہ اقرب یہ ہے کہ وہ صبح کی نماز ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ عشاء کی نماز ہو) اور دونوں احتمال — جیسا کہ شامی نے کہا ہے — کوئی حیثیت نہیں رکھتے، خواہ ہم یہ کہیں کہ یہ نماز آسمانوں پر جانے سے پہلے پڑھائی تھی یا بعد میں، کیونکہ پانچ نمازوں میں مطلقاً پہلی نماز جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی تھی وہ بالاتفاق ظہر کی نماز تھی جو آپ نے مکہ منورہ میں ادا فرمائی تھی۔ اور جو شخص اس روایت کو محکم کے ساتھ منقص کرے تو اس پر دلیل لازم ہے۔ شامی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کوئی نفل نماز تھی یا ان نمازوں میں سے تھی جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شب معراج سے پہلے فرض تھیں اور فتاویٰ نووی سے دوسری شق کی تائید ہوتی ہے۔ (ت)

اقول؛ وفي الاستدلال بقوله عز اسمه وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها نظر، فان تمة الآية ومين اداء الليل فسبح واطراف النهار لعلك ترضى، فانت حمل التسبيح على الصلاة لقول ابن عباس رضي الله تعالى عنهما كل تسبيح في القرآن صلاة اخرجہ القرطبي عن

میں کہتا ہوں، اللہ عز اسمہ کے اس فرمان سے استدلال کرنا کہ تسبیح کہو اپنے رب کی حمد کے ساتھ طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے، محل نظر ہے کیونکہ آیت مکمل اس طرح ہوتی ہے اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کہو اور دن کے اطراف میں بھی تاکہ تم راضی ہو جاؤ۔ اب اگر تسبیح سے مراد نماز لی جائے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قرآن

۱/۳۳ شرح الزرقانی علی المواہب المقصدة الخامس فی المعراج والاسرار مطبوعة المطبعة العامرة مصر

۱۳۰ آیت ۲۰ سورة طه

۱۳۰ آیت ۲۰ سورة طه

۱۳۰ آیت ۲۰ سورة طه

سعید بن جبیر وان کان ربما یفید الاستثناء
من کلیتہ علی ما **اقول** قولہ جل ذکرہ ،
کل قد علم صلوٰتہ وتبیحہ ، وقولہ تعالیٰ
فلولا انہ کان من المسبحین ۵ للیث فی بطنہ
الیوم یبعثون ۵ فان الظاہر ان المراد بہ
ما ذکر عنہ ربہ عز وجل بقولہ فنادے
فی الظلمت انت لا الہ الا انت سبحنک
انی کنت من الظالمین ۵ یہ فسرہ سعید بن
جبیر ، ارشد تلامذہ ابن عباس ، الراوی
عنه تلك الکلیۃ - وقد قال الحسن البصری ،
کما فی المعالم : ما کانت لہ صلاۃ فی
بطن الحوت ؛ ولكنه قدم عملا صالحا - اھ
بیدان ابی عباس ہمنا ایضا مشی علی
اصلہ فقال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، من
المسبحین ، من المصلین - ویكون المعنی
حينذ ما قال الضحاک ، انہ شکر اللہ تعالیٰ
لہ طاعته القدیمۃ ، کما فی المعالم ایضا -
فعلیٰ هذا الحمل واخذ الامر للوجوب ،
تدل الاية باخرها علی فرضیۃ اکثر من

میں تسبیح سے ہر جگہ نماز مراد ہے - ابن عباس کا یہ قول
فریابی نے سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے - اگرچہ
ابن عباس کے اس کلمے سے استثناء کا فائدہ دیتی
ہیں وہ آیات جو میں بیان کر رہا ہوں ، اللہ جل ذکرہ
فرماتا ہے ، ”ہر (پرنہ) اپنی نماز اور تسبیح کو جانتا ہے۔“
اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ، ”اگر وہ (یونس) تسبیح کہنے والوں
میں سے نہ ہوتا تو یوم بعثت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتا“
کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس تسبیح سے مراد وہی تسبیح ہے
جو اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام سے یوں حکایت
کی ہے ”پس پکار اس نے اندھیر میں کہ کوئی معبود نہیں میرے سوا“
تو پاک ہے بیشک میں ظلم کرنے والوں میں تھا سعید بن جبیر جو کہ ابن عباس کے
بہترین شاگردوں میں سے ہیں اور ان مندرجہ بالا کلمہ کے راوی ہیں انہوں نے
یہی تفسیر بیان کی ہے حسن البصری نے کہا ہے کہ انہوں نے مچھلی کے
پیٹ میں نماز نہیں پڑھی تھی بلکہ اس سے پہلے ایک صالح عمل تھا اللہ البتہ
ابن عباس یہاں بھی اپنے اصول پر رواں رہے ہیں اور تسبیح کہنے
والوں میں سے ہونے کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ نماز
پڑھنے والوں میں سے ہونا - اس صورت میں —
جیسا کہ ضحاک نے کہا ہے — اس آیت کا مطلب یہ
ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو اس اطاعت

۱	سورہ النور ۲۴	آیت ۴۱	۱
۲	سورہ الصافات ۳۷	آیت ۱۳۳	۲
۳	سورہ الانبیاء ۲۱	۱۴۲	۳
۴	معالم التنزیل مع تفسیر الخازن زیر آیت فلولا انہ کان من المستجین (تفسیر سورہ صافات)	مصطفیٰ ابوبانی مصر ۳۷/۶	۴
۵	معالم التنزیل مع الخازن زیر آیت فلولا انہ کان من المسبحین	مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۳۷/۶	۵

صلاتین، الا ان يقال، لم يقصد الحصر،
بدلیل ان قیام اللیل کان فریضة من قبل
قطعا، ولكن یمقی قوله تعالیٰ و اطراف النهار
وحمله علی المذکورین یمتثل التکرار۔
دیاجائے تو آیت کا آخری حصہ دو سے زیادہ نمازوں کے فرض ہونے پر دلالت کرے گا۔ اس کا یہ جواب تو دیا جاسکتا ہے
کہ دو میں حصہ مقصود نہیں ہے کیونکہ رات کی نماز بھی بالیقین پہلے سے فرض تھی، لیکن اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ
فرمان "اور دن کے اطراف میں" بغیر کسی مفہوم کے رہ جاتا ہے کیونکہ اگر اس سے مراد طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے والی
و نمازیں لی جائیں تو تکرار لازم آئے گی کیونکہ ان کا ذکر آیت کی ابتداء میں ہو چکا ہے۔ (ت)

اما استدلال مقاتل بقوله تعالیٰ و
سبح بحمد ربك بالعشی والابکار، فاقول
اضعف، و اضعف، بل لیس بشی اصلا، فان
الایة من سورة حم المؤمن، وقد تأخر
نزولها عن سورة بنی اسرائیل النازلثة بالخبر
الاسراء، بزمان طویل، فقد روی ابن الضریس
فی فضائل القرآن عن ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما، فی حدیث ترتیب نزول السور،
قال: کان اول ما نزل من القرآن اقرأ باسم
ربك، ثم ن، فذكر الحديث الى ان قال:
ثم بنی اسرائیل، ثم یونس، ثم هود، ثم
یوسف، ثم الحجر، ثم الانعام، ثم الصفات،
ثم لقمان، ثم سبا، ثم الزمر، ثم حم
المؤمن۔ الحديث۔ فكيف یمتدل بها علی
ايجاب صلاة قبل الاسراء؟ لاجرم ان
سبح القرآن سورة مؤمن۔ ۴ آیت ۵۵
سبح فضائل القرآن لابن الضریس

رہا مقاتل کا استدلال اللہ تعالیٰ کے اس
فرمان سے "اور تسبیح کو اپنے رب کی حمد کے ساتھ رات
کو اور صبح سویرے"۔ تو میں کہتا ہوں کہ بہت ضعیف
ہے اور بہت ہی ضعیف ہے، بلکہ سرے سے بیکار ہے
کیونکہ یہ آیت سورہ حم مؤمن کی ہے اور اس کا نزول
سورہ بنی اسرائیل سے، جس میں معراج کا ذکر ہے طویل
زمانے کے بعد ہوا ہے۔ چنانچہ ابن ضریس نے فضائل
قرآن میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سورتیں نازل
ہونے کی ترتیب اس طرح بیان کی ہے کہ ابن عباس
نے کہا ہے کہ "قرآن میں سب سے پہلے سورہ اقرأ
باسم ربك نازل ہوئی، پھر ن۔ ابن ضریس نے یہ
روایت پوری بیان کی ہے یہاں تک کہ کہا ہے پھر
بنی اسرائیل، پھر یونس، پھر ہود، پھر یوسف، پھر
حجر، پھر انعام، پھر صفات، پھر لقمان، پھر سبا، پھر زمر،
پھر حم مؤمن۔ آخر تک۔ تو پھر حم مؤمن کی آیت سے

قصرها ترجمان القرآن رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بالصلوات الخمس، کما فی المعالم - وقد
يستدل بما روی ابن ابی حاتم فی تفسیره عن
النس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث الاسراء
واتیانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیت
المقدس لم البث الا یسیرا حتی اجتمع ناس
کثیر، ثم اذن مؤذن واقیمت الصلاة " قال،
فقمنا صوفنا ننظر من یؤمنا فاخذ جبریل
علیہ الصلاة والسلاصیدی فقد منی فصلیت
بهم، فلما انصرفت، قال لی جبریل، اتدری من
صلی خلفک؟ قلت، لا، قال، صلی خلفک
کل نبی بعثہ اللہ - وهو الحدیث المشار الیه
فی کلام الزرقانی عن الامام الشافعی -

کس طرح استدلال کیا جاسکتا ہے کہ معراج سے پہلے بھی
نماز فرض تھی (جبکہ اس وقت تک وہ سورۃ نازل ہی
نہیں ہوئی تھی)، اسی لیے ترجمان القرآن رضی اللہ عنہ نے
اس آیت کی تفسیر پانچ نمازوں سے کی ہے جیسا کہ معلم
میں ہے۔ اور کبھی استدلال کیا جاتا ہے اس حدیث سے
جو ابن ابی حاتم نے انس رضی اللہ عنہ سے واقعہ معراج اور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیت المقدس میں آنے کے
بارے میں روایت کی ہے (اس میں ہے کہ رسول اللہ
نے فرمایا، ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ بہت سے لوگ
جمع ہو گئے پھر ایک مؤذن نے اذان دی اور نماز کے لیے
اقامت کہی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ہم سب صفیں باندھ کر اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ
ہمارا امام کون بنے گا، تو جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ

پکڑا اور مجھے آگے کر دیا، چنانچہ میں نے سب کو نماز پڑھائی، جب میں نے سلام پھیرا تو جبریل نے مجھ سے کہا: کیا آپ کو معلوم
ہے کہ آپ کے پیچھے کن لوگوں نے نماز پڑھی ہے؟ میں نے کہا نہیں جبریل نے کہا کہ آپ کے پیچھے ہر اس نبی نے نماز پڑھی ہے جسے
اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ یہی وہ حدیث ہے جس کی طرف زرقانی کے کلام میں لہامی کے حوالے سے اشارہ کیا گیا ہے (دست)

اقول: ولعل مطیع نظر المسدل وقوع
الاذان والاقامة فانهما من خصائص العرائض
اولاً، فلان الاذان والاقامة المعرفین ماشعرا
الا بالمدينة، والاسراء قبل الهجرة ولذا قال
الزرقانی فی تفسیر الحدیث، اذن مؤذن، ای
اعلم بطلب الصلاة، فاقیمت الصلاة، ای تھتولھا
وتشروعوا فیھا، فلا یردان الاذان والاقامة اتما

میں کہتا ہوں کہ شاید دلیل پیش کرنے والے کا
مطیع نظریہ ہو کہ اس نماز میں اذان و اقامت ہوئی تھی
اور یہ فرائض کے ساتھ خاص ہیں، لیکن اس پر اعتراض
ظاہر ہے۔ اولاً اس لیے کہ معروف اذان و اقامت
تو مدینہ میں شروع ہوئی تھی، جبکہ معراج ہجرت سے
پہلے ہوا تھا۔ اسی لیے زرقانی نے اس حدیث کی شرح
کرتے ہوئے "ایک مؤذن نے اذان کہی" کے یہ معنی

۹۸/۶ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر

۶۲/۶ مطبوعہ المطبعة العامہ مصر

شرعاً بالمدينة والاسراء كان بمكة اهـ ما ثانياً
فلان تخصيصهما بالفرائض انما عرف بعد ما شرعاً
للأمة، اما قبل ذلك فاقى دليل عليه؟ واما
ثالثاً، وهو القاطع، فلان الاسراء انما كان
بالليل، وقد علمنا ان صلاة الليل كانت
فريضة قبل فرض الخمس، فما يدريك لعلها
هي - وبه يظهر الجواب عما عسى ان يتعلق
به متعلق، مما روى مسلم عن ابي هريرة رضي الله
تعالى عنه في حديث الاسراء "وحانت الصلاة
فامتهم"

بیان کیے ہیں کہ اس نے نماز کے لیے طلب کیے جانے سے
ان کو آگاہ کیا، اور نماز کے لیے اقامت کی گئی کا یہ مفہوم
بیان کیا ہے کہ اس کے لیے تیار ہو گئے اور اس میں شروع
ہو گئے، اس لیے یہ اعتراض نہیں پیدا ہو گا کہ اذان و
اقامت تو مدینہ میں شروع ہوئی تھیں اور معراج مکہ
میں ہوا تھا۔ ثانیاً، اس لیے کہ اذان و اقامت کا
فرائض کے ساتھ مخصوص ہونا تو اُمت کے لیے ان کے مشرک
ہونے کے بعد معلوم ہوا ہے۔ مشروعیت سے پہلے تخصیص
پر کون سی دلیل ہے؟ ثالثاً، اس لیے - اور یہ اعتراض
استدلال کی جڑ کاٹنے والا ہے - کہ معراج رات کو

ہوئی تھی اور یہ ہم جان چکے ہیں کہ رات کی نماز، پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے بھی فرض تھی، تو کیا پتا، ہو سکتا ہے
یہ وہی رات کی نماز ہو! اسی سے اس کا جواب بھی ظاہر ہو جاتا ہے جس کو ہو سکتا ہے کوئی مستدل بطور دلیل پیش کرے یعنی
مسلم کی وہ روایت جو ابو ہریرہ سے حدیث معراج میں مروی ہے (کہ رسول اللہ نے فرمایا) اور نماز کا وقت ہو گیا تو میں نے
انہیں نماز پڑھائی۔ (ت)

تاہم اس قدر یقیناً معلوم کہ معراج مبارک سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ
عنہم نمازیں پڑھتے۔ نماز شب کی فرضیت تو خود سورہ منزل شریف سے ثابت اور اس کے سوا اور اوقات میں بھی
نماز پڑھنا اور دعاء ازینکہ فرض ہو یا نقل، حدیث میں ہے:

كان المسلمون قبل ان تفرض الصلوات الخمس
يصلون الضحى والعصر، فكان النبي صلى
الله تعالى عليه وسلم واصحابه اذا صلوا
آخر النهار، تفرقوا في الشعب فصلوها فرادى -
فرضیت پنجگاز سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر
پڑھا کرتے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام جب
آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا
پڑھتے۔

- ۱۵ شرح الزرقانی علی المواہب المقصود الخامس فی المعراج والاسراء مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۵۷/۶
۱۶ الصحیح مسلم باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۹۶/۱
۱۷ الاصابة فی تمييز الصحابة حدیث ۲۳، ترجمہ ریزہ بنت ابی تجرة مطبوعہ دار صادر بیروت لبنان ۳۶۴/۴

سواء ابن سعد وغیرہ عن عزیزۃ بنت ابی تجرة
رضی اللہ تعالیٰ عنہا ذکرہ فی ترجمتہا من
الاصابة۔
اس کو ابن سعد وغیرہ نے عزیزۃ بنت تجرة رضی اللہ عنہا
سے روایت کیا ہے۔ یہ بات اصابع میں عزیزۃ رضی اللہ
عنہا کے حالات میں مذکور ہے۔ (ت)

احادیث اس باب میں بکثرت ہیں اور ان کی جمع و تلیف کی حاجت نہیں بلکہ نماز شروع روز شریف سے مقرر و شروع
ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی اتری اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اسی وقت حضور نے
بہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم نماز پڑھی اور اسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت ام المؤمنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا نے پڑھی، دوسرے دن امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی نے حضور کے ساتھ پڑھی کہ ابھی سورہ منزل
نازل بھی نہ ہوئی تھی تو ایمان کے بعد پہلی شریعت نماز ہے۔

فقد اخبرہ احمد وابن ماجہ والمحدث فی
مسندہ وغیرہم عن اسامۃ بن زید عن ابیہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان جبریل اقا النسبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فی اول ما اوحی
الیہ، فامرہ بالوضوء والصلاۃ، قلما فسرغ
من الوضوء اخذ غرقة من ماء فنضج بها
فرجہ۔ وفی سيرة ابن اسحق، وسيرة ابن هشام،
والمواهب اللدنیة من المقصد الاول، وکتاب
الخمیس، وافضل القرى لقراء امر القرى
للامام ابن حجر المکی، ثم حاشیة الكنز
للعلامة السید ابی السعود الانزہری، ثم حاشیة
الدر للعلامة السید احمد الطحطاوی،
وهذا لفظ القسطلافی، مزیدا من الزرقانی
(قد روی) مترصداً لان له طرقاً لا تخلو من
مقال، لکنها متعددة یحصل باجماعها

تخریج کی ہے احمد اور ابن ماجہ نے اور عارث نے اپنی
مسند میں اور دیگر محدثین نے اسامہ ابن زید سے، وہ
اپنے والد سے راوی ہیں کہ وحی کے آغاز میں ایک مرتبہ
جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
اور آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتایا، جب وضو سے
فارغ ہوئے تو چلو بھر پانی لیا اور اپنے فرج پر چھڑکا۔
سیرت ابن اسحق میں، سیرت ابن ہشام میں، مواہب
لدنیہ کے کتاب الخمس میں، ابن حجر مکی کی افضل القرى لقراء
ام القرى میں، سید ابی السعود انزہری کے حاشیہ کنز میں،
سید احمد طحطاوی کے حاشیہ در مختار میں مذکور ہے۔ اور
الفاظ قسطلافی کے ہیں جن میں اس کی شرح زرقانی سے
اضافہ کیا گیا ہے۔ (روایت کی گئی ہے) بصیغہ
مجمول اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ اس کے
جتنے طریقے بھی ہیں وہ اعراض سے خالی نہیں ہیں،
لیکن چونکہ متعدد ہیں اس لیے ان کے اجماع سے قوت

القوة (ان جبریل بدالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) دھویا علی مکہ، کہا عند ابن اسحق، ای بجبل الحراء، کہا فی الخمیس (فی احسن صورة واطیب رائحة فقال، یا محمد! ان اللہ یتقربک السلام ویقول لک، انت رسولی الی الجن والانس فادعهم الی قول لا الہ الا اللہ، ثم ضرب برجلہ الاخرض فنبعت عین ماء فتوضأ منها جبریل، مراد ابن اسحق، ورسول اللہ ینظر الیہ، لیریہ کیف الطهور الی الصلاة ثم امره ان يتوضأ، وقام جبریل یصلی، و امره ان یصلی معه) مراد فی روایۃ ابی نعیم عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فصلی رکعتین نحو الکعبۃ (فعلہ الوضوء و الصلاة، ثم عرج الی السماء ورجع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، لایسر بحجر ولا مدر ولا شجر الا وهو یقول: السلام علیک یا رسول اللہ حتی اتی خدیجۃ، فاخبرها، فغشی علیہا من الفرج، ثم امرها فتوضأت، و صلی بہا کما صلی بہ جبریل، مراد فی روایۃ، وکانت اول من صلی (فکان ذلک اول فرضہا) ای تقدیرہا (مرکعتین) اھولہ تمام سیاقی۔ و اخرج الطبرانی عن ابی رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال، صلی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ

حاصل ہو جاتی ہے کہ جبریل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے، جبکہ آپ مکہ کے بالائی حصہ میں تھے — جیسا کہ سیرت ابن اسحق میں ہے، یعنی کوہ حراء پر — جیسا کہ خمیس میں ہے (اچھی صورت اور عمدہ خوشبو میں اور کہا، اے محمد! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں کی طرف میرے رسول ہیں اس لئے انہیں دعوت دیں کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں پھر جبریل نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو پانی کا چشمہ ابل پڑا اور جبریل نے اس سے وضو کیا) ابن اسحق نے اضافہ کیا ہے کہ "اور رسول اللہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ رسول اللہ کو نماز کے لیے طہارت کا طریقہ بتائے (پھر آپ سے کہا کہ آپ بھی وضو کریں۔ پھر جبریل نماز پڑھنے لگے اور رسول اللہ کو کہا کہ آپ بھی میرے ساتھ پڑھیں) ابو نعیم نے حضرت عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جبریل نے قبلہ رخ ہو کر دو رکعتیں پڑھیں (چنانچہ وضو اور نماز سکھانے کے بعد جبریل تو آسمان پر چلے گئے اور رسول اللہ گھر کی طرف واپس ہوئے تو راستے میں جس پتھر ڈھیلے یا درخت کے پاس سے آپ گزرتے وہ کہتا "السلام علیک یا رسول اللہ" یہاں تک کہ آپ خدیجہ کے پاس آئے اور ان سے سارا ماجرا بیان کیا تو انہیں فرط مسرت سے غشی آگئی۔ پھر رسول اللہ نے انہیں بھی وضو کرنے کا حکم دیا اور رسول اللہ نے ان کو بھی اسی طرح نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے

وسلم، اول یوم الاثنین، وصلت خدیجۃ
آخره، وصلت علی یوم الثلاثاء۔
فرضیت تھی، یعنی اس کا اندازہ تھا (دو رکعتیں) اھ اس روایت کا باقی حصہ عنقریب آئے گا۔ اور طبرانی نے
ابو ارقع رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سووار کے ابتدائی حصے میں پہلی نماز پڑھی، خدیجہ
رضی اللہ عنہا نے سووار کے آخری حصے میں اور علی رضی اللہ عنہ نے مشکل کے دن۔ (ت)

بالجملہ یہ سوال ضرور متوجہ ہے کہ معراج سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے،
اقول ملاحظہ آیات و احادیث سے ظاہر کہ وہ نماز اسی انداز کی تھی اُس میں طہارت ثوب بھی تھی قال
تعالی فی سورة المدثر، وثیابك فطهرت (اللہ تعالیٰ نے سورۃ مدثر میں فرمایا ہے "اور اپنے کپڑوں کو پاک کر دے")
وضوب بھی تھا کما تقدم انفا (جیسا کہ ابھی گزرا ہے۔ ت) استقبال قبلہ بھی تھا،

کما مر من حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ
عنہا، وروی ابن اسحق فی سیرتہ قال، حدثنی
عبد اللہ ابن نجیح المکی عن اصحابہ، عطاء
ومجاهد وعمر بن ذریع، فاق حدیث اسلام
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وفید، فجعلت امشی
مریڈ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم قائم یصلی یقرؤ القرآن، حتی قمت
فی قبلتہ مستقبلہ، ما بینی و بینہ الاشیاب
الکعبۃ۔ قال، فلما سمعت القرآن رقت لہ
قلبی۔ الحدیث۔

آپ کے درمیان کعبے کے خلاف کے سوا کوئی عامل نہیں تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے قرآن سنا تو میرا
دل اس کے لیے نرم ہو گیا۔ الحدیث (ت)

تجکیر تحریمیہ بھی تھی قال تعالیٰ: وَرَبِّكَ فَكْبِرْ (اور اپنے رب کی تجکیر کہہ۔ ت) وقال عزاسمه فی سورة الاعلیٰ النازلة قدما، و ذکر ہم سر یہ فصل ۵ (اور اللہ تعالیٰ نے سورۃ اعلیٰ میں جو پہلے نازل ہونے والی سورتوں میں سے ہے) کہا ہے اور یاد کیا اپنے رب کے نام کو پھر نماز پڑھی۔ ت) قیام بھی تھا، قال تعالیٰ:

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ قُمْ لَيْلُكَ الْآيَاتِ إِلَى قَوْلِهِ جَلْ
ذَكَرَهُ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنَىٰ مِنْ ثُلُثِ
الَّيْلِ وَنُصْفِهِ وَثُلُثَهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِينَ
مَعَكَ

اے اور مضمحل والے! رات کو قیام کیا کرو اور اس سے
بعد کی آیتیں، اس آیت تک ”بے شک تیرا رب
جانتا ہے کہ تو کبھی دو تہائی رات سے کم قیام کرتا ہے
کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات۔ اور ان
لوگوں کی ایک جماعت بھی جو تیرے ساتھ ہے۔ (ت)

قرأت بھی تھی۔

قال تعالیٰ فی سورة المزمل فاقرؤا ما تيسر
من القرآن وقال الزرقانی تحت ما تقدم
من قول مقاتل رکعتین بالغداة ورکعتین
بالعشی، یحتمل انه کان یقرؤ فیہما بما آتاه
من سورة اقرؤ، حتی نزلت الفاتحة۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ مزمل میں فرمایا ہے: پس پڑھو جتنا
قرآن میسر ہو سکے۔ اور مقاتل کا جو قول پہلے گزرا ہے کہ
دو رکعتیں صبح کی اور دو رکعتیں رات کی فرض تھیں، اس کے
تحت زرقانی نے کہا ہے ”ممکن ہے کہ نزول فاتحہ سے
پہلے رسول اللہ ان رکعتوں میں سورۃ اقرأ کی وہ آیات
پڑھتے ہوں جو نازل ہو چکی تھیں۔ (ت)

رکوع بھی تھا،

علی خلف فیہ، کما سیأتی، وقد تظاهرت
الاحادیث الحاکیة عما قبل الامراء بصلوة

لیکن اس میں اختلاف ہے جو عنقریب آ رہا ہے۔
اور جن احادیث میں معراج سے پہلے نماز پڑھنے کا

۱۰	سورة مدثر ۱۰	آیت ۳
۱۱	سورة الاعلیٰ ۱۱	آیت ۱۵
۱۲	سورة مزمل ۱۲	آیت ۱
۱۳	۲۰/۴۳	
۱۴	”/”	

۱۵ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ علیہ الصلوۃ والسلام المطبعة العامة مصر ۱/۲۴

مرکعات اور رکعتیں، منها ما تقدم انفا من
 حديث ابی نعیم فصلی رکعتین، ومن
 حديث غيره فكان ذلك اول فرضها رکعتین
 وانما سمیت رکعة للركوع -
 صرف دو رکعتیں فرض تھیں۔ اور رکعت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس میں رکوع پایا جاتا ہے۔ (ت)
 سجدہ بھی تھا،

كما فی حدیث ایداء ابی جہل وغیره من الکفرة،
 لعنهم الله تعالى، حين صلى رسول الله صلى
 الله تعالى عليه وسلم عند الكعبة، فزمقوا
 سجوده، فالتقوا عليه ما ألقوا به في قلبه بدر
 ملعونين - والحمد لله رب العالمين - والحدیث
 معروف في الصحيحين وغيرهما عن ابن مسعود
 رضي الله تعالى عنه، وفيه من قول الكفار
 "يحيى به ثم يمهل حتى اذا سجد وضع بين
 كتفيه؛ قال: فانبعث اشقاهم فلما سجد
 صلى الله تعالى عليه وسلم وضعه بين كتفيه،
 وثبت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
 ساجدا - الحدیث - وقد قال تعالى في سورة
 اقرأ، واسجد واقترب ۝

تو اس نے او جھڑیاں آپ کے شانوں کے درمیان رکھ دیں اور آپ سجدے میں پڑے رہے۔ الحدیث۔ اور اللہ تعالیٰ
 نے سورۃ اقرأ میں فرمایا ہے: اور سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو۔ (ت)

جیسا کہ اس حدیث میں ہے جس میں ابو جہل اور دیگر
 کفار لعنہم اللہ کی ایذا رسانی کا ذکر ہے کہ جب
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز
 پڑھ رہے تھے تو کفار نے اُن کے سجدے پر نگاہ رکھی
 اور آپ پر وہ کچھ ڈال دیا (یعنی او جھڑیاں وغیرہ) جس
 کے بدلے میں بدر کے کنوئیں میں ملعون کر کے پھینک دیے
 گئے۔ اور یہ حدیث صحیحین وغیرہ میں عبد اللہ ابن مسعود
 رضی اللہ عنہ سے معروف ہے اور اس میں ہے کہ کوئی
 جا کر او جھڑیاں لائے پھر محمد کو اتنی مہلت دے کہ وہ
 سجدے میں چلا جائے، اس وقت اس کے شانوں کے
 درمیان او جھڑیاں رکھ دے۔ راوی کہتا ہے کہ ان میں
 سے جو بہت بد بخت تھا وہ اس کام کے لیے تیار ہو گیا
 اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں گئے

جماعت بھی تھی،

جیسا کہ بعثت والی حدیث گزری ہے اور اس کے الفاظ ابن اسحق کے ہاں اس طرح ہیں ”پھر جبریل آپ کے ساتھ کھڑے ہوئے اور آپ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ نے جبریل کی نماز کے مطابق نماز پڑھی (یہاں تک کہ خدیجہ کے بارے میں کہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز پڑھائی جس طرح جبریل نے رسول اللہ کو پڑھائی تھی چنانچہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق نماز پڑھی۔ ۱۱ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”اور ایک جماعت ان لوگوں کی جو تمہارے ساتھ ہے بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کی روایت کی ہے جس میں ابتداء وحی کے دوران رسول اللہ کے پاس جنات کے آنے کا ذکر ہے۔ اس میں ہے کہ جب جنات آپ کے پاس آئے اس وقت آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ زرقانی نے کہا ہے کہ فجر کی نماز سے مراد وہ دو رکعتیں ہیں جو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھا کرتے تھے الخ۔ (۱)“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”کہو وحی کی گئی ہے میری جانب کہ جنوں کی ایک جماعت نے کان لگا کر سُنا تو کہا ہم نے ایک عجیب قرآن سُنا ہے جو ہدایت کی طرف

کما تقدم من حديث البعث ، ولفظه عن ابن اسحق ، ثم قام به جبرئيل فصلى به ، وصلى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بصلاته ، (الى ان قال في خديجة) صلى بهما رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كما صلى به جبرئيل ، فصلته بصلاته . ۱۱ وقد قال تعالى وطائفة من الذين معك واخرج الشيخان عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في حديث محي الجن اليه صلى الله تعالى عليه وسلم اول البعث ، انهم اتوه صلى الله تعالى عليه وسلم وهو يصلي باصحابه صلاة الفجر ، قال الزرقاني المراد بالفجر الركعتان اللتان كان يصليهما قبل طلوع الشمس الخ

قال تعالى قل ادعي الى انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرأنا عجبا يهدي الى الرشاد فآمنابہ ، وقد كانوا سمعوه صلى الله تعالى

۱۱ سیرت ابن اسحق

۱۲ القرآن ۳/۲۰

۱۳ صحیح البخاری زیر آیت قل ادعی الى الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۲/۲

۱۴ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول ذکر الجن مطبوعہ المطبعة العامة مصر ۳۲۹/۱

۱۵ القرآن ۲/۴۲

عليه وسلم في صلاة الفجر، كما تقدم، ومتر
 حديث ابن اسحق في اسلام امير المؤمنين
 عمر رضي الله تعالى عنه، وروى ابن منبجر في
 مسنده عنه رضي الله تعالى عنه "خرجت العرض
 من رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قبل ان
 اسلم، فوجدته قد سبقني الى المسجد،
 فقامت خلفه، فاستفتح سورة الحاقة،
 فجعلت اتعجب من تأليف القرآن، فقلت:
 هو شاعر كما قالت قريش، فقرا انه لقول رسول
 كريم وما هو بقول شاعر قليل لا ما تؤمنون
 فقلت: كاهن، علم ما في نفسي، فقرا ولا
 بقول كاهن قليل لا ما تذكرون الى آخر السورة،
 فوقع الاسلام في قلبي كل موقع **اقول: لكن**
 ذكر ابن عباس رضي الله تعالى عنهما في
 حديثه المذكور نزول الحاقة بعد بني اسرائيل
 بسبع وعشرين سورة، وجعلها من اواخر
 ما نزل بمكة، ولا يظهر الجمع بان بعضها
 نزل قد يما فيه عمر قبل ان يسلم
 وتأخر نزول الباقي، واعتبر ابن عباس
 بالاكثر، فان امير المؤمنين يقول في
 هذا الحديث، ان صح: فاستفتح سورة
 الحاقة، ويذكر الايات من اواخرها،
 ثم يقول الى آخر السورة، فالله

رہنما کرتا ہے اور جنات نے رسول اللہ کی یہ قرأت
 نماز فجر میں سنی تھی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور
 ابن اسحق کی روایت بھی گزری ہے جو امیر المؤمنین عمر
 رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بارے میں ہے۔ اور
 ابن اسحق نے اپنے مسند میں عمر رضی اللہ عنہ سے روایت
 کی کہ وہ فرماتے ہیں "اسلام لانے سے پہلے ایک دن
 میں رسول اللہ کا سامنا کرنے کے لیے گھر سے نکلا تو
 آپ اس وقت مسجد کو جا چکے تھے میں جا کر ان کے
 پیچھے کھڑا ہو گیا، انہوں نے سورۃ الحاقہ شروع کی تو
 میں قرآن کی تالیف و ترتیب پر حیران رہ گیا اور میں نے
 دل میں کہا کہ یہ شخص شاعر ہے، اسی وقت آپ نے یہ
 آیت پڑھی اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے تم بہت کم
 ایمان لائے ہو، میں نے سوچا کہ یہ کاهن ہے کاس کو
 میرے دل کی بات معلوم ہو گئی، اسی وقت آپ نے
 یہ آیت پڑھی نہ یہ کسی کاهن کا قول تم بہت کم نصیحت
 حاصل کرتے ہو۔ سورۃ کے آخر تک — چنانچہ
 اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر گیا۔ **اقول (میں)**
 کہتا ہوں، لیکن ابن عباس نے اپنی مذکورہ روایت
 میں بیان کیا ہے کہ سورۃ الحاقہ کا نزول اس وقت
 ہوا جب سورۃ بنی اسرائیل کے بعد ستائیس سورتیں
 نازل ہو چکی تھیں اور ابن عباس نے الحاقہ کو ان سورتوں
 میں شمار کیا ہے جو مکہ کے آخری دور میں نازل ہوئی تھیں
 (پھر حضرت عمر نے الحاقہ کی آیات اسلام لانے سے پہلے

تعالیٰ اعلم؛ بل قال مجاهد فی قوله تعالیٰ
فاصدع بما توهم هو الجهر بالقرآن - حکاہ فی
المواہب من المقصد الاول، قال، قالوا
وكان ذلك بعد ثلث سنين من النبوة، قال
الزرقانی، تبرأ منه لجزم المحافظ فی سیرتہ
بان نزول الآية كان فی السنة الثالثة۔

کو نظر رکھا ہو غیر ظاہر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر (اسلام عروالی) یہ حدیث صحیح ہے تو اس میں عمر رضی اللہ عنہ کہتے
ہیں "پس شروع کی رسول اللہ نے سورۃ الحاقہ، پھر سورۃ کے آخری حصے کی چند آیات ذکر کرتے ہیں اور کہتے ہیں "سورۃ
کے آخر تک" (یعنی اس روایت کا تقاضا تو یہ ہے کہ یہ سورۃ شروع سے آخر تک اس وقت نازل ہو چکی تھی پھر
مندرجہ بالا تطبیق کیسے ظاہر ہو سکتی ہے؟) پس اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ بلکہ مجاہد نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا
"(اے نبی!) جس چیز کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے اس کا اعلان کرو۔" اس سے مراد قرآن کو جہراً پڑھنا ہے۔ یہ بات
مواہب کے مقصد اول میں مذکور ہے صاحب مواہب نے کہا: کہتے ہیں کہ یہ آیت نبوت کے تین سال گزرنے کے
بعد نازل ہوئی۔ اس کی شرح میں زرقانی نے کہا ہے کہ (۱) کہتے ہیں کہ (۲) ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ
حافظ نے اپنی سیرت میں یقین ظاہر کیا ہے کہ یہ آیت نبوت کے تیسرے سال کے دوران نازل ہوئی تھی۔ (ت)
بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے نماز سابق اصول و ارکان میں اسی نماز مستقر کے موافق نظر آتی ہے
بلکہ حدیث مذکور بلفظ مواہب میں بعد فکان ذلك اول فرضہا رکعتین (ابتداء میں نماز کی دو رکعتیں فرض
ہوئی تھیں۔ ت) کے فرمایا،

ثم ان الله تعالى اقرها فی السفر كذلك و
اتمها فی الحضر۔
شرح زرقانی میں ہے:

اقرها ای شرعها علی ہیأۃ مکات "برقرار رکھیں" کا مطلب یہ ہے کہ ان دو رکعتوں کو

۱۔ المواہب اللدنیۃ الجہر بالدعوة، المکتب الاسلامی بیروت، ۱/ ۲۲۲ و ۲۲۳

۲۔ شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوجی از مقصد اول مطبعہ العامرہ مصر ۱/ ۲۸۴

۳۔ المواہب اللدنیۃ اول امر الصلوۃ المکتب الاسلامی بیروت، ۱/ ۲۱۱

یصلیہا قبل۔

اسی طرح مشروع قرار دے دیا جس طرح آپ پہلے سے پڑھتے تھے۔ (ت)

قبل اس سے ظاہر یہ کہ پیش از معراج دو رکعتیں اسی طرح کی تھیں جیسی اب ہیں مگر بعض علماء فرماتے ہیں معراج سے پہلے رکوع اصلاً نہ تھا نہ اس شریعت میں نہ اگلے شرائع میں رکوع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت مرحومہ کے خصائص سے ہے کہ بعد اسرا عطا ہوا بلکہ معراج مبارک کی صبح کو جو پہلی نماز ظہر پڑھی گئی اُس تک رکوع نہ تھا اُس کے بعد عصر میں اُس کا حکم آیا اور حضور و صحابہ نے ادا فرمایا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسند بزار و معجم اوسط طبرانی میں امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی حدیث اس معنی کو مفید امام جلال الدین سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں: باب اختصاصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالركوع في الصلاة - ذكر جماعة من المفسرين في قوله تعالى واسرکوعا مع الراکعين، ان مشروعية الركوع في الصلاة خاص بهذه الملة، وانه لا ركوع في صلاة بني اسرائيل؛ ولذا امرهم بالركوع مع امة محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، قلت؛ وقد يستدل له بما اخرجہ البزار والطبرانی في الاوسط عن علي رضي الله تعالى عنه، قال؛ اول صلاة ركعتيها صلوة العصر؛ فقلت يا رسول الله ما هذا؟ قال؛ بهذا امرت - وجه الاستدلال انه صلى قبل ذلك صلاة الظهر، وصلى قبل فرض الصلوات الخمس قیام اللیل و غیر ذلك، فكون الصلاة السابقة بلا ركوع قرينة لخلو صلاة الاصل السابقة منه اهـ۔ ان تمام نمازوں میں رکوع کا نہ ہونا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی آیتوں کی نمازوں میں رکوع نہ تھا اھ (ت)

سے شرح الزرقانی علی المواہب مراتب الوحی مطبوعہ المطبعة العامہ مصر ۱/ ۴۳-۴۴
باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالركوع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۰۵

شرح زرقانی مقصد خامس میں ہے :

الركوع من خصائص الأمانة ، وما صلاہ
المصطفى صلى الله تعالى عليه وسلم قبل
الاسراء لاسر كوع فيه ؛ وكذا اظهره عقب
الاسراء ، واول صلاة بر كوع ، العصر
بعدها .

ركوع اس اُمت کی خصوصیات میں سے ہے اور مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے پہلے جو نمازیں پڑھا کرتے تھے
ان میں ركوع نہ تھا ، اسی طرح معراج کے بعد جو ظہر
پڑھی (اس میں بھی ركوع نہ تھا) اس ظہر کے بعد آپ نے
جو عصر پڑھی تو وہ پہلی نماز تھی جس میں ركوع کیا گیا ۔ (ت)

اقول یہ حدیث طبرانی اگر صحیح یا حسن ہے تو اسناد صحیح و حسن ہے ورنہ اس کا صریح معارض حدیث
عصیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موجود کہ وہ زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ میں آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن
خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک جوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر رُوی کعبہ کھڑے ہو گئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف
لائے وہ ان کے دہتے ہاتھ پر قابم ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہوئیں پھر جوان نے
ركوع فرمایا تو یہ دونوں ركوع میں گئے پھر جوان نے سر مبارک اٹھایا تو ان دونوں نے اٹھایا جوان سجدے میں گئے تو
یہ دونوں بھی گئے انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو چاہا کہ یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی اور یہ بی بی خدیجہ الکبریٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، میرے یہ بھتیجے کہتے ہیں کہ آسمان
زمین کے مالک نے انہیں اس دین کا حکم دیا ہے اور ان کے ساتھ ابھی یہی دو مسلمان ہوئے ہیں ۔

ابن عدی نے کامل میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں
عصیف کندی رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے ، وہ
فرماتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں مکہ مکرمہ آیا ، میں
مکہ کے کپڑے اور عطر خریدنا چاہتا تھا اس لیے عباس
کے پاس آیا کیونکہ وہ تجارت کیا کرتے تھے ابھی میں
ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور سورج خوب روشن تھا
اور آسمان پر بلند ہو چکا تھا کہ اچانک ایک نوجوان آئے
اور آسمان کی طرف دیکھا پھر قبلہ رُوی ہو کر کھڑے ہو گئے ،
تھوڑی دیر کے بعد ایک لڑکے آئے اور جوان کے دائیں طرف کھڑے ہو گئے

اخرج ابن عدی فی الكامل وابن عساکر فی
التاریخ عن عصیف الکندی رضی اللہ تعالیٰ
عنه ، قال ، جئت فی الجاہلیۃ الی مکة ،
وانا امرید ان ابتاع لاهلی من ثیابہا وعطرها ،
فاتیت العباس ، وكان مر جلا تا جرا ، فانی
عنده جالس انظر الی الکعبۃ ، وقد کلفت
الشمس وارتفعت فی السماء فذهبت
اذ قبل شاب فنظر الی السماء ثم قام
مستقبل الکعبۃ ، فلم البث الا سیوا حتی

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ ایک خاتون آئیں اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں، جوان نے رکوع کیا تو لڑکے اور خاتون نے بھی رکوع کیا، وہ جوان رکوع سے کھڑے ہوئے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے، جوان سجدے میں گئے تو وہ دونوں بھی سجدے میں چلے گئے۔ میں نے کہا: اے عباس! یہ تو کوئی بڑا معاملہ ہے۔ عباس نے کہا: ہاں، بڑا معاملہ ہے، جانتے ہو یہ جوان کون ہے؟ یہ میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ ہے۔ جانتے ہو یہ لڑکا کون ہے؟ یہ علی ہے میرا بھتیجا۔ جانتے ہو یہ خاتون کون ہے؟ یہ خدیجہ بنت خویلد ہے، جوان کی بیوی۔ میرے اس بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اس کے رب نے، جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، اس کو اس دین کا حکم دیا ہے اور ابھی ان تین کے علاوہ کسی نے اس دین سے اتفاق نہیں کیا ہے۔ اس میں ابن حنبل رحمہ اللہ نے ازدی نے کہا ہے کہ سعید، اسد بن عبد اللہ العسری سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے۔ ————— بخاری نے کہا:

جاء غلام فقام عن يمينه، ثم لم يلبث الا يسيرا حتى جاءت امرأة فقامت خلفهما، فركع الشاب فركع الغلام والمرأة، فرفع الشاب فرفع الغلام والمرأة، فوجد الشاب فوجد الغلام والمرأة، فقلت: يا عباس! امر عظيم، فقال: امر عظيم، تدري من هذا الشاب؟ هذا محمد بن عبد الله، ابن اخي، تدري من هذا الغلام؟ هذا علي ابن اخي، تدري من هذه المرأة؟ هذه خديجة بنت خويلد، نزوجته۔ ان ابن اخي هذا حدثني ان ربه، رب السموات والارض، امره بهذا الدين۔ ولم يسلم معه غير هؤلاء الثلاثة فيه سعيد بن خثيم الهلالي، قال الانزدي منكر الحديث عن اسد بن عبد الله العسري۔ قال البخاري:

اصل کتاب میں کاتب کا لکھا ہوا اسی طرح ہے، بعض تصحیح کرنے والوں نے لکھا ہے کہ شاید العنبري ہو **اقول** (میں کہتا ہوں) میرے نزدیک یہ لفظ العسري ہے العسري کوئی لفظ نہیں۔ اسباب میں ہم اس پر اصلاً مطلع نہ ہو سکے، یہ اسد بن عبد اللہ بن یزید بن ابیجی خالد العسري کے بھائی ہیں قاف پر زبر اور سین (باقی اگلے صفحہ پر)

عنه هكذا في الاصل بخط الناسخ وكتب عليه بعض المصححين لعله العنبري **اقول** الصحيح القسري والعسري ليس بثي عشرنا عليه قط في الانساب وهو اسد بن عبد الله بن يزيد بن البجلي اخو خالد القسري بفتح القاف وسكون المهملة في حديثه لين

لا یتابع علی حدیثہ ۔ اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا ۔ (ت)
 اور دعویٰ اختصاص امت پر آیہ کریمہ وطن داود انما فتنہ فاستغفر ربہ وخرس اکوا وانا بٹ (اور داؤد
 نے گمان کیا کہ ہم نے اسے آزمایا ہے تو اس نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی اور رکوع میں گر گیا اور انابت اختیار
 کی ۔ ت) کے ورود میں اگر تامل بھی ہو فان کثیرا منهم فسروا ههنا الركوع بالسجود وان قال الحسين
 بن الفضل ان معناه خر بعد ما كان ساكنا ای سجد (کیونکہ بہت سے علماء نے یہاں رکوع سے
 سجدہ مراد لیا ہے، اگرچہ حسین ابن فضل نے کہا ہے کہ ”گر گیا“ کا معنی یہ ہے کہ رکوع کے بعد گر گیا یعنی سجدے
 میں چلا گیا ۔ ت) تو آریکہ یمریم اقلت لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین (اے مریم! عاجزی
 اختیار کرو اپنے رب کے روبرو اور سجدہ کرو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو ۔ ت) ظاہرہ ورود
 ہے ۔ معالم میں ہے ،

انما قدم السجود علی الركوع لانه كذلك كان
 فی شریعتهم ، وقیل ، بل كان الركوع قبل
 السجود فی الشرائع كلها ، وليس الواو للترتيب
 کہا گیا ہے کہ یہاں سجدے کا ذکر رکوع سے پہلے اس لئے
 ہے کہ ان کی شریعت میں اسی طرح تھا اور بعض نے
 کہا ہے کہ رکوع تمام شریعتوں میں سجدے سے پہلے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

من الخامسة مات سنة مائة وعشرين روى
 عن ابيه وعن يحيى بن عفيف وروى عنه
 سعيد بن خيثم وسلم بن قتيبة وسليمان بن
 صالح سلمويه وكان امير اعلى خراسان
 جواد اعمد محقق البخاري يتابع في حديثه
 كذا في التقریب و تهذيب التهذيب ۱۲
 فقير محمد حامد رضا قادری غفر له
 کی حدیث میں متابعت کی گئی جیسا کہ التقریب و التهذیب میں ہے ۱۲ فقیر محمد حامد رضا قادری غفر له (ت)
 پر جزم ہے اس کی حدیث میں کمزوری ہے پانچویں
 طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ایک سو بیس ہجری میں
 ان کا وصال ہوا انہوں نے اپنے والد اور
 یحییٰ بن عقیف الکندی سے روایت کی ہے اور ان
 سے سعید بن خثیم و سلم بن قتیبہ اور سلیمان بن صالح
 سلمویہ نے روایت کی ہے یہ خراسان کے امیر تھے
 بڑے سخی اور لائق تعریف تھے ۔ بخاری کہتے ہیں کہ ان

لہ القرآن ۲۴/۳۸

لہ القرآن سورة آل عمران ۳ آیت ۴۳

مراد لینا، ممکن ہے۔ اور باقی امتوں میں سے اس امت کا رکوع کے ساتھ خاص ہونا، اس بات کے منافی نہیں ہے کہ انبیاء سے رکوع کا صدور بتوارہا ہے، خصوصاً ان انبیاء کے وصال کے بعد، خصوصاً نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت ظاہر ہونے اور باقی انبیاء کی شریعتیں یکسر منسوخ ہونے کے بعد۔ اور حدیث میں رکوع کا قیام اور سجود کے ساتھ مذکور ہونا واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔ لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ انبیاء کے لیے تین قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود۔ کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

پھر میں کہتا ہوں کہ (حضرت علی والی، حدیث اگر اس پر دال ہے کہ نبی اسرائیل کی نمازیں رکوع سے خالی تھیں تو ملت ابراہیم کی نمازوں کے رکوع سے خالی ہونے پر بطریق اولیٰ دال ہوگی کیونکہ ہماری ملت تو ملت ابراہیمی ہی ہے باوجودیکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اور عہد کیا ہم نے ابراہیم واسمعیل کی طرف کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں کے لیے، اعتکاف کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے پاک رکھو۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اور جب ٹھکانا بنا دیا ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ کی جگہ کو کہ نہ شریک ٹھہراؤ میرے ساتھ کسی کو اور میرے گھر کو پاک رکھو طواف کرنے والوں کے لیے،

تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم ونسخت شرائعہم عن آخرہا۔ وقرآنہ بقیام وسجود ادل دلیل علی ان المراد الركوع الشرعی۔ و کیف یحمل علی اللغوی وهو الخشوع، مع انه قسم بینہم القیام والركوع والسجود، افتری قائمہم وساجدہم غیر خاشعہ؟ اھ ما کتبت علیہ۔

مذکور ہونا واضح دلیل ہے کہ یہاں شرعی رکوع مراد ہے۔ لغوی رکوع یعنی خشوع مراد ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ انبیاء کے لیے تین قسم کی عبادات مذکور ہیں یعنی قیام، رکوع اور سجود۔ کیا تمہارے خیال میں جو انبیاء قائم یا ساجد تھے وہ خشوع کرنے والے نہیں تھے؟ میں نے جو کچھ حاشیہ میں لکھا تھا وہ ختم ہوا۔ (ت)

ثم اقول: الحديث ان دل على خلوص صلاة بني اسرائيل عن الركوع، كان ادل على خلوص صلاة الامة الابراهيمية عنه، فان ملتنا هذه هي الملة الابراهيمية، مع ان الله تعالى يقول وعهدنا الى ابراهيم واسماعيل ان طهرا بيتي للطائفين و العاكفين والركع السجود وقال تعالى واذ بوانا لابرهم مكان البيت ان لا تشرك بي شيئا وطهرا بيتي للطائفين والقائمين والركع السجود۔ وادعاء ان المراد بالركع الامة المحمدية خاصة واضح البعد۔ صلى الله تعالى على الحبيب وآله وامتہ و

قیام کرنے والوں کے لیے اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لیے۔ اور یہ دعویٰ کرنا کہ رکوع کرنے والوں سے مراد صرف امت محمدیہ ہے واضح طور پر بعید ہے صلی اللہ علی الجلیل و آلہ و امتہ و بارک وسلم۔ (ت)

بالجملہ مدار کا صحت حدیث مذکور طبرانی و بزار پر ہے اگر وہ صحیح ہے تو ثابت ہو گا کہ معراج شریف سے پہلے کی نمازیں بلکہ ایک نماز بعد کی بھی بے رکوع تھی ورنہ ظاہر احادیث یہی ہے کہ نماز سابق و لاحق باہم یکساں و متوافق ہیں۔

ہذا کلمہ ملاحظہ فرمائی، والعلم بالحق عند ربی،
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم، و علمہ جل مجدہ
اتم واحکم۔
مسئلہ از بنارس محلہ کتواپورہ۔ برسلہ مولوی حاجی محمد رضا علی صاحب
ماہ رمضان ۱۳۰۸ھ

سوال

خلاصہ فتوائے مولوی صاحب موصوف کہ بطلب تصدیق نزد فقیر فرستادند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک اشتہار جو چھپا گیا ہے اُس میں لکھا ہے کہ شیخ عبد اللہ نامی بماء ربیع الاول ۱۳۰۷ھ شب جمعہ روضہ مبارک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیٹھے تھے اُن کو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اوگوں میں باتیں کیں جب آئیکھ کھلی سب مضمون اشتہار کا غدر لکھا قبر شریف پر دھڑا تھا اور بہت باتیں اُس میں مکتوب ہیں درباب اس اشتہار کے کیا ارشاد ہے۔ بینوا ایہا العلماء رحمکم اللہ۔

الجواب وهو العلیم

کتا ہے فقیر محمد رضا علی البنارسی الحنفی اُس میں جو علامات قیامت لکھے ہیں بے شک علامات صغریٰ سب اس زمانہ میں موجود ہیں اور اسلام میں ضعف خصوصاً ہندوستان میں اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اور فقیہوں کو تو پر نصیب کرے مگر اشتہار میں جو لکھا ہے کہ شیخ عبد اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب یا اوگوں

میں فرمایا علماء کتب معتبرہ میں لکھتے ہیں اگر کوئی کہے ہم سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خواب میں ایسا فرمایا اگر قائل فاسق ہے تو بلا شک کاذب ہے اور متقی ہے تو دیکھیں گے کہ یہ حکم جو یہ شخص پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرتا ہے اگر برابر ہے قرآن و حدیث اور نصوص قطعیہ شرعیہ اور فقہ کے تو یہ قول بھی واجب الاذعان اور واجب الاتباع ہے اور اگر مخالف ہے ہرگز معتبر اور واجب الاتباع نہیں کیونکہ جو کلمہ پیغمبر خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بیداری میں صحابہ کرام سے فرمایا اور متواتر منقول ہے اُسی کا اعتبار کریں گے مخالف کو اضافات احلام شمار کریں گے ورنہ تعارض آپ کے کلام میں لازم آئے گا۔

کذا ذکرہ الملا علی قاری فی المقدمة السالمة
فی خوف الخاتمة وفي الحرز الثمین والعارف
بن ابی جمرۃ الاندلسی المالکی فی بهجة النفوس
شرح مختصر صحیح البخاری والشہاب احمد
الحفاجی الحنفی فی نسیم الریاض وغیرہم
فی کتبہم۔

اسی طرح ذکر کیا ہے ملا علی قاری نے "المقدمة السالمة فی خوف
الخاتمة" اور "الحرز الثمین" میں۔ اور عارف ابن ابی جمرہ اندلسی نے
"بهجة النفوس" میں جو کہ مختصر صحیح بخاری کی شرح ہے اور
شہاب احمد حفاجی حنفی نے "نسیم الریاض"
میں، اور دیگر علماء نے اپنی اپنی کتابوں
میں۔ (ت)

اور بھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے الیوم اکملت لکم دینکم (آج میں نے تمہارے لیے تمہاری مکمل کر دیا) کلام الہی
اور کلام رسالت پناہی بعد اکمال کے اب فسوخ نہیں ہو سکتا الغرض کذب اس اشتہار کا کئی طور سے معلوم ہوتا ہے
واللہ العلیم الخیر (اور اللہ علم اور خبر والا ہے) اُس میں لکھا ہے تارک الصلاة پر نماز جنازہ نہ پڑھیں،
غسل نہ دیں، قبرستان اہل اسلام میں نہ دفن کریں، اُس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں، عیادت نہ کریں۔ یہ سب
مسائل خلاف قرآن اور حدیث اور فقہ کے ہیں خلاف اہل سنت کے ہیں، خوارج سے ملے ہوئے ہیں، ہمارے
مذہب اہل سنت میں ترک نماز گناہ کبیرہ ہے اور ترک فرض اور ارتکاب کبیرہ سے آدمی کافر نہیں ہو سکتا، ہاں
کبیرہ کو کبیرہ نہ جانے تو بلا شک کافر ہے منکر نصوص قطعیہ کا بلا شک کافر ہے، اور کلمہ گو کو غسل نہ دینا، نماز جنازہ نہ پڑھنا،
مقابر اہل اسلام میں دفن نہ کرنا نہایت مذموم اور بڑے فساد اور بڑی ایمانت کی بات ہے۔ اور تارک الصلاة
کے کفر و اسلام کا بحث درمیان ائمہ اربعہ کے معلوم ہے ہمارے امام اعظم تارک الصلاة کو کافر نہیں کہتے فاسق
کہتے ہیں اور اس کو ادلہ شرعیہ سے ثابت کرتے ہیں اور مراد کفر سے تعذیب مثل کفار کے ہے۔

کذا فی شرح الفقہ الاکبر لملا علی قاری ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر میں،

و میزان الشعرانی و رحمة الامة في اختلاف
 الاممة و شرح الشيخ عبد الحق للمشكوة وغيرها
 امام شعرانی کی میزان میں، رحمة الامة فی اختلاف الامم میں،
 شیخ عبد الحق کی شرح مشکوة میں اور دوسری معتبر
 کتابوں میں اسی طرح مذکور ہے۔ (ت)

اور نماز جنازہ تارک الصلاة پر چاہیے۔ قال اللہ تعالیٰ، ولا تصل علی احد منہم مات ابدا (اور نہ نماز پڑھئے
 ان میں سے کسی ایک پر جو مر جائے، کبھی بھی۔) اس آیت میں منع صلاة اور کافر کے ہے نہ مومن کے اور تارک الصلاة
 کو قبرستان مسلمانوں میں دفن کرنا چاہئے کذا فی شرح المشکوة لعبد الحق الدہلوی و تکمیل الایمان
 (عبد الحق دہلوی کی شرح مشکوة میں اور تکمیل الایمان میں اسی طرح ہے) اور تارک الصلاة نجس نہیں اُس کے ساتھ بیٹھ کر
 دوسرے برتن میں کھانے میں کیا قباحت ہے، اور عیادت تارک الصلاة کی کیسے ممنوع ہوگی جبکہ ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے عیادت یہود کی کی ہے خصوصاً واسطے تالیف قلوب کے بلا شک جائز ہے کذا فی الحدیث
 و تحقیق هذه المسئلة في المشکوة و الصحاح الستة و شروحا (حدیث میں اسی طرح ہے، اور اس
 مسئلہ کی تحقیق صحاح ستہ اور ان کی شروحات میں ہے) بالجملہ نزدیک فقیر کے کل وصیت نامہ پر لوگ عمل
 کریں اور اللہ سے ڈریں مگر جو مسائل مخالفت فقہ اور فصوص قطعیہ کے ہیں اُس پر سرگز عمل نہ کریں ورنہ ثواب کے عوض
 میں عذاب ہاتھ آوے گا،

مر بنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت
 خیر الفاتحین اهدنا الصراط المستقیم الی
 اٰخر السورة - ۲۰ شعبان ۱۳۰۸ھ
 اے ہمارے رب! ہمارے درمیان اور ہماری قوم کے
 درمیان حق کا فیصلہ فرما دے۔ قر بہترین فیصلہ
 فرمانے والا ہے، ہدایت دے ہمیں سید راستے کی آخر سورہ

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال الفقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا المحمدی
 السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلیوی
 عفر اللہ تعالیٰ لہ و لاسلافہ و بارک فیہ
 کہتا ہے فقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی، سنی، حنفی،
 قادری، بریلوی، اللہ تعالیٰ اس کو اور
 اس کے اسلاف کو بخشے اور اس کو اور اس کے

سہ القرآن سورہ التوبہ ۹ آیت ۸۴

سہ مشکوة المصابیح باب بیادة المریض الفصل الاول مطبوعہ معیتانی دہلی ص ۱۳۴

وفی اخلاقہ - امین !

اخلاق کو برکت عطا فرمائے۔ آمین !

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونا اگرچہ بلاشبہ حق ہوتا ہے یہ خواب کبھی اضغاث احلام سے نہیں ہوتی۔ حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں :
من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتحمل بی۔
جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے مجھے کو دیکھا کہ شیطان میری مثال بن کر نہیں آسکتا۔ (م)

سرواہ احمد والبخاری والترمذی
عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اس کو احمد، بخاری اور ترمذی نے انس
ابن مالک سے روایت کیا ہے۔ (د)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم :
من رآنی فقد رآی الحق فان الشیطان لا یتربأ بئ۔

جس نے مجھے دیکھا اُس نے حق دیکھا کہ شیطان میری
وضع نہ بنائے گا۔ (م)

سرواہ احمد والشیخان عن ابی قتادة
رضی اللہ تعالیٰ عنہ والاحادیث فی ہیناء
المعنی متواترة۔

اس کو احمد اور بخاری و مسلم نے ابوقتادہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے، اور اس
مفہوم کی احادیث متواتر ہیں۔ (د)

مگر از انجا کہ حالت خواب میں ہوش و حواس عالم بیداری کی طرح قبط و تیقظ پر نہیں ہوتے، لہذا خواب میں جو ارشاد سُننے مثل سماع بیداری مورت یقین نہیں ہوتا اس کا ضابطہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو ارشادات بیداری میں ثابت ہو چکے اُن پر عرض کریں اگر اُن سے مخالفت نہیں فہما سوا و وجد مطابقتہ الصریح اولاً (خواہ صراحتہ مطابقت ہو یا نہ۔ ت) ایسی حالت میں اس کا ارشاد ماننا چاہئے اور مخالفت ہے تو یقین کریں گے کہ صاحب خواب کے سُننے میں فرق ہوا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حق فرمایا اور بوجہ تکرر جو اس کے اثر خواب ہے اُس کے سُننے میں غلط آیا جیسے ایک شخص نے خواب دیکھا کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے میکشی کا حکم دیتے ہیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضور نے میکشی سے نہی فرمائی تیرے سُننے میں الٹی آئی، اس امر میں فاسق و متقی برابر ہیں، نہ متقی کا سماع واجب الصحتہ

نفاست کا بیان یقینی الکذب بلکہ ضابطہ مطلقاً یہی ہے جو مذکور ہوا پھر کافہ اہلسنت وجماعت کا اجماع قطعی ہے کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں۔

قال الله عز وجل وان طائفتان من المؤمنين اقاتلوا۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اور اگر مومنوں کی دو جماعتیں لڑ پڑیں۔" (ت)

وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وان سرقى وان سرق على سرغم الف ابى ذر۔
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "اگرچہ زنا کرے، اگرچہ چوری کرے، خواہ ابوذر کی ناک خاک آلود ہو جائے۔" (ت)

وقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم شفاعتى لا اهل الكباثر من امتى۔
اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا "میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کیلئے ہے جو کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوں۔" (ت)

بلکہ مذہب معتمد و محقق میں استعمال بھی علی الاطلاق کفر نہیں جب تک زنا یا شرب خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریات دین سے نہ ہو غرض ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عند التحقيق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا مگر انکار اس کا جس کی تصدیق نے اسے دائرۃ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ نہیں مگر ضروریات دین کے محقق علماء نے تحقیق کی ہے۔ (ت) ولہذا خلافت خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں حالانکہ اس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت وقد فصل القول في ذلك سيدنا العلامة الوالد رضي الله تعالى عنه في بعض فتاويه (اس موضوع پر سیدنا علامہ والد ماجد رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض فتاویٰ میں مفصل گفتگو کی ہے۔ ت) بالجملہ اس قدر پر تو اجماع اہل سنت ہے کہ ارتکاب کبیرہ کفر نہیں بایں ہمہ تارک الصلاۃ کافر و اسلام سے ہمارے ائمہ کرام میں مختلف فیہ اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) اگرچہ کفر تکذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بعض ما جاء به من عند ربہ جل وعلا کا نام ہے اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح

بہ القرآن سورة الحجرات ۴۹ آیت ۹

۱۴ مشکوۃ المصابیح کتاب الایمان الفصل الاول مطبوعہ معیتانی دہلی ص ۱۴

۲۱۳/۳ مسند احمد بن حنبل از مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار الفکر بیروت

اقوال مکفرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور اُن کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا ہے یوں ہی بعض افعال بھی اُس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔

کالقاء المصحف فی القاذورات والسجود
للصنم وقتل النبی والزنا بحضوره وکشف
العورة عند الاذان وقراءة القرآن علی جهة
الاستخفاف وکل ما دل علی الاستهزاء بالشرع
او الاثر در آیہ۔
جیسا کہ قرآن کریم کو گندگی میں پھینکنا، بُت کے لیے سجدہ
کرنا، نبی کو قتل کرنا، اس کے روبرو زنا کرنا، اذان
سُن کر شرمرگاہ کو تنگ کرنا، قرآن کو تحقیر کے انداز میں
پڑھنا، اس کے علاوہ ہر وہ عمل جو شریعت کے ساتھ
استہزاء و اہانت پر دلالت کرے۔ (ت)

یہ حکم اُس اجماع کا منافی نہیں ہو سکتا کہ نفس فعل من حیث ہو مبنائے تکفیر نہیں بلکہ من حیث کونہ علیہا
علی الجحود الباطنی والتکذیب القلبی، والعیاذ باللہ تعالیٰ منه (اس لحاظ سے کہ یہ باطنی انکار اور
قلبی تکذیب کی علامت ہے والعیاذ باللہ۔ ت) صد اول میں ترک نماز بجئے گفت بھی کہ حقیقتہً فعل من الافعال ہے
اسی قبیل سے گنا جاتا۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں،

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
لا یرون شیئاً من الاعمال ترکہ کفراً غیر
الصلاة۔
اصحابِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کے
سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہ جانتے۔

(م)

سواء الترمذی والمحاکم وقال صحیح
علی شرطہما وروی الترمذی عن عبد اللہ
بن شقیق العسلی مثله۔
اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور محاکم نے بھی،
اور کہا ہے کہ یہ بخاری و مسلم کی شروط کے مطابق ہے،
اور ترمذی نے عبد اللہ ابن شقیق عسلی سے بھی ایسی ہی

روایت کی ہے۔ (ت)

ولهذا بہت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تارک الصلاة کو کافر کہتے سیدنا امیر المؤمنین علی مرتضیٰ
مشکل کشاکش کر کے اللہ تعالیٰ و جہد الکیم فرماتے ہیں،

من لم یصل فهو کافر (جو نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔ م) رواہ ابن ابی شیبہ والبخاری فی
التاریخ۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، من ترک الصلاة فقد کفر (جس نے نماز چھوڑی

وہ بیشک کافر ہو گیا۔ م) رواہ محمد بن نصر المروزی و ابو عمر بن عبد البر۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، من ترك الصلاة فلا دين له (جس نے نماز ترک کی وہ بے دین ہے۔ م) رواہ المروزی۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، من لم يصل فهو كافر (بے نماز کافر ہے۔ م) رواہ ابو عمر۔

ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، لا ايمان لمن لا صلاة له (بے نماز کے لیے ایمان نہیں۔ م) رواہ ابن عبد البر۔

ایضاً امام اسحاق فرماتے ہیں،

صحیح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان
تارك الصلاة كافر وكذا كان رأى اهل
العلم من لدن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ان تارك الصلاة عمدا من غیر عذر
حتى يذهب وقتها كافر۔
سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بصحت ثابت ہوا
کہ حضور نے تارک الصلاة کو کافر فرمایا اور زمانہ اقدس
سے علما کی یہی رائے ہے کہ جو شخص قصداً بے عذر نماز
ترک کرے یہاں تک کہ وقت نکل جائے وہ کافر ہے۔

اسی طرح امام ابویوب سختیانی سے مروی ہوا کہ ترك الصلاة كفر لا يختلف فيه (ترک نماز بے خلاف
کفر ہے۔ م) ابن حزم کہتا ہے:

قد جاء عن عمرو وعبد الرحمن بن عوف ومعاذ
بن جبيل وابي هريرة وغيرهم من الصحابة
رضي الله تعالى عنهم ان من ترك صلاة فرض
امير المؤمنين عمر فاروق اعظم و حضرت عبد الرحمن بن عوف
احد العشرة المبشرة و حضرت معاذ بن جبل امام العلماء
و حضرت ابو هريرة حافظ الصحابة وغيرهم اصحاب سيد المرسلين

لہ الترغيب والترهيب	من ترك الصلاة لع	مطبوعہ مصطفى البابي مصر	۳۸۵ / ۱
۱	"	"	"
۲	"	"	"
۳	"	"	۳۸۶ / ۱
۴	"	"	"
۵	"	"	"

واحد متعمداً حتی یخرج وقتها فهو کافر مرتد، ولا یعلم لهؤلاء مخالف^۱۔
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین سے وارد ہوا کہ جو شخص ایک نماز فرض قصداً چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے وہ کافر مرتد ہے۔ ابن حزم کہتا ہے اس حکم میں ان صحابہ کا خلاف کسی صحابی سے معلوم نہیں۔ م، اتنی اور یہی مذہب حکم بن عتیبہ والوداؤد طلیاسی والوبرک بن ابی شعیبہ وزہیر بن حرب اور ائمہ اربعہ سے حضرت سیف السنہ امام احمد بن حنبل اور ہمارے ائمہ حنفیہ سے امام عبداللہ بن مبارک تلمیذ حضرت امام اعظم اور ہمارے امام کے استاذ الاساذ امام ابراہیم نخعی وغیرہم ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے۔
 ذکر کل ذلك الامام الحافظ نرکی الدین عبدالعظیم بیسب امام حافض زکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ المنذری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
 اور اسی کو جہور ائمہ حنفیہ نے مختار و مرجع رکھا، امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں،

عند احمد في الرواية المكفرة انه يقتل كفراً،
 وهي المختارة عند جمهور اصحابه، على ما ذكره ابن هبيرة۔
 امام احمد اپنی تکفیر والی روایت کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ اس کو کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔
 یہی روایت ان کے اکثر اصحاب کے نزدیک مختار ہے

جیسا کہ ابن ہبیرہ نے بیان کیا ہے۔ (ت)
 اور بیشک بہت نوابہر نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتیمۃ اس مذہب کی مؤید،

كما فصل جملة منها خاتمة المحققين سيدنا
 الوالد قدس سره الماجد في الكتاب المستطاب
 الكلام الاوضح في تفسيره نشره، وفي
 سرور القلوب في ذكر المحبوب، وفي جواهر
 البيان في اسرار الاسرار وغيرها من
 تصانيفه النقية العلية الرفيعة الشات
 اعلی اللہ تعالیٰ درجاتہ فی غرفات الجنان،
 آمین!
 جیسا کہ ان میں سے کچھ کو تفصیل سے بیان کیا ہے،
 خاتم المحققین سیدنا والد ماجد نے اپنی عمدہ کتاب
 الکلام الاوضح فی تفسیرہ نشرہ میں، اور اسرار
 القلوب فی ذکر المحبوب میں، اور جواہر البیان
 فی اسرار الاسرار میں اور اپنی دیگر ستھری، بلند مرتبہ و
 عالی شان کتابوں میں۔ اللہ تعالیٰ جنت کے
 پالاخانوں میں ان کے درجے بلند فرمائے،
 آمین!

بالجملہ اس قول کو مذاہب اہلسنت سے کسی طرح خارج نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ ایک جم غفیر قدائے اہلسنت صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے اور بلاشبہ وہ اُس وقت و حالت کے لحاظ سے ایک بڑا قوی مذہب تھا صدر اول کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے قلب میں سُستی و کسل نے جگہ پائی، نماز میں کامل چستی و مستعدی کہ صدر اول میں مطلقاً ہر مسلمان کا شمار دائم تھی اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی وہ امارت مطلقہ و علامت فارقہ ہونے کی حالت نہ رہی لہذا جمہور ائمہ نے اُسی اصل اجماعی مؤید بدلائل قاہرہ آیات متکاثرہ و احادیث متواترہ پر عمل واجب جانا کہ مرتکب کبیرہ کافر نہیں یہی مذہب ہمارے ائمہ حنفیہ و ائمہ شافعیہ و ائمہ مالکیہ اور ایک جماعت ائمہ حنبلیہ و غیر جمہور ائمہ علمائے دین و ائمہ معتمدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا ہے کہ اگرچہ تارک نماز کو سخت فاجر جانتے ہیں مگر دائرۃ اسلام سے خارج نہیں کہتے اور یہی ایک روایت حضرت امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ہے اس کی رو سے یہ مذہب مہذب حضرات ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ ہے، علیہ میں فرمایا :

جمہور جن میں ہمارے علماء بھی شامل ہیں اور مالک و شافعی اور ایک روایت کے مطابق احمد بھی، کی رائے یہ ہے کہ اس کو کافر نہیں کہا جائیگا۔ پھر ان میں اختلاف ہے کہ نماز چھوڑنے کی وجہ سے اس کو قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ تو تین اماموں نے کہا ہے کہ ہاں (قتل کیا جائے گا) پھر یہ قتل بطور حد ہوگا یا کفر کی وجہ سے؟ تو مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ بطور حد ہوگا۔ شافعی بھی اسی کے قائل ہیں اور احمد بھی، اپنی اس روایت کے مطابق جو جمہور کے موافق ہے، یعنی عدم کفر والی روایت۔ (ت)

ذهب الجمهور، منهم اصحابنا ومالك و الشافعي واحمد في رواية، الى انه لا يكفر - ثم اختلفوا في انه هل يقتل بهذا الترك؟ فقال الاثمة الثلاثة، نعم، ثم هل يكون حداً او كفراً؟ فالمشهور من مذهب مالك وبه قال الشافعي، انه حد - وكذا عند احمد في هذه الرواية الموافقة للجمهور في عدم الكفر۔

اور اس طرف بحمد اللہ نصوص شرعیہ سے وہ دلائل ہیں جن میں اصلاً تاویل کو گنجائش نہیں بخلاف دلائل مذہب اول کہ اپنے نظائر کثیرہ کی طرح استعمال و استخفاف و تجدد و کفران و فعل مثل فعل کفار و غیر یا تاویلات کو اچھی طرح جگہ دے رہے ہیں یعنی فرضیت نماز کا انکار کہہ رہے یا اُسے ہلکا اور بے قدر جانے یا اُس کا ترک

علا لکھے تو کافر ہے یا یہ کہ ترک نماز سخت کفرانِ نعمت و ناسکری ہے۔

کما قال سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا "تا کہ مجھ
لیبلونی استکرام الکفر۔ آزمائے کہ میں شکر گزار بننا ہوں یا ناسکرا"

یا یہ کہ اُس نے کافروں کا سا کام کیا،

الی غیر ذلک صاعرف فی موضعه - و من الجادة المعروفة سرد المحتل الی المحکم، اس کے علاوہ اور بھی توجہات ہیں جن کی تفصیل ان کے
لا عکسہ، کما لا یخفی، فیجب القول محکم کی طرف لوٹایا جائے، نہ کہ اس کا الٹ، جیسا کہ
بالاسلام۔ ظاہر ہے، اس لیے اسلام کا ہی قول کرنا پڑیگا۔

ادھر کے بعض دلائل علیہ وغیرہ میں ذکر فرمائے از انجلہ حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

خمس صلوات کتبھن اللہ علی العباد (پانچ نمازیں خدا نے بندوں پر فرض کیں)، الی قوله صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم من لہیات بہن فلیس لہ عند اللہ عہد انشاء عذیہ و انشاء ادخلہ
الجنة (جو انھیں نہ پڑھے اس کے لیے خدا کے پاس کوئی عہد نہیں اگر چاہے تو اسے عذاب فرمائے اور چاہے
تو جنت میں داخل کرے) مرواہ اکامام مالک و ابوداؤد و النسائی و ابن حبان فی صحیحہ (اسے
امام مالک، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ ت) یہ حدیث اُس کے اسلام پر
نص قاطع ہے کہ اگر معاذ اللہ کافر ہوتا تو اس کے کہنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ دوسری حدیث میں ہے حضور اکرم سرور عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدواہین ثلثة، فدیوان لا یغفر اللہ منہ شیأ، و دیوان لا یعفو اللہ بہ شیأ، و دیوان لا یتروک اللہ منہ شیأ، فاما الدیوان
الذی لا یغفر اللہ منہ شیأ فلا شراک باللہ، و اما الدیوان الذی لا یعفو اللہ بہ
دفتر تین ہیں، ایک دفتر میں سے اللہ تعالیٰ کچھ نہ بخشنے کا
اور ایک دفتر کی اللہ عزوجل کو کچھ پرواہ نہیں اور
ایک دفتر میں سے اللہ تبارک و تعالیٰ کچھ نہ چھوڑے گا۔
وہ دفتر جس میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشنے کا دفتر کفر
ہے اور وہ جس کی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو کچھ پرواہ نہیں

سہ القرآن سورہ النمل ۲۷ آیت ۴

سنن النسائی باب المحافظة علی الصلوات الخمس نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ۸۰/۱

شیئاً فظلم العبد نفسه فيما بينه وبين ربّه ،
 من صوم يوم تركه أو صلاة تركها ، فإن
 الله تعالى يغفر ذلك إن شاء متجاوز ،
 وأما الديوان الذي لا يترك الله منه شيئاً
 فمظالم العباد ، بينهم القصاص لا محالة .

وہ بندے کا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے اپنے اور اپنے رب
 کے معاملہ میں مثلاً کسی دن کا روزہ ترک کیا یا کوئی نماز
 چھوڑ دی کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو اسے معاف کر دے گا
 اور درگزر فرمائے گا ، اور وہ دفتر جس میں سے کچھ
 نہ چھوڑے گا وہ حقوق العباد ہیں اس کا حکم یہ ہے
 ضرور بدلہ ہونا ہے ۔ (دم)

رواہ الامام احمد والحاکم عن
 أم المؤمنين الصديقة رضي الله تعالى عنها .

اسے امام احمد اور حاکم نے ام المؤمنین حضرت
 عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ ،
 بالجملہ وہ فاسق ہے اور سخت فاسق مگر کافر نہیں وہ شرعاً سخت سزاؤں کا مستحق ہے ائمہ ثلاثہ مالک و
 شافعی و احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں اسے قتل کیا جائے ۔ ہمارے ائمہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک
 فاسق فاجر مرتکب کبیرہ ہے اسے دائم الحبس کریں یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مر جائے امام محبوبی وغیرہ مشائخ حنفیہ
 فرماتے ہیں کہ اتنا ماریں کہ خون بہا دیں پھر قید کریں یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں لہذا اس کے ساتھ کھانا پینا میل جول
 سلام کلام وغیرہ معاملات ہی ترک کریں کہ پونہی زجر ہو اسی طرح بنظر زجر ترک عبادت میں مضائقہ نہیں یہودی کی عبادت
 فرمانی بنظر تالیف و ہدایت تھی یہاں اس کی عبادت نہ کرنی بنظر زجر ہے ، دونوں مقاصد شرعیہ ہیں ۔ رہی نماز جنازہ
 وہ اگرچہ ہر مسلمان غیر ساعی فی الارض بالفساد کے لیے فرض ہے ۔

وهذا منه ، كقاتل نفسه ، بل أولى فأن
 قتل نفسه أشد من قتل مؤمن غيره ، و
 قتل المؤمن أكبر عند الله من ترك الصلاة .
 وقد قال في الدر : من قتل نفسه ، ولو عمداً ،
 يغسل ويصل عليه ، به يفتي ، وأن
 كان أعظم وشرراً من قاتل غيره ، قال في

اور یہ انہی میں سے ہے جس طرح خودکشی کرنے والا ۔
 بلکہ بطریقِ اولیٰ ، کیونکہ خودکشی کرنا دوسرے مومن کو
 قتل کرنے سے زیادہ شدید جرم ہے اور مومن کو قتل
 کرنا نماز چھوڑنے سے بڑا گناہ ہے ۔ اور در مختار
 میں کہا ہے کہ جو اپنے آپ کو قتل کر دے ، خواہ جان بوجھ کر
 ہی ، اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی

سرد المحتار: بہ یفتی، لکنہ فاسق غیر سابع
فی الامراض بالفساد، وان کان باغیا علی نفسه،
کسائر فاسق المسلمین - زریلعی۔
اسی پر فتویٰ ہے، اگرچہ اس کا گناہ دوسرے کو قتل
کرنے والے سے بڑا ہے۔ شامی میں ہے کہ اسی پر
فتویٰ ہے کیونکہ یہ فاسق تو ہے مگر زمین میں فساد

پھیلانے والا نہیں، اگرچہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے۔ جس طرح باقی فاسق مسلمان - زریلعی - (ت)
مگر فرض عین نہیں فرض کفایہ ہے پس اگر علما و فضلا باقتدائے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المدیون وفی
قاتل نفسه بغرض زجر و تنبیہ نماز جنازہ بے نماز سے خود جدا رہیں کوئی عرج نہیں، ہاں یہ نہیں ہو سکتا کہ اصلاً
کوئی نہ پڑھے یوں سب آثم و گنہگار رہیں گے، مسلمان اگرچہ فاسق ہو اُس کے جنازہ کی نماز فرض ہے الا من
استثنیٰ ولیس هذا منهم (مگر جو مستثنیٰ ہیں، اور یہ ان میں سے نہیں ہے۔ ت) نماز پڑھنا اس پر
فرض تھا اور جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے اگر اس نے اپنا فرض ترک کیا ہم اپنا فرض کیونکہ چھوڑ سکتے ہیں، درمختار
میں ہے،

ہی فرض علی کل مسلم مات، خلا اربعة،
بغاة، وقطاع طریق اذا قتلوا فی الحرب،
ومکابر فی مصر لیلیلا، وخناق خنق غیر مرقہ۔
نماز جنازہ ہر مسلمان کی فرض ہے، جبکہ وہ مر جائے۔
سوائے چار آدمیوں کے، باغی، ڈاکو جبکہ لڑائی میں
مارے جائیں، رات کو شہر میں غنڈہ گرد می کر نیوالا
اور گلا گھونٹنے والا جس نے کئی مرتبہ یہ کارروائی کی ہو۔

اسی طرح غسل دینا، مقابر مسلمین میں دفن کرنا امانت اللہ تعالیٰ علی الاسلام الصادق، اندہ سرؤف رحیم،
امین - وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا محمد وآله وصحبه اجمعين - امين -
والله تعالى اعلم۔

۲۸ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ بحیرہ مقدسہ۔

جناب مولوی صاحب دام اقبالکم - بعد سلام علیک کے ملتفت ہوں کہ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس نے نماز کو
چھوڑا اُس میں اور مشرک میں کچھ فرق نہیں، تو عرض یہ ہے کہ اگر یہ بات سچ ہے تو اکثر لوگ بے نماز ہیں کیا وہ
سب لوگ شرک میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ جو کچھ آیت و حدیث کا اس بارہ میں حکم ہو تحریر فرمائیے تاکہ
معلوم ہو۔ بینوا تو جبروا۔

الجواب

بلاشبہ حدیث میں آیا ہے کہ ہم میں اور مشرکوں میں فرق نماز کا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جو نماز کا تارک ہے وہ مشرکوں کے فعل میں ان کا شریک ہے پھر اگر دل سے بھی نماز کو فرض نہ جانے یا ہلکا سمجھے جب تو سچا مشرک پورا کا فر ہے ورنہ اس کا یہ کام کافروں مشرکوں کا سا ہے اگرچہ وہ حقیقتہً کافر مشرک نہ ٹھہرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۵۳) سلمہ از جو ناگزہ سرکل مدارالمہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ
ایک واعظ برسر مجلس بیان کرتا ہے کہ جس شخص نے ایک وقت کی نماز قصد ترک کی اس نے ستر مرتبہ بیت اللہ میں اپنی ماں سے زنا کیا، مستفتی خوب جانتا ہے کہ بے نمازی سے بڑا اللہ کے نزدیک کوئی نہیں اور شرع شریف میں اس کیلئے وعید بھی سخت آئی ہے مگر دریافت طلب یہ امر ہے کہ الفاظ مذکورہ کتاب وسنت و اختلاف ائمہ سے ثابت ہیں یا نہیں، بر تقدیر ثبوت نہ ہونے کے قائل کی نسبت شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

معاذ اللہ کسی وقت کی نماز قصد ترک کرنا سخت کبیرہ شدیدہ و جرمہ عظیمہ ہے جس پر سخت ہونا ک جہانگزا و عیدیں قرآن عظیم و احادیث صحیحہ میں وارد، مگر بد مذہب اگرچہ کیسا ہی نمازی ہو اللہ عزوجل کے نزدیک سنی بے نماز سے بدرجہا بُرا ہے کہ فتنی عقیدہ فتنی عمل سے سخت تر ہے اور صرف گناہان جوارح میں کلام کیجئے تو مسلمان کو عمد آنا حق قتل کرنا ترک نماز سے سخت تر ہے اس پر اگر احادیث میں حکم کفر ہے اس پر خود قرآن عظیم میں حکم خلود فی النار ہے، والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واعظ نے جو مضمون بیان کیا اس کے قریب قریب دربارہ سُود خوار احادیث مرفوعہ حضرت ابو ہریرہ و حضرت اسود زہری خال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت برادر بن عازب و حضرت عبداللہ بن سلام و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن عباس و آثار موقوفہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ابن ماجہ وابن ابی الدنیاء وابن جریر و بیہقی وابن مندہ والبیہق و طبرانی و حاکم و ابن عساکر و بغوی و عبد الرزاق کے یہاں مروی و قد ذکرنا ہا بتخارجہا فی کتاب البیوع من خا و لنا (اس کو ہم نے تمام تحریجوں کے ساتھ اپنے فتاویٰ کی کتاب البیوع میں بیان کیا ہے۔ ت) مگر ان میں سے کسی میں بیت اللہ کا ذکر نہیں البتہ ایک حدیث صحیحہ میں عظیم کعبہ کا ذکر ہے کہ ظناً زمین کعبہ ہے نہ یقیناً، اُس میں ماں کا لفظ نہیں۔ امام احمد و طبرانی عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

بسنید صحیح راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

درہم یا بایا کلمہ الرجل، وهو یعلم، اشد عند اللہ من ستۃ وثلثین نیتۃ فی الخطیئۃ۔
ایک درہم سود کا کہ آدمی دانستہ کھالے اللہ تعالیٰ کے
نزدیک جہنم کعبہ میں پھتیس بار زنا کرنے سے سخت تر ہے۔

اور بار بار ترک نماز اگرچہ اس سے سخت تر مذمت ارشاد ہوئی یہاں تک کہ احادیث مرفوعہ حضرت جابر
بن عبد اللہ و حضرت بریدہ اسلمی و حضرت عبادہ بن صامت و حضرت ثوبان و حضرت ابو ہریرہ و حضرت عبد اللہ
بن عمر و حضرت انس بن مالک و حضرت عبد اللہ بن عباس و آثار موقوفہ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ و حضرت
عبد اللہ بن عباس و حضرت عبد اللہ بن مسعود و حضرت جابر بن عبد اللہ و حضرت ابو درداء و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ
عنہم میں احمد و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان و حاکم و طبرانی و محمد بن نصر مروزی و ہر وی و
بزار و ابویعلیٰ و ابویکرم ابی شیبہ و تاریخ بخاری و ابن عبد البر و غیر ہم کے یہاں ترک نماز پر صراحت حکم کفر و بے دینی
مرویٰ کما فصلہ الامام المنذری فی التوغییب (جیسا کہ امام منذری نے ترغیب میں پوری تفصیل بیان
کی ہے۔ ت) مگر اس بارہ میں وہ الفاظ کہ واعظ نے ذکر کیے اصلاً نظر سے نہ گزرے، واعظ سے سند مانگی جائے اگر
سند معتبر پیش نہ کر سکے تو بے ثبوت ایسے اذواجہل قاضی ہیں اور گناہ واضح و العیاذ باللہ سب العلمین واللہ سبحنہ
وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۵۴) از غازی پور محلہ میاں پورہ مسئلہ منشی علی بخش صاحب محرم دفتر ججی غازی پور

۱۰ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک وقت کی نماز قضا کرنے سے بھی آدمی
فاسق کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

ہاں جو ایک وقت کی نماز بھی قصداً بلا عذر شرعی دیدہ و دانستہ قضا کرے فاسق و مرتکب کبیرہ و
مستی جہنم ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۵۵) از پبلی بحیث مدرستہ الحدیث ۸ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

بکرنے ایک عالم کے فرمانے سے مسلمانوں کے روبرو یہ تجویز پیش کی کہ جو شخص نماز نہ پڑھے اُس کو حقہ پانی
نہ دیا جائے اور جتنے وقت کی نماز نہ پڑھے ایک پیسہ جرمانہ ہونا چاہیے۔ زید نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس طور کی

نماز پڑھوانی زینہ دوزخ کا ہے اس بارہ میں حکم شریعت کیا ہے بیوا تو جہر و ا۔
الجواب

7
7

حقہ پانی نہ دینے کی تجویز ٹھیک ہے اور مالی جرمانہ جائز نہیں۔ لاندہ شیء کان ونسخہ کما بینہ الاہام
ابو جعفر الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ (کیونکہ یہ چیز پہلے تھی لیکن بعد میں منسوخ ہو گئی تھی جیسا کہ امام ابو جعفر
الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔ ت) مگر زید کا وہ کلمہ بہت بُرا اور سخت بیجا ہے فَاِنَّ الْمَصَادِرَ
الْمَالِيَةَ تَجُوزُ عِنْدَ الْاَهَامِ الشَّافِعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (کیونکہ مالی جرمانہ امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ
عنه کے نزدیک جائز ہے۔ ت) نماز پڑھوانا زینہ دوزخ نہیں بلکہ نہ پڑھنا۔ زید تو بہ کرے واللہ تعالیٰ اعلم۔
(۲۵۶) مسئلہ از علی گڑھ کالج کرہ نمبر ۶ مسلسلہ محمد عبد المجید خاں یوسف زئی سرسید کورٹ ۲۹ صفر ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در میان اس مسئلہ کے کہ ایک مسلمانوں کے مدرسہ
میں جہاں انگریزی تعلیم ہوتی ہے بچگانہ نماز کی سخت تاکید ہے مسجد میں بعد ہر نماز کے ہر طالب علم کی حاضری ایک
رجسٹر میں درج ہوتی ہے اور جو غیر حاضر پائے جاتے ہیں اُن پر جرمانہ ہوتا ہے اس تشریح کے ساتھ کہ فجر، ظہر، عصر
اور عشا کی غیر حاضری میں فی نماز دو پیسے فی کس جرمانہ اور مغرب کی غیر حاضری میں فی کس ۲ جرمانہ ہوگا، آیا یہ طریقہ
نماز کی حاضری لینے اور جرمانہ کرنے کا کیا حکم ہے؟ شرعاً جائز ہے اس لحاظ سے کہ طالب علم خصوصاً انگریزی کے
نماز کی طرف شاید بوجہ اثر نئی روشنی کے رجوع نہ ہوں لہذا ضرورتاً اس قسم کی کارروائی مناسب ہے اور ایسا
کیا جاسکے میں چنداں حرج نہیں ہے آیا یوں صحیح ہے۔ فقط

الجواب

تعزیر بالمال منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں۔ درمختار میں ہے :
لَا يَأْخُذُ مَالٌ فِي الْمَذْهَبِ لِلْجَوْرِ۔ مال لینے کا جرمانہ مذہب کی رو سے جائز نہیں ہے بجز (ت)
اُسی میں ہے :

وَفِي الْمَجْتَبَى أَنَّهُ كَانَ فِي ابْتِدَاءِ الْإِسْلَامِ
ثَلَاثُ نَسَخٍ۔ اور مجتبائی میں ہے کہ ابتدائے اسلام میں تھا، پھر
منسوخ کر دیا گیا۔ (ت)
روا المختار میں بکھرے ہے :

وافاد فی البرازیة ، ان معنی التعزیر
 باخذ المال ، علی القول به ، امساك شیء
 من ماله عنه مدة لیست جبر ، ثم یعیده الحاکم
 الیه ، لان یاخذہ الحاکم لنفسه اذ لیسیت
 المال ، کما یتوہمہ الظلة ، اذ لا یجوز لاحد
 من المسلمین اخذ مال احد بغير سبب
 شرعی^۱۔

اور برآزیہ میں افادہ کیا ہے کہ مالی تعزیر کا قول اگر
 اختیار کیا بھی جائے تو اس کا صرف اتنا ہی مطلب ہے
 کہ اس کا مال کچھ مدت کے لیے روک لینا تاکہ وہ باز
 آجائے ، اس کے بعد حاکم اس کا مال لوٹا دے ،
 نہ یہ کہ حاکم اپنے لیے لے لے یا بیت المال کے لیے ،
 جیسا کہ ظالم لوگ سمجھتے ہیں ، کیونکہ شرعی سبب کے بغیر
 کسی کا مال لینا مسلمان کے لیے روا نہیں ہے (ت)

ہاں وہ طلبہ جن کو وظیفہ دیا جاتا ہے اُن کے وظیفہ سے وضع کر لینا جائز ہے فانہ لیس اخذ شیء من ملکهم
 بل امتناع تمذیک شیء منهم (کیونکہ یہ ان کی ملکیت سے کوئی چیز لینا نہیں ہے بلکہ اس چیز کو ان کے ملک میں
 جانے سے روکنا ہے۔ ت) یا جو طلبہ فیس نہیں دیتے جس روضعت

میں حاضر نہ ہوں دوسرے روزان سے کہا جائے کل تم نے جماعت قضا کی آج بغیر اتنی فیس دیے تم کو سبق نہ دیا جائیگا
 اور جو ہوا فیس دیتے ہیں اُس مہینے تو اُن سے کچھ نہیں کہا جاسکتا ، دوسرے مہینے کے شروع پر اُن سے کہا جائیگا
 کہ گزشتہ مہینے میں تم نے اتنی جماعتیں قضا کیں اُس مہینے تمہیں تعلیم نہ دی جائے گی جب تک اس قدر زائد فیس
 نہ داخل کرو وذلک لان الاجارۃ تنعقد شیئاً فشیئاً (اور یہ اس لیے کہ اجارہ بتدریج منعقد ہوتا ہے۔ ت)
 یا یہ صورت ممکن ہے کہ ہر مہینے کے شروع میں طلبہ کو کوئی خفیف قیمت کی چیز مثلاً قلم یا تھوڑی سی روشنائی یا
 کاغذ تقسیم کیا جائے اور یہ تقسیم بطور بیع ہو اُس قیمت کو جو انتہائی جرمانہ قضا ہے جماعت کا اُن کے ذمے ہو سکے مثلاً یہ قلم
 سات روپے کو ہم نے تمہارے ہاتھ بیع کیا اور اُن سے کہہ دیا جائے کہ یہ بیع قطعی ہے اس میں کوئی شرط نہیں ہم اس سے
 جدا ایک وعدہ احسانی تم سے کرتے ہیں کہ اگر تم نے اس مہینے میں بلا غدر صحیح شرعی کوئی جماعت قضا نہ کی تو سرمایہ پر یہ
 زر ثمن تمام وکمال تمہیں معاف کر دیں گے اس صورت میں بھی قضا ہے جماعت کی حالت میں وہ ثمن کل یا بعض اُن
 سے وصول کر لینا جائز ہوگا۔

ولا یلزم فساد البیع بالشرط المعهود القائم
 مقام الملفوظ ، لتقدم التصریح بنفیہ ،
 والصوریج یفوق الدلالة ، کما افادہ الامام
 اور شرط معہود سے ، جو کہ ملفوظ کے قائم مقام ہو ، بیع
 کا فاسد ہونا لازم نہیں آتا ، کیونکہ پہلے اس کی
 صراحت نفی ہو چکی ہے اور صراحت کو دلالت پر ترجیح حاصل

قاضی خان فی فتاواہ - واللہ تعالیٰ اعلم۔ جیسا کہ امام قاضی خان نے اپنے فتاویٰ میں افادہ

کیا ہے۔ (د ت)

۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

مسئلہ از بشارت گنج مرسلہ فتح محمد صاحب

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیا جہاز پر یا چلتی ریل گاڑی میں نماز کی بابت کیا حکم ہے اگر سنت و فرض و نفل ادا کیے جائیں تو ہوتے ہیں یا نہیں۔ بینوا تو جبروا۔

الجواب

چلتے جہاز خواہ لنگر کیے ہوئے ہو اور کنارے سے میلوں دور ہو اس پر نماز جائز ہے اور ناؤ اگر کنارے پر ٹھہری ہے اور جہاز کی طرح زمین پر نہیں بلکہ پانی پر ہے اور یہ اتر کر کنارے پر نماز پڑھ سکتا ہے تو ٹھہری ہوئی ناؤ میں بھی فرض اور وتر اور صبح کی سنتیں نہ ہو سکیں گے اور چلتی ہوئی میں بدرجہ اولیٰ نہ ہوں گے جیسے سیر دریا کے کجے کنارے کنارے جاتے ہیں اور انہیں روک کر زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں اور اگر اتر کر کنارے پر نماز نہ پڑھ سکتا اپنی ذاتی معذوری ہے تو ہر نماز ہو جائے گی اور اگر کسی کی مانعت کے سبب ہے تو پڑھ لے اور پھر پھرے یہی حکم ریل گاڑی پر ٹھہری ہوئی ریل میں سب نمازیں جائز ہیں اور چلتی ہوئی میں سنت صبح کے سوا سب سنت و نفل جائز ہیں مگر فرض و وتر یا صبح کی سنتیں نہیں ہو سکتیں اہتمام کرے کہ ٹھہری میں پڑھے اور دیکھے کہ وقت جاتا ہے پڑھ لے اور جب ٹھہرے پھر پھرے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۵۹۲ از گوری ڈاج نہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ عبد الجبار صاحب ۳۰ رجب ۱۳۳۶ھ

زید پیکر اشیاہ مسکوحہ حالت حواس خمسہ و طہارت جسم و جامہ و عدم موجودگی بدبو کے مسجد میں نماز ادا کرتا ہے پس ان صورتوں میں نماز مقبول ہوئی یا نہیں و حکم سکھان تک مذہب امام ابو حنیفہ میں ہے۔

(۲) ایک شخص نے چار پیالے ٹاڑی پی اُسے نشہ نہیں ہوا اور بدبو بھی باقی نہیں نماز ادا کی ہوئی یا نہیں۔

(۳) نمازِ ظلم و ربوہ مقبول ہے یا نہیں؟ معاصی ربوہ و شراب و خوار میں کس قدر فرق ہے و نماز جنازہ ربوہ و شراب و ظلم و خوار و ظالم مومنین کی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

طبرانی نے بسند حسن سائب بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من شرب مسکرا ما کان له تقبل له صلاة
جو کوئی نشہ کی چیز پئے چالیس دن اس کی نماز قبول
اسربعین یوماً۔

مگر عیدات سب مقید مشیت ہیں ویغفر ما دون ذلك لمن يشاء (اسما سے یعنی شرک سے)
کم تر گناہ، جس کے چاہے بخش دے۔ ت)

صورت مذکورہ میں صحت نماز و ادائے فرض میں شبہ نہیں رہا، قبول محل عدل میں اس کی شرط عظیم ہے
انما يتقبل الله من المتقين (اللہ تعالیٰ متقین ہی سے قبول کرتا ہے۔ ت) اور مقام فضل حدث عن
البحر بما شئت ولا حرج (سمندر کے جود و سخا کے بارے میں جو چاہو بیان کرو، اس میں کوئی عرج نہیں ہے)
ہے، یہاں رب العزّة نے حدیث مقرر فرمائی ہے حتی تعلموا ما تقولون (یہاں تک کہ تم جہاں لو جو کچھ
کہہ رہے ہو، جب حالت یہ ہو اور شرائط مجتمع، تو زید سے عدم قبول پر جرم جہل و جرات علی اللہ ہے جیسے عمرو
غیر شراب سے قبول پر اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون (کیا تم اللہ پر افترا کرتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ ت)
ہاں اجمالاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ شراب کی نماز چالیس دن قبول نہیں، جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہوا، خالص زید
پر حکم باطل ہی ہے جیسے لا لعنة الله على الظالمين (گواہ رہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔ ت) یوں کہنا
جائز کہ ظالم ملعون ہیں اور یہ کہنا حرام کہ زید پر لعنت۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال دوم: نماز بلا شبہ ہو گئی اجتماع شرائط و ارتفاع موانع کے بعد جواز پر دلیل طلب کرنا جہالت
ہے، جو کہ نہ ہوئی وہ دلیل دے۔ یہ جہل و مکابرہ و بائیسہ کا شیوہ ہے کہ قائل جواز سے دلیل طلب کریں اور حرام
کہنے کے لیے دلیل کی حاجت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جواب سوال سوم: قبول نماز کا جواب جواب اول اور فرضیت نماز جواب سوم سے واضح رہا و شراب
و دونوں حرام و گناہ کبیرہ ہیں خیر اگر ام الحجابت ہے کہ اسے پی کر جو بھی ہو تھوڑا ہے تو رہا میں حق العبد بھی ہے۔

علہ یعنی اس کے جنازہ کی نماز کی فرضیت ۱۲ (م)

علہ یہ سائل کے سوال کے اعتبار سے سوم ہے جو ذبائح میں منقول ہوا ہے۔ (م)

المعجم البکیر للطبرانی حدیث ۶۶۷۲ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۵۳/۴
للہ القرآن، سورہ النصار ۴، آیت ۴۸
للہ القرآن، سورہ النصار ۴، آیت ۴۳
للہ القرآن، سورہ ہود ۱۱، آیت ۱۸
للہ القرآن، سورہ المائدہ ۵، آیت ۲۷
للہ القرآن، سورہ الاعراف ۷، آیت ۲۸

لا تاكلوا اموالكم بآل باطل (باطل طریقہ سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ (۲۶۰) مدرسہ اہل سنت منظر اسلام بریلی مسئلہ مولوی محمد افضل صاحب کاہلی ۱۲ صفر ۱۳۳۷ھ
 شخص ایک نماز از وقت تاخیر کند یعنی سستی کند و کوئی شخص اگر ایک نماز میں وقت سے تاخیر کرے یعنی سستی کرے
 ادا نیز کند قضاے ہفتا و ہزار سال درد و نوح میماند اگرچہ بعد میں ادا کر لے تو اس کو دوزخ میں اتنا ہرنا پڑے گا
 این مسئلہ صحیح است یا نہ۔ کہ ستر ہزار سالوں کی نماز اس دوران قضا کی جاسکے۔ کیا
 یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں؟۔ (ت)

الجواب

تاخیر آنچنان کہ بلا عذر شرعی از وقت برآورد و قضا کند عذر شرعی کے بغیر اتنی تاخیر کہ وقت چلا جائے اور قضا کرنی
 بلاشبہ حرام و فسق و کبیرہ است عذاب و مغفرتش پڑے، بے شک حرام، فسق اور کبیرہ گناہ ہے۔ اس
 مفوض بمشیت است و بیچ مسلمان بیش از عمر دنیا کو عذاب دینا یا بخش دینا اللہ کی مشیت کے سپرد ہے
 کہ ہفت ہزار سال ست درد و نوح نمازد، واللہ تعالیٰ اور کوئی مسلمان دوزخ میں دنیا کی عمر یعنی سات ہزار
 سال سے زیادہ نہیں رہے گا۔ (ت)

مسئلہ (۲۶۱) حافظ نجم الدین صاحب گندہ نالہ شہر بالاس بریلی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز کے واسطے سوتے آدمی کو جگا دیتا
 جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

ضرور ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۲) از فتح گڑھ محلہ سنگت ضلع فرخ آباد مسئلہ شہاب الدین صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ یہاں چند نچاتی قومیں متعدد کثیر لطاف اپنے اپنے
 گروہ کے تعداد کے آباد ہیں اور ہر ایک جمعیت وہی مشہور نظام اپنی برادری کا رکھتی ہے جو قریب قریب ہر ایک مقام
 پر ایسی جمعیتوں میں رائج ہیں یعنی کسی سے کوئی امر خلاف پیش آنے پر جو متعلق برادری ہو اپنے چودھری کے نوٹس میں
 لا کر بصورت اجتماعی اس درجہ سزا کا استحقاق و اقتدار رکھتی ہے کہ کلام و سلام اور طعام نیز ہر ایک تعلق دنیوی
 اُس اختلاف کرنے والے شخص سے ترک کر کے اس کو ہی نہیں بلکہ جو اس کا ہم نوا یا جو ہم خیال ہو تاوقتیکہ بعد ادا انگی

تاوان مقرر شدہ قومی آئندہ کے لیے قابل قبول ضمانت نہ پیش کر دے یہی زندگی جو حیات کی بدترین نمونہ ہے گزرا لے کر مجبور ہوگا، پس جو نچاقتیں ایسا احسن نظام امورات دنیوی میں رکھتی ہوں کیا از روئے شرع شریف متعلق احکامات دینی بالخصوص صوم و صلوٰۃ بعض افراد اپنے اپنے گروہ کو محض موجودہ حالت اسلام سے جو ملکیت و ادبار کا رُوح فرسادور ہے متاثر ہو کر (یہ امر بجانب اللہ ہے کہ ایک وقت میں ہر جمعیت کی بعض خدا ترس ہستیوں کو ایسا خیال پیدا ہوا) اگر انہیں قدیمی قواعد و ضوابط برادری سے کام لے کر اپنے وابستگان کو پابند صوم و صلوٰۃ و نیز اور کھلے ہوئے نازیبا طرز سے جو سر اسر خلافت اسلام ہی نہیں بلکہ اضحیک کا باعث ہیں۔ مثلاً شرابخواری و جو او تاش اور وارٹھی منڈوانا حسب تعلیم فرقان جمید و فرمودہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم درست کرنے کا مضطرب کن رجحان ہو تو ان کو یہ اختیار مرقوم بالا قدیم کا استعمال جبکہ امورات دنیوی میں ہمیشہ سے ہر طرح حاصل ہو گیا حسب تعلیم اسلام اپنے افراد کو حقیقی و سچا مسلمان بنانے میں جائز ہوگا و نیز بے نمازی کے جنازے کی نماز پڑھی جائے یا نہ؟ اور حکم تہدید ہی اس میں کیا ہے؟

الجواب

جو تنبیہ و تہدید و تادیب و تشدید اپنے امور دنیویہ میں کرتے ہیں امور دینیہ میں بدرجہ اولیٰ ضروری ہے اگر دنیا کے طالب اور دین سے غافل ہیں اس وجہ سے اس کے تارک اور اس کے عامل ہیں کیا اچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ اُن میں تہدید پیدا کرے اور اپنی دنیا سے بڑھ کر دین کا انتظام کریں جو امور تادیبی اور مذکور ہوئے سب جائز ہیں، مگر مالی جرمانہ لینا حرام۔ مسلمان کے جنازہ کی نماز فرض ہے اگرچہ وہ نماز نہ پڑھتا ہو، اس میں حکم تہدید صرف اتنا ہے کہ علما و صلحا جن کے پڑھنے سے اُمید برکت ہوتی ہے بے نماز کا جنازہ خود نہ پڑھیں عوام سے پڑھو ادیس۔ لیکن یہ کہ کوئی تپڑھے اور اُسے بے نماز دفن کر دیں یہ جائز نہیں، ایسا کریں گے تو جتنوں کو اطلاع ہوگی سب گنہگار ہوں گے عالم ہوں خواہ جاہل اور اُس کی قبر پر نماز پڑھنی واجب ہوگی جب تک اُس کا بدن سلامت رہنا منظور ہو، واللہ تعالیٰ اعلم

۲۶۳ و ۲۶۴ ۱۳۳۶ھ مکملہ محمد رضا خاں محلہ ربڑی ٹوکہ از انجمن خادم الساجدین مورخہ ۱۶ محرم ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و ہادیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ غریب مسلمان انجمن خادم الساجدین کے بغرض تبلیغ صلوٰۃ شہر سے باہر مواضع میں ایسی جگہ پر سپیدل اور دھوپ اور پیاس کی تکلیف اور بلا کسی نفع ذاتی کے فی سبیل اللہ آدھی رات سے اُٹھ کر گئے اور دوسرے دن واپس آئے، بعض لوگ ان میں بھوکے پیاسے بھی شامل تھے تقریباً ایک سو مسلمان مستعد نماز ہو گئے، اُن کے واسطے کیا اجر ہے تاکہ آگے کو ہمت بڑھے۔

(۲) ایک شخص انجمن سے باہر کا سوال کرتا ہے کہ میں چلو اور اُن سے کرایہ لو، کل خرچہ کھانے پینے کا لو، اور اس میں رکھا ہی کیا ہے کوئی اپنے لیے نماز پڑھے گا تم کیوں کوشش کر رہے ہو، وہ شخص کیسا ہے اور جو لوگوں کو ہمت شکستہ

کرے وہ کیسا ہے۔

الجواب

پہلے لوگوں کے لیے ان کی نیت نیک پر اجر عظیم ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
 لان يهدي الله بك رجلا خيرا لك مما طلعت
 عليه الشمس وغربت۔
 اللہ تعالیٰ ایک شخص کو تیرے ذریعہ سے ہدایت فرمادے
 تو یہ تیرے لیے تمام روئے زمین کی سلطنت ملنے سے

بہتر ہے۔ (م)

ہدایت کو جانے کے لیے آتے جاتے جتنے قدم ان کے پڑیں ہر قدم پر دس نیکیاں ہیں، قال اللہ تعالیٰ :
 نكتب ما قدموا واثارهم حسداً۔ ہم لکھ رہے ہیں جو انہوں نے اگے بھیجا اور جو نشان پیچھے چھوڑ گئے
 اور جو بغیر سواری نہ جاسکتا ہو اُس کا سواری مانگنا کچھ جُرم نہیں، یوں ہی خرچ راہ بھی لے سکتا ہے مگر یہ
 کہنا کہ تم کیوں کوشش کرتے ہو شیطانِ قول ہے امر بالمعروف نہی عن المنکر فرض ہے فرض سے روکنا شیطانِ کام ہے۔
 بنی اسرائیل میں جنہوں نے مچلی کا شکار کیا تھا وہ بھی بند کر دئے گئے اور جنہوں نے انہیں نصیحت کرنے کو منع کیا تھا
 کہ لم تعظون قوماً اللہ مہلکھم او معذبھم عذاباً شديداً (کیوں ایسوں کو نصیحت کرتے ہو جنہیں
 اللہ ہلاک کرے گا یا سخت عذاب دے گا۔ م) یہ بھی تباہ ہوئے اور نصیحت کرنے والوں نے نجات پائی، اور
 یہ کہنا کہ "اس میں رکھا ہی کیا ہے" سب سے سخت کلمہ ہے، اس کلمے والے کو تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح چاہئے۔
 واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۵) از بریلی محلہ ملوک پور مستولہ شفیق احمد خان صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انجمن کا یہ پاس کردہ قانون کہ جو مسجد میں ایک وقت کی نماز
 کو نہ آوے اور نہ آنے کا کوئی قابل اطمینان عذر بھی نہ ہو تو اس کو مسجد میں ایک ٹوٹا رکھنا پڑے گا۔ یہ حکم شرعی
 سے ناجائز تو نہیں ہے؟

الجواب

اگر وہ شخص اپنی خوشی سے ہر غیر حاضری کے جرمانہ میں تسو لوٹے یا تسو روپے دے تو بہت اچھا ہے اور اُن
 روپوں کو مسجد میں صرف کیا جائے لیکن جبراً ایک ٹوٹا یا ایک کوڑی نہیں لے سکتا۔ فان المصادرة بالمال منسوخ

لہ جامع الصغیر مع فیض القدير حديث ۷۱۹ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۵۹/۵

لہ القرآن سورہ یس ۳۶ آیت ۱۲

لہ القرآن سورہ الاعراف ۷ آیت ۱۶۴

والعمل بالمنسوخ حرام (کیونکہ مالی جبراً نہ منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۶) سید عرفان علی صاحب رکن النجمن خادم المساجدین ربڑی ٹولہ بریلی ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جبکہ عشرہ محرم میں نماز کا انتظام منجانب النجمن کیا گیا تھا تو اب اس موقع پر کہ محمد علی و شوکت علی بریلی میں آ رہے ہیں اور سہ بجے سے ۶ بجے تک شہر میں گشت کریں گے اور پھر جوہلی باغ میں تھری کریں گے پبلک عام کثیر التعداد ان کے جلوس میں جوہلی باغ میں ہوگی اور اس اثنائے نماز عصر و نماز مغرب و نماز عشا کا وقت ہوگا پس ایسی حالت میں منجانب النجمن مسلمانوں کو تنبیہ کرنا اور ان کو نماز کے واسطے آمادہ کرنا کوئی نقص شرعی تو نہیں پیدا کرتا ہے، اور نماز کی ترغیب ایسے مواقع پر دلانا موجب ثواب داین ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز کی ترغیب ہر وقت و ہر حال میں ہونی چاہئے اگرچہ ناچ کی مجلس ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۶۷) از شہر (بریلی) محلہ سوداگران مسئلہ مولوی محمد رضا خان صاحب عرف نتھے میاں صاحب

ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ زید نے چند شخصوں کو طرح طرح خوش آمد نہ انداز بہار محبت کے طریقے سے نماز باجماعت کی تاکید کی ان لوگوں کو جب اس پر کاربند نہ پایا بلکہ ان میں سے ایک شخص نے دو مرتبہ ترک نماز کا اقرار زید کے سامنے کیا عشاء کی جبکہ صلاۃ ہو چکی زید انہیں لوگوں کے پاس بیٹھا تھا سب سے نماز کے واسطے کہا ایک شخص نے جواب دیا ہم ابھی آتے ہیں کوئی بیماری یا مجبوری نہ تھی جس نے کہا تھا ہم ابھی آتے ہیں وہ نہ آیا بعد فجر اس سے پوچھا عشاء کی نماز کہاں پڑھی؟ جواب دیا کہ میں نماز کے معاملہ میں جھوٹ نہ بولوں گا میں نے نہیں پڑھی۔ صبح کی نماز کے لیے اکثر زید ان سب صاحبوں کو جگایا کرتا بعض آتے اور بعض ہوشیار ہو کر اطمینان دلا کر پھر سو جاتے ان میں سے ایک شخص ایک یا دو مرتبہ پاخانے کیا فارغ ہو کر پھر سو رہا ایسا چند بار کا زید کا عینی مشاہدہ ایک شہادت زید کو ملی کہ ہوا خوری کو وقت مغرب ان صاحبوں کا پورا مجمع جنگل میں گیا، یہ شاہد بھی ساتھ تھا، شاہد کے سوا سب نے ہنسی مذاق میں نماز کھودی ان کی متعدد و مرتبہ ایسی حرکات دیکھ کر سمجھایا کہ تم لوگ اپنے وطن عزیز و اقربا کو چھوڑ کر ہادی بننے کو آئے ہو ہرگز وہ شخص ہادی نہیں ہو سکتا جس کے دل میں عشق رسالت نہ ہو اور نماز سب سے زیادہ حضور کو محبوب۔ نماز پڑھو یہ تمہارے ساتھ ہر جگہ بھلائی کرے گی۔ جب اس پر بھی کاربند نہ ہوئے تو زید نے ان سے انہوں نے زید سے ترک کلام کر دیا پھر ایک مرتبہ زید نے کہا کہ من ترک الصلاة متعمدا فقد كفر لہ کے تم مرتکب ہو اور یہ تین سو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے تم نماز کی توہین کرتے ہو اللہ تمہاری نماز جواز نہ ہونے دے میرے عقیدہ میں بالارادہ ترک کرنے والا کافر ہے اس پر زید

کی نسبت کیا حکم ہے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب کہیم تارکِ صلاۃ کی تکفیر میں سکوت ہے یا تارکِ صلاۃ اپنے دامنِ رحمت میں لے کر کفر سے بچاتے ہیں۔ جب زید پر اعتراض ہو کہ مذہبِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تارکِ صلاۃ کافر نہیں تم امامِ برحق پر فتویٰ لگاؤ۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے باپ کا یہ حکم نہیں، نہ اس سے میری مراد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکار سے علیحدہ چلنا تھا بلکہ زجر اُکھا تو اس کفنہ والے پر کیا حکم ہو گا؟ اور اگر کوئی حنفی بکہ امامِ برحق کا حکم تارکِ صلاۃ پر تکفیر کا نہ ہو یہ عقیدہ رکھے کہ تارکِ صلاۃ عدا کافر ہے اور اس عقیدہ کو ظنی جلنے تو اُس پر کیا حکم ہے۔ جنھوں نے زید کے اس قول پر یوں تعریفاً ایک دوسرے صاحب سے کہا لیجئے اتب کفر کے فتوے لگائے جاتے ہیں مسلمانوں کو کافر کہا جاتا ہے ایسوں کا کیا حکم ہے؟ مینوا تو جروا۔

المجواب

بلاشبہ عدا صحابہ کرام و تابعین عظام و مجتہدین اعلام و ائمہ اسلام علیہم الرضوان کا یہی مذہب ہے کہ قصداً تارکِ صلاۃ کافر ہے اور یہی معتقد صحیح حدیثوں میں منصوص اور خود قرآن کریم سے مستفاد :
 و اقيموا الصلوة ولا تكونوا من المشركين
 نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ۔ (م)
 زمانہ سلف صالح خصوصاً صدر اول کے مناسب یہی حکم تھا اُس زمانہ میں ترک نماز علامتِ کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا مگر کافر سے جیسے اب زمانہ باندھنا یا قسٹ لگانا علامتِ کفر ہے۔ جب وہ زمانہ خیر گزر گیا اور لوگوں میں تہاؤں آیا وہ علامت ہونا جاتا رہا اور اصل حکم نے عود کیا کہ ترک نماز فی نفسہ کفر نہیں جب تک اُسے ہلکا یا حلال نہ جانے یا فرضیت نماز سے منکر نہ ہو، یہی مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔
 حنفی کو ظنی طور پر اس کے خلاف کا معتقد ہو خاطر میں ضرور ہے کہ اب یہ حکم خلافِ تحقیق و نامنصور ہے مگر وہ اس کے سبب نہ معاذ اللہ گمراہ ٹھہرے گا نہ حقیقت سے خارج کہ مسئلہ فقہی نہیں اور اکابر صحابہ و ائمہ کے موافق ہے۔

اور معتزین کا کہنا کہ تم امامِ برحق پر فتویٰ لگاؤ، محض جہالت اور شانِ امام میں گستاخی ہے۔ کیا صد یا صحابہ و ائمہ کا وہ فتویٰ معاذ اللہ حضراتِ امام پر لگتا ہے۔ عمداً تارکِ صلاۃ پر لگتا ہے نہ کہ اُسے کافر نہ جانتے پر۔
 معتزین اگر خوفِ خدا کرتے تو انہیں اس کی شکایت نہ ہوتی کہ کفر کے فتوے لگنے لگے بلکہ اس کا خوف ہوتا کہ صد یا صحابہ و ائمہ اُن کے کفر پر فتوے دے رہے ہیں۔ کیا محال ہے کہ عند اللہ اُنہی کا فتویٰ حق ہو، مسائل اختلافیہ ائمہ میں حق دائر ہوتا ہے کسی کو یقیناً خطا پر نہیں کہہ سکتے۔

غرض معتزین پر فرض ہے کہ توبہ کریں نماز کے پابند ہوں فتوے صد ہا صحابہ و ائمہ سے ڈریں اور آج اگر وہ نقد و وقت نہ ہو تو سورت خاتمہ سے خوف کریں۔ زید نے اگر یہ الفاظ زجر آ کے عروج نہیں، محل زجر میں ایسا استعمال ہر قرن و طبقہ کے ائمہ و علماء بلکہ خود سرکار رسالت علیہ الصلاۃ و التحیۃ سے بکثرت ثابت ہے اور اگر اعتقاد تکفیر رکھتا ہے تو اس سے باز آئے قول صحیح امام اعظم اختیار کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۸ از انجمن اسلامیہ قصبہ سانگو و ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ
یہاں ایک مولوی صاحب آئے اور یہ بیان کیا کہ بے نمازی کے ہمراہ کھانا کھانا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا نیز وہ بیمار ہو جائے تو اس کے گھر جانا بہت بڑا ثواب ہے، بعض علماء اس سے اجتناب اور اس پر کفر اور قید کا فتویٰ دیتے ہیں محض غلطی پر ہیں۔

الجواب

بے نماز کو ہمارے امام نے کافر نہ کہا مگر بہت صحابہ کرام و تابعین عظام و ائمہ اعلام نے اس کی تکفیر کی اور خود صحیح حدیث میں ارشاد:

من ترك الصلاة متعمدا فقد كفر جہاراً۔ جس نے قصداً نماز ترک کی وہ علانیہ کافر ہو گیا (م)
جو ائمہ اس کی تکفیر کرتے ہیں ان کے نزدیک اس کی عیادت کو جانا بھی ناجائز ہوگا اس کے جنازہ کی نماز بھی ناجائز ہوگی ہمارے امام کہ تکفیر نہیں فرماتے ان کے نزدیک بھی اسے ضرب شدید و قید مدید کا حکم ہے جس کا اختیار سلطان اسلام کو ہے اور کسی کی عیادت کو جانا واجب نہیں یہ نظر زجر اگر بے نماز کی عیادت کو نہ جائیں تو کوئی الزام نہیں۔ ہاں جبکہ ہمارے نزدیک وہ کافر نہیں، فقط فاسق فاجر مرکب کہا کر ہے تو اس کے جنازہ کی نماز ضرور ہے پھر بھی علماء و پیشوایان قوم اگر اوزوں کی عبرت کے لیے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور بعض عوام سے پڑھو ادیں تو یہ بھی مستحسن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الاوقات

نماز کے وقتوں کا بیان

بسم الله الرحمن الرحيم

مسئلہ ۲۶۹) مرحلہ حاجی الہ یار خان صاحب

۱۱ رجب ۱۳۰۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روزہ نفل میں جو نیت کو قبل زوال کے کرنے کو لکھا ہے اور زوال کے وقت جو نماز مکروہ ہے تو اس وقت سے کیا مراد ہے اور بڑھ سے بڑھ یہ وقت کس قدر ہے؟
بینوا تو بھروا۔

الجواب

یہ سوال مع جواب مولوی گنگوہی صاحب پیش ہوا اس میں تین مسئلے ہیں، دو کا گنگوہی صاحب نے جواب ہی نہ دیا اور ایک کا کہ دیا محض غلط کہ نہ دینا اس سے ہزار جگہ بہتر تھا وہ مسائل یہ ہیں،
مسئلہ اولیٰ: باب صیام میں وقت زوال جس تک نیت روزہ نفل ہو جانا چاہئے کیا ہے؟
اقول: فی الواقع روزہ ماہ مبارک و تذر معین و روزہ نفل جبکہ ادا ہو نہ قضا تو مذہب صحیح یہی ہے کہ ان کی نیت نصف النہار شرعی سے پہلے ہو جانی چاہئے جسے ضحوة کبریٰ کہتے ہیں اس کے بعد بلکہ خاص ضحوة کبریٰ کے وقت بھی نیت کافی نہیں، درمختار میں ہے،

یصبح اداء صوم رمضان والنذر المعین رمضان کے روزے، تذر معین کے روزے اور

والنفل بنیتہ من اللیل الی الضحوة الکبریٰ، نفلی روزے کی ادا صحیح ہے اگر رات سے ضحوة کبریٰ
لا بعدھا ولا عندھا، اعتباراً الا کثر الیوم۔ ہمک نیت کر لی جائے، ضحوة کبریٰ کے بعد یا اس کے

دوران نیت کرنے سے روزہ نہیں ہوگا کیونکہ دن کے

بیشتر حصے کا اعتبار ہے۔ (ت)

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب مرقی کل قرص شمس تک ہے، ردالمحتار میں ہے :
الیوم الشرعی من طلوع الفجر الی الغروب۔ شرعی دن، طلوع فجر سے غروب تک ہے۔ (ت)
یہ ہمیشہ نہار عرفی سے کہ طلوع مرقی کنارۃ بالائی شمس سے غروب مرقی کل عرم شمس تک ہے بمقدار مدت فجر
زیادہ ہوتا ہے یعنی جس جگہ، جس فصل جس مہینے بلکہ جس دن میں طلوع فجر سے طلوع شمس بمعنی مذکور تک جتنی مدت
ہوگی اُس دن کا نہار شرعی اس کے نہار عرفی سے اُسی قدر بڑا ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب دو بڑی چھوٹی چیزوں
میں صرف ابتدا مختلف اور انتہا متفق ہو تو اکبر کا نصف اصغر کے نصف سے بقدر نصف زیادت کے پہلے ہوگا
لہذا ہمیشہ نصف النهار شرعی نصف النهار عرفی حقیقی یعنی نصف النهار دائرہ ہندیہ سے بقدر نصف مقدار فجر
کے بیشتر ہوتا ہے، ردالمحتار میں ہے :

اعلم، ان کل قطر نصف نہار قبل جان کو کہ ہر علاقے کا نصف النهار، بقدر نصف حصہ
نوالہ بنصف حصہ فجر۔ فجر، زوال سے پہلے ہوتا ہے۔ (ت)

پس یہی حساب ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہئے آج کی فجر دریافت کر لی کہ کس مقدار کی ہوئی اُس کی تصنیف میں جتنے
منٹ سکند آئے ٹھیک دوپہر یعنی کیلی کا سایہ دھوپ گھڑی میں خط نصف النهار پر منطبق ہونے سے پیشتر اُسے ہی
منٹ سکند لے لیے وہی وقت حقیقی نصف النهار شرعی کا ہوا اُس سے پہلے نیت روزے کی ہو جانی چاہئے
اور پُر ظاہر کہ نہار عرفی دائماً ایک حالت پر ہے نہ مقدار فجر دو امانیکساں ہو بلکہ دونوں ہر روز گھٹتے بڑھتے رہتے
ہیں یہاں تک کہ افق مستوی میں بھی کہ بوجہ میل و تراید و تناقض میل تفاوت طالع و مطالع ضروری ہے نہ کہ

عہ نصف میل باعث اختلاف طالع یا مطالع ہے اور اس کا تراید و تناقض باعث اختلاف طالع فی المطالع
کمالا یخفی علی ذی درایت ۱۲ (جبیسا کہ ذی فہم پر غنی نہیں۔ ت) (دم)

۱۴۶/۱	مطبوعہ مجتہباتی دہلی	کتاب الصوم	۱
۸۰/۲	" " "	"	۲
۸۵/۲	" " "	"	۳

افاق مانکہ نہ کہ چارے بلا وجہ میں سائل و مجیب کا کلام ہے جن کے مدارات کا دائرہ معدل النہار سے میل میل کی پر بھی کمی درجے افزوں ہے کہ کما بیش عرض المح رکھتے ہیں بریلی جس کا عرض المح ہے یہاں نہار نجومی کہ افق حقیقی پر جانب انطباق مرکز شمس سے جانب غرب انطباق تک ہے روز انقلاب صیفی پونے چودہ گھنٹے سے زائد ۱۳ گھنٹے ۸ منٹ تک پہنچتا ہے اور روز انقلاب شتوی سوا دس ساعت سے بھی کم ۱۰ گھنٹے ۱۲ منٹ کا ہوتا ہے اور مقدار فجر یعنی طلوع فجر سے طلوع نجومی شمس تک اواخر جزا و اوائل سرطان میں پونے دو گھنٹے کے قریب یعنی تقریباً ایک گھنٹہ ۳۹ منٹ اور نزدیک اعتدالین میں سوا گھنٹے سے کچھ زائد یعنی تخمیناً ایک گھنٹہ ۲۲ منٹ تو نہار شرعی ہمیشہ ایک مقدار پر کیونکر رہ سکتا ہے نہ نہار اس کا تفاوت ایسا قلیل ہے جسے بے مقدار و ناقابل اعتبار سمجھ کر ہمیشہ کے لیے ایک اندازہ مقرر کر دیجئے بلکہ اس کی کمی بیشی سوا پھر کامل تک پہنچتی ہے انقلاب اول میں تخمیناً یہ دل یعنی ساڑھے پندرہ گھنٹے کا نہار شرعی ہوتا ہے کہ پانچ پہرے بھی زائد ہوا کجا ساڑھے چار پہرے اور انقلاب ثانی میں تقریباً صاھہ یعنی پونے بارہ گھنٹے کا کہ چار پہرے بھی کم ہوا کہاں ساڑھے چار پہرے پونے بارہ اور ساڑھے پندرہ کا تفاوت وہی سوا پھر کامل ہوا یا نہیں پھر ایسی شدید التفاوت چیز میں ایک مقدار کا تخمینہ کر دینا کس قدر غلط و باعث منالطہ مسلمین ہوگا مثلاً جب عوام نے یہ اندازہ جان لیا کہ ساڑھے چار پہرے کا نہار شرعی ہوتا ہے اس کے اکثر حصے میں نیت ہو جانی چاہئے یعنی غروب آفتاب تک اس کے نصف سے زیادہ باقی ہو اور اس کا نصف سوا دو پہر یعنی پونے سات گھنٹے تو اس کم کا حاصل یہ ہوا کہ اگر شام تک ۱۶ گھنٹے سے کچھ بھی زیادہ وقت باقی ہے جب تو روزے کی نیت صحیح ہو جائے گی اور ۱۶ یا اس سے کم ہیں تو بہرگز صحیح نہ ہو گی اب ملاحظہ کیجئے جب آفتاب تحویل سرطان پر آیا اور بجے ڈوبا یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ڈیڑھ منٹ سات پر تو حقیقی بارہ بجے کے چند منٹ بعد بھی یہ بات صادق ہے کہ شام تک ۶ گھنٹے ۵ منٹ سے زیادہ وقت ہے تو لازم کہ اُس دن دو پہر ڈھلے پر بھی نیت روزہ ہو جائے حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے بلکہ اُس دن حقیقی سوا گیارہ بجے سے چند منٹ پہلے بھی نیت جائز نہیں کہ ۱۱ بج کر ۱۱ منٹ پر نصف النہار شرعی ہو چکا اور جب آفتاب تحویل جدی پر آیا اور سوا پانچ سے کچھ کم یعنی وقت حقیقی سے تقریباً ۵ بج کر ۱۰ منٹ پر ڈوبا تو لازم کہ اُس دن ساڑھے دس بجے بھی نیت جائز نہ ہو کہ اب شام تک ۱۶ گھنٹے باقی نہیں حالانکہ اُس دن ۱۱ کے بعد یعنی حقیقی وقت سے ۱۱ بج کر ۱۹ منٹ تک بھی نیت جائز ہے کہ نصف النہار شرعی اب ہوگا پس ثابت ہوا کہ ۴ پہر کا تخمینہ محض غلط و باعث تغلیط اور بنائے کار اسی حساب پر واجب جو ہم بیان کر آئے ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

رہا لفظ زوال کہ عبارت امام اجل ابو الحسن قدوری رحمہ اللہ تعالیٰ میں واقع عند التحقیق اُس سے دو پہر ڈھلے ہی کا وقت مراد ہے اس روایت پر نصف النہار عرفی تک ان روزوں کی نیت جائز ہے مگر مختار و معتمد وہی روایت سابقہ ہے کہ نصف النہار شرعی سے پہلے نیت ہو جانی ضرور ہے ہدایہ و وقایہ و شرح وقایہ و عتائہ و

جوابہ الا خلاطی وشرح نقایہ برجندی وشرح علامہ سمیعیل و متن نور الایضاح میں اسی کو اصح کہا اور شرح جامع صغیر للامام السرخسی و کافی شرح وافی وشرح کفر للزلیعی و متن اصلاح میں اسی کو صحیح بتایا اور نقایہ وکنز و ملتقی و تنویر و در و اشباہ وغیرہ عامہ معتدات میں اسی پر جزم کیا اور یہی من حیث الدلیل اقویٰ تو اسی پر عمل و فتویٰ اس سوال کا جواب اسی قدر ہے باقی اس روایت کو غلط کہنا ائمہ کے ساتھ گنگوہی صاحب کا سوہر ادب ہے کہ قدوری و مجمع و فتاویٰ خانیہ و فتاویٰ خلاصہ و شرح طحاوی و خزائنہ المفتین وغیرہ معتبرات میں کہ اجلہ متون و شروح و فتاویٰ مذہب سے ہیں اسی پر جزم و اعتماد کیا۔

اما المجمع ففقل عنه في رد المحتار و اما شرح الطحاوی فرمزله في خزائن المفتين، واما الاسرعة البواقي فرأيت فيها بعيني -

مجمع سے رد المحتار نے نقل کیا ہے، شرح طحاوی کی طرف خزائن المفتین میں اشارہ کیا گیا ہے اور باقی چاروں میں، میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ (ت)

بلکہ خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتاب الصوم میں وہی قول زوال ارشاد کیا،

کیما نص علیہ الا ما شمس الاثمة السرخسی فی شرح الجامع الصغیر، و مرأیت النقل عنه فی الايضاح شرح الاصلاح للعلامة ابن کمال الوترین۔

جیسا کہ شمس الائمہ سرخسی نے جامع صغیر کی شرح میں کہا ہے اور علامہ ابن کمال وزیر کی ایضاح شرح اصلاح میں، میں نے اس کی نقل دیکھی ہے۔ (ت)

تو ایسی جگہ ارسال زبان نازیبا و زیان اور زوال سے زوال نہا شرعی مراد سے کہ قصہ توفیق بھی خلاف تحقیق کہ عامہ ائمہ یہاں ابقائے خلاف کرتے ہیں اور خود ایک جانب کو اصح و صحیح کہنے کا یہی مفاد عبارت ہدایہ یوں ہے:

قال في المختصر (يعني القدوري) ما بينه وبين الزوال، وفي الجامع الصغیر قبل نصف النهار وهو الاصلح الخ -

کہا مختصر میں (یعنی قدوری میں)، اس کے اور زوال کے درمیان۔ اور جامع صغیر میں ہے "نصف النهار سے پہلے" اور یہ اصح ہے الخ (ت)

شرح و قایہ میں ہے،

في الجامع الصغیر بنية قبل نصف النهار ای قبل نصف النهار الشرعی، وفي مختصر

جامع الصغیر میں ہے "اگر نصف نہار سے پہلے نیت کرے" یعنی نصف نہار شرعی سے پہلے، اور

القدوری الی الزوال، والاول اصح۔

مختصر قدوری میں ہے کہ زوال تک صحیح ہے، لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ (ت)

کافی للامام النسفی میں ہے :

ذكر في المختصر، وبينه وبين الزوال، وفي الجامع الصغير، قبل نصف النهار، وهو الصحيح۔

مختصر میں مذکور ہے "السن کے اور زوال کے درمیان" اور جامع صغیر میں ہے "نصف نہار سے پہلے" اور یہ صحیح ہے الخ (ت)

تبیین الحقائق میں ہے :

قال في المختصر (يعني الكنز) الى ما قبل نصف النهار، وهو المذكور في الجامع الصغير، وذكر القدوري ما بينه وبين الزوال، والصحيح الاول۔

کہا مختصر میں (یعنی کنز میں) "نصف نہار سے پہلے تک"۔ یہی جامع صغیر میں بھی مذکور ہے۔ اور قدوریؒ نے کہا ہے "اس کے اور زوال کے درمیان" اور صحیح پہلا قول ہے۔ (ت)

برجندی میں ہے :

اشار القدوري انه تجوز النية فيما بين الصبح والزوال، وفي الهداية الاول۔

قدوریؒ نے اشارہ کیا ہے کہ نیت صبح اور زوال کے درمیان صحیح ہے۔ اور ہدایہ میں ہے کہ پہلا قول اصح ہے۔

جواہر الاخلاطی میں ہے :

اجزائه النية ما بينه وبين الزوال او قبل انتصاف النهار، وهو الاصح۔

اس کے لیے نیت کافی ہے، اگر صبح اور زوال کے درمیان کرے، یا نصف نہار سے پہلے، اور یہ اصح ہے (ت)

اور نص قاطع وہ ہے کہ تا آرائینہ میں محیط سے نقل فرمایا :

يظهر شرة الاختلاف فيما اذا نوى عند اختلاف كالتبعية ظاهر ہوگا جب زوال کے قریب

۳۰۶/۱	مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی	کتاب الصوم	۱ شرح الوقایہ
			۲ کافی شرح وافی
۳۱۵/۱	المطبعة الکبری الامیرتہ مصر	کتاب الصوم	۳ تبیین الحقائق
۲۱۱/۱	نو لکھنؤ	"	۴ شرح النقایہ للبرجندی
۴۸/۱	قلمی نسخہ غیر مطبوعہ	"	۵ جواہر الاخلاطی

قرب الزوال اللہ۔ نیت کرے (د ت)

اقول بلکہ بعد اس عنایت کے بھی توفیق نہ ہوئی کہ عین وقت انتصاف پر بھی مابینہ و بین الزوال و قبل الزوال و قرب الزوال صادق حالانکہ مذہب صحیح پر غاص وقت ضحوة کبریٰ بھی نیت کافی نہیں کما قد معنا عن المدر وغیرہ (جس طرح ہم نے در وغیرہ سے پہلے نقل کیا ہے) پھر اس تکلیف بے حاصل سے کیا حاصل۔ غرض نہ تغلیط مقبول نہ توفیق معقول بلکہ جواب وہی ہے جو فقیر نے ذکر کیا وبالله التوفیق وإفاضة التحقيق والله سبحانه و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ثانیہ : وقت زوال جس میں نماز ممنوع کیا وقت ہے۔

اقول گنگوہی صاحب نے اس سوال کا جواب نہ دیا پیشتر بھی فقیر سے یہ سوال ہوا تھا بقدر ضرورت جواب لکھا گیا یہاں اس کی نقل پر اقتصار ہوتا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زوال کا وقت جس میں نماز ناجائز ہے کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

زوال تو سورج ڈھلنے کو کہتے ہیں یہ وقت وہ ہے کہ ممانعت کا وقت نکل گیا اور جواز کا آیا کما صرح بہ فی البحر عن الحلیۃ (جیسا کہ بحر الرائق میں علیہ سے اسکی تصریح کی گئی ہے) تو وقت ممانعت کو زوال کہنا صریح مسامحت ہے اور غایت تاویل مجاز مجاورت بلکہ اسے وقت استوا کہنا چاہئے یعنی نصف النہار کا وقت، اب علما کو اختلاف ہے کہ اس سے نہار عرفی کا نصف حقیقی مراد ہے یعنی دوپہر جس وقت مرکز آفتاب بالاسے افقی دائرہ نصف النہار پر

علہ نعم لوادل بالنقصان توفیقاً وان ہاں اگر (اس قول کی) تاویل نصف النہار کے ساتھ کر دی جاتی تو ان میں تطبیق ہو جاتی اگرچہ اس میں بھی

لعمریں تحقیقاً ۱۲ منہ (د)

تسامح ہے۔ (د ت)

علہ احتراز ہے نصف النہار عرفی سے کہ ۱۲ بجے کے وقت کو کہتے ہیں، یہ سال میں چار دن یعنی ۱۵ اپریل، ۳۴ جون، ۳۱ اگست، ۲۴ دسمبر کے سوا ہمیشہ نصف النہار حقیقی سے آگے پیچھے ہوتا ہے جس کا تقدم تاخر تقریباً پاؤ گھنٹے تک پہنچتا ہے یعنی زیادت میں تقریباً ۱۴ منٹ اور کمی میں ۱۶، پھر یہ بھی اُس وقت ہے کہ گھڑیاں (باقی اگلے صفحہ پر)

پہنچا اور سایہ اپنی مقدار اصلی پر آکر اُس کے بعد جانب مشرق پلٹنا اور گھٹنے کی انتہا ہو کر پھر بڑھنا شروع ہو جاتا ہے یہ قول ائمہ ماوراء النہر کی طرف منسوب یا نہا شرعی کا نصف مراد ہے جسے صفحہ کبریٰ کہتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہا عرفی طلوع کنارہ شمس نے غروب کل فرض شمس تک ہے۔

والمراد بالطلوع، المبتنی علیہ احکام الشریع،
تجاوزا اول حاجب الشمس فی جهة الشرق
عن دائرة الافق المحس بالمعنی الاعم، المستفی
فی کلام البعض بالافق الترسی، بحركة الکمل، و
بالغروب تجاوزا کل قرصها فی جهة الغرب عن
الدائرة المذكورة بالحركة المنزبورة، فوضح
امتیاز النہار العرفی عن النہار النجومی، فانه
من انطباق مرکز الشمس علی دائرة الافق
الحقیقی من قبل المشرق، الی انطباقه علیها
فی جهة المغرب، فان اتحد الاقنانون یكون
العرفی اکبر من النجومی، بقدر ما یطلم
نصف كرة الشمس ویغرب النصف، وان
انحط الترسی من الحقیقی، وهو الاکثر،

جس طلوع پر شرعی احکام ملتی ہیں، اس سے مراد یہ ہے
کہ شرقی جانب جو دائرہ افقی حسی ہے — افقی حسی
کا عام معنی مراد ہے جس کو بعض نے افقی ترسی کا نام
دیا ہے — اس دائرے سے پورے سورج کی حرکت
کے ساتھ، سورج کا پہلا کنارہ گزر جائے۔ اور غروب سے
مراد یہ ہے کہ سورج کی پوری ٹکیہ، اسی دائرے سے،
اسی حرکت کے ساتھ، غربی جانب سے گزر جائے۔
اس سے نہا عرفی اور نہا نجومی کا امتیاز بھی واضح
ہو گیا، کیونکہ نہا نجومی شروع اس وقت ہوتی ہے
جب شرقی جانب سورج کا مرکز، افقی حقیقی کے
دائرے پر منطبق ہو جائے، اور ختم اس وقت ہوتی
ہے جب غربی جانب سورج کا مرکز افقی حقیقی کے
دائرے پر منطبق ہو جائے۔ اب اگر دونوں افقی (حقیقی

(بقیہ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۲۳)

اصل تعدیل الايام بلدی پر جاری کی جائیں اور اگر دوسرے مقام کے وقت پر اجرا ہو جیسے ہندوستان میں وقت
مدراس کو اختلاف طول سے یہ دن تبدیل ہو جائیں گے، مثلاً بریلی جس کا وقت مدراس سے ۳ منٹ ۱۹ سکنڈ
زائد ہے یہاں تقریبی مساوات یعنی جیبی گھڑی کے ۱۲ بجے پر ٹھیک دوپہر ہونا ان چار تاریخوں پر ہوگا ۳۲ و ۲۵ مئی
و ۱۱ ستمبر و ۱۸ دسمبر ۱۲ منٹ — یہ بھی اس وقت تک تھا اب کہ جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراس ٹائم منسوخ اور وسط
ہند کے وقت پر گھڑیاں جاری کی گئی ہیں یعنی جہاں طول ۸۲ درجے ہے جس کے ۵۔ گھنٹے ہوئے، اس اختلاف نے
بریلی میں صرف دو ہی دن مساوات کے رکھے ۸ اکتوبر اور ۲۸ نومبر، اور کمی کی مقدار یعنی جیبی گھڑی کے ۱۲ بجے سے نصف النہار
حقیقی کا پہلے ہونا صرف ۳ منٹ رہ گئی، اور زیادتی یعنی جیبی کے ۱۲ بجے سے ٹھیک دوپہر بعد کو ہونا ۲۶ منٹ تک پہنچ گئی ۱۲ منٹ دم،

لا سیما من جهة دقائق الانكسار الافق ،
 فزیادة العرق انرید - نعم ، انت وقع
 فوقه بقدر نصف قطر الشمس مع دقائق
 الانكسار لیستوی النهار ان ، او انرید من ذلك
 فیفضل النجومی ، كما لا یخفی - وهذه فائدة
 سنحت للقلم حین التحریر فاجبت انیرادها -
 سورج کے نصف قطر جتنا اوپر ہو اور انکسار کے دقیقہ بھی ملحوظ ہوں تو نہار عرفی اور نہار نجومی برابر ہو جائیں گی - اور
 اگر سورج کے نصف قطر کی مقدار سے زیادہ اوپر ہو تو نہار نجومی بڑھ جائے گی ، جیسا کہ مخفی نہیں ہے — یہ فائدہ
 لکھتے وقت قلم کے لیے ظاہر ہوا تو ہم نے اس کو ذکر کرنا مناسب سمجھا - (ت)

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اُس کے نصف سے پہلے
 ہوگا ، مثلاً فرض کیجئے آج تحویل حمل کا دن ہے آفتاب بریلی اور اُس کے قریب مواضع میں جیب گھڑی کے ۶ بج کر ۷ منٹ
 پر چمکا اور ۶ بج کر ۴ منٹ پر ڈوبا ۶ بج کر ۴ منٹ پر صبح ہوئی تو اس دن نہار شرعی ۱۳ گھنٹے ۲۶ منٹ کا ہے جس کا آدھا
 ۶ گھنٹے ۳۳ منٹ ہوا اسے ۴ گھنٹے ۴۸ منٹ پر بڑھایا تو ۱۰ گھنٹے ۱۸ منٹ کا وقت آیا اور نصف النهار شرعی وقت استوائی
 حقیقی سے ۴۰ منٹ پیشتر ہوا کاسعہ وعشرین کما یتوہم فافہم واعرف انکنت تفہم (نہ کہ انیس منٹ)
 جیسا کہ وعدہ کیا جاتا ہے - اس کو سمجھو اور جانو ، اگر سمجھ رکھتے ہو - (ت) اسی کو ضحوة کبریٰ کہتے ہیں اسی وقت کے آنے
 تک کچھ کھایا پیانا نہ ہو تو روزے کی نیت جائز ہے ، اس دوسرے قول پر اس وقت سے نصف النهار عرفی
 یعنی استوائی حقیقی تک کہ تحویل حمل کے دن ۱۲ بج کر ۱۱ منٹ پر ہوگا ، سارا وقت کراہت کا ہے جس میں نماز ناجائز
 و ممنوع اور پُرخی ہر کو یہ مقدار اختلاف موسم سے گھٹتی بڑھتی رہے گی یہ قول ائمہ خوارزم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام
 رکن الدین صباغی نے اسی پر فتویٰ دیا ، رد المحتار میں ہے :

عزانی القہستانی القول بان السراد انتصاف
 النهار العرفی ای ائمة ما وراء النہر و بان السراد
 انتصاف النهار الشرعی وهو الضحوة الکبریٰ
 الی الزوال الی ائمة خوارزمیہ

قہستانی میں اس قول کو ائمہ ماوراء النہر کی طرف
 منسوب کیا ہے کہ مراد عرفی نہار کا نصف ہونا ہے ،
 اور اس قول کو ائمہ خوارزم کی طرف منسوب کیا ہے کہ
 مراد شرعی نہار کا نصف ہونا ، یعنی ضحوة کبریٰ زوال تک (ت)

اُسی میں ہے :

وفي القنينة ، واختلف في وقت انكراهة عند الزوال ، فقیل من نصف النهار الى الزوال ، لرواية ابي سعيد رضى الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم انه نهى عن الصلاة نصف النهار حتى تزول الشمس ، قال ركن الدين الصباغی ، وما احسن هذا ، لان النهی عن الصلاة فيه يعتمد تصورها فيه اهل ما في الشامي ، وهذا اكبر تروى من الفاظ الافاء -

اقول وثویدہ ما فی الشامی عن

الطحطاوی عن ابي السعود عن الحموی عن البرجندی عن الملقط ، فی باب الکسوف ، انها اذا انکسفت بعد العصر ونصف النهار دعوا ولم یصلوا ، ای لکراهة النفل فی الوقتین ، ووجه التایید ظاهر لیس بخاف -

اور قنینه میں ہے کہ زوال کے قریب مکروہ وقت کی مقدار میں اختلاف ہے ۔ بعض نے کہا کہ نصف النهار سے زوال تک ہے ، کیونکہ ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ آپ نے نصف النهار سے زوال تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے رکن الدین صباغی نے کہا ہے کہ یہ کتنا ہی اچھا استدلال ہے کیونکہ اس وقت میں نماز سے منع کرنے کی ضرورت تب ہی پڑ سکتی ہے جب یہ وقت کم از کم اتنا ضرور ہو کہ اس میں نماز پڑھی جاسکے ، شامی کی عبارت ختم ہوئی ۔ اور جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو ، یہ افکار کے الفاظ ہیں ۔ (د ت)

اقول (میں کہتا ہوں) : اسی کا مؤید ہے

وہ جو شامی میں ہے ۔ شامی نے طحاوی سے ، اس نے ابوالسعود سے ، اس نے حموی سے ، اس نے برجندی سے ، اس نے ملقط سے باب الکسوف میں نقل کیا ہے کہ اگر سورج گرہن عصر کے بعد یا نصف النهار کے وقت لگے تو لوگ دعا کریں اور نماز نہیں پڑھیں گے ، یعنی اس وجہ سے کہ ان دو وقتوں میں نفل پڑھنا مکروہ ہے ، تاہم یہ کی وجہ ظاہر ہے ، محض نہیں ۔ (د ت)

غرض جب علماء میں اختلاف ہے اور ایک امام اجل نے اس قول کو ترجیح دی اور اُس کے خلاف ترجیح منقول نہ ہوئی تو احتیاط اسی پر عمل کرنے میں ہے ۔

یہاں تک کہ اس کا خلاف ظاہر ہو جائے **اقول**
(میں کہتا ہوں) ابھی مسئلہ مزید تحقیق و تحریر کا محتاج
ہے اور عہد ضعیف کی، یہاں کچھ بحثیں ہیں جنہیں عنقریب
ہم کسی اور تحریر میں پیش کریں گے، واللہ تعالیٰ اعلم
جو کچھ میں نے جواب میں لکھا ہے وہ ختم ہوا۔ واللہ
سبحنہ اعلم بالصواب۔ (ت)

حتى يتبين خلافه **أقول** والمسئلة بعد
تحتاج الى زيادة تحقيق وتحير، وللعبد
الضعيف ههنا بجاث سنوردها ان شاء
الله تعالى في غير هذا التحير، والله تعالى
اعلم۔ انتهى ما كتبت في الجواب۔ و الله
سبحنہ اعلم بالصواب۔

مسئلہ ثالثہ: بڑے سے بڑے یہ وقت کس قدر ہے؟

اقول گنگا ہی صاحب نے اس سوال کا جواب بھی قلم انداز کر دیا، اس کا جواب اجمالی یہ ہے کہ ہمارے
بلا میں انتہا درجہ یہ وقت ۴۰ منٹ تک پہنچتا ہے جبکہ آفتاب انقلاب صیغی میں ہوتا ہے یعنی ۲۲ جون کو ٹھیک
دوپہر سے اتنے منٹ پیشتر نصف النہار شرعی ہو جاتا ہے اور تحویل حمل و میزان یعنی ۲۱ مارچ و ۲۴ ستمبر کو ۴۰ منٹ
بہت ہوتا ہے نہ اس سے گھٹے نہ اس سے بڑے باقی ایام میں انھیں کے بچے میں دورہ کرتا ہے و تفصیل ذلك
یطول لکھنا (اور اس کی تفصیل بہت طویل ہے۔ ت) اور ٹھیک دوپہر سے یہ مراد کہ جب دائرہ ہندیہ میں
ظل ثانی خط معوال پر پورا منطبق ہو نہیں رہا یعنی گویا نصف حقیقی ہے اسی کو استوائی حقیقی کہتے اس وقت
آفتاب بیچ آسمان میں ہونا سمجھئے احکام شرعیہ میں اسی وقت کا اعتبار ہے نصف النہار شرعی سے اسی وقت تک
نماز مکروہ ہے اس کے برپہر وقت ممانعت نہیں رہتا اس وقت بارہ بجے فرض کیجئے اور اس سے گھنٹہ بھر
پہلے گیارہ و علیٰ ہذا القیاس انگریزی گھنٹوں کے بارہ کا حکم زوال و نصف النہار و شروع وقت ظہر میں اصلاً
اعتبار نہیں اگرچہ نہایت صحیح ہوں کہ نھوام میں ان کا کمال صحت توپ سے مطابقت اور توپ قطع نظر اس سے
کہ اکثر غلط چلتی ہے فقیر نے گیارہ منٹ تک کی غلطی اس میں مشاہدہ کی ہے اگر پوری صحیح بھی چلے تو خود اس حساب
پر نہیں چلتی، فقیر نے بارہ بجشتم خود مشاہدہ کیا ہے کہ دھیر کی توپ صحیح چلی ہے اور اس وقت آفتاب مرآی العین
میں صاف پلٹ چکا ہے یا ابھی وسط آسمان پر بھی نہ آیا و لہذا تحویل حوت کا شمس کہ بحساب دائرہ ہندیہ مع حصہ انکسار
افتی ہمارے شہر میں ۵ بج کر ۳۹ منٹ پر ڈوبنا چاہئے توپ کے اعتبار سے قریب ۶ بجے کے ۵ بج کر ۵۶ منٹ
پر ڈوبتا ہے تحویل قوس کا مہر کہ بحساب مذکور دائرہ ۶ بج کر ۴۲ منٹ پر چمکنا چاہئے توپ کے گھنٹوں پر ۶ بجے ۴۲ منٹ

عہ اس گویا اور کیے اور سمجھے کی وجہ عالم ہیأت پر مخفی نہیں اور یہ بھی وہاں سکتا ہے کہ یہ وقت وقت ہوتا
حقیقی تحقیقی کس صورت میں ہوگا ۱۲ منہ (م)

بعد طلوع کرتا ہے اسی طرح ہر جگہ فرق پائیے گا یہ امر ضرور قابلِ لحاظ ہے یہیں سے وہ عقدہ کھل گیا کہ ہم نے مسئلہ ثانیہ کے جواب میں نصف النہار شرعی ۱۱ پر ۳۱ منٹ آکر لکھا اور پھر اس سے استوائی حقیقی تک ۴۰ منٹ کا فاصلہ رکھا حالانکہ ۱۱ پر ۳۱ کے بعد ۱۲ بجتے تک صرف ۲۹ منٹ کا فاصلہ ہے تو وجہ یہ کہ اُس مسئلہ میں انھیں رواجی مدراسی گھنٹوں کا حساب لیا تھا ولہذا طلوع شمس حمل ۶ پر ۷ منٹ آکر مانا۔ یہ ہے ان مسائل کا اجمالی تخمینی جواب اور تفصیل و تحقیق منفی تطویل و اطباب۔

وفیما ذکرنا کفایۃ کلاوی الالباب وصلی اللہ
تعالیٰ علی المولیٰ الابرار سیدنا محمد و
الاول والاصحاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔
اور جو ہم نے ذکر کیا ہے وہ عقلمندوں کے لیے کافی ہے اور
درو و بیچھے اللہ تعالیٰ بہت رجوع کرنے والے آقا سیدنا
محمد پر اور ان کی آل و اصحاب پر۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

(ت)

مسئلہ ۲۷۲ از حیدرآباد دکن قریب دروازہ دبیر پورہ مدرسہ محمدیہ مدرسہ مولوی عبدالحق صاحب اعظم گڈھی

۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۴ھ

حضرت مولانا العلامة والحجیر المقام حامی السنۃ قانع البدعہ بقیۃ السلف حجتہ الخلف مولانا الحاج المولوی احمد رضا
خان صاحب مدظلہ العالی بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واضح رائے عالی متعالیٰ ہو کہ ان دنوں یہاں کے علما
بلکہ چار پانچ علمائے ہند مثل حضرت مولانا مولوی لطیف اللہ صاحب علی گڈھی و جناب مولوی محمد منصور علی خان
صاحب مراد آبادی و جناب مولوی محمد یعقوب صاحب اعظم گڈھی وغیرہم نے مشلین سوی الزوال کا فتویٰ دیا بعد
مولوی عبد الوہاب صاحب بہاری صدر مدرس مدرسہ نقشبندیہ نے سب علما کے فتوے کو رد کر دیا اور لکھا کہ
امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ قول مشلین سے رجوع کر کے قول صاحبین کی طرف آگئے ہیں اب التماس ہے کہ آپ اس
مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں۔ خادم الطالبہ محمد عبدالحق

الجواب

مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ قول سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی مشلین بعد فی الزوال ہے
اور وہی احوط وہی اصح وہی من حیث الدلیل ارجح اسی پر اجماع و اطباق جملہ متون متین وہی مختار و مرضی جمہور محققین
شراحین اسی پر افتاء اکثر کبرائے ائمہ منصفین امام کا اس سے رجوع فرمانا ثابت نہیں اجماع متون مذہب
موضوعہ لنقل المذہب کے حضور بعض حکایات شاذہ خالہ غیر محفوظہ قابلِ لحاظ کتب ہوئیں بلکہ قول یک مثل ہے
مرجوع عنہ ہے۔

لما صرح بہ فی البحر والخیرۃ و مرد المحتار کیونکہ بحر، خیرہ اور رد المحتار وغیرہ میں تصریح ہے کہ

وغيرها ان كل ما خرج عن ظاهر الرواية فهو مرجوع عنه^۱۔ هذا وكل وجهه هو مولينا فاستبقوا الخيرات^۲۔ وفقنا الله تعالى لها و تقبلها منا بالكرم والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجدته اتم واحكم۔

جو قول ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو اس سے رجوع کیا جا چکا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک کی ایک سمت ہے جس کی جانب وہ منہ کرتا ہے تو نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیکیوں کی توفیق دے اور اپنے کرم سے انھیں قبول فرمائے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (د ت)

مسئلہ از کلکتہ فوجداری بالا خانہ نمبر ۳۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب

۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں کلکتہ میں آج کل آفتاب ۶¼ بجے طلوع ہوتا ہے اور پونے چھ بجے غروب اور نماز عصر پونے چار بجے ادا کی جاتی ہے کہ اُس وقت سایہ سوائے سایہ اصلی کے دو مثل کسی طرح نہیں ہوتا اس صورت میں نماز مذہب مفتی بر کے موافق ہوئی یا نہیں اور ایسی حالت میں جماعت میں شریک ہونا چاہیے یا جماعت کا ترک اختیار کیا جائے صرف حکم جاسٹائیوں مجھے دلائل کی ضرورت نہیں، بینوا تو ہوا۔

الجواب

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جب تک سایہ ظل اصلی کے علاوہ دو مثل نہ ہو جائے وقت عصر نہیں آتا اور صاحبین کے نزدیک ایک ہی مثل کے بعد آجاتا ہے اگرچہ بعض کتب فتاویٰ وغیرہ تصانیف بعض متاخرین مثل بریلان طرابلسی و فیض کرکی و درمختار میں قول صاحبین کو مرجح بتایا مگر قول امام ہی احوط و اصح اور از رشے دلیل ارجح ہے، عموماً متون مذہب قول امام پر جزم کیے ہیں اور عامۃ اجلہ شراحین نے اُسے مرضی و مختار رکھا اور اکابر ائمہ ترجیح و افتا بلکہ جمہور پیشوایان مذہب نے اُسی کی تصحیح کی، امام ملک العلماء ابو بکر مسعود نے بدائع اور امام سرخسی نے محیط میں فرمایا: هو الصحيح (یہی صحیح ہے)۔ امام اجل قاضی خان نے اسی کو تقدیم دی اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جو اظہر من حیث الدرایۃ اور اشر من حیث الروایۃ ہو کما

لہ رد المحتار مطلب فی حدیث اختلاف امتی رحمۃ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۵۰/۱

سۃ القرآن سورہ البقرۃ ۲ آیت ۱۳۸

سۃ البحر الرائق بحوالہ بدائع کتاب الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ۲۴۵/۱

سۃ فتاویٰ قاضی خان مقدمۃ الکتاب مطبوعہ نوکشتور کھنڑا انڈیا ۲/۱

نص علیہ فی خطبۃ الخانیۃ (جیسا کہ خانیر کے خطبہ میں یہ بات صراحتاً مذکور ہے۔ ت) اور وہی قول معتد ہوتا ہے کما فی الطحطاوی و الشامی (جیسا کہ شامی اور طحطاوی میں ہے۔ ت) یونہی امام طاہر بخاری نے خلاصہ میں اسے تقدیم دی۔ امام اجل برہان الدین صاحب ہدایۃ نے ہدایہ اور امام اجل ابوالبرکات نسفی نے کافی اور امام زلیعی نے تبیین الحقائق میں اسی کی دلیل مرجع رکھی، امام اجل محبوبی نے اسی کو اختیار کیا۔ امام صدر الشریعہ نے اسی پر اعتماد کیا وہ چند متاخرین اعمیٰ مصنفین برہان و فیض و درمختار ان اکابر میں ایک کی بھی جلالت شان کو نہیں پہنچتے۔ فتاویٰ غیاثیہ و جوائر اخلاطی میں فرمایا: ہوا المختار (یہی مختار ہے) علامہ قاسم نے تصحیح قدوری میں اس کی تحقیق کی، امام سمعی نے غزائۃ المفسّین میں اسی پر اقتصار فرمایا قول خلاف کا نام بھی نہ لیا، امام محمود عینی نے اسی کی تائید فرمائی، ملحق البحر میں اسی کو مقدم رکھا اور وہ اسی کو تقدیم دیتے ہیں جوارج ہو کما ذکر فی خطبہ (جیسا کہ اس کے خطبے میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) اور وہی مختار للفتوٰی ہوتا ہے کما فی شرحہ مجمع الانہر (جیسا کہ اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے) مراقی الصلاح میں ہے ہوا الصحیح و علیہ جلّ المشایخ و المتون (یہی صحیح ہے اور اسی پر بزرگ مشایخ و متون مذہب ہیں) طحطاوی علی المراقی میں ہے صححہ جہور اہل المذہب (جہور ائمہ مذہب نے اسی کی تصحیح فرمائی) نقایہ میں روایت خلاف کی تضعیف فرمائی شرح الجمع للمصنف میں ہے انہ المذہب و اختار اصحاب الشون و امر قضاء الشارحون (مذہب یہی ہے اور اسی کو اصحاب متون نے اختیار فرمایا اور اسی کو شارحین نے مرضی و پسندیدہ رکھا) ینایع و علیگیری میں ہے ہوا الصحیح (یہی صحیح ہے) جامع الرموز میں اسی کو مفتی بہ بتایا، السراج المنیر میں ہے علی قولہ الفتویٰ (امام ہی کے قول پر فتویٰ ہے) بحر الرائق پھر رد المحتار میں ہے قول امام سے عدول کی اجازت نہیں اس مذہب مذہب پر دلیل جلیل صحیح بخاری شریف کی حدیث باب الاذان لمسا فرمیں ہے کہ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہم ایک سفر میں نبی صلی اللہ

١٤. مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر خطه كتاب مطبوعه دار احياء التراث العربى بيروت ١/٤

۹۴

۳۵ " " " " " " " " " " " "

۴۵/۱

في الفتاوى الهندية الباب الاول في المواقيت مطبوعه نورا في كتيب خانة پشاور ۱/۵

له السراج المنير

تعالیٰ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس تھے مؤذن نے اذان ظہر دینی چاہی، فرمایا: ابرو (وقت ٹھنڈا کر) دیر کے بعد پھر مؤذن نے اذان دینی چاہی، فرمایا: ابرو (وقت ٹھنڈا کر) دیر کے بعد مؤذن نے سہ بارہ اذان کا ارادہ کیا، فرمایا: ابرو (وقت ٹھنڈا کر) اور یونہی تاخیر کا حکم فرماتے رہے حتیٰ ساوی الظل التلول (یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا) اُس وقت اذان کی اجازت فرمائی اور ارشاد فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے تو جب گرمی سخت ہو ظہر ٹھنڈے وقت پڑھو۔ مشاہدہ شاہد اور قواعد علم ہیأت گواہ اور خود ائمہ شافعیہ کی تصریحات ہیں کہ دوپہر کو ٹیلوں کا سایہ ہوتا ہی نہیں معدوم محض ہوتا ہے خصوصاً اقلیم ثانی میں جس میں حریم طیبین اور اُن کے بلاد ہیں۔ امام نووی، شافعی و امام قسطلانی شافعی نے فرمایا: ٹیلے زمین پر نصب کی ہوئی اشیاء کی مانند نہیں بلکہ زمین پر پھیلے ہوتے ہیں تو زوال کے بہت زمانے کے بعد اُن کا سایہ شروع ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت گزر جاتا ہے، ظاہر ہے کہ جب آغاز اُس وقت ہوگا تو ٹیلوں کے برابر ہرگز نہ پہنچے گا مگر مثل ثانی کے بھی اخیر حصہ میں اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان نہ دینے دی تو نماز تو یقیناً اور بھی بعد ہوئی تو بلاشبہ مثل ثانی بھی وقت ظہر ہوا اور اس حدیث کو ارادہ جمع بین الصلواتین پر عمل کرنا خود اسی حدیث کے الفاظ سے باطل ہے حضور یہاں ابراہیم کا اظہار فرما رہے ہیں کہ نماز اپنے وقت کے ٹھنڈے حصے میں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال دینے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں ادا کی جائے، حضور یہاں حکم عام ارشاد فرما رہے ہیں کہ جب گرمی سخت ہو یوں ہی وقت ٹھنڈا کر دینا نہیں فرماتے کہ جب مسافر ہو تو ظہر کو عصر سے ملا کر پڑھو اور یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث امامت جبریل جس کے بھروسے پر برہان و درمختار نے مثل اول اختیار کیا اصل حجت نہیں ہو سکتی کہ وہ دنیا میں سب سے پہلی حدیث اوقات ہے نماز شب اس میں فرض ہوئی اور اسی کے دن میں وقت ظہر کو اگر جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان اوقات کے لیے امامت کی توجہ حدیث اُس کے خلاف ہے اُس کے بعد اور اُس کی ناسخ ہے اور قول دومثل سے امام کا رجوع فرمانا ہرگز صحیح نہیں بلکہ اُس کا خلاف ثابت ہے کہ تمام متون مذہب وہی نقل فرما رہے ہیں اور متون ہی نقل مذہب کے لیے موضوع ہیں امام محمد نے کتاب الاصل یعنی مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے وہی قول امام لکھا نہایہ میں ہے امام سے وہی ظاہر الروایۃ ہے غایۃ البیان میں ہے یہی امام کا مذہب مشہور و مانوخذ ہے۔ محیط میں ہے قول امام سے یہی صحیح ہے۔ یہ نتائج میں ہے امام سے یہی روایت صحیح ہے۔ شرح مجمع میں ہے مذہب امام یہی ہے کل ذلک فی البحر (یہ سب بحر میں ہے۔ ت) تو بعض نقول خامہ مرجوحہ کی بنا پر زعم رجوع محض ناموجہ ہے بلکہ قول ایک مثل ہی ہے رجوع ثابت ہے کہ وہ خلاف ظاہر الروایۃ ہے اور جو کچھ خلاف ظاہر الروایۃ ہے مرجوع عنہ ہے کما فی البحر والخیرۃ

وغیرہما (جیسا کہ کجرا و خیرہ وغیرہ میں ہے۔ ت) تو یہ مذہب مذہب بوجہ کثیرہ مذہب صاحبین پر مزج ہوا۔

اولاً یہی مذہب امام ہے اور مذہب امام اعظم پر عمل واجب جب تک کوئی ضرورت اس کے خلاف پر باعث نہ ہو۔

ثانیاً اسی پر متون مذہب ہیں اور متون کے حضور اور کتابیں مقبول نہیں ہوتیں۔

ثالثاً اسی پر عامہ شروح ہیں اور شروح فتاویٰ پر مقدم۔

سابعاً اہل اکابر ائمہ تصحیح و فتویٰ مثل امام قاضی خاں و ایام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام ملک العلماء مسعود کا شانی صاحب بدائع وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ نے اسی کی ترجیح و تصحیح فرمائی اور جلالت شان مصححین باعث ترجیح ہے۔ خاصاً جمہور مشایخ مذہب نے اس کی تصحیح و ترجیح کی اور عمل اسی پر چاہیے جس طرف اکثر مشایخ ہوں۔ سادساً اسی میں احتیاط ہے کہ مثل ثانی میں عصر پڑھی تو ایک مذہب حلیل پر فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوا پڑھی بے پڑھی برابر رہی اور بعد مثل ثانی پڑھی تو بالاتفاق صحیح و کامل ادا ہوئی۔

سابعاً رہی حدیثیں بعض صاحبوں نے گمان یہ کیا کہ احادیث مذہب صاحبین میں نص ہیں بخلاف مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حالانکہ حق یہ ہے کہ صحاح احادیث دونوں جانب موجود ہرگز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ مذہب صاحبین پر کوئی حدیث صحیح صریح سالم عن المعارض تاملت ہے جسے دعویٰ ہو پیش کرے اور بامداد و صبح پر فتوح حضرت سیدنا الامام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس فقیر سے جواب لے ان شاء اللہ تعالیٰ یا تو ثابت ہو جائے گا کہ وہ حدیث جس سے مخالفت نے استناد کیا صحیح نہ تھی یا صحیح تھی تو مذہب صاحبین میں صریح نہ تھی یا یہ بھی سہی تو اس کا معارض صحیح موجود ہے اور فقیر ان شاء اللہ تعالیٰ ثابت کر دے گا کہ اس تعارض میں احادیث مذہب صاحبین کو فسوخ ماننا ہی مقتضائے اصول ہے اور اگر نہ مانیں تاہم تعارض قائم ہو کر تساقط ہو گا اور پھر وہی مذہب امام رنگ ثبوت پائے گا کہ جب بوجہ تعارض مثل ثانی میں شک واقع ہوا کہ یہ وقت ظہر ہے یا وقت عصر اور اس سے پہلے وقت ظہر بالیقین ثابت تھا تو شک کے سبب خارج نہ ہو گا اور وقت عصر بالیقین نہ تھا تو شک کے سبب داخل نہ ہو گا واللہ رب العالمین۔ یا لجللہ عند التحقیق مثل ثانی میں عصر ادا ہی نہ ہوگی بلکہ فرض ذمہ پر باقی رہے گا ورنہ علی التزمل اُس وقت نماز مکروہ ہونے میں تو شک نہیں کہ جب بعض کتب فقہ میں اس وقت نماز ظہر میں کراہت گمان کی صرف اس خیال سے کہ صاحبین کے نزدیک وقت قضا ہو گیا حالانکہ فرض ظہر بالاجماع ساقط ہو جائے گا اگرچہ قضا ہی سہی تو اس وقت نماز عصر لاجرم سخت کراہت رکھے گی کہ امام کے نزدیک ہنوز وقت ہی نہ آیا تو فرض ہی سرے سے ساقط نہ ہو گا اور خلاف صاحبین تھا یہاں خلاف امام و ہاں قضا ادا میں خلاف تھا اور صحت اجماعی ادھر

نفسِ صحت و بطلان ہی میں نزاع ہے جب وہاں کراہت زعم کی گئی تو یہ کس درجہ شدید مکروہ ہونا چاہئے اور یہ تو بے شمار کتبِ ائمہ میں تصریح ہے کہ اس وقت عصر کا پڑھنا بے احتیاطی ہے پس محتاط فی الدین کو لازم کہ اگر چاہے کہ مجھے مثل ثانی کے بعد جماعت مل سکتی ہے اگرچہ ایک ہی آدمی کے ساتھ تو اس جماعت باطلہ یا کم از کم مکروہ بجا بہت شدیدہ میں شریک نہ ہو بلکہ وقت اجماعی پر اپنی جماعت صحیحہ نفیضہ ادا کرے اور اگر چاہے کہ پھر میرے ساتھ کو کوئی نہ ملے گا تو بتقلید صاحبین شریک جماعت ہو جائے اور تحصیلِ صحت متفق علیہا و رفع کراہت کے لیے مثل ثانی کے بعد پھر اپنی تنہا ادا کرے۔
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

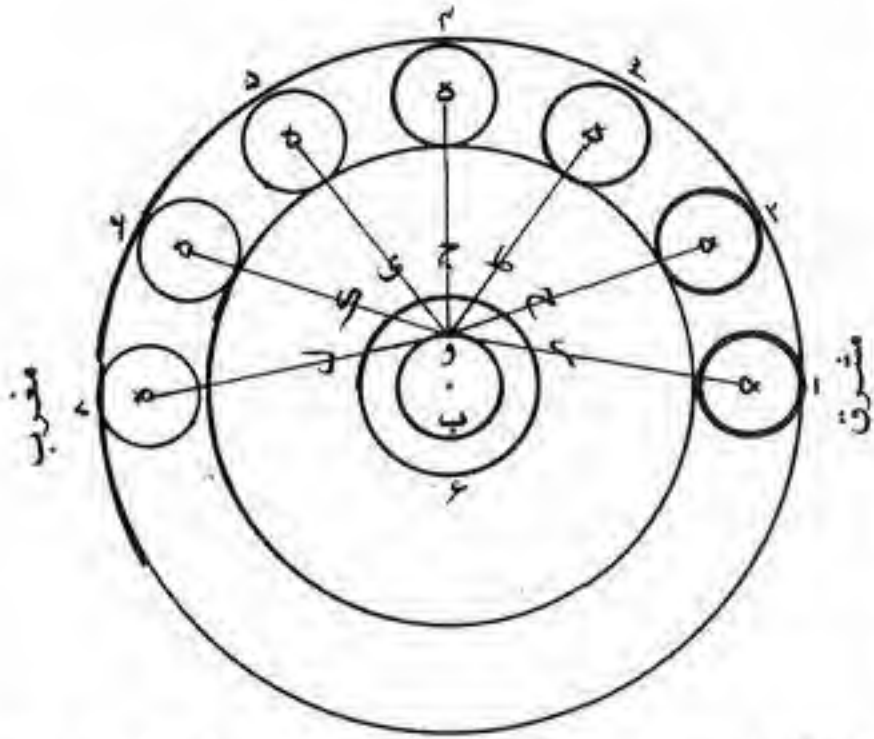
شہوان ۱۳۳۱ھ

۲۴۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عصر کا وقت مستحب و وقت مکروہ کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

نماز عصر میں ابر کے دن تو جلدی چاہئے، نہ اتنی کہ وقت سے پیشتر ہو جائے۔ باقی ہمیشہ اس میں تاخیر مستحب ہے۔ اسی واسطے اس کا نام عصر رکھا گیا لا ینفعا تقصیر (یعنی وہ نچوڑ کے وقت پڑھی جاتی ہے) حاکم و دارقطنی نے زیاد بن عبد اللہ نخعی سے روایت کی ہم امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ مسجد جامع میں بیٹھے تھے مؤذن نے اکر عرض کی، یا امیر المؤمنین! قمار! امیر المؤمنین نے فرمایا بیٹھو، وہ بیٹھ گیا۔ دیر کے بعد پھر حاضر ہوا اور نماز کے لیے عرض کی۔ امیر المؤمنین نے فرمایا هذا الکلب یعلمنا السنة (یہ کتا ہمیں سنت سکھاتا ہے) پھر اٹھ کر ہمیں نماز عصر پڑھائی۔ جب ہم نماز پڑھ کر وہاں آئے جہاں مسجد میں پہلے بیٹھے تھے فحشونا للکلب لنزول الشمس للغروب نتر اھا! ہم زانوؤں پر کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے کہ وہ مغرب کے لیے نیچے اتر گیا تھا) یعنی دیواریں اُس زمانے میں نیچی نیچی ہوتیں آفتاب ڈھلک گیا تھا بیٹھے سے نظر نہ آیا دیوار کے نیچے اتر چکا تھا گھٹنوں پر کھڑے ہونے سے نظر آیا، مگر ہرگز ہرگز اتنی تاخیر جائز نہیں کہ آفتاب کا قرص متغیر ہو جائے اُس پر بے تکلف نگاہ ٹھہرنے لگے یعنی جبکہ غبارِ کثیر یا ابرِ رقیق وغیرہ حائل نہ ہو کہ ایسے حائل کے سبب تو ٹھیک دوپہر کے آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے اس کا اعتبار نہیں بلکہ صاف شفاف مطلع میں اس قدر قی و اُنی حیلات کرے بخار کے سبب کہ اُفتی کے قرب میں نگاہ کو اُس کا کثیر حصہ ملے کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے طلوع و غروب کے قرب آفتاب پر نگاہ بے تکلف جمتی ہے جب اُس سے اونچا ہوتا اور کمرۂ بخار کا قلیل حصہ حائل رہ جاتا ہے شعاعیں زیادہ ظاہر ہوتیں اور نگاہ جتنے سے مانع آتی ہیں اور یہ حالت مشرق و مغرب دونوں میں یکساں ہے جس کا حال اس شکل سے عیاں ہے اب کمرۂ زمین ہے و موضع



ناظر ہے یعنی سطح زمین
کی وہ جگہ جہاں دیکھنے
والا شخص کھڑا ہے
ح ۲ زمین کے سب
طرف کرۂ بخار ہے
جسے عالم نسیم و عالم
لیل و نہار بھی کہتے
ہیں اور یہ ہر طرف
سطح زمین سے ۵۰ میل
یا قول اوائل پر ۵۰ میل
اوپر ہے اس کی ہوا
اوپر کی ہوا سے کیفیت

ہے تو آفتاب اور نگاہ میں اس کا جتنا زاوہ حصہ حاصل ہو گا اتنا ہی نور کم نظر آئے گا اور نگاہ زیادہ ٹھہرے گی ۵ مرکز شمس ہے
۱۵ ہر طرف وہ خط ہے جو نگاہ ناظر سے شمس پر گزرتا ہے پہلے نمبر پر آفتاب افق شرقی سے طلوع میں ہے اور دوسرے تیسرے
نمبر پر چڑھتا ہوا ساتویں نمبر پر افق غربی پر غروب کے پاس پہنچا ظاہر ہے کہ جب آفتاب پہلے نمبر پر ہے تو خط ۱۵ کا حصہ
۱۵ کرۂ بخار میں گزرا اور دوسرے پر روح تیسرے پر لوط چوتھے پر روح ۱۵ اور اقلیدس سے ثابت ہے کہ ان میں ۱۵
سب سے بڑا ہے اور آفتاب جتنا اونچا ہوتا جاتا ہے روح ۱۵ و غیرہ چھوٹے ہوتے جاتے ہیں کہ یہاں تک کہ
نصف النہار پر خط روح سب سے چھوٹا رہتا ہے ہم نے اپنے محاسبات ہندسیہ میں ثابت کیا ہے کہ خط روح
یعنی دوپہر کے وقت کا خط پانسو اٹھانوے میل سے بھی زائد ہے پھر جب آفتاب ڈھلکتا ہے وہ خطوط اسی نسبت
پر بڑے ہوتے جاتے ہیں ۱۵ برابر لوط کے پڑتا ہے اور ۱۵ برابر روح کے اور ۱۵ برابر اس کے ہے
یہاں سے واضح ہو گیا کہ یہ قدرتی دائمی سبب ہے جس کے باعث آفتاب جب نصف النہار پر ہوتا ہے اپنی انتہائی
تیزی پر ہوتا ہے اور اس سے پہلے اور بعد دونوں پہلوؤں پر جتنا افق سے قریب تر ہوتا ہے اس کی شعاع وسیع ہوتی
ہے یہاں تک کہ شرق و غرب میں ایک حد کے قرب پر اصلاً نگاہ کو خیرہ نہیں کرتی مشرق میں جب تک اس حد سے
آفتاب نکل کر اونچا نہ ہو جائے اس وقت تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے اور مغرب میں جب آفتاب اس حد کے
اندر آجائے اس وقت سے غروب تک نماز منع اور وقت کراہت کا ہے، تو اس بیان سے سبب بھی ظاہر ہو گیا اور

یہ بھی کھل گیا کہ مشرق و مغرب دونوں جانب میں یہ وقت برابر ہے نہ یہ کہ مشرق کی طرف، تو یہ وقت پندرہ بیس منٹ رہے جو تقریباً ایک نیزہ بلندی کی مقدار ہے اور مغرب میں ڈیڑھ دو گھنٹے ہو جائے جو اُس سے کئی نیزے زائد ہے تجربہ سے یہ وقت تقریباً بیس منٹ ثابت ہوا ہے تو جب سے آفتاب کی کرن چمکے اُس وقت سے بیس منٹ گزرنے تک نماز ناجائز اور وقت کراہت ہوا اور ادھر جب مغرب کو بیس منٹ رہیں وقت کراہت آجائے گا، اور آج کی عصر کے سوا ہر نماز منع ہو جائے گی۔ ہاں یہ جو بعض کا خیال ہے کہ آفتاب متغیر ہونے سے مراد دھوپ کا میلنا ہونا، یہ ہرگز صحیح نہیں، جاڑے کے موسم میں تو آفتاب ڈھلکنے کے تھوڑی ہی دیر بعد کہ ابھی سایہ ایک مثل بھی نہیں پہنچتا اور بالاجماع وقت ظہر باقی ہوتا ہے یقیناً آفتاب بہت متغیر ہو جاتا ہے اور بین طور پر دھوپ میں زردی پیدا ہو جاتی ہے تو چاہئے کہ عصر کا وقت آنے سے پہلے ہی وقت کراہت آجائے اور نماز بے کراہت مل ہی نہ سکے اور یہ صریح باطل و محال ہے، ابوالسعود علی الکثر اور طحاوی علی الدر میں ہے :

السراد ان یذہب الضوء فلا یحصل للبصر
بہ حیوة ولا عبوة لتغیر الضوء لان تغیر
الضوء یحصل بعد الزوال
یعنی تغیر آفتاب سے مراد یہ ہے کہ اُس کی روشنی جاتی رہے تو نگاہ کو اس سے خیرگی حاصل نہ ہو اور دھوپ کا تغیر کچھ معتبر نہیں کہ یہ تو زوال کے بعد ہو جاتا ہے (ت)

بالجملہ سخن تحقیق وہ ہے جو ائمہ نے کتاب الاسرار و بحر الرائق وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ جس نماز میں تاخیر مستحب ہے جیسے فجر و عصر وغیرہما، وہاں تاخیر کے یہ معنی ہیں کہ وقت کے دو حصے کریں نصف اول چھوڑ کر نصف آخر میں پڑھیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وقت سے مراد وقت مستحب ہے کہ وقت مستحب کے نصف آخر میں پڑھیں، جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا اب تعیین وقت کے لیے مثل ثانی کے وقت کا تخمینہ لکھیں جس سے ظہر و عصر کا اندازہ ہو سکے وہ یہ کہ ۲۱ مارچ تحویل حمل اور ۲۳-۲۴ ستمبر تحویل میزان میں ختم مثل ثانی یعنی شروع وقت عصر حنفی سے آفتاب کے غروب شرعی تک ان بلاد میں ایک گھنٹا ۴۱ منٹ باقی ہوتے ہیں اور ۲۰-۲۱-۲۱ اپریل تحویل ثور اور ۲۳-۲۴-۲۴ اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹا ۵۰ منٹ ہوتے ہیں اور ۲۱-۲۲ مئی تحویل جوزا اور ۲۳ جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹا ۱۰ منٹ اور ۲۳ جون تحویل سرطان کو دو گھنٹے ۶ منٹ، اور یہ سال میں سب سے بڑا وقت عصر ہے کہ اس سے زیادہ ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا اور ۲۴-۲۴ اکتوبر تحویل عقرب اور ۱۹ فروری تحویل حوت کو ایک گھنٹا ۳۶ منٹ اور ۲۲-۲۳ نومبر تحویل قوس سے ۲۲ دسمبر تحویل جدی اور پھر ۲۰-۲۱ جنوری تحویل دلو تک دو مہینے برابر بلکہ اس سے

بھی کچھ زائد ایک گھنٹہ ۲۵ منٹ باقی ہوتا ہے اور یہ سال میں سب سے چھوٹا وقت عصر ہے کہ اس سے کم ان بلاد میں کبھی نہیں ہوتا، اسی حساب سے جس دن جتنا وقت عصر ہو اس کے آخر سے ۲۰ منٹ وقت مکروہ کے نکال کر باقی کے دو حصے کریں حصہ اول چھوڑ کر حصہ دوم سے وقت مستحب ہے اور حصہ اول میں بھی اصلاً کراہت نہیں، ہاں اتنی تعجیل کہ ڈوشل پورے ہونے میں شک ہو ضرور سخت خلاف احتیاط ہے اس سے بچنا چاہئے کہ اگر وہم و غدشہ ہے تو کراہت ہے اور اگر واقعی شک ہے تو امام کے طور پر ہوگی ہی نہیں یونہی اتنی تاخیر نہ چاہئے کہ وقت کراہت آنے کا اندیشہ ہو جائے اور اس سے پہلے پہلے اصلاً کسی قسم کی کراہت کا نام و نشان نہیں، نہ وہ اللہ و رسول کے نزدیک کاہل ہے یہ عرض غلط و باطل ہے جب شرع مطہر اس وقت کو مستحب فرما رہی ہے تو کیا وقت مستحب میں ادا کرنا مکروہ اور فاعل کاہلی کے ساتھ منسوب ہو سکتا ہے یہ نرمی نادانی ہے پھر اگر اس نے احتیاط کی اور نماز میں تطویل کی کہ وقت کراہت وسط نماز میں آگیا جب بھی اس پر اعتراض نہیں، نہ کہ وقت کراہت آنے سے پہلے ختم کر دے اور اعتراض ہو، درمختار میں ہے،

لو شرع فیہ قبل التعلیغ فمدہ الیہ لایکویہ
واللہ تعالیٰ اعلم۔

سورج میں تغیر آنے سے پہلے نماز شروع کی پھر تغیر
تک لمبی کر دی تو مکروہ نہیں ہوگی واللہ تعالیٰ اعلم (د)

شوال ۱۳۲۰ھ

۲۰۶۰۲۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں؟

(۱) فرض و سنت ہر دو کا اولی وقت کیا ہے؟

(۲) اسال وقت صلاۃ عید الفطر انتہا درجہ تک تھا جس نے بعد ساڑھے گیارہ بجے نماز پڑھی اس کی

نماز ہوئی یا نہیں؟

الجواب

(۱) سنت قبلہ میں اولی اول وقت ہے بشرطیکہ فرض و سنت کے درمیان کلام یا کوئی فعل منافی نماز نہ کرے اور سنت بعدیہ میں مستحب فرضوں سے اتصال ہے مگر یہ کہ مکان پر آکر پڑھے تو فصل میں حرج نہیں لیکن اجنبی افعال سے فصل نہ چاہیے یہ فصل سنت قبلہ و بعدیہ دونوں کے ثواب کو ساقط اور انھیں طریقہ مسنونہ سے خارج کرتا ہے اور فرض فجر و عصر و عشاء میں مطلقاً اور ظہر میں بموسم گرما تاخیر مستحب ہے اور مغرب میں تعجیل۔ تاخیر کے یہ معنی کہ وقت غیر مکروہ کے دو حصے کر کے پہلا نصف چھوڑ دیں دوسرے نصف میں نماز پڑھیں کما نص

عليه في البحر الحثي وغيره والله تعالى اعلم -

(۲) مذہب اصح پر اس کی نماز نہ ہوئی وقت اس کے قریب قریب ختم ہو چکا تھا مگر ایسی جگہ علماء آسانی پر نظر فرماتے ہیں ہمارے علماء کا دوسرا قول یہ ہے کہ وقت عید زوال تک ہے اس تقدیر پر جس نے بارہ بج کر چھ منٹ تک بھی سلام پھیر دیا اس کی نماز ہوگی کہ اس دن بارہ بج کر ساڑھے چھ منٹ پر زوال ہوا تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از سندیلہ مسئلہ بعض علماء توسط مولانا مولوی محمد وحسی احمد صاحب محدث سوہرتی -

دوم ربیع الاول شریعت ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز مغرب کا وقت افنی شرقی کی جڑ سے سیاہی نمودار ہوتے ہی معاً ہو جاتا ہے یا جب سیاہی بلند ہو جاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے بر تقدیر ثانی وہ بلندی کتنے گز ہوتی ہے اور آبادیوں میں سیاہی شرق سے نظر آنے پر نماز کا وقت سمجھا جائے گا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اقول وبالله التوفیق (اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں۔ ت) افنی شرقی سے سیاہی کا طلوع قرص شمس کے شرعی غروب سے بہت پہلے ہوتا ہے سیاہی کئی گز بلند ہو جاتی ہے اُس وقت آفتاب ڈوبتا ہے جس طرح قرص شمس کے شرعی طلوع سے سیاہی مغربی کا غروب بہت بعد ہوتا ہے آفتاب مرتفع ہو جاتا ہے اُس وقت تک سواد مری رہتا ہے اس پر بیان و بیان و برہان سب شاہد عدل ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: یس الخبر کالمعاینتۃ (خبر مشاہدہ کی طرح نہیں۔ ت) جسے شک ہو طلوع و غروب کے وقت جنگل میں جا کر جہاں سے دونوں جانب افق صاف نظر آئیں مشاہدہ کرے جو کچھ مذکور ہوا آنکھوں سے مشاہدہ ہو جائے گا الحمد للہ عجائب مستر آن غشی نہیں۔

کما فی حدیث الترمذی عن امیر المؤمنین علی عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تنقضی عجائبہ -
جیسا کہ ترمذی کی حدیث میں امیر المؤمنین علی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ قرآن کے عجائب کبھی ختم نہیں ہوتے۔ (ت)

ایک ذرا غور سے نظر کیجئے تو آیہ کریمہ تولج اللیل فی النهار و تولج النهار فی اللیل (تو، رات کو دن

میں اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ ت کے مطالعہ رفیعہ سے اس مطلب کی شعا عین صاف چمک رہی ہیں رات یعنی سایہ زمین کی سیاہی کو حکیم قدیر عز جلالہ دن میں داخل فرماتا ہے ہنوز دن باقی ہے کہ سیاہی اٹھائی اور دن کو سواد مذکور میں لاتا ہے ابھی ظلمت شبینہ موجود ہے کہ عروس خاور نے نقاب اٹھائی،

فان ایلا ج شئی فی شئی یقتضی وجودہا، لالہ
یعدم احدہما فی عقبہ الآخر، واللیل والنہار
یمعنی الملوین متضاد ان لا یجتمعان، فلا بد
من التجوز۔ ومن اقرب وجوہہ ما ذکر
العبد، من حمل اللیل علی السواد، فیبقى
النہار علی حقیقتہ و ینظر الایلا ج من دون
کلفۃ، ولا یتجاوز التجوز قدر الحاجة۔ و
یکمن العکس ایضا، بان یحمل النہار علی الاشعۃ
الشمسیۃ واللیل علی حقیقتہ، فیکون اشارۃ
الی ظہور نور الشمس فی الافق الشرقی واللیل
باق بعد، کما فی الصبح الاول۔ وان امرید
اللیل العصر فی ظہر واکمل۔ والی حصول
اللیل مع بقاء الضوء الشمسی فی الافق
الغربی من الشفقین الاحمر والابيض و
ان کان الامام الفخر الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ
لا یوضی ان یجعل تلك الانوار من الشمس
حتی الصبح الصادق ایضا، کما اطلال الکلام
فیہ فی سورۃ الانعام، تحت قوله عز وجل
فالق الاصباح و لیس الامر کما ظن، واغتر
بقوله العلامة الزرقانی فظن ان

کیونکہ ایک چیز دوسری میں تنہی داخل کی جاسکتی ہے جب
دونوں موجود ہوں نہ کہ ایک ختم ہو جائے اور اس کے
بعد دوسری آئے۔ اور لیل و نہار بمعنی رات دن
ایکس میں متضاد ہیں، اکٹھے نہیں ہو سکتے، تو مجازی معنی
مراد لینا ضروری ہے۔ اور اس کا اقرب طریقہ وہی ہے
جو بندے نے بیان کیا ہے کہ لیل سے مراد تاریکی لی جائے
اور نہار اپنے حقیقی معنی میں ہو۔ اس طرح داخل کرنے
کا مفہوم بغیر کسی تکلف کے ظاہر ہو جائے گا اور مجاز
کی طرف ضرورت سے زیادہ نہیں جانا پڑے گا۔
اور اس کا عکس بھی ممکن ہے، یعنی نہار سے مراد سورج
کی شعا عین لی جائیں اور لیل اپنے حقیقی معنی میں ہو۔
اس صورت میں آیت کے اندر اشارہ ہو گا کہ مشرقی
افق میں سورج کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے اور رات
ابھی باقی ہوتی ہے جیسا کہ صبح کا ذب کے وقت ہوتا ہے
اور اگر لیل سے مراد لیل عرفی لی جائے تو یہ مفہوم مزید
واضح اور کامل ہو جاتا ہے۔ نیز اس آیت میں اس
طرف بھی اشارہ ہو گا کہ مغربی افق میں شفق احمر اور
ابيض کے دوران سورج کی روشنی باقی ہوتی ہے
اس کے باوجود رات ہو جاتی ہے اگرچہ امام فخر الرازی
ان روشنیوں کو، حتی کہ صبح صادق کی روشنی کو بھی

هذا مذهب منقول ، فنسبه لاهل السنة ،
مع انه ليس الا من توسعات الامام في البحث
والكلام ولم يستدل له الا ببحث عقلي ،
لا تام ولا جلي - ومن البديهي عند كل احداث
الشفق والصبح اختان ، وما امرها الا واحد -
وقد اخبر ابی شيبه عن العوام بن حوشب
قال : قلت لمجاهد ، ما الشفق ؟ قال : ان
الشفق من الشمس - ذكره في الدر المنثور ،
تحت قوله تعالى فلا اقم بالشفق ، بل في
التفسير الكبير تحت الكريمة ، اتفق العلماء
على انه اسم للآثار الباقي من الشمس في الافق
بعد غروبها - اما دليله العقلي فقد مرده
العبد الضعيف بكلام لطيف ذكرته على هامشه -
وبالله التوفيق -

”شفق کیا ہے؟“ انہوں نے جواب دیا ”شفق سورج سے ہے“ یہ روایت درمنثور میں اللہ تعالیٰ کے فرمان
”فلا اقم بالشفق“ کے تحت مذکور ہے۔ بلکہ تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ علما کا اتفاق ہے کہ شفق
سورج کے اس اثر کو کہتے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد افق پر باقی رہتا ہے۔ رہی امام رازی کی عقلی دلیل، تو اس کو
عبد ضعیف نے ایک لطیف کلام کے ساتھ رد کر دیا ہے، جو تفسیر کبیر کے حاشیے پر مرقوم ہے، وبالله التوفيق۔ (ت)
قرآن عظیم کا نائب کریم کلام صاحب جوامع الکلم علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن
ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد میں امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
اذا قبل الليل من ههنا وادبر النهار من
جب ادھر سے رات آئے اور اُدھر سے دن پیٹھ دکھائے

ههنا وغربت الشمس فقد افطر الصائم
اور سورج پورا ڈوب جائے تو روزہ دار کا روزہ پورا ہو چکا۔ (ت)

لیل سے مراد سیاہی اور نہاس سے مقصود ضوۃ فان الاقبال من ههنا والاخبار من ههنا انما يكون لهما (کیونکہ تاریکی اور روشنی ہی ادھر سے آتی ہیں اور اُدھر جاتی ہیں۔ ت) تیسرے میں ہے،
اذا اقبل الليل، یعنی ظلمتہ، وادبر النهار، جب کہ رات آئے، یعنی اس کی تاریکی، اور دن
ایضاً ضوۃ ہے واپس جائے، یعنی اس کی روشنی۔ ت

عالم ماکان وما سیکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تینوں لفظ اُسی ترتیب سے ارشاد فرمائے جس ترتیب سے واقع ہوتے ہیں، پہلے سیاہی اُٹھتی ہے اُس وقت تک اگر اُفق صاف اور غبار و بخار سے پاک ہو آفتاب کی چمک باقی رہتی بلکہ قتل جبال و اعلیٰ اغصان شجر پر عکس ڈالتی ہے پھر جب قرص چھپنے پر آیات کائنات ابتر و افقہ و کثرت بعد عن الابصار و طول مرور شعاع البصر فی شحی کرۃ البخار کے باعث روشنی بالکل محجوب ہو جاتی ہے مگر ہنوز قدرے قرص بالائے افق مرقی شرعی باقی ہے اس کے بعد آفتاب ڈوبتا اور وقت افطار و نماز آتا ہے اس صاف و نفیس و بے تکلف معنی پر بجز اللہ تعالیٰ انتظام کلام اُسی اعلیٰ جلالت پر جلوہ فرما ہے جو صاحب جوامع الکلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان رفیع بلاغت بے مثل کو مستلزمات و کلمات عطا کئے کرام بھی ان نفیس معنی کے ایمان سے خالی نہ ہے امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ المصابیح میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں،

ای وقد یقبل اللیل ولا تكون غریب حقیقۃ۔ یعنی کبھی رات آجاتی ہے اور ابھی حقیقۃً غروب نہیں ہوا ہوتا، اس لیے حقیقی غروب ضروری ہے (ت)

حقیقی علی الجامع الصغیر میں ہے،

قوله، وغربت الشمس، لم یکتف بما قبله
عن ذلك، اشارۃ الی انه قد یوجد اقبال
الظلمۃ وادبار الضوۃ ولم یوجد غروب الشمس۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان "اور سورج ڈوب جائے"
آپ نے سیاہی کے آنے اور روشنی کے جانے پر اکتفا
نہیں کیا اور غروب کی تصریح فرمائی کیونکہ کبھی سیاہی آجاتی
ہے اور روشنی چلی جاتی ہے مگر غروب آفتاب نہیں ہوتا،

جامع الترمذی باب ما جاء اذا اقبل اللیل مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۸۸/۱

۱۰ التیسرے شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت، مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۷۶/۱

۱۱ مرقات المفاتیح بحوالہ ابن حجر باب من کتاب الصوم غسل اول۔ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان ۲۵۲/۴
۱۲ حکم الحنفی علی الجامع الصغیر مع السراج المنیر زیر حدیث اذا اقبل اللیل الخ مطبوعہ المطبعة الازہریہ مصر ۹۷/۱

اور اگر حدیث میں لیل و نہار معنی حقیقی پر رکھئے تو اگرچہ اتنا ضرور ہے کہ مجاز مرسل کی جگہ مجاز عقلی ہوگا۔

لما علمت ان اسناد الاقبال والا دیاس من ہہنا کیونکہ تم جان چکے ہو کہ ادھر سے ادھر جانے کی نسبت و ہہنا لیس الیہما علی الحقیقۃ۔ لیل و نہار کی طرف حقیقتہً نہیں ہے۔ (د)

مگر اب تین الفاظِ کریمہ کے جمع ہونے سے سوال متوجہ ہو گا شک نہیں کہ اس معنی پر امورِ شکیہ متلازم ہیں اور ایک کا ذکر باقی سے معنی،

وہذا ما قالہ الامام النووی فی المنہاج، قال یہ وہی بات ہے جو امام نووی نے منہاج میں کہی ہے۔ العلماء، کل واحد من هذه الثلاثة يتضمن علامہ نے کہا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک، باقی دو الاخرین ویلا من مہمما۔ کو یا تو متضمن ہوتا ہے یا ان کے ساتھ لازم ہوتا ہے۔

اس کی اظہار توجیہ وہ ہے کہ علامہ طیبی نے شرح مشکوٰۃ میں افادہ کی کہ

انما قال وغربت الشمس، مع الاستغناء عنه آپ نے فرمایا "اور سورج ڈوب جائے" حالانکہ بظاہر لسان کمال الغروب؛ کیلا یظن انه اذا غرب اس کی ضرورت نہیں تھی، تاکہ مکمل غروب کا بیان بعض الشمس جازا لاقطارہ۔ ہو جائے اور کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ سورج کا کچھ حصہ

غروب ہونے سے افطار جائز ہو جاتا ہے۔ (د)

علامہ مناوی وغیرہ نے بھی اُن کی تبعیت کی۔ تیسیر شرح جامع صغیر میں ہے،

ونما (وغربت الشمس) مع ان ما قبلہ کاف آپ نے فرمایا "اور سورج ڈوب جائے" فرمایا حالانکہ پہلے اشارۃ الی اشتراط تحقق کمال الغروب۔ الفاظ کافی تھے، اس میں اشارہ ہے کہ کامل غروب کا

پایا جانا شرط ہے۔ (د)

اقول: یہ توجیہ وجہ صراحتہً ہمارے مدعا کے مذکور کی طرف ناظر ہے نظر غائر میں بروجہ جلی اور قلت تدبر میں من طرف خفی یعنی اگرچہ لیل و نہار حقیقی مراد ہونے پر ذکر غروب کی حاجت نہ تھی کہ رات بھی آئے گی کہ سورج ڈوب چکے گا مگر سواد و ضیا پر اُن کا عمل بعید نہیں خصوصاً جبکہ اقبال من ہہنا و ادبار من ہہنا اُس پر قرینہً ظاہرہ ہیں تو اگر اس قدر پر قناعت فرمائی جاتی احتمال تھا کہ مجرد اقبال سواد و ادبار ضیا پر وقت افطار سمجھ لیا جاتا حالانکہ اقبال لیل درکنار ہنوز

۱۔ شرح مسلم السنوی مع صحیح مسلم زیر حدیث اذا قبل اللیل الذی مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۵۱/۱

۲۔ شرح الطیبی باب فی مسائل متفرقة الفصل اول اداره القرآن کراچی ۱۵۱/۲

۳۔ التیسیر شرح جامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۷۶/۱

بعض قرص غروب کو باقی ہوتا ہے کہ ضیا بھی معدوم ہو جاتی ہے لہذا وغیرہ بت الشمس (اور سورج ڈوب جائے۔ ت) زائد فرمایا کہ کوئی غروب بعض قرص کو کافی نہ سمجھ لے پر غائب کر اگر یہ اقبال و ادبار اُسی وقت ہوتے جب پورا قرص ڈوب لیتا تو اس احتمال و ظن کا کیا عمل تھا ذکر غروب سے استغناء بدستور باقی رہتا اور جواب محض مہمل جاتا تو صاف ثابت ہوا کہ سیاہی اٹھنا اور شعاع چھپنا دونوں غروب شمس سے پہلے ہو لیتے علامہ علی قاری نے بھی اس کلام طیب طیبی کو تحقیق بتایا اور جس قبول سے تعلق فرمایا،

چنانچہ علی قاری نے طیبی کا کلام نقل کرنے کے بعد کہا ہے "بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اقبال لسیل اور ادبار نہما کا اس لیے ذکر کیا ہے تاکہ واضح کر دیں کہ سورج کا آنکھوں سے غروب ہو جانا کافی نہیں ہے، کیونکہ کبھی آنکھوں سے تو غائب ہو جاتا ہے مگر حقیقتہً ڈوبا نہیں ہوتا۔" پھر علی قاری نے اس کو یہ کہہ کر رد کیا ہے کہ اس پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت میں دو سری قید (یعنی وغیرہ بت الشمس) کی کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ علماء کی یہ بات تو تب تام ہو سکتی تھی جب "غربت" (اقبال و ادبار سے) پہلے مذکور ہوتا۔ علی قاری کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں تو یہ کہا جاسکتا تھا کہ چونکہ آنکھوں سے غائب ہونا کافی نہیں ہے اس لیے اس کو تبم کو دور کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں اقبال لیل کا ذکر کیا ہے مگر جب تبم کو قطع کرنے والی چیز (یعنی اقبال لیل) کا ذکر پہلے ہی ہو چکا تھا، تو پھر اس کے بعد تبم پیدا کرنے والی

حیث قال بعد نقلہ ، وقال بعض العلماء ، انما ذکر ہذین لیبین ان غروبہما عن العیون لا یکفی لانہا قد تغیب ولا تكون غربت حقیقۃ ، فلا بد من اقبال اللیل ۔ ثم ردہ بقولہ ، فیہ ان القید الثانی مستغن عنہ حیث انذ ، وانما کان یتکم کلامہم لو کان غربت ۔ ثم ما ۱۱ ای انما کان یحتاج اذ ذاک الی دفع ذلک الوہم بذکر اقبال اللیل ، اما اذ ذکر اول ما ۱۱ القاطع للوہم فای حاجۃ بعدہ الی ذکر الغروب الموهم ؟ ثم قال : فیخرجہم الحکم الی ما حققہ الطیبی ۔ ۱۱ فقد مرجعہ الی ما یفید تحقیق کلام الامام ابن حجر کما علمت ، غیر ان المولی الفاضل رحمہ اللہ تعالیٰ شدید الایلاخ بالرد علیہ فی شرحیہ للشکوۃ والشائل ، حتی فی الواضحات الجلائل ، مع انه من تلامذتہ ، رحمۃ

لے مرقات المفاتیح	باب من کتاب الصوم الفصل الاول	مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان	۲۵۲/۴
لے	"	"	"
لے	"	"	"

اللہ تعالیٰ علیہما وعلى سائر العلماء الکرام۔ چیز (یعنی غروب) کو لانے کی کیا ضرورت تھی؛ پھر علی قاری نے کہا ہے کہ آخر کار بات ادھر ہی لوٹ جاتی ہے جس کی تحقیق قطبی نے کی ہے۔ اس طرح علی قاری اسی فائدے کی طرف لوٹ آئے جو امام ابن حجر کے کلام کی تحقیق سے حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ تم جان چکے ہو۔ لیکن علی قاری مشکوٰۃ اور شمائل کی دونوں شرحوں میں ابن حجر کی ہر بات کی تردید کرنے سے خصوصی شغف رکھتے ہیں، حتیٰ کہ انتہائی واضح باتوں میں بھی (ابن حجر کی تردید کرتے ہیں) حالانکہ وہ ابن حجر کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اور تمام علماء کرام پر رحمت نازل فرمائے۔ (ت)

ہاں شہروں باغوں خصوصاً نخلستان و کوہستان کی آبادیوں جنگلوں میں جہاں اُفق نظروں سے دُور ہوتا ہے غالباً یہ شرق سے اُٹھتی ہوئی تاریکی خوب بلند ہو کر نظر آتی ہے اور یہ وقت خاص غروب کا ہوتا ہے بلکہ بہت جگہ اس سے بھی پہلے غروب ہو چکتا ہے کلمات علماء مثل قول امام ابو زکریا،

قال بعد ما نقلنا سابقا، وانما جیم بینہما
لانه قد یکون فی واد ونحوہ بحیث لا یشاہد
غروب الشمس فیعتد اقبال الظلام وادبار
الضیاء۔
ابو زکریا نے، بعد اس کے جو ہم پہلے نقل کر آئے ہیں،
کہا ہے کہ (اقبال بل اور غروب کی جمع اس لیے کیا ہے
کہ کبھی روزہ دار کسی وادی وغیرہ میں ہوتا ہے جہاں
غروب کا مشاہدہ نہیں ہو سکتا تو تاریکیوں کے آنے اور
روشنی کے جانے پر اعتما د کرنا پڑتا ہے (ت)

وقول امام قاضی عیاض فی شرح صحیح مسلم،
قد لا یتفق مشاہدۃ عین الغروب ویشاہد
هجوم الظلمۃ حتی یتیقن الغروب بذلك،
فیحل الاقلام۔
وقول امام عینی فی عمدۃ،

ثم بین ما یتعبرہ من لم یتمکن من رؤیۃ
جرم الشمس، وهو اقبال الظلمۃ
من المشرق، فانہا لا تقبل منه
پھر اس چیز کو بیان کیا جس کو وہ آدمی بھی جان لیتا ہے
جس کے لیے سورج کی ٹیکہ کو دیکھنا ممکن نہ ہو، یعنی مشرق
کی جانب تاریکی کا آجانا، کیونکہ وہ تب ہی آتی ہے

الاقْدَسَقَطُ الْقَرْمَضِ -

جب سورج کی نیکہ غائب ہو چکی ہوتی ہے۔ (ت)

وقول جامع الرموز :

ای وقت غیبة جرم الشمس کله اذ اظهر الغروب
والا فالی وقت اقبال الظلمة من المشرق، کما فی
التحفة -

یعنی افطراس وقت کرے جب سورج کی پوری نیکہ غائب
ہو جائے، اگر غروب اس کے لیے ظاہر ہو، ورنہ جب مشرق
کی جانب تارکی آجائے (تو افطار کر لے) جیسا کہ تحفہ
میں ہے۔ (ت)

وامثال ذلک کہ صرائف انھیں مواضع سے متعلق ہیں جہاں افق ظاہر اور رویت مقدور نہ ہو ایسے ہی عدم ممکن پر محمول ورنہ
جب باجماع امت اور خود انھیں علماء اور ان کے امثال کی تصریحات قطعیہ سے مدار حکم غروب جمیع جرم شمس ہے اور
اصل افق سے ارتفاع سوا و شہادت مشاہدہ قبل غروب حاصل تو مجرد اقبال پر ادارت حکم کیونکہ معقول اور حدیث مطابقت
مالک عن ابن شہاب عن حمید بن عبد الرحمن
ان عمر بن الخطاب وعثمان بن عفان رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کانایصلیان المغرب حین ینظر
الی اللیل الا لسود قبل ان یفطر، ثم یفطران
بعد الصلاة، وذلك فی رمضان -

تو ان عبارات سے بھی قریب تر ہے۔ شہر اور شہر کا بھی وسط اور وہ بھی خلستان اور ملک کو ہستان، پھر امامین جلیلین
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حسن احتیاط خود عبارت حدیث سے ظاہر کہ حین ینظران الی اللیل الا لسود مجرد ذکر لیل
یعنی سوا پر قناعت نہ کی بلکہ تاکید صفت اسود بڑھاتی یعنی جب سیاہ سیاہی گہری ظلمت دیکھ لیتے اس وقت
نماز پڑھتے، حدیث صحیحین اذا رایتم اللیل قد اقبل من ہہنا فقد افطر الصائم (جب تم رات کو
دیکھو کہ ادھر سے آگئی ہے تو روزہ دار افطار کر لے۔ ت) میں اقبال لیل پر اقصار بعض رواۃ کا اقتضایہ ہے کہ کثرت
معمود خود اسی حدیث کی دوسری روایت میں صرف اذ اغابت الشمس من ہہنا فقد افطر الصائم

۱۱۳/۱ ۲۲۸ ص

۱۱۳/۱ ۲۲۸ ص

۱۱۳/۱ ۲۲۸ ص

۱۱۳/۱ ۲۲۸ ص

۱۱۳/۱ ۲۲۸ ص

۱۱۳/۱ ۲۲۸ ص

(جب اُدھر سے سورج غائب ہو جائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ ت) ہے، تیسری میں اذا غابت الشمس من ههنا و جاء الليل من ههنا فقد افطر الصائم (جب اُدھر سے سورج غائب ہو جائے اور اُدھر سے رات آجائے تو روزہ دار افطار کر لے۔ ت) ہے کتا ہما فی صحیح مسلم وغیرہ (دونوں صحیح مسلم اور دیگر کتابوں میں ہیں۔ ت) اور اگر نہ بھی ہوتا تو بعد از اہل حقیقی اصلاً مفید تو ہم نہ رہتی اور علی التذلیل یہ بھی نہ سہی تو انھیں مواضع سے متعلق سمجھی جاتی بالجملة خلاف پر اصلاً کوئی لفظ ایسا بھی نہیں جسے صریح مفسر کہے نہ کہ ایسا جس کے سبب مشاہدات و حیات کو باطل کر دیجیے کہ اُن کے ابطال میں معاذ اللہ ابطال شرائع ہے تعلق کتاب و رویت معجزات آخر بذریعہ حاسہ سمع و بصر ہی ہوں گے فقیر غفر اللہ لہ نے اس مطلب پر برہان ہندی قائم کی ہے اگرچہ بعد بیان سابق کسی دلیل عقلی کی حاجت نہیں مگر اُس سے زیادت تا سید و تشدید کے علاوہ یہ مقدار معلوم ہوگی کہ غروب شمس سے کتنے پہلے سیاہی چمک آئیگی نیز اُس سے مقدار ہندی سیاہی وقت غروب کے حساب میں بھی مدد ملے گی جسے اُس پر اطلاع منظور ہو فقیر کی کتاب زیچ الاوقات للصوم والصلوات کی طرف رجوع کرے وباللہ التوفیق واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۷۸) از شہر کُندہ مسئلہ خیاط و بابی ۲۹ ریح الاثر شریف

تنگ وقت نماز ادا کرنے والے کو اللہ تعالیٰ وکیل فرماتا ہے اور آپ خود تنگ وقت ادا فرماتے ہیں اس کی تفصیل بیان فرمائیے گا۔

الجواب

تنگ وقت نماز ادا کرنے پر قرآن عظیم میں وکیل کہیں نہ فرمایا ساہون کے لیے وکیل آیا ہے جو وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں حدیث میں اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے بزار و ابوالعلی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن حاتم اور اورطبرانی اور ابن مردویہ تفسیر اور بیہقی سنن و محی السنن بغوی معالم میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی،

قال سألت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن قول اللہ تعالیٰ الذین ہم عن صلواتہم ساہون، قال ہم الذین یؤخرون الصلاۃ عن وقتہا۔

میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عزوجل قرآن عظیم میں فرماتا ہے "خرا بی ہے اُن نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں" فرمایا وہ لوگ جو نماز وقت گزار کر پڑھیں۔

بغوی کی روایت یوں ہے :

عن مصعب بن سعد عن ابيه رضي الله تعالى عنه
عنهما انه قال سئل رسول الله صلى الله
تعالى عليهما وسلم عن الذين هم في صلواتهم
ساهون ، قال : اضاعة الوقت .
مصعب بن سعد سے انکے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا تو
فرمایا : اس سے مراد وقف کھونا ہے ۔

(ت)

کھونا ہے۔ بعینہ یہی معنی ابن جریر نے عبد اللہ بن عباس اور ابن ابی حاتم نے مسروق اور عبد الرزاق و ابن المنذر نے
بطریق مالک بن دینار امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیے روایت اخیرہ یوں ہے کہ ابو العالیہ نے کہا
ساهون وہ لوگ ہیں جنہیں یاد نہ رہے کہ رکعتیں دوڑھیں یا تین۔ اس پر امام حسن نے فرمایا : هو الذی یسہو عن
میقاتہا حتی تفوت (ہائیں وہ وہ ہیں جو اُس کے وقت سے غافل رہیں یہاں تک کہ وقت نکل جائے۔ م) فقیر کے
یہاں بحمد اللہ نماز تنگ وقت نہیں ہوتی بلکہ مطابق مذہب حنفی ہوتی ہے، عوام بیچارے اپنی ناواقفی سے غلط سمجھتے
ہیں، مذہب حنفی میں سوا مغرب اور جاڑوں کی ظہر کے سب نمازوں میں تاخیر افضل ہے اُس حد تک کہ وقت کراہت
نہ آنے پائے اور وہ عصر میں اُس وقت آتا ہے جب قرص آفتاب پر اب تک کاف نگاہ جمنے لگے اور تجربے سے ثابت کہ
یہ بیس منٹ دن رہے ہوتا ہے اس سے پہلے پہلے جو نماز عصر اُس کے وقت کا نصف اول گزار کر نصف آخر میں ہو
وہ وقت مستحب ہے مثلاً آج کل تقریباً سات بجے غروب ہے اور قریب پانچ کے عصر کا وقت ہو جاتا ہے تو وقت
مستحب یہ ہے کہ پانچ بج کر پچاس منٹ سے چھ بج کر چالیس منٹ تک نماز عصر پڑھیں اور عشا میں وقت کراہت ادھی
رات کے بعد ہے یہ حالتیں بحمد اللہ تعالیٰ میرے یہاں نہیں مجھے پابندی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احکام
کی ہے نہ جاہلوں کے خیالات و اوہام کی و ارقطنی سنن اور حاکم صحیح مستدرک میں بطریق عباس بن ذریج ، زیاد
بن عبد اللہ نخعی سے راوی :

قال کنا جلوسا مع علی رضي الله تعالى عنه
في المسجد الا عظم فجاء المؤذن فقال :
يا امير المؤمنين ! فقال ، اجلس ، فجلس
ثم عاد فقال له ذلك ، فقال رضي الله تعالى
عنه
ہم کوفہ کی جامع مسجد میں مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم
کے پاس بیٹھے تھے ، مؤذن آیا اور عرض کی : یا امیر المؤمنین
(یعنی نماز عصر کو تشریف لے چلیے) امیر المؤمنین نے
فرمایا : بیٹھ ۔ وہ بیٹھ گیا ۔ پھر دوبارہ حاضر ہوا اور

نترای الشمس مخافة ان تكون قد طلعت۔ خوف سے کہ کہیں طلوع نہ کر آیا ہو۔

مناقب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ الامام حافظ الدین الکروری میں ہے:

ذکر الامام الدیلمی عن زہید بن کیسان
قال صلیت مع الرضا فی العصر ثم
انطلقت مسجد الامام فاخر العصر حتی خفت
نوار الوقت ثم انطلقت الی مسجد سفین
فاذا هول و یصل العصر فقلت مرحبا الله
ابا حنیفة ما اخرجها مثل اخر سفین

یعنی امام دیلمی نے زہیر بن کیسان سے روایت کی کہ میں
رضاؑ کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر مسجد امام اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ میں گیا امام نے عصر میں اتنی تاخیر فرمائی کہ
مجھے خوف ہوا کہ وقت جا تا رہے گا پھر میں مسجد
امام سفینؑ ٹوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف گیا تو کیا
دیکھوں کہ انہوں نے ابھی نماز پڑھی بھی نہیں میں نے

کہا اللہ ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے انہوں نے تو اتنی تاخیر کی بھی نہیں جتنی سفینؑ نے۔

فقیر کے یہاں سوا گھنٹا دن رہے اذان عصر جوتی ہے اور گھنٹا بھر دن رہے نماز جوتی ہے اور پون گھنٹا
دن رہے سے پہلے ہو چکی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۴۹۱ از ریاست رام پور متعلق تالاب کنڈا محلہ میان گنگاناں مکان جناب سید غلام حشمتی صاحب
مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد نجفی صاحب ۱۲ صفر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قطع نظر شفق شرخ و سپید کے باتفاق علمائے حنفیہ بعد
غروب آفتاب کے ایک گھنٹے بیس منٹ کے بعد ہمیشہ وقت عشاء کا آجاتا ہے یا نہیں؟ بینوا تو خبر دا۔

الجواب

عشاء متفق علیہ کا وقت ہمیشہ ایک گھنٹے بیس منٹ بعد ہو جانے کا جبروتی حکم کہ بعض بے علموں نے محض جہا
لکھ دیا اور گنگوہ و دیوبند کے جاہل و نادان واقف ملاؤں نے اس کی تصدیق و توثیق کی۔ بریلی، بدایوں، رامپور،
شاہجہان پور، مراد آباد، بجنور، بلند شہر، پٹی بھیت، دہلی، میرٹھ، سہارنپور، دیوبند، گنگوہ وغیرہ
بلا دشمالیہ بلکہ عامہ مواضع و اضلاع ممالک مغربی و شمالی و اودھ و پنجاب و بنگال و وسط ہند و راجپوتانہ غرض
معظم آبادی ہندوستان میں محض غلط و باطل اور حلیہ صدق و صواب سے عاری و عاقل ہے ہمارے بلاد اور
اُن کے قریب العرض شہروں میں عشاء کا اجماعی وقت غروب شرعی شمس کے ایک گھنٹا اسیس منٹ بعد سے ایک گھنٹا

۱۲۳/۱ شرح معانی الآثار باب الوقت الذی یصلی فیہ الفجر ای وقت ہو مطبوعہ راج ای سید کمپی کراچی

۱۵۲/۱ مناقب امام اعظم ابو حنیفہ للکروری الفصل الثانی فی اصول بنی علیہ تہب مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کراچی

حاصل یہ کہ سال کے دو تہائی حصے میں اُن کبرا و اذباب سب کے روزے نذر جہل بے حساب اور اُن کی سحری کے ختم بلکہ کبھی شروع سے بھی پہلے جلوة صبح صادق بے حجابہ نسأل اللہ العفو والعافیة ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلمہ وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ (۲۸۰) از اترولی ضلع علی گڑھ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ حافظ عبد الکریم صاحب مدرس ۸ جمادی الآخرہ ۱۳۲۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت ظہر کا عصر کا مغرب و عشا و فجر کا کب تک رہتا ہے خصوصاً مغرب کا وقت کب تک رہتا ہے ؟

الجواب

وقت ظہر کا اُس وقت تک رہتا ہے کہ سایہ سوا سایہ اصلی کے جو اُس روز ٹھیک دوپہر کو پڑا ہو دو ٹل ہو جائے اور عصر کا وقت غروب آفتاب تک یعنی جب سورج کی کوئی کرن بالائے افق نہ رہے اور اُس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ آفتاب کے قرص پر نظر اچھی طرح نہ جے جب بغیر کسی عارض بنجار یا غبار وغیرہ کے نگاہ قرص آفتاب پر جھنکے وقت کراہت آگیا اور یہ وقت فقیر کے تجربے سے اُس وقت آتا ہے جب سورج ڈوبنے میں بیس منٹ رہ جاتے ہیں مغرب کا وقت سپیدی ڈوبنے تک ہے یعنی پورے سپیدی کہ جنوباً شمالاً پھیل جاتی اور بعد مگر غائب ہونے کے تا دیر باقی رہتی ہے جب وہ نہ رہی وقت مغرب گیا اور عشا آئی و راز سپیدی کہ صبح کا ذب کی طرح شرقاً غرباً ہوتی ہے معتبر نہیں اور یہ وقت ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹا اٹھارہ منٹ بعد غروب آفتاب ہوتا ہے آخر مارچ و آخر ستمبر میں اور زیادہ سے ایک گھنٹا ۳۵ منٹ ہوتا ہے آخر جون میں اور موسم سرما میں بڑھ سے بڑھ ایک گھنٹا چوبیس منٹ ہوتا ہے آخر دسمبر میں اور اس کا وقت مستحب جب تک ہے کہ ستارے خوب ظاہر نہ ہو جائیں اتنی دیر کرنی کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی چمک آئیں مکروہ ہے۔ عشا کا وقت طلوع فجر صادق تک ہے اور وقت مستحب آدھی رات سے پہلے پہلے۔ یہ تمام اوقات درجات شمس و درجات عرض البلاد کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہتے ہیں ان کے لیے ایک وقت معین بتانا ممکن نہیں۔ مغرب کو سائل نے بالخصوص دریافت کیا تھا اُس کے لیے وہ قریب تخمینہ کہ ان شہروں میں ہے گزارش ہو اسی تخمینہ مقدار صبح صادق کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۸۱) از رانی کھیت

ماہ جون و جولائی و اگست میں نماز ظہر کا وقت مستحب کے بجائے شروع ہوتا ہے اور گے بجے تک رہتا ہے ؟

الجواب

بحکم حدیث و فقہ ایام گرام میں تاخیر ظہر مستحب و مسنون ہے اور تاخیر کے یہ معنی کہ وقت کے دو حصے

کیے جائیں نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی میں پڑھیں گے کما افادہ فی البحر الرائق عن الاسرار وغیرہ (جیسا کہ بحر الرائق میں اسرار وغیرہ سے اس کا افادہ کیا ہے) اور صیف یعنی ایام گرما سے مراد زمان اشتداد گرمی ہے۔ خلاصہ و بحر وغیرہ میں ہے :

الشتاء ما اشتد فيه البرد على الدوام ، شتاء اس موسم کو کہتے ہیں جس میں مستقل پر شدید سردی
والصيف ما اشتد فيه الحر على الدوام ، رہے اور صیف اس موسم کو کہتے ہیں جس میں ہر وقت
سخت گرمی رہے (ت)

اور یہ باختلاف بلاد مختلف ہوتا ہے فلکیوں کی تقسیم کہ تحویل حمل سے آخر جوزا تک ربیع ، آخر سنبلہ تک صیف ، آخر قوس تک خریف ، آخر حوت تک شتا ہے ان کے بلاد کے موافق ہوگی ، ہمارے بلاد میں ہر فصل ایک برج پہلے شروع ہو جاتی ہے مثلاً جاڑا تحویل جدی یعنی ۲۲ دسمبر سے شروع نہیں ہوتا بلکہ دسمبر کا سارا مہینہ اور اواخر نومبر یقیناً اشتداد سرما کا وقت ہے ، تو نہی درختوں مشاہدہ شہادت دیتا ہے کہ اواخر فروری تحویل حوت سے بہار شروع ہو جاتی ہے اور بیشک جون کا پورا مہینہ اور اواخر مئی شدت گرما کا وقت ہے تو ہمارے یہاں تقسیم فصول یوں ہے حوت حمل ثور بہار ، جوزا سرطان اسد گرمی ، سنبلہ میزان عقرب خریف ، قوس جدی دلو جاڑا ، تو زمانہ استقباب تاخیر ظہر ۲۲ مئی لے ۱۴ اگست تک ہے اوقات نماز کا آغاز و انجام ہر روز بدلتا ہے ایک وقت معین کی تعیین ناممکن ہے لہذا ہم صرف ایام تحویلات ٹور تا سنبلہ کا حساب بیان کریں کہ اس سے ایام مابین کا تقریبی قیاس کر سکیں اور زیادت افادت کے لیے ان ایام کا طلوع وغروب بھی لکھ دیں کہ اگرچہ مئی جون گزرنے جولائی اگست باقی ہیں صحیح گھڑی سے مقابلہ کر سکتے ہیں اگر دھوپ گھڑی موجود ہو تو جس وقت اس میں کیلی کا سایہ خط نصف النہار پر منطبق ہو جیسی گھڑی میں وہ وقت کر دیں جو خانہ شروع وقت ظہر میں ہم نے لکھا ہے یہ گھڑی نہایت کافی و جہر پر صحیح ہوگی ورنہ شام کے چار بجے جو مدار اس سے تار آتا ہے جس وقت وہ سولہ کا گھنٹا بتائے گھڑی میں فوراً چار بجائیں ورنہ ریل تار کی گھڑیوں بلکہ توپ کا بھی کچھ اعتبار نہیں میں نے توپ میں گیارہ منٹ تک کی غلطی مشاہدہ کی ہے اور تین چار منٹ کی غلطی تو صد بار پائی ہے ہم اس نقشہ میں ریلوے کا وقت دیں گے اور از انجا کہ یہ تقریب سالہا سال تک کام دے سکندوں کی تدقیق نہ کریں گے رانی کھیت کے لیے جس کا عرض شمالی ۲۹ درجے ۳۸ دقیقے اور طول شرقی ۹۰ درجے ۲۸ دقیقے ہے ۔

اوقات بعض تحویلات کا نقشہ

تاریخ شمسی	تحویل برج	طلوع شمس		شروع وقت ظہر		وقت صبح ابتدائے		شروع وقت عصر حقیقی		غروب شمس	
		گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ	گھنٹا	منٹ
۲۱ اپریل	ثور	۵	۴۱	۱۲	۱۱	۲	۳۱	۴	۵۱	۶	۴۴
۲۲ مئی	جوزا	۵	۱۶	۱۲	۰۸	۲	۳۴	۴	۵۹	۷	۱
۲۲ جون	سرطان	۵	۱۲	۱۲	۰۱۳	۲	۴۰	۵	۷	۷	۱۵
۲۲ جولائی	اسد	۵	۲۶	۱۲	۰۱۸	۲	۴۴	۵	۹	۷	۱۱
۲۴ اگست	سنبلہ	۵	۴۴	۱۲	۰۱۴	۲	۴۴	۴	۵۴	۶	۴۵

بعض عوام کو اپنی ناواقفی سے وقت ظہر پانچ بجے تک رہنے کا بھی تعجب ہوتا ہے نہ کہ پانچ سے بھی کچھ منٹ زائد تک لہذا آیام خمسہ میں سب سے بڑا وقت کہ ۲۴ جولائی کا آیام اس کی برہان ہندسی ذکر کریں کہ آج کل بہت مدعیان علم بھی فن توقیت سے محض ناواقف ہیں انھیں اطمینان ہو کہ یہ بیانات جراتی نہیں تحقیقی ہیں جو نہ جانتا ہو جانے والوں کا اتباع کرے اور جو نہ خود جانے نہ جاننے والوں کی مانے اس کا مرض لاعلاج ہے البرہان تحویل مفروض بوقت مطلوب راس الاسد بہت ساعدہ درجہ سابقہ قبلہ الہم سہ \times وقت تخمینہ \div مطلوبہ = قہ لاما۔ تقویم نصف النهار حقیقی \times الطالع الطویل کے سہ یا ۱ + تمام العرض سے الہ + نصف قطر قہ مو = قہ مطلوبہ تمام طہمی بعد سمتی حقیقی حاجی وقت ظہر تحویل بمبرنی طہی ۵۰ طلش طہما امانہ ظل وقت عصر حقیقی \times طہما امانہ قوسہ سے سہ الہ + نصف قطر = سے الزنط الہ بعد سمتی حقیقی مرکزی وقت مطلوب = عرض البلد الطلح۔ میل راس الاسد کے طہ تر = طہ۔ الہ الوحہ + بعد سمتی = عدہ نوالہ الہ نصف کر الہ سہ مح جیبہ ۱۵۲۶ ۸۴ ۷۹ ۹۰ و بعد سمتی۔ نصف مذکور = الزنط مولط جیبہ ۵۶ ۵۶ ۱۵ ۷۹ ۹۰ قاطع عرض ۶۶ ۷۹ ۸۴ ۹۰۔ قاطع میل ۵۶ ۷۹ ۸۴ ۹۰۔ جمع الاربعہ ۲۲ ۵۴ ۴۰ ۹۰ تقویمش در جدول وقت ۶ ۵۴ ۳۵ + فصل طول وسط البند ۱۲ + تعدیل الایام ۱۶ ۹۰ = ۳۳ ۳۰ ۵۴ یعنی پانچ بج کر آٹھ منٹ ۳۴ سکندر وقت ظہر ختم ہوا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۸۲ و ۲۸۳) از شہر سنہری مسجد مسئلہ مولوی عبدالرشید صاحب یکے از طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت بریلی ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسجد نالہ میں ظہر کی نماز وقت ۲½ پر باجماعت ہوتی ہے اور عصر کی نماز ۴½ پر باجماعت ہوتی ہے یہ وقت نماز کے ایام سرما میں تنگ سمجھے جائیں گے یا کچھ کی بیشی ان اوقات میں کی جائے۔ بعض صاحب فرماتے ہیں کہ ظہر ۲ بجے اور عصر ۴ بجے ہونی چاہئے ان دو وقتوں میں اقل کی پابندی کی جائے یا ثانی کی۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بازار کی مسجد میں ہر جماعت یعنی ایک ہی وقت کی کئی جماعت کے واسطے تکبیر اور اذان ہر مرتبہ پڑھی جائے یا صرف جماعت اول ہی میں اور محلہ کی مسجد میں جماعت ثانی میں تکبیر اور اذان ہونی چاہئے یا نہیں اور بازار کی مسجد میں ہر جماعت اولیٰ کا ثواب ہے یا نہیں۔

الجواب

اگر یہ صحیح وقت ہوں تو کسی موسم میں ظہر اور عصر کے لیے تنگ وقت نہیں سب میں جلد وقت مغرب نو مبر کے آخر اور دسمبر کی ابتدائی تاریخوں میں ہوتا ہے جب ریلوے وقت سے آفتاب سواپانچ بجے ڈوبتا ہے اور کراہت کا وقت غروب سے صرف بیس منٹ پہلے ہے تو چار بج کر پچیس منٹ پر وقت کراہت آجائے گا نماز اگر ٹھیک ساڑھے چار بجے شروع ہوئی تو غایت درجہ دلکس بارگاہ منٹ میں ختم ہو جائے گی جب بھی وقت کراہت سے تقریباً پانچ گھنٹے پہلے ہو چکے گی، ہاں ان دنوں میں پونے پانچ بجے شروع جماعت میں خطرہ ہے کہ اگر جماعت منٹ میں ادا کی اور شروع میں پونے پانچ بجے سے دو تین منٹ بھی دیر ہوگئی تو سلام سے پہلے وقت کراہت آجائے گا اتنی تاخیر وہ کرے جسے وقت صحیح معلوم ہوں اور تصحیح ساعات جانتا ہو کہ عصر میں جتنی تاخیر ہو افضل ہے جبکہ وقت کراہت سے پہلے ختم ہو جائے، پھر جو وقت مقرر ہوتا ہے اکثر چند منٹ اس سے تاخیر بھی ہو جاتی ہے اور گھڑی کبھی چند منٹ گھٹتی ہو جاتی ہے ومن سرتع حول الحمی اوشك ان یقع فیہ (اور جو چراگاہ کے ارد گرد چرے، تو ہو سکتا ہے کہ اس میں گھس پڑے۔ ت) لہذا ان ایام میں عام کو عصر سوا چار بجے مناسب تر ہے اور گھڑی کی تحقیق صحیح ہو تو ایام سرما میں ساڑھے چار بجے شروع نماز میں اصلاً حرج نہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے بازار کی مسجد میں کہ اہل بازار کے لیے بنی اسی طرح سرائے اور اسٹیشن کی مسجد اور مسجد جامع ان سب میں افضل یہی ہے کہ جو گروہ آئے نئی اذان نئی اقامت سے جماعت کرے وہ سب جماعت اولیٰ ہوں گی اور مسجد محلہ میں جماعت ثانیہ کے لیے اعادہ اذان منع ہے تکبیر میں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از موضع سرنیاں ضلع بریلی مسؤلہ امیر علی صاحب رضوی الجمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں بعض اشخاص ذی علم اور مولوی سوال کرتے ہیں کہ آپ کے اعلیٰ حضرت مولانا مولوی حاجی مفتی قاری صاحب کیوں نماز جمعہ وقت کھوکھ پڑھتے ہیں وقت قطعی نہیں رہتا ہے اور دیگر نمازیں بھی اخیر وقت پڑھتے ہیں، سائل نے اس کے جواب میں یوں کہا کہ وقت کھونا نہیں ہے بلکہ درمیان وقت جمعہ ادا ہوتا ہے اور مکمل نمازیں بھی درمیان وقت میں پڑھتے ہیں کیونکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ طریق ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان وقت میں پڑھتے تھے کیونکہ جبریل علیہ السلام نے پہلے روز اول وقت اور دوسرے روز اخیر وقت پڑھا اور کہا کہ وقت ان دونوں نمازوں کے درمیان ہے اس پر وہ لوگ جواب دیتے ہیں کہ اکثر ہم لوگ دُور دُور تک سیر کو گئے ہیں بمبئی، تکرہ شریف، مدینہ شریف اور ہندوستان کے کل شہروں میں مولوی اول وقت ادا کرتے ہیں کیا وہ حنفی مذہب نہیں ہیں دیگر دیہات میں مولوی جمعہ کی نماز جب نماز کرتے ہیں اور اعلیٰ حضرت منع کرتے ہیں حنفی مذہب سے خلاف ہے ہر قسم کے سوال کرتے ہیں خیر ان کا کھنا مناسب نہ جانا حضور کو کچھ تحریر فرماؤں جواب دیا جائے گا۔

الجواب

اللہ عز و جل فرماتا ہے :

وَكذلك جعلنا لكل نبي عدواً شيطانية، الانس و
الجن يوحى بعضهم الى بعض من خراف القول
غوراً ۵
یونہی ہم نے ہر نبی کے دشمن کر دیے آدمیوں اور جن
میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے کے دل میں
جھوٹی بات ڈالتا ہے دھوکے کی۔

جب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ برتاؤ رہا تو ان کے ادنیٰ غلام کیوں اپنے آقا یاں کرام کے
ترک سے محروم رہیں، جائے ہزاراں ہزار شکر ہے کہ ہم سے نالائقوں کو ان کریموں کے ترک سے حصہ ملے، اللہ
عز و جل فرماتا ہے : واعرض عن الجہلین ۵ (جاہلوں سے منہ پھیر لو) اور فرماتا ہے جاہلوں کے جواب
میں یوں کہو : لا نبتغی الجہلین ۵ (جاہلوں کے منہ لگنا ہم نہیں چاہتے) ترک وہ حضرات کہ جاہل بھی ہوں اور کذاب
بھی اور مفتری بے حجاب بھی اور معاند تعصب مآب بھی، ایسوں کے لیے یہ مناسب ہے کہ نذہم فی طغیانہم

سۃ القرآن سورہ الانعام ۶ آیت ۱۱۲

سۃ القرآن سورہ الاعراف ۷ آیت ۱۹۹

سۃ القرآن سورہ القصص ۲۸ آیت ۵۵

یہ ہوں اہم شخص چھوڑیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں ، ان تمام مسائل کے روشن بیان ہمارے فتاویٰ میں موجود ہیں مگر متعصب معاند کو علم دینا بے سود اور کذب و افترا کا علاج مفقود ، سائل ان کو ذی علم مولوی کہتا ہے اور جو باتیں اُن کی بیان کیں وہ تو ایسے جاہلوں کی ہیں جن کو کسی عالم کی صحبت بھی نصیب نہ ہوئی ۔ سائل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ کسی کی ایسی یہودہ باتیں پیش نہ کیا کرے ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

www.al-islam.org

رسالہ

۱۳ ۱۳
حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین
دو دریاؤں کو ملنے سے روکنے والا، دو نمازوں کو جمع کرنے سے بچانے والا

مسئلہ (۲۸۶) از بریلی محلہ قراولان یکم رجب ۱۳۱۳ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ یتوا تو جروا۔

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي جعل الصلاة على المؤمنين كما باموقوتا، وامرهم ان يحافظوا عليها فيحفظوها اركاناً وشروطاً ووقوتا، مريح البحرین يلتقيان، بينهما برزخ لا يبغيان، وافضل الصلوات، واكمل التحيات على من عين الاوقات وبين العلامات، وحرم على امتة اضاعة الصلوات، وعلى اله الكرام، وصحبه العظام، ومجتهدي شرعه الغر الفخام، لاسيما

الامام الاقدم، واليهام الاعظم، امام الائمة، مالك الانزمة، كاشف الغمة، سراج الامة،
 نائل علم الشرع الحنفی من اوج الثريا، ناشر علم الدين الحنفی نشر اجليا، نصر الله اتباعه
 ورضى اتباعه متبوعا تابعا، وعلينا معهم، يا ارحم الراحمين، الى يوم الدين -

اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوة والتسلیم کے ارشادات سے نماز فرض کا ایک خاص وقت
 جدا کرنا مقرر فرمایا ہے کہ نہ اُس سے پہلے نماز کی صحت نہ اس کے بعد تاخیر کی اجازت، ظہرین عرفہ وعشائین مزدلفہ کے
 سوا دو نمازوں کا قصد ایک وقت میں جمع کرنا سفر ہرگز کسی طرح جائز نہیں۔ قرآن عظیم و احادیث صحیحہ
 سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کی ممانعت پر شاہد عدل ہیں۔ یہی مذہب ہے حضرت ناطق بالحق والصاب
 موافق الرائے بالوحی والکتاب امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم و حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص احد العشرة المبشرة
 و حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود من اجل فقہار الصحابة البررة و حضرت سیدنا و ابن سیدنا عبد اللہ بن عمر فاروق
 و حضرت سیدنا ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق اعظم صحیحہ کرام و خلیفہ راشد امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز و
 امام سالم بن عبد اللہ بن عمر و امام علقمہ بن قیس و امام اسود بن یزید نعمی و امام حسن بصری و امام ابن کثیر و امام ابراہیم نخعی
 و امام مکحول شامی و امام جابر بن زید و امام عمرو بن دینار و امام حماد بن ابی سلیمان و امام اجل ابو حنیفہ اجلہ ائمہ
 تابعین و امام سفین ثوری و امام لیث بن سعد و امام قاضی الشرق والغرب البر یوسف و امام ابو عبد اللہ محمد
 الشیبانی و امام زفر بن البزیل و امام حسن بن زیاد و امام دار الهجرة عالم المدینہ مالک بن انس فی روایہ ابن قاسم
 اکابر تبع تابعین و امام عبد الرحمن بن قاسم عقی تلمیذ امام مالک و امام عیسیٰ بن ابان و امام ابو جعفر احمد بن سلامہ
 مصری وغیرہم ائمہ دین کا، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تحقیق مقام یہ ہے کہ جمع بین الصلوات یعنی دو نمازیں ملا کر پڑھنا دو قسم ہے،
جمع فعلی جسے جمع صوری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع مگر ادیس مل جائیں جیسے
 ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اس کے ختم پر وقت عصر آگیا اب فوراً عصر اول وقت پڑھ لی، ہوئیں تو دونوں
 اپنے اپنے وقت اور فعلاً و صورۃً مل گئیں۔ اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک کہ شفق ڈوبنے پر آئی اُس وقت
 پڑھی اور ہر فارغ ہوئے کہ شفق ڈوب گئی عشاء کا وقت ہو گیا وہ پڑھ لی ایسا ملنا بعد مرض و ضرورت سفر بلاشبہ
 جائز ہے۔ ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس کی رخصت دیتے ہیں۔ رد المحتار میں ہے،

للمسافر والمريض تاخير المغرب للجمع
 بينها وبين العشاء فعلاً، كما في الحلیة
 و غیرہا، ای ان تصلى في آخر وقتها
 مسافر اور مریض مغرب میں تاخیر کر سکتے ہیں تاکہ اس کو
 اور عشاء کو فعلاً اکٹھا کر لیں، جیسا کہ حلیہ وغیرہ میں
 ہے، یعنی مغرب آخری وقت میں پڑھی جائے

والعشاء في اول وقتها -

اور عشاء اول وقت میں - (ت)

11

اقول تاخیر مغرب کا تو یہ خاص جزئیہ ہے اور اسی طرح تاخیر ظہر کے عصر سے مل جائے بلکہ یہ بدرجہ اولیٰ کہ ظہر میں تو کوئی وقت کراہت نہیں ہے کما صرح بہ فی البحر الرائق وحققناہ فیما علقناہ علی رد المحتار (جیسا کہ بحر الرائق میں تصریح ہے اور رد المحتار کے حاشیے پر ہم نے اس کی تحقیق کی ہے - ت) بخلاف مغرب کہ اس کی اتنی تاخیر بے عذر مکروہ شدید ہے کما فی البحر والدرر وغیرہما ، و نطقت بکراهة ذلك احادیث (جیسا کہ بحر اور درر وغیرہ میں ہے ، اور اس کی کراہت پر کئی احادیث ناظر ہیں - ت) پھر جزئیہ ظہر میں بھی کتاب الحج میں نظر فقیر سے گزرا اس کتاب علی الصواب علی الخطاب رفیع النصاب میں کلام کلام امام مہام بحر المذہب سیدنا محمد بن الحسن تلمیذ سید الائمہ امام اعظم ابو حنیفہ اور تالیف امام فقیہ محدث عیسیٰ بن ابان تلمیذ امام محمد ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین فرماتے ہیں ،

امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ سفر میں دو نمازوں کا جمع کرنا ، خواہ ظہر اور عصر ہوں یا مغرب اور عشاء ہوں ، یکساں ہے - یعنی ظہر کو آخر وقت مؤخر کر کے پڑھے اور عصر میں تعیل کر کے اس کو اول وقت میں پڑھے - اسی طرح مغرب اور عشاء میں مغرب کو اتنا مؤخر کرے کہ اس کے آخری وقت میں ، یعنی شفق غائب ہونے سے تھوڑا پہلے پڑھے اور عشاء میں جلدی کر کے اس کو اول میں پڑھے ، یعنی شفق غائب ہونے کے ساتھ ہی ، یہ طریقہ ہے ان کو جمع کرنے کا - (ت)

قال ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ، الجمع بین الصلاتین فی السفر فی الظہر والعصر والمغرب والعشاء سوا ، یؤخر الظہر الی آخر وقتها ثم یصلی ویعجل العصر فی اول وقتها فیصلی فی اول وقتها ، وكذلك المغرب والعشاء یؤخر المغرب الی آخر وقتها فیصلی قبل ان یغیب الشفق وذلك آخر وقتها ، ویصلی العشاء فی اول وقتها حين یغیب الشفق . فهذا الجمع بینہما - اُسی میں ہے :

ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص بارش ،

قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ، من اراد

۲۴۱/۱ مطبوعہ المصطفیٰ البابی مصر

۲۴۹/۱ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۶۱/۱ مجتبیٰ دہلی

۱۴۴/۱ مطبوعہ دار المعارف النعمانیہ لاہور

۱۴۵۰/۱ کتاب الصلوٰۃ

۱۴۵۱/۱ کتاب الصلوٰۃ

۱۴۵۲/۱ کتاب الحج

باب جمع الصلاۃ فی السفر

بجانب

11

11

ان یجمع بین الصلاۃین بمطر او سفر
او غیرہ ، فلیؤخر الاولیٰ منہما حتیٰ تکون
فی آخر وقتہا ، ولیعجل الثانیۃ حتیٰ یصلیہا
فی اول وقتہا فیجمع بینہما ، فتکون کل
واحدۃ منہما فی وقتہا الخ ۔

مسفر یا کسی اور وجہ سے دو نمازوں کو جمع کرنا چاہے
تو اس کو چاہئے کہ پہلی کو آخر وقت تک مؤخر کر دے
اور دوسری میں جلدی کر کے اول وقت میں ادا کرے
اس طرح دونوں کو جمع کر لے ، تاہم ہوگی ہر نماز اپنے
وقت میں الخ (ت)

اس کلام برکت نظام امام کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم سے ظاہر ہوا کہ بوجہ جمع صوری صرف مرض و سفر
پر مقصور نہیں بضرورت شدت بارش بھی اجازت ہے مثلاً ظہر کے وقت میں نہ برستا ہو تو انتظار کر کے آخر وقت
حاضر مسجد ہوں جماعت ظہر ادا کریں اور وقت عصر پریقین ہوتے ہی جماعت عصر کر لیں کہ شاید شدتِ مطر بڑھ جائے
اور حضور مسجد سے مانع آئے ، مگر شدید میں تنہا گھر پڑھ لینے کی بھی اجازت ہے تو اس صورت میں تو دونوں
نمازوں کے لیے جماعت و مسجد کی محافطت ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

دوسری قسم جمع وقتی ہے جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں ۔ اقول یعنی بمعنی مصطلح قائلان جمع کہ جو معنی جمع
اُن کا مذہب ہے وہ حقیقتہً اسی صورت میں ہے ورنہ جمع اپنے اصل معنی پر دونوں جگہ حقیقی ہے کما لایخفی ، اور اسی لحاظ
سے جمع فعلی کو صوری کہتے ہیں ورنہ حقیقتہً غرض الخ میں یہ بھی جمع صوری ہی ہے اُن میں نہ اصل محال توجب ملیں گے صورۃ
ملیں گے اور معنی جدا فافہم فانه نفیس جدا (اس کو سمجھو کیونکہ یہ بہت نفیس ہے ۔ ت) اس جمع کے یہ معنی
ہیں کہ ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے جس کی دو صورتیں ہیں :

جمع لغتیم کہ وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اُس کے ساتھ ہی متصلاً بلا فصل پچھلے وقت کی
نماز مثلاً عصر یا عشاء پڑھ لیں اور جمع تاخیر کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصف قدرت و اختیار قصداً
اٹھا رکھیں کہ جب اس کا وقت نکل جائے گا پچھلی نماز مثلاً عصر یا عشاء کے وقت میں پڑھ کر اس کے بعد متصلاً خواہ
منفصلاً اُس وقت کی نماز ادا کریں گے ، یہ دونوں صورتیں بحالت اختیار صرف حجاج کو صرف حج میں صرف عصر عرفہ و
مغرب مزدلفہ میں جائز ہیں اول میں جمع تقدیم اور دوم میں جمع تاخیر عام ازیں کہ وہ مسافر ہوں یا خاص ساکنان مکہ و
منیٰ وغیرہا مواضع قریبہ کہ وہ بوجہ نسک ہے نہ بوجہ سفر اور بحالت اضطرار و عدم قدرت سفر حضر یا ظہر عصر
وغیرہا کسی شے کی تخصیص نہیں جتنی نمازوں تک مشغولی جہاد یا شدت مرض یا غشی وغیرہا کے سبب قدرت نہ ملے
ناچار سب مؤخر رہیں گی اور وقت قدرت بحالت عدم سقوط ادا کی جائیں گی جس طرح حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غزوۃ خندق میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء کے وقت پڑھیں
ان کے سوا کبھی کسی شخص کو کسی حالت میں کسی صورت جمع وقتی کی اصلاً اجازت نہیں اگر جمع تقدیم کرے گا نماز اخیر

محض باطل و ناکارہ جانے گی جب اُس کا وقت آئیگا فرض ہوگی نہ پڑھے گی ذمے پر رہے گی اور جمع تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا عداً نماز تھا کر لینے والا ٹھہرے گا اگرچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اتر جائے گا۔ یہ تفصیل مذہب مذہب ہے اور اسی پر دلائل قرآن و حدیث ناطق بلکہ توقیت صلاۃ کا مسئلہ متفق علیہا ہے، ہر مسلمان جانتا ہے کہ نماز کو دانتہ قضا کر دینا بلاشبہ حرام تو جس طرح صبح یا عشا قصداً نہ پڑھنی کہ ظہر یا فجر کے وقت پڑھ لیں گے حرام قطعی ہے یوں ہی ظہر یا مغرب عداً نہ پڑھنی کہ عصر یا عشا کے وقت ادا کر لیں گے حرام ہونا لازم اور وقت سے پہلے تو حرمت درکنار نماز ہی بیکار جیسے کوئی آدمی رات سے صبح کی نماز یا پہر دن چڑھے سے ظہر پڑھ رکھے قطعاً نہ ہوگی، یونہی جو ظہر کے وقت عصر یا مغرب کے وقت عشا نہ پڑھے اس کا بھی نہ ہونا واجب، احادیث میں کہ حضور پُر نور صلوات اللہ تعالیٰ و سلامہ علیہ سے جمع منقول اُس میں صراحت وہی جمع صوری مذکور یا مجمل و محتمل اسی صریح مفصل پر محمول، جمع حقیقی کے باب میں اصلاً کوئی حدیث صحیح صریح مفسر وار د نہیں جمع تقدیم تو اس قابل بھی نہیں کہ اُس پر کسی حدیث صحیح کا نام لیا جائے جمع تاخیر میں احادیث کثیرہ کے خلاف دو حدیثیں ایسی آئی ہیں جن بادی النظر میں دھوکا ہو مگر عند تحقیق جب احادیث متنوعہ کو جمع کر کے نظر انصاف کی جائے فوراً حق ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ بھی وجوہاً یا امکاناً اسی جمع صوری کی خبر دے رہی ہیں غرض جمع وقتی پر شرع مظہر سے کوئی دلیل واجب القبول اصلاً قائم نہیں بلکہ بکثرت صحیح حدیثیں اور قرآن عظیم کی متعدد آیتیں اور اصول شرع کی واضح دلیلیں اُس کی نفی پر حجت مبین، یہ اجمال کلام و دلائل مذہب ہے۔ لہذا یہ مختصر کلم چار فصل پر منقسم،

فصل ۱ میں جمع صوری کا اثبات جمیل،

فصل ۲ میں شبہات جمع تقدیم کا ابطال حلیل،

فصل ۳ میں جمع تاخیر کی تضعیف واضح البینات،

فصل ۴ میں دلائل نفی جمع و ہدایت التزام اوقات۔

اس مسئلے میں ہمارے زمانے کے امام لاندہاں مجتہد نامقلدان مختار طرز نوی مبتدع آزاد روی میاں نذیر حسین صاحب دہلوی ہدایہ اللہ الی الصراط السوی نے کتاب عجیب العجائب معیار الحق کے آخر میں اپنی چلتی حدیث کا کلام مشیع کیا مباحث مسئلہ میں اگلے پچھلے مالکیوں شافعیوں وغیرہم کا اُلٹا پُلٹا الجھٹل جھٹل جیسا کلام حنفیہ کے خلاف جہاں کہیں ملا سب جمع کر لیا اور کھلے خزانے احادیث صحاح کو رو فرمانے رواۃ صحیحین کو مردود بتانے بخاری و مسلم کی حدیثوں کو داہیات بتانے محدثی کا بھرم ملل یا حدیث کا دھرم دن دباڑے دھڑی دھڑی کر کے لٹانے میں رنگ رنگ سے اپنی نئی ابکار افکار کو جلوہ دیا تو بے یون قدر اُس تحریر عظیم التحریر حائر ہر غث و یا بس و نفیر و قطیر کے رو میں تمام مسامحی نو و کسن کا جواب اور ملاجی کے ادعا سے باطل عمل بالحدیث و یاقوت اجتہاد و علم حدیث کے روئے نہانی سے کشف حجاب

بعض علمائے عصر و عظمائے وقت غفر اللہ تعالیٰ لنا ولہ و شکر فی انتصارنا للحمی سعیدنا وسیعہ نے ملا جی پر تعقیبات کثیرہ بسیطہ کیے مگر ان شاء اللہ العزیز الکریم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ افاضات تازہ چیزے دیگر ہوں گے تجھیں دیکھ کر ہر نصف حق پسند بے ساختہ پکار اٹھے کہ ص

کھترک الاول للآخر

(بہت سی چیزیں پہلوں نے کھیلوں کے لیے چھوڑ دی ہیں۔ ت)

فقیر حقیر غفرلہ المولیٰ القدر کو اپنی تمام تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر ان کے ماورائے میں بھی جن کا عدد بعونہ تعالیٰ اس وقت تک ایک سو چالیس سے متجاوز ہے ہمیشہ التزام رہا ہے کہ محل خاص نقل و استناد کے سوا محض جمع و تلیف کلمات سابقین سے کم کام لیا جائے، حتیٰ الوسع بکول وقوت ربانی اپنے ہی فانصات قلب کو جلوہ دیاجائے ص
کہ حلوا چو یکبار خورد و لبس

اگر اقامت دلائل یا ازاحت اقوال منافع میں وہ امور نہ کو بھی ہوتے ہیں کہ اور تکلیفیں فی المسئلہ ذکر کر گئے تو غالباً وہ وہی واضحات تبادرہ الی الفہم ہیں کہ ذہن بے اعانت دیگرے ان کی طرف بوقت کرے۔ انصافاً ان میں سابق و لاحق دونوں کا استحقاق یکساں مگر از انجا کہ کلمات مقدمہ میں ان کا ذکر نظر سے گزرا اپنی طرف نسبت نہیں کیا جاتا پھر ان میں بھی بعونہ تعالیٰ تلخیص و تہذیب و ترصیف و تقریب و حذف زدائد و زیادت فوائد سے جدت بلکہ پائے گی اور کچھ نہ ہو تو ان شاء اللہ تعالیٰ طرز بیان ہی اصلی و وقع فی القلب نظر آئے گی اس وقت تو یہ اپنا بیان ہے جس سے بھدا اللہ تعالیٰ تحدیث بنعمۃ اللہ عزوجل مقصود و الحمد للہ الغفور الودود، اہل حد جس معنی پر چاہیں معمول کریں مگر ارباب انصاف اگر تصانیف فقیر کو موارء فرمائیں گے کہ بعونہ تعالیٰ عیان موافق بیان پائیں گے یا نہ ہم اس اعتراف سے چارہ نہیں کہ الفضل للمتقدم (پہل کرنے والے کو فضیلت حاصل ہوتی ہے) خصوصاً علمائے سلف رضی اللہ تعالیٰ عنہما بار اہم و حشرنا فی زمرۃ خدامہم کہ جو کچھ ہے انھیں کی خدمت کلمات برکت آیات کا نتیجہ اور انھیں کی بارگاہ دولت کا حصہ رہتا ہوا صدقہ ص

لے باد صبا! اینمہ آوردہ تست

ہاں ہاں یہ کفش برداری خدام درگاہ فضائل پناہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اعلم العلماء الربانین افضل

علہ یعنی جناب مستطاب حامی السنن ماجی الفتن مولانا مولوی حافظ الخلیل محمد ارشد حسین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔
علہ یہ اس وقت تھا کہ ۱۳۱۶ء ہے بھدا اللہ تعالیٰ عدد تصانیف ایک سو نو سے متجاوز ہے ۱۲ اور اب تو بھدا
تعالیٰ اگر احصا کیا جائے تو پانسو سے متجاوز ہو گا ۱۲ (م)

الفضل المحتاجين حامى السنن السنية ماحى الفتن الدنية ببقية السلف المصلين حجة الخلف المفلحين آية من آيات
 رب العالمين معجزة من معجزات سيد المرسلين صلى الله تعالى عليه وسلم جميع ذى التصنيفات الرائقة
 والتحقيقات الفائقة والتدقيقات الشائقة تاج المحققين سراج المدققين أكل الفقهاء المحدثين حضرت سيدنا
 الراجد آية الامجاد الطيب الاطائب مولانا مولوى محمد تقى على خال صاحب محمدى سنى حنفى قادرى بركاتى بريلوى
 قدس الله سره وعمه به وعمه نوره واعظم اجره واكرم نزلہ وانعم منزله ولا عرنا سعه ولم يفتنا بعده به والحمد لله وبر الدارين
 بال باى ادى غابوسى آستان رفيع غلمان غيب بنه گان بارگاه عرفان پناه اقدس حضرت آقائے نعمت دریائے رحمت
 اعرف العرفاء اکرام مرتجع الاولياء العظام السحاب الهام بفيض القادر والعباب الزاخر بالفضل الباهر
 ذوالقرب الزاهر والعلو الظاهر والنسب الطاهر ملحق الاصاغر بالجلالة الاکابر معدن البرکات مخزن الحسنات
 من آل محمد سيد الکائنات عليه وعليهم افضل الصلوات وارث النجات من حمزة الخمرات القمر المستبين
 بالنور المبين من شمس الدين ابى الفضل العظیم والشرف الکریم سيدنا ومولانا وعلوانا وانا شيعى ومرشدى
 کزى وذخرى ليومى وغدى اعظم حضرت سيدنا السيد الشاه آل رسول الاحمدى فاطمى حسينى قادرى بركاتى
 واسمى بلجرامى مارهرى رضى الله تعالى عنه واجرله واعظم قربه منه واشرق علينا من نوره التام وافاض علينا من بخره الطاهر
 وجعلنا من خدمه فى دار السلام بفضل رحمته عليه وعلى آباءه اکرام والحمد لله ابد الابدين

عهدا باللب شيرى دستان بست خداے

ماہم بنده وایں قوم خداوندانند

(خدائے شیریں دہنوں کے لبوں سے ہمارا عہد باندھ دیا ہے، ہم سب بندے

ہیں اور یہ لوگ ہمارے آقا ہیں۔ ت)

خیر کنایہ تھا کہ یہاں بھی ان شاء اللہ تعالیٰ یہی طریقہ رعایت پائے گا ولہذا ایک ادھ بحث کہ بعت رکافى
 طے کر دی گئی اس سے تعرض اظہار سمجھا جائے گا کہ مقصود اظہار احقاق ہے نہ انکار اوراق۔ ان چار فصل میں
 ملاجی کے ادعائی بول یکسر عکس میں سایہ بخت سے سب قابل نکس میں جا بجا ثابت کو ثابت ثابت کو ثابت
 ساکت کو ناطق ناطق کو ساکت ضعیف کو صحیح صحیح کو ضعیف تحریف کو توجیہ توجیہ کو تحریف مؤول کو مفسر مفسر کو
 مؤول محتمل کو صریح صریح کو محتمل کہا اول تا آخر کوئی دقیقہ حکم و مکابرہ و تعصب مدایرہ کا نامرغی نہ رہا جہاں بعونہ تعالیٰ
 عزمجہ ہر فصل میں قول فصل وحی اصل بدلائل قاہرہ و بیانات باہرہ ظاہر کیجئے کہ اگر زبان انصاف سالم و صاف

عہ لایہا اذا کان فنی لا تو تضییہ لوهن اضعف اعلم فیہ۔ (م) (حاشیہ کی اس عبارت سے غالباً اعظم حضرت کی اپنی عبارت
 گزشتہ صفحہ ۱۶۴ کی طرف اشارہ ہے، فقیر حقیر غفرلہ المولی القدر کو اپنی تصانیف مناظرہ بلکہ اکثر ان کے ماورائیں بھی
 حتی الوسع اپنے ہی فائضات قلب کو جلوہ دیا جلئے، لمخصاً (نذیر احمد سعیدی)

ہو تو مخالفت منکر مدعی مضر کو بھی معترف و مقرر لیجئے

وما ذلك على الله بعزيز ، ان ذلك على الله
يسير ، ان الله على كل شئ قدير۔
اور یہ اللہ کے لیے مشکل نہیں ہے ، یہ اللہ پر آسان
ہے ، اللہ ہر شئی پر قادر ہے۔ (ت)

یہ معارف جلیلہ تو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں رسالہ آپ کے پیش نظر ہے ملاحظہ کیجئے داد انصاف دیجئے صاع

في طلعة الشمس ما يعينك عن خبر

(سورج طلوع ہو جائے تو اس کی اطلاع دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ت)

اس کے سوا نفس مسئلہ میں ملا جی نے اپنے موافق کہیں چودہ کہیں پندرہ صحابیوں سے روایات آنا بیان کیا
اور خود ہی اُسے بگاڑ کر مکی کی طرف پلٹے اور چار سے زیادہ ظاہر نہ کر سکے اُن میں بھی عند الانصاف اگر کچھ لگتی ہوئی بات ہے
تو صرف ایک سے۔ میں بعونہ تعالیٰ اپنے موافق روایات تیسریں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لاؤں گا، ملا جی صرف
چار حدیثیں پیش خویش اپنے مفید دکھا سکے جن میں حقیقہ کوئی بھی ان کے مفید نہیں اور آیت کا تو اُن کی طرف نام بھی
نہیں، میں بحول اللہ تعالیٰ اُن سے دوئی آیتیں اور دس گنی حدیثیں اپنی طرف دکھاؤں گا، میں یہ بھی روشن کر دوں گا
کہ حنفیہ کرام پر غیر مقلدوں کی طعنہ زنی ایسی پوچھ و لچر بے بنیاد ہوتی ہے، میں یہ بھی بتا دوں گا کہ ان صاحبوں کے
عمل بالحدیث کی حقیقت اتنی ہے، میں یہ بھی دکھا دوں گا کہ ملا جی صاحب جو آج کل مہتمم العصر اور تمام طائفہ کے
استاد مانے گئے ہیں اُن کی حدیث دانی ایک متوسط طالب علم سے بھی گڑے درجہ کی ہے کل ذلك بعون الملك
العزیز القريب المجيب وما توفيقی الا بالله علیہ توكلت والیہ انیب و هذا وان الشروع
فی المقصود متوكلا علی و اذهب الفيض والجود والحمد لله العلی الودود والصلوة و
السلام علی احمد محمود محمد و آلہ الکرام السعد امین۔

فصل اول طلوع فجر نوری بہ ثبات جمع صوری

حضور پرنور ستید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جمع صوری کا ثبوت اصلاً محل کلام نہیں اور وہی
مذہب مہذب ائمہ حنفیہ ہے اس میں صاف صریح جلیل و صحیح احادیث مروی مگر ملا جی تو انکار آفتاب کے عادی
بکمال شوخ چشتی بے نقط سننادی کہ کوئی حدیث صحیح ایسی نہیں جس سے ثابت ہو کہ آنحضرت جمع صوری سفر میں
کیا کرتے تھے بہت اچھا ذرا نگاہ رو برو۔

عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی آلہ وصحبہ وبارک وکرم ۱۲ منہ (م)
لحہ معیار الحق مسئلہ بنجم جمع بین الصلوة مکتبہ تدریسیہ لاہور ص ۴۰۱

حدیث ۱: جلیل و عظیم حدیث سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ اُس جناب سے مشہور و مستفیض ہے جسے امام بخاری و ابوداؤد و نسائی نے اپنی صحاح اور امام عیسیٰ بن ابان نے کتاب الحج علی اہل مدینہ اور امام طحاوی نے شرح معانی الآثار اور ذہلی نے زہرہایت اور اسمعیلی نے مستخرج صحیح بخاری میں بطرق عدیدہ کثیرہ روایت کیا:

فالبخاری والاسمعیلی والذہلی من طریق
الیث بن سعد عن یونس عن الزہری، والنسائی
من طریق یزید بن زریع والنضر بن شمیل
عن کثیر بن قاروند الاکلاہما عن سالم - و
النسائی عن قتیبہ و الطحاوی عن ابی عامر
العقدی والفقیہ فی الحججہ ثلاثہم عن
العطاف، و ابوداؤد عن فضیل بن غزوان، و
عن عبد اللہ بن العلاء، و ایضاً
عیسیٰ والنسائی عن الولید و الطحاوی عن بشر
بن بکر، ہذا الثلاثہ عن ابی جابر
و الطحاوی عن اسامہ بن زید، خمستہم
اعنی العطاف و فضیل و ابی العلاء و
جابر و اسامہ عن نافع - و ابوداؤد
عن عبد اللہ بن واقد - و الطحاوی عن
اسمعیل بن عبد الرحمن - اربعۃم
عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما -

بخاری، اسمعیلی اور ذہلی نے یث بن سعد کے طریقے
سے یونس سے، اس نے زہری سے روایت کی ہے
اور نسائی نے یزید بن زریع اور نضر بن شمیل کے دو طریقوں
سے کثیر بن قاروند سے روایت کی ہے۔ دونوں
(زہری اور کثیر) سالم سے راوی ہیں۔ نسائی نے قتیبہ
سے، طحاوی نے ابوعامر عقدی سے اور فقیہ نے حجج میں
یہ تینوں عطاف سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابوداؤد
نے فضیل بن غزوان سے اور عبد اللہ بن عمار سے
روایت کی ہے۔ اور ابوداؤد نے ہی عیسیٰ سے، نسائی
نے ولید سے، طحاوی نے بشر بن بکر سے، یہ تینوں
(عیسیٰ، ولید، بشر) جابر سے روایت کرتے ہیں۔
اور طحاوی نے اسامہ بن زید سے روایت کی ہے۔
یہ پانچوں یعنی عطاف، فضیل، عبد اللہ، جابر اور اسامہ
نافع سے راوی ہیں، نیز ابوداؤد عبد اللہ بن واقد
سے راوی ہیں اور طحاوی اسمعیل بن عبد الرحمن سے
راوی ہیں۔ چاروں (سالم، نافع، عبد اللہ بن واقد
اسمعیل) عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (ناقل ہیں)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ نے جس طرح یہاں جمع و تلخیص طرق کی اکمال الحجہ و ایضاً الحجہ کے لیے اُن کے اکثر فصوص
الفاظ بھی وارد کرے و باللہ التوفیق، سنن ابوداؤد میں بسند صحیح ہے،

حدثنا محمد بن عبید بن الحارثی نا محمد
بن فضیل عن ابیہ عن نافع و
عبد اللہ بن واقد ان مؤذن ابن عمر
یعنی نافع و عبد اللہ بن واقد دونوں تلامذہ عبد اللہ بن
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما کے مؤذن نے نماز کا آقا صاکیا، فرمایا چلو

قال: الصلاة، قال، سر، حتى اذا كانت
قبل غيوب الشفق نزل - فصلی المغرب،
ثم انتظر حتى غاب الشفق فصلی العشاء،
ثم قال: ان رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم كانت اذا عجل به امر صنع
مثل الذي صنعت - فصار في ذلك اليوم
والليلة مسيرة ثلث لي
الوداؤد و فرمایا،

یہاں تک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اتر کر مغرب پڑھی
پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اُس وقت
عشاء پڑھی پھر فرمایا: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا میں نے
کیا۔ ابن عمر نے اس دن راست میں تین رات
دن کی راہ قطع کی (م)

س رواہ ابن جابر عن نافع نحو هذا باسناد
حدثنا ابراهيم بن موسى الرازي انا عيسى
ابن جابر بهذا المعنى وس رواه عبد الله بن
العلاء عن نافع، قال، حتى اذا كانت
عند ذهاب الشفق نزل فجمع بينهما
نسائي کی روایت بسند صحیح یوں ہے:

اسکو ابن جابر نے نافع سے اسی طرح روایت کیا ہے مع اسناد کے۔
حدیث بیان کی ہم سے ابراہیم بن موسیٰ رازی نے، اس نے کہا
کنز بردی ہیں عیسیٰ ابن جابر نے اس مفہوم کے ساتھ اور روایت کیا ہے
اسکو عبد اللہ ابن علاء نے نافع سے کہ انہوں نے کہا: جب
شفق ڈوبنے کے نزدیک کسی الزکر دونوں نمازیں جمع کیں۔ (ت)

أخبرنا محمود بن خالد ثنا الوليد ثنا
ابن جابر ثنا نافع قال: خرجت مع عبد الله
بن عمر في سفر، يريد امرضاله، فأتاه

یعنی نافع فرماتے ہیں عبد اللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو
قشرین لیے جاتے تھے کسی نے آکر کہا آپ کی زوجہ
صفیہ بنت ابی عبیدہ اپنے حال میں مشغول ہیں شاید ہی

عنه هي اخت مختار الكذاب المشهور، وابوها
ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ من الصحابة،
استشهد في خلافة امير المؤمنين، اما

صفیہ، مشہور مختار کذاب کی بہن تھیں۔ ان کے والد
ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ میں سے تھے،
امیر المؤمنین کی خلافت کے دوران شہید ہو گئے تھے۔
(باقی بر صفحہ آئندہ)

أَتِ فَقَالَ، ان صفية بنت ابی عبید
لما بیها، فانظر ان تدركها - فخرج مسرعا،
ومعه رجل من قریش یسایره، وغابت
الشمس فلم یصل الصلاة، وكان عهدی
به وهو یحافظ علی الصلاة، فلما ابطأ،
قلت، الصلاة، روحك الله، فالتفت اینی و
مضى، حتی اذا كان فی آخر الشفق نزل فصلی
المغرب، ثم اقام العشاء وقد توارى الشفق
فصلی بنا، ثم اقبل علینا، فقال، این
رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم کان
اذا عجّل به السیر صنع هکذا۔

آپ انھیں زندہ پائیں۔ یہ سن کر برسرِ سرعت چلے اور ان کے ساتھ
ایک مرد قریشی تھا سورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی اور
میں نے ہمیشہ ان کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت
فرماتے تھے جب دیر لگائی میں نے کہا نماز خدا آپ پر رحم
فرمائے میری طرف پھر کر دیکھا اور آگے روانہ ہوئے
جب شفق کا اخیر حصہ رہا اتر کر مغرب پڑھی پھر عشا کی
تہنیک اس سال میں کہی کہ شفق ڈوب چکی اُس وقت عشا
پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا
ہی کرتے۔ (م)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) www.alukah.net

ہی، ففی عمدة القاری، ادركت النبی صلی الله تعالی
علیه وسلم وسمعت منه۔ اھ و فی ارشاد الساری،
الصحابیة الثقیة اخت المختار، وكانت من
العابدات۔ اھ لکن قال الحافظ فی التقریب :
قیل لہا ادراك، وانكره الدارقطنی، وقال
العجلی، ثقة فہی من الثانية۔ اھ وحقق
فی الاصابة نفی السماع واثبات الادراك ظنا،
فراجعہ۔ وقد حدث عن ازواج النبی صلی الله تعالی
علیہ وعلیہن وسلم ۱۲ منہ (م)

صفیہ کے بارے میں عمدة القاری میں لکھا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا۔ اور ارشاد الساری میں ہے
کہ یہ نبی ثقیف سے تعلق رکھنے والی صحابیہ تھیں اور مختار کی
بہن تھیں، عبادت گزار خواتین میں سے تھیں۔ لیکن حافظ
نے تقریب میں لکھا ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ صفیہ نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا لیکن دارقطنی نے اس کا انکار
کیا ہے اور عجلی نے کہا ہے کہ ثقہ تھیں۔ اس لحاظ سے یہ طبقہ
ثانیہ میں سے ہوں گی (یعنی تابعیات سے) اصحاب میں
ثابت کیا ہے کہ صفیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تو
بیان کیا ہے اس سلسلے میں اصحاب کی طرف رجوع کرو۔ صفیہ نے ازواجِ مطہرات سے احادیث

بیان کی ہیں۔ (د)

اسی طرح امام طاہری نے روایت کی فقال حدثنا سبيع المؤذن ثنا بشر بن بکر ثنی ابن جابر ثنی نافع فذكره نیز نسائی نے بسند حسن بطریق اخبرنا قتیبہ بن سعید حدثنا العطاء اور ابو جعفر نے بطریق حدثنایزید بن سنان ثنا ابو عامر العقیدی ثنا العطاء بن خالد المخزومی اور امام فقیہ نے حج میں بلا واسطہ روایت کی کہ اخبرنا عطاء بن خالد المخزومی المدینی قال اخبرنا نافع قال اقبلنا مع ابن عمر من مكة، حتی اذا كان ببعض الطريق استصرخ علی نرو وجته، فقیل له انها فی الموت، فاسرع السیر، وكان اذا نودی بالمغرب نزل مکانہ فصلی، فلما كان تلك الليلة نودی بالمغرب فسا رحتی امسینا فظننا انه نسی، فقلنا: الصلاة، فسا رحتی اذا كان الشفق قرب ان یغیب نزل فصلی المغرب، وغاب الشفق فصلی العشاء، ثم اقبل علینا فقال: هکذا کننا نصنع مع رسول الله صلی الله تعالی علیہ وسلم اذا جدبنا السیر (یعنی امام نافع فرماتے ہیں راوی مجھ میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب شفق ڈوبنے کے قریب ہوئی اتر کر مغرب پڑھی اور شفق ڈوب گئی اب عشاء پڑھی پھر ہماری طرف مڑ کر کے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے تھے جب چلنے میں کوشش ہوتی تھی) امام عیسیٰ بن ابان نے اسے روایت کر کے فرمایا، وھکذا قال ابو حنیفہ فی الجمع بین الصلواتین ان یصلی الاولیٰ منھما فی آخر وقتھا، والاخریٰ فی اول وقتھا، کہا فعل عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ورواہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (یعنی دو نمازیں جمع کرنے میں یہی طریقہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے کہ پہلی کو اس کے آخر وقت اور پچھلی کو اس کے اول وقت میں پڑھے جیسا کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خود کیا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت فرمایا) نیز امام طاہری نے اور طریق سے یوں روایت کی، حدثنا محمد ثنا الحسن بن عبد اللہ بن المبارک عن اسامہ بن زید اخبرنی نافع، وفیہ حتی اذا كان عند غیوبة الشفق فجمع بینھما وقال رأیت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم یصنع هکذا اذا جدبہ السیر (یعنی جب شفق ڈوبنے کے نزدیک ہوئی اتر کر دونوں نمازیں جمع کیں اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یوں ہی کرتے دیکھا جب حضور کو سفر میں

۱ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلواتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۲/۱

۲ سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مکتبہ سلفیہ لاہور ۷۰/۱

۳ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلواتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۳/۱

۴ کتاب الحجۃ باب الجمع الصلوۃ فی السفر دار المعارف نعمانیہ لاہور ۱۷۵، ۱۷۴/۱

۵ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلواتین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۲/۱

جلدی ہوتی، یہ طرق حدیث نافع عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تھے، اور صحیح بخاری الباب التقصیر باب بل یؤذن اوقیم اذا جمع بین المغرب والعشاء میں یوں ہے: حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعيب عن الزهري قال اخبرني سالم عن عبد الله ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال: رأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا اعجله السير في السفر يؤخر صلاة المغرب حتى يجمع بينهما وبين العشاء۔ قال سالم، وكان عبد الله يفعلہ اذا اعجله السير، ولقيم المغرب فيصلیہا ثلاثاً ثم یسلم، ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء فیصلیہا رکعتین ^{لہ} الحدیث۔ اُسی کے باب یصلی المغرب ثلاثاً فی السفر میں بطریق مذکور وہاں عبد اللہ یفعلہ اذا اعجله السير تک روایت کر کے فرمایا، ونا دالیت قال حدثني يونس عن ابن شهاب قال قال سالم كان ابن عمر رضى الله تعالى عنهما يجمع بين المغرب والعشاء بالمزدلفة۔ قال سالم، و اخبر ابن عمر المغرب، وكان استصرخ على امرأته صفية بنت ابی عبید، فقالت له، الصلاة، فقال: سر، فقلت له، الصلاة، فقال: سر، حتی سار ميلين او ثلثة، ثم نزل فصلى، ثم قال، هكذا رأيت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اعجله السير يؤخر المغرب فیصلیہا ثلاثاً ثم یسلم، ثم قلما یلبث حتی یقیم العشاء فیصلیہا ^{لہ} رکعتین ^{الحدیث} (ان دونوں روایتوں کا حاصل یہ کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما تعالیٰ عنہما ایام حج میں ذی الحجہ کی دسویں رات مزدلفہ میں مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھتے اور جب اپنی بی بی کی خبر گیری کو تشریف لے گئے تھے تو یوں کیا کہ مغرب کو آخر کیا، میں نے کہا نماز، فرمایا چلو، میں نے پھر کہا نماز۔ فرمایا چلو، دو تین میل چل کر اترے اور نماز پڑھی، پھر فرمایا میں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے، مغرب اخیر کر کے تین رکعت پڑھتے پھر سلام پھیر کر تھوڑی دیر انتظار فرماتے پھر عشاء کی اقامت فرما کر دو رکعت پڑھتے) نسائی کے یہاں یوں ہے، اخبرني محمد بن عبد الله بن بزيع حدثنا يزيد بن ذریرع حدثنا کثیر بن قارون قال، سألت سالم بن عبد الله عن صلاة ابیه فی السفر، وسألناه هل كان یجمع بین شی من صلاتہ فی سفرہ؟ فذكر ان صفية بنت ابی عبید كانت تحتہ فکتبت الیه، وهو فی نراعة له، انی فی آخر یوم من ایام الدنیا واول یوم من

- ۱ جامع صحیح البخاری باب بل یؤذن اوقیم الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۴۹/۱
 ۲ جامع صحیح البخاری باب یصلی المغرب ثلاثاً فی السفر " " " " " " " " ۱۴۸/۱
 ۳ " " " " " " " " " " " " " " ۱۴۸/۱

الآخرۃ، فركب فاسرع السير اليها، حتى اذا احانت صلاة الظهر قال له المؤذن: الصلاة يا ابا عبد الرحمن! فلم يلتفت، حتى اذا كانت بين الصلاتين نزل، فقال: اقم، فاذا سلمت فاقم، فصلى ثم ركب حتى اذا غابت الشمس، قال له المؤذن: الصلاة، فقال: كفعلك في صلاة الظهر والعصر، ثم سار حتى اذا اشتبكت النجوم نزل، ثم قال المؤذن: اقم، فاذا سلمت فاقم، فصلى ثم انصرف فالتفت اليها فقال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا حضر احدكم الا امر الذي يخاف فوته فليصل هذه الصلاة۔

(خلاصہ یہ کہ جب صفیہ کا خط پہنچا کہ اب میرا دم واپس ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شتاباں چلے نماز کیلئے ایسے وقت اترے کہ ظہر کا وقت جائے کو تھا اور عصر کا وقت آنے کو، اُس وقت ظہر پڑھ کر عصر پڑھی اور مغرب کے لیے اُس وقت اترے جب تارے خوب کھل آئے تھے (جس وقت تک بلا عذر مغرب میں دیر لگانی مکروہ ہے، اُسے پڑھ کر عشاء پڑھی اور کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں کسی کو ایسی ضرورت پیش آئے جس کے فوت کا اندیشہ ہو تو اس طرح نماز پڑھے) نیز اسی حدیث میں دوسرے طریق سے یوں زائد کیا: اخبرنا عبدة بن عبد الرحيم ثنا ابن شميل ثنا كثير بن قار وندا قال سألنا سالم بن عبد الله عن الصلاة في السفر، فقالنا اكان عبد الله يجمع بين شئ من الصلاة في السفر؟ فقال لا الا يجمع (يعني ہم نے سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سوال کیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سفر میں کسی نماز کو دوسری کے ساتھ جمع فرماتے تھے کہا نہ سوا مزدلفہ کے) (جہاں کاملانا سب کے نزدیک بالاتفاق ہے) پھر وہی حدیث بیان کی کہ اُس سفر میں اس طریق سے نمازیں پڑھی تھیں۔ اس حدیث جلیل کے اتنے طرق کثیر ہیں جن سے آفتاب کی طرح روشن کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سفر میں بجال شتاب و ضرورت جمع ضروری فرمائی ہے اور یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب ہے۔

حدیث ۲: امام اجل احمد بن حنبل مسند اور ابوبکر بن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم مصنف میں بسند حسن بطریق اپنے شیخ وکیع بن الجراح کے اور امام طحاوی معانی الآثار میں بطریق حدیثنا فہد ثنا الحسن بن البشیر ثنا المعاف بن عمر ان کلاهما عن معمر بن عطاء بن

لہ سنن النسائي الوقت الذي يجمع فيه المسافر الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۹۸/۱

لہ سنن النسائي الوقت الذي يجمع فيه المسافر الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۹۹/۱

ابی مریح ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی قالت کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر یؤخر الظہر ویقدم العصر، ویؤخر المغرب ویقدم العشاء۔ (عضو اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں ظہر کو دیر فرماتے عصر کو اول وقت پڑھتے مغرب کی تاخیر فرماتے عشاء کو اول وقت پڑھتے)

حدیث ۳ : ابوداؤد اپنی سنن باب متی تیم المسافر اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں بسند حسن جید متصل حضرت عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب وہ اپنے والد ماجد محمد بن عمر بن علی وہ اپنے والد ماجد عمر بن علی مرقی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کرتے ہیں، ان علیاً کان اذا سافر سار بعد ما تغرب الشمس حتی تکاد ان تظلم، ثم ینزل فی صلی المغرب، ثم یدعو بعشاء فیتعشی، ثم یصلی العشاء، ثم یرتحل۔ ویقول، ہکذا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یصنع۔ (یعنی امیر المؤمنین مولیٰ المسلمین علی مرقی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی جب سفر فرماتے سورج ڈوبے پر چلتے رہتے یہاں تک کہ قریب ہوتا کہ تاریکی ہو جائے پھر ترک مغرب پڑھتے پھر کھانا منگا کر تناول فرماتے پھر عشاء پڑھ کر کوچ کرتے اور کہتے اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا کرتے تھے) امام عینی نے عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کی سند کو فرمایا، الا باس یہ (اس میں کوئی نقص نہیں)۔

حدیث ۴ : طحاوی بطریق ابی خثیمہ عن عائم الاحول عن ابی عثمان راوی قال وفدت انا وسعد بن مالک ونحن بنادر للحج، فکنا نجتمع بین الظہر والعصر، نفقد من هذه ونؤخر من هذه، ونجتمع بین المغرب والعشاء، نفقد من هذه ونؤخر من هذه، حتی قد منا مکة (یعنی میں اور حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ حج کی جلدی میں مکہ معظمہ تک ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو یوں جمع کرتے گئے کہ ظہر و مغرب دیر کر کے پڑھتے اور عصر وعشاء جلد)

حدیث ۵ : نیز امام ممدوح عبدالرحمن بن زید سے راوی صحبت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حجہ فکان یؤخر الظہر ویعجل العصر، ویؤخر المغرب ویعجل العشاء، ویسفر بصلاة الغداة (میں حج میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ رکاب تھا ظہر میں دیر فرماتے

۱۱۳/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الحج بین صلاتین	شرح معانی الآثار
۱۴۳/۱	مطبوعہ مجتہدانی لاہور پاکستان	باب متی تیم المسافر	سنن ابی داؤد
۱۱۴/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الحج بین صلاتین	شرح معانی الآثار
"	"	"	"
"	"	"	"
"	"	"	"

اور عصر میں تعجل مغرب میں تاخیر کرتے عشاء میں جلدی اور صبح روشن کر کے پڑھتے) امام ممدوح ان احادیث کو روایت کر کے فرماتے ہیں،

و جمیع ما ذهبنا الیه من کیفیتہ الجمع بین الصلواتین قول ابی حنیفۃ و ابی یوسف و محمد رحمہم اللہ تعالیٰ۔
نمازیں جمع کرنے کا یہ طریقہ جو ہم نے اس باب میں اختیار فرمایا یہ سب امام اعظم و امام ابو یوسف و امام محمد کا مذہب ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم (م)

الحمد للہ جمع صوری کا طریقہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و حضرت مولیٰ علی و عبد اللہ بن مسعود و سعد بن مالک و عبد اللہ بن عمر و غیر ہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روشن و جہ پر ثابت ہوا اور امام لا مذہبان کا وہ جہروتی ادعا کہ اس میں کوئی حدیث صحیح نہیں، اور اس سے بڑھ کر یہ بانگ بے معنی کہ یہ روایات جن سے جمع صوری کرنی ابن عمر کی واضح ہوتا ہے سب و اہیات اور مردود اور شاذاور مناکیر ہیں اور بشدت حیا یہ خاص تجدد افرا کہ ابن عمر نے اس کیفیت سے ہرگز نمازیں جمع نہیں کیں جیسا کہ ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے اپنی سزائے کرا کو پہنچا اب ایضاً مرام و ازاحت اوہام کو چند افادات کا استماع کیجئے۔

افادۃ اولیٰ: لا مذہب ہلا کو جب کسا نکاح جمع صوری میں چاند پر خاک اڑانی تھی اور احادیث مذکورہ صحاح مشورہ میں موجود و متداول تو بے رد صحاح چارہ کار کیا تھا لہذا بایں پیرانہ سالی حضرت کے قصہ جلی ملاحظہ ہوں:

لطیفہ ۱: ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث جلیل و عظیم کے پہلے طریق صحیح مروی سنن ابی داؤد کو محمد بن فضیل کے سبب ضعیف کیا۔

اقول اولاً: یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔
ثانیاً: امام ابن معین جیسے شخص نے ابن فضیل کو ثقہ امام احمد نے حسن الحدیث، امام نسائی نے لا باس بہ (اس میں کوئی نقص نہیں۔ ت) کہا، امام احمد نے اُس سے روایت کی اور وہ جسے ثقہ نہیں جانتے اُس سے روایت نہیں فرماتے میزان میں اصلاً کوئی جرح مفسر اُس کے حق میں ذکر نہ کی۔
ثالثاً: یہ بکف چراغی قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع ملا جی کو بایں سالخور دی و دعویٰ محدثی آج تک اتنی خبر نہیں کہ محاورات بلفظ

اصطلاح محدثین میں تشیع ورفض میں کتنا فرق ہے زبان متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خدا ہم اللہ تعالیٰ جمیعاً بلکہ آج کل تک یہود و مہند میں روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں خود ملا جی کے خیال میں اپنی ملاتی کے باعث یہی تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لیے متشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسن عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض علمائے اہلسنت کا تھا اسی بنا پر متعدد ائمہ کو ذکر و شیعہ کہا گیا بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعیت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود انہیں محمد بن فضیل کی نسبت تصریح کی کہ ان کا تشیع صرف موالات تھا و بس۔

حدیث قال ، محمد بن فضیل بن غزوان ، چنانچہ ذہبی نے کہا ہے کہ محمد بن غزوان ، جو کہ محدث المحدث الحفاظ ، کان من علماء ہذا اور حافظ ہے ، حدیث کے علماء میں سے تھا — الشان ، وثقہ یحییٰ بن معین ، وقال یحییٰ ابن معین نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے اور احمد نے کہا ہے کہ اچھی حدیثیں بیان کرتا ہے مگر شیعہ ہے۔ میں نے کہا ”صرف اہل بیت سے محبت رکھتا تھا“ (ت)

رابعاً: ذرا رواۃ صحیحین دیکھ کر شیعہ کو رافضی بنا کر تضعیف کی ہوتی ، کیا بخاری و مسلم سے بھی

عہد کما صرحوا بہ و تدل علیہ محاوراتہم ، جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے اور ان کے محاورات منہا ما فی المیزان فی ترجمۃ الحاکم سے بھی واضح ہے۔ مثلاً میزان میں حاکم کے حالات میں کسی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ رافضی تھا۔ اس کے بعد کہا ہے ”اللہ انصاف کو پسند کرتا ہے ، یہ آدمی رافضی نہیں ہے ، صرف شیعہ ہے۔“ (ت)

عہد کما صرحوا بہ و تدل علیہ محاوراتہم ، منہا ما فی المیزان فی ترجمۃ الحاکم بعد ما حکى القول برفضہ ، اللہ یحب الانصاف ، ما الرجل برا فاضی بل شیعہ فقط ۱۲۷ھ منہ (م)

باتحد دھونا ہے ان کے روایت میں تین سے زیادہ ایسے لوگ ہیں جنہیں اصطلاح قدما پر بلفظ تشیع ذکر کیا جاتا
یہاں تک کہ تدریب میں حاکم سے نقل کیا کتاب مسلمہ صلاۃ من الشیعۃ (مسلم کی کتاب شیعوں سے
بھری ہوئی ہے۔ ت) دو رکیوں جیسے خود ہی ابن فضیل کے واقع کے شیعی صرف بمعنی محب اہل بیت کرام اور آپ
کے زعم میں معاذ اللہ افاضی صحیحین کے راوی ہیں۔

خامساً: اُس کے ساتھ ہی حدیث کی متابعتیں و وثائق عدول ابن جابر و عبد اللہ بن العلاء سے ابو داؤد نے
ذکر دیں اور سنن نسائی وغیرہ میں بھی موجود تھیں پھر ابن فضیل پر مدارک رباب و لکن الجہلۃ لا یعلمون (لیکن
جاہل جانتے نہیں ہیں۔ ت) اور یہ تو ادنیٰ نزاکت ہے کہ تقریب میں ابن فضیل کی نسبت صدوق عارف لکھا تھا
ملاحی نے نقل میں عارف اُڑا دیا کہ جو کلمہ مدح کم ہو وہی سہی۔

لطیفہ ۲: طرفہ تماشا کہ متابعت ابن جابر جو امام داؤد نے ذکر کی آپ اسے یوں کہہ کر ٹال گئے کہ وہ تعلق
ہے اور تعلق حجت نہیں اب کون کہے کہ کسی سے آنکھیں قرض ہی لے کر دیکھیے کہ ابو داؤد نے رواہ ابن جابر عن نافع
کہہ کر اُسے یوں ہی معلق چھوڑ دیا یا وہیں حدیثنا ابوہریرہ بن موسیٰ الرازی انا عیسیٰ عن ابن جابر فرما کر
موصول کر دیا ہے ولكن النجدي لا يبصرون

لطیفہ ۳: امام طحاوی کی حدیث بطریق ابن جابر عن نافع پر بشر بن بکر سے طعن کیا کہ وہ غریب الحدیث ہے

عہ مثلاً ابان بن تغلب، اسمعیل بن ابان وراق، اسمعیل بن شاکریا، اسمعیل بن عبد الرحمن سدی صدوق
یہم، بکیر بن عبد اللہ، جریر بن عبد الحمید، جعفر بن سلیمان، حسن بن صالح، خالد بن مخلد
آطوائی، سربیع بن انس صدوق لد اوہام، تراذان کنندی، سعید بن فیروز، سعید بن عمرو و ہمدانی،
عباد بن یعقوب مرواجی، عباد بن عوام کلابی، عبد اللہ بن عمر مشکدانہ، عبد اللہ بن عینی کوفی،
عبد الرحمن صاحب مصنف، عبد الملک بن اعین، عبید اللہ بن موسیٰ، عدی بن ثابت، علی
بن الجعد، علی بن ہاشم بن البرید، فضل بن دکیں ابو نعیم، فضیل بن مرزوق، فطر بن خلیفہ، مالک
بن اسمعیل نهدی، محمد بن اسحق صاحب مغازی، محمد بن جحادہ اور یحییٰ محمد بن فضیل، ہشام بن سعد،
یحییٰ بن الجزار وغیرہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

لہ تدریب الراوی شرح تقریب التراوی روایۃ المبتدع مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۳۲۵/۱

سنن ابو داؤد باب الجمع بین السلواتین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۱

ف۔ معیار الحق ص ۳۹۶

ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف قالہ الحافظ فی التقریب۔

اقول اولاً : ذرا شرم کی ہوتی کہ یہ بشر بن بحر رجالِ صحیح بخاری سے ہیں صحیح حدیثیں رد کرنے بیٹھے قواب بخاری بھی بالائے طاق ہے۔

ثانیاً: اس صریح خیانت کو دیکھئے کہ تقریب میں صاف صاف بشر کو ثقہ فرمایا تھا وہ ہضم کر گئے۔
ثالثاً: محدث جی! تقریب میں ثقہ یغرب ہے، کسی ذی علم سے سیکھو کہ فلاں یغرب اور فلاں مغرب
الحديث میں کتنا فرق ہے۔

رابعاً : اغراب کی تفسیر کہ ایسی روایتیں لاتا ہے کہ سب کے خلاف محدث جی اغریب و منکر کا فرق کسی طالب علم سے پڑھو۔

خامسا: باوصف ثقہ ہونے کے مجرد اعراب یا عشرت ہو تو صحیحین سے ہاتھ دھو لیجئے، یہ اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھیے کہ بخاری و مسلم کے رجال میں کتنوں کی نسبت یہی لفظ کہا ہے اور وہاں یہ بشر خود ہی جو رجال بخاری سے ہیں۔

سادسا : ذرا میزان تو دیکھئے کہ امام بشربن بکر التنیسی فضدوق ثقة لاطعن فیہ (یعنی
بشر بن بکر تنیسی خوب راست گو ثقہ ہیں جن میں اہل کسی وجہ سے طعن نہیں) کیوں شرعاً تو نہ ہو گے ایسی ہی
انہیری ڈال کر جاہلوں کو بہکا دیا کرتے ہو کہ حنفیہ کی حدیثیں ضعیف ہیں صر
شرم بادت از خدا و از رسول

لطیفہ ۴: طریق ابن جابر سے سنن نسائی کی حدیث کو ولید بن قاسم سے رد کیا کہ روایت میں اُس کے خطا ہوئی تھی کہا تقریب میں صدوق یخطی۔

اقول اولاً: مسلمانو! اس تحریفِ شدید کو دیکھنا اسنادِ نسائی میں یہاں نام ولید غیر منسوب واقع تھا کہ اخبرنا محمود بن خالد ثنا الولید ثنا ابن جابر ثنا نافع الحدیث۔ ملا جی کو چالاکی کا موقع ملا کہ تقریب میں اسی طبقہ کا ایک شخص رواۃ نسائی سے کہ نام کا ولید اور قدرے متکلم فیہ ہے چھانٹ کر اپنے دل سے ولید بن قاسم تراش لیا حالانکہ یہ ولید بن قاسم نہیں ولید بن مسلم ہیں رجال صحیح مسلم وائمہ ثقات حفاظ اعلام سے اسی تقریب میں ان کے ثقہ ہونے کی شہادت موجود، ہاں تالیس کرتے ہیں مگر بعد اللہ اُس کا احتمال یہاں مفقود کہ صراحت حد ثنا ابن جابر قال حدثنی نافع فرما رہے ہیں۔ میزان میں ہے:

الولید بن مسلم ابو العباس الدمشقی،
احد الاعلام وعالم اهل الشام۔
مصنفات حسنة، قال احمد، ما رایت
في الشاميين اعقل منه۔ وقال ابن المديني
عنده علم كثير۔ قال ابو مسهر، الولید
مدلس، قلت، اذا قال الولید، عن
ابن جريج او عن الاوزاعي، فليس بمعتمد
لانه يدلس عن كذا بين، فاذا قال، حدثنا
فهو حجة اهل ملخصاً۔

ولید بن مسلم ابو العباس دمشقی۔ بلند مرتبہ لوگوں میں سے
ایک، شام کا عالم، اس کی تصنیفات عمدہ ہیں۔
احمد نے کہا: ہم کہیں نے شامیوں میں اس سے زیادہ
عقل مند آدمی نہیں دیکھا۔ ابن مہینی نے کہا کہ اس کے
پایس بہت علم ہے۔ ابو مسہر نے کہا ہے کہ ولید
مدلس ہے۔ میں نے کہا، جب ولید عن ابن جریج
یا عن الاوزاعی کے تو قابلِ اعتماد نہیں ہے لیکن
جب حد ثنا کے تو مستند ہے اہل ملخصاً۔

(ت)

ملا جی! سہ

در بساط نکتہ دانان خود فروشی شرط نیست

یا سخن دانستہ گولے مرد غافل یا خاموش

(نکتہ دانوں کی مجلس میں اپنے آپ کو بیچ دینا ضروری نہیں ہے لے مرد غافل!)

یا تو سوچ سمجھ کر بات کر یا خاموش رہ)

لے سنن النسائی الوقت الذي يجمع فيه المسافر
مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۹۹/۱
لے میزان الاعتدال فی ترجمہ ولید بن مسلم ۵۰۰ ۹۴۰
دار المعرفۃ بیروت ۴/۳۴۷ - ۳۴۸

تم نے جاننا کہ آپ کے کید پر کوئی آگاہ نہ ہوگا ذرا بتائیے تو کہ آپ نے ولید کا ولید بن قاسم کس دلیل سے متعین کر لیا، کیا اس طبقہ میں اس نام کا روادے نسانی میں کوئی اور نہ تھا اگر اب عاجز آکر ہم سے پوچھنا ہو کہ تم نے ولید بن سلم کیسے جاننا اول تو بقانون مناظرہ جب آپ غاصب منصب میں ہم سے سوال کا محل نہیں اور استفادہ پوچھو تو پہلے اپنی جزاف کا صاف صاف اعتراف کرو پھر شاگردی کیجئے تو ایک یہی کیا بعونہ تعالیٰ بہت کچھ سکھا دیں وہ قواعد بتا دیں جس سے اسمائے مشترکہ میں اکثر جگہ تعین نکال سکو۔

ثانیاً: بفرض غلط ابن قاسم ہی سہی پھر وہ بھی کب مستحقِ رد ہیں امام احمد نے اُن کی توثیق فرمائی، اُن سے روایت کی، محدثین کو حکم دیا کہ اُن سے حدیث لکھو۔ ابن عدی نے کہا، اذ ادوی عن ثقة فلا بأس بلکہ (وہ جب کسی ثقہ سے روایت کریں تو اُن میں کوئی عیب نہیں) اور ابن جابر کا ثقہ ہونا خود ظاہر۔

ثالثاً: ذرا روادے صحیح بخاری و مسلم پر نظر ڈالے ہوئے کہ اُن میں کتنوں کی نسبت تقریب میں یہی صدوق

عہ مثلاً اسمعیل بن جہالد، اشہل بن حاتم، بشر بن عبید، حارث بن عبید، حبیب بن ابی حبیب، حجاج بن ابی زینب، حسان بن ابرہیم، حسان بن حسان بصری، حسان بن عبد اللہ کندی، حسن بن بشر بن سلم، حسن بن کواکب، حسان بن علی، خالد بن عبد الرحمن السلمي، شریک بن عبد اللہ بن ابی بر، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن دینار، عبد المجید بن عبد العزیز، مسکیت بن بکیر، معقل بن عبید اللہ وغیرہم ان سب پر وہی حکم صدوق یخطئ لگایا ہے خلیفہ بن خیاط، عبد اللہ بن عمر نذیر، عبد الرحمن بن حرملة السلمي، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن عبید، یحییٰ بن ابی اسحق حضرمی وغیرہم صدوق ربما اخطأ ہیں، اب زیادہ کی بعض مثالیں لیجئے حجاج بن اسرطاة صدوق کثیر المخطأ والتدلیس، شریک بن عبد اللہ نخعی صدوق یخطئ کثیر التفریط، صالح بن رستم المزنی صدوق کثیر المخطأ، عبد اللہ بن صالح صدوق کثیر الغلط ثبت فی کتابہ وکانت فیہ غفلة، فلیح بن سلیمان صدوق کثیر المخطأ، مطهر الوراق صدوق کثیر المخطأ وحديثه عن عطاء ضعيف، نعیم بن حماد صدوق یخطئ کثیراً ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

لطیفہ ۶ : آپ کے امتحان علم کو پوچھا جاتا ہے کہ روایت طحاوی حدیثنا فہد ثنا الحمادی ثنا ابن المبارک عن اسامہ بن زید اخبرنی نافع میں آپ نے کہاں سے معین کر لیا کہ یہ اسامہ بن زید عدوی مدنی ضعیف الحافظ ہے، اسی طبقہ سے اسامہ بن زید لیشی مدنی بھی تو ہے کہ رجال صحیح مسلم و سنن اربعہ و تعلیقات بخاری سے ہے جسے یحییٰ بن معین نے کہا، ثقہ ہے۔ ثقہ صالح ہے ثقہ حجت ہے دونوں ایک طبقہ ایک شہر ایک نام کے ہیں اور دونوں نافع کے شاگرد، پھر منشاہ تصحیح کیا ہے اور آپ کو تو شاید اس سوال میں بھی وقت پڑے کہ کہاں سے مان لیا کہ یہ حمادی حافظ کبیر یحییٰ بن عبد الحمید صاحب مسند ہے جس کی جرح آپ نے نقل کی اور امام یحییٰ بن معین وغیرہ کا ثقہ اور ابن عدی کا اسرجوانہ کا لباس تلبہ (مجھے امید ہے اس میں کوئی حرج نہیں۔ ت) اور ابن نمیر کا ہو اکبر من ہولاء کلہم، فاکتب عنہ (وہ ان سب سے بڑا ہے، اس لیے میں اس سے حدیث لکھتا ہوں۔ ت) کہنا چھوڑ دیا اسی طبقہ تا سعد سے اس کا والد عبد الحمید بن عبد الرحمن بھی تو ہے کہ رجال صحیحین سے ہے اور دونوں حمادی کہلائے جاتے ہیں کما فی التقریب۔

لطیفہ ۷ : روایات نسائی بطریق کثیر بن قاروند عن سالم عن ابیہ میں جھوٹ کو بھی کچھ گنجائش نہ ملی تو اُسے یوں کہہ کر نالاکہ وہ شاذ ہے اس لیے کہ مخالف ہے روایات شیخین وغیرہما کے وہ ارجح ہیں سب سے بالاتفاق اور مقدم ہوتی ہیں سب پر جب کہ موافقت اور تسبیح نہ ہیں ^{سکتے}۔

اقول اولاً : شیخین کا نام کس مُتَد سے لیتے اور ان کی احادیث کو ارجح کہتے ہو یہ وہی شیخین تو ہیں جو محمد بن فضیل سے حدیثیں لاتے ہیں جسے تمہارے نزدیک رافضی کہا گیا اور حدیثوں کا پلٹ دینے والا اور موقوف کو مرفوع کر دینے کا عادی تھا۔

ثانیاً ثالثاً رابعاً : یہ وہی شیخین تو ہیں جن کے یہاں سب کے خلاف حدیثیں لانے والے حدیثوں میں خطا کرنے والے وہی کئی درجن بھرے ہوئے ہیں۔

خامساً : مخالفت شیخین کا دعویٰ محض باطل ہے جیسا کہ بعونہ تعالیٰ عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔

لطیفہ ۸ : اس حدیث جلیل صحیح کے رد میں ملا جی نے جو چالاکیاں بیا کیں برتیں ان کا پردہ تو فاش ہو چکا جا بجا ثقات کو مجروح فرمایا، رواد بخاری و مسلم کو مردود ٹھہرایا، حدیث موصول کو معلق بنایا، متابعات سے آنکھیں بند کر لیں، نقل عبارت میں خیانتیں کیں، معانی میں تحریف کی راہیں لیں، راوی کو کچھ سے کچھ

بنایا، مشترک کو جزائاً معین کر دیا، جہاں کچھ نہ بن پڑا مخالفتِ شیخین کا ادعا کیا، اب خود حدیث صحیح بخاری شریف کو کیا کریں رجال بخاری کو زور دینا اور بات تھی کہ عوام کو ان کی کیا خبر، مگر خود حدیث بخاری کا نام لے کر زد کرنے میں سخت مشکل پیش نظر، لہذا یہ چال چلے کہ لاؤ اسے بزورِ زبان و زورِ بہتان اپنے موافق بنالیں۔ اس لیے حدیث مذکور بابِ ہل یوزن اوقیم کا ایک ٹکڑا جس میں دو تین میل چل کر مغرب پڑھنے کا ذکر تھا اپنے ثبوت کی احادیث میں نقل کر کے فرمایا یہ بات ادنیٰ عاقل بھی جانتا ہے کہ بعد دخول وقت مغرب کے دو تین کو کس مسافت چلیں تو اتنے میں شفق غائب ہو جاتی ہے اور وقت عشا کا داخل ہو جاتا ہے۔

اولاً : میل کا کوس بنایا کہ کچھ دیر بڑھے دو میل کا تو سوا ہی کوس ہوا، اور تین ہی لیجئے جب بھی دو کوس پورے نہیں پڑتے۔

ثانیاً اقول : فریبِ عوام کو چالاک یہ کہ حدیث کا ترجمہ نہ کیا دو تین کوس مسافت چلیں لکھ دیا کہ جاہل سمجھیں غروب کے بعد پیادہ تین کوس چلے ہوں ترجمہ کرتے تو کھلتا کہ سوار تھے اور کیسی سخت جلدی کی حالت میں تھے ہم نے حدیث ابو داؤد سے نقل کیا کہ انھوں نے اُس دن کہ منزلہ فرمایا تو صرف میل بھریا اُس سے بھی کم چلنے کی دیر رہ گئی اگر پیادہ ہی چلے تو اتنی دیر میں ہرگز وقت عشا نہیں آتا تو حدیث سے مغرب کا وقت مغرب اسی میں پڑھنا پیدا تھا جسے صاف کایا پلٹ کر دیا کہ مکہ مکرمہ اور اُس کے حوالی میں جن کا عرض مابین کا اگست ہے غروب شمس سے انحطاط جسے تک ہر موسم میں ایک ساعت فلکیہ سے زیادہ وقت رہتا ہے اور پھر مدینہ طیبہ کی طرف جتنے بڑھے وقت بڑھتا جائے گا کم لا یخفی علی العارف بالہیئة (جیسا کہ علم ہیئت چلنے والے پر ظاہر ہے۔ ت) تو غروب سے گھنٹے بھر بعد بھی نماز مغرب وقت میں ممکن، آپ کے نزدیک جبکہ دو میل چلنے میں عشا آ جاتی ہے تو لازم کہ اتنی مسافت میں ایک گھنٹے سے زیادہ صرف ہونا واجب ہو، اور امام مالک موطا میں روایت فرماتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ میں نماز جمعہ سے فارغ ہو کر سوار ہوئے اور موضع مَلَل میں عصر کے لیے اُترے

عالمک عن عمرو بن یحییٰ العاصری عن ابن ابی سلیط ان عثمان بن عفان صلی الجمعة بالمدينة وصلی العصر بمَلَل۔

مَلَل مدینہ طیبہ سے سترہ میل ہے کما فی النہایۃ (جیسا کہ نہایت میں ہے۔ ت) بعض نے کہا اٹھارہ میل

کما حکاہ الزرقانی (جیسا کہ زرقانی نے بیان کیا ہے۔ ت) ابن وضاح نے کہا بانیس میل کما نقلہ ابن سریق عن ابن وضاح (جیسا کہ ابن سریق نے ابن وضاح سے نقل کیا ہے ت) بلکہ بعض نسخہ مؤطا میں خود امام مالک سے اسی کی تصریح قال مالک و بینہما اثنان وعشرون میل (مالک نے کہا ہے کہ دونوں کے درمیان بانیس میل کا فاصلہ ہے۔ ت) وہ سترہ ہی میل سہی آپ کے طور پر کوئی رات کے نو دس بجے تک عصر کا وقت رہا ہو گا کہ جمعہ پڑھنے سے آٹھ نو گھنٹے بعد امیر المؤمنین نے عصر ادا کیا کہ مدینہ طیبہ اور اس کے حوالی میں جن کا عرض اللہ سے زائد نہیں مقدار نہار روز تحویل سرطان بھی صرف تھلچ ہے کما لا یخفی علی من یعلمہ استخراج طول النهار من عرض البلاد (جیسا کہ اس شخص پر غنی نہیں ہے جو عرض بلاد سے دن کی لمبائی کا استخراج کر سکتا ہو۔ ت)

ثالثاً قول: اسی لیے خود آخر حدیث بخاری میں مذکور تھا کہ مغرب کے بعد کچھ دیر انتظار کر کے عشا پڑھی اگر خود عشا ہی کے وقت میں مغرب پڑھتے تو ایسی جلدی و اضطراب شدید کی حالت میں اب عشا کے لیے انتظار کس بات کا تھا یہ مکرر حدیث کا ہضم کر گیا کہ مجھ کو گھٹا۔

رابعاً قول: آپ تو اسی بحث میں فرما چکے کہ تعلیقات حجت نہیں صحیح بخاری میں یہ مکرر احوال آپ اپنی سند بنا کر نقل کر رہے ہیں تعلیقاً بھی مذکور تھا اہل حدیث بطریق حدیثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری ذکر کہ جس میں آپ کے اس مطلب کا کچھ پتا نہ تھا اس کے بعد یہ مکرر تعلیقاً بڑھایا کہ و مراد اللیث قال حدثنی یونس عن ابن شہاب، اب تعلیق کیوں حجت ہو گئی، وہاں تو آخر حدیث کو ہضم کیا تھا یہاں اول کلام متناول فرمایا کہ اپنا عیب نہ ظاہر ہو۔

خامساً قول: آپ تو راوی کو اس کے وہم و خطا بلکہ صرف اغراب پر رد فرماتے ہیں اگرچہ رجال بخاری و مسلم سے ہو، اب یہ تعلیق کیونکر مقبول ہو گئی اس میں زہری سے راوی یونس بن یزید ہیں جنہیں اسی تقریب میں فرمایا،

ثقة الا ان فی روایتہ عن الزہری وہما ہیں تو ثقہ مگر زہری سے ان کی روایت میں کچھ وہم قلیلاً و فی غیر الزہری خطاً۔ ہے اور غیر زہری سے روایت میں خطا۔

اثر مبنیٰ کہا: ضعف احمد امریونس (امام احمد نے یونس کا کام ضعیف بتایا) امام ابن سعد

نے کہا: لیس بحجة (یونس قابل احتجاج نہیں) امام وکیع بن الجراح نے کہا: سیٹی الحفظ (یونس کا حافظہ بُرا ہے) یونس ہی امام احمد نے ان کی کئی حدیثوں کو منکر بتایا کُل ذلك في الميزان (یہ سب میزان میں ہے۔ ت) تنبیہ: یہ ہم نے آپ کا ظلم و تعصب ثابت کرنے کو آپ کی طرح کلام کیا ورنہ ہمارے نزدیک نہ تعلیق مطلقاً مردود نہ یونس ساقط نہ وہم و خطا جب تک فاحش نہ ہوں موجب رد نہ یہ حدیث بخاری اصلاً تمہارے موافق بلکہ صراحتاً ہمارے مؤید و بالله التوفیق چند اوہام یا کچھ خطائیں محدث سے صادر ہونا نہ اُسے ضعیف کر دیتا ہے نہ اُس کی حدیث کو مردود نہ وہ کہتے ہیں جو بالکل پاک صاف گزر گئے ہیں، یہ ہیں تمام محدثین کے امام الائمہ سفین بن عیینہ جنہوں نے زہری سے روایت میں ہیں سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مجھ میں اور علی بن مدینی میں نہ اگرہ ہو اگرہ زہری سے روایت میں ثابت نہ کون ہے، علی نے کہا سفین بن عیینہ، میں نے کہا امام مالک کہ ان کی خطا سفین کی خطاؤں سے کم ہے قریب ہیں حدیثوں کے ہیں جن میں سفین نے خطا کی پھر میں نے اٹھا رہ گنا دیں اور ان سے کہا آپ مالک کی خطائیں بتائیں وہ دو تین حدیثیں لائے پھر جو میں نے خیال کیا تو سفین نے میں سے زیادہ حدیثوں میں خطا کی ہے ذکرہ فی المیزان (۱ سے میزان میں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) بالائمہ امام سفین کے ثقہ ثبت حجت ہونے پر علمائے اُمت کا اجماع ہے۔

لطیفہ ۹: ملا جی کی یہ سادھی کارگر اریاں حیا داریاں حدیث صحیح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق تھیں حدیث ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مروی امام طحاوی و نیز امام احمد و ابن ابی شیبہ اسناد بخاری و مسلم کے رد کو پھر وہی معمولی شگوفہ چھوڑا کہ ایک راوی اس کا میفرہ بن زیاد موصلی ہے اور یہ مجروح ہے کہ وہی تھا قالہ الحافظ فی التقریب۔

اقول اولاً: تقریب میں صدوق کہا تھا وہ صدوق میں رہا۔
ثانیاً: وہی اپنی وہی نزاکت کہ لہ اوہام کو وہی کہنا سمجھ لیا۔
ثالثاً: وہی صحیحین سے پرانی عداوت تقریب و دور نہیں دیکھے تو کتنے رجال بخاری و مسلم کو یہی صدوق لہ

عہ صدوق یہم و صدوق سربما وہم کی بھڑت مثالیں اوپر گزر چکیں مگر بات باح لفظ خاص امثلہ سفینہ احمد بن بشیر، حسن بن خلف، خالد بن یزید بن زیاد، (باقی بر صفحہ آئندہ)

اوہام (سچا ہے، اس کے اوہام ہیں) کہا ہے۔

رابعا: میفر رجال سنن اربعہ سے ہے امام ابن معین و امام نسائی دونوں صاحبوں نے ہاں تشدد شدید فرمایا: لیس بہ باس (اس میں کوئی بُرائی نہیں) مراد یحییٰ لہ حدیث واحد منکر (اُس کی صرف ایک حدیث منکر ہے) لاجرم وکیع نے ثقہ، ابو داؤد نے صالح، ابن عدی نے عندی کا باس لکھا (میرے نزدیک اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ ت) کہا تو اس کی حدیث حسن ہونے میں کلام نہیں اگرچہ درجہ صحاح پر بالغ نہ ہو جس کے سبب نسائی نے لیس بالقوی (اُس درجے کا قوی نہیں ہے۔ ت) ابو احمد حاکم نے لیس بالمتین عندہم (اس درجے کا متین نہیں ہے ان کے نزدیک۔ ت) کہا کہ انہ لیس بقوی لیس بمتین و شان مابین العبارتین (نہ یہ کہ سرے سے قوی اور متین نہیں ہے، ان دو عبارتوں میں بہت فرق ہے۔ ت) حافظ نے ثقہ سے درجہ صدوق میں رکھا اس قسم کے رجال اسانید صحیحین میں صد یا ہیں۔

لطیفہ ۱۰: حدیث مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم مروی سنن ابی داؤد کے رد کو طر فتماش کیا مسند ابی داؤد میں یوں تھا:

قال اخبرني عبد الله بن محمد بن عمر بن علي بن ابي طالب عن ابيه عن جده ان عليا كان اذا سافر الحديث

جس کا صاف صریح حاصل یہ تھا کہ عبد اللہ بن محمد بن عمر بن علی اپنے والد محمد سے راوی ہیں اور وہ ان کے دادا یعنی اپنے والد عمر سے کہ ان کے والد ماجد مولیٰ علی نے جمع صوری خود بھی کی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سباح بن ابی معروف، سبیع بن انس ورمی بالتشیع، سبیع بن یحییٰ، سبیع بن عثمان، نکر بن یحییٰ بن عمر، سعید بن مزید بن درہم، سعید بن عبد الرحمن جمحی، شجاع بن الولید، مسلمہ بن علقمہ، مصعب بن المقدام، معاویہ بن صالح، معاویہ بن ہشام، ہشام بن حجیر، ہشام بن سعد ورمی بالتشیع اور ان کے سوا اور کہ سب صدوق لہ اوہام ہیں احمد بن ابی الطیب وغیرہ صدوق لہ اغلاط ۱۲ متہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۶۰/۴ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
۱۴۳/۱ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور

سے بھی روایت فرمائی۔

ابیہ اور جدہ دونوں ضمیر عبد اللہ کی طرف تھیں حضرت نے بزور زبان ایک ضمیر عبد اللہ دوسری محمد کی طرف قرار دے کر یہ معنی ٹھہرائے کہ عبد اللہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ محمد سے اور وہ محمد اپنے دادا علی سے۔ اور اب اس پر اعتراض جڑ دیا کہ محمد کو اپنے دادا علی سے ملاقات نہیں تو مرسل ہوئی اور مرسل حجت نہیں۔ قطع نظر اس سے کہ مرسل ہمارے اور جمہور ائمہ کے نزدیک حجت ہے ایمان سے کہنا کہ ان دھڑائیوں سے صحیح و ثابت حدیثوں کو رد کرنا کون سی دیانت ہے، میں کہتا ہوں آپ نے ناحی اتنی محنت بھی کی اور حدیث متصل کو صرف مرسل بنایا حیا و دیانت کی ایک ادنیٰ جھلک میں بھی باطل و موضوع ہوئی جاتی تھی اور بات بھی مدلل ہوتی کہ ضمیر اقرب کی طرف پھرتی ہے اور ابیہ سے اقرب ابو طالب اور جدہ سے اقرب ابیہ تو معنی یوں کہے ہوتے کہ عبد اللہ نے روایت کی ابو طالب کے باپ حضرت عبد المطلب سے اور عبد المطلب نے اپنے دادا عبد مناف سے کہ مولانا علی نے جمعہ صوری کی اب ارسال بھی دیکھئے کتنا بڑھ گیا کہ مولانا علی کے پر پوتے مولانا علی کے دادا سے روایت کریں اور حدیث صراحۃً موضوع بھی ہو گئی کہ کہاں عبد المطلب و عبد مناف اور کہاں مولانا علی سے روایت حدیث مفید اخلاف و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانو! دیکھو یہ عمل بالحدیث کا جھوٹا دعویٰ کرنا والے جب صحیح حدیثوں کے رد کرنے پر آتے ہیں تو ایسی ایسی بد دیانتیوں بے غیرتیوں بیباکیوں چالاکیوں سے صحیح بخاری کو بھی پس پشت ڈال کر ایک بانگ بولتے ہیں کہ سب واهیات اور مردود ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

افادہ ثانیہ: احادیث و طرق پر نظر انصاف فرمائیے تو ارادہ جمع صوری پر متعدد قرائن پائیے مثلاً، (۱) یہ کہ احادیث جمع بین الصلّاتین کے راویوں سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں کما سیاق فی الحدیث التاسع من الافادۃ الرابعۃ (جیسا کہ افادہ رابعہ کی نویں حدیث میں آرہا ہے) حالانکہ یہی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے عرفات و مزدلفہ کے سوا کبھی نہ دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کما سیاق تحقیقہ فی الفصل الرابع ان شاء اللہ تعالیٰ (اس کی تحقیق ان شاء اللہ تعالیٰ چوتھی فصل میں آئے گی۔ ت) تو ضرور ہے کہ روایت جمع سے جمع صوری مراد ہو۔

(۲) اقول خود حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی جمع کرنا مروی ہوا حالانکہ ان کا مذہب معلوم کہ جمع حقیقی کو منسک حج کے سوا ناجائز جانتے۔

(۳) اقول تلاجی نے اُن پندرہ صحابیوں میں جن کی نسبت دعویٰ کیا کہ انہوں نے جمع بین الصلّاتین

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی گنا حالانکہ اُن کا بھی مذہب وہی منع جمیع ہے ان دونوں صحابی جلیل الشان کا یہ مذہب ہونا خود امام شافعی المذہب امام ابو العزیز یوسف بن رافع اسدی علی شہیر بن شداد متوفی ۶۳۱ھ نے کتاب دلائل الاحکام میں ذکر فرمایا:

کما فی عمدة القاری للامام البدر العینی جیسے کہ امام ابو الدین عینی نے تلویح سے نقل کیا جو کہ امام
عن التلویح شرح الجامع الصحیح للامام علاء الدین المغلطی کی کتاب الجامع الصحیح کی شرح ہے
علاء الدین المغلطی عن دلائل الاحکام لابن شداد۔ اور انہوں نے ابن شداد کی کتاب (دلائل الاحکام
سے نقل کیا ہے۔ (ت)

تو مراد وہی جمیع صوری ہوگی جیسا کہ خود اُن کے نقل سے مروی ہوا کما تقدم فی الحدیث الرابع (جیسا کہ
حدیث ۴ میں گزرا۔ ت)

(۴) اقول بہت زور شور سے جمیع کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما گئے جاتے ہیں و سیاتی
بعض روایاتہ فی الحدیث الاول والباقی فی الفصل الثالث ان شاء اللہ تعالیٰ (عنقریب حدیث
اول کے تحت ان سے بعض مرویات کا ذکر آئیگا اور بقیہ کا ذکر فصل ثالث میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ت)
حالانکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب و عشا کو سقر میں ایک بار کے سوا کبھی جمیع نہ فرمایا
کما سیاتی فی آخر الفصل الرابع ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ چوتھی فصل کے آخر میں آ رہا ہے ان شاء اللہ
تعالیٰ۔ ت) ظاہر ہے کہ وہ بار حجۃ الوداع کی شب مزدلفہ تھی تو ضرور وہی جمیع صوری منظور جیسا کہ اُن کی روایات صحیحہ
نے واضح کر دیا جس کا بسط حدیث اول میں گزرا۔

(۵) اقول لطف یہ کہ ان عبداللہ بن عمر سے قصہ صفیہ بنت ابی عبیدہ میں عشاءین کا جمیع جو مروی ہوا اُس کے
جمیع حقیقی ہونے پر بہت زور دیا جاتا ہے حالانکہ خود اُن کے صاحبزادے سالم کہ اُس شب بھی اُن کے ہمراہ تھے
صراحت فرما چکے کہ حضرت عبداللہ نے مزدلفہ کے سوا کبھی جمیع نہ کی جیسا کہ حدیث نسائی سے گزرا اور سالم کا اُس رات
ساتھ ہونا وہی حدیث بخاری سے ظاہر ہو چکا قلت له، الصلاة، قال، سنہ۔ الحدیث (میں نے ان سے
نماز کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فرمایا، سفر جاری رکھو۔ الحدیث۔ ت) تو قطعاً یقیناً جمیع صوری ہی مراد ہے
لاہرم روایات مفسرہ نے تصریح فرمادی یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہ تعالیٰ بہت سے خیالات مخالفین کا علاج
کافی ہوگا۔

(۶) رواۃ جمع میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ہیں کما یأتی فی الحدیث الشافی (جیسا کہ دوسری حدیث میں آ رہا ہے ۔ ت) اور ان کی حدیث ان شاء اللہ آخر رسالہ میں آئے گی کہ دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلی فوت ہو جاتی ہے ۔

(۷) یوں ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی جمع ہیں کما یجی فی الحدیث الخامس (جیسا کہ پانچویں حدیث میں آئے گا ۔ ت) اور ان کی حدیث بھی بیشیۃ اللہ تعالیٰ آنے والی ہے کہ نماز میں تعریض یہ ہے کہ دوسری کا وقت آنے تک پہلی کی تاخیر کرے افادہ ہذین الامام الطحاوی فی شرح معانی الاشیاء (یہ دونوں فائدے امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بیان کئے ۔ ت)

افادہ ثالثہ : اب کہ ملا جی نے پیٹ بھر کر ردِ احادیث سے فراغت پائی عقل پر عنایت کی باری آئی فرماتے ہیں : ف

جمع صوری سفر میں ازراہ عقل کے بھی وہی ہے کہ جمع رخصت ہے اور جمع صوری مصیبت کر آخر جز اور اول جز نماز کا پہچاننا اکثر خواص کو نہیں ممکن چہ جائے عوام ۔

اقول ملا جی بیچارے جو شامتِ اہل حق سے مقابلہ شیعانِ حنفیہ میں آ پھنسنے وہ چوڑی جھولے ہیں کہ اپنی اجتہادی آزادی بھی یاد نہیں یا تو وہ جو ش سے تھے کہ ابو حنیفہ و شافعی کی تعلیمِ حرام بدعتِ شرک یا اب جابجا ایک ایک مقلد مالکی شافعی کے ٹھیک مقلد بنے ہیں رطب یا لبس جہاں جو کچھ کلام کسی مقلد کامل جاتا ہے اگرچہ کیسا ہی پوچھ اور ضعیف ہو اللہ بسم اللہ کہہ کر اُسے آنکھوں سے لگاتے سر پر رکھتے بے سمجھے بوجھے ایمان لے آتے ہیں یہ اعتراض بھی حضرت نے بعض مالکیہ و شافعیہ کی تعلیمِ جامد کے صدقہ میں پایا ہے مگر شوخِ پستی یہ کہ علمائے حنفیہ جو طرح طرح اس کی دھجیاں اڑا چکے اُن سے ایک کان گونگا ایک بہرا کر لیا اور پھر اسی زد شدہ بات باطل و بے ثبات کو پیش کر دیا بہادری تو جب تھی کہ اُن قاہر جو ابوں کے جواب دیتے پھر وہی تباہی جو چاہتے فرما لیتے خیر اب بعض جوابات مع تازہ افاضات لیجئے وباللہ التوفیق ۔

اولا اللہ عزوجل نے نماز خواص و عوام سب پر یکساں فرض کی اور اُس کے لیے اوقات مقرر فرمائے اور اُن کے لیے اول و آخر بتائے اور ان پر واضح و عام فہم نشان بنائے کہ اُن کا ادراک ہر خاص و عام کو آسان ہو جائے ہمارے دین میں کوئی تنگی نہ رکھی اور ہم پر کسی طرح دشواری نہ چاہی مَّا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّینِ مِنْ حَرَجٍ ۔ یوید اللہ بکم الیسر ولا یوید بکم العسر (اس نے دین کے معاملہ میں تم پر تنگی نہیں فرمائی ، اللہ تعالیٰ

تم پر آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ ت) تو ہر وقت کے اول و آخر شرعی کا پہچاننا خواص و عوام سب کو آسان خصوصاً سفر میں جہاں اُفتی سامنے اور صاف میدان جو نہ سیکھے یا توجہ نہ کرے الزام اُس پر ہے نہ شرع مطہر پر ، ہاں فصل مشترک حقیقی کہ آن واحد و جزر لایجزی ہے اُس کا علم بے طرق مخصوصہ انبیاء و اولیاء عامہ بشر کی طاقت سے ورا رہے مگر نہ اس کے ادراک کی تکلیف نہ اس پر جمع صوری کی توقیف۔

ثانیاً اقول اول و آخر کا پہچاننا تو شاید تم بھی فرض جانتے ہو کہ تقدیم و تاخیر بے عذر بالا جماع مبطل و حرام ہے کیا اللہ عز و جل نے امر محال کی تکلیف دی کہ لا یكلف الله نفساً الاّ وسعها (اللہ تعالیٰ کسی کو اس بات کا حکم نہیں دیتا جو اس کی طاقت میں نہ ہو۔ ت) فافہم۔

ثالثاً اقول تحقیق تام یہ ہے کہ اوقات متصلہ میں عامہ کے لیے پانچ حالتیں ہیں : وقتِ اول پر یقین، اُس پر ظن، دونوں میں شک، آخر کا ظن، اُس کا یقین، فقہیات میں ظن ملحق بیقین ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا تو بین الوقتین حکماً بھی اصلاً فاصل نہیں مسئلہ تسحر و مسئلہ صلاة الفجر فی آخر الوقت وغیرہما میں تصریحات علماء دیکھیے۔

رابعاً اقول کس نے کہا کہ جمع صوری میں وصل حقیقی بے فصل آتی لازم ہے حدیث مذکور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بروایت صحیح بخاری و حدیث امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بروایت ابنی داود دیکھیے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت پر نثار حضور نے عوام ہی کے ارشاد کو یہ طرز ملحوظ رکھی کہ مغرب آخر شفق میں پڑھ کر قدرے انتظار فرمایا پھر عشاء پڑھی یا بین الصلاتین کھانا ملا حظہ فرمایا اور لطف الہی یہ کہ تمام احادیث جمع میں اگر منقول ہے تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فعل۔ اُس کے ساتھ اُمت کو بھی ارشاد کہ جسے ضرورت ہو ایسا ہی کر لے اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے جس میں بروایت صحیح بخاری ثابت کہ دو نمازوں کے بیچ میں قدرے انتظار فرمایا تو آپ کے جہل کا خود رخصت عطا فرمانے والے رتوف رحیم خیر علیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لحاظ کر لیا تھا مگر افسوس کہ اب بھی آپ کو شکایت اور رحمت کا نام معاذ اللہ مصیبت ہے ہر عاقل جانتا ہے کہ مسافر کو بار بار اُترنے چڑھنے وضو نماز کا جہد اسامان کرنے سے یہ بہت آسان ہے کہ ایک بار اُتر کر دفعۃً دونوں نمازوں سے فارغ ہو لے اول قریب آخر پڑھے اور ایک لطیف انتظار کے بعد آخر اپنے اول میں اس کا انکار صریح مکابہ ہے ہاں یہ کہنے کہ وقت گزار کر پڑھنے کی اجازت ملے تو اور آسانی ہے۔

اقول دن ٹال کر گھر پہنچ کر اکٹھی پڑھ لینے کی رخصت ہو تو اور آسانی ہے اور بالکل معاف ہو جائے تو پوری چھٹی رخصت میں آسانی درکار ہے پوری آسانی کس نے مانی !

خامساً احمد بخاری مسلم ابو داؤد نسائی طحاوی وغیرہم بطریق عمرو بن دینار عن جابر بن زید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

ہذا لفظ مسلم ، قال ، صلیت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثمانیا جمیعا وسبعاً جمیعا ، قلت ، یا ابا الشعثاء ! اظنہ اخر الظہر وعجل العصر ، و اخر المغرب وعجل العشاء ، قال : وانا اظن ذلك نے ظہر وعصر کو اور مغرب وعشاء کو اکٹھا پڑھا ہوگا ۔ ابو الشعثاء نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے ۔ (ت) مالک احمد مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی طحاوی وغیرہم اسی جناب سے بطریق شقی والفاظ عسیدہ راوی :

وهذا حدیث مسلم بطریق من ہیونان ابو الزبیر عن سعید بن جبیر عن ابن عباس قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الظہر والعصر جمیعا بالمدینۃ فی غیر خوف ولا سفر ، قال ابو الزبیر : فسألت سعید الم فعل ذلك ؟ فقال : سألت ابن عباس کما سألتک ، فقال : اسرادت لا یحرج احد من امتہ ۔ اور یہ حدیث مسلم کی بواسطہ ابو الزبیر ہے کہ ہم سے بیان کیا سعید ابن جبیر نے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر کسی خوف اور سفر کے مدینہ میں ظہر اور عصر اکٹھی پڑھیں ، ابو الزبیر نے کہا کہ میں نے سعید سے پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا ؟ تو انہوں نے کہا کہ جس طرح تم نے مجھ سے پوچھا ہے اسی طرح میں نے ابن عباس سے پوچھا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ چاہتے تھے کہ آپ کی امت پر کوئی تنگی نہ ہو ۔ (ت)

وفي اخبري له وللترمذي بطريق جيب
ابن ابی ثابت عن سعید بن جبیر عن
ابن عباس، قال: جمع رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم بين الظهر والعصر، وبين
المغرب والعشاء بالمدينة في غير خوف
ولا مطر.

وللطحاوي عن صالح مولى التوامه
عن ابن عباس، في غير سفر
ولا مطر.

وفي لفظ للنسائي اخبرنا قتيبة ثنا
سفيان عن عمرو بن جابر بن زريد عن
ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال:
صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم بالمدينة، ثمانيا جميعا، سبعا
جميعا، اخرا الظهر وعجل العصر، و
اخرا المغرب وعجل العشاء.

وفي لفظ له عن عمرو بن هرم
عن جابر بن زريد عن ابن عباس
انه صلى بالبصرة، الاولى والعصر،
ليس بينهما شيء، والمغرب والعشاء،
ليس بينهما شيء، فعل ذلك من شغل.

مسلم نے ایک اور روایت میں اور ترمذی نے بواسطہ
جیب ابن ابی ثابت، سعید بن جبیر سے روایت کی ہے
کہ ابن عباس نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے بغیر کسی خوف اور بارش کے مدینہ میں
ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کو جمع کیا۔
(ت)

اور طحاوی نے صالح مولى التوامہ کے واسطے سے
ابن عباس کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں "بغیر سفر اور
بارش کے"۔ (ت)

اور نسائی کے الفاظ یوں ہیں، خبر دی ہمیں قتیبة
نے کہ حدیث بیان کی ہم سے سفیان نے عمرو بن زید سے اس
نے جابر سے کہ ابن عباس نے فرمایا ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں
اکٹھی آٹھ رکعتیں بھی پڑھی ہیں اور سات رکعتیں بھی،
آپ نے ظہر کو مؤخر کیا تھا اور عصر میں جلدی کی تھی اسی طرح
مغرب کو مؤخر کیا تھا اور عشاء میں جلدی کی تھی۔ (ت)

نسائی کی اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ عمرو بن ہرم
جابر بن زید سے راوی ہیں کہ ابن عباس نے بصرہ
میں ظہر وعصر کو اکٹھا پڑھا، ان کے درمیان کوئی
شے حامل نہ تھی، اور مغرب وعشاء کو اکٹھا پڑھا
ان کے درمیان کوئی شے حامل نہ تھی۔ اس طرح

ومنعم ابن عباس انه صلى مع رسول الله
صلى الله تعالى عليه وسلم بالمدينة
الاولى والعصر، ثمان سجداً ليس
بينهما شيء.

ولمسلم بطريق الزبير بن الخزيم
عن عبد الله بن شقيق ان النخعي
كان لاجل خطبة خطبها.

وله بطريق عمران بن حدير عن
عبد الله المذكور عن ابن عباس، في
القصة، قال: كنا نجمع بين الصلاتين
على عهد رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم.

انہوں نے ایک مصروفیت کی وجہ سے کیا تھا۔ ابن عباس
نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے ساتھ بھی ظہر و عصر اکٹھی پڑھی تھیں یہ اٹھ رکعتیں
تھیں اور ان دو کے درمیان اور کوئی شے نہ تھی۔

مسلم نے زبیر ابن خزیمہ کے واسطے سے عبد اللہ
ابن شقیق سے روایت کی کہ یہ تاخیر ایک خطبہ دینے
کی وجہ سے ہوئی تھی۔

اور مسلم نے بطریق عمران ابن حذیر، عبد اللہ ابن
شقیق سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے مذکور
واقعے میں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
زمانے میں ہم دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔

وللطحاوی من هذا الوجه: قلنا: أورطنا وحي ابي اسد من ناقل بين كرسول الله
كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
ربما جمع بينهما بالمدينة.

ان روایات صحاح سے واضح کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسی حالت میں کہ نہ خوف تھا
نہ سفر نہ مرض نہ مطر محض بلا عذر خاص مدینہ طیبہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء جماعت جمع فرمائیں سفر و خطر و
مطر کی نفی تو خود احادیث میں مذکور اور مرض بلکہ ہر عذر طبی کی نفی سوق بیان سے صاف مستفاد معہذا جب
نمازیں جماعت سے تھیں تو سب کا مرض و معذور ہونا مستبعد پھر راوی حدیث عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
کا اسی بنا پر صرف طول خطبہ کے سبب تاخیر مغرب و استناد و جمع مذکور انتفا سے اعذار پر صریح دلیل حالانکہ مقیم کے لیے

۶۹/۱	۱۷ سنن النسائي	كتاب المواقيت	مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور
۲۴۶/۱	صحیح مسلم	جواز الجمع بين الصلوتين في السفر	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
"	"	"	"
"	"	"	"
۱۱۱/۱	شرح معانی الآثار	باب الجمع بين الصلوتين	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

بے عذر جمع وقتی ملاجی بھی حرام جانتے ہیں، حدیث مسلم انما التفريط علی من لم یصل الصلوة حتی یجئ وقت الصلوة الاخری (گناہ اس پر ہے جو نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ دوسری نماز کا وقت ہو جائے۔ ت) کے جواب میں کیا فرمائیں گے یہ حدیث اسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر نماز میں تاخیر کرے۔ حدیث امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان الجمع بین الصلاتین فی وقت واحد کبیۃ من الکبائر (ایک وقت میں دو نمازوں کو جمع کرنا کبائر میں سے ایک کبیرہ گناہ ہے۔ ت) کے جواب میں کہہ چکے ہیں منع کرنا عمر کا جمع بین الصلاتین سے حالت اقامت میں بلا عذر تھا جیسا کہ شاہد ہے اس تاویل پر اتفاق جمہور صحابہ و من بعدہم کا اور عدم جواز بلا عذر کے، تو اس حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں جمع فعل مراد لینے سے چارہ نہیں اور خود ملاجی نے امام ابن حجر شافعی اور ان کے توسط سے امام قرطبی و امام الحرمین و ابن المامون و ابن سید الناس وغیرہم سے یہاں ارادہ جمع فعلی کی تقویت و ترجیح نقل کی معہذا قطع نظر اس سے کہ روایت صحیحین میں حضرت ابن عباس کے تلامذہ و راویان حدیث جابر بن زید و عمرو بن دینار نے فلنا حدیث کا یہی محل مانا قال ابن سید الناس، و راوی الحدیث ادری بالمراد من غیوہ (ابن سید الناس نے کہا ہے کہ حدیث کا راوی، دوسرے شخص کی نسبت حدیث کی مراد سے زیادہ آگاہ ہوتا ہے۔ ت) روایت نسائی میں خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس جمع کے جمع فعلی ہونے کی تصریح فرمادی کہ ظہر و مغرب میں دیر کی اور عصر و عشاء میں جلدی یہ خاص جمع صوری ہے اب کسی کو محل سختی نہ رہا تھا تمہارے امام شوکانی غیر مقلد نے نیل الاوطار میں کہا،

مما یدل علی تعین حمل حدیث الباب	جو چیزیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس باب سے متعلق
علی الجمع الصوری، ما اخرجہ النسائی	حدیث کا جمع صوری پر حمل کرنا متعین ہے، ان میں
عن ابن عباس (و ذکر لفظہ قال) فہذا ابن	سے ایک وہ روایت ہے جو نسائی نے ابن عباس
عباس، سراوی حدیث الباب، قد صرح	سے نقل کی ہے (اس کے بعد شوکانی نے مذکورہ روایت
بان ما رواہ من الجمع المذكور ہو الجمع	بیان کی ہے اور کہا ہے) یہ ابن عباس، جو اس
الصوری۔	موضوع سے متعلق حدیث کے (اولین) راوی ہیں خود

تصریح کرتے ہیں کہ انہوں نے جمع بین الصلاتین کی جو روایت بیان کی ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ ت)

لہ الصبیح مسلم باب تضار الصلوة الفائتہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۹/۱
 ۱۷ موطا امام محمد باب الجمع بین الصلواتین فی السفر والمطر مطبوعہ عارف عالم پریس لاہور ۱۷۹/۱
 ۱۳۲ نیل الاوطار شرح مفتی الاخبار باب جمع المقیم لمطر او غیرہ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر
 فل معیار الحق ص ۴۱ فل معیار الحق ص ۴۰

شوکانی نے اس ارادہ کے اور چند روایات بھی بیان کیے اور انکا جمع صوری اور آپ کے زعم باطل مصیبت کی اپنی بساط بھر خوب خبریں لی ہیں جی میں آئے تو ملاحظہ کر لیجئے بالجمہ شک نہیں کہ حدیث میں مراد صوری ہے اب اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تصریح موجود ہے کہ یہ جمع حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنظرِ رحمت و آسانی امت کی تھی، ملا جی! اب اپنی مصیبت کی خبریں کہئے۔

ساو سنا: عجب تریہ کہ یہی صاحب جنہوں نے جمع صوری کو باعثِ مشقت و منافیِ رخصت مانا خود اسی حدیث ابن عباس کو جمع صوری سے تاویل کر گئے کما افاد الامام الزیلعی وغیرہ (جیسا کہ امام زیلعی وغیرہ نے اس کا افادہ کیا ہے۔) یہ صریح منافقت ہے۔

اقول ملا جی تو تقلیدِ جامد کا جامہ پہنے بیٹھے ہیں اس تناقض میں بھی تقلید کر گئے حدیث طبرانی مفید جمع صوری کہ منقریب آتی ہے حضرت اس کے جواب میں ان کی بولتے ہیں کہ اس میں کیفیت اُس جمع کی ہے جو حالتِ قیام میں بلا عذر آنحضرتؐ نے جمع کی تھی جیہ کہ روایت میں ابن عباس کی ہے کہ آنحضرتؐ نے حالتِ قیام میں مدینہ میں جمع صوری کی تھی۔ ملا جی! ذرا آنکھ ملا کر بات کیجئے اب وہ مصیبتِ رحمت و رافت کیونکر ہو گئی۔
سابعاً: حدیث محمد بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی احمد و ابوداؤد و ترمذی جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے زنانِ مستحاضہ کے لیے جمع صوری پسند فرمائی ہے ملا جی! کو دیاں بھی یہی عذر معمولی پیش آیا کہ وہ مقیم تھے پس مقیم پر مسافر کی نماز کو قیاس مع الفارق ہے۔

اقول ملا جی جمع صوری تو عوام کیا اکثر خواص کو بھی نہ صرف دشوار بلکہ ناممکن تھی وہ بھی سفر کے کھلے میدانوں میں، اب کیا دنیا پلٹی کہ پردہ نشین زنانِ ناقصات العقل کے لیے گھر کی چار دیواریوں میں ممکن ہو گئی۔
ثامناً: عبد الرزاق مصنف میں بطریق عمرو بن شعیب راوی:

قال قال عبد الله: جمع لنا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، مقماً غير مسافر، بين الظهر والعصر، والمغرب، والعشاء، فقال رجل لابن عمر: لم تری النسبی صلی الله تعالى عليه وسلم فعل ذلك؟
اس نے کہا کہ عبد اللہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے لیے دو نمازوں کو جمع کیا جبکہ آپ مقیم تھے، مسافر نہ تھے۔ یعنی ظہر و عصر کو اور مغرب و عشاء کو۔ ایک آدمی نے ابن عمر سے پوچھا کہ آپ کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل ذلك؟

عہ و عہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ (م)

عہ یعنی یہ حکم اب بھی مستحاضہ کے لیے ہے تو ثابت ہوا کہ پردہ نشین زنانِ ناقصات العقل کو جمع صوری میرے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م) فہ معیار الحق ص ۳۰ فہ ۲ معیار الحق ص ۳۸

قال لان لا تخرج امته ، ان جمع رجل له

علیہ وسلم نے اس طرح کیوں کیا تھا ، تو انہوں نے جواب دیا
تا کہ امت پر تنگی نہ ہو ، اگر کوئی شخص جمع کر لے۔ (ت)

ابن جریر اس جناب سے بایں لفظ راوی :

خرج علينا رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ،
فكان يؤخر الظهر ويعجل العصر فيجمع بينهما ،
ويؤخر المغرب ويعجل العشاء فيجمع بينهما .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر جلوہ فرما ہوئے تو آپ
ظہر میں تاخیر کر کے اور عصر میں تعجل کر کے دونوں کو جمع کر لیتے
تھے ، اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجل کر کے
دونوں کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ (ت)

نیز ابن جریر کی دوسری روایت میں اُسی جناب سے یوں ہے :

اذا بادراحدكم الحاجة فشاء ان

اگر تم میں سے کسی کو کسی ضرورت کی بنا پر جلدی ہو اور
وہ چاہے کہ مغرب کو مؤخر کر کے اور عشاء میں جلدی کر کے
دونوں کو یکجا پڑھ لے ، تو ایسا کر لے۔ (ت)

يؤخر المغرب ويعجل العشاء ثم يصيلهما
جميعا فعمل .

ان حدیثوں سے بھی ظاہر کہ جمع صوری میں بوشک آسانی و رحمت اور وقت حاجت عام لوگوں کو اس کی اجازت۔
تاسعاً : عبد الرزاق صفوان بن سلیم سے راوی قال جمع عمر بن الخطاب بين الظهر والعصر في
يوم مطير يعني امير المؤمنين فاروق اعظم نے مينہ کے سبب ظہر و عصر جمع کی۔

اقول نا ہر ہے کہ امیر المؤمنین کے نزدیک جمع وقتی حرام و گناہ کبیرہ ہے جس کا بیان ان شرا اللہ المنان
فصل چہارم میں آتا ہے لاجرم جمع صوری فرمائی۔

عاشراً : طبرانی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم كان
يجمع بين المغرب والعشاء يؤخر هذه
في آخر وقتها ويعجل هذه في اول

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مغرب و
عشاء کو جمع فرماتے ، مغرب کو اس کے آخر
وقت میں پڑھتے اور عشاء کو اس کے اول

۱۔ مصنف ابی بکر عبد الرزاق حدیث ۴۴۲۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵۵۶/۲

۲۔ کنز العمال الاکمال من صلوة المسافر حدیث ۲۳۷۸۶ مطبوعہ مؤسسة الرسالة بیروت ۲۵۰/۸

۳۔ کنز العمال " " " " ۲۰۱۹۰ " " " " ۵۴۴/۴

۴۔ المصنف لعبد الرزاق باب جمع بين الصلوتين في الحضر حدیث ۴۴۲۴ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۵۵۶/۲

وقتہ

وقت میں۔ (م)

یہ وہی حدیث طبرانی ہے جس میں جمع صوری ملاجی ابھی ابھی مان چکے ہیں اس کی نسبت باقی کلام کا رد ان شاء اللہ العزیز آئندہ آتا ہے غرض شاہد ہے تمہارے جگے کو کہ صحیح حدیثوں کے رد و ابطال میں کوئی دقیقہ مغالطہ جاہلین و مکارہ عالمین و تقلید مقلدین کا اٹھانہ رکھو اور پھر عمل بالحدیث کی شیشی کو ٹھیس تک نہ لگے

چوں وضوئے محکم بنی بنی تمسیر

افادہ رابعہ : الحمد للہ جب کہ احادیث جمع صوری کی صحت مہر نیم روزہ ماہ نیم ماہ کی طرح روشن ہو گئی تو اب جس قدر حدیثوں میں مطلق جمع بین الصلاتین وارد ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر و عصر یا مغرب و عشاء کو جمع فرمایا عصر و عشاء سے ملائے کو ظہر و مغرب میں تاخیر فرمائی و امثال ذلک کسی میں مخالفت کے لیے اصلاً حجت نہ رہی سب اسی جمع صوری پر محمول ہوں گی اور استدلال مخالفت احتمال موافق سے مطرود و مخذول مثل حدیث بخاری و مسلم و دارمی و نسائی و طیحاوی و بیہقی بطریق سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم و مسلم و مالک و نسائی و طیحاوی بطریق نافع

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یجمع بین المغرب والعشاء اذا جدد به السیر۔ و فی لفظ مسلم والنسائی من طریق سالم ، رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اعجلہ السیر فی السفر یؤخر صلاۃ المغرب حتی یجمع بینہما و بین صلاۃ العشاء

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب چلنے میں تیزی ہوتی تھی تو آپ مغرب و عشاء کو جمع کرتے تھے۔ اور مسلم کی ایک روایت اور نسائی کی بطریق سالم روایت کے الفاظوں میں ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر کے دوران چلنے میں جلدی ہوتی تو مغرب کی نماز کو اتنا مؤخر کر دیتے تھے کہ عشاء کے ساتھ ملا لیتے تھے۔ (د ت)

یہ معنی مجمل بروایات سالم و نافع مستفیض ہیں۔

قرواہ البخاری عن ابی الیمان ، والنسائی چنانچہ بخاری ابوالیمان سے ، نسائی بقیہ اور

۱۰/۴۷۰ مجمع الکبیر لبطرانی عن عبد اللہ ابن مسعود حدیث ۹۸۸۰ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت
۱۱/۱ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین المطبوعہ ایچ ایم سعید ممبئی کراچی
۱/۲۴۵ الصحیح لمسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

عثمان سے، یرسب (ابوالیمان، بقیہ، عثمان)،
 شعیب ابن ابی حمزہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور مسلم،
 ابن وہب سے، وہ یونس سے روایت کرتے ہیں۔ اور
 بخاری، علی ابن مدینی سے۔ اور مسلم، یحییٰ ابن یحییٰ،
 قتیبہ ابن سعید، ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عمر والنقاد
 سے۔ اور دارمی، محمد ابن یوسف سے۔ اور نسائی،
 محمد ابن منصور سے۔ اور طحاوی، حمادی سے۔ یہ آٹھوں
 (یعنی علی، یحییٰ، قتیبہ، ابوبکر، عمر، ابن یوسف،
 ابن منصور، حمادی) سفیان ابن عیینہ سے روایت کرتے
 ہیں۔ پھر تمینوں (سلسلوں کے تین آخری راوی) یعنی
 شعیب، یونس اور سفیان، زہری کے واسطے سے
 سالم سے راوی ہیں۔ اور مسلم، یحییٰ ابن یحییٰ سے۔ اور
 نسائی، قتیبہ سے۔ اور طحاوی ابن وہب سے۔ یہ
 تینوں مالک سے روایت کرتے ہیں۔ اور نسائی،
 بطریق عبد الرزاق، وہ معمر سے، وہ موسیٰ ابن عقبہ سے
 روایت کرتے ہیں۔ اور طحاوی لیث سے روایت
 کرتے ہیں۔ اور بیہقی خلافت میں بطریق یزید ابن
 ہارون، یحییٰ ابن سعید سے روایت کرتے ہیں۔ یہ
 چاروں (آخری راوی یعنی مالک، موسیٰ، لیث، یحییٰ) نافع سے راوی ہیں۔ (سالم اور نافع) دونوں عبد اللہ
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ (ت)

حدیث معلق بخاری

بیہقی نے اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موصولاً
 ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب
 چلنے والے ہوتے تھے تو ظہر اور عصر کی نمازیں جمع
 کر لیتے تھے۔ اسی طرح مغرب و عشاء بھی جمع کر لیتے تھے۔

عن بقیۃ و عثمان، کلہم عن شعیب بن
 ابی حمزہ۔ و مسلم عن ابن وہب عن
 یونس۔ و البخاری عن علی بن المدینی،
 و مسلم عن یحییٰ بن یحییٰ و قتیبہ بن
 سعید و ابی بکر بن ابی شیبہ و عمر و النقاد
 و الدارمی عن محمد بن یوسف، و النسائی
 عن محمد بن منصور، و الطحاوی عن
 الحمادی، ثمانیہم عن سفین بن عیینہ،
 ثلثہم اعنی شعیب و یونس و سفین عن
 الزہری عن سالم، و مسلم عن یحییٰ
 بن یحییٰ، و النسائی عن قتیبہ، و الطحاوی
 عن ابن وہب، کلہم عن مالک، و النسائی
 بطریق عبد الرزاق ثنا معمر عن موسیٰ
 بن عقبہ، و الطحاوی عن لیث، و البیہقی
 فی الخلائیات من طریق یزید بن ہارون
 عن یحییٰ بن سعید، اربعہم عن نافع،
 کلاہما عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ
 عنہما۔

چاروں (آخری راوی یعنی مالک، موسیٰ، لیث، یحییٰ) نافع سے راوی ہیں۔ (سالم اور نافع) دونوں عبد اللہ
 ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ (ت)

و وصلہ البیہقی عن ابن عباس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہما، کان رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم یجمع بین صلاۃ
 الظہر و العصر اذا کان علی ظہر سیر،

و حدیث مالک و شافعی و دارمی و مسلم و ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و طحاوی مطولاً و مختصراً

عن عامر بن واثلة ابی الطفیل عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو جمع کیا تھا۔ واللہ نے کہا کہ میں نے پوچھا: اس کی وجہ کیا تھی؟ تو معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ آپ یہ چاہتے تھے کہ آپ کی امت کو کوئی تسکین نہ ہو۔ (ت)

یہ مسلم کے الفاظ ہیں کتاب الصلوٰۃ میں، اور طحاوی نے بھی یونہی روایت کی ہے۔ ترمذی میں صرف اس کا ابتدائی حصہ ہے اور طحاوی کی ایک روایت بھی صرف ابتدائی حصے پر مشتمل ہے۔ مالک کے ہاں، اور انہی کے طریقے کے مسلم کے ہاں روایت ہے کہ غزوہ تبوک کے سال ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے تو آپ نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے، چنانچہ آپ نے ظہر و عصر ملا کر پڑھا اور مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھا حتیٰ کہ ایک روز آپ نے نماز کو مؤخر کیا، پھر تشریف لائے تو ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا۔ پھر اندر تشریف لے گئے پھر باہر جلوہ افروز ہوئے اور مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھا۔ مالک اور مسلم نے اس حدیث کو احزانک پوری طوالت سے ذکر کیا ہے۔ مگر دیگر محدثین کے ہاں اسی قدر ہے۔ اس سے زائد نہیں ہے۔ (ت)

بطریقہ داؤد ابن حصین، اعرج سے، وہ ابو ہریرہ

و حدیث مالک مرسلہ و مسنداً

من طریق داؤد بن الحصین عن الاعرج

لہ الصیغ لمسلم باب جواز الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۶/۱
لہ الصیغ لمسلم باب فی معجزات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من کتاب الفضائل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۳۶/۲

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روای ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک کے دوران ظہر وعصر کو جمع کیا کرتے تھے۔ (د)

یہ حدیث کچھ سے بھی اسی طرح مسنداً مروی ہے، مگر محمد اور موطا کے اکثر راوی اس کو عبد الرحمن ابن ہریر سے منسلک روایت کرتے ہیں، اور عبد الرحمن، وہی اعرج ہے اور بزار کے ہاں عطاء ابن یسار ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع کرتے تھے۔ (د)

احمد اور ابن ابی شیبہ بطریق حجاج ابن ارطاة، جو مختلف فیہ ہے، عمرو ابن شعیب سے، وہ اپنے باپ سے، وہ اس کے دادا سے، یعنی عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ بنی مصطلق میں دو نمازوں کو جمع کیا۔ (د)

حدیث بیان کی ہم سے ابوالسائب نے جریری سے، اس نے ابوالعثمان سے، اس نے اسامہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کانت یجمع بین الظہر والعصر فی سفرہ الی تبوک۔

ہكذا روی عن یحییٰ مسنداً، وهو عند محمد وجمہور رواة الموطا عن عبد الرحمن بن ہرمز مرسلہ۔ وعبد الرحمن، هو الاعرج۔ وهو عند البزار عن عطاء بن یسار عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر۔

وحدیث :

احمد وابن ابی شیبہ بطریق حجاج ابن ارطاة، مختلف فیہ، عن عمرو بن شعیب عن ابيه عن جده وهو عبد الله بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین الصلاتین فی غزوہ بنی المصطلق۔

وحدیث ترمذی فی کتاب العلل

حدثنا ابوالسائب عن المجری عن ابی عثمان عن اسامة بن مرید رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

و سلم اذا جدد به السير جمع بين الظهور و
العصر، والمغرب والعشاء، قال الترمذی،
سألت محمدا، یعنی البخاری عن هذا
الحديث، فقال، الصحيح، هو موقوف
عن اسامة بن زید۔

و حدیث :

احمد بطریق ابن لهیعة عن ابن الزبیر قال،
سألت جابرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ، هل
جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و
سلم بین المغرب والعشاء؟ قال، نعم،
عامر عن ونا بنی المصطلقؓ

و حدیث ابن ابی شیبہ و ابو جعفر طحاوی

اما الاول فبطریق ابن ابی لیلیٰ عن ہذیل و
اما الآخر فعن ابی قیس الاودی عن ہذیل
بن شرجیل عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
جمع، ولفظ الآخر کانت یجمع، بین
الصلاتین فی السفر۔

وللطبرانی فی معجمہ الکبیر و
الاوسط عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال،
جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

وسلم کو جب پہلے میں جلدی ہوتی تھی تو ظہر و عصر اور مغرب
عشاء کو جمع کرتے تھے۔ ترمذی نے کہا کہ میں نے محمدؐ
یعنی بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو
انہوں نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ اسامہ ابن زید پر
موقوف ہے۔ (ت)

احمد بطریق ابن لیسع، ابو الزبیر سے راوی ہیں کہ میں نے
جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی مغرب و عشاء کو جمع کیا تھا؟ انہوں
نے جواب دیا: ہاں، جس سال ہم غزوہ بنی مصطلق
کے لیے گئے تھے۔ (ت)

پہلے یعنی ابن ابی شیبہ، بطریق ابن ابی لیلیٰ، ہذیل
سے، اور دوسرے (یعنی طحاوی، ابوقیس اودی سے)
وہ ہذیل ابن شرجیل سے، وہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے سفر کے دوران جمع کیا — طحاوی کے الفاظ یوں
ہیں: جمع کیا کرتے تھے دو نمازوں کو سفر کے دوران۔ (ت)

اور طبرانی نے اپنی دونوں معجموں، یعنی کبیر اور اوسط
میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ظہر و عصر

۱۴۹/۷ مطبوعہ دارالطباعة النیر بیروت

نوٹ: یہوالمجہ ترمذی کی کتاب العلل میں نہیں مل سکا اور بڑی کوشش سے عمدۃ القاری سے ملا ہے۔ نیز احمد سعیدی

۳۴۸/۳ مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان

۲۵۸/۲ مطبوعہ دارۃ القرآن کراچی

۱۴۹/۷ عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء

۱۴۹/۷ عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء

۱۴۹/۷ عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء

۱۴۹/۷ عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر بین المغرب والعشاء

اور مغرب و عشاء کو جمع کیا تو آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا، آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس طرح اس لیے کیا ہے تاکہ میری امت پر کوئی تنگی نہ ہو۔ (د)

طبرانی معجم اوسط میں ابو نصرہ سے، وہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازوں کو جمع کیا کرتے تھے۔ (د)

مالک کو علی ابن حسین ابن علی رضی اللہ عنہم سے یہ بات پہنچی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دن کو سفر کرنا چاہتے تھے تو ظہر و عصر کو جمع کر لیتے تھے اور جب رات کو سفر کرنا چاہتے تھے تو مغرب و عشاء کو جمع کر لیتے تھے۔ (د)

ولہذا سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مؤطا شریف میں حدیث پنجم روایت کر کے فرماتے ہیں: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع بین الصلاتین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی کو مؤخر کر کے آخر وقت میں پڑھا جائے اور دوسری کو جلدی کر کے اول وقت میں۔ (د)

یعنی جو اس حدیث میں آیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر و عصر جمع فرماتے ہم

بین الظہر والعصر، والمغرب والعشاء، فقیل لہ فی ذلک، فقال: صنعت ذلک لئلا تخرج امتی۔

وحدیث

طبرانی فی المعجم الاوسط عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یجمع بین الصلاتین فی السفر۔

وحدیث مرسل و بلاغ مالک

انہ بلغہ عن علی بن حسین، ہوا بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم انہ کان یقول: کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اراد ان یسیر یومہ، جمع بین الظہر والعصر، واذا اراد ان یسیر لیلہ، جمع بین المغرب والعشاء۔

بہذا ناخذ، والجمع بین الصلاتین ان تؤخر الاولىٰ منہما فوصلی فی آخر وقتہا، وتعدل الثانية فوصلی فی اول وقتہا۔

۲۶۹/۱۰	مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت	۱۰۵۲۵ حدیث	۱۔ المعجم الکبیر للطبرانی
۲۶۲/۲	مکتب المعارف ریاض	۵۵۵۸ حدیث نمبر	۲۔ معجم اوسط، حدیث نمبر
ص ۱۲۶	میر محمد کتب خانہ کراچی	جمع بین الصلاتین	۳۔ مؤطا امام مالک
ص ۱۳۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر	۴۔ مؤطا امام محمد

اسی کو اختیار کرتے ہیں اور جمع کے معنی جمع صوری ہیں۔ ملا جی تو ایک ہوشیاران احادیث اور ان کے امثال کو محمل و بے سود سمجھ کر خود بھی زبان پر نہ لائے اور انہیں عوام کے لیے یوں گول در پر دہ گئے کہ جمع میں الصلاۃ میں فی سفر صحیح اور ثابت ہے رسول اللہ سے بروایت جماعت عظیمہ کے صحابہ کبار سے۔ پھر پندرہ صحابہ کرام کے اسمائے طیبہ گنا کر خود ہی کہا لکن مجموعہ روایات میں بعض ایسی ہیں کہ ان میں فقط جمع کرنا رسول اللہ کا دو نمازوں کو بیان کیا ہے کیفیت جمع کی بیان نہیں کی پس حنفی لوگ ان حدیثوں میں یہ تاویل کرتے ہیں کہ مراد اس سے جمع صوری ہے اسی لیے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالفت کی دخل نہیں ذکر کرتے ہیں تو منصفین با فہم ان حدیثوں محل الکلیفۃ کو بھی انہیں احادیث مہینۃ الکلیفۃ پر محمول سمجھیں اور ملخصاً۔

اقول بالفرض اگر جمع صوری ثابت نہ ہوتی تاہم محمل تھی اور احتمال قاطع استدلال نہ کہ جب آفتاب کی طرح روشن دلیلوں سے جمع صوری کا احادیث صحیحہ سے ثبوت ظاہر تو اب براہ تلبیس پندرہ صحابہ کی روایت سے اپنے مطلب کا ثبوت صحیح بتانا اور جایا عوام کو دہشت دلانے کے لیے کہیں چودہ کہیں پندرہ سننا نا کیا مقتضائے ملائیت ہے اب تو ملا جی کی تحریر خود ان پر باز گشتی تیر ہوتی کہ جب احادیث صحیحہ صریحہ سے جمع صوری ثابت تو منصفین با فہم ان حدیثوں محل الکلیفۃ کو بھی انہیں احادیث مہینۃ الکلیفۃ پر محمول سمجھیں، رہے وہ صحابہ جن کی روایات اپنے زعم میں صریح سمجھ کر لائے اور نص مفسرنا قابل تاویل کہتے تاہم ان کا خوف نہ لائے وہ صرف چار ہیں دو جمع تہدیم دو جمع تاخیر میں، ان روایات کا حال بھی عنقریب ان شاء اللہ القریب الجیب کھلا جاتا ہے اُس وقت ظاہر ہو گا کہ دعویٰ کر دینا آسان ہے مگر ثبوت دیتے تین ہاتھ پیراتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

فصل دوم ابطال دلائل جمع تہدیم

واضح ہو کہ جمع تہدیم غایت درجہ ضعیف و سقوط میں ہے حتیٰ کہ بہت علمائے شافعیہ و مالکیہ تک معترف ہیں کہ اُس کے باب میں کوئی حدیث صحیح نہ ہوئی مگر ملا جی اپنی ملائیت کے بھروسے بڑا اٹھا کر چلے ہیں کہ اُسے احادیث صحیحہ صریحہ مفسرہ قاطعہ سے ثابت کر دکھائیں گے۔

چلا تو ہے وہ بہت سیعتن شب وعدہ

اگر حجاب نہ رو کے حیا نہ یاد آئے

جمع تہدیم و تاخیر دونوں کی نسبت حضرت کے یہی دعوے ہیں، ابھی سن چکے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالفت کی دخل نہیں

ہر جہ ذکرِ اجودیت فرمایا یہ ہیں دلائل ہمارے جو از جمعِ رجن میں کسی طرح عذر اور تاویل اور جرح اور قدح کو دخل نہیں۔ آخر کتاب میں فرمایا، نصوص قاطعہ تاویل۔ اس سے اوپر کچھ، احادیث صحاح جو جمع بین الصلا تین پر قطعاً اور یقیناً دلالت کرتی ہیں۔ بہت اچھا ہم بھی مشتاق ہیں مگر بے حاصل سے

بہت شورشنتے تھے پہلو میں دل کا

جو پیرا تو اک قطرہ نگوں نہ نکلا

حضرت بکمال عرقریزی دو حدیثیں تلاش کر کے لائے وہ بھی ثمرہ نظر شریف نہیں بلکہ مقلدین شافعیہ کی تقلیدِ جامدہ۔ حدیثِ اول بعض طرق حدیث سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس جناب سے روایت صحیحہ معروفہ مشہورہ مرویہ کبار ائمہ تو وہ تھی جو ان احادیث مجملہ سے حدیث چہارم میں گزری جس میں سوا جمع کے کوئی کیفیت مخصوصہ مذکور نہ تھی جاہیر ائمہ و حفاظ نے اسے یوں ہی روایت کیا۔

اس حدیث کو ابو الزبیر سے، اس نے ابو الطفیل سے، اس نے معاذ رضی اللہ عنہ سے، حفاظ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، جن میں سفیان ثوری، قرۃ ابن علقمہ، مالک بن انس اور دیگر محدثین شامل ہیں۔ سفیان ثوری کی روایت ابن ماجہ کے ہاں ہے۔ قرۃ ابن خالد سے خالد بن عمار نے جو روایت کی، وہ مسلم میں ہے، اور جو عبد الرحمن ابن مہدی نے کی، وہ طحاوی میں ہے۔ مالک سے جو روایت شافعی نے لی ہے وہ ان کے مسند میں ہے۔ جو ابن وہب نے لی ہے وہ طحاوی کے ہاں ہے۔ جو ابو القاسم نے لی ہے وہ نسائی کے پاس ہے۔ جو ابو علی حنفی نے لی ہے وہ دارمی کے ہاں ہے اور دارمی سے مسلم نے اپنی صحیح میں ذکر کی ہے۔ (ت)

رواہ عن ابی الزبیر عن ابی الطفیل عن معاذ جماعۃ من الحفاظ، منهم سفین الثوری وقرۃ بن خالد و مالک بن انس و آخرون، اما سفین فعد ابن ماجۃ، و اما قرۃ فعد خالد بن الحارث عند مسلم، و عبد الرحمن بن مہدی عند الطحاوی، و اما مالک فعنه الشافعی فی مسنده، و ابن وہب عند الطحاوی، و ابو القاسم عند النسائی، و ابو علی الحنفی عند الدارمی، و عند الدارمی مسلم فی صحیحہ۔

یہی اہل علم کے نزدیک معروف ہے مگر ایک روایت غریبہ شاذہ بطریقِ لیث بن سعد عن یزید بن ابی جیب عن ابی الطفیل یوں آئی، ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان فی غزوۃ تبوک، اذا امر تحل قبل ان تزیغ الشمس اخر الظہر حتی یجمعہا الی العصر فیصلیہما جمیعاً، و اذا امر تحل بعد تزیغ الشمس صلی الظہر و العصر جمیعاً ثم صابر، و کان اذا امر تحل بعد المغرب

عجل العشاء فصلها مع المغرب - رواه احمد وابوداود والترمذی وابن حبان والحاكم والدارقطنی والبيهقي - مراد الترمذی بعد قوله : اذا استحل بعد شریغ الشمس ، عجل العصر الى الظهر وصلى الظهر والعصر جميعا - الحديث - یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ تبوک میں جب سورج ڈھلنے سے پہلے کوپچ فرماتے تو ظہر میں دیر کرتے یہاں تک کہ اُسے عصر سے ملائے تو دونوں کو ساتھ پڑھتے اور جب دوپہر کے بعد کوپچ فرماتے تو عصر میں تعجل کرتے اور ظہر و عصر ساتھ پڑھتے پھر چلتے اور جب مغرب سے پہلے کوپچ کرتے مغرب میں تاخیر فرماتے یہاں تک کہ عشا کے ساتھ پڑھتے اور مغرب کے بعد کوپچ فرماتے تو عشا میں تعجل کرتے اُسے مغرب کے ساتھ پڑھتے - امام ترمذی فرماتے ہیں یہ غریب ہے معروف روایت ابی ہریرہ ہے

حيث قال : حديث الليث عن يزيد بن ابی جبيب عن ابی الطفیل عن معاذ ، حديث غريب ، والمعروف عند اهل العلم حديث معاذ من حديث ابی الزبير عن ابی الطفیل عن معاذ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع في غزوة تبوك بين الظهر والعصر ، وبين المغرب والعشاء - رواة قرّة بنت خالد وسفيان الثوري ومالك وغير واحد عن ابی الزبير المكي -

چنانچہ ترمذی نے کہا کہ وہ حدیث بولیت نے یزید ابن ابی جبيب سے ، اس نے ابوالطفیل سے ، اس نے معاذ سے روایت کی ہے ، وہ غریب ہے اور اہل علم کے نزدیک معروف معاذ کی وہ حدیث ہے جو ابوالزبیر نے بواسطہ ابوالطفیل معاذ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں ظہر و عصر اور مغرب و عشا کو جمع کیا - اس کو قرّة ابن خالد ، سفیان ثوری ، مالک اور دوسروں نے ابوالزبیر مکی سے روایت کیا ہے - (ت)

پھر ائمہ شان مثل ابوداود و ترمذی و ابوسعید بن یونس فرماتے ہیں اسے سواقیبہ بن سعید کے کسی نے روایت نہ کیا یہاں تک کہ بعض ائمہ نے اُس پر غلط ہونے کا حکم فرمایا کہا نقلہ الامام البدر فی العمدۃ والشوکا فی الظاہری فی شرح المنتقى عن الحافظ ابن سعید بن یونس (جیسا کہ امام بدر نے عمدۃ میں اور شوکا فی الظاہری نے شرح منتهی میں حافظ ابن سعید بن یونس سے نقل کیا - ت) امام ابوداود نے

۱۴۲/۱ باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبیٰ لاہور

۲۲/۱ باب ما جاء فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مجتبیٰ لاہور

۳۴۳/۳ باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

۲۴۳/۳ باب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

منکر کہا کما فی البدء المنیہ وغنہ فی الذیل (جیسا کہ بدر منیر میں) اور اسے نیل الاوطار نقل کیا ہے) بلکہ رئیس النافذین امام بخاری نے اشارہ فرمایا کہ یہ حدیث نہ لیث نے روایت کی نہ قتیبہ نے لیث سے سنی بلکہ خالد بن قاسم مدائنی متروک بالا جماع مطعون بالکذب نے قتیبہ کو دھوکا دے کر اُن سے روایت کرادی اُس کی عادت تھی کہ براہِ مکروہ جملہ شیوخ پر اُن کی ناشنیدہ روایتیں داخل کر دیتا لاجرم حاکم نے علوم الحدیث میں اُس کے موضوع ہونے کی تصریح کی یہ سب باتیں علمائے حنفیہ مثل امام ذہبی شارح کنز و امام بدر عینی شارح صحیح بخاری و علامہ ابزیم علی شارح منیہ کے سوا شافعیہ و مالکیہ و ظاہریہ قائلانِ جمع بین الصلتین مثل امام قسطلانی شافعی شارح بخاری و علامہ زرقانی مالکی شارح موطا و موہب و شوکانی ظاہری شارح متقی و غیر ہم نے امام ابن یونس و امام ابوداؤد و ابوعبد اللہ حاکم و امام المحدثین بخاری سے نقل کیں بلکہ انھیں نے اور ان کے غیر مثل صاحب بدر منیر وغیرہ نے امام ابوداؤد سے حکم مطلق نقل کیا کہ جو مضمون اس روایت کا ہے اس باب میں اصلاً کوئی حدیث قابلِ استناد نہیں کما سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ آگے آئیگا۔ ت) تو باوصف تصریحات ائمہ شانِ خصوصاً بخاری کے پھر ملاجی کا اس روایت کی تصحیح میں عرق ریزی بے حاصل اور توشیح لیث و قتیبہ وغیرہا رواۃ و قبول تفرّد لغت کے اثبات میں تطویل لا طائل کرنا کیسی جہالتِ فاحشہ ہے کس نے کہا تھا کہ قتیبہ یا لیث یا زید بن ابی حبیب یا معاذ اللہ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ تضعیف ہیں، ملاجی بایں پرانہ سالی و دعوے محدثی ابھی حدیث معلول ہی کو نہیں جانتے کہ اُس کے لیے کچھ ضعفِ راوی ضرور نہیں بلکہ باوصف و ثاقت و عدالت رواۃ حدیث میں علتِ قادحہ ہوتی ہے کہ اُس کا رد واجب کرتی ہے جسے بخاری و ابوداؤد وغیرہما سے ناقدین پہچانتے ہیں بخاری و ابوسعید و حاکم نے بھی تو قتیبہ پر جرح نہ کی تھی بلکہ یہ کہا تھا کہ انھیں دھوکا دیا گیا غلط میں پڑ گئے پھر اس سے عدالتِ قتیبہ کو کیا نقصان پہنچا و ثاقتِ قتیبہ سے حدیث کو کیا نفع ملا، ہاں یہ دفترِ توثیق اپنے پیشوا ابن حزم غیر مقلد لاندہب کو سنائیے جس ضبیث اللسان نے آپ کی اس روایت کے رد میں سیدنا ابوالطفیل صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عیاذاً باللہ مقدور و مجروح بتایا جسے دوسرے غیر مقلد شوکانی نے نقل کیا، غیر مقلدوں کی عادت ہے کہ جب حدیث کے رد پر آتے ہیں خوفِ خدا و شرمِ دنیا سب بالائے طاق رکھ جاتے ہیں۔ اسی ابن حزم نے باجے حلال کرنے کے لیے صحیح بخاری شریف کی صحیح و متصل حدیث کو بزعم تعلیق رد کیا جس کا بیان امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح صحیح مسلم شریف میں فرمایا وہی ڈھنگ موصول کو معلق مسند کو مرسل بنا کر احادیث صحیحہ جتدہ کو رد کرنے کے لیے آپ نے کیے ہیں،

کما تقدم، ومن يشبهه اباؤه فما ظلم
ثم اقول، وتحسين الترمذی يرجع
الى حديث معاذ، لقوله، حديث معاذ
حديث حسن غريب۔ واذا اتى على هذه
الرواية لم يحسنه، انما قال، وحديث
الليث عن يزيد غريب۔ وافادانه خلاف
المعروف، فقال، والمعروف عند اهل
العلم حديث معاذ۔ الخ واما ابن حبان فلا
نعلم له فضلا على ابي سعيد بن يونس،
فانه ايضا ثقة، ثبت، حافظ، امام
من ائمة الشان، كلاهما من الاقران، من
تلامذة الامام النسائي ابي عبد الرحمن۔ و
ابن يونس، لنزاهته من نفس فلسف،
احب الى الناس من ابن حبان۔ وقد
قال الامام ابو عمرو بن الصلاح في طبقات
الشافعية، ربما غلط الغلط الفاحش
في تصرفاته، كما نقله الذهبي في تذكرة
الحفاظ۔ فاني يداني ابا داود، فضلا ان
يوازيه، فضلا ان يباريه۔ فضلا عن
ذاك الجبل الجليل محمد بن اسمعيل۔
وقد عرف بالتساهل في باب التصحيح،
بل والتحسين، هو والترمذی، كما نص

جیسا کہ گذرا اور جو شخص اپنے آباؤ سے مشابہت رکھے
اس کا کوئی قصور نہیں۔ شہا قول پھر میں کہتا ہوں
کہ ترمذی کا حسن قرار دینا حدیث معاذ سے متعلق ہے
کیونکہ ترمذی نے کہا ہے کہ معاذ کی حدیث حسن غریب ہے
اور جب اس روایت کا ذکر کیا اسے حسن نہیں کہا صرف یہ
کہا کہ حدیث کی یزید سے مروی حدیث غریب ہے۔ ترمذی
نے یہ افادہ بھی کیا کہ یہ معروف حدیث کے خلاف ہے۔
چنانچہ ترمذی نے کہا ہے کہ اہل علم کے نزدیک معروف
معاذ کی وہ حدیث ہے الخ۔ اب ابن حبان تو اسکی سعید بن یونس
پر کوئی برتری ہمارے علم میں نہیں ہے کیونکہ سعید بھی ثقہ ہے
ثبت ہے، حافظ ہے اور حدیث کے اماموں میں سے ایک
امام ہے۔ یوں ہم زمین ہیں اور امام ابو عبد الرحمن نسائی
کے شاگردوں میں سے ہیں۔ تاہم ابن یونس فلسفی روح سے پاک
ہونے کی وجہ سے لوگوں کے ہاں ابن حبان سے زیادہ
پسندیدہ ہے۔ امام ابو عمر ابن صلاح نے طبقات الشافعیہ
میں کہا ہے کہ ابن حبان کو تصرفات حدیث کے دوران
بسا اوقات شدید غلطی لگ جاتی تھی، جیسا کہ ذہبی نے
تذکرۃ الحفاظ میں بیان کیا ہے۔ تو پھر ابن حبان ابو داود
کے قریب بھی کہاں پہنچ سکتا ہے، چر جائیکہ اس کا
ہمسفر ہو، چر جائیکہ اس کے مقابل ہو۔ اور علم کے
عظیم پہاڑ محمد بن اسمعیل (بخاری) کا مقام تو پھر بہت
ہی اونچا ہے، جبکہ ابن حبان احادیث کو صحیح قرار دینے
میں متساهل ہے۔ بلکہ حسن قرار دینے میں بھی زیادہ ترمذی

سہ جامع الترمذی باب ما جاء في الجمع بين الصلاتين
سہ تذکرۃ الحفاظ فی ترجمہ ابن حبان

مطبوعہ مجتبائی لاہور ۴۲/۱
مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۲۶/۳

عبد الاثمۃ وحققناہ فی رسالتنا مدارج طبقات الحديث على ان الجرح مقدم مثل المقام ، فان من اثبت فانما نظر الى ثقة الرواة ، ولم يطلع على ما اطلع عليه غيره من العلة ، ومن يعلم قاض على من لا يعلم - والله اعلم ، من كل اعلم - واقف ہوتے ہیں اور آگاہی رکھنے والے ، آگاہی نہ رکھنے والوں کی غیبت فیصلہ کن ہوتے ہیں ۔ واللہ اعلم من کل اعلم ۔ (ت)

ثُمَّ اقول اس روایت میں اسی طرح مقال واقع ہوئی اور ہنوز کلام علما طویل ہے مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ کہ کہتا ہے نظر تحقیق کو رخصت تدقیق دیجئے تو اس روایت کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے اُس کا حاصل تو صرف اس قدر کہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر تبوک میں ظہر وعصر کو جمع فرماتے اگر دوپہر سے پہلے کوچ ہوتا تو راہ میں اتر کر درندہ منزل ہی پر پہلی صورت میں جمع بعد سیر ہوتی ہے اور دوسری میں سیر بعد جمع پھر اس میں جمع صوری کا خلاف کیا ہوا حدیث کا کون سا لفظ حقیقی کی تعیین کر رہا ہے اذا اس تحل بعد من یغ الشمس میں خواہی خواہی بعدیت متصلہ پر کیا دلیل ہے بلکہ اس کے عدم پر دلیل قائم کہ جزا اصلی شم ساد ہے بلکہ الفاظ اخوانظہر وعجل العصر سے جمع صوری ظاہر ہے ظہر ویر کر کے پڑھی عصر جلد پڑھی اس سے یہی معنی مفہوم متبادر ہوتے ہیں کہ ظہر اپنے آخر وقت میں عصر اپنے شروع وقت میں نہ یہ کہ ظہر عصر میں پڑھی جائے یا عصر ظہر میں و لہذا علماء نے کرام مثل امام اجل طحاوی والوافع ابن سید الناس وغیرہا بلکہ ان کے علاوہ آپ کے امام شوکانی نے بھی ان الفاظ تاخیر و عجل کو جمع صوری کی صریح دلیل مانا ، شرح متقی میں کہا ،

ما يدل على تعيين حمل حديث الباب على الجمع الصوري ، ما اخرجہ النسائي عن ابن عباس ، بلفظ ، صليت مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم الظهر والعصر جميعا ، والمغرب والعشاء جميعا ، اخر الظهر وعجل العصر ، و اخر المغرب وعجل العشاء - فهذا ابن عباس ، جن وجوہات کی بنا پر اس باب کی حدیث کو جمع صوری پر حمل کرنا متعین ہو جاتا ہے ان میں سے ایک وجہ وہ روایت ہے جس کی نسائی نے ابن عباس سے ان الفاظ میں تحریک کی ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر وعصر کو اکٹھا پڑھا اور مغرب وعشاء کو بھی اکٹھا پڑھا۔ آپ نے ظہر میں تاخیر اور عصر میں تعجل فرمائی ، اسی طرح مغرب میں تاخیر اور عشاء میں تعجل فرمائی تو ابن عباس

جو حدیث کے راوی ہیں خود ہی واضح کر رہے ہیں کہ انہوں نے جمع کی جو روایت بیان کی ہے اس سے مراد جمع صوری ہے۔ (ت)

راوی حدیث الباب، قد صرح بان ما رواه
من الجمع المذكور هو الجمع
الصوری۔

اُسی میں ہے،

جمع صوری پر حمل کرنے کی مؤیدات میں سے وہ روایت بھی ہے جو ابن جریر نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو ظہر کو مؤخر کرتے تھے اور عصر کو جلدی، اس طرح دونوں کو یکجا پڑھ لیتے تھے۔ اسی کو جمع صوری کہتے ہیں۔ (ت)

ومن المؤیدات للحمل علی الجمع الصوری
ایضا، ما أخرجه ابن جریر عن ابن عمر، قال،
خرج علينا رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم، فكان يؤخر الظهر و يعجل
العصر فيجمع بينهما، ويؤخر المغرب و
يعجل العشاء فيجمع بينهما - وهذا هو
الجمع الصوری۔

معہذا ظہر و مغرب کا جب وقت کھودینا ٹھہرا تو عصر و عشاء میں جلدی کا ہے کی، اطمینان سے منزل پر پہنچ کر دونوں پڑھ لی جاتیں، ہاں جمع صوری اُن کی تعمیل ہی کے ممکن تو حدیث اُسی طرف ناظر، بالجمہ مشک نہیں کہ یہ روایت بھی انہیں احادیث مجملہ الکلیفہ سے ہے جسے ملا جی نے خواہی نخواہی جمع حقیقی میں نص مفسرنا قابل تاویل مان لیا الحمد للہ اس تحریر کے بعد مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کے مطالعہ نے ظاہر کیا کہ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے حدیث کی یہی تفسیر کی جو فقیر نے تقریر کی، فرماتے ہیں،

(جمع بین الظهر والعصر) ای فی المنزل،
بان اخر الظهر الى آخر وقته و عجل العصر
فی اول وقته۔
(ظہر و عصر کو جمع کیا) یعنی قیام گاہ میں، ظہر کو
آخر وقت تک مؤخر کیا اور عصر کو تعمیل کر کے اول وقت
میں پڑھا۔ (ت)

پھر فرمایا:

(جمع بین المغرب والعشاء) ای فی المنزل،
کما سبق۔
(مغرب و عشاء کو جمع کیا) یعنی جائے قیام میں، جیسا
کہ پہلے گزرا۔ (ت)

حدیث دوم اور تم نے کیا جانا کیا حدیث دوم وہ حدیث جسے جمع صلاتین سے اصلاً علاقہ نہیں جس میں اثبات جمع کا نام نہیں، نشان نہیں، بُ نہیں، گمان نہیں۔ خود قائلین جمع نے بھی اُسے مناظرہ میں پیش نہ کیا، ہاں بعض علمائے شافعیہ نے شرح حدیث میں استطراداً جس طرح شرح بعض فوائد زوائد حدیث سے استنباط کرتے ہیں مکہ و یا کہ اس میں جمع سفر پر دلیل ہے قاجی چار طرف ٹٹول میں تھے ہی تعلیقہ جامد شافعیہ کی لاٹھی پکڑے انہیں بند کیے پہنچے فیہ دلیل پر ہاتھ پڑا حکم لکل سا قسطہ لا قسطہ (ہر گھری ہوئی چیز کو کوئی اٹھانے والا ہوتا ہے) جھٹ خوش خوش اٹھالائے اور معرکہ مناظرہ میں جمادی وہ کیا یعنی حدیث صحیحین

عن ابی جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، خرج علینا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالہاجرة الی البطحاء، فتوضاً فصلی لنا الظهر والعصر۔ ولفظ البخاری، خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالہاجرة، فصلی بالبطحاء الظهر مرکتین والعصر مرکتین۔ ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے وقت مقام بطحار میں ہمارے پاس باہر تشریف لائے تو وضو کیا اور ہمیں ظہر و عصر کی نماز پڑھائی۔ اور بخاری کے الفاظ یوں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوپہر کے وقت ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور مقام بطحار میں ظہر کی دو رکعتیں اور عصر کی بھی دو رکعتیں ادا فرمائیں۔

پتہ تو ہے قاجی کی داد نہ فریاد، اب کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت اسے جمع حقیقی کی دلیل نہ صرف دلیل بلکہ صاف صریح ناصح تاویل بتانا کن کھلی آنکھوں کا کام ہے سبحان اللہ! حدیث کا مفاد صرف اتنا کہ حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوپہر کو یا ظہر کے اول وقت یا عصر سے پہلے خیمہ اقدس سے برآمد ہو کر وضو کیا اور ظہر و عصر دونوں اُسی موضع بطحار میں ادا فرمائیں اس میں تو مطلق جمع بھی نہ نکلی نہ کہ جمع حقیقی میں نص ہو، قاجی تو آپ جانیں ایک ہوشیار میں خود سمجھے کہ حدیث مطلب سے محض بے علاقہ ہے لہذا یہ نامند مل زخم بھرنے کو بشرم عوام کچھ عربی بولے اور یوں اپنی خودانی کے پردے کھولے کہ باجہ خروج و وضو و صلاۃ سب کی طرف ہے اور فارقیب بے مہمت کے لیے تو بمقتضائے فامعنیہ ہوئے کہ یہ سب کام باجہ ہی میں ہو لیے ظاہر یہی ہے تو اس سے عدول بے مانع قطعی ناروا، علاوہ بریں عصر ظہر پر معطوف اور صلاۃ تو ضا سے بے مہمت مربوط تو معطوف معمول کو جدا کر لینا کیونکر جائز اھد ملخصاً صہذا صہترجماً۔ اس پر بہت وجہ سے رد ہیں، مثلاً :

اول فا کو ترتیب ذکر کی کافی، مسلم الثبوت میں ہے،
 الفاء للترتيب على سبيل التعقيب ولو في الذكوة فار ترتیب کے لیے بطور تعقیب ہے خواہ یہ ترتیب
 ذکر میں ہو۔ (ت)

ثانی عدم مہلت ہر جگہ اُس کے لائق ہوتی ہے کہا فی فواتح الرحموت (جیسا کہ فواتح الرحموت
 میں ہے۔ نہ تازو ج فولدہ میں کون کے گا کہ نکاح کرتے ہی اُسی آن میں بچہ پیدا ہوا تو جیسے وہاں تقریباً
 ایک سال کا فاصلہ منافی مقتضائے قانہیں، ظہر و عصر میں دو ساعت کا فاصلہ کیوں منافی ہوگا۔
ثالث ہاجرہ ظرف غروج ہے ممکن کہ غروج آخر ہاجرہ میں ہو کہ وضو نماز ظہر تک تمام ہو جائے اور نماز عصر
 بلا مہلت اُس کے بعد ہو، ہاجرہ کچھ دوپہر ہی کو نہیں کہتے زوال سے عصر تک سارے وقت ظہر کو بھی شامل ہے
 کما فی القاموس۔ تو مخالفت ظاہر کا ادعا بھی محسوس باطل۔

رابع حدیث مروی بالمعنی ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب نے تصریح کی کہ ایسی حدیث کے فا و وا و
 وغیرہ سے استدلال صحیح نہیں کما فی الحجة البالغة۔ یہ تلخیص و تہذیب اجزہ ہے وقد ترکنا مثلاً
 فی العدد (اور ہم نے اتنے ہی جرات ترک کر دی ہیں۔ ت) وانا قول وبحول اللہ اصول۔
خامس ہاجرہ کو ظرف افعال مثلاً کما محض اولیٰ ہے وسیلہ ہے "والتعقیب چاہی ہی ہے۔ اتحاد زمانہ
 نہیں چاہی ہی بلکہ تعدد واجب کرتی ہے کہ تعقیب بے تعدد معقول نہیں۔

سادس ظرفیت ثلثہ فا سے ثابت یا خارج سے اول ہذا ثلثہ باطل کما علمت برتعدیر ثانی حدیث فا
 لغو محسوس ہے کہ عصر فی الہاجرہ اُسی قدر سے ثابت، پھر باوصف لغویت اُسی کی طرف اسناد کہ بمقتضائے فا
 یہ معنی ہرے اور عجیب تر۔

سابع ذرا صفت حجة الوداع میں حدیث طویل سیّدنا جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحیح مسلم
 وغیرہ میں ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

فلما كان يوم التروية توجهوا الى منى
 فاهلوا بالحج ودكب رسول الله صلى الله
 تعالى عليه وسلم فصلوا بها الظهر والعصر
 والمغرب والعشاء والفجر
 جب آٹھویں ذی الحجہ کی ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ
 تعالیٰ عنہم حج کا احرام باندھ کر منیٰ کو پہنچے اور حضور
 پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سوار ہوئے تو منیٰ میں ظہر و
 عصر و مغرب و عشاء و فجر پانچوں نمازیں پڑھیں۔ (م)

مسلم الثبوت مسند الفاء للترتيب مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۶۱
 فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مع المستصفي بحث الفاء للتعقيب مطبوعہ منشور الشریف ایشیائی قراۃ ۲۳۴/۱
 الصحیح مسلم باب حجة النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۹۶/۱

تلا جی وہی فاسہ وہی ترتیب وہی عطف وہی ترکیب۔ اب یہاں کہہ دینا کہ سوار ہوتے ہی معاً بے مہلت
پانچوں نمازیں ایک وقت میں پڑھیں جو معنی صلی الظہر والعصر کے یہاں ہیں وہی وہاں، اور یہ قطعاً
معاورہ عامر شائع شدہ ہے کہ اصلاً مفید وصل صلوات نہیں ہوتا ومن ادعی فعلیہ البیان (جو شخص دعویٰ
کرتا ہے اس کے ذمے دلیل ہے۔ ت)

ثامن کلام متناقض ہے کہ اول کلام میں حکم وصل سے عصر کا فعل خلاف ظاہر مانا یہ دلیل صحت ہے آخر
میں کیونکر جائز کہ یہ دلیل فساد۔

تاسع تاویل کے لیے قطعیت مانع ضروری جاننا عجیب جمل ہے کیا اگر کسی حدیث کے ظاہر سے ایک معنی متبادر
ہوں اور دوسری حدیث صحیح اس کے خلاف میں صریح تو حدیث اول کو اس کے خلاف ہی پر حمل واجب ہے کہ
بے مانع قطعاً ظاہر سے عدول کیونکر ہو فعل کرنا ناہل ہے محل و مقام و مقصد کلام کا سمجھنا نصیب اعدا۔

عاشم آپ جو اپنی نصرت خیالات کو احادیث صحیحہ میں جا بجا تاویلات دیکھ بارہ کرتے ہیں ان کے جواز کا
فتویٰ کہاں سے پایا، مجتہدات میں قاطع کہاں، مثلاً وقت ظہر کی مثل بنانے کو جو حدیث صحیح صریح بخاری حتیٰ سادی
الفضل التسلول کے معنی بگاڑے جن کا ذکر ان شاء اللہ تعالیٰ عنقریب آتا ہے اس کا ذکر کیا معقول ارشاد
ہوتا ہے، غشاء تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر کا نہیں
رہتا ثابت ہیں پس جماعاً بین الاولیہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔ اب خدا جانے بے قطعیت مانع یہ تاویلیں حقہ کیونکر ہوئیں
مخالفت ظاہر کے باعث سلفہ کیوں نہ ہو گئیں۔

حادی عشر طرفہ نزاکت صدر کلام میں یہ بیڑا اٹھا کر چلے کہ وہ حدیثیں جن میں تاویل مخالفت کو دخل نہیں
ذکر کرتے ہیں، اور یہاں ایسے گھرے کہ صرف ظاہر سے سند لائے تاویل خود ہی مان گئے۔

ثانی عشر آپ کی فضولیات کی گنتی کہاں تک اصل مقصود کی دھجیاں لیجئے صحیحین میں حدیث مذکور کے یہ
لفظ تو دیکھیے جن میں فاسہ سے یہ فی نکالی، مگر یہی حدیث انھیں صحیحین میں متعدد طرق سے بلفظ شتم آئی جو آپ کی
تعقیب بے مہلت کو تعاقب سے دم لینے کی مہلت نہیں دیتی۔ صحیح بخاری شریف باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بطریق تبعہ عن الحكم۔ قال: سمعت

ابا جحیفۃ، قال: خرج رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالہا جردۃ
الی البطحاء فتوضاً، ثم صلی الظہر
بطریق شعبہ، وہ حکم سے راوی بت کہ میں نے ابو جحیفہ
کو کہتے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم دوپہر کے وقت بطحاء کی طرف بچلے تو وضو کیا،
پھر ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور

بلکہ معیار الحق مسئلہ چارم بحث آخر وقت ظہر الخ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۵۴

ملاحی: اب مزاج کا حال بتائیے مگر

حفظت شیئا وغابت عنك اشياء

(تو نے ایک چیز یاد رکھی اور بہت سی چیزیں تجھ سے اوجھل رہ گئیں۔ ت)

المحدث اس فصل کے بھی اصل کلام نے وصل ختام پر وجہ احسن پایا۔ اب حسب فصل اول چند افاضات لیجئے:

افاضہ اولیٰ: ہمارے اجلۃ ائمہ حنفیہ ماکثر شافعیہ اور ملا جلی کے امام نظامیہ سب بالاتفاق اپنی کتب

میں نقل کر رہے ہیں کہ امام اجل ابوداؤد صاحب سنن نے فرمایا،

ليس في تقديم الوقت حديث قائم۔ جمع تقديم میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ (ت)

امام زیلعی فرماتے ہیں،

قال ابوداؤد: وليس في تقديم الوقت حديث قائم۔ ابوداؤد نے فرمایا، تقديم وقت میں کوئی حدیث

ثابت نہیں ہے۔ (ت)

امام بدر محمود عینی حنفی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں،

قلت: حکى عن ابى داود انه انكر هذا الحديث، میں نے کہا: ابوداؤد سے منقول ہے کہ انہوں نے

و حکى عنه ايضا، انه قال: ليس في تقديم الوقت حديث قائم۔ ان سے یہ بھی منقول ہے

الوقت حديث قائم۔ کہ تقديم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔ (ت)

اسی طرح علامہ سید میرک شاہ حنفی نے نقل فرمایا مولانا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں،

حكى عن ابى داود انه قال: ليس في تقديم الوقت حديث قائم۔ نقله ميرك - فهذا

ثابت نہیں ہے، یہ بات میرک نے نقل کی ہے۔ یہ حدیث کے ضعیف ہونے اور شافعیوں کی دلیل

للشافعية۔ قائم نہ ہونے پر شہادت ہے۔ (ت)

امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح البخاری میں فرماتے ہیں: قد قال ابوداؤد:

۱/ ۲۹۲ شرح الزرقانی علی الموطا الجمع بین الصلاتین مطبوعہ مطبعة الاستقامة قاہرہ مصر

۱/ ۸۹ تبیین الحقائق اوقات الصلوٰۃ مطبوعہ المطبعة الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر

۴/ ۱۵۱ عمدۃ القاری شرح بخاری باب الجمع فی السفر مطبوعہ ادارة الطباعة المنیریہ دمشق

۳/ ۲۲۵ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب صلوٰۃ السفر مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

ولیس فی تقدیم الوقت حدیث قاضیہ (ابوداؤد نے فرمایا: تقدیم وقت میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہے۔) بعینہ اسی طرح علامہ زرقانی مالکی نے شرح مؤطائے امام مالک و نیز شرح مواہب لدنیہ و منہج محمدیہ میں منہج دمایا شوکانی غیر مقلد کی نیل الاوطار میں ہے: قال ابوداؤد: ہذا حدیث منکر و لیس فی جمع التقدیہ حدیث قاضیہ بجلال ابوداؤد سا امام جلیل الشان یہ تصریح فرمایا جسے علمائے مابعد حتی کہ قائلان جمع بھی بلا کیر و انکار نقل فرماتے آئے، نہ آج تک کوئی اس کا پتا دے سکا، اب ملا جی چاہیں کہ میں حدیث صحیحین سے ثابت کر دوں یہ کیونکر بنی مگر قیامت لطیفہ دریا کھسیا فی ادایہ ہے کہ جھنجھلائی نظروں سے جل کر فرمایا: کچھ غیرت آوے تو نشان دہی کریں کہ ابوداؤد نے کون سی کتاب میں یہ قول کہا ہے، یعنی بقول ثقات عدد دل محض مردود و نامقبول جب تک فائل خود اپنی کتاب میں تصریح نہ کرے اُس سے کوئی نقل معتبر نہ ہوگی۔

اقول ملا جی! ان جھنجھلاہٹوں میں حق بجانب تمہارے ہے تم دلی کی ٹھنڈی سڑک پر ہوا کھلانے کے قابل نہ تھے یہ حنفی لوگ عبت تمہیں چھوڑ کر بکھلائے دیتے ہیں بھلا اقولا اتنا تو ارشاد ہو کہ بہت ائمہ جرح و تعدیل و تصحیح تضعیف و غیر ہم ایسے گزرے جن کی کوئی کتاب تصنیف نہیں ان سے نقل معتبر ہونے کا کیا ذریعہ ہوگا۔

ثانیاً آپ جو اپنی مبلغ علم تقریب کے بھروسے رواۃ میں کسی کو ثقہ کسی کو ضعیف کسی کو چنیں کسی کو چناں کہہ رہے ہیں ظاہر ہے کہ مصنف تقریب نے ان میں کسی کا نام نہ لکھا ہے یا اس کا نام لکھا ہے مگر بعد پیدائش انہیں دیکھنا اور اپنی نگاہ سے پرکھنا تو قطعاً نہیں اسی طرح ہر غیر ناظر میں یہی کلام ہوگا۔ اب رہی دیکھنے والوں سے نقل سوا مواضع عدیدہ کے ثبوت تو دیجئے کہ ناظرین مبصرین نے اپنی کس کتاب میں ان کی نسبت یہ تصریحیں کی ہیں۔

ثالثاً آپ کی اسی کتاب میں اور بیسیوں نقول سلف سے ایسی نکلیں گی کہ آپ حکایات متاخرین کے اعتقاد پر نقل کر لائے اور ان سے احتجاج کیا کچھ غیرت رکھاتے ہو تو نشان دہی کرو کہ وہ باتیں منقول عنہم نے کس کتاب میں لکھی ہیں مگر یہ کہیے کہ یجوز للوہابی ما لا یجوز لغيرہ (وہابی کے لیے وہ کچھ جائز ہے جو دوسروں کیلئے جائز نہیں ہے)۔

افاضہ ثانیہ: رہی اس باب میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مروی احمد و شافعی و عبد الرزاق و بہقی:

وہذا حدیث احمد اذ یقول حدثنا عبد الرزاق اخبرنا ابن جریج اخبرنی حسین بن عبد اللہ بن عبید اللہ بن عباس عن عکرمۃ و اور یہ احمد کی حدیث ہے، حدیث بیان کی ہم سے عبد الرزاق نے، اس کو خبر دی ابن جریج نے، اس کو خبر دی حسین بن عبد اللہ بن عباس نے کہ عکرمہ اور

لہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری باب یؤخر النظر الی العصر مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۳۰۲/۲
نیل الاوطار شرح مفتی الاخبار ابواب الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۴۳/۳
ف. معیار الحق ص ۳۷۳

کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال : الا اخبرکم عن صلاة رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر ؟ قلنا : بلی ۔ قال : کان اذا تراغت الشمس فی منزله جمع بین الظهر والعصر ، قبل ان یرکب ، واذا لم ترغ له فی منزله سار ، حتی اذا کانت العصر ، نزل فجمع بین الظهر والعصر ۔ و اشار الیہ ابو داود و تعلیقاً ، فقال : رواه هشام بن عروة عن حسین بن عبد اللہ عن کریب عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، ولم یدکر لفظہ ۔

کریب ، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے ہم سے پوچھا : کیا میں تمہیں سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں نہ بتاؤں ؟ ہم نے کہا : کیوں نہیں (ضرور بتائیں) انہوں نے کہا کہ اگر بجائے قیام پر زوال ہو جاتا تھا تو سوار ہونے سے پہلے ظہر اور عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے اور اگر بجائے قیام پر زوال نہیں ہوتا تھا تو چل پڑتے تھے اور جب عصر ہوتی تھی تو اتر کر ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھ لیتے تھے۔ اس روایت کی طرف ابو داؤد نے تعلیقاً اشارہ کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ہشام ابن عروہ نے حسین ابن عبد اللہ سے ، اس نے کریب سے ، اس نے ابن عباس سے ، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر ابو داؤد نے اس کے

خود قائلان جمع اس کا ضعف تسلیم کر گئے شاید اسی لیے کچھ سوچ سمجھ کر ملا جلی بھی اُس کا ذکر زبان پر نہ لائے لہذا

اس میں زیادہ کلام کی ہمیں حاجت نہیں تاہم اتنا معلوم رہے کہ اُس کے راوی حسین مذکور ائمہ شان کے نزدیک ضعیف ہیں ۔ کیجیئے فرمایا ، ضعیف ۔ ابو حاتم رازی نے فرمایا ، ضعیف ، یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ (ضعیف ہے ، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس سے استدلال نہ کیا جائے ۔ ت) (البوزرغہ وغیرہ نے کہا ، یس بقوی (قوی نہیں ہے ۔ ت) جو زبانی نے کہا : لا یشغل بہ (اس کے ساتھ مشغول نہیں ہونا چاہئے ۔ ت) ابن حبان نے کہا : یقلب الا سانیید و یرفع المر اسیل (اسنادوں کو پلٹ دیتا تھا اور مر اسیل کو مرفوع

۳۲۴/۱	مطبوعہ دار الفکر بیروت	۱۔ مسند امام احمد بن حنبل از مسند عبد اللہ بن عباس
۱۴۱/۱	مطبوعہ مطبعہ معنیاتی لاہور	۲۔ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین
۵۴۸/۲	مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت	۳۔ مصنف ، ابی بکر عبد الرزاق بن ہمام جمع بین الصلاتین
۲۰۲/۲	دار الکتب العربیہ بیروت	۴۔ ارشاد الساری باب یرخر الظهر الی العصر
۵۳۴/۱	دار المدقہ بیروت	۵۔ میزان الاعتدال ترجمہ حسین بن عبد اللہ ۲۰۱۲
۲۴۴/۳	مصطفیٰ البابی مصر	۶۔ نیل الاوطار شرح منشی الاخبار ابواب الجمع بین الصلاتین

بنادیتا تھا۔ ت) محمد بن سعد نے کہا، کان کثیر الحدیث، ولہم اسرہم یحتجون بحديثہ (حدیثیں بہت بیان کرتا تھا، علماء اس کی احادیث سے استدلال نہیں کرتے تھے۔ ت) یہاں تک کہ نسائی نے فرمایا: متروک الحدیث۔ امام بخاری نے فرمایا علی بن مدینی نے کہا، ترک حدیثہ (میں نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے۔ ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں کہا، ضعیف۔ اس حدیث کی تضعیف شرح بخاری قسطلانی شافعی و شرح موطا زرقانی مالکی و شرح عتقی شوکانی ظاہری میں دیکھیے، ارشاد میں فتح الباری سے ہے:

لکن لہ شاهد من طریق جماد عن ایوب عن ابی قلابہ عن ابن عباس، لا اعلمہ الا مرفوعا، انه کان اذا انزل منزلا فی السفر فاعجبه اقام فیہ، حتی یجمع بین الظہر والعصر، ثم یرتحل، فاذا لم یتھیا لہ المنزل مد فی السیر فسا ر حتی ینزل، فیجمع بین الظہر والعصر۔ خرجه البیہقی، ورجاله ثقات، الا انه مشکوک فی رفعہ، والمحفوظ انه موقوف۔ وقد اخرجہ من وجہ آخر، مجزوما بوقفہ علی ابن عباس، ولفظہ، اذا کنتم سائرین، فذکر نحوہ۔

لیکن اس کا ایک شاہد ہے جو بطریقہ حماد مروی ہے۔ حماد ایوب سے، وہ ابو قلابہ سے، وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) میرے خیال میں یہ روایت مرفوع ہی ہے کہ جب سفر کے دوران کسی منزل پر اترتے تھے اور وہ جگہ پسند آجاتی تھی تو وہاں ٹھہر جاتے تھے یہاں تک ظہر و عصر کو یکجا پڑتے تھے پھر سفر شروع کرتے تھے اور اگر کوئی ایسی منزل مہیا نہیں ہوتی تھی تو چلتے رہتے تھے یہاں تک کہ کسی جگہ اتر کر ظہر و عصر کو جمع کر لیتے تھے۔ اس کو بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں لیکن اس کا مرفوع ہونا مشکوک ہے، محفوظ بات یہ ہے کہ یہ روایت موقوف ہے۔ بیہقی نے ایک اور سند سے بھی اس کو روایت کیا ہے جس کے مطابق اس کا ابن عباس پر موقوف ہونا یقینی ہے، اس کے الفاظ اس طرح ہیں جب تم چلنے والے ہو (تو یوں کیا کرو کہ) اس کے بعد درج بالا طریقہ مذکور ہے۔ (ت) شرح موطا میں اسے ذکر کر کے فرمایا: وقد قال ابو داؤد لیس فی تقدیم الوقت حدیث قاضی (ابو داؤد نے فرمایا: تقدیم وقت پر کوئی حدیث ثابت نہیں۔ ت)

اقول وہ ضعیف اور اس کا یہ شاہد موقوف اگر بالفرض صحیح و مرفوع بھی ہوتے تو کیا کام دیتے کہ اُن کا

حاصل تو یہ کہ جو منزل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پسند آتی اور دوپہر وہیں ہو جاتا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس میں عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں نکلا بعینہ اسی بیان سے شاہد کا سارحیٰ یُنْزِلُ فِي جَمْعٍ حَقِيقَةٍ بِاصْلَافٍ لَا يَنْهَىٰ عَنْهُ اَوَّلُ كَانَتْ الْعَصْرُ كَا جَوَابٍ لِعَوْنِ تَعَالَىٰ بَيَانَاتِ آئِدَهْ سَهْ لِيَحْجَ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ اَكْرِ كَيْفَ رَوَايَتِ شَافِعِي يُوْنُ هَ ،

اخبرني ابن ابى يحيى عن حسين بن عبد الله بن عبید اللہ بن عباس بن کریب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ، فذكر الحديث ، وفيه جمع بين الظهور والعصر في الزوال ۛ

خبر دی مجھے ابن ابی یحییٰ نے حسین ابن عبد اللہ سے کہ کریب نے ابن عباس سے روایت کی ہے اس کے بعد مندرجہ بالا روایت مذکور ہے اور اس میں ہے کہ زوال کے وقت ظہر و عصر کو جمع کرتے تھے ۔ (ت)

اقول اس کی سند میں ابن ابی یحییٰ رافضی قدری معتزلی بھی متروک واقع ہے امام اجل یحییٰ بن سعید بن قطن و امام اجل یحییٰ بن معین و امام اجل علی بن مدینی و امام زید بن ہارون و امام ابو داؤد وغیرہم اکابر نے فرمایا : کذاب تھا ۔ امام احمد نے فرمایا : ساری بلائیں اُس میں تھیں ۔ امام مالک نے فرمایا : نہ وہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں ۔ امام بخاری نے فرمایا : ائمہ محدثین کے نزدیک متروک ہے ۔ میزان الاعتدال میں ہے :

ابرهیم بن ابی یحییٰ ، احدى العلماء الضعفاء ، قال یحییٰ بن سعید ، سألت مالکاً عنه ، اكان ثقة فی الحدیث ؟ قال : لا ، ولا فی دینہ ۔ وقال یحییٰ بن معین ، سمعت القطن یقول ، ابرهیم بن ابی یحییٰ کذاب ۔ وروی ابوطالب عن احمد بن حنبل ، قال : ترکوا حدیثہ ، قدری ، معتزلی ، یروی احادیث لیس لہا اصل ۔ وقال البخاری : ترکہ ابن المبارک والناس ۔ وروی عبد اللہ بن احمد عن ابیہ ، قال : قدری ، جہی ،

ابراہیم بن ابی یحییٰ ضعیف علماء میں سے ایک ہے ۔ یحییٰ ابن سعید نے کہا کہ میں نے اس کے بارے میں مالک سے پوچھا کہ کیا وہ حدیث میں قابل اعتماد تھا ؟ انھوں نے جواب دیا : نہ وہ حدیث میں قابل اعتماد تھا ، نہ دین میں ۔ اور یحییٰ ابن معین نے کہا : میں نے قطن کو کئے سنا ہے کہ ابراہیم ابن یحییٰ کذاب ہے ۔ ابوطالب نے احمد ابن حنبل سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے کہا : علماء نے اس کی حدیث کو ترک کر دیا ہے ، قدری ہے ، معتزلی ہے ، بے اصل حدیثیں روایت کرتا ہے ۔ بخاری نے کہا : ابن مبارک نے اور لوگوں نے

کل بلاء فیہ ، ترک الناس حدیثہ ، وروی عباس عن ابن معین ، کذاب ، سراقضی ۔
 وقال محمد بن عثمان بن ابی شیبۃ : سمعت علیا یقول : ابرہیم بن ابی یحییٰ کذاب ۔
 وقال النسائی والدارقطنی وغیرہما ، متروک ۔
 ابن ابی شیبہ نے کہا ہے : میں نے علی کو کہتے سنا ہے کہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ کذاب ہے ۔ نسائی ، دارقطنی اور دوسروں نے کہا کہ متروک ہے ۔ (ت)
 اُسی میں ہے :

قال ابن جبان ، کان یکذب فی الحدیث ۔
 اُسی میں ہے :

قال ابو محمد الدارمی : سمعت یزید بن ہارون ، یکذب ابراہیم بن ابی یحییٰ ۔
 تہذیب التہذیب میں ہے :

عن الزہری وصالح مولی التوامۃ وعنه الشافعی وأخرون ، قال عبد اللہ بن احمد عن ابیہ ، کان قد مر یا ، معتزلیا ، جہمیًا ، کل بلاء فیہ ۔ قال ابو طالب عن احمد بن حنبل ، ترک الناس حدیثہ ، وکان يأخذ احادیث الناس فیضعہا فی کتبہ ۔ وقال یحیی القطان ، کذاب ۔ وقال احمد بن سعید بن ابی مریم : قلت لیحیی بن زہری اور صالح مولی التوامہ سے اور اس سے شافعی اور دیگر علماء نقل کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن احمد اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ (ابراہیم مذکور) قدری تھا ، معتزلی تھا ، جہمی تھا ، ہر بلا اس میں موجود تھی ۔ ابو طالب نے احمد بن حنبل سے نقل کیا کہ لوگوں نے اس کی حدیث چھوڑ دی تھی ، وہ لوگوں کی حدیثیں لے کر اپنی کتابوں میں لکھ لیتا تھا ۔ یحییٰ قطان نے کہا : جھوٹا ہے ۔ احمد ابن سعید ابن ابی مریم نے کہا : میں نے

مطبوعہ دارالمعرفت بیروت ۵۴/۱ - ۵۸

۶۰/۱ " " "

" " " "

لہ میزان الاعتدال ترجمہ ابراہیم ابن ابی یحییٰ ۱۸۹

" " " "

" " " "

معین، فابن ابی یحییٰ؛ قال: کذاب۔
یحییٰ ابن معین سے ابن ابی یحییٰ کے بارے میں پوچھا تو
انہوں نے کہا: کذاب ہے۔ (ت)

تذکرۃ الحفاظ میں ہے: قال ابن معین و ابوداؤد: سرافضی کذاب (ابن معین اور ابوداؤد
نے کہا: رافضی ہے، کذاب ہے۔ ت) لاجرم تقریب میں ہے: متروک اھ الکل باختصار۔ یہاں
نیک کر ابو عمر بن عبد البر نے کہا اُس کے ضعف پر اجماع ہے کما نقلہ فی المیزان فی ترجمۃ عبد الکریم بن
ابی المخارق واللہ تعالیٰ اعلم۔

افاضۃ ثلثہ: یوں ہی حدیث دارقطنی:

حدثنا احمد بن محمد بن سعید ثنا المنذر
بن محمد ثنا ابی ثنا ابی ثنا محمد بن الحسین
بن علی بن الحسین ثنی ابی عن ابیہ عن
جدہ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا
امرت حل حین نزول الشمس جمع بین الظہر
والعصر، فاذا جد به السیرا خرا الظہر و
عجل العصر، ثم جمع بينهما۔
حدیث بیان کی کہ احمد بن محمد بن سعید نے منذر بن محمد
سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے اپنے باپ
سے، اس نے محمد سے، اس نے اپنے والد حسین
سے، اس نے اپنے والد علی بن امام حسین رضی اللہ تعالیٰ
عنه سے، انہوں نے اپنے دادا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر زوال کے
وقت روانگی اختیار فرماتے تھے تو ظہر و عصر کو اکٹھا
پڑھ لیتے تھے اور اگر روانگی میں جلدی ہوتی تھی تو
ظہر کو مؤخر کر کے اور عصر کو مقدم کر کے دونوں کو یکجا پڑھ لیتے تھے۔

اس میں سوا عشرت طاہرہ کے کوئی راوی ثقہ معروف نہیں۔ عمدۃ القاری میں فرمایا،
لا یصح اسنادہ، شیخ الدارقطنی ہو
ابو العباس بن عقدۃ، احد الحفاظ،
اس کا اسناد صحیح نہیں ہے کیونکہ دارقطنی کا استاد (احمد)
ابو العباس ابن عقدہ ہے، جو اگرچہ حفاظ حدیث

لہ خلاصۃ تہذیب التہذیب ترجمۃ ابراہیم ابن ابی یحییٰ ۲، مطبوعہ مکتبۃ اثریہ سانگلہ بل (شیخ پورہ) ۵۵/۱
تذکرۃ الحفاظ ترجمۃ ابراہیم بن محمد المدنی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۲۲۷/۱
تقریب التہذیب " " " " مطبوعہ المکتب الاسلامیہ گوجرانوالہ، پاکستان ص ۲۳
میزان الاعتدال ترجمۃ عبد الکریم بن ابی المخارق ۱۵۷/۲ مطبوعہ دارالمعرفت بیروت لبنان ۶۴۶/۲
سنن الدارقطنی باب الجمع بین الصلوٰتین فی السفر مطبوعہ نشر السنۃ لمتان ۳۹۱/۱

نکند شیعی (قلت : بل نص فی موضع اخر
من المیزان ، فیہ وفی ابن خراش ، انت
فیہما رفضا و بدعة - اھ) وقد تكلّم فیہ
الدارقطنی و حمزة السهمی و غیرہما - و
شیخہ المتذکر بن محمد بن المنذر ، لیس
بالقوی ایضا قالہ الدارقطنی ایضا - و
ابوہ وجده یحتاج الی معرفتہما -

میں سے ہے لیکن شیعہ ہے۔ میں نے کہا: بلکہ میزان کے
ایک اور مقام میں اس کے اور ابن خراش کے متعلق
لکھا ہے کہ ان میں رفض اور بدعت پائی جاتی ہے۔
خود دارقطنی اور حمزہ سہمی وغیرہ نے بھی اس پر جرح
کی ہے، اور اس کا استاد منذر ابن محمد بن منذر
بھی زیادہ قوی نہیں ہے۔ یہ بات بھی دارقطنی نے
کہی ہے۔ اور منذر کا باپ اور دادا دونوں غیر معروف ہیں۔

اقول وہ صحیح ہی سہی تو انصافاً صاف ہمارے مفید و موافق ہے اُس کا صریح مفاد یہ کہ سورج
ڈھلتے ہی کوچ ہوتا تو ظہر میں جمع فرماتے پڑھا ہر کہ زوال ہوتے ہی کوچ اور جمع تقدیم کا جمع محال کیا پیش از زوال ظہر
عصر پڑھ لیتے لاجرم وہی جمع مراد جس کا صاف بیان خود آگے موجود کہ ظہر بدیر اور عصر جلد پڑھتے ، یہی جمع صدوری ہے
کما لا یخفی۔

افاضۃ رابعہ : حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ان شاعر اللہ العزیز جمع تاخیر میں آتی ہے اُس میں
معروف و محفوظ و مروی جمہیر ائمہ لغات و عدول مذکور صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و
مصنف طحاوی وغیرہ عامہ و اوین اسلام صرف اس قدر ہے کہ حضور پُر نور صلوات اللہ تعالیٰ و سلام علیہ
اگر دوپہر ڈھلتے سے پہلے کوچ فرماتے ظہر میں عصر تک تاخیر کر کے ساتھ ساتھ پڑھتے اور اگر منزل ہی پر وقت ظہر
آجاتا صلی الظہر شمس کب تک ظہر پڑھ کر سوار ہو جاتے جس سے حکم مقابلہ و سکوت فی معرض البیان صاف ظاہر
کہ تنہا ظہر پڑھتے عصر اس کے ساتھ نہ ملائے ولہذا نافیان جمع تقدیم نے اُس سے تمسک کیا کما فی عمدة القاری
و امر شاد الساری و غیرہما مگر بعض روایات غریبہ میں آیا کہ ظہر و عصر دونوں پڑھ کر سوار ہوتے رہا کہ
نے اربعین میں بطریق

ابو العباس محمد بن یعقوب نے محمد بن اسحق صائغی
سے ، اس نے حسان ابن عبد اللہ سے ، اس نے
مفضل ابن فضالہ سے ، اس نے عقیل سے ، اس نے

ابی العباس محمد بن یعقوب عن محمد بن
اسحق الصائغانی عن حسان بن عبد اللہ
عن المفضل بن فضالہ عن عقیل عن

لہ عمدة القاری باب الجمع فی السفر من المغرب العشاء مطبوعہ الطباعة الخيرية دمشق
صحیح بخاری باب اذا ارتحل بعد ما ذاخت الشمس قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۴۹/۲ ۱۵۰/۱

ابن شہاب عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
روایت کی کہ اگر روانگی سے پہلے زوال ہو جاتا تو
صلی الظهر والعصر ثم سركب^۱

جعفر قریابی نے بتفرع خود اسحق بن راہویہ سے روایت کی،

عن شبابة بن سوار عن الليث عن عقيل
عن الزهري عن انس رضي الله تعالى عنه،
قال، كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
إذا كان في سفر فزالت الشمس صلى الظهر
والعصر جميعاً ثم سركب^۲

اوسط طبرانی میں ہے :

حدثنا محمد بن ابراهيم بن نصر بن شبيب
الاصبهاني قال ثنا هارون بن عبد الله الحمالي
ثنا يعقوب بن محمد الزهري ثنا محمد بن
سعد ان ثنا ابن عجلان عن عبد الله بن
الفضل عن انس بن مالك رضي الله تعالى
عنه، ان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
كان إذا كان في سفر فزالت الشمس
قبل ان يرتحل صلى الظهر والعصر جميعاً^۳

روایت اسحق بن راہم ابو داؤد نے انکار کیا اسمعیلی نے اُسے معلول بتایا کما فی العمدۃ وغیرہا۔

اقول : الامام اسحق رضی
اللہ تعالیٰ عنہ ، کلام فی جلالة قدره
وعظمه فخره . لكن نص الامام ابو داود انه

میں کہتا ہوں : امام اسحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی
قدرا در غلظت افتخاریں کوئی شک نہیں ہے لیکن
امام ابو داؤد نے تصریح کی ہے کہ وفات سے

۱۔ اربعین للحاکم

۲۔ میزان الاعتدال بحوالہ جعفر قریابی ترجمہ (۳۳) دار العرفۃ بیروت ۸۳/۱

۳۔ معجم الاوسط حدیث ۴۵۴۸ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/۲۴۱ - ۲۴۲

چند ماہ پہلے اس کے حافظے میں تغیر آ گیا تھا۔ ابو داؤد نے کہا کہ انہی دنوں میں میں نے اُس سے کچھ سنا تھا اور اس کی وجہ سے مجھے مطعون کیا گیا۔ جیسا کہ تہذیب میں ہے۔ اور حافظہ مزنی نے اس کی وہ حدیث ذکر کرنے کے بعد، جس میں اس نے اصحاب سفین کے الفاظ پر اضافہ کیا ہے، کہا ہے کہ اسحق کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آخر عمر میں اس کو اختلاط ہو گیا تھا، جیسا کہ میزان میں ہے۔ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ اسحق (رحمہ اللہ تعالیٰ) بیشتر حدیثیں محض یاد کے سہارے بیان کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے پورا مسند اپنی یاد سے اٹھا کر دیا تھا، جیسا کہ تہذیب میں ہے کہ احمد بن اسحق ضبعی نے کہا ہے کہ میں نے ابراہیم بن ابی طالب کو یہ بات کہتے سنا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے وہی (مسند کے اٹھا کر والی بات) ذکر کی ہے۔ تو اس صورت میں اگر اسحق سے ایک بار وہ حدیثوں میں خطا واقع ہو جائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اس قدر وسیع اور کثیر روایات میں اتنی غلطی سی خطا سے اور کون معصوم ہے؟ (ت)

کان تغیر قبل موته باشهر، قال، وسمعت منه في تلك الايام مفر صيد به۔ كما في التذهيب۔ وذكر الحافظ المزني حديثه الذي مراد فيه على اصحاب سفين، فقال، اسحق اختلط في اخر عمره۔ كما في الميزان۔ ولا شك انه رحمه الله تعالى كان كثير التحديث عن ظهر قلبه، املى المسند كله من حفظه۔ كما في التذهيب، قال، قال احمد بن اسحق الضبعي، سمعت ابراهيم بن ابی طالب يقول، فذكره۔ فلا غرو ان يعتريه خطو في حديث او حديثين، ومن المعصوم عن مثل ذلك في سعة ما روى وكثرته؟

لاحرم امام ذہبی شافعی نے اس حدیث کو منکر کہا، اور امام اسحق کی لغزش، حفظ و اشتباہ سے گنا۔ چنانچہ اس نے کہا ہے کہ اسی طرح وہ حدیث جسے زوائد کیا ہے قربانی نے اسحق ابن راہویہ سے، اس نے شہابہ سے، اس نے لیث سے، اس نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب سے، اس نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں

حيث قال، وكذا حديث رواه جعفر الفريابي ثنا اسحق بن ساهويه ثنا شهاب بن عت الليث عن عقیل عن ابن شهاب عن انس رضي الله تعالى عنه كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا كان في سفر فزال

کہ سچا ہے، اس کی حدیث لکھی جائے مگر اس کو حجت نہ بنایا جائے۔ (ت) اُسی میں ہے :

قال ابو بکر الاثر عن احمد بن حنبل، کان يدعو الى الامر جاء، وحكى عنه قول اخبث من هذه الاقاويل، قال، اذا قال فقد عمل بجار حته - وهذا قول خبيث، ما سمعت احدا يقولہ۔

ابو بکر اثرم نے احمد بن حنبل سے نقل کیا ہے کہ اس سختی عقیدہ ارجار کی دعوت دیتا تھا اور اس سے ایک ایسا قول بھی منقول ہے جو ان تمام باتوں سے زیادہ خبیث ہے۔ اس نے کہا کہ جب (اللہ تعالیٰ) کو قی بات کہتا ہے تو یقیناً اپنے ایک عضو (زبان) کو کام میں لاتا ہے۔ یہ ایک خبیث قول ہے، میں نے کسی کو یہ بات کہتے نہیں سنا۔ (ت)

اُسی میں ہے :

قال ابو بکر محمد بن ابی الشلیح، حدثنی ابو علی بن سختی المدائنی، حدثنی سرجل معروف من اهل المدائن، قال، س رأیت فی المنام سرجلا نظیف الثوب حسن الهيئة، فقال لی، من این انت؟ قلت، من اهل المدائن، قال، من اهل الجانب الذی فیہ شبابة؟ قلت، نعم! قال فانی ادعو الله، فامن علی دعائی، اللهم! ان کان شبابة یبغض اهل نبيک فاضربه الساعة بقالج۔ قال، فانتبهت، وجئت الی المدائن وقت الظهر، واذا الناس فی هرج، فقلت، ما للناس؟ قالوا، فلی شبابة فی السحر، ومات الساعة۔

ابو بکر محمد بن ابی الشلیح نے کہا کہ مجھے ابو علی ابن سختی مدائنی نے بتایا کہ مجھ سے مدائن کے ایک مشہور آدمی نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں ایک خوش لباس اور خوش شکل شخص کو دیکھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں کے رہتے والے ہو؟ میں نے کہا میں اہل مدائن میں سے ہوں۔ اس نے پوچھا مدائن کے اُس حصے میں رہتے ہو جس میں ابو شبابہ رہتا ہے، میں نے کہا ہاں، اس نے کہا کہ پھر میں ایک دعا کرتا ہوں اور تم آمین کہو۔ (اس نے یوں دعا کی :) اے اللہ! اگر شبابہ تیرے نبی کے اہل سے بغض رکھتا ہے تو اس کو اسی وقت فالج میں مبتلا کر دے۔ اس آدمی نے کہا کہ یہ دیکھ کر میں جاگ گیا اور ظہر کے وقت مدائن (کے) اُس حصے میں جہاں شبابہ رہتا تھا گیا تو دیکھا کہ لوگوں میں اضطراب پایا جاتا ہے، میں نے پوچھا کہ لوگ کیوں پریشان ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ آج سحر کے وقت شبابہ پر فالج گرا اور ابھی ابھی مر گیا ہے۔ (ت)

روایت حاکم و طبرانی کو خود ملا جی بھی ضعیف مان چکے، فرماتے ہیں: مؤلف نے دلائل میں وہ حدیثیں بیان کی ہیں جن کی طرف ہم کو کچھ التفات نہیں یعنی ایک روایت ابو داؤد جس کے راوی میں ضعف تھا ایک روایت عجم اوسط طبرانی ایک روایت اربعین حاکم نقل کر کے اُن پر طعن کر دیا اور جو روایتیں صحیحہ متداول تھیں نقل کر کے اُن کا جواب نہیں دیا یہ کیا دینداری ہے اور کیا مردانگی کہ بخاری و مسلم کو چھوڑ کر اربعین حاکم اور اوسط طبرانی کو جا پکڑا اور اُن سے دو روایتیں ضعیف نقل کر کے اُن کا جواب دیا۔ لہذا ہمیں ان کے باب میں تفصیل کلام کی حاجت نہ رہی ہے

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

خیر یہ تو ملا جی سے خدا جانے کس مجبوری نے کھلوا چھوڑ مگر ستم۔

لطیفہ: اس مافات کی تلافی یہ ہے کہ جب یہ روایتیں ناقابل احتجاج نکل گئیں خود روایت صحیحین میں لفظ والعصر بڑھا دیا، فرماتے ہیں روایت کی بخاری اور مسلم نے اس سے (انہی قولہ) فان مراغت الشمس قبل ان یوتحل صلی الظهر والعصر ثم رکب۔

اقول ملا جی حنفیہ کی مروی تو بھلا اللہ آپ نے دیکھ لی اب بعونہ تعالیٰ اور دیکھئے گا یہاں تک کہ آپ کی سب ہوسوں کی تسکین ہو جائے مگر دینداری و مردانگی اس کا نام ہو گا کہ مشہور و متداول کتب میں تحریف کیجئے مردانہ پن کا دعویٰ ہے تو صحیحین میں اس عبارت کا نشان دیکھئے ایک زمانہ میں آپ کو خط کفری جا گا تھا کہ زمین کے طبقات زیرین میں حضور پر نور منزہ عن الشل والنظیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معاذ اللہ چھ مثل موجود ہیں یہ بخاری و مسلم شاید انہیں طبقات کی ہوں گی۔

ثم اقول وباللہ التوفیق یہ سب کلام بالائی تھا فرض کر لیجئے کہ یہ روایت صحیحہ بلکہ خود صحیحین میں موجود سہی پھر تمہیں کیا نفع اور ہمیں کیا ضرر اس کا تو اتنا حاصل کہ سورج منزل ہی میں ڈھل جاتا تو ظہر و عصر دونوں سے فارغ ہو کر سوار ہوتے اس سے عصر کا پیش از وقت پڑھ لینا کہاں سے نکلا۔

اقول او مطلق جمع کے لیے ہے نہ معیت و تعصیب کے واسطے، جمیعاً بھی اسی مطلق جمع کی تاکید کرتا ہے جو مفاد واو ہے اُس کا منطوق صریح اجتماع فی الحکم ہے نہ خواہی خواہی اجتماع فی الوقت آئیہ کریمہ و توبوا الی اللہ

عہ بیضاوی شریف میں زیر آئیہ کریمہ قلنا اھبطوا منها جمیعاً ہے :

جمیعاً، حال فی اللفظ، تاکید فی المعنی، کانہ قیل، اھبطوا انتم اجمعون؛ ولذلک لایستدعی اجتماعهم علی الہبوط فی زمان واحد کقولک جاؤ اجمعاً۔ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
جمیعاً، لفظاً حال ہے، معنی تاکید ہے، گویا کہ کہا گیا، تم سب اترو۔ اسی لیے اس کا یہ تعاضل نہیں کہ سب ایک ہی وقت میں اتریں، جمیعاً کہ تم کہتے ہو کہ سب آئے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

جميعا ايها المؤمنون لعلكم تفلحون ﴿١﴾ اور توبہ کرو اللہ تعالیٰ کی طرف تم سب اسے اہل ایمان! تاکہ تم فلاح پاؤ۔ (ت) نے یہ ارشاد فرمایا کہ سب مسلمان توبہ کریں حکم توبہ سب کو شامل ہو یا یہ فرض کیا کہ تمام دنیا کے مسلمان ایک وقت ایک ساتھ مل کر معاف توبہ کریں۔

ثانیاً اجتماع فی الوقت کہ بذریعہ فریبت اجتماع فی الحکم مفاد ہوا خود اس کے لیے بھی وضع مانو اس وقت سے وقت نماز مراد نہیں ہو سکتا کہ وضع الفاظ تعین اوقات نماز سے مقدم ہے لفظ جمیعاً اپنے معنی لغوی پر اہل جاہلیت بھی بولتے تھے جنہیں نماز سے خبر تھی نہ اس کے وقت سے، قول جرم اس تقدیر پر اس کا مفاد اتحاد نماز وقوع و مقارنت فی الصدور ہوگا وہ دو نماز فرض میں ناممکن اور اتصال بروہ تعقیب اس معنی جمیعاً کا فرو نہیں بلکہ صریح مباین، لاجرم پھر اُسی معنی واضح و روشن و اقل قلیقن یعنی اجتماع فی الحکم کی طرف رجوع لازم کہ تا صحت حقیقت مجاز کی طرف مصیر نامجاز خصوصاً مستدل کو۔

ثالثاً تعقیب ہی سہی پھر جمع صوری کی نفی کہاں سے ہوتی صلی جمیعاً یوں بھی صادق اور ادعائے تقدیم باطل و زانیہ ہکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق بجز اللہ آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ جمع تقدیم پر اصلاً کوئی دلیل نہیں کسی حدیث صحیح میں اس کی بوجہ بھی نہیں، ملا جی کا قطعی و مفسر کہہ دینا خدا جانے کس نشہ کی ترنگ تھی، سبحن اللہ! کیا ایسی ہی چوسوں یا پرتو قیامت منہوس قرآن و فصوص او پیش از وقت نماز کے بطلان پر اجماع امت ترک کرتے جاتیں گے اور خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باندھے ہوئے اوقات الٹ پلٹ ہو سکیں گے، یہ اچھا عمل بالحدیث ہے کہ اپنی خیال بندیوں پر رگ دغوی بلند اور قرآن عظیم و حدیث و اجماع سب سے آنکھیں بند و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین سیدنا و مولا نا محمد و آلہ و صحبہ اجمعین۔

فصل سوم تضعیف دلائل جمع تاخیر

الحمد للہ جمع تقدیم کے جواب سے فراغ تام ملا، اب جمع تاخیر کی طرف چلیے۔ ملا جی ہزار کاوش و کاہش یہاں بھی دو ہی حدیثیں چھانٹ پائے جن کے الفاظ متعددہ کے ذکر سے شاید عوام کو یہ وہم دلانا ہو کہ اتنی حدیثیں ہیں یہ دو حدیثیں وہی احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم مذکورہ صدر فصل اول و افاضہ ثانیہ میں جن کے بعض طرق و الفاظ حدیث اول جمع صوری و حدیث اول و دوم حدیث مجملہ میں گزرے ان کے بعض الفاظ بعض طرق کو لے القرآن ۳۴/۳۱ لے انوار التنزیل علی ہامش القرآن الکریم مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۸

ملاحی جمع حقیقی میں نص صریح سمجھ کر لائے اور بزعم خود بہت چمک چمک کر دعوے فرمائے ادھر کے مسکین نے اکثر افادات علمائے سابقین اور بعض اپنے سوانح جدیدہ سے اُن کے جوابوں میں کلام طویل کیے، فقیر غفرلہ المولیٰ القیدی کا یہ مختصر جواب نقل اقاویل و جمع ماقال و قیل کے لیے نہیں لہذا بعونہ تعالیٰ وہ افادات تازہ سنئے کہ فیض مولائے اجل سے قلب عبدِ ازل پر فائض ہوئے اہل نظر اگر مقابلہ کریں جلیل و عظیم فرق پر خود ہی مطلع ہوں گے واللہ یختص برحمۃ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم (اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ جسے چاہے مخصوص فرمائے اور اللہ تعالیٰ علم و فضل والا ہے۔ ت)

فاقول وبحول اللہ اصول حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چالیس سے زیادہ طرق اس وقت پیش نظر فقیر ہیں اُن میں نصف سے زائد تو محض محل جن میں سے اٹھارہ کی طرف ہم نے احادیث مجملہ میں اشارہ کیا ہے نصف سے کم اُن میں اکثر صاف صاف جمع صوری کی تصریح کر رہے ہیں جن میں سے چودہ روایات بخاری و ابو داؤد و نسائی و غیر ہم سے اوپر مذکور ہوئے، ہاں بعض میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بعد غروب شفق جمع کرنا مذکور اُن میں بھی بعض محض موقوف مثل روایت موطائے امام محمد:

اخبرنا مالک عن نافع ان ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما حين جمع بين المغرب والعشاء ما لمک، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب مغرب و عشاء کو جمع کیا تھا تو سارا حتی غاب الشفق

اور بعض میں رفع ہے تو بالفاظ اجمال یعنی حضور و الاصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تصریحاً اسی قدر منقول کہ جمع فرمائی قدر مرفوع میں غیبت شفق پر تنصیف نہیں مثل روایت بخاری:

حدثنا سعيد بن ابی مریم اخبرنا محمد بن جعفر قال اخبرني زريد، هو ابن اسلم، عن ابيه، قال: كنت مع عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما بطريق مكة، فبلغه عن صفية بنت ابی عبيد شدة وجع، فاسرع السير، حتى اذا كان بعد غروب الشفق، ثم نزل فصلى المغرب

حدیث بیان کی ہم سے سعید بن ابی مریم نے، اس کو خیر دی محمد بن جعفر نے، اس کو زید بن اسلم نے اپنے والد سے کہ میں مکہ کے راستے میں عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ تھا قرآن کو صفیہ بنت ابی عبید کے بارے میں اطلاع ملی کہ وہ سخت درد میں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رفتار تیز کر دی یہاں تک کہ شفق غروب ہو گئی۔ اس کے بعد وہ اترے اور

والعقمة، یجمع بینہما، فقال، انی سראیت
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اذا جد بہ السیراخر المغرب وجمع بینہما۔

ورواہ مسلم،

حدثنا محمد بن مثنیٰ نایحی عن
عبید اللہ عن نافع ان ابن عمر کان اذا
جد بہ السیر جمع بین المغرب والعشاء،
بعد ان یغیب الشمس، ویقول: ان رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا
جد بہ السیر جمع بین المغرب والعشاء۔
ورواہ الطحاوی فقال: حدثنا ابن
ابی داؤد ثنا مسدد ثنا یحییٰ بن سنان
ومتنا۔

ورواہ ابی داؤد،

حدثنا سلیمان بن داود العتکی ناعما دنا
ایوب عن نافع ان ابن عمر، استصرخ
على صفيّة، وهو بمكة، فصار حتى غربت
الشمس و بدت النجوم، فقال: ان النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم كان اذا عجل
به امر في سفر بين هاتين الصلاتين،

مغرب وعشاء کی نماز پڑھی، دونوں کو جمع کیا، پھر کہا کہ
میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ
جب انھیں سفر میں جلدی ہوتی تھی تو مغرب کو مؤخر
کر کے دونوں کو جمع کر لیتے تھے۔ (ت)

حدیث بیان کی ہم سے محمد ابن شنی نے یحییٰ سے، اس نے
عبید اللہ سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر کو جب
سفر میں جلدی ہوتی تھی تو شفق غائب ہونے کے بعد
مغرب وعشاء کو جمع کر لیتے تھے اور کہتے تھے کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی جب سفر میں جلدی
ہوتی تھی تو مغرب وعشاء کو جمع کر لیتے تھے۔ طحاوی
نے بھی ابن ابی داؤد سے، اس نے مسدد سے،
اس نے یحییٰ سے یہی روایت کی ہے، ایک ہی سند
اور متن کے ساتھ۔ (ت)

حدیث بیان کی ہم سے سلیمان ابن داود عتکی نے
عماد سے، اس نے ایوب سے، اس نے نافع سے
کہ ابن عمر جب مکہ میں تھے تو ان کو صفیہ کی شدید
بیماری کی اطلاع ملی اور وہ چل پڑے، یہاں تک
کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے ظاہر ہو گئے،
تو کہا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں

- ۱۔ صحیح البخاری باب المسافر اذا جد بہ السیر وتعلل انی اہل مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۴۳/۱
۲۔ صحیح مسلم باب جواز الجمع بین الصلاتین فی السفر " " " " ۲۴۵/۱
۳۔ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین کیف ہو مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۲/۱

البتہ غیر صحیحین کی بعض روایات میں فعل کی تفسیر کی طرف اشارہ کر کے رفع ہے وہ یہ ہیں، روایت ابی داؤد،

حدیث بیان کی ہم سے عبد الملک ابن شعیب نے اس حدیث میں ابن وہب سے، اس نے لیث سے، اس نے کہا کہ ربیعہ نے میری طرف لکھا کہ عبد اللہ ابن دینار نے مجھے بتایا ہے کہ میں عبد اللہ ابن عمر کے ساتھ تھا کہ سورج ڈوب گیا تو ہم چلتے رہے یہاں تک کہ جب شام ہو گئی تو ہم نے کہا "نماز" مگر وہ چلتے رہے یہاں تک کہ شفق غائب ہو گئی اور تارے نمایاں ہو گئے، اس وقت آپ اترے اور دونوں نمازیں اکٹھی پڑھیں، پھر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ کو سفر میں جلدی ہوتی تھی تو جس طرح میں نے نماز

حدثنا عبد الملك ابن شعیب نا ابن وہب عن الليث، قال، قال ربیعة، یعنی کتب الیہ، حدثنی عبد اللہ بن دینار، قال، غابت الشمس، وانا عند عبد اللہ بن عمر، فسرنا، فلما رأیناه قد اصبح، قلنا: الصلاة، فصار حتی غاب الشفق و تقویت النجوم، ثم انه نزل فصلى صلاتین جمیعاً، ثم قال، رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جددہ السیر صلی صلاتی هذه، يقول یجمع بينهما بعد لیلة

پڑھی ہے اسی طرح آپ بھی پڑھا کرتے تھے، یعنی رات ہونے کے بعد اکٹھا پڑھتے تھے۔ (ت)
روایت ترمذی:

حدیث بیان کی ہم سے ہناد نے عبدہ سے، اس نے عبید اللہ بن عمر سے، اس نے نافع سے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے اہل خانہ میں سے کسی کی سخت بیماری کی اطلاع ملی تو تیزی سے روانہ ہوئے اور مغرب کو اتنا مؤخر کیا کہ شفق ڈوب گئی، پھر دونوں کو ملا کر پڑھا بعد میں ساتھیوں کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی تھی تو اسی طرح کرتے تھے۔ ابو عیسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ (ت)

حدثنا هنادنا عبدہ عن عبید اللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، انه استعین علی بعض اہله فجددہ السیر، وأخرا المغرب حتی غاب الشفق، ثم نزل فجمع بينهما، ثم أخبرهم: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یفعل ذلك اذا جددہ السیر۔ قال ابو عیسی: هذا حدیث حسن صحیح

روایت نسائی

اخبرنا اسحق بن ابرہیم ثنا سفین عن ابن ابی نجیم عن اسمعیل بن عبد الرحمن عن شیخ من قریش، قال، صحبت ابن عمر الى الحمى، فلما غربت الشمس، هبت ان اقول له: الصلاة، فصار حتى ذهب بياض الافق وفحمة العشاء، ثم نزل فصلى المغرب ثلاث ركعات، ثم صلى ركعتين على اثرهما، قال، هكذا رايت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يفعل۔

خبر دی ہیں اسنی ابن ابراہیم نے سفین سے، اس نے ابو نعیم سے، اس نے اسمعیل ابن عبد الرحمن سے جو کہ ایک قریشی شیخ ہے کہ میں ابن عمر کے ساتھ تھا جب وہ چراگاہ کو گئے اور سورج ڈوب گیا تو ان کی ہیبت کی وجہ سے میں ان کو نماز کے بارے میں کہہ سکا چنانچہ وہ چلتے رہے یہاں تک کہ اُفّ کی سفیدی ختم ہو گئی اور عشاء کی سیاہی ماند پڑ گئی، اس وقت اترے اور مغرب کی تین رکعتیں پڑھیں، پھر متصلاً (عشاء کی) دو رکعتیں پڑھیں کہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح پڑھتے دیکھا ہے۔ (ت)

بظاہر زیادہ مستحبی جواب یہی تین روایتیں تھیں مگر فقیر یعون الملک القذیر عز وجل وہ جوابات شافیہ و کافیہ و تقریرات صافیہ و وافیہ بیان کر کے کہ یہ سناؤں طرق اور ان کے سوا اور بھی کچھ ہو تو سب کو بحول اللہ تعالیٰ کفایت کریں۔

فاؤل وباللہ التوفیق وبالعروج علی اوج التحقیق۔

جواب اول اسی حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے طرق کثیرہ جلیلہ صحیحہ کہ سابقاً ہم نے ذکر کیے صاف و اشکاف با واز بہت تقریحات قاہرہ فرما رہے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز مغرب غروب شفق سے پہلے پڑھی اور عشاء غروب شفق کے بعد، اور اسی کو حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا ان روایات صحاح و حسان و جلیلۃ الشان پر پھر نگاہ تازہ کیجئے۔ امام سالم صاحب زادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایات مرویہ صحیح بخاری و سنن نسائی و صحیح اسمعیلی وغیرہ میں فرما رہے ہیں کہ دو تین میل چل کر جب تارے کھل آئے اتر کر مغرب پڑھی پھر عشاء۔ عبد اللہ بن واقد شگرد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایات مرویہ سنن ابی داؤد میں روشن تر فرماتے ہیں کہ غروب شفق سے پہلے اتر کر مغرب پڑھی پھر نظر رہے یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اُس وقت عشاء پڑھی، طرزیہ کہ وہی امام تافع تلمیذ خاص و رفیق سفر و حضر ابن عمر کہ ان غروب شفق

والی سات روایتوں میں چار انہیں سے ہیں وہی وہاں اپنی روایات کثیرہ مرویہ سنن ابی داؤد و سنن نسائی وغیرہ میں یوں ہی واضح و جلی تر فرما رہے ہیں کہ جب تک مغرب پڑھی ہے شفق ہرگز نہ ڈوبی تھی بلکہ بعد کو بھی انتظار فرمایا پڑا جب ڈوب گئی اُس وقت عشا کی تکبیر کہی اور اول تا آخر ان سب روایات میں تصریح صریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کرتے بلکہ حدیث امام سالم میں یوں ہے کہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جسے جلدی ہو وہ اس طرح پڑھا کرے، لله انصاف ! ان صاف الفاظ مفسرہ قصص میں کہیں بھی گنجائش تاویل و تبدیل ہے اور شک نہیں کہ قصہ صفیہ زوجہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو وہاں اور یہاں دونوں طرف کی روایات میں مذکور ایک ہی بات تھا بلکہ انہیں امام نافع سے مروی کہ ابن عمر سے عمر بھر میں صرف اسی بار جمع معلوم ہے اس کے سوا کسی سفر میں انہیں جمع کرتے نہیں دیکھا، سنن ابی داؤد میں بطریق امام ایوب سختیابی مذکور :

انہ لم یرا بن عمر جمع بینہما قط ، الا تلك اللیلہ ، یعنی لیلۃ استصرخہ علی صفیۃؓ اہاما قال : وروی من حدیث مکحول عن نافع : انہ ساء ای ابن عمر فعل ذلك مرة او مرتین۔ اہ فاقول : فیہ شك و التثک لا یعارض الجزم۔

کہ اس نے ابن عمر کو کبھی دو نمازیں جمع کرتے نہیں دیکھا مگر اس رات۔ یعنی صفیہ کی بیماری کی اطلاع والی رات۔ اور وہ جو اس نے کہا ہے کہ مکحول کی حدیث میں نافع سے مروی ہے کہ اس نے ابن عمر کو ایک بار جمع کرتے دیکھا تھا یا دوبار، تو میں کہتا ہوں کہ اس میں شک ہے اور شک سے یقین کا معارضہ نہیں کیا جاسکتا۔

حدیث نسائی و طحاوی میں انہیں امام نافع سے گزرا کہ میں نے اُن کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی محافظت فرماتے۔ حدیث کتاب الحج میں انہیں نافع سے تھا کہ ابن عمر اذان ہوتے ہی مغرب کے لیے اُترے اس بار دیر لگائی، روایت نسائی و طحاوی و حج میں تھا بھی گمان ہوا کہ اس وقت نماز انہیں یاد نہ رہی یہ سب اُسی قول نافع کے مؤید ہیں معہذا شک نہیں کہ اصل عدم قعدہ ہے تو جب تک صراحت قعدہ ثابت نہ ہوتا اس کے ادعا کی طرف راہ نہ تھی خصوصاً مستدل کو جسے احتمال کافی نہیں دفع تعارض کے لیے اس کا اختیار اس وقت کام دیتا کہ خود قصہ صفیہ میں دونوں روایات صحیحہ قبل غروب و بعد غروب موجود نہ ہوتیں۔

فسقط ما التجأ الیہ بعض المتأخرین ، من العلماء المتخالفین فی المسألة ، ظنا منه انہ یدرؤ بہ التعارض ، وما کان وہ توجیہ ساقط ہو گئی جس کو اس مسئلے کے مخالف علماء متاخرین نے اس خیال سے اختیار کیا ہے کہ اس طرح تعارض رفع ہو جائیگا، حالانکہ اس

کہ بے قصد مراجعت عدت بڑھانے کے لیے رجعت نہ کرو' و قال تعالیٰ :

فاذا بلغن اجلهن فامسكوهن بمعصر وقت او جب طلاق والیاں اپنی عدت کو پہنچیں تو انہیں بھلائی کے فاسقوھن بمعصر وقت لے

ظاہر ہے کہ عورت جب عدت کو پہنچ گئی نکاح سے کل گئی اب رجعت کا کیا محل اور اُسے روکنے چھوڑنے کا کیا اختیار، تو بالیقین قرب وقت کو وقت سے تعبیر فرمایا ہے یعنی جب عدت کے قریب پہنچے اُس وقت تک تمہیں رجعت ترک دونوں کا اختیار ہے، یہ مثالیں تو آیات قرآنیہ سے ہوئیں جنہیں امام طحاوی وغیرہ علماء مسئلہ وقت ظہر اور نیز اس مسئلہ میں افادہ فرما چکے۔ فقیر غفرلہ المولی القدر احادیث سے بھی مثالیں اور علمائے قائلین بالجمع سے بھی اس معنی و محاورہ کی تصریحیں ذکر کرے۔ **فاقول** و باللہ التوفیق،

حدیث اجری امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صبح اسرا بعد قرضیت نماز اوقات نماز معین کرنے اور ان کا اول آخر بتانے کے لیے دو روز حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی، پہلے دن ظہر سے فجر تک پانچوں نمازیں اول وقت پڑھیں اور دوسرے دن ہر نماز آخر وقت، اس کے بعد گزارش کی،

الموقت ما بیت ہذین الموقتین۔ وقت ان دونوں وقتوں کے بیچ میں ہے۔ (د) اس حدیث میں ابو داؤد و ترمذی و شافعی و طحاوی و ابن حبان و حاکم کے یہاں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

صلی بنی العصر حین کان ظلہ مثلہ فلما کان الغد صلی بنی الظہر حین کان ظلہ مثلہ۔ میرے ساتھ عصر کی نماز پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا، جب دوسرا دن ہوا تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر تھا۔ (د)

ترمذی کے الفاظ یوں ہیں،

صلی الممرۃ السانیۃ، الظہر، حین کان ظل کل شیء مثلہ، لوقت العصر بالامس۔ دوسری مرتبہ ظہر کی نماز تب پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر پڑھی تھی۔ (د)

لہ القرآن ۲/۶۵

۵۶/۱

مطبوعہ معبقاتی لاہور

کتاب الصلوٰۃ

لہ و لہ سنن ابی داؤد

۲۱/۱

ایمن کمپنی دہلی

لہ جامع الترمذی باب ما جاز فی مواقیت الصلوٰۃ

شافعی کے لفظ یہ ہیں :

ثم صلی الصلوة الاخری، الظهر، حین کان کل شیء قد رطله، قدر العصر بالامس۔

پھر دوسری مرتبہ نماز پڑھی ظہر کی، جب ہر چیز اپنے سائے کے ساتھ برابر تھی یعنی گزشتہ کل جس وقت عصر پڑھی تھی۔ (ت)

حدیث ۲ نسائی و طحاوی و حاکم و بزار نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

هذا جبریل، جاءكم يعلمكم دينكم - وفيه، ثم صلی العصر حین رأى الظل مثله، ثم جاءه الغد، ثم صلی به الظهر حین کان الظل مثله۔

یہ جبریل ہیں، تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے ہیں۔ اس روایت میں ہے کہ پھر عصر کی نماز پڑھی، جب دیکھا کہ سایہ ان کے برابر ہے۔ پھر دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور ظہر کی نماز پڑھی جبکہ سایہ ان کے برابر تھا۔ (ت)

بزار کے لفظ یوں ہیں :

جاءني، فصلی فی العصر حین کان فیئئ مثلی، ثم جاءني من الغد، فصلی فی الظهر حین کان فیئئ مثلی۔

جبریل میرے پاس آئے اور مجھے عصر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا، پھر دوسرے دن آئے اور ظہر کی نماز پڑھائی جبکہ میرا سایہ میرے برابر تھا۔ (ت)

حدیث ۳ نیز نسائی و امام احمد و اسلمی بن راہویہ و ابن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :

ان جبریل اقی النسبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حین کان ظل الرجل مثل شخصه فصلی العصر، ثم اتاه فی اليوم الشافی حین

جبریل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ اس کے قد جتنا ہوتا ہے اور عصر کی نماز پڑھی، پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر شخص کا سایہ

۱/۷۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت	۱/۷۱	جماع مراقیت الصلوة	۱/۷۱	لہ الاثم للشافعی
۱/۵۹	المکتبۃ السلفیۃ، لاہور	۱/۵۹	آخروقت الظہر	۱/۵۹	سنن النسائی
۱/۱۸۷	موسسۃ الرسالۃ بیروت لبنان	۱/۱۸۷	باب ای حین یصلی	۱/۱۸۷	کشف الاستار عن زوائد البزار

كان ظل الرجل مثل شخصه فصلی الظہر
 اس کے قد جتنا ہوتا ہے اور ظہر کی نماز پڑھی۔ (ت)
حدیث ۴ امام اسحق بن راہویہ اپنی سند میں حضرت ابوسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطریق
 حدثنا بشر بن عمرو والنہرانی ثنی مسلمۃ بن بلال ثنا یحییٰ بن سعید ثنی ابوبکر بن عمرو
 بن حزم عن ابی مسعود الانصاری اور بہیقی کتاب المعرفة میں بطریق ایوب بن عبثۃ ثنا ابوبکر
 بن عمرو بن حزم عن عمرو بن الزبیر عن ابن ابی مسعود عن ابیہ راوی اور یہ لفظ حدیث
 اسحق ہیں :

قال : جاء جبریل الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ، فقال : قم ، فصل ! و ذلك
 لدلوك الشمس حين مالت ، فقام رسول الله
 صلى الله تعالى عليه وسلم فصلی الظہر
 اربعاً ، ثم أتاه حين كان ظله مثله ، فقال :
 قم ، فصل ! فقام فصلی العصر اربعاً ، ثم
 أتاه من الغد حين كان ظله مثله ، فقال
 له : قم ، فصل ! فقام فصلی الظہر اربعاً۔
 کہا : جبریل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور
 کہا کہ اٹھئے اور نماز پڑھئے ! — اور یہ سورج
 ڈھلنے کا وقت تھا ، جب وہ ایک طرف جھک گیا تھا۔
 تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اٹھ کر ظہر کی
 چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوبارہ آئے جب ان کا سایہ
 ان کے برابر تھا اور کہا کہ اٹھئے اور نماز پڑھئے ! تو آپ
 نے اٹھ کر عصر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ پھر دوسرے دن
 آئے ، جب ان کا سایہ ان کے برابر تھا اور کہا کہ اٹھئے
 اور نماز پڑھئے ، تو آپ نے اٹھ کر ظہر کی چار رکعتیں پڑھیں۔ (ت)

حدیث ۵ ابن راہویہ سند میں عبدالرزاق سے اور عبدالرزاق مصنف میں بطریق اخبرنا معمر عن
 عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 سے راوی :

قال : جاء جبریل ، فصلی بالنبي صلى الله تعالى عليه وسلم ، فقال : قم ، فصل ! فقام فصلی الظہر اربعاً ، ثم
 أتاه من الغد حين كان ظله مثله ، فقال
 له : قم ، فصل ! فقام فصلی الظہر اربعاً۔
 کہا : جبریل آئے اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظہر کی نماز
 پڑھائی اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو گوں کو نماز
 لے سنن النسائی آخر وقت العصر
 مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور

۶۰/۱

۷۰ مسند ابن اسحاق

۸۰ کتاب المعرفة

۹۰ مسند ابن اسحاق

۱۰۰ شہ المصنف بعد الرزاق

باب المواقيت مطبوعہ المکتبہ الاسلامی بیروت

۵۳۴/۱

تعالیٰ علیہ وسلم بالناس، حین تزلزل الشمس،
الظهر، ثم صلی العصر حین کان ظلہ مثله،
قال: ثم جاء جبریل من الغد، فصلی الظهر
بالنبي صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم، وصلی
النبي صلی الله تعالیٰ علیہ وسلم بالناس، الظهر،
حین کان ظلہ مثله۔

پڑھائی جب سورج کا زوال ہو گیا تھا، پھر عصر پڑھی جب
ان کا سایہ ان کے برابر تھا۔ راوی نے کہا: پھر
دوسرے دن جبریل آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ظہر کی نماز
پڑھائی جب ان کا سایہ ان کے برابر
ہو گیا تھا۔ (ت)

حدیث ۶ وار قطنی سنن اور طبرانی معجم کبیر اور ابن عبد البر تمہید میں بطریق ایوب بن عتبہ عن
ابی بکر بن حزم عن عروۃ بن الزبیر حضرت ابوسعود انصاری و بشیر بن ابی مسعود و نون صحابی رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے راوی،

ان جبریل جاء الى النبي صلی الله تعالیٰ
علیہ وسلم حین ذلکت الشمس، فقال:
یا محمد! صل الظهر، فصلی، ثم جاء
حین کان ظل کل شیء مثله، فقال:
یا محمد! صل العصر، فصلی، ثم جاء الغد
حین کان ظل کل شیء مثله، فقال: صل
الظهر۔ الحدیث۔

جبریل، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے جب
سورج ڈھل چکا تھا اور کہا: یا محمد! ظہر کی
نماز پڑھئے! تو آپ نے ظہر پڑھی۔ پھر دوبارہ آئے
جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر تھا اور کہا:
یا محمد! عصر کی نماز پڑھئے! تو آپ نے عصر پڑھی۔
پھر دوسرے دن آئے جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے
برابر تھا اور کہا: ظہر پڑھئے! الحدیث۔ (ت)

والکل مختصر ان سب حدیثوں میں کل کی عصر کی نسبت یہ ہے کہ جب سایہ ایک مثل ہوا نماز پڑھائی
اور بعینہ یہی لفظ آج کی ظہر میں ہیں کہ جب سایہ ایک مثل ہوا پڑھائی اور روایت ترمذی تو صاف صاف ہے کہ
آج کی ظہر اس وقت پڑھی جس وقت کل عصر پڑھی تھی حالانکہ مقصود اوقات کی تمیز اور ہر نماز کا ادل و آخر وقت میں
جدا جدا بنانا ہے لاجرم امام ابو جعفر وغیرہ نے ظہر امروزہ میں ان لفظوں کے یہی معنی لیے کہ جب سایہ ایک مثل کے
قریب آیا پڑھائی، معانی الآثار میں فرمایا:

احتمل ان یکون ذلك على قرب ان يصير ظل كل احتمال ہے کہ ظہر کی نماز اس وقت پڑھی ہو جب ہر چیز

یوں ہے :

ان سائلنا سأل النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ، فلم يرد عليه شيئاً ، حتى امر بـ لا ، فاقام الفجر حين انشق الفجر ، وفيه قلنا كان من الغد ، اقام الظهر في وقت العصر الذي كان قبله ، وصلى العصر وقد اصفرت الشمس اوقال ، امسى .

ایک پوچھنے والے نے رسول اللہ سے (اوقات نماز) پوچھے تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا ، یہاں تک کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو انھوں نے فجر کی اقامت اس وقت کہی جب ابھی پوٹھٹی ہی تھی۔ اس روایت (کے آخر) میں ہے کہ اگلے دن ظہر کی اقامت کہی جس وقت پچھلے دن عصر کی کہی تھی اور عصر کی نماز اس وقت پڑھی جبکہ سورج زرد ہو چکا تھا ، یا یوں کہا کہ شام ہو چکی تھی۔ (ت)

اس حدیث سے دو فائدہ زائدہ حاصل ہوئے :

اولاً اس میں صاف تصریح ہے کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی حالانکہ یہی حدیث ابی موسیٰ اسی طریق بدر بن عثمان نا ابوبکر بن ابی موسیٰ بن ابیہ سے مسلم و نسائی و ابن ابان و طحاوی کے یہاں ان لفظوں سے ہے : ثم اخر الظهر حتى كان قريبا من وقت العصر بالامس و لفظ النفا الى قريب = قریب ہوئی ۔ ثابِت ہو کہ وہاں بھی قُرب ہی مراد ہے اور قریب وقت کو نام وقت سے تعبیر درکنار صراحتہ ان لفظوں سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الذی لیس الامن رجال الترمذی (نا بدر بن عثمان) ثقة ، من رجال مسلم۔ (نا ابوبکر بن ابی موسیٰ) ثقة ، من رجال الستة۔ (عن ابی موسیٰ) الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

کی چار کتابوں کے راویوں میں سے ہے۔ واسطی مراد نہیں ہے جو کہ صرف ترمذی کے راویوں میں سے ہے (نا بدر بن عثمان) ثقة ہے ، مسلم کے راویوں میں سے ہے۔ (نا ابوبکر بن ابی موسیٰ) ثقة ہے ، صحاح ستہ کا راوی ہے (عن ابی موسیٰ) اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

بھی تعبیر کر لیتے ہیں کہ دوسری نماز کے وقت میں نماز پڑھی، یہ فائدہ یاد رکھنے کا ہے۔
 ثانیاً اس میں یہ بھی تصریح ہے کہ عصر اس حال میں پڑھی کہ سورج زرد ہو گیا تھا یا کہا شام ہو گئی، یہ بھی قطعاً قرب شام پر محمول۔

حدیث ۹ صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

وقت الظهر اذا زالت الشمس وكانت ظل الرجل كطوله ما لم يحضر العصر۔
 ظہر کا وقت اُس وقت ہے جب سورج ڈھلے اور سایہ آدمی کا اس کے قد کے برابر ہو جائے جب تک عصر کا وقت نہ آئے۔

حدیث ۱۰ امام طحاوی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث امامت جبریل میں راوی حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

صلی الظهر وفي كل شئ مثله۔
 اس وقت (نماز) پڑھی کہ سایہ ہر چیز کا اس کے برابر ہو گیا۔

جن کے نزدیک ایک مثل کے بعد وقت ظہر نہیں رہتا ان حدیثوں میں ایک مثل ہونے کو ایک مثل کے قریب پہنچنے پر عمل کرتے ہیں۔

حدیث ۱۱ امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک روز نماز عصر کو بہت اخیر کرنا اور عروہ بن زبیر کا اگر حدیث امامت جبریل سننا کہ صحیحین وغیرہ میں مروی اس میں طبرانی کی روایت یوں ہے،
 دعا المؤذن لصلاة العصر فامسى عمر بن عبد العزيز قبل ان يصليها۔
 مؤذن نے نماز عصر کے لیے بلایا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شام کر دی اور ابھی نماز عصر نہ پڑھی۔ (ت)

یعنی عمر نے شام کر دی اور ہنوز نماز عصر نہ پڑھی۔ امام قسطلانی شافعی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری اور علامہ عبد الباقی زرقانی مالکی شرح مؤطا میں فرماتے ہیں،

محمول على انه قارب المساء حدیث کی مراد یہ ہے کہ شام قریب آئی

- ۱۔ صحیح مسلم باب الصلوات الخمس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۱/۱
 ۲۔ شرح معانی الآثار باب مروقۃ الصلوة ۱۰۲/۱
 ۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی مسند ابوسعود انصاری حدیث ۵۶، مطبوعہ المکتبۃ النبویہ بیروت ۲۵۹/۱۸

لا انه دخل فيه۔
خود صحیح بخاری کتاب بدر الخلق میں ہے، اخوالعصر وشیا (عصر میں کچھ تاخیر کی) افادہ الحافظ
فی فتح الباری۔

حدیث ۱۲ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا کہ سحری کھاؤ پو یہاں تک کہ ابن اُم مکتوم
اذان دے، اس پر صحیح بخاری شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے،
قال کان من جلالا یتادی حتی یقال له اصبححت وہ اذان نہ دیا کرتے تھے یہاں تک کہ اُن سے کہا جاتا
اصبححت۔ تمہیں صبح ہوگئی صبح ہوگئی۔

اگر اُن کی اذان سے پہلے صبح ہو چکتی تھی تو اس ارشاد کے کیا معنی کہ جب تک وہ اذان نہ دیں کھاتے پیتے
رہو۔ لہذا قسطلانی شافعی ارشاد اور امام عینی عمدہ میں فرماتے ہیں:

واللفظ لا ارشاد المعنی قاریت الصبح علی حد قوله تعالیٰ فاذا بلغن اجلهن یعنی لوگوں کے
اس قول کے کہ صبح ہوگئی صبح ہوگئی یہ معنی ہیں کہ صبح قریب آتی قریب آتی، جیسے آیت میں فرمایا کہ عورتیں میعاد
کو پہنچیں یعنی قریب میعاد۔ نیز اسی حدیث میں ارشاد اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے،
فانه لا یؤذن حتی یطلع الفجر۔ ابن اُم مکتوم اذان نہیں دیتے یہاں تک کہ فجر طلوع کرے۔

ارشاد شافعی کتاب الصیام میں ہے، ای حتی یقارب طلوع الفجر (یعنی یہاں تک کہ طلوع فجر
قریب آئے)۔ بالجملہ اس محاورہ کے شیوع تمام سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا اگر بالفرض وہ روایات صحیحہ جلیلہ صریحہ
صلوٰۃ مغرب پیش از غروب شفق میں نہ بھی آئیں تاہم جبکہ ہر نماز کے لیے جدا وقت کی تعیین اور پیش از وقت یا وقت
خوت کر کے نماز پڑھنے کی توہم یقینی قطعی اجماعی تھی ان روایات میں یہ مطلب بنظر محاورہ عمدہ محتمل اور استدلال مستدل
بتطرق احتمال باطل و محتمل اور آیات و احادیث تعیین اوقات کا ان سے معارضہ غلط و مہمل ہوتا نہ کہ خود اسی حدیث

- ۱۔ ارشاد الساری شرح البخاری مواقیت الصلوٰۃ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۴۷۷/۱
۲۔ صحیح البخاری کتاب بدر الخلق باب ذکر الملائکۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۷/۱
۳۔ صحیح البخاری باب اذان الاعلیٰ الخ " " " " ۸۶/۱
۴۔ ارشاد الساری شرح بخاری باب اذان الاعلیٰ الخ " " " " دار الکتب العربیہ بیروت ۱۱/۲
۵۔ صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا ینعکم من سحرکم اذان بلال مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۵۷/۱
۶۔ ارشاد الساری " " " " " " " " مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۳۶۳/۳

میں بالخصوص وہ صاف صریح مفسر نصوص اور انھیں بزور زبان بخاری و مسلم سب بالائے طاق رکھ کر مردود و اہیات بتائیے یا ان محتملات کے معارض بنا کر شاذ و مردود ٹھہرائیے یہ کیا مقتضائے انصاف و دیانت ہے یہ کیا محدث کی شان نزاکت ہے۔ اب تو بھگوان سب جعل کھل گیا، حق و باطل میزان نظر میں مل گیا، اور واضح ہوا کہ یہ ساتوں روایتیں بھی انھیں محاورات سے ہیں جن میں دو آیتیں اور بارہ حدیثیں ہم نے نقل کیں ان سات سے مل کر اکیس مثالیں ہوئیں واللہ التوفیق۔

جواب دوم جانے دو ان میں قبل ان میں بعد یونہی سمجھو پھر ہمیں کیا مضر اور تمہیں کیا مفید۔ شفقین دو ہیں: احمر و ابیض۔ ان روایات قبل میں سپیدی مراد ہے ان روایات بعد میں سُرخ۔ یوں بھی تعارض مندرجہ اور سب طرق مجتمع ہو گئے۔ حاصل یہ نکلا کہ شفقِ احمر ڈوبنے کے بعد شفقِ ابیض میں نماز مغرب پڑھی اور انتظار فرمایا جب سپیدی ڈوبی عشا پڑھی۔ یہ بعینہ ہمارا مذہب مہذب اور ہمارے امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طور پر جمیع صورتی ہے حقیقی تو جب ہوتی کہ مغرب بعد غروب سپیدی پڑھی جاتی اس کا ثبوت تم ہرگز نہ دے سکے۔ یہ جواب ہنگامہ اولیں ذہن فقیر میں آیا تھا پھر دیکھا کہ امام ابن الہمام قدس سرہ نے یہی افادہ فرمایا۔

رہی روایت ہفتم سار حقیقی ذہب بیاض الا فقی و فحمة العشاءؑ پتلے رہے یہاں تک کہ افق کی سفیدی اور عشا کی سیاہی ختم ہو گئی۔ (ت) جس میں افق کی سپیدی جانے کے بعد نزول ہے۔

اقول واللہ استعین اولاً یہ بھی کب رہی اس میں بھی وہی تقریر جاری جیسے غاب الشفق بمعنی کا دان یغیب یوں ہی ذہب البیاض بمعنی کا دان یذہب۔

ثانیاً حدیث میں بیاض افق ہے نہ بیاض شفق، کنارہ شرقی بھی افق ہے، بعد غروب شمس مشرق سے سیاہی اٹھتی اور اُس کے اوپر سپیدی ہوتی ہے جس طرح طلوع فجر میں اس کا عکس، جسے قرآن عظیم میں حتیٰ یتبئن لکم الخیط الا بیض من الخیط الاسود من الفجر (یہاں تک کہ فجر کے سیاہ دھاگے سے سفید دھاگا تمہارے لیے واضح ہو جائے۔ ت) فرمایا، جب فجر بلند ہوتی ہے وہ خیطِ اسود جاتا رہتا ہے، یونہی جب مشرق سے سیاہی بلند ہوتی ہے سپیدی شرقی جاتی رہتی ہے اور ہنوز وقت مغرب میں وسعت ہوتی ہے اور اس پر عمدہ قرینہ یہ کہ بیاض کے بعد فجر عشا سر شام کا دھند لکا ہے کہ موسم گرما میں تیزی نور شمس کے سبب بعد غروب نظر کو ظاہر ہوتا ہے جب تارے کھل کر روشنی دیتے ہیں زائل ہو جاتا ہے جیسے چراغ کے سامنے سے تاریکی میں آکر کچھ دیر سخت ظلمت معلوم ہوتی ہے پھر نگاہ ٹھہرتی ہے، زہر الرئی میں ہے، فحمة

لہ سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافرین المغرب والعشاء مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب نور محمد کراچی ۹۹/۱

العشاء، ہی اقبال اللیل و اول سوادہ (فجر العشاء رات کے آنے کو اور اس کی ابتدائی سیاہی کو کہتے ہیں۔ ت) شرح جامع الاصول للمصنف میں ہے،

ہی شدۃ سواد اللیل فی اولہ، حتی اذا سکن فوراً، قلت بظہور النجوم و بسط نورہا۔
ولان العین اذا نظرت الی الظلمۃ ابتداءً۔
لا تکاد تری شیئاً۔
وہ رات کا ابتدائی حصے میں بہت سیاہ ہونا ہے۔ پھر جب اس کا جوش ٹھہر جاتا ہے تو تاروں کے نکلنے اور ان کی روشنیاں پھیلنے سے سیاہی کم ہو جاتی ہے، اور اس لیے بھی کہ آنکھ جب ابتداء میں تاریکی کی طرف نظر کرتی ہے تو کچھ نہیں دیکھ پاتی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ اس کا جانا بیاض شفق کے جانے سے بہت پہلے ہوتا ہے تو بیاض شفق جانا بیان کر کے پھر اس کے ذکر کی کیا حاجت ہوتی، ہاں بیاض شرقی اس سے پہلے جاتی ہے تو اس معنی صحیح پر فجر عشاء کا ذکر عبث و لغو نہ ہوگا۔

مثلاً یہی حدیث اسی طریق مذکور سفیان سے امام طحاوی نے یوں روایت فرمائی،

حدثنا فہد ثنا الحسن بن علی بن عیینہ عن ابن ابی نجیح عن اسمعیل بن ابی ذویب قال، کنت مع ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، فلما غربت الشمس، ہبنا ان نقول، الصلوة، فصار حتی ذهب فحمة العشاء و سرأینا بیاض الافق، فنزل فصلی ثلثا المغرب، و اثنتین العشاء، و قال، ہکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یفعل۔
حدیث بیان کی ہم سے فہد نے حمانی سے، اس نے ابن عیینہ سے، اس نے ابن ابی نجیح سے، اس نے اسمعیل بن ابی ذویب سے کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب سورج ڈوب گیا تو ان کی ہبیت کی وجہ سے ہم انھیں نماز کا نہ کہہ سکے وہ چلتے رہے یہاں تک کہ عشاء کی سیاہی ختم ہو گئی اور ہم نے افق کی سفیدی دیکھ لی۔ اس وقت اگر کہ مغرب کی تین رکعتیں اور عشاء کی دو رکعتیں پڑھیں اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ (ت)

یہ بقائے شفق ابیض میں نص صریح ہے کہ سرشام کا دھند لگا جاتا رہا اور ہمیں افق کی سپیدی نظر آئی

لے زہر الربی مع سنن النسائی بین السطور زیر حدیث مذکور مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب نور محمد کراچی ۹۹/۱
جامع الاصول للمصنف

شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۱۱/۱

اُس وقت نماز پڑھی اور کہا اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا۔

را بعاً ملاجی! آپ تو بہت محدثی میں دم بھرتے ہیں صحیح حدیثیں بے وجہ محض تو رد کرتے آئے بخاری و مسلم کے رجال ناحق مردود الروایہ بنائے اب اپنے لیے یہ روایت حجت بنالی جو آپ کے مقبولہ اصول محدثی پر ہرگز کسی طرح حجت نہیں ہو سکتی اس کا مدار ابن ابی نجیح پر ہے وہ مدلس تھا اور یہاں روایت میں غنغنه کیا اور غنغنه مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتد میں مردود و نامستند ہے اسی آپ کی مبلغ علم تقریب میں ہے!

عبد اللہ بن ابن نجیح یسار المکی ابو یسار
عبد اللہ ابن ابی نجیح یسار المکی ابو یسار ثقفی، بنی ثقیف کا
الثقفی، مولا ہم، ثقہ، سر فی بالقدر، و
آزاد کردہ، ثقہ ہے، قدری ہونے سے متم ہے،
سبھا دلس۔ بسا اوقات مدلس کرتا ہے۔ (ت)

وہ قسم مرسل سے ہے تقریب و تدرب میں ہے:

الصحيح التفصيل، فما رواه بلفظ محتمل
لم يبين فيه السماع، فمرسل لا يقبل،
و ما بين فيه، كسمعت، و حدثنا، و اخبرنا،
و شبهها، فمقبول يحتج به۔
صحيح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے، یعنی مدلس کی وہ
روایت جو ایسے لفظ سے ہو جو سماع کا احتمال تو رکھتا
ہو مگر سماع کی تصریح نہ ہو، تو وہ مرسل ہے اور غیر مقبول
ہے، اور جس میں سماع کی صراحت ہو، جیسے سمعت،
حدثنا، اخبرنا اور ان جیسے الفاظ تو وہ مقبول ہے اور قابل استدلال ہے۔ (ت)

اور مرسل کی نسبت آپ خود فرما چکے روایت مرسل حجت نہیں ہوتی نزدیک جماعت فقہا و جمہور محدثین کے۔
یہ آپ نے اُس حدیث صحیح متصل کو مردود و مرسل بنا کر فرمایا تھا جس کا ذکر لطیفہ دہم میں گزرا جھوٹے اعلائے ارسال
پر تو یہ جوش و خروش اور پتے ارسال میں یوں گنگ و خاموش، یہ کیا متفقائے حیا و دیانت ہے۔

جواب سوم حدیث مذکور کے اصلاً کسی طرفی میں نہیں کہ حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے بعد غروب شفق ابیض نماز مغرب پڑھی نہ ہرگز ہرگز کسی روایت میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے بعد زسفر وقت حقیقتہً قضا کر کے دوسری نماز کے وقت میں پڑھنے کو فرمایا۔ ابن عسمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما کا مذہب یہ ہے کہ وقت مغرب شفق احمر تک ہے

الدارقطنی عن ابن عمر، رفعه، والصحيح
وقفه، افاده البيهقي والنووي، انه قال:
وارقطنی نے ابن عمر سے مرفوعاً روایت کی ہے، لیکن
صحیح یہ ہے کہ یہ موقوف ہے، جیسا کہ بیہقی اور نووی نے

لہ تقریب التہذیب ترجمہ عبد اللہ ابن نجیح مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۱۴۴

لہ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی القسم الثانی من النوع الثانی عشر دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۲۹
ف: معیار الحق ص ۴۰۱

افادہ کیا ہے کہ ابن عمر نے کہا ہے کہ شفق سُرخِ کو
کہتے ہیں۔ (ت)

اور ہمارے نزدیک شفق ابیض تک ہے۔ هو الصبح سواية والرجيح دراية وقضية الدليل
فعلیه التعلیل (یہی روایت صحیح ہے، اسی کو درایت ترجیح ہے اور دلیل کا تقاضا بھی یہی ہے اس لیے اسی پر اعتماد
ہے۔ ت) ہمارا مذہب اجلائے صحابہ مثل افضل الخلق بعد الرسل صدیق اکبر و اُمّ المؤمنین صدیقہ و امام العلماء
معاذ بن جبل و سید القراء ابی بن کعب و سید الحفاظ ابو ہریرہ و عبد اللہ بن زبیر و غیر ہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم و اکابر تابعین
مثل امام اجل محمد باقر و امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز و اجلائے تبع تابعین مثل امام الشام اوزاعی و امام الفقہاء و
المحدثین و الصالحین عبد اللہ بن مبارک و زفر بن النذیل و ائمہ لغت مثل مبرد و ثعلب و فرار و بعض کبرائے شافعیہ مثل
ابو سلیمان خطابی و امام مزنی تلمیذ خاص امام شافعی و غیر ہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم سے منقول کما فی عمدۃ القاری
و غنیۃ المستملی و غیرہما۔ اب اگر ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صراحت ثابت بھی ہو کہ انہوں نے بعد غروب
ابیض مغرب پڑھی تو صاف محتمل کہ انہوں نے کسی سفر میں سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعد شفقِ احمر شفقِ
ابیض میں مغرب اور اُس کے بعد عشاء پڑھتے دیکھا اور اپنے اجتہاد کی بنا پر یہی سمجھا ہو کہ حضور و الاصلوات اللہ تعالیٰ
وسلامہ علیہ نے وقت قضا کے جمع فرمائی اب چاہے ابن عمر سے ثابت ہو جائے کہ انہوں نے پہر رات گئے بلکہ
آدھی رات ڈھلے مغرب پڑھی یہ اُن کے اپنے مذہب پر مبنی ہو گا کہ جب وقت قضا ہو گیا تو گھڑی اور پہر سب یکساں
مگر ہم پر حجت نہ ہو سکے گا کہ ہمارے مذہب پر وہ جمع صوری ہی تھی جسے جمع حقیقی سے اصلاً علاقہ نہ تھا یہ تقریر بحمد اللہ
تعالیٰ وافی و کافی اور مخالف کے تمام دلائل و شبہات کی داغ و نافی ہے اگر حجت ہے تو کوئی حدیث صحیح صریح
ایسی لاؤ جس سے صاف صاف ثابت ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حقیقتہً شفقِ ابیض گزار کر وقت
اجتماعی عشاء میں مغرب پڑھی یا اس طور پڑھے کا حکم فرمایا مگر بحول اللہ تعالیٰ قیامت تک کوئی حدیث ایسی نہ دکھا سکو گے
بلکہ احادیث صحیحہ صریحہ جن میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جمع فرمانا اور اس کا حکم دینا آیا وہ صراحتہً ہمارے
موافقی اور جمع صوری میں ناطق ہیں جن کا بیان واضح ہو چکا پھر ہم پر کیا جبر ہے کہ ایسی احتمالی باتوں مذہب خیالوں پر عمل
کریں اور اُن کے سبب نمازوں کی تعیین و تخصیص اوقات کے نصوص قاطعہ قرآن و حدیث و اجماع امت سے ثابت ہے
چھوڑ دیں۔ ہکذا ینبغي التحقیق واللہ تعالیٰ اعلم۔

حدیث النس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مروی بطریق عقیل بن خالد عن ابن شہاب عن النس

جس کے ایک لفظ میں ہے کہ ظہر کو وقتِ عصر تک تاخیر فرماتے،
الشیخان ابو داؤد والنسائی، حدثننا قتیبہ، بخاری، مسلم، ابو داؤد اور نسائی کہتے ہیں کہ حدیث

بیان کی ہم سے قیقیہ نے — ابو داؤد نے اضافہ کیا ہے
 ”اور ابن موبہب المعنی نے“ دونوں مفضل سے روایت
 کرتے ہیں۔ یہی روایت بخاری نے بواسطہ حسان واسطی
 تنہا بھی کی ہے، اور آئندہ الفاظ اسی کے ہیں۔ حدیث
 بیان کی ہم سے مفضل نے عقیل سے، اس نے ابن شہاب
 سے، اس نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر زوال سے پہلے روانہ ہو جائے
 تھے تو ظہر کو عصر تک مؤخر کر دیتے تھے، پھر دونوں کو اکٹھا
 پڑھ لیتے تھے — قیقیہ کے الفاظ یوں ہیں: ”پھر
 اُترتے تھے اور دونوں کو اکٹھا پڑھتے تھے“ — اور اگر زوال ہو جاتا تھا — قیقیہ کے الفاظ یوں ہیں: ”اور اگر
 روانگی سے پہلے زوال ہو جاتا تھا“ — تو ظہر پڑھ کے سوار ہوتے تھے۔ (ت)

نراد ابو داؤد وابن موبہب المعنی، قالنا
 المفضل ح والبخاری وحده، حدثنا حسان
 الواسطی، وهذا لفظه، ثنا المفضل بن
 فضالة عن عقیل عن ابن شہاب عن الربیع
 بن الکرک، قال: کان رسول اللہ صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم، اذا امر تحل قبل ان تنزغ
 الشمس، اخر الظہر الی وقت العصر، ثم یجمع
 بینہما، واذا امر اغت الشمس قبل ان یرتحل
 صلی الظہر ثم یرکب۔

دوسرے لفظ میں ہے ظہر کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ عصر کا اول وقت داخل ہوتا پھر جمع کرتے۔
 صحیح مسلم میں ہے، حدثنی عمر والناتقنا شایبہ بن عبد اللہ
 المدائنی نا لیت بن سعد عن عقیل، فذکرہ،
 وفیہ: اخر الظہر حتی یدخل اول وقت العصر
 ثم یجمع بینہما۔
 حدیث بیان کی ہم سے عمرو الناقد نے شہاب سے، اس نے
 لیت سے، اس نے سعد سے، اس نے عقیل سے،
 اس کے بعد روایت ذکر کی، اس میں ہے کہ ظہر کو
 مؤخر کرتے یہاں تک کہ عصر کا ابتدائی وقت داخل ہو جاتا،
 پھر دونوں کو جمع کر لیتے۔ (ت)

تیسرے لفظ میں یہ لفظ زائد ہے کہ مغرب کو تاخیر کرتے یہاں تک کہ شفق ڈوبنے کے وقت اُسے اور عشا کو ملاتے
 یا انہیں جمع فرماتے کہ شفق ڈوب جاتی۔

صحیح مسلم میں ہے، حدثنی ابو الطاہر عمر و بن السوید
 قالنا ابن موبہب عن جابر بن اسمعیل عن
 عقیل، وفیہ: ینوخر المغرب حتی یجمع
 حدیث بیان کی مجھ سے ابو الطاہر اور عمرو بن سواد نے
 ابن موبہب سے، اس نے جابر سے، اس نے عقیل
 سے۔ اس میں ہے کہ مغرب کو مؤخر کرتے تھے یہاں تک

بینہا و بین العشاء حین یغیب الشفق۔ و رواہ النسائی، قال، اخبرنی عمرو بن سواد بن الاسود بن عمرو، و ابوداؤد مختصراً، قال: حدثنا سلیح بن داود المہری کلاهما عن ابن وهب، به، و رواہ الطحاوی حدثنا یونس، قال: انا ابن وهب، وفیه، حتی یغیب الشفق۔

کہ اس کو اور عشاء کو جمع کر لیتے جب شفق غائب ہوتی تھی۔ اس روایت کو نسائی نے بھی بواسطہ عمرو بن سواد بن اسود بن عمرو، اور ابوداؤد نے بھی مختصراً بواسطہ سلیمان ابن داود المہری بیان کیا ہے (عمرو اور سلیمان) دونوں نے یہ روایت ابن وهب سے لی ہے۔ اور طحاوی نے اس کو بواسطہ یونس، ابن وهب سے لیا ہے۔ اس میں یہاں تک کہ شفق غائب ہو جاتی تھی۔ (ت)

غیبت شفق کے جوابات شافعیہ ترجمہ اللہ اور گزرے ملاجی کو بڑا ناز یہاں ان لفظوں پر ہے کہ ظہر کو وقت عصر تک مؤخر فرما کر جمع کرتے اس پر حتی کے معنی میں لا طائل نحویت بگھا کر فرماتے ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ تاخیر ظہر کی اس حد تک کرتے کہ غشی تاخیر کا اول وقت عصر کا ہو تا یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھے کہ عصر کا وقت آجاتا ان معنی سے کسی کو انکار نہیں مگر محرفین للنصوص کو اول وقت عصر کا غشی تاخیر کا ہے نہ نماز ظہر کا اگر ظہر کا ہو تو ثم جمع بینہما کے کچھ معنی نہیں بنے کہ بعد ہو چکے ظہر کے اول وقت عصر تک پھر جمع کرنا ساتھ عصر کے کس طرح ہوا حد ملخصاً مہذباً۔

ان لن تراویوں کا جواب تو بہت واضح ہے عصر یا اول وقت عصر یا دخول وقت عصر تک ظہر کو مؤخر کرنے کے جس طرح یہ معنی ممکن کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ وقت عصر داخل ہوا یونہی یہ بھی متصور کہ ظہر میں اس قدر تاخیر فرمائی کہ اس کے ختم ہوتے ہی وقت عصر آگیا تو علمائے شافعیہ ان معنی کو تسلیم کرتے ہیں صحیح بخاری شریف میں فرمایا: باب تاخیر الظہر الی العصر۔ امام عسقلانی شافعی نے فتح الباری پھر قسطلانی شافعی نے ارشاد الساری میں اس کی شرح فرمائی:

باب تاخیر الظہر الی اول وقت العصر، بحیث انہ اذا فرغ منها یدخل وقت تالیہا، کلا انہ یجمع بینہما فی وقت واحد۔

باب: ظہر کی تاخیر عصر کے ابتدائی وقت تک کہ جب ظہر سے فارغ ہو، عصر کا وقت داخل ہو جائے، نہ یہ کہ ایک ہی وقت میں دونوں کو جمع کرے۔ (ت)

۱/۲۴۵ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
سنن ابی داؤد ۱/۱۴۲ شرح معانی الآثار ۱/۱۱۳
۱/۹۹ سنن النسائی الوقت الذی یجمع فیہ المسافر بین المغرب والعشاء مطبوعہ نور محمد کا خانہ تجارت کتب کراچی
۱/۷۷ صحیح البخاری باب تاخیر الظہر الی العصر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۱/۲۹۱ مکتبہ ارشاد الساری دار الکتاب العربیہ بیروت
ف۔ معیار الحق ۳۷۷، ۳۷۸

حافظ الشان کے لفظ یہ ہیں :

المراد انه عند فراغه منها دخل وقت
العصر، كما سيأتي عن ابى الشعثاء رحمہ اللہ
مراد یہ ہے کہ ظہر سے فارغ ہوتے ہی عصر کا وقت داخل
ہو گیا، جیسا کہ عنقریب ابوالشعثاء سے آرہا ہے۔ (ت)
اور اُس سے فارغ ہوتے ہی جو عصر اپنے شروع وقت میں پڑھی جائے یا نہ پڑھے دونوں نمازیں مجتمع ہو جائیں گی تو
اس معنی کو تحریف یا بقیع میں نہا کے مخالف کہنا صریح جہالت ہے۔

اقول وبالله التوفيق تحقيق مقام یہ ہے کہ یوخر الظہر میں ظہر سے صلاۃ ظہر مراد ہونا تو بدیہی نماز ہی
قابل تاخیر و تعجیل ہے نہ وقت جس کی تاخیر و تعجیل مقدمہ و رات عباد میں نہیں اور صلاۃ ظہر حقیقتہً تکبیر تحریم سے سلام
تک مجموع افعال کا نام ہے نہ ہر فعل یا آغاز نماز کا کہ جزر نماز ہے اور ایسے حقائق میں جزئی شے نہیں جو اسم
کسی مرکب مجموع اجزائے متعاقبہ فی الوجود کے مقابل موضوع ہو بنظر حقیقت اُس کا صدق جزر آخر کے ساتھ
ہو گا نہ اُس سے پہلے مثلاً مکان اس مجموعہ دران و سقف وغیرہ کا نام ہے تو جب نیو بھری گئی یا پہلی اینٹ
چنائی کی رکھی گئی مکان نہ کہیں گے پس قبل فراغ حقیقت صلاۃ جسے شرع مظہر نماز گئے اور معتبر رکے متحقق نہیں تو
بحکم حقیقت انتہائے تاخیر نماز عین وقت فراغ پر ہے نہ وقت تکبیر کہ ہنوز زمانہ عدم صدق اسم باقی ہے اب حدیث کے
الفاظ دیکھیے تاخیر نماز کی انتہا کہا ہے وقت عصر پر بتائی گئی ہے اور اُس کی انتہا فراغ پر تھی تو ثابت ہوا کہ ظہر سے
فراغ وقت ظہر کے جزر اخیر میں ہوا یہی بعینہ ہمارا مقصود ہے اگر معنی وہ لیے جائیں جو ملا جی بتاتے ہیں کہ اول وقت
عصر میں نماز ظہر شروع کی تو تاخیر ظہر اول وقت عصر پر منتہی نہ ہوتی بلکہ اوسط وقت عصر تک رہی یہ خلاف ارشاد حدیث
ہے تو بلا حاطہ حقیقت شرعیہ معنی حدیث وہی ہیں جنہیں ملا جی تحریف نصوص بتا رہے ہیں ہاں مجازاً آغاز نماز پر بھی
اسم نماز اطلاق کرتے ہیں تو ہمارے اور ملا جی کے معنی میں وہی فرق ہے جو حقیقت و مجاز میں۔ بحمد اللہ اس بیان
علی البرہان سے واضح ہو گیا کہ ملا جی کا غنہائے تاخیر و منتہائے نماز ظہر میں تفرق پر حکم کرنا جہالت تھا ملا جی نے اتنا
سچ کہا کہ غنہ تاخیر کا اول وقت عصر کا ہوتا آگے جو یہ حاشیہ چڑھایا کہ یعنی ابھی تک ظہر نہ پڑھے کہ وقت عصر آجاتا
نرا ادعا ہے دلیل ہے طرفہ یہ کہ خود بھی حضرت نے انھیں لفظوں سے تعبیر کی جن میں دونوں معنی محتمل مگر عقل و
وہابیت تو باہم اقصیٰ طرفین نقیض پر ہیں واللہ الحمد۔

ثم اقول وبحول الله اصول (پھر میں کہتا ہوں اور اللہ ہی کی طاقت جرح کرتا ہے) ظہر کی وقت عصر تک تاخیر
درکنار اگر صاف یہ لفظ آئے کہ ظہر اول وقت عصر میں پڑھی مدعا کے مخالف میں نص نہ تھی ظہر ہی و عشائین میں

آخر وقت اول و اول وقت آخر ان واحد فصل مشترک میں الزمانیں ہے اور صلاۃ بمعنی ابتداء صلاۃ اور فراغ عن الصلاۃ دونوں مستقل تو حکم مقدمہ اولیٰ جس نماز کے فراغ پر اس کا وقت ختم ہو جائے اُسے جس طرح یوں کہہ سکتے ہیں کہ اپنے وقت کے جزو اخیر میں تمام ہوئی یونسی یہ بھی کہ وقت آئندہ کے جزو اول میں اس سے فراغ ہوا اور حکم مقدمہ ثانیہ تعبیر ثانی کو ان لفظوں سے بھی ادا کر سکتے ہیں کہ نماز وقت آئندہ میں پڑھی کہ نماز پڑھنا فراغ عن الصلاۃ تھا اور فراغ عن الصلاۃ آخر وقت میں ہوا اور آخر وقت ماضی اول وقت آتی ہے ولہذا اساتذہ احادیث مذکورہ امامت جبریل و سوال سائل میں جب کہ بظاہر عصر ماضی و ظہر حال دونوں ایک وقت پڑھنا نکلتا تھا بلکہ حدیث امامت عند الترمذی و حدیث سائل عند ابی داؤد میں صاف تصریح تھی کہ آج کی ظہر کل کی عصر کے وقت پڑھی خود امام شافعی و جمہور علمائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ان میں صلاۃ عصر دیر وزہ کو ابتداء نماز اور صلاۃ ظہر امروہ کو فراغ نماز پر حمل کیا یعنی ایک مثل سایہ پر کل کی عصر شروع فرماتی تھی اور آج کی ظہر ختم، اسی کو یوں تعبیر فرمایا گیا کہ ظہر امروہ عصر دیر وزہ کے وقت میں پڑھی امام اجل ابو زکریا نووی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صحیح مسلم شریف میں زیر حدیث اذا صلیتہم الظہر فانہ وقت الح ان یحضر العصر (جب تم ظہر کی نماز پڑھنا چاہو تو عصر تک سارا وقت ظہر ہی کا ہے۔ ت) فرماتے ہیں :

احتج الشافعی والاکثرون بظاہر الحدیث امام شافعی اور اکثر علمائے اسی حدیث کے ظاہر سے الذی نحن فیہ ، واجابوا عن حدیث جبریل علیہ السلام ، بان معناه ، فرغ من الظہر حین صار ظل کل شیء مثله ، وشرع فی العصر فی الیوم الاول حین صار ظل کل شیء مثله فلا اشتراك بينهما۔ عصر کی نماز شروع کی تھی۔ اس طرح دونوں کا (ایک ہی وقت میں) اشتراک نہیں پایا جاتا۔ (ت)

حرفات شرح مشکوٰۃ میں ہے :

فی روایۃ ، حین کان ظل کل شیء مثله ، کو وقت العصر بالامس۔ ای فرغ من الظہر ح ، کما شرع فی العصر فی الیوم الاول ح حینئذ قال الشافعی : وبقی متعذر اشتراکھما فی ایک روایت میں ہے کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو گیا تھا ، جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر کے وقت تھا۔ یعنی آج اُسی وقت ظہر سے فراغ ہوئے تھے جیسا کہ گزشتہ کل اسی وقت عصر میں شروع ہوئے تھے۔

امام شافعی نے کہا کہ اسی سے ایک وقت میں ان کے شراک کا احتمال ختم ہو جاتا ہے۔ (د)

ثُمَّ اقُولُ ہاں میں علماء سے کیوں نقل کروں خود ملا جی اپنے ہی لکھے کو نہ روئیں اقرء کتابک کفی بنفسک۔
 الیوم علیک شہیداً (پڑھو اپنی کتاب کو، آج تم خود ہی اپنے آپ پر شہید کافی ہو۔ ت) مسئلہ وقت ظہر میں جو ایک مثل کا اثبات پیش نظر تھا پاؤں تلے کی سو جھی آگاپہچھالے سوچے سمجھے صاف صاف انہیں معنی کا اقرار کر گئے یہ کیا خبر تھی کہ دو قدم چل کر یہ اقرار جان کا آزار ہو جائے گا حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کر کے فرماتے ہیں: معنی اس کے یہ ہیں کہ پہلے دن عصر جب پڑھی کہ سایہ ایک مثل آگیا اور دوسرے دن ظہر سے ایک مثل پر فارغ ہوئے یہ معنی نہیں کہ ظہر پڑھنی شروع کی دوسرے دن اسی وقت میں جس میں پہلے دن عصر پڑھی تھی اہل غصہ۔ کیوں ملا جی! جب صلاۃ بمعنی فراغ عن الصلاۃ آپ خود لے رہے ہیں تو آخر ظہر کے معنی آخر الفراغ عن الظہر لہذا کیوں تحریف نصوص ہو گیا، ہاں اس کا علاج نہیں کہ شریعت تمہارے گھر کی ہے اپنے لیے تحریف تبدیل انکار تکذیب جو چاہو حلال کر لو۔ ہرگز یہ ہے کہ فقط اسی پر قناعت نہ کی لاج کا بھلا ہو حدیث امامت جبریل عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی نقل کی اور ابو داؤد کے لفظ چھوڑ کر خاص ترمذی ہی کی روایت لی جس میں صاف نقل کیا کہ ظہر امر وزہ عصر دیروزہ کے وقت میں پڑھی اور بحال غشش طالعی اسے بھی لکھ دیا کہ معنی اس کے بھی وہی ہیں جو حدیث نسائی کے بیان کیے گئے یعنی پہلے دن عصر شروع کی ایک مثل پڑا اور دوسرے دن فارغ ہوئے ظہر سے ایک مثل پڑا۔ ملا جی! جب ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھنا ان صریح لفظوں کے بھی خود یہ معنی لے رہے ہو کہ نماز پڑھی تو اپنے وقت میں مگر اس سے فراغ دوسری کے ابتدائے وقت پر ہوا تو اب کس منہ سے یہ حدیث اثبات جمع میں پیش کرتے اور انہیں نص صریح ناقابل تاویل بتاتے ہو ان میں تو تصریح دکھا بھی نہ سکے جو صاف صاف اس حدیث ترمذی میں تھی جب اس کے یہ معنی بنا رہے ہو ان کے بدرجہ اولیٰ انہیں گے اور اول تا آخر تمہارے سب دعوے

عہ اقتباس ومناسب المقام ہہذا الشہادۃ
 لا الحجاب ۱۲ منہ (م)
 قرآن کریم سے اقتباس ہے اور مقام کے مناسب
 یہاں پر شہادت ہے نہ کہ حساب (اس لیے حبیباً کی
 جگہ شہیداً لایا گیا ہے) (د)

لہ مراتب المفاتیح الفصل الثانی من باب المواقیث مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۲۳/۲
 سہ القرآن ۱۴/۱۳۔ فل معیار الحق مشکہ چہارم بحث آخر وقت ظہر لہ مکتبہ نذیریہ لاہور ص ۳۱۶ ف ایضاً ص ۳۲۱

قل موقو ابغیظ کہ سنیں گے انصاف ہو تو ایک ہی حرف تھاری ساری محنت کو پہلی منزل پہنچانے کے لیے بس ہے واللہ
الحمد یہ کلام تو ملاجی کی جہالتوں سے متعلق تھا اب مثل حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس حدیث کے بھی جواب بعون الوہاب
اسی طرز صواب پر لیجئے وباللہ التوفیق۔

جواب اول دخول عصر سے قرب عصر مراد ہے جس کی ایکس مثالیں آیات و احادیث سے گزریں خصوصاً حدیث
ہشتم میں ہم نے روایت صحیحہ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی سے روشن ثبوت دیا کہ دوسرے وقت تک تاخیر
درکنار ایک نماز اپنے آخر وقت میں دوسرے وقت کے قریب پڑھنے کو کہا یہاں تک کہا جاتا ہے کہ دوسری نماز کے
وقت میں پڑھی

الی هذا الجواب اشار الامام الطحاوی رحمہ
اللہ تعالیٰ، حدیث قال: قد یحتمل ان یکون
قوله، الی اول وقت العصر، الی قرب اول
وقت العصر۔
اسی جواب کی طرف امام طحاوی نے اشارہ کیا ہے انھوں نے
کہا ہے کہ اول وقت عصر سے مراد اول وقت عصر
کا قریب ہونا ہے۔

(د)

جواب ثانی، اقول وقت ظہر و مثل سمجھو خواہ ایک اُس کی حقیقت واقعہ کا ادراک طاقت بشری سے
خارج ہے آسمان بھی صاف ہو زمین بھی ہموار تاہم سائنس اقدام یا کوئی چیز زمین میں کھڑی کر کے ناپنا تو ہرگز
غایت تعین مقدمہ تک بھی بالغ نہیں نہایت تعین بل امثال و اُردہ ہند یہ ہے وہ بھی حقیقت امر ہرگز نہیں بتا سکتا۔
اولاً دائرے کی صحت سطح کا اسطوانہ سطح و دائرۃ الافق سے اُس کی پوری موازات مقیاس کا سطح و دائرۃ
نصف النہار سے ذرہ بھر مائل نہ ہونا مدخل و مخرج کے نقاط نامتجزیہ کی صحیح تعین قوس محصورہ کی ٹھیک تفسیف
پتھر نل کا خط نامتجزی پر واقعی انطباق پھر اُس کی حقیقی مقدار پھر اس پر مثل یا مثیلین کی بے کمی بیشی زیادت ان
میں سے کسی پر مجرم متکسر نہیں۔

ثانیاً بغرض محال عادی یہ سب حق حقیقت پر صحیح بھی ہو جائیں تاہم خط نصف النہار کا سطح عظیمہ نصف
النہار میں ہونا معلوم نہیں بلکہ نہ ہونا ثابت و معلوم ہے کہ شمس بوجہ تقاطع معدل و منطقہ اپنی سیر خاص سے لمحہ بھر
بھی ایک مدار پر نہیں رہتا تو منتصف مابین المدخل و المخرج ہمیشہ خط نصف النہار سے شرقی یا غربی ہے مگر جبکہ
دائرۃ الزوال پر مرکز تیر کا انطباق اور احد الانقلابین میں حلول آئین واحد میں ہو اور وہ نہایت نادر ہے۔
ثالثاً اس نادر کو بھی فرض کر لیجئے تاہم علم کی طرف اصلاً سبیل نہیں کہ حلول انقلاب یا وصول اُردہ جاتنے

کے طرق و زیجات میں موضوع ہیں سب ظنی و تخمینی ہیں کسی کو کب کی تعلیم حقیقی معلوم کرنا نہ حساب کا کام ہے نہ ارصاد کا ،
جدا اول جیوب و لٹال و میول و اوسط و تعاویل مراکز و مواضع ادبات و تفاوت ایام حقیقیہ و وسطیہ و فصل مابین
المرکزین و عرض و اطوال بلاد و درج و اجزائے استوائیہ و طوابع و مطالع بلدیہ و غیر ہا امور کہ اس اور اک کے ذرائع
ہیں سب فی انفسہا محض تخمین ہیں اور اس پر اثبات زیجات برفہ و اسقاط حصص کسرات تخمین بالائے تخمین پاکی ہے آ
جس نے بہر تقیر و قطعہ میں عجز و جہل بشر کو ظاہر کیا اور ذرہ عالم سے اپنے کمال علم و قدرت کو جلوہ دیا ۔

سبحنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم
تو پاک ہے ہمیں علم نہیں مگر بتنے کی تو نے تعلیم دی ہے
تو ہی علیم حکیم ہے ۔ (ت)

ولہذا المقتی وقتین سے کچھ پہلے اور کچھ بعد تک عائر خلق کے نزدیک وقت مشکوک ہے اسی کو وقت بین الوقتین
کہتے ہیں اس میں نظر ناظر کہی حالت شک میں رہتی ہے کبھی بقاءے وقت اول کبھی دخول وقت آخر گمان کرتی ہے اور
واقع وہ ہے جو رب العزۃ جل و علا کے علم میں ہے صاحب وحی خصوصاً عالم علوم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم جب حکم نبائی العلیم الخبیر (آگاہ کیا ہے مجھے علم والے اور خبر والے نے۔) عین وقت حقیقی پر مطلع ہو کر
نماز ظہر ایسے اخیر وقت میں ادا فرمائیے اور مسلم پھرتے ہی صحابہ وقت الشکر کے انبائے حقیقی جو خاص علم الہی میں تھی
شروع ہو چلتے اور دیگر ناظرین کو وحی سے بہرہ نہیں رکھتے براہ اشتباہ اسے وقت آخر میں گمان کریں اصلاح محل تعجب
نہیں نہ معاذ اللہ اس میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کسر شان کہ علوم خاصہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم میں حضور کا شریک نہ ہونا کچھ منافی صحابیت نہیں بلکہ واجب و لازم ہے فقیر غفرلہ المولے القدر انا دیث
کثیرہ سے خاص اس جزئیہ کی نظیریں پیش کر سکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے وقت غازیں
پڑھیں یا سحری تناول فرمائی کہ ناظرین کو بقاءے وقت میں شک یا خروج وقت کا گمان گزرتا بلکہ اجلہ حذاق صحابہ
کی تمیز و معرفت میں دیگر ناظرین شریک نہ ہوئے علم محمدی تو علم محمدی ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، مثلاً :

حدیث ۱ حدیث سائل کہ صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مسند امام احمد و حجج امام ابن ابان
و مصنف طحاوی میں سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی اس میں ظہر روز اول کی نسبت مسلم و نسائی
کی روایت یوں ہے :

اقام بالظہر حین نہالت الشمس ، والقائل
سورج ڈھلتے ہی ظہر کی اقامت کی اس حال میں کہ
یقول : قد انتصف النهار ، وهو کانت
کچھ والا کہے ٹھیک دوپہر ہے اور حضور صلی اللہ

اعلم منہم۔
تعالیٰ علیہ وسلم اُن سے زیادہ جانتے تھے۔

ابوداؤد کے یہ لفظ ہیں :

حتى قال القائل : انتصف النهار ، وهو
اعلم۔
یہاں تک کہ کہنے والے نے کہا دوپہر ہوا اور حضور
کو حقیقت امر کی خوب خبر تھی۔

احمد وعینی و طحاوی کے لفظیوں ہیں :

والقائل يقول : انتصف النهار اوله ، و
كان اعلم منہم۔
کہنے والا کہتا دوپہر ہے یا ابھی دوپہر بھی نہ ہوا اور
حضور کے علم سے اُن کے علموں کو کیا نسبت تھی۔

حدیث ۲ صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و کتاب طحاوی میں پارہ حدیث سیدنا
عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارہ انکار جمع بین الصلوات کہ عنقریب ان شاء اللہ القریب المجیب مذکور
ہوگی یہ ہے :

صلی الفجر یومئذ قبل میقاتہا۔
صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھی (ت)

ابوداؤد کے لفظیوں ہیں :

صلی صلاة الصبح من الغد قبل
وقتہا۔
دسویں ذوالحجہ کو مزدلفہ میں فجر کی نماز آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے وقت سے پہلے پڑھی۔ (ت)

طحاوی کی روایت یوں ہے :

صلی الفجر یومئذ لغير میقاتہا یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی الحجہ کی دسویں
تاریخ مزدلفہ میں صبح کی نماز اس کے وقت سے پہلے پڑھی یہ وقت پڑھی۔

امام بدر عینی عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :

قوله قبل میقاتہا ، بان قد مر علی وقت ظہور
یعنی قبل وقت پڑھنے کے یہ معنی ہیں کہ اور لوگوں پر صبح کا

۲۲۳/۱	ان الصبح لمسلم	باب اوقات صلوات الخمس - مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۵۷/۱	سنن ابی داؤد	باب المواقیت مطبوعہ محبائی لاہور ، پاکستان
۱۰۳/۱	شرح معانی الآثار	باب مواقیت الصلوات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۲۲۸/۱	صحیح البخاری	باب متى یصلی الفجر یجمع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۶۶/۱	سنن ابی داؤد	باب الصلوة یجمع مطبوعہ محبائی لاہور
۱۱۳/۱	شرح معانی الآثار	باب الجمع بین الصلوات مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

طلوع الصبح للعامة ، وقد ظهر له صلى الله
تعالى عليه وسلم طلوعه ، رآه بالوحى او
تعالى عنافا هيرنه هو اتها حضور پر نور صلى الله
تعالى عليه وسلم کو وحی وغیرہ سے معلوم
ہو گیا۔
بغیرہ۔

حدیث ۳ صحیح بخاری شریف میں عبد الرحمن بن زید غنی سے خود حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنه کی نسبت ہے ،

ثم صلى الفجر حين طلع الفجر ، قائل
يقول : طلع الفجر ، وقائل يقول : لم
يطلع الفجر ، واوله ، قال : خرجنا مع
عبد الله الى مكة ، ثم قدمنا جميعا الحديث
يعني ہم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه کے ساتھ
ج کو چلے مزدلفہ پہنچے وہاں حضرت عبد اللہ نے
نماز فجر طلوع فجر ہوتے ہی پڑھی کوئی کہتا فجر ہو گئی ہے
کوئی کہتا ابھی نہیں۔

حدیث ۴ امام ابو جعفر طحاوی انہیں عبد الرحمن غنی سے راوی ،

قال صلى عبد الله باصحابه صلاة المغرب ، فقام
اصحابه يتراءون الشمس ، فقال : ما تنظرون ؟
قالوا ، ننظر ا غابت الشمس ؟ فقال عبد الله :
هذا ، والله الذي لا اله الا هو ، وقت هذه
الصلاة الحديث
يعني عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنه نے اپنے اصحاب کو
نماز مغرب پڑھائی ان کے اصحاب اٹھ کر سورج دیکھنے
لگے ، فرمایا : کیا دیکھتے ہو ؟ عرض کی : یہ دیکھتے ہیں
کہ سورج ڈوبا یا نہیں ! فرمایا : قسم اللہ کی جس کے
سوا کوئی سچا معبود نہیں کہ یہ عین وقت اس نماز کا ہے۔

نماز سے فارغ ہو کر بھی ان کے اصحاب کو شبہہ تھا کہ سورج اب بھی غروب ہوا یا نہیں فان صلى
حقيقة في الفعل دون الامسادة والفاء للتعقيب (کیونکہ صلی کا حقیقی معنی نماز پڑھنا ہے نہ کہ ارادہ کرنا اور
فاء تعقیب کے لیے ہے ۔ ت)

حدیث ۵ بخاری مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی بطریق انس رضی اللہ تعالیٰ عنه حضرت زید
بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنه سے راوی ،

قال : تسحرنا مع رسول الله صلى الله
ہم نے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ

۲۰/۱۰	مطبوعہ ادارۃ المطابع المیریہ بیروت	باب صلاة الفجر بالمزدلفة	لے عمدة القاری شرح بخاری
۲۲۸/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب متى يصلي الفجر بجمع	لے صحیح البخاری
۱۰۴/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب مواقيت الصلوة	لے شرح معانی الآثار

تعالیٰ علیہ وسلم، ثم قمنا الى الصلاة، قلت :
 کم کان قدر ما بينهما ؟ قال : خمسين
 آية -
 سحری کھائی پھر نماز فجر کے لیے کھڑے ہو گئے میں نے
 پوچھا پچ میں کتنا فاصلہ دیا، کہا پچاس آیتیں
 پڑھنے کا۔

حدیث ۶ بخاری و نسائی بطریق قتادہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :
 ان نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، و
 مزید بت ثابت تسحرا ، فلما قرعنا من سحورهما
 قام نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الى
 الصلاة فصلى ، قلت لانس : کم کان بیت
 فراغهما من سحورهما و دخولهما في
 الصلاة ؟ قال : قدر ما يقرؤ الرجل
 خمسين آية -
 یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وزید بن ثابت رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ نے سحری تناول فرمائی جب کھانے سے
 فارغ ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نماز صبح کے لیے کھڑے ہو گئے نماز پڑھ لی میں نے انس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا سحری سے فارغ اور
 نماز میں داخل ہونے میں کتنا فصل ہوا، کہا اس قدر
 کہ آدمی پچاس آیتیں پڑھ لے۔

امام طور شستی حنفی پھر علامہ طیبی شافعی پھر علامہ علی قاری شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کے نیچے
 فرماتے ہیں :

هذا تقدير لا يجوز لعموم المؤمنين الاخذ
 به ، وانما اخذه رسول الله صلى الله تعالى
 عليه وسلم لا اطلاع الله تعالى اياه ، وكان
 صلى الله تعالى عليه وسلم معصوما عن
 الخطأ في الدين -
 یہ اندازہ ہے کہ عام امت کو اسے اختیار کرنا جائز نہیں
 سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے
 اس لیے اختیار فرمایا کہ رب العزۃ جل و علا نے حضور
 کو وقت حقیقی پر اطلاع فرمائی تھی اور حضور
 پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین میں خطا سے
 معصوم تھے۔

حدیث ۷ نسائی و طحاوی زبیر بن جہش سے راوی :
 قال : قلنا الحذيفة ، اى ساعة تسحرت مع
 ہم نے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ نے

۱۷ صحیح البخاری باب وقت الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۱/۱
 ۱۸ صحیح البخاری باب وقت الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۲/۱
 ۱۹ مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الاول من باب تعجيل الصلوات مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۳/۲

نسائی کے لفظیوں ہیں ،

فقال رجل وان كانت بنصف النهار قال و
ان كانت بنصف النهار
یعنی کسی نے پوچھا اگرچہ وہ نماز دوپہر میں ہوتی فرمایا اگرچہ
دوپہر میں ہوتی ۔

لطیفہ اقوال ملا جی کو نوید منظور ہے کہ جہاں جیسے بے اپنا مطلب بنائیں یہاں تو قول اللہ تعالیٰ
عنه کہ وقت عصر کا آغاز ہو جاتا ایسی تحقیق یقینی پر عمل کیا جس میں اصلاً گنجائش تاویل نہیں اور مسئلہ وقت ظہر میں جب
علمائے حنفیہ نے حدیث صحیح جلیل صحیح بخاری شریف سے استدلال کیا کہ ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا : ایک سفر
میں ہم حاضر کباب سعادت سلطان رسالت علیہ افضل الصلوة والتمیۃ تھے مؤذن نے ظہر کی اذان دینی چاہی فرمایا
وقت ٹھنڈا کر ، دیر کے بعد انھوں نے پھر اذان کا قصد کیا ، پھر فرمایا وقت ٹھنڈا کر ، ایک دیر کے بعد انھوں نے پھر
ارادہ کیا ، فرمایا ٹھنڈا کر ، حتیٰ سادی الظل التلول (یہاں تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آگیا) سید عالم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : ان شدة الحر من فیہ جھنم (گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے)
تو اس میں نماز ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھو ، ظاہر ہے کہ ٹھیک دوپہر خصوصاً موسم گرما میں کہ وہی زمانہ ابراد ہے ٹیلوں کا
سایہ اصلاً نہیں ہوتا بہت دیر کے بعد ظاہر ہوتا ہے ، امام اجل ابو ذر یا نووی شافعی شریعہ مسلم شریف میں فرماتے ہیں ،
التلول منبسطۃ غیر منتصبۃ ، ولا یحیدر لہا
فی فی العادۃ ، الا بعد زوال الشمس بکثیر
پڑتا مگر سورج ڈھلنے سے بہت دیر کے بعد ۔

امام ابن اثیر جزیری شافعی نہایت میں فرماتے ہیں ،
ہی منبسطۃ لا یظہر لہا ظل ، الا اذا ذهب
اکثر وقت الظہر
ٹیلے پست ہوتے ہیں ان کے لیے سایہ ظاہر نہیں
ہوتا مگر جب ظہر کا اکثر وقت جاتا رہے ۔

جب خود ائمہ شافعیہ کی شہادت سے ثابت اور نیز مشاہدہ و عقل و قواعد علم ظہر شاہد کہ ٹیلوں کے سائے کی
ابتداء زوال سے بہت دیر کے بعد ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ سایہ ٹیلوں کے برابر اُس وقت پہنچے گا جب بلند چیزوں کا سایہ
ایک مثل سے بہت گزر جائے گا اُس وقت تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گرمیوں میں ظہر ٹھنڈی کرنے کا

سنن النسائی اول وقت ظہر حدیث ۴۹۹ مطبوعہ المکتبہ سلفیہ لاہور ۵۸/۱
صحیح البخاری باب الابراء بالظہر فی السفر دار العرفۃ قیدی کتب خانہ کراچی ۷۷/۱
شرح الصغیر مع مسلم باب استجاب الابراء بالظہر " " " " ۲۲۴/۱
فتح الباری شرح البخاری باب الابراء بالظہر فی السفر بیروت ۱۷/۲

نوٹ : یہ سوال بھی بسیار کے باوجود نہایت سے نہیں مل سکا اس لیے فتح الباری سے نقل کیا ہے ۔ نذیر احمد سعیدی

حکم فرمایا اور اس کے بعد مؤذن کو اجازت اذان عطا ہوئی تو بلاشبہ دوسرے مثل میں وقت ظہر باقی رہنا ثابت ہوا جیسا کہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔ بدلیل ساطعہ بحمد اللہ تعالیٰ لا جواب تھی یہاں تا جی حالت اضطراب میں فرمائی کہ مساوی کہنا راوی یعنی سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سایہ ٹیلوں کو ظاہر ہے کہ ٹھینا اور تقریباً ہے نہ باینطور کہ گزر رکھ کر ناپ لیا تھا۔ کیوں حضرت سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو گزر رکھ کر نہ ناپا تھا یونہی ٹھینا مساوات بتادی مگر انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر رکھ کر ناپ لینا آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا آخر دخول وقت عصر یونہی تو معلوم ہو گا کہ سایہ اس مقدار کو پہنچ جائے اُس کا علم ہے ناپے کیوں کر ہوا بلکہ یہاں تو غالباً دونوں کی ضرورت ہے ایک وقت نصف النہار کہ سایہ اصلی کی مقدار نہا میں دوسری اس وقت کہ سایہ بعد ظل اصلی مقدار مطلوب کو پہنچایا نہیں، جب انہوں نے ایک ناپ نہ کی یونہی ٹھینا فرمادیا انہوں نے دونا میں کا ہے کو کی ہوں گی، یونہی ٹھینا فرمادیا ہو گا کہ عصر کا اول وقت داخل ہو گیا جیسے آپ وہاں احتمال نکالا پاتے ہیں کہ واقع میں مساوی نہ ہوا ہو گا اور ظہر ایک مثل کے اندر ہوئی یہاں بھی وہی احتمال پیدا ہے گا کہ واقع میں وقت عصر نہ آیا تھا ظہر اپنے ہی وقت پر ہوئی یہ کیا جاداری و مکارہ ہے کہ جا بجا جو باتیں خود اختیار کرتے جاؤ دوسرا کرے تو آنکھیں دکھاؤ تحریف نصوص بناؤ اس حکم کی کوئی حد ہے۔

طیفہ ۲۔ اقول خدا انصاف دے تو یہاں ٹھینے بھی اتنی ہی غلطی ہوگی جتنی دیر میں ظہر کی دو رکعتیں پڑھی جائیں اور حدیث ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سخت فاحش غلطی نہ تھا پڑے گی جسے ان کی طرف بے دلیل نسبت کر دینا صراحتاً سورۃ دہی، خود امام شافعی کی تصریح سے واضح ہوا کہ سایہ تلول کی ابتداء اس وقت ہوتی ہے جب بلند چیزوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف مثل سے اکثر گزر جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ ٹیلوں کا سایہ ابھی نصف مثل تک بھی نہ پہنچے گا کہ اونچیزوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا ایک مثل سے گزر جائے گا کہ اول تو جس طرح ظہور ظل میں تفاوت شدید ہے کہ اتنی دیر کے بعد ان کا سایہ پیدا ہوتا ہے یونہی زیادت ظل میں فرق رہے گا بلند چیزوں کا سایہ اپنی نسبت پر جتنی دیر میں جتنا بڑھے گا ٹیلوں کا سایہ اپنی نسبت میں اُس سے کم بڑھے گا کھلا یخنی علی العارف بقوا عدد الفن (جیسا کہ قواعد فن کے جاننے والے پر مخفی نہیں۔ ست) تو لاجرم جس وقت ٹیلوں کا سایہ پیدا ہوا اور بلند یوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف مثل سے زائد تھا اب کچھ دیر کے بعد بلند یوں کا سایہ سایہ اصلی کے سوا نصف مثل سے زائد تھا اب کچھ دیر کے بعد بلند یوں کا سایہ نصف مثل سے کم بڑھ کر ایک مثل ظل اصلی سے گزر گیا اُس وقت ٹیلوں کا سایہ اُس کم از نصف سے بھی کم ہو گا اور اس تحفظ نسبت تفاوت کو نہ بھی مانے تو خیر کم از نصف ہی جانتے پھر بہر حال اس سے اتنی دیر اور مگر کیجئے جس میں اذان کا حکم ہو اور اُس کے بعد جماعت فرمائی گئی تو حساب سے آپ کے طور پر اُس وقت ٹیلوں کا سایہ کوئی چارم ہی کی قدر رہتا ہے اُسے ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمادینا کہ سایہ برابر ہو گیا تھا کس قدر بعید و ناقابل قبول ہے، کیا اچھا انصاف ہے کہ بانو ٹھین میں اتنی غلطی نامسموع کہ جس میں دو رکعتیں پڑھی جائیں

یا اپنے داؤں کو یہ بھاری غلطی مقبول کر سیر میں پسیری کا دھوکا۔ بھگداتہ تعالیٰ اس تقریر سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ وہاں تخمین سے جواب دینا محض مہمل و باطل تھا۔

لطیفہ ۳۔ اقول وہاں ایک ستم خوش ادائی یہ کی ہے کہ وہ تخمیناً برابر ہونا بھی مع سایہ اصلی کے ہے نہ سایہ اصلی الگ کر کے وہذا الا یخفی من لہ ادنی عقل (اور یہ ادنیٰ عقل رکھنے والے پر بھی مخفی نہیں۔ ست) تو دراصل سایہ ٹیلوں کا بعد نکالنے سایہ اصلی کے تخمیناً آدھی مثل ہو گا یا کچھ زیادہ اور مثل کے ختم ہونے میں اتنی ذیبر ہو گی کہ بخوبی فارغ ہوئے ہوں گے۔ ملاجی باذر اچھ دنوں جنگل کی ہوا کھاؤ ٹیلوں کی ہری ہری ڈوب ٹھنڈے وقت کی سنہری دھوپ دیکھو کہ آنکھوں کے تیور ٹھکانے آئیں علماء تو فرما رہے ہیں کہ ٹیلوں کا سایہ پڑتا ہی نہیں جب تک آدھے سے زیادہ وقت ظہر نہ نکل جائے ملاجی ان کے لیے ٹھیک دوپہر کا سایہ بنا رہے ہیں اور وہ بھی بخوراندہ بہت آدھی مثل جیھی تو کہتے ہیں کہ وہابی ہو کر آدمی کی عقل ٹیلوں کا سایہ زوال ہو جاتی ہے۔

لطیفہ ۴۔ اقول اور بڑھ کر نزاکت فرمائی ہے کہ مساوات سایہ کے ٹیلوں سے مقدار میں مراد نہ ہو بلکہ ظہور میں یعنی پہلے سایہ جانب شرقی معدوم تھا اور مساوات نہ تھی ٹیلوں سے کیونکہ وہ موجود نہیں اور وقت اذان کے سایہ جانب شرقی بھی ظاہر ہو گیا پس برابر ہو گیا ٹیلوں کے ظاہر ہونے میں اور موجود ہونے میں نہ مقدار میں اس جواب کی قدر۔ ملاجی اپنے ہی ایمان سے بتاویں وقت ٹھنڈا فرمایا یا مال تک کہ ٹیلوں کا سایہ ان کے برابر آیا اس کے یہ معنی کہ ٹیلے بھی موجود تھے سایہ بھی موجود ہو گیا اگرچہ وہ مسلسل گز رہوں یہ جو برابر اسے سخن اللہ سے کیوں تحریف نصوص کئے گا کہ یہ تو مطلب کی گھڑت ہے۔ ایسا لقب تو خاص بیچارے حنفیہ کا خلعت ہے۔ ملاجی! اگر کوئی کہے کہ میں ملاجی کے پاس رہا یہاں تک کہ ان کی داڑھی بانس برابر ہو گئی تو اس کے معنی یہی ہوں گے نہ کہ ملاجی کا سبزہ آغاز ہوا کہ پہلے بانس موجود تھا اور ملاجی کی داڑھی معدوم جب رُواں کچھ کچھ چمکا چمکتے ہی بانس برابر ہو گیا کہ اب بانس بھی موجود بال بھی موجود، ص

مرنگ از بیضہ بروں آید و دانہ طلبہ

(مرغ جب اندھے سے باہر آتا ہے تو دانہ طلب کرتا ہے)

لطیفہ ۵۔ اقول یہ بکف چراغی و تحریف صریح قابل ملاحظہ کہ خود ہی حنفیہ و شافعیہ کے مسئلہ مختلف فیہا میں شافعیہ سے جنت لانے کو فتح الباری امام قسطلانی سے یہ عبارت نقل کی کہ:

یحتمل ان یواد بہذہ المساواة ظہور الظل
بجنب التل بعد ان لہ یکن ظاہر الیہ
ہو سکتا ہے اس مساوات سے مراد یہ ہو کہ ٹیلے کے پہلو میں
سایہ ظاہر ہو گیا جبکہ پہلے ظاہر نہیں تھا۔ (ت)

سلف فتح الباری شرح البخاری باب الإبراد بالظہر فی السفر مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۴/۲
ف معیار الحق مسئلہ چہارم ص ۲۵۴ ف معیار الحق ص ۲۵۴

جس میں ٹیلوں کے لیے سایہ اصلی ہونے کی عاف نفی تھی حضرت تو وہ دعوے کر چکے تھے کہ ان کا سایہ اصلی آدمی کے قریب ہوتا ہے لاجرم معدوم ہونے میں جانب شرق کی قید بڑھائی کہ مشرق کی طرف معدوم تھا اور اسے فتح الباری کی طرف نسبت کر دیا کہ جیسا کہ فتح الباری میں ویحتمل ان یروا الخ ملا جی! دھرم سے کہنا یہ تحریف تو نہیں۔

لطیفہ ۶۔ اقول فتح الباری کے طور پر تو مشارکت فی الوجود غایت بن سکتی ہے کہ دو پہر کو ٹیلوں کا سایہ اسلامہ بخا دیر فرمائی یہاں تک کہ موجود ہوا اگرچہ ٹیلوں سے سایہ متساوی ہونے کے ہرگز یہ معنی نہیں مگر آپ اپنی خبر لیجئے آپ کے نزدیک تو ٹھیک دو پہر کو ٹیلوں کا سایہ آدھا مثل تھا تو ظہور و وجود میں برابری صبح سے شام تک دن بھر ہی اس غایت مقرر کرنے کے کیا معنی کہ وقت ٹھنڈا فرمایا یہاں تک کہ سایہ وجود میں ٹیلوں کے برابر ہو گیا اور جانب شرقی کی قید حدیث میں کہاں! یہ آپ کی تری من گھڑت ہے، تاویل گھڑی مساوات فی الظہور، تغریع کی مساوات فی الوجود، اور مفرع علیہ وجود شرقی، کیا جب تک وجود غریبی شمالی تھا مساوات فی الوجود نہ تھی، اب کہ وجود شرقی ملا مساوات ہوئی کچھ بھی ٹھکانے کی کہتے ہو۔

لطیفہ ۷۔ اقول ملا جی! جب آپ کے دھرم میں سایہ وقت نصف النہار بھی موجود تھا تو زوال ہوتے ہی قطعاً معاً شرقی ہوا تو یہ مساوات خاص آغاز وقت ظہر پر پیدا ہوئی اور حدیث میں یہ ارشاد ہے کہ مؤذن نے تین بار ارادہ اذان کیا ہر بار کچھ ابراد و تاخیر ملا یہاں تک کہ سایہ مساوی ہوا کیا یہ ارادہ ہائے اذان و حکم ہائے ابراد سب پیش از زوال ہو لیے تھے شاید پہر دن چڑھے ظہر کا وقت ہو جانا ہوگا، ملا جی! تحریف نصوص اسے کہتے ہیں، ص

چھائی جاتی ہے یہ دیکھو تو سراپا کس پر
لطیفہ ۸۔ اقول جب کچھ نہ بنی تو بارے درجے یہ تیسری نزاکت اس حدیث کے جواب میں فرمائی کہ یہ تاخیر آنحضرتؐ سے سفر میں ہوئی شاید آنحضرتؐ نے اس ارادہ سے کی ہو کہ ظہر کو عصر سے جمع کریں گے پس سفر پر حضور کو قیاس مع الفارق ہے۔ ملا جی! ایمان سے کہنا یہ حدیث ابراد ظہر کی ہے یعنی وقت ٹھنڈا کر کے پڑھنا یا تقویت ظہر کی کہ وقت کھو کر پڑھنا، حدیث میں علت حکم یہ ارشاد ہوئی ہے کہ شدت گرمی جو شش جہنم سے ہے تو گرمی میں ظہر ٹھنڈا کر دیا یہ کہ ابھی اذان نہ کہو ہم عصر سے ملا کر پڑھیں گے۔ ملا جی! اس حدیث کی شرح میں خود علامہ شافعیہ کا کلام سنو کہ معنی ابراد میں آپ کی یہ گھڑت بھی ٹوٹے اور سفر و حضر سے فرق کی بھی قسمت چھوٹے ارشاد الساری امام قسطلانی شافعی شرح صحیح بخاری باب الابراد بالظہر فی السفر میں اسی حدیث ابوذر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نیچے ہے :

(قال، كذا مع النبي صلى الله تعالى عليه وسلم في سفر، قیده ہوتا بالسفر، واطلقه في السابقة، مشيراً بذلك الى ان تلك الرواية المطلقة محمولة على هذه المقيدة، لان المراد من الابراد التسهيل و دفع المشقة، فلا تفاوت بين السفر والحضر)

اسی میں ہے :

(فقال له، ابرد، حتى رأينا في التلوي وغاية الابراد حتى يصير الظل ذراعاً بعد ظل الزوال، او ربيع قامة او ثلثها او نصفها، وقيل غيره لك - ويختلف باختلاف الاوقات، لكن يشترط ان لا يمتد الى آخر الوقت)

کہا : ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے سفر میں، یہاں سفر کے ساتھ مقید کیا ہے اور سابقہ روایت میں مطلق رکھا ہے یہ بتانے کے لیے کہ سابقہ مطلق روایت اسی مقید پر محمول ہے کیونکہ ٹھنڈا کرنے کا مقصد آسانی پیدا کرنا اور مشقت دور کرنا ہے اور اس میں سفر حضر کا کوئی فرق نہیں۔ (ت)

اس کو کہا کہ ٹھنڈا کر، یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کا سایہ دیکھ لیا، ابراد کی انتہا یہ ہے کہ سایہ ایک گز ہو جائے زوال کے سائے کے بغیر، یا قد کا چوتھائی یا تہائی یا نصف ہو جائے، اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔ اور اختلاف اوقات کے ساتھ ابراد میں بھی اختلاف واقع ہوتا رہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ابراد اتنا زیادہ نہ ہو کہ وقت آخر ہو جائے (ت)

ف ہاں خوب یاد آیا علمائے شافعیہ کی کیوں ٹیپے آپ اپنے ہی لکھے کو نہ دیکھے مسئلہ وقت مستحب ظہر میں فرما گئے اگر ابراد اختیار کرے تو لازم ہے کہ ایسا ابراد نہ کرے کہ وقت ظہر کا خارج ہو جائے یا قریب آجائے حد میں ابراد کی علماء میں اختلاف ہے مگر یہ سب کے نزدیک شرط ہے کہ ابراد اس مرتبہ کا نہ کرے کہ ظہر کے آخر وقت کو پہنچ جائے کہ مفتح الباری میں اختلاف العلماء فی غایۃ الابراد، لیکن یشترط ان لا یمتد الی اخر الوقت لمخصاً (ابراد کی انتہا میں علماء کا اختلاف ہے لیکن یہ شرط ہے کہ آخر وقت تک نہ پہنچے۔ ت)

جب آخر وقت کے قریب تک نہ آنا لازم و شرط ابراد ہے تو حکم ابراد کو خارج وقت پر حمل کرنا کیسا

لہ ارشاد الساری شرح البخاری باب الابراد بالظہر فی السفر مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۴۸۸/۱
ف معیار الحق مسئلہ سوم وقت مستحب ظہر ص ۳۱۳، ۳۱۴

عذر بار دہے، ملاجی ایمان سے کہنا یہ حدیث سے جواب ہے یا اپنی سخن پروری کے لیے صراحتہ نص شرع کی تخریف حدیث صحیح کا رد۔ شافعیہ حنفیہ کے مکالمات محض تضن طبع کے لیے ہیں ورنہ مذاہب مقرر ہو چکے علامہ زرقانی مالکی شرح مواہب آخر جلد ہفتم میں فرماتے ہیں:

قد اجاب المحافظت حجة، عن ذلك وعن غيره من ادلة المانعین، وهي عشرة، بما يطول ذكره، مع انه لا كبير فائدة فيه، اذ المذاهب تقررت، انما هو تشحيذ اذهاننا۔

ابن حجر نے اس دلیل کا بھی اور مانعین کی دیگر دس دلیلوں کا بھی جواب دیا ہے مگر ان کے ذکر سے طوالت ہوتی ہے اور کوئی نمایاں فائدہ بھی نہیں ہے کیونکہ مذاہب تو مقرر ہو چکے ہیں (اور ایسے سوال جواب) محض ذہن کو تیز کرنے کا کام دیتے ہیں۔ (ت)

آپ اپنی خبر لیجئے آپ تو محقق مجتہد ہیں سب ارباب مذاہب کی ضد ہیں آپ کیوں صحیح بخاری کی حدیث جلیل میں یوں کھلی تخریفیں کر رہے ہیں دعوے باطلہ عمل بالمحدث کے چھلکے اتر رہے ہیں۔ ع

شرم یادت از خدا و از رسول

(تم خدا اور رسول سے شرم کھاؤ)

لطیفہ ۹۔ اقول ملاجی خود جانتے تھے یہ تاویلیں نہیں محض ہل پوچ تقریروں سے بھیجے بنے حدیث کو رد کرنا ہے لہذا عذر بدتر از گناہ کے لیے ارشاد ہوتا ہے غشا تاویلات کا یہی ہے کہ احادیث صحیحہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد ایک مثل کے وقت ظہر نہیں رہتا ثابت ہیں پس جماعین الاولیہ تاویلیں حقہ کی گئیں۔ ان تاویلوں کو حقہ کہنا تو دل میں خوب جانتے ہو گئے کہ جھوٹ کہہ رہے ہو خاک حقہ تھیں کہ ایک دم میں سلفہ ہو گئیں مگر اس دھنڈائی کا کہاں ٹھکانا کہ صحیح حدیث بخاری شریف کو بکجلہ جمع بین الادلہ یوں دانستہ بگاڑ لے حالانکہ نہ قصہ واحد نہ لفظ مساعد اور حدیث ابن عمر دربارہ غیبت شفق میں باوصف اتحاد قصہ جمع بین الادلہ حرام اور رد احادیث صحاح واجب الالتزام۔

لطیفہ ۱۰۔ اقول جمع تقدیم کی نامندمل جراحت بھرنے کو حدیث ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں وہ لکن ترانیاں تھیں کہ ظاہر پر حمل واجب ہے جب تک مانع قطعی نہ ہو اب اپنے داؤں کو ظاہر نص صریح کے یوں ہاتھ دھو کر چیخے پڑے خیر بھرا اللہ آپ ہی کی گواہی سے ثابت ہو لیا کہ جمع بین الادلہ کے لیے ایسی رکیک و پوچ و لچر تاویلات تک روا ہیں تو یہ صاف و لطیف و شائع و لطیف معانی و محامل کہ ہم نے جمع بین الادلہ

احادیث ابن عمر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اختیار کیے ان میں اپنی چون و چرا کی گلی آپ نے خود بند کر لی ، واللہ الحمد ، ص ۷۰

عدو شود سبب غیر گر خدا خواہد

طرفیہ کہ آپ مستدل ہیں اور ہم خصم جب آپ کو ایسے لچریات تفصیل دیں گے ہیں یہ واضح بات بدرجہ اولیٰ نافع اور آپ کے تمام ہوا حس و وساوس کے قاطع ہوں گے۔

فائدہ عائدہ : سنن میں ایک حدیث اور ہے جس سے ناواقف کو جمع تاخیر کا وہم ہو سکے فقیر نے کلام فریقین میں اس سے استناد آجواباً اصل تعرض نہ دیکھا ، ملا جی بہت دور دور کے چکر لگا آئے جہاں کچھ بھی لگتی پائی بلکہ زری بے لگاؤ بھی جمع کر لائے سنن کچھ دور نہ تھیں اس کے اس پاس گھومائے مگر اس سے دہنے باتیں کرتائے اسی سے اس کا نہایت نامفیدی میں ہونا ظاہر مگر شاید اب کسی نے متوہم یا خود حضرت ہی کو تازہ وہم جاگے لہذا اس سے تعرض کر دینا مناسب ،

سنن ابوداؤد میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے احمد بن صالح نے ، اس نے کہا کہ خبر دی ہیں یحییٰ بن محمد جاری نے اور سنن نسائی میں ہے کہ خبر دی ہیں یحییٰ بن یزید بن ابیاب نے ، اس نے کہا حدیث بیان کی مجھ سے یحییٰ بن محمد جاری نے ۔ اور مصنف طحاوی میں ہے کہ حدیث بیان کی ہم سے علی بن عبد الرحمن نے ، اس نے کہا کہ حدیث بیان کی ہم سے نعیم بن حماد نے ۔ دونوں نے کہا کہ خبر دی ہم کو عبد العزیز بن محمد نے (نعیم نے داؤدی کا اضافہ کیا ہے ، مالک بن ابی الزبیر سے ، اس نے جابر رضی اللہ عنہ سے

فقی سنن ابی داؤد ، حدیثنا احمد بن صالح نا یحییٰ بن محمد الجارثی ، وفی سنن النسائی ، اخبرنا المؤمل بن اھاب ، قال حدیثی یحییٰ بن محمد الجارثی ، وفی مصنف الطحاوی ، حدیثنا علی بن عبد الرحمن ثنا نعیم بن حماد قالنا عبد العزیز بن محمد (نہاد نعیم) الدراوردی ، عن مالک عن ابی الزبیر عن جابر ، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

یعنی یحییٰ سے پہلے دو (ابوداؤد اور نسائی) کے ہاں اور نعیم طحاوی کے ہاں ۱۲ منہ (ت)

عہ ای یحییٰ عند الاولین و نعیم عند الطحاوی ۱۲ منہ (م)

۱۷۱/۱ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلاتین مطبوعہ معتبائی لاہور
۶۹/۱ سنن النسائی الوقت الذی یجب فیہ المسافر الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور
۱۱۱/۱ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلاتین الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

غربت له الشمس بمكة ، فجمع بينهما
يسرف (نرادنعيم) يعني الصلاة - ولفظ
المؤمل ، غابت الشمس ورسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم بمكة ، فجمع بين الصلاتين
يسرف - قال ابو داود ، حدثنا محمد بن
هشام جابر احمد بن حنبلنا جعفر
بن عون عن هشام بن سعد ، قال : بينهما
عشرة اميال ، يعني بين مكة وسرف

یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مکہ معظمہ میں آفتاب ڈوبنے کے بعد وصال موضع سرف میں
جمع فرمائیں ابو داؤد نے ہشام بن سعد سے (کہ ملا جی کے حسابوں رافضی مجروح مردود الروایہ متروک الحدیث ہے
تقریب میں کہا صدوق ، لہ اوہام ، ورمی بالتشیع) نقل کی کہ مکہ وسرف میں دس میل کا فاصلہ ہے ۔
اقول وباللہ التوفیق اصول حدیث و نیز اصول محدث ملا جی پر یہ حدیث ہرگز قابل حجت نہیں اصول حدیث
پر اس کی سند ضعیف اور اصول متاثر بہ ضعف و رخصت در ضعیف کیا جائے کہ ضعف کی طومار اور زری مردود
متروک ہے ۔

اولاً دو طریق پیشین میں یکے بن محمد جاری ہے تقریب میں کہا ، صدوق و یخطئ (سچا ہے مگر
خطا کرتا ہے - ت) امام بخاری نے فرمایا : یتکلمون فیہ (ائمہ محدثین اس پر طعن کرتے ہیں - ت) میزان
میں یہی حدیث اس کے ترجمہ میں داخل کی اور کتب ضعیفہ میں زیر ترجمہ ضعیفان کی منکر حدیثیں ذکر کرتے ہیں اور اس
کے ساتھ طریق دوم میں مؤمل بن ابی ب ہے تقریب میں کہا صدوق لہ اوہام (سچا ہے ، اس کو اوہام ہیں)۔
طریق ثالث میں نعیم بن حماد ہے یہ اگرچہ فقیہ و فرائض وان تھا مگر حدیثی حالت میں کجی سے بھی بدتر ہے تقریب میں
کہا صدوق یخطئ کثیراً (سچا ہے مگر خطا بہت کرتا ہے - ت) یہاں تک کہ ابو الفتح ازدی نے کہا : حدیثیں
اپنے جی سے گھڑتا اور امام البصیریہ کے مطاعن میں جھوٹی حکایتیں وضع کرتا تھا یہ اگرچہ مجازفات ازدی سے ہو
مگر ذہبی نے طبقات الحفاظ و میزان الاعتدال دونوں میں اس کے حق میں قول اخیر یہ قرار دیا کہ وہ باوصف اہل

لہ شرح معانی الآثار باب الجمع بین الصلوٰتین الخ اتح ای سعید کینی کراچی ۱۱۱/۱

لہ سنن النسائی الوقت الذی یجمع المقیم الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۹۹/۱

لہ سنن ابی داؤد باب الجمع بین الصلوٰتین الخ مطبوعہ مجتہدانی لاہور ۱۴۱/۱

منکر الحدیث ہے قابلِ احتجاج نہیں جامعِ صحیح میں اس کی روایت منقوۃ ہے نہ بطور تحیث، امام جلال الدین سیوطی ذیل الملالی میں اُس کی حدیث اذ انزل الله ان ينزل الى السماء الدنيا نزل عن عرشه بذاته (جب اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر اُترنا چاہتا ہے تو بذاتہ عرش سے اُتر آتا ہے۔ ت) ذکر کر کے فرماتے ہیں، اتعبنا نعیم بن حماد، من كثرة ما يأتي بهذه الطامات، وكم ندس وعنه وعن الطرطوسي الراوي عنه؟ فلا ادري، البلاء في الحديث منه، او من شيخه نعیم! اور ملخصاً یعنی نعیم بن حماد اس کثرت سے یہ طامات روایتیں لاتا ہے کہ ہم تھک گئے تو کمال اُس کا اور اس کے شاگرد طرطوسی کا کچاؤ کریں مجھے نہیں معلوم کہ اس حدیث میں بلا اُس کی طرف سے اُٹھی یا اُس کے استاد نعیم سے۔

ثانیاً پھر ان سب طرق میں عبد الغزیز بن محمد دراوروی ہے تقریب میں کہا، صدوق، کان یحدث من کتب غیرہ فی خطی (سچا ہے، مگر دوسروں کی کتابوں سے حدیثیں بیان کرتا ہے اس لیے خطا کرتا ہے۔ ت) تو ہر طریق میں دراوروی صدوق یخطی (سچا ہے مگر خطا کرتا ہے۔ ت) ہوئے خصوصاً ثالث میں تو ایک کثیر الخطا اور ثانی میں تیسرا صدوق لد اوہام (سچا ہے، اس کو اوہام میں۔ ت) اور ملّا جی کے اصول پر ایسے رواۃ کی حدیثیں مردود و متروک و واہیات ہیں۔

مثلاً حدیث ابو الزبیر علیہ السلام پر ہے ابو الزبیر کی نسبت خود ملا جی کہہ گئے کہ وہ فقط صدوق ہے اور اس کے ساتھ مدلس قال فی التقریب صدوق الا انه یدلس (تقریب میں کہا کہ سچا ہے مگر مدلس ہے۔ ت) اور یہاں اُن سے راوی لیث بن سعد نہیں اور روایت میں عنعنہ کیا اور عنعنہ مدلس اصول محدثین پر نامقبول۔

عہ قید یہذا، لان الراوی عنہ اذا کان اللیث،
 نزال ما یخشی من تدلیسہ، کما افادہ فی
 فتح المغیث وغیرہ، فلیحفظ فانہا فائدة
 نفیة۔ وقد بین السبب فی ذلک فی المیزان
 فراجعہ ۱۲ منہ مرضی اللہ تعالیٰ عنہ (مر)

یہ قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر اس سے روایت
 کرنے والا لایث ہو تو پھر اس کی تدلیس کا خطرہ باقی
 نہیں رہتا، جیسا کہ فتح المغیث اور دوسری کتب میں
 میں افادہ کیا گیا ہے۔ اس کو یاد رکھو، کیونکہ یہ ایک
 نفیس فائدہ ہے۔ تدلیس کا خطرہ نہ ہونے کا سبب
 میزان میں مذکور ہے اس کا مطالعہ کرو۔ (ت)

۱۰ ذیل الدلی کتاب التوجید، مکتبۃ اثربہ سائنکھ پل ص ۳ و ۴

۲۱۶ ص مطبوعه دار نشر المکتب الاسلامیه گرجانوالا
۳۱۸ ص " " " " "

والیعا میلوں کی گنتی حدیث میں نہیں نہ زید و عمرو کی ایسی حکایات پر وہ اعتماد ضرور جس کے سبب تزقیت صلاۃ کا حکم معروف و مشہور ثابت بالقرآن العظیم والا حدیث الصحاح چھوڑ دیا جائے خصوصاً ملا جی کے نزدیک تو یہ دس میل بتانے والا رافضی متروک ہے زمینوں کا ناپنا میلوں کا گننا ان حملہ و رواۃ کا کام نہ تھا بلکہ سرے سے ان اعصار و اعصار میں اس طریقہ کا اصلاً نام نہ تھا یونہی ہر شخص اپنے تخمینہ سے یا کسی اور کی سُنی سنائی بتا دیتا و لہذا شمار میں اس قدر شدت سے اختلاف پڑتا ہے کہ ان گنتیوں سے امان اٹھائے دیتا ہے۔ ذوالخلیفہ کہ مکہ معظمہ کے راستے پر مدینہ طیبہ کے قریب ایک مشہور و معروف مقام ہے اُس کے اختلاف دیکھئے امام اجل رافضی احمد شیعین مذہب شافعی اور اُن سے پہلے امام ابوالمحسن عبدالواحد بن اسمعیل بن احمد شافعی معاصر امام غزالی اور اُن سے بھی پہلے امام ابو نصر عبدالسید بن محمد شافعی نے فرمایا: مدینہ سے ایک میل ہے۔ امام قسطلانی شافعی نے فرمایا: یہ وہم ہے بشہادت مشاہدہ مردود۔ بعض نے کہا دو ایک میل۔ امام عینی نے فرمایا: چار میل۔ امام حجة الاسلام شافعی نے فرمایا: چھ میل ہے۔ اسی طرح امام مجدد شافعی نے قاموس میں کہا۔ امام اجل ابو زکریا نووی شافعی نے فرمایا: یہی صحیح ہے۔ بعض علما نے کہا: سات میل۔ امام جمال السنوی شافعی نے فرمایا: حق یہ کہ تین میل ہے یا کچھ قدرے قلیل زیادہ ہو مشاہد اس پر گواہ ہے۔ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے: بعده من المدينة میل، كما عند الرافعي، لكن في البسيط انها على ستة اميال. وصححه في المجموع، وهو الذي قاله في القاموس - وقيل: سبعة - وفي المهمات: الصواب، المعروف بالمشاهدة انها على ثلاثة اميال او تزيد قليلا - اُسی میں ہے: وقول من قال، كابن الصباغ في الشامل، والرويا في البحر، انه على ميل من المدينة وهم، يرويه الحسن عمدة القاری شرح صحیح بخاری میں ہے: من المدينة على اربعة اميال ومن مكة على مائتي ميل، غير ميليت و قیل: بينهما وبين المدينة ميل او ميلان - دیکھیے ایسے معروف مقام میں کہ شارع نے اُسے اہل مدینہ کے لیے میقات احرام مقرر فرمایا ایسے اجلہ ائمہ میں ایسے شدید اختلاف ہیں جنہیں ترازوئے تخمینہ کی جھونک کسی طرح نہیں سہار سکتی ایک دو تین چار چھ سات میل تک اقوال مختلف پھر تصحیحوں میں بھی دونوں کا تفاوت، ایک فرماتے چھ میل صحیح ہے دوسری فرماتے تین میل حق ہے۔ موطائے امام مالک میں بسند صحیح علی شرط الشیعین ہے: عن يحيى بن سعيد انه قال لسالم بن عبد الله ما شد ما رأيت ابالك اخرا المغرب في السفر فقال سالم

۱۔ ارشاد الساری شرح البخاری کتاب المواقیات باب فرض مواقیات الحج والعمرة مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۹۸/۳
 ۲۔ " " " " باب مهمل اہل مکہ للحج والعمرة " " " " ۹۹/۳
 ۳۔ عمدة القاری شرح البخاری باب قول الله تعالى يا توک ربنا الخ مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۱۳۰/۹

غربت الشمس ونحن بذات الجیش فصلی المغرب بالعقیقۃ یعنی یحییٰ بن سعید انصاری نے امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا آپ نے اپنے والد ماجد کو سفر میں مغرب کی تاخیر زیادہ سے زیادہ کس قدر کرتے دیکھا فرمایا ذات الجیش میں سہیں سورج ڈوبا اور مغرب عقیق میں پڑھی (اب رواۃ موطا تلامذۃ امام مالک میں ان دونوں مقاموں کے فاصلہ میں اختلاف پڑا یحییٰ کی روایت میں ہے دو میل یا کچھ زائد، عبد اللہ بن وہب نے کہا چھ میل، محمد بن وضاح اندلسی تمیذ التمیذ امام مالک نے کہا سات میل، عبد الرحمن بن قاسم نے کہا دس میل، علامہ زرقانی نے جرم کیا کہ بارہ میل شرح موطا میں فرمایا، بینہما اثنا عشر میل، وقال ابن وضاح: سبعة امیال، وقال ابن دهب: ستة، وقال القعنبي: ذات الجیش علی بریدین من المدینة، وقال البونی فی روایۃ یحییٰ، و بینہما میلان او اکثر قلیلا، وفی روایۃ ابن القاسم: عشرة امیال۔ ان اختلافات کو خیال کیجئے کہاں دو میل کہاں بارہ میل۔

خامساً یہ واقعہ عین ہے اور وقائع عین مسارخ ہرگز احتمالات سرعت سیر کے لیے کوئی حد محدود نہیں کہ اس سے زائد نامتصور ہو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا سفر منزلہ کرنا اوپر گزرا ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث میں ہے :

اصبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملل میں صبح ہوئی پھر تشریف لے چلے اور شام کا کھانا سرف میں تناول فرمایا۔

فصل اول میں گزر چکا کہ ملل مدینہ طیبہ سے سترہ میل ہے اور ہمیں کلام امام بدر محمد عینی سے منقول ہوا کہ مدینہ طیبہ مکہ معظمہ سے دو کم دو سو میل ہے اب سترہ وہ اور دس میل سرف کے نکال لیجئے تو ایک دن میں ایک سو اکثر میل راہ طے ہوتی پھر غروب شمس سے اتنے قرب عشاء تک کہ ہنوز بعد تین رکعت پڑھ لینے کے مغرب کا وقت باقی ہو دس میل قطع ہو جانا کیا جائے عجب ہے خصوصاً او اخر جو زوا و اوائل سلطان میں کہ ان دنوں حوالی مکہ معظمہ میں وقت مغرب کم و بیش ڈیڑھ گھنٹا ہوتا ہے اعتبار نہ آئے تو آزما دیکھیے کہ عمدہ گھوڑے تیز نائقے ڈیڑھ چوڑ ایک ہی عہہ اقول لتکن الشمس عند دخول العشاء فی اولی السرطان میلہ الحجۃ تمام (بقیہ بصفحہ آئندہ)

گھنے میں دس میل بلکہ زائد قطع کر لیں گے حدیث مؤطایں کہ ابھی مذکور ہوئی جزم علامہ زرقانی اور نیز روایت ابن القاسم تلمیذ امام مالک پر اس کی تفسیر یہیں پیش نظر اور ثابت ہو چکا کہ سالم قائل جمع نہیں وہ تصریح فرمایا ہے کہ ان کے والد ماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزدلفہ کے سو اکبھی جمع نہ فرمائی تو لا جرم غروب آفتاب کے بعد دس بارہ میل چلے اور مغرب وقت میں پڑھی ولہذا ابو الولید باجی مالکی نے اس حدیث کی شرح میں کہا: اس راویان یعرف احسرو وقتہا المختار یعنی بن سعید انصاری کا اس سوال سے پرارادہ تھا کہ مغرب کا آخر وقت مختار معلوم کریں۔ منقہ میں کہا: وحمل ذلك على المعروف من سير من جد غروب وقت پر پڑھنا ہوتا تو کوشش سیر پر حمل کی کیا حاجت تھی بالجملہ حدیث بر تقدیر صحت بھی اصلاً جمع تحقیقی کی مفید نہ جمع صوری سے جدا و بعید والحمد للہ العلی المجید۔

الحمد للہ کلام اپنے ذرورۃ اقصیٰ کو پہنچا اور جمع تقدیم و تاخیر دونوں میں ملاجی کا ہاتھ بالکل خالی رہ گیا، ایک حدیث سے بھی جمع تحقیقی اصلاً ثابت نہ ہو سکی ولہذا الحجۃ السامیہ امید کرتا ہوں کہ اس فصل بلکہ تمام رسالہ میں ایسا کلام شافی و متین و کافی و مبین برکات قدسیہ روح زکیہ طیبہ علیہ امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمر سراج الائمہ سیدنا امام اعظم و اقدم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حصہ خاصہ فقیر مہین ہو والحمد للہ رب العالمین۔

فصل چہارم نصوص نفی جمع و ہدایت التزام اوقات میں

یہ نصوص دو قسم ہیں اول عامہ جن میں تعیین اوقات کا بیان یا ان کی محافطت کی ترغیب یا ان کی محافطت سے ترہیب ہے جس سے ثابت ہو کہ ہر نماز کے لیے شرعاً مقررہ وقت مقرر فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے ہو کہ نہ اس کے بعد دوسرے وقت پر اٹھا رکھی جائے بلکہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہونی چاہئے۔ دوم خاصہ جن میں (بقیہ صفحہ گزشتہ) عرض لکھتے المکرمۃ سمحۃ غایۃ الانحطاط بالتفریق مدغم جیبہ ص کے الد ظل عرض مکۃ الحرف ما عر لم ظل الميل الوا الہ لا منخطا ص کے الح جیب تعدیل النہار قوسہ ط نہ الح صہ = فت ۱۰ ر نصف قوس اللیل سمہ مط لطر جیب انحطاط الوقت تح لہ = الح = مہ الد ک سوہ مک الد = کا مدح۔ مط لطر = اگر نہ مط سم فضل الد ان قوسہ نرمہ = فت ۱۰ ر = الد ک دائرہ = ط لطر ہذا تقریب وجوہ التدقیق تعلقان شاء اللہ تعالیٰ من کتابنا بیج الاوقات للصوم والصلوۃ وفقنا اللہ تعالیٰ لاکمالہ ونفعنا و المسلمین یا عمالہ آمین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (م)

بالخصوص جمع بین الصلواتین کی نفی ہے۔

قسم اول نصوص عامہ (الآیات) رب العزة تبارک و تعالیٰ نے محافظت و التزام اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا،

(۱) بقرہ (۲) نساء (۳) النعام (۴) مریم (۵) مؤمنون (۶) معارج (۷) ماعون
آیت ۱ قال بنا عز من قائل،

ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتباً موقوتاً ۝ بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا۔
کہ نہ وقت سے پہلے صبح نہ وقت کے بعد تاخیر واداء، بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو۔ میں یہاں معنی آیت میں کلام علمائے کرام لاؤں اس سے بہتر یہی ہے کہ خود تلاجی کی شہادت دلاؤں، مسئلہ وقتِ ظہر میں ایک مثل تک قاضی وقت بتانے کے لئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتباً موقوتاً یعنی ہر نماز کا وقت علمہ علیہ ہے تفسیر مظہری میں ہے قوله تعالیٰ: کتباً موقوتاً، یقتضی کون الوقت لكل صلوة وقتاً علیحدہ تو مقتضای آیت کا یہی ہے کہ ایک نماز کے وقت میں دوسری نماز ادا نہیں ہو سکتی۔
مدعی لاکھ پر بھباری ہے گواہی تیری

عن هذا، لا خلاف فیہ بین العلماء، الاشی
مر وی عن ابی موسیٰ الاشعری وعن بعض
التابعین اجمع العلماء علی خلافه، ولا وجه
لذکره ههنا لانه لا یصح عنهم، وصح عن
ابی موسیٰ خلافه مما وافق الجماعة، فصار
اتفاقاً صحیحاً اه عمدة القاری ۱۲ منه (م)
اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ابو موسیٰ
اشعری اور بعض تابعین سے جو کچھ مروی ہے اس کے
خلاف علماء کا اجماع ہے اور اس کو یہاں ذکر کرنے
کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ وہ ابو موسیٰ سے نصرت
منقول نہیں ہے بلکہ ابو موسیٰ سے، اس کے خلاف اور
جمہور کے موافق قول صحیح طور پر ثابت ہے، اس لئے
سب کا متفق ہونا ہی درست قرار
پایا اھ عمدة القاری ۱۲ منه (ت)

لہ العتران ۱۰۳/۴

لہ معیار الحق مسئلہ چہارم بحث آخر وقت ظہر مکتبہ ندیریہ لاہور ۳۱۷

آیت ۲ قال مولانا جل وعلا :

حافظوا على الصلوات والصلوة الوسطی و
قوموا لله قانتین ۱

محافظة کرو کہ سب نمازوں اور خاص بیچ والی نماز کی
اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے ۔
محافظة کرو کہ کوئی نماز اپنے وقت سے ادھر اُدھر نہ ہونے پائے ، بیچ والی نماز نماز عصر ہے اُس وقت
لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے اس لیے اُس کی خاص تاکید فرمائی ۔
بیضاوی شریف علامہ ناصر الدین شافعی میں ہے :

حافظوا على الصلوات ، بالاداء لوقتها والمداومة
عليها ۲

نمازوں کی محافظت کرو ، یعنی وقت پر ادا کرو اور
ہمیشہ کرو ۔ (ت)
مدارک شریف میں ہے :

حافظوا على الصلوات ، داوموا عليها لوقتها ۳

ارشاد العقل السليم میں ہے ،
حافظوا على الصلوات ای داوموا على اداها
لاوقاتها من غير اخلال بشئ منها ۴

آیت ۳ قال العلي الاعلی تبارک وتعالی :

والذين هم على صلاتهم يحفظون ۵
اولئك هم الوارثون ۵ الذين يرثون
الفر دوس هم فيها خالدون ۵

اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں کہ اُسے
وقت سے بے وقت نہیں ہونے دیتے وہی سچے
وارث ہیں کہ جنت کی وراثت پائیں گے وہ اس میں
ہمیشہ رہنے والے ہیں ۔

معالم شریف امام بغوی شافعی میں ہے ،
يحافظون ، ای داومون على حفظها ويراعون

۱۔ القرآن الحکیم ۲۳۸/۲

۲۔ انوار التنزيل المعروف تفسیر البيضاوی تحت آیت حافظوا على الصلوات الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱۱۱/۱

۳۔ تفسیر النفسی المعروف تفسیر مدارک " " " " دار الکتاب العربی بیروت ۱۲۱/۱

۴۔ ارشاد العقل السليم " " " " احیاء التراث العربی " ۲۳۵/۱

۵۔ القرآن ۹/۲۳ و ۱۰/۲۳ و ۱۱/۲۳

اوقاتہا، کمر ذکر الصلاة لیتبین ان المحافظة علیہا واجبۃ۔
اوقات کا خیال رکھتے ہیں۔ نماز کا ذکر مکرر کیا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ اس کی محافظت واجب ہے۔ (ت)

آیت ۴ قال المولى الاجل عز وجل،

والذين هم على صلاتهم يحافظون ۵ اولئك في جنت مكرمون۔
اور وہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرتے ہیں وہ جنتوں میں عزت کئے جائیں گے۔

جلالین شریف امام جلال الملة والدين شافعی میں ہے، يحافظون، پادا ٹھا فی اوقاتہا (محافظت کرتے ہیں یعنی وقت پر ادا کرتے ہیں۔ ت)
نسفی شریف میں ہے:

المحافظة علیہا ان لا تقصیر عن مواقیہہا۔

نماز کی محافظت یہ ہے کہ اپنے اوقات سے ضائع نہ ہو۔ (ت)

آیت ۵ قال المولى قدس وتعالى،

والذين يؤمنون بالآخرة يؤمنون به وهم على صلاتهم يحافظون ۵
اور جنہیں آخرت پر یقین ہے وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

کہ وقت سے باہر نہ ہو جائیں۔ تفسیر کبیر میں ہے

المراد بالمحافظة العهد لشروطها من وقت وطهارۃ وغیرہما والقيام علی امرکانتہما و اتمامہا حتی یکون ذلک دایہ فی کل وقت

محافظت سے مراد یہ ہے کہ وقت اور طہارت وغیرہ تمام شروط کو ملحوظ رکھا جائے، اس کے ارکان کو قائم کیا جائے اور اسے مکمل کیا جائے یہاں تک کہ جب نماز کا وقت آئے تو آدمی ان کاموں کو بطور عادت کرنے لگے۔ (ت)

عہ ذکرہ تحت آية المؤمنون ۱۲ منہ (م) یہ انہوں نے سورۃ المؤمنون ۲۳ کی آیت ۹ کے تحت ذکر کیا ہے ۱۲ منہ

۱۔ تفسیر البغوی المعروف معالم التنزیل مع الخازن تحت آیت مذکورہ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۳/۵

۲۔ القرآن ۳۳/۷ و ۳۵/۷

۳۔ تفسیر جلالین آیت مذکورہ کے تحت مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۲۷۲/۲

۴۔ تفسیر النسفی " " " " مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۲۹۲/۲

۵۔ القرآن ۹۲/۶

۶۔ تفسیر کبیر والذین ہم علی صلاتہم يحافظون کے تحت مطبوعہ المطبعة البیہ المصریۃ مصر ۸۱/۲۳

محافظتِ وقت کے یہ معنی جو ہم نے علمائے حنفیہ کے سوا ہر آیت میں علمائے شافعیہ سے نقل کئے کہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہو خود احادیث میں ارشاد ہوئے جن کا ذکر عنقریب آتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

آیت ۶ قال رب العلی عز و علا :

ثم خلف من بعدهم خلف اضاعوا الصلوة۔ پھر آئے ان کے بعد وہ برے پسماندے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں۔

سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں ، اخردها عن مواقيتها وصلوها لغیر وقتہا (یہ لوگ جن کی مذمت اس آیت کریمہ میں فرمائی گئی وہ ہیں جو نمازوں کو ان کے وقت سے ہٹاتے اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں) ذکرہ الامام البدر فی عمدة القاری باب تضييع الصلوات عن وقتها والامام البغوی فی المعالم۔

افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں : هو ان لا یصلی الظهر حتی اتي العصر (نماز کا ضائع کرنا یہ ہے کہ ظہر نہ پڑھی یہاں تک کہ عصر کا وقت آگیا) اثنی عشری السنہ۔ تفسیر انوار التنزیل میں ہے : اضاعوا الصلوة ترکوها و اخروها عن وقتها۔

آیت ۷ قال سبحانه ما اعظم شأنہ

فویل للبصليين ۵ الذين هم عن صلاتهم غافلون ۵ خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں (کہ وقت نکال کر پڑھتے ہیں)

تفسیر جلالین میں ہے : ساہون غافلون یؤخرونها عن وقتها۔ تفسیر مفاتیح الغیب میں ہے : ساہون یفید امریت اخراجها عن الوقت وكون الانسان غافلا فیہا۔ اس آیت کریمہ کی یہ تفسیر خود

۱۵ القرآن ۱۹/۵۹

۱۵ عمدة القاری شرح البخاری باب تضييع الصلوة حدیث ۸ مطبوعة الطباعة النیرية بیروت ۱۴/۵

۱۵ تفسیر البغوی المعروف بمعالم التنزیل مع الخازن تحت آیت مذکورہ ۲۵۲/۴ مصطفیٰ البابانی مصر

۱۵ انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی " " " " مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۹

۱۵ القرآن ۱۰۴/۴

۱۵ تفسیر جلالین تحت آیت مذکورہ مطبوعة مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۵۰۵

۱۵ مفاتیح الغیب تفسیر کبیر میدان جامع ازہر مصر ۱۱۵/۳۲

حدیث میں وارد ہوئی کما سیانی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(الاحادیث) **اقول** وباللہ التوفیق ملاجی نے تو جھوٹ ہی کہہ دیا تھا کہ احادیث جمع پودہ صحابیوں مروی ہیں جنہیں خود بھی نہ گنا سکے بلکہ صراحتہ تسلیم کر گئے کہ ان میں اکثر کی روایات اُن کے لئے مفید نہیں صرف چار مفید سمجھیں جن کا حال بتوفیقہ تعالیٰ واضح ہو گیا کہ اصلاً انہیں مفید نہ تھیں اب فقیر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے کہ اس بحث میں ہمارے مفید حدیثیں جو اس وقت نظر میں جلد فرما ہیں چالیس سے زائد ہیں کہ تیسری صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہوئیں ،

(۱) عمر فاروق (۲) علی مرتضیٰ (۳) سعد بن ابی وقاص (۴) عبد اللہ بن مسعود (۵) عبد اللہ بن عباس (۶) عبد اللہ بن عمر (۷) عبد اللہ بن عمرو (۸) جابر بن عبد اللہ (۹) ابو ذر غفاری (۱۰) ابو قتادہ انصاری (۱۱) ابو درداء (۱۲) ابو سعید خدری (۱۳) ابو مسعود بدری (۱۴) بشیر بن خبیہ بن عمرو دنی (۱۵) ابو موسیٰ اشعری (۱۶) بریدہ اسلمی (۱۷) عبادہ بن صامت (۱۸) کعب بن عجرہ (۱۹) فضالہ زہرائی (۲۰) حنظلہ بن الریث (۲۱) انس بن مالک (۲۲) ابو ہریرہ (۲۳) ام المؤمنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ تعالیٰ علیہا وعلیہا وعلیہم اجمعین وبارک وسلم۔ ان میں سات حدیثیں اور مولیٰ المسلمین و محبوبہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کی روایتیں تو جمع صوری میں گزریں باقی اکیس صحابہ سے چھتیس حدیثیں بتوفیقہ تعالیٰ یہاں سنئے ملاجی کی طرح اگر مجلات کو بھی شامل کر لیجئے اور واقعی ہمیں اس کا استحقاق بردہ جی و صحیح حاصل تو معاذ بن جبل واسحاق بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ملا کہ عدد صحابہ چھتیس اور احادیث مجملہ مل کے شمار احادیث پچاس سے زائد ہوگا، خیر یہاں جو حدیثیں ہیں کھنٹی ہیں وہ چند نوع ہیں ،

نوع اول: احادیث محافظت وقت اور اس کی ترغیب اور اس کے ترک سے ترہیب۔

حدیث ۱: امام احمد بسند صحیح حضرت حنظلہ کا تب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال : سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول ، من حافظ علی الصلوات الخمس ، رکوعھن وسجودھن ومواقیتھن ، وعلومھن حق من عند اللہ ، دخل الجنة ، او قال ، وجبت له الجنة ، او قال ، حرم علی النار۔ (یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کی ان کے رکوع و سجود و اوقات پر محافظت کرے اور یقین جانے کہ وہ اللہ جل و علا کی طرف سے ہیں جنت میں جائے یا فرمایا جنت اس کے لیے واجب ہو جائے یا فرمایا دوزخ پر حرام ہو جائے)

حدیث ۲: ابو داؤد و سنن اور طبرانی مجمع میں بسند جید ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

خمس من جاء بہن مع ايمان دخل الجنة ، من حافظ علی الصلوات الخمس ، پانچ چیزیں ہیں کہ جو انہیں ایمان کے ساتھ لائے گا جنت میں جائے گا جو پنجگانہ نمازوں کی اُن کے وضو اُن کے

علی وضو نہیں و سرکوعہن و سجودہن و موافقتہن علیہ الحدیث۔
 رکوع اُن کے بعد اُن کے اوقات پر محافظت کرے (اور روزہ و حج و زکوٰۃ و غسل جنابت بجالائے)

حدیث ۳۳: امام مالک و ابو داؤد و نسائی و ابن حبان اپنی صحاح میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جو اُن کا وضو
 اچھی طرح کرے اور اُنہیں اُن کے وقت پر پڑھے
 اور اُن کا رکوع و خشوع پورا کرے اُس کے لئے اللہ
 عز و جل پر عہد ہے کہ اُسے بخش دے، اور جو ایسا
 نہ کرے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ پر کچھ عہد نہیں چاہیے
 بخشے چاہیے عذاب کرے۔ یہ الفاظ ابو داؤد کے ہیں۔
 خمس صلوات افترضہن اللہ تعالیٰ، من
 احسن وضوءہن و صلاہن لوقتہن و
 اتحرر کوعہن و خشوعہن، کان لہ علی
 اللہ عہد ان یغفر لہ، و من لم یفعل
 فلیس لہ علی اللہ عہد، ان شاء غفر لہ،
 و ان شاء عذبتہ۔ ہذا لفظ ابی داؤد۔

حدیث ۳۴: ابو داؤد طریق ابن الاعرابی میں حضرت قتادہ بن ربیع انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور
 سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عز و جل فرماتا ہے:

انی فرضت علی امتک خمس صلوات، و عہدتی
 میں نے تیری امت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے

علی تمامہ، و صامہ من رمضان و حج البیت ان استطاع الیہ سبیلاً و اعطی الزکوٰۃ، طیبۃ بھا نفسہ، و
 ادی الامانۃ، قالوا: یا ابا الدرداء! ما اداء الامانۃ؟ قال: الغسل من الجنابة ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
 (اس کا ترجمہ متن میں موجود ہے)

۱۷۵: اور وہ المنذری عنہ فرماد: و سجودہن،
 بعد قولہ: سرکوعہن، و لیس فی شیء من نسخ السنن
 التی عندی، و قد قال العلامة ابویہم الحبلی فی
 غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی ما نصہ: اما
 لفظ و سجودہن بعد رکوعین فغیر ثابت الخ ۱۲ من
 من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
 منذری نے بھی ابو داؤد سے اس روایت کو لیا ہے مگر
 اس نے رکوعہن کے بعد سجودہن کے لفظ بڑھا دیا
 ہیں، حالانکہ ابو داؤد کے میرے پاس موجود نسخوں
 میں سجودہن نہیں ہے، اور ابراہیم حلبی نے
 غنیۃ المستملی میں تصریح کی ہے کہ سرکوعہن کے بعد
 سجودہن کا لفظ ثابت نہیں ہے۔ (ت)

۱۷۶: سنن ابی داؤد حدیث ۳۲۹ دار احیاء السنۃ مصر ۱۱۶/۱ و ۱۱۷

۱۷۷: سنن ابی داؤد حدیث ۳۲۵ دار احیاء السنۃ مصر ۱۱۵/۱

۱۷۸: الترغیب والترہیب فی الصلوات الخمس الخ حدیث ۳۶ مصطفیٰ البابی مصر ۱۲۲/۱

۱۷۹: غنیۃ المستملی مقدمہ کتاب سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲

عندی عہدا انہ من جاء يحافظ عليهن
لوقتہن ادخلته الجنة ، ومن لم يحافظ
عليهن فلا عہد له عندی۔

حدیث ۵ : دارمی حضرت کعب ابن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے
رب جل و علا سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد کرتا ہے :

من صلی الصلاة لوقتها فاقام حدها كان
له على عہد ادخله الجنة ومن لم یصل
الصلاة لوقتها ولم یقم حدها لم یکن له
عندی عہد ان شئت ادخلته النار وان
شئت ادخلته الجنة۔

حدیث ۶ : طبرانی بسند صالح عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ایک دن حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے فرمایا : جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے ؟ عرض کی : خدا و
رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا : جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے ؟ عرض کی : اللہ اور رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا :
جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے ؟ عرض کی : خدا اور رسول خوب دانا ہیں۔ فرمایا : تمہارا رب جل و علا فرماتا ہے :
وعزتی وجلالی لا یصلیہا عبد لوقتها الا ادخلته
الجنة ومن صلاہا لغير وقتها انت شئت
مرحمته وان شئت عذبتہ۔

حدیث ۷ : نیز طبرانی اوسط میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
فرماتے ہیں :

من صلی الصلوات لوقتها واسبع لہا وضوہا
واتم لہا قیامہا وخشوعہا و رکوعہا و

۱۔ سنن ابی داؤد حدیث ۴۳۰ دار احیاء السنۃ النبویۃ مصر ۱۱۷/۱
۲۔ سنن الدارمی باب استحباب الصلوة فی اول الوقت حدیث ۱۲۲۸ مطبوعہ نشر السنۃ لمطان ۲۲۳/۱
۳۔ المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۱۰۵۵۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۸۱/۱۰

سفید روشن ہو کر یہ کہتی نکلتی تھی کہ اللہ تیری نگہبانی فرمائے
جس طرح تُو نے میری حفاظت کی اور جو غیر وقت پر پڑھے
اور وضو خشوع و رکوع و سجود پورا نہ کرے وہ نماز سیاد
تا ریک ہو کر یہ کہتی نکلتی تھی کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح
تُو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اُس مقام پر پہنچے
جہاں تک اللہ عز و جل چاہے پُرانے چھینٹے کی طرح
لیٹ کر اُس کے مُنہ پر ماری جائے دو العیاذ باللہ رب
العالمین

سجودھا خرچت وہی بیضا مسفرة تقول
حفظك الله كما حفظتني ومن صلا الصلوة لغير
وقتها فلو يسبغ لها وضوءها ولو يتول لها
خشوعها ولا ركوعها ولا سجودها خرچت
وہی سوداء مظلمة تقول ضيعك الله كما
ضيعتني حتى اذا كانت حيث شاء الله لفت
كما يلف الثوب الخلق شوضب بها وجهه

حدیث ۸ : ابو داؤد حضرت فضالہ زہرائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسائل
دین تعلیم فرمائے اُن میں یہ بھی تعلیم فرمایا کہ نماز پنجگانہ کی
محافظة کر۔

قال علمني رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
فكان فيما علمني وحافظ على الصلوات الخمس

حدیث ۹ : بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، دارمی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راوی :

میں نے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا
سب میں زیادہ کیا عمل اللہ عز و جل کو پیارا ہے، فرمایا
نماز اس کے وقت یاد کرنا۔

قال سألت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
وسلم اى العمل احب الى الله قال الصلاة
على وقتها

حدیث ۱۰ : بیہقی شعب الایمان میں بطریق عکرمہ امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :
ایک شخص نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! اسلام میں
سب زیادہ کیا چیز اللہ تعالیٰ کو پیاری ہے، فرمایا، نماز وقت
پر پڑھنی، جس نے نماز چھوڑی اس کیلئے دین رہا نماز دین کا ستون ہے۔

قال جاء رجل فقال يا رسول الله اى شئ
احب الى الله في الاسلام قال الصلاة لوقتها
ومن ترك الصلاة فلا دين له والصلاة
عماد الدين

۱۔ مجمع اوسط حدیث ۳۱۱۹ مکتبہ المعارف ریاض ۸۶/۳

۲۔ سنن ابی داؤد باب المحافظة علی الصلوات مطبوعہ مجتہباتی پاکستان ۶۱/۱

۳۔ بخاری شریف باب فضل الصلوة لوقتها مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۶/۱

۴۔ شعب الایمان باب فی الصلوات حدیث ۲۸۰۷ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۳۹/۳

حدیث ۱۱ : طبرانی معجم اوسط میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
ثَلَاثٌ مِنْ حِفْظِهِنَّ فَهُوَ وَلِي حَقٍّ وَمِنْ ضَيْعِهِنَّ فَهُوَ عَدُوٌّ حَقٍّ الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ وَالْجَنَابَةُ۔
تین چیزیں ہیں کہ جو ان کی حفاظت کرے وہ سچا ولی ہے اور جو انہیں ضائع کرے وہ نیک دشمن ، نماز اور روزے اور غسل جنابت ۔

حدیث ۱۲ : امام مالک مؤطا میں نافع سے راوی :

ان عشرين الخطاب رضى الله تعالى عنه كتب الى عماله ان اهم امركم عندى الصلاة فمن حفظها وحافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها فهو لما سواها اضيع الحديث۔
امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عاملوں کو فرمان بھیجے کہ تمہارے تمام کاموں میں مجھے زیادہ فکر نماز کی ہے جو اسے حفظ اور اس پر محافظت کرے اس نے اپنے دین کی حفاظت کرنی اور جس نے اسے ضائع کیا وہ اور کاموں کو زیادہ تر ضائع کرے گا۔

(نوع آخر) حدیث امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام جس میں انھوں نے ہر نماز کے لئے جُدا وقت معین کیا۔

حدیث ۱۳ : بخاری و مسلم صحاح اور امام مالک و امام ابن ابی ذئب مؤطا اور ابو محمد عبد اللہ دارمی مسند میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی جبریل نے بعد تعیین اوقات عرض کی : بهذا امرت (اسی کا حضور کو حکم دیا گیا ہے) ابن ابی ذئب کے لفظ یوں ہیں : عن ابن شهاب انه سمع عروة بن الزبير يحدث عمر بن عبد العزيز عن ابي مسعود الانصاري ان المعيرة بن شعبة اخرا لصلاة فدخل عليه ابو مسعود فقال ان جبريل نزل على محمد صلى الله تعالى عليه وسلم فصلى وصلى وصلى وصلى ثم صلى ثم صلى ثم صلى ثم صلى ثم قال هكذا امرت (یعنی جبریل امین نے دونوں روز امامت سے تعیین اوقات کر کے عرض کی : ایسا ہی حضور کو حکم ہے) مسند امام ابن راہویہ میں مطول و مفصل ہے فی آخرہ ثم قال جبريل - ايمن هذين وقت صلاة (پھر جبریل نے عرض کی ان دونوں کے درمیان وقت نماز ہے)

حدیث ۱۴ : دارقطنی و طبرانی و ابو عمر بن عبد البر ابو مسعود و بشیر بن ابی مسعود دونوں صحابیوں رضی اللہ تعالیٰ عنہما

معجم اوسط حدیث ۸۹۵۶ مکتبہ المعارف ریاض ۴۴۵/۹

مؤطا امام مالک وقت الصلوة مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵

بخاری شریف کتاب مواقیات الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۵/۱

شرح الزرقانی علی المؤطا باب وقت الصلوة مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر ۱۵/۱

نصب الرایتہ بحوالہ سند ابن راہویہ باب المواقیات مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ ۲۲۳/۱

راوی جبریل نے عرض کی، مابین ہذین وقت یعنی امس والیوم (کل اور آج کے وقتوں کے درمیان ہر نماز کا وقت ہے)

حدیث ۱۵: ابو داؤد، ترمذی، شافعی، طحاوی، ابن حبان، حاکم، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی، الوقت مابین ہذین الوقتین (وقت وہ ہے جو ان دو وقتوں کے درمیان ہے)

حدیث ۱۶: نسائی و طحاوی و حاکم و بزار ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے عرض کی، الصلاة مابین صلاتک امس و صلاتک الیوم (نماز دیروزہ و امروزہ کے بیچ میں نماز ہے) بزار کے یہاں ہے، ثم قال مابین ہذین وقت (ان دو کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۷: نسائی و احمد و اسحق و ابن حبان و حاکم جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی جبریل نے گزارش کی، مابین ہاتین الصلاتین وقت (ان دو نمازوں کے اندر وقت ہے)

حدیث ۱۸: طحاوی ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے گزارش کی، الصلاة فیما بین ہذین الوقتین (نماز ان دو وقتوں کے درمیان ہے)

(نوع آخر) حدیث سائل جے حضور بر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامتیں فرما کر ہر نماز کا اول و آخر وقت بتایا۔

حدیث ۱۹: مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ طحاوی حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: وقت صلاتکم بیت ماسر ایتم (تمہاری نماز کا وقت اس کے درمیان ہے جو تم نے دیکھا) مسلم کے دوسرے طریق میں ہے، مابین ماسر آیت وقت (اے سائل جو تو نے دیکھا اس کے اندر وقت ہے)

۳۰۵/۱	دارالکتاب بیروت	۱۰ باب فی وقت	۱۰ مجمع الزوائد
۲۱/۱	مطبوعہ رشیدیہ این کمپنی دہلی	باب ماجاء فی مواقیط الصلوات	۱۰ جامع الترمذی
۵۹/۱	مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور	کتاب المواقیط آخر وقت الظهر	۱۰ سنن النسائی
۱۸۴/۱	مطبوعہ موسستہ الرسالہ بیروت	باب ای حین یصلی	۱۰ کشف الاستار عن
۶۱/۱	مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور	کتاب المواقیط آخر وقت العصر	۱۰ سنن النسائی
۱۰۲/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب مواقیط الصلوات	۱۰ شرح معانی الآثار
۲۲۳/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	باب اوقات الصلوات الخمس	۱۰ صحیح مسلم
۲۲۳/۱	" " " "	" " "	۱۰ صحیح مسلم

ترمذی کے یہاں یوں ہے: مواقیت الصلوة کما بین ہذین (نمازوں کے وقت ایسے ہیں جیسے ان دو کے درمیان)

حدیث ۲۰: مسلم ابی داؤد نسائی ابن ابان طحاوی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: الوقت بین ہذین (وقت ان دو کے درمیان ہے)

حدیث ۲۱: طحاوی بطریق عطار بن ابی رباح بعض صحابہ یعنی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور امام عیسیٰ بن ابان بلفظ عن عطارد بن ابی رباح قال بلغنی ان رجلا اق النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بین صلاتی فی ہذین الوقتین کلہ (جی دو وقتوں پر میں نے نماز پڑھیں ان کے اندر اندر سب وقت ہے) و لفظ الحجج ثم قال ما بینہما وقت (اور کتاب الحج کے الفاظ یہ ہیں: پھر فرمایا ان دونوں کے درمیان وقت ہے)

حدیث ۲۲: مالک و نسائی و بزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ما بین ہذین وقت (ان دو کے درمیان وقت ہے) وفيه الاقتصار علی ذکر الفجر فكانه مختصر قلت فقد رواه الدارقطني في سننه من حديث قتادة عن انس مطلقا والله تعالى اعلم (اس روایت میں صرف ذکر ہے شاید اس میں اضافہ ہے میں نے کہا دارقطنی نے اپنے سنن میں اس سے روایت مطلقہ ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ اعلم) (نوع آخر) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگوئی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے تم ان کا اتباع نہ کرنا اسے مطلق فرمایا کچھ سفر و حضر کی تخصیص ارشاد نہ ہوئی۔

حدیث ۲۳: مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی احمد دارمی حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی: قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وضرب فخذي كيف انت اذ البقيت في قوم يؤخرون الصلاة عن وقتها قال قلت ما تأمرني حضور سيد المرسلين صلى الله عليه وسلم نے میری ران پر ہاتھ مار کر فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ جائے گا جو نماز کو اس کے وقت سے تاخیر

۲۲/۱	مطبوعہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی	۱ جامع ترمذی باب ما جاء في مواقیت الصلوات
۲۲۳/۱	قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی	۲ صحیح مسلم باب اوقات الصلوات الخمس
۱۰۲/۱	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۳ شرح معانی الآثار باب مواقیت الصلوات
۱۳	دار المعارف نعمانیہ لاہور	۴ کتاب المجتہ اختلافاً اہل الکوفۃ والمذنبۃ فی الصلوة
۶۲/۱	مکتبہ سلفیہ لاہور	۵ النسائی کتاب مواقیت

قال صل الصلاة لوقتها الحديث۔ کریں گے، میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں،

فرمایا تو وقت پر پڑھ لینا۔

حدیث ۲۴ : احمد ابوداؤد ابن ماجہ بسند صحیح عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

ستكون عليكم بعدى امراء تشغلهم اشياء عن الصلاة لوقتها حتى يذهب وقتها فصلوا الصلاة لوقتها الحديث۔ میرے بعد تم پر کچھ حاکم ہوں گے کہ ان کے کام وقت پر انہیں نماز سے روکیں گے یہاں تک کہ وقت نکل جائے گا تم وقت پر نماز پڑھنا۔

حدیث ۲۵ : ابوداؤد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

قال قال لي رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كيف بكم اذا انت عليكم امراء يصلون الصلاة لغير ميقاتها قلت فما تا صر في اذا ادر كني ذلك يا رسول الله قال صل الصلاة لوقيتها واجعل صلاتك معهم سبحة۔ فرمایا مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جب تم پر وہ حکام آئیں گے کہ غیر وقت پر نماز پڑھیں گے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! جب میں ایسا وقت پاؤں تو حضور مجھ سے حکم دیتے ہیں۔ فرمایا نماز وقت پر پڑھ اور ان کے ساتھ نفل کی نیت سے شریک ہو جا۔

(نوع آخر) ارشاد صریح کہ جب ایک نماز کا وقت آیا دوسری کا وقت جانا رہا قضا ہوگئی اور اس کی

مانعت و مذمت۔

حدیث ۲۶ : مسلم و ابوداؤد و نسائی و عیسیٰ بن ابان حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

وقت الظهر ما لم يحضر العصر وقت المغرب ما لم يسقط ثور الشفق۔ ظہر کا وقت جب تک کہ عصر کا وقت نہ آئے اور مغرب کا وقت جب تک کہ شفق نہ ڈوبے۔

۱/۲۳۱ صحیح مسلم باب کراہۃ تأخیر الصلوات مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی

۱/۹۰ سنن ابن ماجہ باب ما جاء في اذا اخرت الصلاة عن وقتها مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱/۶۲ سنن ابی داؤد اذا اخر الامام الصلاة عن الوقت "مجتبائی دہلی

۱/۲۲۳ صحیح المسلم باب اوقات الصلوات الخمس قدیمی کتب خانہ کراچی

حدیث ۲۷: ترمذی و طحاوی بسند صحیح بطریق محمد بن فضیل عن الاعمش عن ابی صالح ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للصلاة اولا و آخر و ان اول وقت صلاة
الظہر حين نزول الشمس و آخر وقتها حين
يدخل وقت العصر و فيه ان اول وقت المغرب
حين تغرب الشمس و ان آخر وقتها حين
يغيب الشفق

بیشک نماز کے لیے اول و آخر ہے اور بیشک آغاز
وقت ظہر کا سورج ڈھلے سے اور ختم وقت ظہر کا
وقت عصر آنے پر ہے اور بیشک ابتدا وقت مغرب کی
سورج چھپے ہے اور بیشک انتہا اُس کے وقت کی
شفق ڈوبے۔

حدیث ۲۸: مسلم و احمد و ابو داؤد و ابن ماجہ و طحاوی و ابن حبان حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ليس في النوم تفريط انما التفريط في اليقظة
ان تؤخر صلاة حتى يدخل وقت صلاة
اخرى

سوئے میں کچھ تقصیر نہیں تقصیر ہو جاتے ہیں ہے کہ
تو ایک نماز کو اتنا پیچھے ہٹائے کہ دوسری نماز کا وقت
آجائے۔

یہ حدیث خود حالت سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی حین فاتھم
صلاة الصبح ليلة التعرّيس وهو عند ابی داؤد و ابن ماجہ من دون قوله ان تؤخر (جب
ليلة التعرّيس کی صبح کو ان فجر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ یہ روایت ابو داؤد و ابن ماجہ میں بھی ہے مگر اس میں "ان تؤخر" کا لفظ نہیں ہے۔)
یہ حدیث نص صریح ہے کہ ایک نماز کی یہاں تک تاخیر کرنی کہ دوسری کا وقت آجائے تقصیر و گناہ ہے۔

حدیث ۲۹: بزار و محی السنۃ بغوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی:

قال سألت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عن قول الله عز وجل الذين هم عن
صلواتهم ساهون قال هم الذين يؤخرون
الصلاة عن وقتها

فرمایا میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جنہیں اللہ عز وجل قرآن مجید
میں فرماتا ہے غرابی ہے اُن نمازیوں کے لیے جو اپنی
نماز سے بے خبر ہیں ارشاد فرمایا وہ لوگ جو نماز کو اس کے
وقت سے ہٹا کر پڑھیں۔

۱/۲۲ مطبوعہ مطبع رشیدیہ امین کمپنی دہلی
۱/۲۴ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور
۱/۱۹ کشف الاستار عن زوائد البزار باب فی الذین يؤخرون الصلوة عن وقتها مطبوعہ مکتبۃ الرسالۃ بیروت

کچھ ضرور نہیں چاہے وقت سے پہلے پڑھ لیں چاہیں وقت کھو کر پڑھیں اصلاً محذور نہیں کہ دو چار روایتیں ہمارے خیال کے مطابق قرآن عظیم و احادیث متواترہ کے مخالف آگئیں وہ ہمیں بے قیدی بنا گئی ہیں یہاں ملاجی نے بہت کچھ ابحاث اصول کو فروغ کیا ہے جس کا جواب ایسا ہی عریض و طویل دیا گیا ہے وانا اقول (اور میں کہتا ہوں۔ ت) ثبت العرش ثم انقش ارشادات صریحہ قرآن عظیم و احادیث متواترہ کے مقابل ایسا ہی سامان جمع کر لیا ہوتا تو ان کے مقابلہ کا نام لینا تھا سبحن اللہ چند محمل روایات جن میں روایت درایت سنوا احتمالات، نہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کے ثبوت ہی پر یقین نہ بعد تسلیم ثبوت خواہی خواہی معنی جمع حقیقی کی تعیین، احتمالی باتوں پر خدا و رسول کے صریح احکام کیونکر اٹھا دیے جائیں ایسے حکموں کے مقابلہ کو انھیں کے پایہ کا جلی واضح ثبوت دیکر اٹھا نہ یہ کہ بزور زبان ابتداء میں کہہ دیجئے وہ حدیثیں جن میں تاویل کو مخالف کی دخل نہیں انتہا میں لکھ دیجئے احادیث صحاح جو جمع پر قطعاً و یقیناً دلالت کرتی ہیں اور بس آپ کے فرمائے سے وہ نصوص قاطعہ یقینیہ مفسرہ ہو گئیں ملاجی بس اسی ایک نکتہ پر بحث کا فیصلہ ہے ان روایات کا اثبات جمع حقیقی تقدیم و تاخیر میں نص قطعی یقینی مفسرنا قابل تاویل ہونا ثابت کر دیجئے یا قرآن عظیم و احادیث متواترہ کے مقابل نری زبان زوریوں سے کام نکالنے کا اقرار کیجئے میں صرف نصوص قرآن و حدیث کا نام لیتا ہوں اے حضرت نمازوں کی توقیت ان کے لیے اوقات کی تعیین تو ضروریات دین سے ہے اور ہمارا آپ کا تمام امت مرحومہ کا اجماع قائم کہ وقت سے پہلے نماز باطل اور عمدہ آٹھ گرینا وقت کھو دینا حرام تو اب ظنیت و قطعیت غومات کی بحث سے کچر علائقہ نہ رہا۔ اس فعل جمع کا جو حاصل ہے یعنی نماز پیش از وقت یا تنہا وقت اس کی حرمت پر تو ہم اور آپ سب متفق ہوئے اب آپ مدعی ہیں کہ اس حرام قطعی کی یہ صورت خاص حلال ہے جیسا وہ حرام قطعی ہے ویسا ہی قطعی ثبوت اس کی حگت کا دیجئے ورنہ یقینی کے حضور ظنی محمل کا نام نہ لیجئے خدا کی شان اور تو اور جمع تقدیم میں بھی یہی جرات کے ادعا کہ تاویل کو دخل نہیں احادیث صحاح قطعاً دلالت کرتی ہیں حالانکہ مفسر و یقینی ہونا درکنار ابو داؤد و امام جلیل الشان تصریح فرمایا کہ اس کے بارے میں اصلاً کوئی حدیث صحیحہ نہیں ہوئی مگر ہاں یہ کہنے کہ اپنی زبان اپنا دعویٰ ہے ثبوت مانگنے والے کا کچھ دینا دہرایا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لطیفہ: ملاجی نے ایک مثل پر انتہائے ظہر کے اثبات میں حدیث سائل بروایت نسائی عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حدیث امامت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استدلال کیا جن میں تھا کہ پہلے دن کی ظہر حضور اعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورج ڈھلتے ہی پڑھی اور دوسرے دن کی اُس وقت کہ سایہ ایک مثل کو پہنچ گیا اس مسک پر اعتراض ہوتا تھا کہ ان حدیثوں میں کل کی عصر بھی تو اسی وقت پڑھنی آئی ہے تو ایک مثل پر وقت ظہر ختم ہو جانا نہ نکلا بلکہ بعد مثل ظہر و عصر دونوں نمازوں میں وقت مشترک ہونا مستفاد ہوا ملاجی اس کے دفع میں فرماتے ہیں روایت نسائی کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت نے پہلے دن عصر جب پڑھی کہ ایک مثل سایہ آگیا اور دوسرے دن ظہر سے

مشرک اصلاً نہیں رہتا تو صورت موافقت اسی میں منحصر نہ تھی جس سے آپ احتمال اشتراک کو دفع کر سکیں، ملاجی مدعی بننا آسان ہے مگر اقامت دلیل کے گرانبار عہدوں سے سلامت نکل جانا مشکل۔

اب اس صریح ظلم و نا انصافی کو دیکھیے کہ مسئلہ وقت ظہر میں آیت و احادیث توقیت کے عموم و ظواہر پر وہ ایمان کہ نہ آیت صالح تخصیص نہ یہ حدیثیں لائق تاویل نہ ان کے مقابل صحاح حدیث قابل قبول بلکہ واجب کہ وہ حدیثیں تاویلوں کی گھڑت سے موافق کر لی جائیں اگرچہ وہ اُس تاویل سے صاف ابا کرتی ہوں اور ان میں ہرگز تاویل نہ کی جائے اگرچہ بے وقت اُسے جگہ دیتی ہوں۔ اور جب مسئلہ جمع کی بازی آئے فوراً نگاہ پٹ جائے اب آیت و احادیث واجب التخصیص، اور ان کے مقابل زری احتمالی چند روایات واجب الاعتماد و قطعی التخصیص، اور ان کے لیے آیات و احادیث کے مطابق صاف و لطیف محامل مردود و باطل بغرض شریعت اپنے گھر کی ہے، اجتہاد کی کوٹھری دوسرے در کی ہے۔ ویانت کا ٹودو نوں باگوں کتا ہے، پورب کی سڑک میں کچم کا رستہ ہے ص

گر میں گیا ادھر سے ادھر سے نکل گیا

ف لطیفہ حدیث بست و ہشتم مروی صحیح مسلم شریف کے جواب میں ملاجی کی نزاکتیں قابل تماشا۔
اقول یہ حدیث اسی شخص کے حق میں ہے کہ بلا عذر تاخیر کرے نہ اُس کے حق میں جو مسافر ہو، یہ دعویٰ باطلہ تخصیص بے محض ہے۔

ثانیاً سبب حدیث خود نماز سفر کا سوتے میں قضا ہو جانا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس وقت سفر ہی میں تھے تو نماز سفر کو اس حکم سے خارج ماننا ظرفہ جہالت ہے۔

ثالثاً عذر بدتر از گناہ سُنئے فرماتے ہیں اگر کہو کہ یہ حدیث سفر میں فرمائی تھی پس مسافر کو حکم اس کا شامل ہوگا تو کہا جائے گا کہ ظرف قول کی باعث اور قرینہ اُس کی تعلیم یا تخصیص پر نہیں ہوتی۔

اقول ملاجی! کسی پڑھے لکھے سے ظرف و سبب کا فرق سیکھو یہ نہیں کہا جاتا کہ حدیث سفر میں فرمائی تھی بلکہ مطلب یہ ہے کہ نماز سفر کا قضا ہونا سبب ارشاد ہوا تو خود سبب نص حکم نص سے کیونکہ جُدا رہے گا کیا ظلم۔ ہے کہ نص کا خاص جس مورد میں ورود وہی خارج و نا مقصود، اور نص اس کے مباین پر مقصور و محدود۔

عہ اقول ظاہر ہے کہ احتمال اشتراک مسئلہ جمع میں قائل جمع کو اصلاً نافع نہیں جمع تقدیم سے تو اُسے مس ہی نہیں اور جمع تاخیر بھی اس کے قائل کے نزدیک صرف آغاز و ابتدائے وقت آخر بقدر چار رکعت سے مخصوص نہیں معہذا جب وقت مشترک ٹھہرا پہلی نماز بھی اپنے وقت پر ہوئی اور اس کے بعد دوسری بھی اپنے وقت میں، یہ جمع صوری ہے نہ حقیقی کہ ایک نماز اپنے وقت سے خارج ہو کر دوسری کے وقت میں پڑھی جائے کہا لا یخفی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
ف معیار الملتحق مسئلہ پنجم جمع بین الصلواتین ص ۴۷ **ف معیار الملتحق** ص ۴۷

رابعاً قیامت در بار نزاکت تو یہ کی کہ فرماتے ہیں اگر ظرف کو داخل ہو تو کہا جائے گا کہ یہ قول آنحضرت ﷺ نے وقت نماز فجر کے اور وقت ہو جانے نماز فجر کے عین میں فرمایا تھا پس حکم سفر فجر ہی کا بیان کیا جس کا جمع کرنا کسی نماز سے ممکن نہ تھا نہ ظہر و عصر مغرب و عشا سفر کی کا۔

اقول یعنی یہ تو خوب ہی کیسا، ہاں ملا جی! حدیث میں کلمے کا ارشاد ہو رہا ہے فجر سفر کی کا نہ اور نمازوں سفر کی کا یعنی صبح کی نماز میں تقصیر اُس وقت ہوگی کہ تو اُسے نہ پڑھے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آجائے بہت معقول سورج نکلے پھر دن چڑھے ٹھیک دوپہر ہو جب تک نماز فجر اٹھا رکھتے کچھ تقصیر نہیں جب ظہر کا وقت آئے اس وقت تقصیر ہوگی انا للہ وانا الیہ راجعون ملا جی! دلی میں تو اچھے اچھے حکیم نے گئے ہیں، لکھنے چلے تھے تو پہلے دماغ کی نبض دکھائی ہوتی، نمازیں پانچ ہیں اُن میں چار متوالی الاوقات اور فجر جدا سب کا حکم بیان کیجئے تو بطور تغلیب یہ کلمہ صحیح جیسا کہ حدیث ۳۲۰ و ۳۲۱ میں اقوال حضرت ابوہریرہ و ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے گزرا کہ خاص فجر کا حکم ان لفظوں سے ارشاد ہو کہ جب تک ظہر نہ آئے فجر نہ پڑھنے میں تقصیر نہیں۔

خامساً **اقول** ملا جی! اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا تو اخراج ظہر و عصر و مغرب و عشا کے کیا معنی، یہ کیا ستم جہالت ہے کہ آپ کا خصم اطلاق نص و شمول مورد سے تمسک کرے آپ جواب میں اقتصار علی المورد پیش کر دیں یا وہ بے نیکی کہ دخول مورد سے راساً انکار یا یہ شور و آشوب کہ اُسی پر انقطاع اُسی میں انحصار غرض سیدھا چلنا ہر طرح ناگوار۔

سادساً اب اور آنکھیں کھلیں تو علاوہ کی پوٹ بانڈھی کہ مسافر جمع کرنے والے کو ضرور ہے کہ ارادہ جمع کا پہلی نماز کے وقت کے اندر اندر کر رکھے جس نے ارادہ نہ کیا اُس کی جمع درست نہ ہوگی پس اگر مسافر کو بھی شامل کرو تو ایسا مسافر مورد و محل حدیث کا ہوگا۔

اقول یہ ایسا ویسا تم کہہ رہے ہو یا حدیث ارشاد فرما رہی ہے حدیث میں تو ایسے ویسے کی کہیں بوجہ نہیں کہا اپنی ہوائے نفس پر احادیث کا ڈھال لانا ہی عمل بالحدیث ہے۔

سابعاً **اقول** خود مسافر کو شامل کہہ رہے ہو نہ مسافر سے خاص تو لاجرم حدیث وہ حکم فرما رہی ہے جو مسافر و مقیم سب کو شامل کیا بھلا چنگا مقیم بھی اگر وقت کے اندر اندر نیت رکھے کہ یہ نماز وقت گزار جانے کے بعد پڑھ لوں گا تو تقصیر نہیں کھلا کھلا رافضیوں کا مذہب کیوں نہیں لکھ دیتے اور بعد خرابی عصر نہیں بلکہ تباہی کو ذرا حاصل ٹھہرے گا تو وہی کہ حدیث احادیث جمع سے مخصوص یہ شامت امام سے وہی آپ کا عذر معمولی جا بجا ہے پھر اُسے

علاوہ کس منہ سے کہہ رہے ہو، ملا جی! کبھی کسی کوسے سے پالانہ پڑا ہوگا کہ عمل بالحديث کا دعویٰ مجھلا دیتا، سُبْحٰنَ اللہ
تحریفِ احادیث اور اس کا نام عمل بالحديث اسم طِیِّتٍ وَعَمَلٌ خَبِیْثٌ، ولا حول ولا قوة الا باللہ
العلی العظیم۔

قسم دوم نصوص خصوص، حدیث ۳۳ : صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی
و مصنف طحاوی میں بطریق عدیدہ و اتفاق مجملہ و مفصلہ مختصرہ و مطولہ مروی و ہذا لفظ البخاری حدثنا عمر
بن حفص بن غیاث ثنا ابی ثناء الاعمش ثنی عمارۃ عن عبد الرحمن عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ
عنه قال ما رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلاۃ لغير ميقاتها الا صلاتين
جمع بين المغرب والعشاء، و صلی الفجر قبل ميقاتها ولمسلم حدثنا يحيى بن يحيى
و ابو بكر بن ابی شيبة و ابو كريب جميعا عن ابی معاوية قال يحيى اخبرنا ابو معاوية عن الاعمش
عن عمارۃ عن عبد الرحمن بن يزيد عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما رأیت رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی صلاۃ الا لميقاتها الا صلاتين صلاة المغرب والعشاء بجمع
و صلی الفجر يومئذ قبل ميقاتها و حدثنا عثمان بن ابی شيبة و اسحق بن ابراهيم جميعا عن
جابر عن الاعمش بهذا الاسناد قال قيل و قهنا بغلس (یعنی حضرت جابرؓ حاضر سفر و حضر و مصاحب و
ملازم جلوت و خلوت سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرسابقین اولین
فی الاسلام و ملازمین خاص حضور سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے تھے بوجہ کمال قرب بارگاہ اہلبیت رسات

عن بخاری مسلم ترمذی نسائی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے :

قال قدمت انا و اخي من اليمن فمكثنا حينئذ
ما نرى الا ان عبد الله بن مسعود رجل من اهل بيت
النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لما نرى من دخوله
و دخوله اقمه على النبي صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم۔ (م)

فرمایا : میں اور میرے بھائی یمن سے آئے تو مدت تک
ہم سمجھا کئے کہ عبد اللہ بن مسعود حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کے اہلبیت سے ہیں انھیں اور ان کی ماں
کو جو بکثرت کا شانہ رسالت میں آتے جاتے
دیکھتے تھے۔ ۱۲ منہ

۱ صحیح بخاری باب متى یصلی الفجر بجمع مطبوعہ مطبعہ اشعری میرٹھ ۲۲۸/۱
۲ صحیح مسلم باب استحباب زیادة التغلیس بصلوة الصبح مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۴۱۴/۱
۳ صحیح بخاری مناقب عبد اللہ بن مسعود قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۳۱/۱

سے سمجھے جاتے اور سفر و حضر میں خدمت والا منزلت منزلت بستر گستری و مسواک و مطہرہ داری و کفش بڑاری محبوب باری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے معزز و ممتاز رہتے، ارشاد فرماتے ہیں میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز اس کے غیر وقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک اُن میں سے نماز مغرب ہے جسے مزدلفہ میں عشاء کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پیشتر تارکی میں پڑھی۔

حدیث ۳۴ سنن ابی داؤد میں ہے، **احمد شاقیبہ** ناعبد اللہ بن نافع عن ابی مودود عن سلیم بن ابی یحییٰ عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال ما جمع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بین المغرب والعشاء قطفی السفر الا مرة (یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کسی سفر میں مغرب و عشاء ملا کر نہ پڑھی سو ایک بار کے) ظاہر ہے کہ وہ بار وہی سفر حجۃ الوداع ہے کہ شبِ نہم ذی الحجہ مزدلفہ میں جمع فرمائی جس پر سب کا اتفاق ہے۔

اقول اس حدیث کی سند حسن جید ہے، قیقبہ توقیبہ میں ثقہ ثبوت رجال ستہ سے، اور عبداللہ بن نافع ثقہ صحیح کتاب رجال صحیح مسلم سے اور سلیم بن ابی یحییٰ کا باس بہ (اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ ت) ابن حبان نے انہیں ثقافت تابعین میں ذکر کیا، رہے ابو مودود وہ عبدالعزیز بن ابی سلیم مدنی ہڈی مقبول ہیں کسافی

عہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت علقمہ سے مروی میں ملک شام میں گیا دو رکعت پڑھ کر دعا مانگی، الہی! مجھے کوئی نیک ہم نشین میسر فرما۔ پھر ایک قوم کی طرف گیا اُن کے پاس بیٹھا تو ایک شیخ تشریف لائے میرے برابر آکر بیٹھ گئے میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ میں نے کہا میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی تھی کہ کوئی نیک ہم نشین مجھے میسر کرے اللہ تعالیٰ نے آپ ملا دیئے۔ فرمایا: تم کون ہو؟ میں نے کہا اہل کوفہ سے۔ فرمایا: اولیس عندکم ابن ام عبد صاحب النعلین والوسادة کہا تمہارے پاس عبداللہ بن مسعود نہیں وہ نعلین و المطہرہ۔

یعنی جن کے متعلق یہ خدشہ نہیں تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس مجلس میں تشریف فرما ہوں نعلین اٹھا کر رکھیں اٹھتے وقت سامنے حاضر کریں سوتے وقت بچھونا بچھائیں اوقات نماز پر پانی حاضر لائیں ظاہر ہے کہ انہیں خلوت و جلوت ہر حالت میں کیسی ملازمت دائمی کی دولت عطا فرمائی پھر ان کے علم کے بعد کسی کی کیا حاجت ہے قالہ انقاضی کما نقلہ فی المرقاة ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

التقريب - حافظ الشان نے تہذیب التہذیب میں فرمایا : سلیمان بن ابی یحییٰ حجازی روایت عن ابی ہریرۃ و ابی عمر ، و عنہ ابن عجلان و داؤد بن قیس و ابو مودود عبد العزیز بن ابی سلیمان ، قال ابو حاتم : ما یحدثہ باس ، و ذکرہ ابن حبان فی الثقات ، و روی لہ ابو داود و حدیثا واحدًا فی الجمع بین المغرب والعشاء -

ثُمَّ اَقُولُ بعد زلفت سند مثل حدیث کا بروایت ایوب عن نافع عن ابن عمر بلفظ سلم بن عبد جمع بینہما قط الا تلك الليلة (ابن عمر کو نہیں دیکھا کہ دو نمازوں کو جمع کیا ہو سوائے اس رات کے) مروی ہونا کچھ مضربیں اگر یہاں نافع فعل ابن عمر اور وہاں ابن عمر فعل سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روایت کریں کیا منافات ہے خصوصاً بروی عن ایوب متصل ہے اور معضل ملاجی کے نزدیک محض مردود و مہمل اور وہ بھی بصیغہ مجہول کہ غالباً مشیر ضعف ہے تو ایسی تعلیق حدیث منقطع کے کب معارض ہو سکتی ہے -

حدیث ۳۵ : مؤطائے امام محمد میں ہے : قال محمد بلغنا عن عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه انه كتب في الأفاق يناههم ان يجمعوا بين الصلاة واخبرهم ان الجمع بين الصلاتين في وقت واحد كبيرة من الكبائر اخبرنا بذلك الثقات عن العلاء بن الحارث عن مكحول بن (يعني امير المؤمنين امام العادلين ناطق بالحق والصواب) عمر فاروق اعظم رضي الله تعالى عنه في تمام آفاق میں فرمان واجب الاذعان نافذ فرمائے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرنے پائے اور اُن میں ارشاد فرما دیا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا گناہ کبیرہ ہے) الحمد للہ امام عادل فاروق الحق والباطل نے حق واضح فرما دیا اور اُن کے فرمانوں پر کہیں سے انکار نہ آنے لے گویا مسئلے کو درجہ اجماع تک مقرر کیا -

اَقُولُ یہ حدیث بھی ہمارے اصولِ حسنِ جیدِ حجت ہے علامہ ابن الحارث تابعی صدوق حقیقہ رجال صحیح مسلم و سنن اربعہ سے ہیں -

اختلاطہ لا یضرب عندنا ما لم یثبت الاخذ	علامہ کا معطل ہونا ہمارے نزدیک مضرب نہیں ہے جب
بعده فقد ذکر الحق علی الاطلاق	تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ روایت اس سے اختلاط سے
فی فتح القدير کتاب الصلاة باب الشهيد	بعد لی گئی ہے - کیونکہ شیخ ابن ہمام نے فتح القدير کی

حدیث احمد ثنا عفان بن مسلم ثنا حماد بن سلمة ثنا عطاء بن السائب ومعلومات عطاء بن السائب ممن اختلط فقال ارجوان حماد بن سلمة ممن اخذ منه قبل التغيير ثم ذكر الدليل عليه ثم قال وعلى الا بهام لا ينزل عن الحسن - (ملخا)

کتاب الصلوة باب الشہید میں احمد کی روایت ذکر کی ہے جس کا ایک راوی عطاء ابن سائب ہے اور عطاء ابن سائب کا غلط ہونا سب کو معلوم ہے، مگر ابن ہمام نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ حماد ابن سلمہ نے یہ روایت عطاء کے اختلاط میں مبتلا ہونے سے پہلے اس سے اخذ کی ہوگی۔ پھر اس کی دلیل بیان کی اور کہا کہ اگر ابہام پایا بھی جائے تو حسن کے درجے سے کم نہیں ہے۔

اور امام مکتول ثقہ فقیہ حافظ جلیل القدر بھی رجال مسلم واریعہ سے ہیں۔

والمرسل حجة عندنا وعند الجمهور اما ابهام شيوخ محمد فتوثيق المبهم مقبول عندنا كما في المسلم وغيره لا سيما من مثل الامام محمد ومع قطع النظر عنه فلما نل ان يقول قد انجبوا بالتعدد في فتح المغيث ف ذكر الملقوب مرونيها في مشايخ البخاري لابي احمد بن عدي قال سمعت عدة مشايخ يحكون وذكرها ومن طريق ابن عدي مرواها الخطيب في تاريخه وغيره ولا يضر جهالة شيوخ ابن عدي فيها فانهم عدد ينجبون به جهالتهم

مرسل ہمارے اور جہور کے نزدیک حجت ہے۔ رہا محمد کے اساتذہ کا مبہم ہونا، تو مبہم کی توثیق ہمارے نزدیک نزدیک مقبول ہے، جیسا کہ مسلم وغیرہ میں ہے خصوصاً جب توثیق کرنے والی امام محمد جیسی ہستی ہو، اور اس سے قطعاً نظریہ لگی کہا جاسکتا ہے کہ متعدد اسنادوں سے مروی ہونے کی وجہ سے اس کی یہ خامی دور ہوگئی ہے۔ فتح المغيث میں مقلوب کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ مشايخ البخاري میں احمد ابن عدي سے مروی ہے کہ میں نے متعدد مشايخ کو یہ حدیث بیان کرتے سنا ہے۔ ابن عدي ہی کے واسطے سے یہ بات خطیب نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کی ہے اور دیگر

علماء نے بھی۔ اور ابن عدي کے اساتذہ کا مبہم ہونا مضرت نہیں ہے کیونکہ ان کی تعداد اتنی ہے کہ اس کی وجہ سے وہ مجہول نہیں رہتے۔ (ت)

حدیث ۳۶ : امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آثاراً ثورۃ کتاب الحج علیہ بن ابان میں روایت فرماتے ہیں: أخبرنا اسعيل بن ابراهيم البصري عن خالد الحذاء عن حميد بن هلال عن ابي قتادة

العدوی قال سمعت قراءة كتاب عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه ثلاث من الكبائر
الجمع بين الصلاتين والقرآن من المزجف والنهبة (یعنی حضرت ابو قتادہ عدوی کہ اجلہ اکابر
وثقات تابعین سے ہیں بلکہ بعض نے انھیں صحابہ میں گنا، فرماتے ہیں میں نے امیر المومنین فاروق اعظم
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شقہ و فرمان سنا کہ تین باتیں کبیرہ گناہوں سے ہیں : دو نمازیں جمع کرنا اور جہاد میں کفار
کے مقابلے سے بھاگنا اور کسی کا مال ٹوٹ لینا)

اقول یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح ہے اس کے سب رجال اسمعیل بن ابرہیم ابن علیہ سے آخر تک امر ثقات
عدول رجال صحیح مسلم سے ہیں و لہ الحمد۔

لطیفہ حدیث موطا کے جواب میں تو ملا جی کو وہی اُن کا عذر معمولی عارض ہوا کہ منع کرنا عمر کا حالت قامت
میں بلا عذر تھا۔

اقول اگر ہر جگہ ایسی ہی تخصیص تراش لینے کا دروازہ کھلے تو تمام احکام شریعیہ سے بے قیدوں کو سہل چھٹی
طے جہاں چاہیں کہہ دیں یہ حکم خاص فلاں لوگوں کے لیے ہے، حدیث صحیحین کو تین طرح رد کرنا چاہا :

اول انکار جمع اس سے بطور مفہوم نکلتا ہے اور خفیہ قائل مفہوم نہیں، اس جواب کی حکایت خود اُس
کے رد میں کفایت ہے اُس سے اگر بطور مفہوم نکلتی ہے تو مزاد لفظ کی وجہ کہ ما بعد الہما کے نزدیک مسکوت عنہ ہے
انکار جمع تو اس کا صریح منطوق و مدلول مطابقی و مخصوص عبارة النص ہے۔

اقول اولاً اُس کی نسبت اگر بعض اجلہ شافعیہ کے قلم سے براہ بشریت لفظ مفہوم نکل گیا مگر مدعی
اجتہاد و حرمت تقلید ابو حنیفہ و شافعی کو کیا لائق تھا کہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم رد کرنے کے لیے ایسی بدیہی غلطی
میں ایک متاخر مقلد کی تقلید جامد کرتے شاید رد احادیث صحیحہ میں یہ شرک صریح جائز و صحیح ہو گا اب نہ اُس میں
شائبہ نصرانیت ہے نہ اتخاذ احباس ہم و سرہبانہم اس باباً من دون اللہ (انہوں نے اپنے عالموں
اور راہبوں کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنالیا۔ ت) کی آفت کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون (اللہ
کے نزدیک بڑا جرم ہے کہ تم اس کام کا کہو جو خود نہیں کرتے۔ ت)

ثانیاً بفرض غلط مفہوم ہی سہی اب یہ نامسلم کہ خفیہ اس کے قائل نہیں صرف عبارات شارح غیر متعلقہ

بعقوبات میں اس کی نفی کرتے ہیں کلام صحابہ ومن بعدہم من العلماء میں مفہوم مخالفت بے خلاف مرعی و معتبر کما نص علیہ
فی تحریر الاصول والنہر الفائق والدر المختار وغیرہا من الاسفار قد ذکرنا تفصیلاً فی
رسالتنا القطوف الدانیۃ لمن احسن الجماعۃ الثانیۃ۔

دوم ایک رام پوری ملا سے نقل کیا کہ ابن مسعود سے مسند ابی یعلیٰ میں یہ روایت بھی ہے کہ کان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یجمع بین الصلاتین فی السفر (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سفر میں دو نمازیں جمع
کرتے تھے۔) تو موجب ہے کہ حدیث صحیحین کو حالت نزول منزل اور روایت ابی یعلیٰ کو حالت سیر پر حمل کریں یہ مذہب
امام مالک کی طرف عود کر جائے گا۔

اولاً ملا جی خود ہی اسی بحث میں کہہ چکے ہو کہ شاہ صاحب نے مسند ابی یعلیٰ کو طبقہ ثانی میں جس میں سب
اقسام کی حدیثیں صحیح غریب معروف شاذ منکر مقلوب موجود ہیں ٹھہرایا ہے، پھر خود ہی اس طبقے کی کتاب کو کتب
اس کتاب کی حدیث بدون تصحیح کسی محدث کے یا پیش کرنے سند کے کیونکر تسلیم کی جاوے یہ کتاب اُس طبقے کی ہے
جس میں سب اقسام کی حدیثیں صحیح اور قویہ منقط ہیں یہ کیا دھرم ہے کہ اوروں پر منہ آو اور اپنے لیے ایک رام پوری ملا
کی تقلید سے حلال بناؤ اتخذوا اجارہم و سہبانہم۔

ثانیاً قول ملا جی! کسی ذی علم سے التجا کرو تو وہ تمہیں صریح و محمل متعین و محمل کا فرق سکھائے حدیث
صحیحین انکار جمع حقیقی میں نص صریح ہے اور روایت ابی یعلیٰ حقیقی جمع کا اعلیٰ پتا نہیں دیتی بلکہ احادیث جمع صوری
میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیثیں صاف صاف جمع صوری بتا رہی ہیں تمہاری ذی ہوشی کہ نص و محمل کو
لذا کہ اختلاف محال سے راہ توفیق ڈھونڈتے ہو۔

لطیفہ اقول ملا جی کا اضطراب قابل تماشا ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہیں راوی جمع
ٹھہرا کر عدد رواۃ پندرہ بتاتے ہیں کہیں نافی سمجھ کر چودہ عدد کلام میں جہاں راویان جمع گنائے صاف صاف کہا
ابن مسعود فی احادیثہ الروایتین اب رامپوری ملا کی تقلید سے وہ احادیث روایتیں بھی گئی ابن مسعود خاص
مشتبان جمع میں ٹھہر گئے۔

سوم جسے ملا جی بہت ہی علق نفیس سمجھے ہوئے ہیں اُن دو کو عربی میں بولے تھے یہاں چمک چمک کر اردو
میں چمک رہے ہیں کہ اگر کو جس جمع کو ابن مسعود نے نہیں دیکھا وہ درست نہیں تو تم پر یہ پہاڑ مصیبت کا ٹوٹے گا

کہ جمع بین النہر اور عصر کو عرفات میں کیوں درست کہتے ہو باوجودیکہ اس قول ابن مسعود کے سے تو نفی جمع فی العرفات کی بھی مفہوم ہوتی ہے پس جو تم جواب رکھتے ہو اسی کو ہماری طرف سے سمجھو یعنی اگر کہو نہ ذکر کرنا ابن مسعود کا جمع فی العرفات کو بنا بر شہرت عرفات کے تھا تو ہم کہیں گے کہ جمع فی السفر بھی قرن صحابہ میں مشہور تھی کیونکہ چودہ صحابی سوا ابن مسعود کے اُس کے ناقل ہیں تو اسی واسطے ابن مسعود نے اس کا استثنائہ کیا اور اب محل نفی کا جمع بلا عذر ہوگی اور اگر کہو کہ ہم فی العرفات بالمقاسہ معلوم ہوتی ہے تو ہم کو کون مانع ہے مقالسہ سے و علی ہذا القیاس جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا ہے۔ اس جواب کو ملا جی نے گل سرسبید بنا کر سب سے اول ذکر کیا اُن دو کی تو امام نووی و سلام اللہ علیہما کی طرف نسبت کی مگر اسے بہت پسند کر کے بلا نقل و بسبت اپنے نامہ اعمال میں ثبت رکھا حالانکہ یہ بھی کلام امام نووی میں مذکور اور فتح الباری وغیرہ میں ماثور تھا شہرت جمع عرفات سے جو جواب امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام وغیرہ علمائے اعلام حنفیہ کرام نے افادہ فرمایا اُس کا نفیس و جلیل مطلب ملا جی کی فہم تنگ میں اصلانہ دھنسا اجتہاد کے نشہ میں ادعائے باطل شہرت جمع سفر کا آوازہ کسا، اب فقیر غفرلہ المولی القدیر سے تحقیق حق سنئے **فاقول** و بکول ربی اصول اولاً ملا جی جواب علماء کا یہ مطلب سمجھے کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھیں تو تین نمازیں غیر وقت میں مگر دو ذکر کیں مغرب و صبح مزدلفہ اور تیسری یعنی عصر عرفہ کو بوجہ شہرت ذکر نہ فرمایا جس پر آپ نے یہ کہنے کی گنجائش سمجھی کہ یونہی جمع سفر بھی بوجہ شہرت ترک کی اس ادعائے باطل کا لفاظی تو محمد اللہ تعالیٰ اوپر کھل چکا کہ شہرت و کثرت نفس ثبوت کے لالے پڑے ہیں حضرت نے چودہ صحابہ کرام کا نام لیا پھر آپ ہی دسٹل سے دست بردار ہوئے چار باقی ماندہ میں دو کی روایتیں بڑی بے علاقہ اتر گئیں، رہے دو، وہاں بعونہ تعالیٰ وہ قاہر باہر جواب پاسنے کہ جی ہی جانتا ہوگا، اگر بالفرض دو سے ثبوت ہو بھی جاتا تو کیا صرف دو کی روایت قرن صحابہ میں شہرت ہے، مگر یہاں تو کلام علماء کا وہ مطلب ہی نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف انہیں دو نمازوں عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت انہیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا انہیں دونوں کو صلاتین کہہ کر یہاں شمار فرمایا اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرت عامہ تمام ایک کا نام لیا صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع، قال عز وجل

وَجَعَلْ لَكُمْ سِرَابِيلَ تَقِيَكُمُ الْحَرَّ (اور تمہارے لیے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں۔)
خود انہیں نمازوں کے بارے میں امام سالم بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارشاد دیکھئے کہ پوچھا گیا کیا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر میں کوئی نماز جمع کرتے تھے؟ فرمایا: لا الا بجمع (نہ مگر مزدلفہ میں) کما قد منا

عن سنن النسائي طحا جی! یہاں بھی کہہ دیجیو کہ جمع سفر کو شہرؔ چھوڑ دیا ہے، اور سننے امام ترمذی اپنی صحیح میں فرماتے ہیں،
العمل علی هذا عند اهل العلم ان لا یجمع بین اہل علم کے ہاں عمل اسی پر ہے کہ بغیر سفر کے اور یوم عرفہ
الصلاتین الا فی السفر او بعرضۃ۔ کے دو نمازیں جمع نہ کرے۔ (ت)

ترمذی نے صرف نماز عرفہ کا استثناء کیا نماز مزدلفہ کو چھوڑ دیا تو ہے یہ کہ یہ دونوں جمعیں متکثر ہیں اور ایک کا ذکر
دوسری کا یقیناً نہ کر خصوصاً نماز عرفہ کہ ظہر و اشہر تو مزدلفہ کا ذکر دونوں کا ذکر ہے غرض ان صلاتین کی دوسری نماز ظہر عرفہ
ہے نہ فجر نحر وہ مسئلہ جدگانہ کا افادہ ہے کہ دو نمازیں تو غیر وقت میں پڑھیں اور فجر وقت معمول سے پیشتر تاریکی میں
اور بلاشبہ اجماع امت ہے کہ فجر حقیقتہً وقت سے پہلے نہ تھی نہ ہرگز کہیں بھی اس کا جواز، اور خود اسی حدیث ابو مسعود
کے لفظ مسلم کے یہاں بروایت جریر عن الاعمش قال قبل وقتہا بغسل اُس پر شہد، اگر رات میں پڑھی جاتی ذکر
غسل کے کیا معنی تھے صحیح بخاری میں تو تصریح صریح ہے کہ فجر بعد طلوع فجر پڑھی۔

اذ قال حدثنا عبد الله بن سراج ثنا اسرائیل
عن ابی اسحق عن عبد الرحمن بن یزید قال
خرجنا مع عبد الله الى مكة ثم قدمنا جمعا
(وفیه) ثم صلى الفجر حين طلع الفجر
الحديث وقال حدثنا عمرو بن خالد ثنا زهير
ثنا ابو اسحق سمعت عبد الرحمن بن یزید
يقول حج عبد الله مرضى الله تعالى عنه فأتينا
المزدلفة (وفیه) فلما طلع الفجر قال ان النبي
صلى الله تعالى عليه وسلم كان لا يصلي
هذه الساعة الا هذه الصلاة في هذا المكان
من هذا اليوم الحديث۔
کہا، حدیث بیان کی ہم سے عبد اللہ ابن رجا نے ہر اسل
سے، اس نے ابواسحق سے، اس نے عبد الرحمن سے کہ
ہم عبد اللہ کے ساتھ مکہ آئے، پھر مزدلفہ آئے۔ اس
روایت میں ہے کہ پھر فجر پڑھی جب فجر طلوع ہوئی،
الحديث۔ اور کہا، حدیث بیان کی عمر بن خالد نے زہیر
سے، اس نے ابواسحاق سے کہ میں نے عبد الرحمن ابن
یزید سے سنا ہے کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حج کیا تو ہم
مزدلفہ کو آئے۔ اس میں ہے جب فجر طلوع ہوئی تو کہا
کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت میں کوئی نماز
نہیں پڑھتے تھے مگر یہ نماز، اسی جگہ، اسی
دن، الحديث۔ (ت)

۲۶/۱	جامع ترمذی	ابواب الصلوة باب ما جاء في الجمع بين الصلوتين	مطبوعہ رشیدیہ دہلی
۴۱۴/۱	صحیح مسلم	استحباب زیادة التغلیس الخ	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۲۸/۱	بخاری شریف	کتاب المناسک باب متى يصلي الفجر بجمع	صحیح المطابع کراچی
۲۲۴/۱	گہ	باب من اذن واقام لكل واحدة منهما	صحیح المطابع کراچی

اور یہ بھی اجماع موافق و مخالف ہے کہ عصر غرقہ و مغرب مزدلفہ حقیقتہً غیر وقت میں پڑھیں تو فجر نحر و مغرب مزدلفہ کا حکم یقیناً مختلف ہے ہاں عصر غرقہ و مغرب مزدلفہ متحد الحکم اور غیر وقت میں پڑھنے کے حقیقی معنی انہیں کے ساتھ خاص اور جب تک حقیقت بنتی ہو مجاز کی طرف عدول جائز نہیں نہ جمع بین الحقیقتہ و المجاز ممکن خصوصاً ملا جی کے نزدیک۔ تو جب تک مانع قطعی موجود نہ ہو ظاہر پر حمل واجب اور شک نہیں کہ بے وقت پڑھنے سے ظاہر و متبادر وہی معنی ہیں جو اُن عصر و مغرب میں حاصل نہ وہ کہ فجر میں واقع تو واجب ہوا کہ جملہ صلی الفجر اُن صلاتین کا بیان نہ ہو بلکہ یہ جملہ مستقلہ ہے اور صلاتین سے وہی عصر و مغرب مراد تو اُن میں اصلاً کسی کا ذکر ہرگز متروک نہیں، ہاں تفصیل میں پتے کے لیے ایک ہی کا نام لیا بوجہ کمال اشتہار دوسری کا ذکر مطلوب کیا بکہ اللہ یہ معنی ہیں جو اب علماء کے جس سے ملا جی کی فہم میں اور ناحق انچہ انسان میکند کی ہوس، ملا جی! اب اُس برابر ہی کے بڑے بول کی خبریں کہنے کہ جو جواب تمہارا ہے وہی ہمارا سمجھے خدا کی شان سے

او گمان بردہ کہ من کردم چو او
فرق را کے بنید آں استیزہ جو

قائدہ : یہ معنی نفیس فیض فتاح علیم جل مجدہ سے قلب فقیر القا ہوئے پھر ارکان اربعہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرہ مطالعہ میں آئی دیکھا تو یقیناً ہی مجھے افادہ فرما سکے ہیں والحمد للہ علی حسن التفہیم ارشاد فرماتے ہیں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ :

وایضاً، خبر الجمع انما نقلوا فی غزوة تبوک،
وکان فی تلك الغزوة الاف من الرجال، وکان
کل صلوا اخلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم، ولم یخبر منہم الا واحد او اثنان،
ولم یشہر، ولم یرو غیرہ، بل بعض
الحاضرین انکروا ذلك، حتی قال ابن مسعود،
ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم صلی صلاۃ لغير میقاتہا؛ الا صلی صلاتین
جمع بین المغرب والعشاء بجمع، وصلی
الفجر یومئذ قبل میقاتہا، رواہ الشیخان

نیز دو نمازوں کو جمع کرنے کی خبر صرف غزوہ تبوک میں
منقول ہے اور اس غزوے میں ہزاروں لوگ شامل
تھے اور سب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
پیچھے نمازیں پڑھی تھیں، مگر ایک یا دو کے علاوہ کسی نے
جمع کرنے کا ذکر نہیں کیا، نہ یہ بات مشہور ہوئی، اس
روایت کے علاوہ جمع کی کوئی روایت نہیں آئی ہے،
بلکہ بعض حاضرین تبوک نے اس جمع سے صاف انکار
کیا ہے، حتی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ جن کے بارے
میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ابن ام عبد (یعنی ابن مسعود) کی باتوں سے تمسک کیا کرو۔

وابوداؤد والنسائی، فنقی ابن مسعود، الذی قال فیہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: تمسکوا بعہد ابن اُمّ عید، تقدیم صلاۃ عن الوقت وتاخیرھا، واخبر بانہ لم یقع الا فی صلاۃ ین، ین احدھما، وهو المغرب بجمع اخرھا الی وقت العشاء، ولم ین بین الاخر، وهو العصر یوم عرفة، بتقدیمہ فی وقت الظہر، لشہرتہ، ولعلہ بالمقایسۃ، واخبر خبرا اخر، وهو تقدیم الفجر عن الوقت المسنون المعتاد عندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ واذا کان حال خبر الجمع ما ذکرنا وجب ردہ او تاویلہ۔

نے فرمایا ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی نماز بغیر وقت کے پڑھی ہو مگر دو نمازیں مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو جمع کیا اور اس دن فجر کی نماز اپنے وقت سے پہلے پڑھی۔ بحوالہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی۔ اس طرح ابن مسعود نے نماز کی اپنے وقت سے تقدیم و تاخیر کی نفی کر دی ہے اور بتا دیا ہے کہ ایسا صرف دو نمازوں میں ہوا تھا، جن میں سے ایک نماز کا تو انہوں نے ذکر کر دیا، یعنی مزدلفہ کی مغرب، کہ اس کو عشاء تک مؤخر کیا تھا، مگر دوسری نماز کا ذکر نہیں کیا، یعنی عرفہ کی عصر کا، کہ اس کے ظہر کے وقت میں مقدم کر کے پڑھا تھا، عدم ذکر کی وجہ، اس کا مشہور ہونا ہے، نیز یہ بات قیاس سے بھی معلوم ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس کی بجائے انہوں نے دوسرا واقعہ بیان کر دیا کہ فجر کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسنون اور اپنے معتاد وقت سے پہلے پڑھا، تو جب جمع کی روایت کا حال یہ ہے جو ہم نے ذکر کیا، تو ضروری ہے کہ یا تو اس کو رد کر دیا جائے یا کوئی تاویل کی جائے۔ (ت)

اور اس کے مطالعہ سے بحمد اللہ تعالیٰ ایک اور توار حسن معلوم ہوا فقیر غفرلہ نے حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پہلے جواب میں غروب شفق کو قرب غروب پر حمل اور اس محمل کو ان نصوص صریحہ مفسرہ کی طرف رد کیا اور قصہ مرویہ ابن عمر کو واحد بتایا تھا بعینہ یہی مسلک ملک العلماء نے اختیار فرمایا، فرماتے ہیں:

غروب شفق سے مراد غروب کے قریب ہونا ہے کیونکہ قصہ ایک ہی ہے اور ہم نے پہلے جو روایت بیان کی ہے وہ مفسر ہے، تاویل کا احتمال نہیں رکھتی، اس لیے یا تو غروب شفق کی، قرب غروب سے تاویل کرنی پڑے گی، یا یہ کہا جائے گا کہ یہ کسی راوی کا وہم ہے اور پہلے

بل المراد بغروب الشفق، قرب غروبہ، لان القصۃ واحدة، وما ذکرنا من قبل مفسر لا یقبل التأویل، فیاؤل بقرب غروب الشفق، او یقال: هذا من وہم بعض الرواة، واما ما ذکرنا اولاً، فهو مطابق

للامر المتقرر في الشرع من تعيين الاوقات ۛ
جو ہم نے روایت ذکر کی ہے وہ شرع میں جو کچھ مقرر ہو چکا ہے
یعنی تعیین اوقات، اس کے مطابق ہے۔ (ت)

بحمد اللہ تعالیٰ تیسرا توارد اور واضح ہوا حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کلام فقیر یاد کیجئے کہ اس روایت
میں اسی طرح مقال واقع ہوئی مگر فقیر کہتا ہے اس کا کون سا حرف جمع حقیقی میں نص ہے الخ بعینہ سہی طریقہ مع شے
زائد مولانا بحر قدس سرہ پہلے بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں،

اما جمع التقديم فلم يروا الا في الروايات الشاذة
لا اعتد ادبها عند سطوع شمس القاطع - ثم
ليس في رواية ابي داود عن معاذ ما يدل على
تقديم العصر عن وقتها، وانما فيه، اذا تراغت
الشمس قبل ان يرتحل جمع بين الظهر و
العصر، ويجوز ان يكون الجمع بان يؤخر
الظهر الى آخر وقتها ويعجل العصر اول وقتها -
او ان المراد بالجمع، الجمع في نزول واحد
وانكنا اديتا في وقتيهما - فافهم - هكذا ينبغي
ان يفهم المقام ۛ

رہی جمع تقدیم، تو اس کا ذکر صرف شاذ روایات میں ہے،
اور قطعی دلیل کا سورج طلوع ہونے کے بعد ان کا
کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پھر ابو داود کی روایت میں ایسا
لفظ ہے بھی نہیں جو عصر کی اپنے وقت سے تقدیم پر
دلالت کرتا ہو۔ اس میں تو صرف اتنا ہے کہ اگر دو انگلی
سے پہلے سورج ڈھل جاتا تھا تو ظہر و عصر کو جمع کر لیتے تھے۔
ہو سکتا ہے کہ جمع اسی طرح کرتے ہوں کہ ظہر کو آخر وقت
تک توخر کر دیتے ہوں اور عصر اول وقت میں پڑھ لیتے
ہوں۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جمع سے مراد یہ ہے کہ
دونوں کو پڑھنے کے لیے ایک ہی مرتبہ اُترتے تھے،

اگرچہ ادا اپنے اپنے وقت میں کرتے تھے۔ اس کو سمجھو۔ اسی طرح اس مقام کو سمجھنا چاہئے۔ (ت)
اور واقعی بحمد اللہ تعالیٰ یہ تینوں مطالب عالیہ وہ جواہر عالیہ ہیں جن کی قدر اہل انصاف ہی جانیں گے علامہ بحر
قدس سرہ سا فاضل جامع اجل واعز دقیق النظر اگر ایک بیان مسلسل محل مختصر میں انہیں افادہ فرما جائے ان کی شان
تدقیق سے کیا مستبعد پھر بھی ایک رنگ افتخار ان کے کلام سے مترشح کہ فرماتے ہیں هكذا ينبغي ان يفهم
المقام مگر فقیر حقیر قاصر فاتر پر ان جلال قدسید زاہرہ اور ان کے ساتھ اور دقائق و حقائق باہرہ مذکورہ
کثیرہ وافرہ کا افادہ محض عطیہ علیہ حضرت و باب جواد بے سبقت استحقاق و تقدم استعداد ہے ذلك فضل الله
علينا وعلى الناس ولكن اكثر الناس لا يشكرون ۛ ربك لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك

وكمال الا نك ووقور نعمائك صل وسلم وبارك على اكرم انبيائك محمد وآله وسائر اصفيا نك اعيين.
مولانا قدس سره ان نفائس عزيزہ کو بیان کر کے فرماتے ہیں :

انظر ما ادق نظر ائمتنا حيث لا تقوت عنهم
دیکھ تو ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظر کیسی
دقیقہ ہے کہ کوئی دقیقہ ان سے فروگزاشت نہیں ہوتا۔

فقیر کہتا ہے ہاں واللہ آپ کے ائمہ اور کیا جانا کیسے ائمہ ماسکان از مہ و کاشفان غمہ ایسے ہی دقیق النظر و
عالی مدارک و شامان بزم و شیران معارک ہیں کہ منازل دقیق اجتہاد میں اوروں کے مساعی جمیلہ ان کے توسل و قنار
کی گرد کو نہ پہنچے اور کیوں نہ ہو کہ آخروہ وہی ہیں کہ اگر ایمان و علم ثریا پر معلق ہوتا لے آتے آج کل کے کوران بے بصر
ان کے معارج علیہ سے بے خبر، اگر آئینہ عالمات میں اپنا منہ دیکھ کر طعن و تشنیع سے پیش آئیں کیا کیجے
مہ فشانہ نور و سنگ عو کو کند

ہر کسے بر خلقت خود مے تند

(چاند روشنی پھیلاتا ہے اور کتا بھونکتا ہے ہر کوئی اپنی فطرت کے مطابق چلتا ہے)

ان حضرات کی طویل و عریض بد زبانوں کا نمونہ یہیں دیکھ لیجئے مسئلہ جمع میں ملا جی کے دعوے تھے کہ وہ دلائل قطعیہ
سے ثابت ہے اور اس کا خلاف کسی حدیث سے ثابت نہیں نہ جین صوری پر اصل کوئی دلیل خفیہ کے پاس ہے
اب بحول و قوت رب قدیر سب اہل انصاف نے دیکھ لیا کہ کس ہستی پر یہ سن ترانی کس برتے پر تپانی و لا حول لا قوۃ
الا باللہ العلیٰ العظیم۔

ثانیاً اقول وباللہ التوفیق اگر نظر تتبع کو رخصت جولاں دیکھئے تو بعونہ تعالیٰ واضح ہو کہ یہ جواب علما
محض تنزیلی تھا ورنہ اسی حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع عرفات بھی ذکر فرما چکے، یہی حدیث
سنن نسائی کتاب الفاسک باب الجمع بین الظهر والعصر بعرفہ میں یوں ہے :

اخبرنا اسمعيل بن مسعود عن خالد عن	ہیں خبر دی اسمعیل بن مسعود نے خالد سے شعبہ سے
شعبة عن سليمان بن عمار عن	عمارہ بن عمیر سے عبد الرحمن بن یزید سے کہ عبداللہ بن مسعود
عبد الرحمن بن يزيد عن عبد الله بن مسعود	رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا : نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
تعالى عنه قال : كان رسول الله صلى الله	وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے مگر
تعالى عليه وسلم يصلي الصلاة لوقتها الا	مزدلفہ و عرفات میں۔

بجمع في مزدلفة و عرفات

۱۴۸ ص لہ ارکان اربعہ لبحر العلوم تتمہ فی الجمع بین الصلوٰتین مطبوعہ مطبع علوی انڈیا

۳۹/۲ مکتبہ سلفیہ لاہور ۳۹/۲

ملا جی! اب کئے مصیبت کا پہاڑ کس پر ٹوٹا! ملا جی! ابھی آپ کی نازک چھاتی پر دلی کی پہاڑی آئی ہے سخت جانی کے آسرے پر سانس باقی ہو تو سر بچائیے کہ عنقریب مکہ کا پہاڑ ابوقیس آتا ہے۔ ملا جی! دعوے اجتہاد پر ادھار کھائے پھرتے ہو اور علم حدیث کی ہوانہ لگی احادیث مرویہ بالمعنی صحیحین وغیرہما صحاح و سنن مسانید و معاجم و جوامع و اجزاء وغیرہما میں دیکھے صد ہا مثالیں اس کی پائے گا کہ ایک ہی حدیث کو روادۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں کوئی پوری کوئی ایک ٹکڑا کوئی دوسرا کوئی کسی طرح کوئی کسی طرح جمع طرق سے پوری بات کا پتا چلتا ہے ولہذا امام الشان ابو حاتم رازی معاصر امام بخاری فرماتے ہیں ہم جب تک حدیث کو ساٹھ وجہ سے نہ دیکھتے اس کی حقیقت نہ پہچانتے۔ یہاں بھی مخرج حدیث اعمش بن عمار عن عبد الرحمن عن عبد اللہ بن اعمش کے بعد حدیث منتشر ہوئی ان سے شخص بن غیاث و ابو معویہ و ابو حوانہ و عبد الواحد بن زیاد و ہریر و سفین و داؤد و شعبہ وغیرہم ابتداء نے روایت کی یہ روایتیں الفاظ و اطوار و بسط و اختصار و ذکر و اقتصار میں طرق شتی پر آئیں کسی میں مغرب و فجر کا ذکر ہے ظہر عرفہ مذکور نہیں کروایۃ الصحیحین کسی میں ظہر عرفہ و مغرب کا بیان ہے فجر مزدلفہ ماثور نہیں کروایۃ النسائی کسی میں صرف مغرب کا تذکرہ ہے ظہر و فجر و صیغہ ہمارا آیت وغیرہ کچھ مسطور نہیں

کحدیث النسائی ایضا فی المناسک ، باب جمع
الصلا تین بالمزدلفۃ ، أخبرنا القاسم بن
زکریا ثنا مصعب بن المقدام عن داود عن
الاعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمن بن
یزید عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم جمع بین المغرب والعشاء یجمع
جیسا کہ نسائی کی حدیث جو کتاب المناسک ، باب جمع
الصلا تین بالمزدلفۃ میں ہے حدیث بیان کی ہم سے
قاسم ابن زکریا نے مصعب ابن مقدم سے ، اس نے
داؤد سے ، اس نے اعمش سے ، اس نے عمارہ سے ،
اس نے عبد الرحمن ابن یزید سے ، اس نے ابن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے مغرب و عشاء کو مزدلفہ میں جمع کیا۔ (ت)

اکثر میں نماز فجر پیش از وقت مذکور ہے وھو بطریق کل ما ذکرنا من رواۃ الا اعمش ما خلا جبریرا
(سوائے جبریر کے اعمش کے جتنے راوی ہم نے ذکر کیے ہیں اسی طریقے سے ان کے تہت کسی میں لفظ بغلس مفید واقع و مصرح مرام کی
تصریح ہے کما مر لمسلم من حدیث الضبی (جیسا کہ مسلم کے حوالے سے ضبی کی حدیث گزری ہے) ان تنوعات
سے نہ وہ حدیثیں متعدد ہو جائیں گی نہ ایک طریق دوسرے کا نافی و منافی ہوگا بلکہ ان کے اجتماع سے جو حاصل ہو
وہ حدیث تام قرار پائے گا۔ اب خواہ یہ اختلاف رواۃ اعمش کی روایت بالمعنی سے ناشے ہوا خواہ خود اعمش نے

مختلف اوقات میں مختلف طور پر روایت بالمعنی کی اور ہر راوی نے اپنی مسوع پہنچائی چاہے یہ تنویر اعمش نے خود کی چاہے عمارہ یا عبد الرحمن سے ہوئی اور وہ سب اعمش نے سنی یا اعمش کو پہنچی خواہ اصل فقہائے سند سیدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اوقات حدیدہ میں حسب حاجت مختلف طوروں پر ارشاد فرمائی مثلاً شبِ مزدلفہ راہِ مزدلفہ میں یا وہاں پہنچ کر آج کی مغرب و فجر کا مسئلہ ارشاد کرنے کے لیے صرف انہیں دو کا ذکر فرمایا عصر تو سب کے سامنے ابھی جمع کر چکے تھے اُس کے بیان کی حاجت کیا تھی دوسرے وقت جمع بین الصلواتین کا مسئلہ پیش ہو وہاں ذکر فجر کی حاجت نہ تھی عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کے ذکر پر قناعت کی کہ سوا ان دو نمازوں کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی جمع نہ فرمائی اور کسی وقت مغرب و عشاء مزدلفہ کا ذکر ہو کہ ان میں سنت کیا ہے اس وقت یہ کھلی حدیث مختصر افادہ کی۔

ثم اقول لطف یہ کہ یہی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے مخرج مروی صحیح بخاری و سنن نسائی سے سیدنا امام محمد نے آثار مرویہ کتاب الحج میں بسند جلیل و صحیح جس کے سب رواۃ اجلۃ ثقات و ائمۃ اثبات و رجال صحیحین بلکہ صحاح ستہ سے ہیں یوں روایت فرمائی :

أخبرنا سالم بن سليم الحنفي عن أبي اسحق السبيعي عن عبد الرحمن بن اسحق السبيعي عن عبد الرحمن بن اسحق السبيعي عن عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه قال كان عبد الله بن مسعود رضي الله تعالى عنه يقول لا جمع بين الصلوتين الا بعرفة الظهر والعصر۔

سلام بن سليمان الحنفي الواسطي سبيعي عن عبد الرحمن بن اسود عن علقمة بن قيس اور اسود بن يزيد۔ راوی ہیں کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے جمع بین الصلواتین جائز نہیں مگر عرفہ میں ظہر و عصر۔

کیوں مُلا جی ! اب یہاں کہہ دینا کہ ابن مسعود نے فقط جمع عرفات و یکھی جمع مزدلفہ خارج رہی حالانکہ ہرگز نہ اس سے اعراض نہ اس پر اعتراض بلکہ ہر محل و موقع کلام میں وہاں کی قدر حاجت پر اقتضار ہے یہاں منافق کے جمع بین الظہر و العصر کا ذکر ہو گا اُس پر فرمایا کہ ان میں جمع صرف دو تہ عرفہ عرفات میں ہے اس کے سوا ناجائز، ولہذا الصلواتین معرفت بلام فرمایا جس میں اصل عہد ہے۔ مُلا جی ! کتب حدیث آنکھ کھول کر دیکھو روایات بالمعنی کے یہی انداز آتے ہیں خصوصاً امام بخاری تو بذاتِ خود اپنی جامع صحیح میں اس کے عادی ہیں حدیث کو ابواب مختلفہ میں بہت در حاجت پارہ پارہ کر کے لاتے ہیں اس سے ایک پارہ دوسرے کو رد نہیں کرتا بلکہ وہ مجموع حدیث کا مل بٹھرتی ہے۔

پس بحمد اللہ تعالیٰ واضح و آشکار ہوا کہ یہ حدیث بھی تمام و کمال یوں ہے کہ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں کبھی کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے یا وقت کے بعد پڑھی ہو مگر صرف دو عصر و عشاء وقت ظہر اور مغرب مزدلفہ وقت عشاء، اور اُس دن فجر کو بھی وقت مسنون و معمول سے پہلے طلوع فجر کے بعد ہی تاریکی میں پڑھ لیا تھا اُس دن کے سوا کبھی ایسا بھی نہ کیا۔ الحمد للہ کہ آفتاب حق و صواب بے پردہ و حجاب رابعۃ النہار پر پہنچا، اب اس حدیث نسانی جامع ذکر عرفہ و مزدلفہ پر ملا جی نے کمال مکابرہ جو چوٹیں کی ہیں اُن کی خدمت گزاری کیجئے اور ماہ ضیاء پناہ رسالہ کو باذنہ تعالیٰ شب تمام کا شرودہ دیجئے واللہ المعین و بہ المستعین۔

لطیفہ یارب جل جلالہ سے تیری پناہ، ملا جی تو ردِ احادیث و جرح ثقات و قدح صحاح کے دھنی ہیں۔ عمل بالحدیث کے ادعائی راجع میں انھیں مکابروں کی دیواریں چنی ہیں۔ حدیث صحیح نسانی شریف کو دیکھا کہ انھیں مصیبت کا پہاڑ توڑے گی۔ حضرت کے گل سرسبد کو گل تہ گھن بنا چھوڑے گی لہذا بنام حیا سے تیغِ ادا نکالی اور احادیث صحاح میں کچل مضمون فریقا تکذب و فریقا قتلون کی یوں بنا ڈالی حدیث نسانی کی نامقبول اور مجروح اور متروک ہے دُرادی اس کے مجروح ہیں ایک سلیمان بن ارقم کہ اُس کی توثیق کسی نے نہیں کی بلکہ ضعیف کہا اس کو تقریب میں سلیمان بن ارقم ضعیف اور ایک خالد بن مخلد کہ یہ شخص رافضی تھا اور صاحب احادیث افراد کا کہا تقریب میں خالد بن مخلد صدوق قلیع و لا افراد۔

اقول اولاً وہی ملا جی کی قدیمی سفاہتِ تشیع و رفض کے فرق سے جہالت۔

ثانیاً صحیحین سے وہی پرانی عداوت خالد بن مخلد نہ صرف نسانی بلکہ بخاری و مسلم وغیرہما جملہ صحاح ستہ کے رجال سے ہے امام بخاری کا خاص استاذ اور مسلم وغیرہ کا استاذ الاستاذ۔

ثالثاً ملا جی! تم نے تو علم حدیث کی الفت بے بھی نہ پڑھی اور ادعائے اجتہاد کی یوں بے وقت چڑھی ذرا کسی پڑھے لکھے سے ضعیف و تشیع و صاحب افراد اور متروک الحدیث میں فرق سیکھو، تشیع و صاحب افراد ہوتا تو اصلاً موجبِ ضعف نہیں، صحیحین دیکھیے ان کے رواہ میں کتنے تشیع موجود ہیں اور لہ افراد والوں کی کیا گنتی جبکہ ہم حاشی فضل اول میں بکثرت لہ اوہام بیہم، سبما و ہم، یخطی، یخطی کشیوا، کشید الخطاء، کشید الغلط وغیرہ والے ذکر کر آئے، رہا ضعیف اُس میں اور متروک میں بھی زمین و آسمان کا بل ہے ضعیف کی حدیث معتبر و مکتوب اور منابعات و شواہد میں مقبول و مطلوب ہے بخلاف متروک اس معنی اور اس کے متعلقہ کی

علہ مثل ابان بن یزید العطار، یزید بن ابی انیسۃ، عبد الرحمن بن غزوان وغیرہم ۱۲ منہ (م)

علہ جن میں تیس سے زیادہ حاشی فضل اول پر مذکور ہوئے ۱۲ منہ (م) فل میبار الحق ۳۸

تحقیقاتِ جلیلہ فقیر غفرلہ القدر کے رسالہ **الہاد الکاف فی حکم الضعاف**^{۱۳} میں مطالعہ کیجئے اور سہر دست اپنی مبلغ علم تقریب ہی دیکھیے کہ ضعیف درجہ نامزد اور متروک اُس کے دو پایہ نیچے درجہ عاشد میں ہے خود بعض ضعیف رجال شیخین میں اگرچہ متابعہ یا یوں بھی واقع جس سے اُن کا نام متروک ہونا واضح۔

9

مثلاً (۱) اسید (۲) اسباط (۳) عبد الکرم (۴) اشعث (۵) زمعه (۶) محمد ابن یزید رفاعی (۷) محمد بن عبد الرحمن (۸) احمد (۹) ابی اور دوسرے۔

تقریب میں کہا کہ پہلے پانچ ضعیف ہیں، چٹا بھی خاص قوی نہیں ہے، ساتواں مہول ہے، آٹھویں کو ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے، نویں میں بھی ضعف ہے۔

عبد الکرم کے لیے مزی نے تہذیب میں "نست" کی علامت لگائی ہے (واضح رہے کہ "خ" سے مراد بخاری ہے اور "ت" سے تعلق، یعنی بخاری نے بھی اس کی روایت نقل کیا ہے) میزان میں بھی تہذیب کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے بخاری نے نقل کیا اور مسلم نے متابعہ روایت کی ہے۔ اسی طرح حافظ نے بھی تقریب کی علامات میں اس کی پیروی کی ہے لیکن پھر متنبہ کیا ہے کہ صحیح "خ" ہے ("نست" نہیں) چنانچہ حافظ نے پیچھے تو عبد الکرم کی وہ روایت ذکر کی ہے جو بخاری میں ہے پھر کہا ہے کہ یہ روایت وصل کے ساتھ ہے نہ کہ تعلق کے طور پر۔ (اس لیے "خ" کے ساتھ "ت" نہیں ہونی چاہئے کیونکہ "ت" تعلق کی علامت ہے)

(محمد ابن یزید، رفاعی کے بارے میں کہا ہے

۱۳۴۴/۲ دارالکتب العلمیہ بیروت) (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ مثل اسید بن مزید، اسباط ابو الیسع، عبد الکرم بن ابی المخار، والاشعث بن سوار، زمعه بن صالح، محمد بن یزید الرفاعی، محمد بن عبد الرحمن مولیٰ بنی مزہرة، احمد بن یزید الحسافی، ابی بن عباس وغیرہم، قال فی التقریب فی الخمسة الاول: ضعیف، والسادس لیس بالقوی، والسابع مہول، والثامن ضعفہ ابو حاتم، والتاسع فیہ ضعف۔ وعبد الکرم، علم لہ المزی فی التہذیب خت، وتبعہ فی المیزان، فقال: اخرج لہ خ تعلیقاً، وہ متابعۃ۔ وكذا تابعہ الحافظ فی سمر موز التقریب، ثم نبہ ان الصواب خ، حیث ذکر مالہ فی الجامع الصحیح، ثم قال: هذا موصول ولیس معلقاً۔ وقال فی الرفاعی: ذکرہ ابن عدی فی شیلوخ البخاری، وجزم الخطیب بان البخاری مروی عنہ، لکن قد قال البخاری: رأیتہم مجتمعین علی ضعفہ۔ اھ قلت: المثبت اثبت، فلذا

راہِ بعلیٰ یہ سب کلام ملاجی کی غلبی بول عیسیٰ احکام مان کر تھا حضرت کی اندرونی حالت دیکھیے تو پھر حسبِ عادت جو روایت حدیث بے نسب و نسبت پائے ان میں جہاں تحریف و تصرف کا موقع ملا وہی تبدیل کا رنگ لائے سند میں تھا عن شعبۃ عن سلیمان۔ اب ملاجی اپنی مبلغ علم تقریب کھول کر بیٹھے روایتِ نسائی میں شعبہ نام کا کوئی نہ ملا جس پر تقریب میں کچھ بھی برج کی ہو لہذا وہاں بس نہ چلا سلیمان کو دیکھیں تو پہلی بسم اللہ یہی سلیمان بن ارقم ضعیف نظر پڑا حکم جڑ دیا کہ سند میں وہی مراد اور حدیث مررود، ملاجی اپنے دھرم کی قسم سچ بتانا یہ جبروتی حکم آپ نے کس ریل سے جمایا، کیا اسی کا نام محدثی ہے، سچے جو تو برہان لاؤ ورنہ اپنے کذب و عیب بزم بالغیب پر ایمان قلہا تو ابوہانک ان کنتم صدقین حق طلبان وحق یوکش کو اور معلوم ہو چکا ہے کہ مخرج حدیث اعمش عن عمارۃ عن عبد الرحمن عن عبد اللہ ہے بخاری مسلم ابو داؤد نسائی وغیرہم سب کے یہاں حدیث عمارہ بطریق امام اعمش ہی مذکور، صحیحین کی تین سندیں بطرق حفص بن غیاث و ابی معویۃ و جریر کلہم عن الاعمش عن عمارۃ صدر کلام میں، اور ایک سند نسائی بطریق داؤد عن الاعمش عن عمارۃ اس کے بعد سن چکے۔ پنجم نسائی کتاب الصلاۃ میں ہے، اخبرنا قتیبة بن شافین نا الاعمش عن عمارۃ النخ - ششم نسائی مناسک باب الوقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

علیہما علیہ خ، و اخرنا ہا عن لیمان تردد
المحافظ۔ والانصاف ان فلیحا وعبادا
وامثالہا ایضا ضعیفاء، والعذر ما افاده
الامام ابن الصلاح و تبعہ النووی وغیرہ
فارجع واعرف۔ واللہ تعالیٰ اعلم (م)
کہ اس کو ابن عدی نے بخاری کے اساتذہ میں ذکر کیا ہے اور خطیب نے یقین ظاہر کیا ہے کہ بخاری نے اس سے روایت کی ہے، لیکن بخاری ہی نے کہا ہے کہ میں نے محدثین کو اس کے ضعف پر متفق پایا ہے اھ میں نے کہا ثابت کرنے والے کی بات زیادہ پختہ ہوتی ہے (اور ابن عدی نے اس کا شیخ بخاری ہونا ثابت کیا ہے) اس لیے ہم نے بھی اس کے نام پر "خ" کی علامت نسائی ہے۔ لیکن حافظ کو چونکہ اس کے شیخ بخاری ہونے میں تردد ہے اس لیے "خ" کو ہم نے "م" کے بعد لگایا ہے (م سے مراد مسلم ہے) اور انصاف کی بات یہ ہے کہ قلیح، عباد اور ان جیسے اور کئی راوی بھی ضعیف ہیں اس کے باوجود ان کی روایات صحاح میں پائی جاتی ہیں، امام ابن الصلاح نے اس کی معذرت خواہانہ وجہ بیان کی ہے اور نووی وغیرہ نے بھی ان کا اتباع کیا ہے، اس لیے ان کی طرف مراجعت کرو اور سمجھو! واللہ تعالیٰ اعلم۔ (رت)

الذی یصلی فیہ الصبح بالمزلفۃ اخبرنا محمد بن العلاء ثنا ابو مغویۃ عن الاعمش عن عمارۃ الخ
 یقتم سنن ابی داؤد حدثنا مسدد ان عبد الواحد بن نریاد وابا عوانۃ وابا مغویۃ حدثوهم
 عن الاعمش عن عمارۃ - یقتم امام طحاوی حدثنا حسین بن نصر ثنا قبیصۃ بن عقبۃ والفریابی
 قال ثنا سفین عن الاعمش عن عمارۃ بن عمیر الخ - یہ امام اعمش امام اجل ثقہ ثبت حجت حافظ
 ضابط کبیر القدر جلیل القدر ابلہ ائمہ تابعین ورجال صحاح ستہ سے ہیں جن کی وثاقت عدالت جلالت آفتاب نیمروز
 سے روشن تر ان کا اسم مبارک سلیمان ہے وہی یہاں مراد، کاش تضعیف ابن ارقم دیکھ پانے کی خوشی ملاجی کی آنکھیں
 بند نہ کر دیتی تو آگے سوچنا کہ دنیا میں ایک ہی سلیمان نہیں دو ورق لوٹتے تو اسی تقریب میں تھا، سلیمان بن
 مہران الاعمش ثقہ حافظ عارف بالقول والاعمال وریح (سلیمان ابن مہران اعمش، ثقہ ہے، حافظ ہے،
 قرۃ کو جاننے والا ہے، متقی ہے - ت) جن حضرات کا جو شرف تیز اس حد تک پہنچا ہوا ہے سے کیا کہا جائے کہ ان
 سلیمان سے راوی بھی آپ نے دیکھے کون ہیں امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ بن الحجاج جنہیں التزام تھا کہ ضعیف
 لوگوں سے حدیث روایت نہ کریں گے جس کی تفصیل فقیر کے رسالہ منیہ العین فی حکم تقبیل الالبہامین
 میں مذکور وہ اور ابن ارقم سے روایت مگر نادانوں سے ان باتوں کی کیا شکایت!

خامساً حضرت کو اپنی پرانی مشق صاف کرنے کو اسی طرح کا ایک اور نام ہاتھ لگا یعنی خالد امام نسائی
 نے فرمایا تھا، اخبرنا اسنعیل بن مسعود عن خالد عن شعبۃ بن سعد کہ اس سے مراد
 خالد بن محمد رافضی ہے ملاجی! پانچ پیسے کی شیرینی تو ہم بھی چڑھائیں گے اگر ثبوت دو کہ یہاں خالد سے یہ شخص
 مراد ہے، ملاجی! تم کیا جانو کہ ائمہ محدثین کس حالت میں اپنے شیخ کے مجرد نام بے ذکر مینر پر اکتفا کرتے ہیں، ملاجی
 صحابہ کرام میں عبد اللہ کتنے بکثرت ہیں خصوصاً عبادہ خمسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، پھر کیا وجہ ہے کہ جب بصری
 عن عبد اللہ کہ تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص مفہوم ہوں گے، اور کوئی کہ تو عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم،
 پھر رواۃ مابعد میں تو عبد اللہ صد ہا ہیں مگر جب سوید کہیں حدثنا عبد اللہ تو خواہ مخواہ ابن المبارک ہیں،
 محمد بن کاشمار کون کر سکتا ہے مگر جب بندار کہیں عن محمد عن شعبۃ تو غندر کے سوا کسی طرف ذہن نہ جائے گا
 وعلیٰ ہذا القیاس صد ہا مثالیں ہیں جنہیں ادنے ادنے خدام حدیث جانتے سمجھتے پہچانتے ہیں۔ ملاجی! یہ

۲۶/۲	مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی	۱/۲۶	باب الصلوۃ مجمع	۱/۱۱۳	ایچ ایم سعید کپنی کراچی	۱/۳۹۲	دارالکتب العلمیہ بیروت
۲۶/۱	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۲۶	باب الصلوۃ مجمع	۱/۱۱۳	ایچ ایم سعید کپنی کراچی	۱/۳۹۲	دارالکتب العلمیہ بیروت
۱/۲۶	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۲۶	باب الصلوۃ مجمع	۱/۱۱۳	ایچ ایم سعید کپنی کراچی	۱/۳۹۲	دارالکتب العلمیہ بیروت
۱/۲۶	آفتاب عالم پریس لاہور	۱/۲۶	باب الصلوۃ مجمع	۱/۱۱۳	ایچ ایم سعید کپنی کراچی	۱/۳۹۲	دارالکتب العلمیہ بیروت

خالد امام اجل ثقہ ثبت حافظ جلیل الشان خالد بن حارث بصری ہیں کہ امام شعبہ بن الحجاج بصری کے مخلص تلامذہ اور امام اسمعیل بن مسعود بصری کے اجل اساتذہ اور رجال صحاح ستہ سے ہیں اسمعیل بن مسعود کو ان سے اور انھیں شعبہ سے اکثر روایت بدرجہ غایت ہے، اسی سنن نسائی میں اسمعیل کی بیسیوں روایات ان سے موجود، ان میں بہت خاص اسی طریق سے ہیں کہ اسمعیل خالد بن حارث سے اور خالد شعبہ بن الحجاج سے ان میں بہت جگہ خود اسمعیل نے نسب خالد مصرحاً بیان کیا ہے۔ بہت جگہ انھوں نے حسبِ عادت مطلق چھوڑا۔ امام نسائی نے واضح فرمادیا ہے بہت جگہ سابق و لاحق بیانیوں کے اعتماد پر یوں ہی مطلق باقی رکھا ہے میں آپ کا حجاب ناواقفی توڑنے کو ہر قسم کی مصرح روایات سے بہ نشان کتاب و باب کچھ حاضر کروں۔

طریق شعبہ: (۱) کتاب الافتاح باب التطبيق اخبارنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبہ عن سلیمان الخ۔

(۲) کتاب الطہارۃ باب النضج اخبارنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبہ الخ۔

(۳) کتاب المواقیب الرخصة فی الصلاة بعد العصر اخبارنا اسمعیل بن مسعود عن خالد بن الحارث عن شعبہ الخ۔

(۴) کتاب الامامة الجماعۃ اذا كانوا اثنين اخبارنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث عن شعبہ الخ۔

(۵) کتاب السہو باب التحری اخبارنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث عن شعبہ الخ۔

(تصریح اسمعیل سوئے مامر)

(۶) کتاب الامامة الرخصة للامام فی التطویل اخبارنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث الخ۔

لہ النسائی	باب التطبيق	مطبوعہ مطبع سلفیہ لاہور	۱۲۳/۱
۲	باب النضج	" " "	۱۹/۱
۳	الرخصة فی الصلاة بعد العصر	" " "	۶۷/۱
۴	الجماعۃ اذا كانوا اثنين	" " "	۹۷/۱
۵	باب التحری	" " "	۱۳۶/۱
۷	الرخصة للامام فی التطویل	" " "	۹۴/۱

- (۷) کتاب قیام الیل باب وقت رکعتی الفجر اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث الخ۔
 (۸) کتاب الزکوٰۃ عطیۃ المرأة لغير اذن زوجها اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن حارث الخ۔
 (۹) المزارة احدث النبی عن کریم الارض بالثلث والربع اخبرنا اسمعیل بن مسعود قال ثنا خالد بن الحارث الخ۔

(۱۰) القسامة والقود باب عقل الاصاب اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث الخ۔

التصريح بالنسائي

- (۱۱) کتاب الحيض مضاجعة الحيض في ثياب حبيبتنا اخبرنا اسمعیل بن مسعود حدثنا خالد بن الحارث الخ۔
 (۱۲) قبيل کتاب الجمعة باب اذا قيل للرجل هل سليت اخبرنا اسمعیل بن مسعود و محمد بن عبد الاعلی قال حدثنا خالد بن الحارث الخ۔

- (۱۳) کتاب الصيام التقديم قبل شهر رمضان اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث الخ۔
 (۱۴) المزارة من الاحاديث المذكورة اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث الخ۔
 (۱۵) کتاب الاشرية الترخيص في انتباذ البسرا اخبرنا اسمعیل بن مسعود ثنا خالد بن الحارث الخ۔
 کیوں ملتا جی! یہ کیا دین دیا ہے کہ حدیثیں ادا کرنے کو ایسے جھوٹے فقرے بناؤ اور بے تکلفان جرم کرتے ہوئے پلک تک نہ جھپکاد، وہ تو خدا نے خیر کر لی کہ امام نسائی نے اسمعیل بن مسعود کہہ دیا تھا کہیں نرا اسمعیل ہوتا تو ملتا جی کو کہتے کیا لگتا کہ یہ حدیث تم اہل سنت کے نزدیک سخت مردود کہ اس کی سند میں اسمعیل بطوی موجود

۲۰۶/۱	مطبعة مطبع سلفیہ لاہور	باب وقت رکعتی الفجر	سنن النسائي
۲۸۹/۱	" " "	عطیۃ المرأة الخ	" "
۱۳۳/۲	" " "	الثالث من الشروط في المزارة والوثائق	سنن النسائي
۲۴۴/۲	مطبعة مطبع سلفیہ لاہور	باب عقل الاصاب	سنن النسائي
۴۳/۱	" " "	مضاجعة الحيض الخ	سنن النسائي
۱۶۰/۱	" " "	باب اذا قيل للرجل الخ	" "
۲۳۹/۱	" " "	التقديم قبل شهر رمضان	" "
۱۴۶/۲	" " "	المزارة من الاحاديث المذكورة	" "
۳۲۱/۲	مطبع سلفیہ لاہور	الترخيص في انتباذ البسرا الخ	" "

مُلا جی! صرف ایک مسئلے میں اول تا آخر اتنی خرافات، علم حدیث کی کھلی کھلی باتوں سے یہ جا بلا نہ مخالفت، اگر دیدہ و دانستہ ہیں تو شکایت کیا ہے کہ اخفائے حق و تلخیص یا طبع و تلبیس عامی و اغوائے جاہل، طوائف ضالہ کا ہمیشہ داب رہا ہے، اور اگر خود حضرت کی حدیث دانی اتنی ہے تو خدا را خدا و رسول سے حیا کیجئے، اپنے دین دھرم پر دیا کیجئے یہ منہ اور اجہتا کی لپک، یہ بیباقت اور مجتہدین پر ہیک، عمر و فاکرے تو آنکھ دس برس کسی ذی علم مقلد، کفش بر داری کیجئے، حدیث کے متون و شروح و اصول و رجال کی کتابیں سمجھ کر پڑھ لیجئے اور یہ نہ شرمائے کہ بوڑھے طوطوں کے پڑھنے پر لوگ ہنستے ہیں، ہنسنے دو ہنستے ہی گھر بستے ہیں، اگر علم مل گیا تو عین سعادت یا طلب میں مر گئے جب بھی شہادت، بشرط صحت ایمان و حسن نیت واللہ الہادی لقلب الخبت۔

الحمد لله مہر حق متعلیٰ ہوا اور آفتاب صواب متعلیٰ، جن جن احادیث سے جمع بین الصلواتین کا ثبوت نہ سہل ثبوت ملک قضی ثبوت زعم کیا گیا تھا واضح ہو کہ اُن میں ایک حرف ثبوت مقال نہیں مذہب حنفی اثبات صوری و نفی حقیقی دونوں میں بے دلیل بتا دیا تھا، روشن ہو کہ قرآن و حدیث اُسی کے موافق دلائل ساطعہ اُسی پر ناطق جن میں رد و انکار کی اصلاً مجال نہیں، اور بعونہ تعالیٰ بلفیل مسند وہ تازہ مجملہ کہ نہ مشغلہ ادعائے علل بالحدیث کا اُشغلا اُس کا بھرم بھی من مانا کھلا کہ ہوا سے غرض ہو جس سے کام اور اتباع حدیث کا نام بد نام، پُرانے پُرانے حد کے سیانے جب اپنی سخن پروری پر آئیں صحیح حدیث کو مردود و جہائیں ثقت ائمہ کو مٹھون بتائیں، بخاری و مسلم پس پشت ڈالیں، اُن کے رواۃ و اسانید میں شاخاں نکالیں، ہزار چھل کریں سو ہزار پیچ جیسے بنے صحیح حدیثیں بیچ، امام مالک و امام شافعی کی تقلید حرام نہ فقط حرام کہ شرک کا پیغام، مگر جب حنفیہ کے مقابل دم پر بنے مجتہد چھوڑ مقلدوں کی تقلید سے گارہی چھنے، اب ایک ایک شافعی مالکی کو جھک جھک کر سلام اُس کے پاؤں پکڑ اُس کا دامن تمام، یہ بڑا پیشوا وہ بھاری امام، اُن میں جس کا کلام کہیں ہاتھ لگ گیا اگرچہ کیسا ہی ضعیف کتنا ہی خطا، بس خضر مل گئے غنچے کھل گئے، اندر کے جی کے کواڑ کھل گئے سب کوفت سوخت کے غبار دھل گئے، وحی مل گئی ایمان لے آئے اُسی سے حنفیہ پر رجعت لائے، اب خبردار کوئی پیچھے نہ پڑو آج بارور ہیمان کی آیت نہ پڑھو، پھٹکارے کی گٹھری بچاؤ کا وقت ہے، شرک بلا سے ہوا ب تو مکت ہے۔ مسلمانو! حضرات کے یہ انداز دیکھئے بھالے اپنا ایمان بچائے سنبھالے، فریب میں نہ آنا یہ زہر درجہ ام ہیں دھوکا نہ کھانا، سبزہ بردام ہیں بے سہاروں کی چال ہر حال بُری ہے تقلید سے بری ائمہ سے بری ہے بے راہ روی کا دھیان نہ لانا چادر سے زیادہ پاؤں نہ پھیلانا، اتباع ائمہ راہ بُدی ہے راہ بُدی کا والی خدا ہے، اللہ الحمد ولی الہدایۃ منہ البدایۃ والیہ النہایۃ۔

خلاصۃ الکلام و حسن الختام الحمد لله سخن اپنے ذرۃ اقصیٰ کو پہنچا اب لفظ کلام و حاصل مرام چند باتیں یاد رکھئے :

اولاً جمع صوری بدلائل صحیحہ روشن ثبوت سے بے پردہ و حجاب اور اُس کا انکار انکار آفتاب۔
ثانیاً کسی حدیث صحیحہ میں جمع تقدیم کا نام کو بھی اصلاً پتا نہیں اُس کی نسبت ادعاے قطعی ثبوت محض
نسج العنکبوت۔

مثلاً جمع تاخیر میں بھی کوئی حدیث صحیحہ صریح جیسا کہ ادعا کیا جاتا ہے ہرگز موجود نہیں یا ضعاف و مناکیر
ہیں یا محض بے علاقہ یا صاف محمل اور محتملات سے ہوس اثبات مہمل و محمل۔

رابعاً جب جمع صوری پر ثبوت مفسر متعین ناقابل تاویل قائم تو محتملات خصوصاً حدیث ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کا اُسی کی طرف رجوع لازم کہ قاعدہ ارجاع محمل بہ متعین ہے نہ عکس کہ سراسر نکس۔

خامساً نماز بعد شہادتین اہم فرائض و اعظم ارکان اسلام ہے اور اُس میں رعایت وقت کی فرضیت
اور اظہر ضروریات دین سے جسے مسلمانوں کا ایک ایک بچہ جانتا ہے یوں اوقات خمسہ غایت شہرت و استغناء پر
بالغ حد تو تو ہیں اگر حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حالت سفر میں جس کی ضرورت ہمیشہ
ہر زمانہ میں ہر شخص کو رہی اور رہتی ہے چار نمازوں کے لیے اوقات مشہورہ معلوم معروفہ کے سوا قولاً یا فعلاً کوئی
اور حکم عطا فرمایا ہوتا تو واجب تھا کہ جس شہرت جلیلہ کے ساتھ اوقات خمسہ منقول ہوئے اُسی طرح یہ نیا وقت بھی
نقل کیا جاتا آخر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فعل کسی خطوت میں نہ کیا لہذا وہ نبوک میں ہزار ہا صحابہ کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہ رکاب سعادت مآب تھے اگر حضور جمع فرماتے بلاشبہ وہ سب کے سب دیکھتے اور کثرت
رواۃ سے اسے بھی مشہور کر چھوڑتے یہ کیا کہ ایسی عظیم بات ایسے جلیل فرض کے ایسے ضروری لازم میں ایسی صریح
تبدیل ایسے مجمع کثیر کے سامنے واقع ہو اور اُسے یہی دو ایک راوی روایت فرمائیں تو بلاشبہ یہی جمع صوری فرمائی
جس میں نہ وقت بدل نہ کسی حکم میں تغیر نہ راہ پائی کہ اُس کے اشتہار پر دواعی متوفر ہوتے نظر انصاف صاف ہو
تو صرف ایک ہی کلام تمام دلائل خلاف کے جواب کو پس ہے کہ جب باوصف توقر دواعی نقل آحاد ہے تو لاہرم
جمع صوری پر محمول کہ تو فرمہور اور بالفرض کوئی روایت مفسرہ ناقابل تاویل ملے تو متروک العمل کہ ایسی جگہ آحاد رہنا
عقل سے دور۔

سادساً نمازوں کے لیے تعین و تخصیص اوقات و آیات قرآن عظیم و احادیث حضور سید المرسلین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قطعی الثبوت ہے اگر کہیں اُس کا خلاف مانے تو وہ بھی ویسا ہی قطعی چاہیے جیسے
عصر عرفہ و مغرب مزدلفہ کا اجماعی مسئلہ ورنہ یقینی کے مقابل تلخی مضحل۔

سابعاً بالفرض اگر مثل منع دلائل جمع بھی قابل سمع تسلیم کیجئے تاہم ترجیح منع کو ہے کہ جب حافظ و ملیح مجمع
ہوں تو حافظ مقدم ہے۔

شامناً جانب جمع صرف نقل فعل ہے قول اگر ہے تو جمع صوری میں اور جانب منع دلائل قویہ و فعلیہ دونوں موجود اور قول فعل پر مزج تو مجموع قول و فعل محض نقل فعل پر بدرجہ اولیٰ۔

تاسعاً اقصیت راوی اور مزج منع ہے کہ ابن عمرو انس میں کسی کو فقہاً بہت جلیلہ عبد اللہ بن مسعود تک رسائی نہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، یہ وہی ابن مسعود ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

تمسکوا بعہد ابن ام عبد اللہ (ابن ام عبد اللہ کی باتوں سے تمک کیا کرو) رواہ الترمذی عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (نوٹ، اصل متن ترمذی میں الفاظ یوں ہیں تمسکوا بعہد ابن مسعود رضی اللہ عنہ۔ نذیر احمد) مرقاۃ میں ہے اسی لیے ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کی روایت و قول کو خلفائے اربعہ کے بعد سب صحابہ کے قول پر ترجیح دیتے ہیں۔

یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبِ سر رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے: ان اشبه الناس دلا و سماً و هدیا برسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا ابن ام عبد اللہ۔ رواہ البخاری و الترمذی و النسائی۔

یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے: کیف صلی علیاً (ایک گٹھری ہیں علم سے بھری ہوئی)۔

نہایت یہ کہ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: رضیت لامتی ما رضی لہا

۱ جامع الترمذی مناقب عبد اللہ بن مسعود مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲۲۱/۲

۲ مرقات المفاتیح جامع المناقب، الفصل الاول مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۰۹/۱۱

۳ مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ بخاری باب جامع المناقب مطبع مجتہائی دہلی ۵۷۴

جامع الترمذی، مناقب عبد اللہ بن مسعود امین کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲۲۲/۲

ف مشکوٰۃ میں یعنی یہی الفاظ ہیں جبکہ ترمذی میں الفاظ یوں ہیں: کان اقرب الناس هدیا و دلا و سماً برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابن مسعود اور بخاری میں الفاظ یوں ہیں ما اعلم احداً اقرب سماً و هدیا و دلا بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ابن ام عبد۔

۲۵۹/۳

۴ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ ترجمہ عبد اللہ بن مسعود (مکتبہ اسلامیہ ریاض الشیخ

۵ المستدرک کتاب معرفۃ الصحابہ دار الفکر بیروت ۳۱۷/۳

ابن ام عبد (میں نے اپنی امت کے لیے پسند فرمایا جو کچھ عبد اللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کرے) رواہ المحاکم
بسند صحیح -

لا جرم ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے بعد وہ
جناب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم و فقہیت میں زائد ہیں، مرقاة شرح مشکوٰۃ میں ہے:
هو عند استئنا فقه الصحابة بعد الخلفاء ہمارے ائمہ کے نزدیک ابن مسعود و خلفاء اربعہ کے بعد سب
الاصحاب سے زیادہ فقیہ ہیں۔ (ت)

عاشراً اگر بالفرض براہین منع و ادلة جمع کا نئے کی تول برابر ہی سہی تاہم منع ہی کو ترجیح دے گی کہ اس میں
احتیاط زائد ہے اگر عند اللہ جمع درست بھی ہوئی تو ایک جائز بات ہے جس کے ترک میں بالاجماع گناہ نہیں بلکہ اتفاق اس
کا ترک ہی افضل ہے اور اگر عند اللہ نادرست ہے تو جمع تاخیر میں نماز دانستہ قضا کرنی ہوگی اور جمع تقییم میں سرے سے
ادائی نہ ہوگی فرض گردن پر رہے گا تو ایسی بات جس کا ایک پہلو خلاف اولیٰ اور دوسری جانب حرام و گناہ کبیرہ ہو عاقل
کا کام یہی ہے کہ اس سے احتراز کرے، یہاں جو ملا جلی ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر لکھ گئے ہیں کہ تشکیک مذکور اس
صورت میں جاری ہوئی ہے جس میں طرفین کا مذہب مدلل بدل لائل ہو اور صورت اختلاف کی ہو حالانکہ مسئلہ جمع میں بالیقین
کا دعویٰ بے دلیل ہے اور ناجائز کہنا ان کا خلاف ہے اختلاف نہیں پس اگر محبت میں عمل بدل بدل لائل کے قول بے دلیل
شک ڈال دیا کرے تو سیکڑوں اعمال باطل ہو جائیں اور حق و باطل میں کچھ تمیز نہ رہے، ان جھوٹی بالا خانیوں سینہ زوری
کی کن ترانیوں کا کچا چٹھا بھونہ تعالیٰ سب کھل چکا مگر حیا کا بھلا ہو جس کے آسرے بیٹے ہیں یوہیں تو آفتاب پر خاک
اڑا کر اندھوں کو سمجھا دیا کرتے ہیں کہ حنفیہ کا مذہب بے دلیل و خلاف حدیث ہے، خدا کی شان قرآن عظیم و احادیث
رسول کریم علیہ و علی آلہ افضل الصلاة والسلام کی ان قاہر دیلوں کو جنہیں سن کر جگر تک دھک پھینچی ہوگی بے ریس ٹھہراؤ
اور اپنے ضعیف و بے ثبوت قول کو قطعی یقینی بدل بناؤ اور عمل بالحدیث و دین دریانت کا نام لیتے نہ شراؤ و انا للہ
وانا الیہ سراجھوں۔ ص

اومیایں کم شدہ ملک گرفت اجنباد

فقیر غفرلہ المولیٰ القدیر نے یہ چند اوراق کہ بنظر احقاق حق لکھے مولیٰ تعالیٰ عز و جل اپنے کرم سے قبول فرمائے

عہ یعنی نصوص منقول و قواعد اصول سے قطع نظر کر کے بہ مقتضائے عقول ہے۔ (م)

۳۱۷، ۳

المستدرک کتاب معرفة الصحابة دار الفکر بیروت

مرقاة شرح مشکوٰۃ المصابیح باب جامع المناصب الفضل الاول عن عبد اللہ بن عمر مطبوعہ ادارہ طبعان ۱۱/ ۲۰۹

ف معیار الحق ص ۳۱۵

شرِ حَسَد و شامتِ ذنوب سے محفوظ رکھے۔ وجہ ثبات و استقامت مقلدینِ کرام بنائے، یہ امید تو ان شہداء اللہ تعالیٰ القریب الحبيب نقد وقت ہے مگر دشمنانِ خفیت کو ہدایت ملنے عداوتِ خفیہ کی راہ نہ چلنے کی طرف سے یاس سخت ہے کہ کھلے مکابروں میں جن صاحبوں کی یہ ہمتیں بڑھی ہیں یہ مشقیں چڑھی ہیں اُنھیں آئندہ ایسی اور ان سے بڑھ کر اور ہزار ہٹ دھرمیاں کرتے کیا لگتا ہے، تحریفِ تعصبِ مکابرے حکم کا کیا علاج ہے سو اس کے کہ شرِ شریران سے اپنے رب عزوجل کی پناہ لوں اور بتوسلِ روحِ اکرم امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس سے عرض کروں رب اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمْزَاتِ الشَّیْطَانِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ ۝ و صلی اللہ تعالیٰ علی الہادی الامین الامان العا مون محمد و آلہ وصحبہ الکرام والذین ہم بمہدیہم یہتدون الحمد للہ کہ یہ مبارک رسالہ نفیس عجا لہ پانزدہم ماہ رجب المرجب ۱۳۱۳ھ ہجریہ علی صاحبہا افضل الصلوة والتحیۃ کو تمام اور بطا ط تاریخ حاجز البحرین الواقع عن جمیع الصلواتین نام ہوا سر بتا تقبل منا انک انت السميع العليم و صلی اللہ تعالیٰ علی سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین آمین سبحانک اللہم وبحمدک اشہدان لا اله الا انت استغفرک واتوب الیک و اللہم سبحنہ و تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ انتم واحکم۔

مفسر (۲۸۸) سلمہ

۱۴- جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نابینا نے صبح کی نماز پڑھاتے وقت ایسی بڑی سورت پڑھی کہ جب نماز شروع کی تھی اُس وقت سورج نہیں نکلا تھا اور جب سلام پھیرا تو سورج نکل آیا یہ نماز ہوئی یا نہیں، بیٹا تو جروا۔

الجواب

نماز فجر میں اگر قعدہ سے پہلے آفتاب نکل آیا یعنی ہنوز اتنی دیر جس میں التیات پڑھ لی جائے نہ بیٹھے پایا کہ سورج کی کرن چمکی تو بالاتفاق جاتی رہی اور اگر تحریمہ نماز سے باہر آنے کے بعد نکلا تو بالاتفاق ہو گئی مثلاً جب تک پہلی بار فقط السلام کہا تھا سورج نہ نکلا تھا السلام کہتے ہی فوراً چمک آیا کہ علیکم ورحمۃ اللہ سورج نکلنے میں کہا تو نماز صحیح ہو گئی کہ فقط السلام کہنا تحریمہ نماز سے باہر کر دیتا ہے الامن علیہ سہو، بشرط ان یأتی بالسجود (مگر جس پر سجدہ سہو ہو، بشرطیکہ سجدہ کرے۔ ت) اور اگر طلوع شمس دونوں امر کے بیچ میں ہوا یعنی قعدہ بقدر تشہد کر چکا اور ہنوز تحریمہ نماز میں تھا کہ آفتاب طالع ہوا تو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جاتی رہی یعنی یہ فرض نفل ہو کر رہ گئے فرضوں کی قضا ذمہ پر رہی۔

فی الدر المختار، ولو وجد المانی بلا صناعہ در مختار میں ہے، ایسا مانی نماز کہ جس میں نمازی کے

قبل القعود بطلت اتفاقاً، ولو بعده بطلت عنده،
 كطلوع الشمس في الفجر - ولا تتقلب الصلاة
 نفلاً الا فيما اذا طلعت^١ او الزا^٢ ملتقطاً وفي
 ش عن الرحمتي عن التجنيس، الإمام اذا فرغ
 من صلاته، فقلنا قال، السلام، جاء من اجل
 واقتهى به قبل ان يقول، عليكم، لا يصير
 داخلاً في صلاته، لان هذا سلام، الاترى
 انه لو اراد ان يسلم على احد في صلاته ساهايا
 فقال، السلام، ثم علم فسكت، تفسد
 صلاته^٣.

ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بھول کر نماز میں کسی کو سلام دینا چاہے اور کہے "السلام" پھر اسے یاد آجائے
 (کہ میں نماز میں ہوں) اور چپ ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (د)

مقتدیوں کو چاہئے کہ اپنے اس نابینا امام کو پیش از شروع متنبہ کر دیا کریں کہ آج وقت اس قدر ہے پھر
 بھی اگر تطویل سے باز نہ آئے اور یونہی نماز کھوئے تو آپ ہی امامت سے معزولی کا مستحق ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 (۲۸۸) سلمہ از جبل پر عقب کو توالی مرسلہ مولوی محمد برہان الحق صاحب سلمہ شعبان ۱۳۳۵ھ
 حضور پر نور بعد سلام نیاز گزارش ضحوة کبرئے نکالنے کا کیا قاعدہ ہے ایک بار پہلے ارشاد ہوا تھا مگر
 غلام بھولی گیا۔

الجواب

فوریۃ سعادت مولنا المکرم جعلہ المولیٰ تعالیٰ کا سلمہ برہان الحق السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خیریت
 مزاج جناب مولنا المکرم اکرمہم السلام وسلمہ سے اطلاع دیجئے اور میرے لیے بھی طلب دعا کیجئے ابھی ایک ہفتہ میں
 تین دورے بخار کے ہو چکے ہیں ضعف قوی ہے اور قوی ضعیف وحبنا المولیٰ الکریم اللطیف جس دن کا ضحوة کبرئ
 نکالنا منظور ہو اس دن کے وقت صبح ووقت غروب کو جمع کر کے تنصیف کریں اور اس پر چند گھنٹے بڑھالیں یہ
 وقت ضحوة کبرئ ہوگا اس سے لے کر نصف النہار حقیقی تک نماز مکروہ ہے یہ وقت ہمارے بلاد میں کم سے کم

۳۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ۴۷ منٹ ہوتا ہے مثلاً کل روزِ پنجشنبہ بحساب قواعد بشرط رویت یکم ماہ مبارک ہے اوقات یہ ہیں :

۳	۳۷	۲۶	نیم سحری
۷	۱۶	۷	+ افطار
۱۰	۵۳	۳۳	
۵۶	۲۶	۲۶۲۵ = ۲	+
۱۱	۲۶	۲۶۲۵ = ۳	+
۳	۵۲	۵۷	نیم سحری
۷	۱۳	۲۹	+ افطار
۱۱	۶	۲۶	
۵۶	۳۳	۱۸	= ۲
۱۱	۳۳	۱۸	±

نقشے میں تمام اوقات ثانیوں سے اعشاریہ تک تھے جن کے رفع اسقاط کے سبب ۶۲ یعنی تفاوت آیا

مثال دوم ماہ مبارک کو

انس علیہ السلام، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۸۹) از شہساز مدرسہ عربیہ مولوی ظفر الدین صاحب مدرسہ اول مدرسہ مذکور

۹ رمضان ۱۳۳۵ھ

بمضورا علی حضرت عظیم البرکت قبلہ و کعبہ دام ظلہم الا قدس۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ خاکسار حضور والا کے قواعد فرمودہ کے مطابق برابر وقت نکالا کرتا تھا مگر اس دفعہ جب میں مدراس گیا وہاں مولوی عبداللہ صاحب کی احقر سے ملاقات ہوئی وہ برابر وقت مدراس شائع کیا کرتے ہیں چنانچہ ایک تختہ جس پر سالنام شمسی کے اوقات انہوں نے استخراج کر کے شائع کیا ہے مجھے دیا اور یہ کہا کہ : پرچہ میں نے بریلی بھی روانہ کیا ہے تاکہ وہ حضرات میری غلطی پر مجھے متنبہ فرمائیں اس کی طرف توجہ فرمائیے جناب کو میں بھی اسی غرض سے دیتا ہوں، چنانچہ وہ پرچہ لیتا ہوا میں یہاں آیا ۲۲ جون ۱۹۱۷ء سے میں نے جانچ شروع کیا وقت غروب میرے قاعدہ کے مطابق ۶ بج کر ۳۷ منٹ ۲۵ سکند اور طلوع ۵ بج کر ۴۴ منٹ ۱۹ سکند ہوا اور اس نقشہ میں غروب ۶ بج کر ۴۴، اور طلوع ۵ بج کر ۴۸ منٹ لکھا ہے، غرض ۳، ۴ منٹ کا فرق ہے عشاء کا وقت نقشہ میں ۷ بج کر ۵۶ منٹ لکھا ہے میں پریشان ہوا کہ آخر فن کا جاننے والا اس قدر غلطی کیا کرے گا لاجرم میں نے اپنے ہی استخراج وقت کو غلط سمجھ کر اس غلطی کی جستجو میں ہوا تو سو ۱۱ اس کے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ میں نے بوجہ موافق الجبتہ ہونے کے عرض بلد اور میل سے تفریق کر کے حاصل فرق کو جمع کر کے عمل کیا ہے اور جگہ کے لیے میل کو عرض بلد سے کم

لے نوٹ، انس علیہ السلام، واللہ تعالیٰ اعلم۔ یہ غیر مربوط عبارت اصل مطبوعہ نسخوں میں اسی طرح ہے۔

کر کے حاصل فرق اجماع الونج میل سے عمل کرنا ہوتا ہے اور یہاں عرض بلد بہت کم ہونے کی وجہ سے میل کو $\frac{1}{2}$ طرح عرض عرض بلد کم کیا گیا ہے اُس کے بعد یہ خیال ہوا کہ یہ وقت تو اخیر پنجاب قریب کننیر کا ہونا چاہیئے جہاں کا $\frac{1}{2}$ عرض $\frac{1}{2}$ طرح ہو کہ اجماع الونج کو اُس کو تفریق کر کے $\frac{1}{2}$ الونج بچتا ہے اب پرشانی ہے کہ یہاں کا عمل کس طرح ہوگا اگرچہ قاعدہ کے یہ لفظ (اگر موافق الجہت ہو تفاضل لیں) اس کو بھی عام ہے اس لیے اس کا قاعدہ ارشاد ہو کہ جب عرض میل سے کم ہوگا تو کیا کیا جائے گا۔

بسم الله الرحمن الرحيم ۛ نحمدہ وفضلہ علیٰ رسولہ الکریم

الجواب

ولدی الاعز جلد اللہ تعالیٰ کا سہ ظفر الدین المتین آمین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مولوی عبد اللہ صاحب کا کوئی تحفہ اوقات مدراس یہاں نہ آیا صرف ایک چھوٹے رسالہ تحفۃ المصلیٰ کے کہ سمت قبلہ میں ہے دو نسخے ایک پلندے میں آئے تھے وقت کا قاعدہ یقیناً وہی ہے کہ جب عرض میل متفق الجہت ہوں تفاضل لیا جائیگا یعنی اُن میں جو اصغر ہو اکبر سے تفریق کیا جائے گا عرض ہو خواہ میل تو مدراس جس کا عرض ۱۶° ہے اُس میں راس السرطان کا بعد اقل جس کا میل میل کلی اجماع ۱۶° ہے جی اجماع ہوا، نیز وہ شہر جس کا عرض شمالی ۱۶° ہے اُس میں بھی راس السرطان کا بعد اقل وہی جی اجماع ہوگا غایت یہ کہ مدراس میں یہ بعد سمت الراس سے شمالی ہوگا اور اُس شہر میں جنوبی دونوں نصف اور ان کی جہیں اور قاطع میل سب بدستور رہیں گے اور فرق وقت بوجہ قاطع عرض ہوگا مثلاً صبح و عشا ہے راس السرطان بدستور اس کا حساب بھیجتا ہوں یہاں مجموعہ اربعہ $۸۶^{\circ} ۵۹' ۲۸''$ ہوا اور وقت عشا $۴۶^{\circ} ۳۱'$ آیا اور اس شہر میں مجموعہ $۹۲^{\circ} ۲۸' ۴۹''$ ہوا اور وقت عشا $۵۶^{\circ} ۳۱'$ ایک گھنٹہ و ۱۸ منٹ سے زیادہ فرق ہو گیا طلوع و غروب کہ آپ نے نکالے یہی صحیح ہیں جن کی صحت اس پرچہ موامرہ ظاہر یہ حقیقی وقت ہیں اور راس السرطان کی تعدیل الایام مزید $۳۴^{\circ} ۳۴'$ اور وسط ہند سے فصل غربی مدراس ۶° تو مجموعہ $۳۴^{\circ} ۳۴' ۱۰''$ بڑھانے سے مدراس غروب $۶۲^{\circ} ۵۴' ۳۱''$ طلوع $۵۳^{\circ} ۵۲' ۴۹''$ کا وقت ریلوے حاصل ہوگا یہ وقت غروب وہی ہے

۱۰۳۴۳۳۴	$+$	۱۰۳۴۳۳۴	$=$	۲۰۶۸۶۶۸
۵۳۳۳۰۰۱۳		۶۳۷۲۸۵۵		

جو آپ نے نکالائیں سکند کا تفاوت ان فرقوں سے ہوا کہ آپ نے میل اجماع الونج لیا جو ۲۲ جون سنہ حال کو گریچ کے نصف النہار کا تھا اور میں نے اجماع الرجو باسقاط خفیف ثانی میل کلی ہے پھر آپ نے بعد سمتی افق مطلق حسب دستور سابق کہ میرے یہاں معمول تھا حصہ لس نالیا ہوگا اور اب میں حصہ لدمہ رکھتا ہوں البتہ طلوع میں ۳۹ سکند کا تفاوت آنا اس پر دال ہے کہ آپ نے تعدیل الایام ۲° الی جو ۲۳ جون کی تعدیل مصری ہے اور ۹ منٹ فصل طول مل کر ۵۲° دونوں وقت حقیقی غروب و طلوع پر زائد کیے۔ دلیل یہ کہ آپ کے یہاں

معدل بتعدیل ریلوے وقت غروب ۲۵ ۳۷ ۴۳ اور طلوع ۱۹ ۴۲ ۵۳
اس کا تمام ۵۲۳۵ - تمام غروب ۵۲۳۵

$$۲۱۴۴ =$$

نصفہ ۱۰۵۲

یہی منٹ سکند آگئے جو تعدیل مرصدی ۲۳ جون کے تھے۔

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کے یہاں وقت حقیقی غروب ۳۳ ۲۶ ۳۲ آیا اور طلوع ۲۴ ۳۳ ۵۳ تو آپ کے
اور یہاں کے محسوب میں ۲۱ سکند کا تفاوت ہے خیر ایسا کثیر نہیں۔ مدراسی صاحب کا حساب یقیناً وجہ صحت نہیں
رکھتا کہ غروب ساڑھے تین منٹ کم ہے اور طلوع سو اچار منٹ زیادہ، اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے
طلوع و غروب نکالنے کا قاعدہ ہی استعمال نہ کیا بلکہ معمول عوام بے علم کی طرح طلوع و غروب نجومی حقیقی مرکزی
لے کر ان میں تعدیل ریلوے ملا دی نفل میل راس السرطان ۱۴۶ ۲۶ ۳۷ ۹۷ اس جیب کی قوس تقریباً
۵۷ ص ہے جس کا وقت + نفل عرض مدراس ۱۴۶ ۲۶ ۳۷ ۹۷ + قح ۵۷ غروب نجومی و القح اور دقائق
طلوع نجومی ۵ لونب | تعدیل بھی

انہوں نے لونا ہروی قی قنب لیے ہیں۔ و القح ۵ لونب
+ ی قنب + ی قنب
= ولد ۵ = مرصد
غروب ۲۳ ۳۷ ۴۳
طلوع ۱۹ ۴۲ ۵۳
+ تعدیل ریلوے ۱۰۳۴
سکندوں میں فرق ہے وہیں۔
یہ ان کا ملتا غلط ہے۔ رہا وقت عشا وہ انہوں
نے صحیح دیا ہے پرچہ حساب ملاحظہ ہو۔
وقت حقیقی ۳۷ ۴۳ ۵۳ یہ وقت ہوا
+ تعدیل ریلوے ۱۰۳۴
سکندوں میں فرق ہے وہیں۔

مؤامرات

مدراس ف ۵۷ - عرض

صرف نصف اول

۹۷ ۹۳ ۳۸ ۹۷ ۷

نای ۳۷۷

القح الر = ۲۷ - ۲۳

- عرض = ۲ - ۱۳

بعد اقل = ۲۳ - ۱۰

۹۷ ۹۳ ۳۹ ۲۵ ۳

$$\begin{array}{r} ۱۰۸ \\ ۱۱۸ - ۲۳ \\ \hline \end{array}$$

$$۵۹ - ۱۱ - ۳۰$$

$$۴۸ \quad ۴۸ \quad ۳۰$$

$$۹۰۹۳۳۹۳۵۳$$

$$۹۰۸۴۶۵۱۲۴$$

$$۰۰۳۴۴۳۴۶$$

$$۰۰۱۱۳۹۳۰$$

$$۹۰۸۵۹۲۴۸۶$$

$$۱۹۴۸$$

$$۸۰۸$$

$$۹۰۳۵۱۱$$

$$۱۰۰۲۶۵۶$$

$$۹۰۶۱۶۴$$

$$۴۰۱۳۶$$

$$۴ - ۴۶ - ۰$$

$$۴ - ۴۶ - ۴۰۱۳۶$$

$$۴ - ۱۳ - ۵۵۰۸۶۴$$

صرف نصف اول

$$۶۰۸۸۸۰۲۹۸$$

$$۴۸۶$$

$$۹۰۸۸۸۱۰۸۴$$

$$۳۵۵۰۰$$

$$۱۰۳۴$$

$$۳۱۸۵۰$$

$$۱۳۶۵۰$$

$$۴۵۵۰۰$$

$$۴۴۱۸۳$$

صرف نصف دوم

$$۹۰۸۴۶۳۵۴۴$$

$$۵۵۳$$

$$۹۰۸۴۶۵۱۲۴$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومربع} \\ ۰ - ۴۶ - ۴ \end{array} \right\}$$

$$۹۰ - ۳۴ - ۵۴۱$$

$$۸۴۴۸$$

$$۹۰ - ۳۴ - ۴۵۳۲ =$$

$$۱۵ - ۴۵۳۶۴ =$$

$$۹۰ - ۵۰ - ۳۰۹۹ =$$

$$۱۰ - ۲۳ - =$$

$$۲) ۱۰۱ - ۱۳ - ۳۰۹۹ =$$

$$۰۵۰ - ۳۶ - ۴۵۵۰ =$$

$$۰۵۰ - ۳۶ - ۴۵۵۰ =$$

ملاحظه

ملاحظه

ملاحظه

$$\begin{array}{r}
 ۶۰) ۴۴۱۸۳ (۷۸۶ \\
 \underline{۴۲۰} \\
 ۵۱۸ \\
 \underline{۴۸۰} \\
 ۳۸۳ \\
 \underline{۳۶۰} \\
 ۲۳
 \end{array}$$

صرف نصف دوم

$$\begin{array}{r}
 ۲۸۱۰۰۱۴۲ \\
 \underline{۱۱۳۳} \\
 ۹۲۸۱۰۱۳۰۵
 \end{array}$$

$$۲۵۲۴۹$$

$$۱۴۹۴$$

$$۱۸۱۹۶$$

$$۲۰۹۴۲$$

$$۱۸۱۹۶$$

$$۲۵۲۴۹$$

$$۶۰) ۴۴۹۴۲ (۱۱۳۳$$

$$\underline{۶۰}$$

$$۸۹$$

$$\underline{۶۰}$$

$$۱۹۶$$

$$\underline{۱۸۰}$$

$$۱۶۲$$

$$\underline{۱۲۰}$$

$$۴۲$$

$$۴۰-۱۳-۲۵۲۴۹ = \text{نصف دوم}$$

$$۹۲۸۸۸۱۰۸۴ = \text{نصف اول}$$

$$۹۲۸۱۰۱۳۰۵ = \text{نصف دوم}$$

$$۲۰۳۴۲۳۶۶ = \text{قاطع میل}$$

$$۲۰۱۱۳۹۳۰ = \text{عرض}$$

$$۲۴۴۰۶۹۵ = \text{لومریج}$$

$$۶۹۵۱۴ = \text{لومریج}$$

$$۱۱۸۱$$

$$۹۲۵۱۵۹ = \text{لا}$$

$$۱۰۲۱۰۸۱ = \text{+ لوفضل}$$

$$۹۲۶۲۲۰$$

$$۲۲۳۰۸ = \text{تحويل}$$

$$۶-۲۶-۵۰ = \text{+ وقت لومریج}$$

$$۶-۲۶-۵۴۲۳۰۸ = \text{غروب}$$

$$۵-۳۳-۵۲۴۹۲ = \text{طلوع}$$

$$\left\{ \begin{array}{l} \text{وقت لومریج} \\ ۶-۲۶-۵۰ \\ \text{لفضل} \end{array} \right\} \text{منابع}$$

مسئله از شهر جامع مسجد سوله مولوی محمد افضل صاحب بخاری طالب علم منظر اسلام

شخصی در نماز فجر بود که ناگاہ بشنید که گوئند میگفت که آفتاب برآمد الحال ای کس در نماز است نماز را بگذارد باز و سپس اعاده کند یا سلام بده بعد از طلوع

کوئی آدمی فجر کی نماز پڑھ رہا تھا اچانک اس نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے "سورت نکل آیا ہے" اب یہ آدمی جو فی الحال نماز میں ہے اپنی نماز پوری کر کے اس کا اعادہ کرے یا

آفتاب بخواند، بینوا تو جبروا۔

سلام پھیر دے اور طلوع کے بعد دوبارہ پڑھے ؟
بینوا، تو جبروا۔ (ت)

الجواب

نماز پوری کرے، بعد میں اگر ثابت ہو جائے کہ سورج نکلنے والی بات درست تھی تو اعادہ کرے۔ آج کل اکثر لوگ وقت کا صحیح علم نہیں رکھتے اور طلوع قریب ہونے پر شور مچا دیتے ہیں کہ سورج نکل آیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم دتا کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک امام صبح کی نماز اتنی تاخیر سے پڑھاتا ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد سورج طلوع ہونے میں صرف پانچ منٹ یا دس منٹ باقی رہتے ہیں کیا نماز بغیر کراہت کے ادا ہو جاتی ہے یا

نماز تمام کندہ باز اگر صدق قائل دریا بد اعادہ نمایدیں زبان
بسیارے از مردم وقت نمی شناسند و بقرب طلوع
بانگ برآرند کہ آفتاب برآمد واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال دوم: چر میفرمایند علمائے دین کہ امام نماز صبح را این قدر تاخیر میکند کہ از برآمدن آفتاب پنج دقیقہ یا دو دقیقہ میماند کہ سلام میدہد پس طور نماز بغیر کراہت ادا میشود یا نہ، بینوا تو جبروا۔

بینوا، تو جبروا۔ (ت)

الجواب

البحر الرائق وغیرہ میں تصریح کی گئی ہے کہ فجر اور ظہر کے اوقات میں اول سے آخر تک کوئی کراہت نہیں ہے بخلاف باقی اوقات کہ وہ آخر میں مکروہ ہو جاتے ہیں اس لیے جو شخص وقت شناسی میں مہارت رکھتا ہو، اگر اس طرح نماز پڑھے (جیسا کہ سوال میں مذکور ہے) تو اس کی نماز بغیر کراہت کے صحیح ہے۔ اس میں کراہت کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔ (ت)

در بحر الرائق وغیرہ تصریح فرمودہ اند کہ وقت فجر و وقت ظہر اول تا آخر صحیح کراہت ندارد یعنی بخلاف باقی اوقات کہ آخر آنها مکروہ است پس ہر کہ در وقت شناسی دستگاہ کافی دارد بایں طور نماز او بلا شبہ بے کراہت است کہ بوسے از کراہت ندارد، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از جہلودہ ضلع میرٹھ مسئلہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

(۱) فجر کی نماز کا مستحب وقت کون سا ہے اور جس جگہ اُفق صاف نظر آتا ہو وہاں طلوع کی کیا پہچان ہے ؟
(۲) ظہر کا اول وقت کسے کیجے ہوتا ہے اور ضلع میرٹھ میں کسے کیجے سے کسے کیجے تک رہتا ہے اور جماعت کے کیجے ہونا چاہئے موسم گرما اور موسم سرما کب سے کب تک مانے جاتے ہیں اور ان میں ظہر کے مستحب اوقات

کیا ہیں؟

- (۳) عصر کا مستحب وقت کون سا ہے، جماعت کے بچے ہونا چاہئے؟
 (۴) جس جگہ اُفتی نظر آتا ہو وہاں غروب کی کیا پہچان ہے اور غروب سے کتنی دیر بعد مغرب کی اذان اور جماعت ہونا چاہئے اور مغرب کا وقت کتنی دیر تک رہتا ہے؟
 (۵) عشا کا وقت مغرب سے کتنی دیر بعد ہوتا ہے؟

الجواب المفرد

(۱ و ۵) فجر کا مستحب وقت اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مثلاً اگر آج ایک گھنٹہ بیس منٹ کی صبح ہو تو اس وقت کے طلوع شمس میں چالیس منٹ باقی رہیں اور افضل یہ ہے کہ ایسے وقت ۴۰ یا ۶۰ آیتوں پڑھی جائے کہ اگر فساد نماز ثابت ہو تو پھر طلوع سے پہلے یونہی اعادہ ہو سکے اس کا لحاظ رکھ کر جتنی بھی تاخیر کی جائے افضل ہے جب اُفتی صاف نظر آتا ہے اور بیچ میں درخت وغیرہ کچھ حائل نہیں تو طلوع یہ ہے کہ آفتاب کی پہلی کرن چمکے اور غروب یہ کہ پھل کی کرن نگاہ سے غائب ہو جائے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ظہر کا اول وقت آفتاب نصف النہار سے ڈھلے ہی شروع ہوتا ہے اور گھنٹوں کے اعتبار سے باختلاف بلاد مختلف ہوگا یہاں تک کہ بعض بلاد ہندوستان میں بعض ایام میں ریلوے گھڑی سے ۱۲ بجے بھی وقت شروع ہوگا اور بعض یعنی بعض ایام میں ۱۱ بجے سے پہلے ظہر کا وقت ہو جائے گا یہ تعدیل ایام و اختلافات طول معلوم ہونے پر موقوف ہے جماعت گرمی میں وقت ظہر کے نصف آخر میں ہو اور چاروں میں نصف اول میں، میرٹھ میں کبھی ۵ بجے سے بعد تک وقت ظہر باقی رہتا ہے اور کبھی پونے چار بجے سے پہلے ختم ہو جاتا ہے اس میں بیانات کا اختلاف ہے اصل تقسیم اہل بیت نے یہ کی ہے کہ راس الحمل سے ختم جوڑا تک بہار اور راس السلطان سے ختم سنبہ تک گرما اور راس الیزان سے ختم قوس تک خریف اور راس الجدی سے ختم ٹوٹ تک سرما مگر یہاں کی فصلوں سے مطابق نہیں آتی، صاحب بھرنے ربیع کو گرما سے ملتی کیا ہے اور ربیع بھی قرین قیاس کہ آخر ستمبر سے دو ٹکٹ مارچ تک سرما سمجھنا چاہیے اور باقی گرما، واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) عصر کا وقت مستحب ہمیشہ اس کے وقت کا نصف اخیر ہے مگر روزِ اربعہ چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم
 (۴) غروب کا جس وقت یقین ہو جائے اصلاً دیر اذان و افطار میں نہ کی جائے اس کی اذان و جماعت میں فاسد نہیں، مغرب کا وقت میرٹھ میں کم از کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۲۹۷) از موضع سراں ذاک خانہ بشندور تحصیل ضلع جلم مرسلہ حافظ سجاد شاہ ۷ شعبان ۱۳۳۷ھ
 بخدمت جناب فیض مآب سرتاج حنفیان حضرت احمد رضا خان صاحب ادام اللہ فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ
 تعالیٰ کے بعد ہزار آداب التماس کہ ہم حنفیان کو بڑا فخر ہے کہ آپ جیسے مجتہد فقیہ علیہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ و امام اعظم
 اس زمانے کے آپ موجود ہیں ان مسئلوں مفصلہ ذیل کی سخت ضرورت ہے مہربانی فرما کر تحقیق عین و تدقیق مایطیق ارشاد
 فرمادیں عند اللہ ماجور ہوں گے امام مسئلہ اولیٰ فی الزوال کی اور شناخت وقت ظہر کی سخت ضرورت ہے میں اس میں
 بہت حیران ہوں بعض اوقات مجمع عام میں نماز ظہر جو بدخول وقت اول ہی پڑھی جاتی ہے مگر مجھے یقین دخول وقت کا بھی
 نہیں ہوتا آپ تحریر فرمائیں کہ بارہ بجے کے بعد ایک دو منٹ پر وقت ظہر داخل ہوتا ہے یا نہیں اور جن دیہات میں
 حساب گھڑی کا نہ ہو تو مسجد کے دروازہ سے اگر سایہ باہر ایک دو انگشت نکلے تو ظہر داخل ہے یا نہ، پھر جب سایہ بڑھنے
 میں ہو تو وقت ظہر داخل ہے یا نہ قبل قیام ظہیر نصف نہار کے سایہ گھٹتا رہتا ہے نصف نہار کو کھڑا ہوتا ہے پھر
 بڑھنے لگتا ہے جب سایہ بڑھ جائے میں ہو تو ظہر داخل ہے یا نہ، اور سایہ اصلی ظہر کے واسطے نکالا جاتا ہے یا نہ شناخت
 ظہر سفر حضر میں کس طرح ہوتی ہے اور سایہ اصل قبل زوالی یا وقت زوال یا بعد زوال کیا ہوتا ہے اور سایہ اصلی
 بوقت دوپہر بطرف شمال ہوتا ہے پس عصر کے واسطے مقیاس کی بیخ سے سایہ اصلی خارج بطرف مشرق کیا جاتا ہے
 یا کہ بطرف شمال خارج کر کے پھر دو چند کیا جائے فرائد سنہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ بطرف شمال سایہ اصلی
 کو چھوڑ کر دو چند کیا جائے عبارت فرائد سنہ کی یہ ہے۔

معرفة فی الزوال یغیر خشبة مستویة فی
 ارض مستویة قبل الزوال فالظل ینقص
 فاذا وقف لم ینقص ولحمیزد فهو قیام
 الظہیرة فاذا اخذ فی الزیادة فقد نزلت
 الشمس فخط علی راس الزیادة خطا فیکون
 من راس الخط الی العود فی الزوال فاذا
 صبر ظل العود مثله او مثلیه من راس
 الخط لا من موضع غیر من العود خرج وقت
 الظہر و دخل وقت العصر و فی الزوال یکون
 الی الشمال ۱۷

فی الزوال کی پہچان۔ زوال سے پہلے ایک سیدھی
 لکڑی ہموار زمین میں نصب کی جائے تو اس کا سایہ کم
 ہوتا جائے گا، جب سایہ ٹھہر جائے اور گٹے بڑھے نہ تو
 یہ قیام ظہیرہ کا وقت ہے۔ جب بڑھنے لگے تو سورج
 کا زوال شروع ہو جاتا ہے، اب جہاں سے بڑھنے کا
 آغاز ہوا ہے وہاں ایک بکیر بطور نشانی لگا دو، اس
 بکیر سے لکڑی تک جو سایہ ہے یہ فی الزوال ہے
 جب لکڑی کا سایہ اس کی ایک مثل یا دو مثل ہو جائے
 یعنی بکیر سے، نہ کہ لکڑی کی جڑ سے، تو ظہر کا وقت
 ختم ہو جائے گا اور عصر کا وقت داخل ہو جائے گا
 اور زوال کا سایہ شمال کی جانب ہوتا ہے۔ (ت)

اس مسئلہ کی مجھے سخت ضرورت ہے مہربانی فرما کر اس میں اچھی غور فرما کر پھر ان میں جو جو میرے سوالات ہیں جن کے سبب میں غلطی میں پڑا ہوں ان کو بنور سواد منور فرماؤ۔

الجواب

نصف النہار و فے الزوال کی یہ کافی پہچان ہے جو آپ نے فرامد سنیدہ سے نقل کی ہمار زمین میں سیدھی لکڑی عمودی حالت پر قائم کی جائے اور وقتاً فوقتاً سایہ کو دیکھتے رہیں جب تک سایہ گھٹنے میں ہے دوپہر نہیں ہوا اور جب ٹھہر گیا نصف النہار ہو گیا اس وقت کا سایہ ٹھیک نقطہ شمال کی جانب ہو گا اسے ناپ رکھا جائے کہ یہی فے الزوال ہے اس سے پہلے سایہ مغرب کی طرف تھا جب سایہ بڑھنے لگا دوپہر ڈھل گیا اب سایہ مشرق کی طرف ہو جائے گا جب لکڑی کا سایہ مشرق و شمال کے گوشہ میں اُس فے الزوال کی مقدار اور لکڑی کے دو مثل کو پہنچ گیا مثلاً آج ٹھیک دوپہر کو لکڑی کا سایہ اُس کے نصف مثل تھا اور اُس وقت خاص نقطہ شمال کو تھا اب وقتاً فوقتاً بڑھے گا اور مشرق کی طرف جھکے گا جب تک لکڑی کا ڈھاتی مثل ہو جائے عصر ہو گیا اور اس سے زیادہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ صحیح کپاس سے نہایت عموار زمین میں سیدھا خط جانب قطب کھینچ لیجئے اور اس خط کے جنوبی کنارے پر وہ لکڑی عموداً قائم کیجئے لکڑی کا سایہ جب تک اس خط سے مغرب کو ہے دوپہر نہ ہو اجب سایہ اس خط پر منطبق ہو جائے ٹھیک دوپہر ہے اور اُسی وقت کا سایہ فے الزوال ہے جب سایہ اس خط سے شرق کو ہے دوپہر ڈھل گیا مسجد کی مشرقی دیوار اگر سیدھی ہو اور ٹھیک نقطہ جنوب و شمال کو ہے اور اُس کے دونوں پہلو پر زمین ہوا ہے تو اُس سے بھی شناخت ہو سکتی ہے دیوار کا سایہ جب تک اُس سے مغرب کو ہے دوپہر نہ ہوا اور جب مشرق کو پڑے دوپہر ڈھل گیا اور جب دونوں پہلوؤں پر سایہ نہ ہو تو ٹھیک دوپہر ہے گھڑیوں کے بارے سے اس کی شناخت تعدیل الایام و فصل طول جاننے پر منحصر ہے اصل بلد کی وقت سے دوپہر کبھی سوا بارہ بجے بھی نہیں ہوتا اور کبھی پونے گیارہ بجے ظہر ہو جاتا ہے اس کے گھڑیاں مقامی وقت پر نہ چلیں بلکہ دوسری جگہ کے وقت پر جیسے ہندوستان میں شرق سے مغرب تک ساری گھڑیاں وسط ہند کے وقت پر جاری ہیں جس کا طول ۸۲ درجے ۲۰ دقیقے ہے جب تو بہت کثیر تفاوت ہو جائے گا مثلاً جہلم میں ۱۱ فروری کو ۱۲ بج کر ۱۱ منٹ تک بھی دوپہر نہ ہو گا اور کلکتہ میں نومبر کی چوتھی کو ۱۱ بج کر ۲۰ منٹ پر وقت ظہر ہو جائے گا ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ از منہج لاہور مسئلہ ابوالرشید محمد عبدالعزیز خلیب و امام جامع مسجد ملک سردار خاں مرحوم

۱۲ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اوقات نماز جو شارع علیہ السلام نے معین فرمائے ہیں ان کے بیچ میں کسی نماز کا فاصل وقت مقرر کرنا جائز ہے یا حرام ؟

الجواب

حدیث میں سنت اقدس یوں مروی ہے کہ جب لوگ جلد حاضر ہو جاتے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز جلد پڑھ لیتے اور حاضری میں دیر ملاحظہ فرماتے تو تاخیر فرماتے اور کبھی سب لوگ حاضر ہو جاتے اور تاخیر فرماتے یہاں تک کہ ایک بار نماز عشا میں تشریف آوری کا بہت انتظار طویل صحابہ کرام نے کیا بہت دیر کے بعد مجبور ہو کر امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے در اقدس پر عرض کی کہ عورتیں اور بچے سو گئے، اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور فرمایا: ”رؤے زمین پر تمہارے سوا کوئی نہیں جو اس نماز کا انتظار کرتا ہو اور تم نماز ہی میں ہو جب تک نماز کے انتظار میں رہو۔ نمازوں کے لیے اگر گھنٹہ گھڑی کے حساب سے اگر کوئی وقت معین کر لیا جائے جس سے لوگوں کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور وقت معین پر جلد جمع ہو جائیں جیسا حرمین طہین میں اب معمول ہے تو اس میں بھی حرج نہیں جبکہ ضعیفوں اور مریضوں پر تکلیف اور جماعت کی تفریق نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم“ (۲۹۹)

مسئلہ از مراد آباد: مسئلہ مولوی محمد عبدالباری: سب ۱ صفر ۱۳۸۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام عادتاً مغرب کی اذان اُس وقت دلاوے کہ اُس شہر کی سب مساجد میں یقیناً نماز ہو چکی ہو مثلاً ۴ منٹ کے بعد اور اپنے پیر کے دکھانے کو یعنی اُس کی موجودگی میں بسینٹ منٹ قبل قصد ایسا کرے اور ساتھ ہی اُس کے بوجود و قیود کہ وہ عادتاً کرتا تھا اپنے پیر کی موجودگی اُس سے رہ گئے وقت میں ادا کرے تو یہ اذان و نماز کہاں تک ریا و مکاری پر دال ہے۔

الجواب

اذان مغرب میں بلا وجہ شرعی تاخیر خلاف سنت ہے پیر کے سامنے جلد دلوانا ریا پر کیوں محمول کیا جائے بلکہ پیر کے خوف یا لحاظ سے اُس خلاف سنت کا ترک پیر کے سامنے رکوع و سجود میں دیر بھی خواہ خواہ ریا اور مکاری پر دلیل نہیں بلکہ اس کے موجود ہونے سے تاثر بھی ممکن اور مسلمان کا فعل حتیٰ ال مکان محل حسن پر محمول کرنا واجب اور بدگمانی ریا سے کچھ کم حرام نہیں، ہاں اگر رکوع و سجود میں اتنی دیر لگاتا ہو کہ سنت سے زائد اور مقتدیوں پر گراں ہو تو ضرور گناہگار ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال دوم کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طلوع آفتاب ہونے کے کتنی دیر کے بعد نماز قضا پڑھنے کا حکم ہے اور وہ شخص جس نے کہ سنتیں فجر کی نہ پڑھی ہوں اور دس بارہ منٹ طلوع میں باقی ہوں نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں، اسی طرح پر ظہر کی سنت بے پڑھے امامت کر سکتا ہے یا نہیں، مینوا تو جروا۔

الجواب

طلوع کے بعد کم از کم بیس منٹ کا انتظار واجب ہے۔ دس بارہ منٹ میں سنتیں اور فرض دونوں ہو سکتے ہیں سنتیں پڑھ کر نماز پڑھائے، اگر وقت بقدر فرض ہی کے باقی ہے تو آپ ہی سنتیں چھوڑے گا پھر اگر جماعت میں کسی نے ابھی سنتیں نہ پڑھیں یا جس نے پڑھیں وہ قابلِ امامت نہیں تو جس نے نہ پڑھیں وہی امامت کرے گا اور اگر وقت میں وسعت ہے تو سنت قبلہ کا ترک گناہ ہے اور اس کی امامت مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۱) از موضع باکڑی ضلع گورگانہ ڈاک خانہ ڈھنیہ مسئلہ محمد حسین خاں ۱۰ رمضان ۱۳۳۱ھ
علمائے دین کیا فرماتے ہیں ایک مولوی صاحب مولود شریف عشا سے لے کر ایک بجے رات تک پڑھتے اور نماز عشا بعد مولود شریف کے ایک بجے کے بعد پڑھتے ہیں بغیر عذر کے فقط۔

الجواب

نماز عشا کی نصف شب سے زائد تاخیر مکروہ ہے اُن کو چاہئے عشا پڑھ کر مجلس شریف پڑھائیں،
وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۲) از جے پور بیرون انجیری دروازہ کوٹھی حاجی عبدالواجد علی خاں مسئلہ حامد حسن قادری
۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز مغرب اور افطار کا حکم ایسے وقت دینا کہ چند حضار مسلمانوں کو غروب میں کلام ہو گیا ہے اور ان دونوں کا صحیح وقت کیا اور اس کی شناخت کیا ہے؟
(۲) نماز مغرب اور اذان عشا میں کس قدر فاصلہ درکار ہے، کیا جس جگہ پر بحساب دھوپ گھڑی قریب سو اسات بجے شام کو اذان مغرب ہوتی ہو وہاں آٹھ بجے فرض عشا پڑھ سکتے ہیں، اور یہ جو کھا جاتا ہے کہ کم از کم ایک گھنٹا پچیس منٹ کا فاصلہ اذان مغرب و اذان عشا میں ہونا چاہئے، اس کا کیا حکم ہے؟
بیّنوا توجروا۔

الجواب

جب مشرق سے سیاہی بلند ہو اور مغرب میں دن چھپے اور آفتاب ڈوبنے پر یقین یعنی پورا ظن غالب ہو جائے اُس وقت افطار کیا جائے اُس کے بعد دیر لگانا نہ چاہئے، یہی علامات حدیث میں ارشاد ہوئیں اور جو عالم مقتدا ہو اور علم توقیت جانتا ہو اور اُسے قرآن صحیح سے غروب کا یقین ہو گیا ہو وہ افطار کا فتویٰ دے سکتا ہے اگرچہ بعض ناواقفوں کو غروب میں ابھی تردد ہو کما ذل علیہ حدیث انزل فاجد ح لنا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ فاصلے باختلاف عرض بلد مختلف ہوتے ہیں، ان بلاد میں کم از کم ایک گھنٹا ۸ منٹ کا فاصلہ ہے سو اسات پر آفتاب ڈوبے اور پون گھنٹے بعد عشا ہو جائے ایسا تمام جہان میں کہیں نہیں جس زمانے میں سو اسات کے قریب مغرب ہوتا ہے اذان مغرب و عشا کا فاصلہ اور بھی بہت زائد ہو جاتا ہے مثلاً ان بلاد میں ایک گھنٹا چھتیس منٹ اور پون گھنٹے کا فاصلہ تو ان بلاد میں کسی طرح مذہب صاحبین پر بھی صحیح نہیں تو وہ نماز عشا از روئے مذہب حنفی بالکل باطل ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۳) چہ میفرماید علمائے دین اندرین مسئلہ کہ فرض اقل نماز در ہر صلاۃ فرضیت او یکسان است یا صرف در نماز فرض، بتینا تو بقروا۔
 کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو فرض نماز میں داخل ہیں، ان کی فرضیت ہر نماز میں یکساں ہے یا صرف فرضی نمازوں کے ساتھ مختص ہے؟ بینوا تو بقروا۔ (ت)

الجواب

تجکیر تحریم در ہر نماز مطلقاً حتی صلاۃ الجنائزہ و رکوع و سجود و قرأت و قعود در ہر نماز مطلق اگرچہ ناقلاً باشد و قیام در ہر نماز فرض و واجب و نیز دستت فبر علی الاصح و خروج بضع خود علی تحریک البروعی بحدت اگرخی اینہم فرض است و تعدیل ارکان واجب و قدرت ہمہ جا شرط است اخر کس را بتکبیر و قرأت و مرضی مؤمی را بر رکوع و سجود تکلیف نہ ہند و فی مرقی الفلاح شرح نور الایضاح للعلامة الشرنبلالی الاحدب اذا بلغت حد بته الركوع یشیر براسبہ للركوع لانه عاجز مما هو اعلیٰ ۱۷ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 ہے تو وہ رکوع کے لیے سر سے اشارہ کرے گا کیوں کہ اس سے زیادہ اس کے بس میں نہیں ہے اھ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

تجکیر تحریم، ہر نماز میں، حتی کہ نماز جنازہ میں بھی۔
 رکوع، سجود، قرأت اور قعود (نماز جنازہ کے علاوہ)
 ہر نماز میں، خواہ اقل نماز ہو۔ قیام، ہر اس نماز میں جو فرض اور واجب ہو اور اصح قول کے مطابق فجر کی سنتوں میں بھی۔ اپنے کسی عمل سے نماز سے خارج ہونا۔ بروعی کی تحریک کے مطابق، کرنی کا اس میں اختلاف ہے۔
 یہ سب فرض ہیں اور تعدیل ارکان واجب ہے۔ لیکن استطاعت سب میں شرط ہے۔ گونگا تجکیر و قرأت کا اور اشارہ کرنے والا مریض رکوع و سجود کا مکلف نہیں ہے۔ علامہ شرنبلالی کی مرقی الفلاح شرح نور الایضاح میں ہے کہ اگر گھڑے کا گھڑا پن رکوع کی حد تک پہنچا ہوا ہے تو وہ رکوع کے لیے سر سے اشارہ کرے گا کیوں کہ اس سے زیادہ اس کے بس میں نہیں ہے اھ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ (۳۰۴) نہار عرفی و شرعی میں کیا فرق ہے؟ جینا تو جروا۔

الجواب

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نہار عرفی طلوع مرئی کنارہ شمس سے غروب مرئی کل قرص شمس تک ہے
 واحتوت بذلک عن النہار النجومی فانہ
 من انطباق مرکز الشمس علی دائرة الافق
 من قبل المشرق الی انطباقہ علیہا فی جہۃ
 المغرب ، فیکون العرفی اکبر من النجومی
 ابدآ بقدر ما یطلع نصف کرۃ الشمس و
 یغرب النصف کما لا یخفی ، ویقدم ما یقتضیہ
 الانکسار الافقی فی الجانبین ، وهو قدر
 اربعہ وثلثین دقیقۃ من دقائق فلك البروج
 فی کل جانب ۔

اس سے میں نے احتراز کیا ہے نہار نجومی سے، کیونکہ
 وہ مشرقی جانب کے افقی دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق
 ہونے سے شروع ہوتی ہے اور مغربی جانب کے افقی
 دائرہ پر سورج کے مرکز کے منطبق ہونے پر ختم ہوتی ہے
 تو نہار عرفی، نہار نجومی سے ہمیشہ اتنی بڑی ہوتی ہے
 جتنی دیر میں سورج کا آدھا کرہ طلوع ہوتا ہے اور
 آدھا غروب ہوتا ہے، جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور
 دونوں طرف جو افقی انکسار واقع ہوتا ہے اس کے
 تقاضے کا اندازہ کیا جائے گا اور وہ ہر جانب، فلک
 البروج کے وقتوں میں سے چونتیس^۲ دقیقوں کے برابر
 ہوتا ہے۔ (د)

اور نہار شرعی طلوع فجر صادق سے غروب مرئی کل آفتاب تک ہے تو اس کا نصف ہمیشہ اس کے نصف
 سے پہلے ہوگا مثلاً فرض کیجئے کہ جو تحویل محل کا دن ہے کہ آفتاب بریلی اور اس کے قریب کے مواضع میں چھ بجے
 نکلا اور چھ بج کر چودہ منٹ پر ڈوبا اور تقریباً پونے پانچ بجے صبح صادق چمکی تو اس دن نہار شرعی ساڑھے تیرہ (۱۲½)
 گھنٹے کا ہے جس کا آدھا چھ گھنٹے پینتالیس منٹ، اسی مقدار کو پونے پانچ (۴½) پر بڑھایا تو ساڑھے گیارہ بجے کا
 وقت آیا اسی کو ضحوة کبریٰ کہتے ہیں اس وقت تک کچھ کھایا پیا نہ ہو تو روزہ کی نیت جائز ہے اس دوسرے قول
 پر اس وقت سے نصف نہار حقیقی تک کہ روز تحویل محل یعنی بریلیس اکیس مارچ کو تقریباً بارہ بجے سات منٹ
 پر ہوتا ہے سارا وقت سینتالیس منٹ کا وقت استوا ہے جس میں نماز ناجائز و ممنوع اور یہ ظاہر کہ یہ مقداریں
 اختلاف موسم سے گھٹتی بڑھتی رہیں گی، یہ قول ائمہ خوارزم کی طرف نسبت کیا گیا اور امام رکن الدین صباغی نے اسی
 پر فتویٰ دیا، ردالمحتار میں ہے :

عزانی القہستانی، القول بان المراد
 انتصاف النہار العرفی، الی اثمة
 قہستانی میں اس قول کو کہ مراد نہار عرفی کا انتصاف
 ہے، ائمہ ماوراء النہر کی طرف منسوب کیا ہے اور

ماوراء النهر، وبان المراد انتصاف النهار الشرعی، وهو الضحوة الكبرى الى الزوال الى ائمة خواصرهم وههنا اباحت سنوردها ان شاء الله تعالى في غير هذا التحريم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۰۵) مسئلہ حافظ علی بخش ساکن قصبہ آنولہ ضلع بریلی محلہ گنج مسجد علیقاں ۲۵ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں،

(۱) ۱۴ اگست کو دھوپ گھڑی سے ۱۱ بج کر ۱۷ منٹ پر اور مدراس ٹائم سے ۱۱ بج کر ۲۳ منٹ سے ضحوة کبریٰ شروع ہوا اور دھوپ گھڑی سے ۱۲ بجے اور ریلوے ٹائم سے ۱۲ بج کر ۱۶ منٹ پر تمام ہوا تو ضحوة کبریٰ سے لے کر حقیقی نصف النہار تک کوئی نماز مثل عیدین و جنازہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) مدراسی ٹائم شرعی وقت سے جنوری فروری میں ۲۰ منٹ آگے ہوتا ہے جبکہ شرعی وقت میں ۱۲ بجتے ہیں تو مدراسی ٹائم میں ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ آتے ہیں اگر کسی مسجد میں مدراسی ٹائم سے گھڑی ہو اسی حساب سے ۱۲ بج کر ۱۰ منٹ باقی ہیں اور زوال دھوپ گھڑی سے مانا جائے گا یا مدراسی ٹائم سے اور یوم جمعہ کو زوال ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اصح و احسن یہی ہے کہ ضحوة کبرے سے نصف النہار حقیقی تک سارا وقت وہ ہے جس میں نماز نہیں ہاں جنازہ اسی وقت میں آیا تو پڑھ سکتے ہیں لہذا یہاں وجبت۔

(۲) ہمارے مذہب میں بروز جمعہ بھی وقت استوا پر وہی احکام ہیں جسے لوگ وقت زوال بولتے ہیں، زوال میں صبح دھوپ گھڑی کا اعتبار ہے مدراس وغیرہ کے اوقات کا کچھ لحاظ نہیں، جو اذان زوال سے پہلے ہوئی ناجائز ہوتی زوال آنے پر پھر کئی جگہ کہا ہو حکم کل اذان اذن قبل الوقت اب ریلوے گھڑیوں میں جولائی ۱۹۰۵ء سے مدراسی وقت بھی نہیں بلکہ وسط ہند کا وقت ہے جہاں فصل طول ساڑھے بیاسی درجے یعنی ساڑھے پانچ گھنٹے کا ہے لہذا ہندوستان بھر کی گھڑیاں جب سے نو منٹ زائد کر دی گئی ہیں اس زیادت پر بھی جنوری کی ابتدائی تاریخوں

عہ بیاض فی الاصل بخط الناسخ ختمہ علی لفظ التی قبل لہا بالتحریر ۱۲ مصحح الفقیر حامد رضا خاں غفرلہ

میں ۱۲ بج کر ۲۰ منٹ سے پہلے زوال ہے، ہاں بعد کی تاریخوں اور فروری میں اتنا اور اتنے سے زائد آؤں میں ۱۲ بج کر ۲۹ منٹ تک ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۶) مسئلہ عبد اللہ دکاندار مقام درو ضلع نئی تال روز سہ شنبہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس میں کہ،

(۱) صبح کا ذب اور صبح صادق کی مجھے قطعی پہچان نہیں ہے کہ صبح صادق کتنی دیر کی ہوتی ہے کل میعاد لگادی جائے کہ گھنٹہ بھر کا یا کم و بیش مجھے نفلوں میں شک رہتا ہے اور بارہ مہینے ایک ہی برابر ہوتا ہے یا کچھ فرق ہے ہر مہینہ کی علیحدہ علیحدہ میعاد لگا دیجئے تاکہ تسکین ہو۔

(۲) تہجد کے وقت بیس رکعت قضا پڑھے تو ہر نیت کے ساتھ اقامت کرے یا کہ پہلی نیت کے۔ بیوا تو جبردا۔

الجواب

(۱) ان شہروں میں کم سے کم ایک گھنٹہ انیس منٹ کی ہوتی ہے یعنی صبح صادق ہونے سے طلوع آفتاب تک اتنا وقت رہتا ہے یہ مارچ کے مہینہ میں ہے پھر وقت بڑھتا جاتا ہے اخیر جون میں ایک گھنٹہ پینتیس منٹ ہو جاتا ہے اس سے زیادہ صبح کی مقدار ان شہروں میں نہیں ہوتی پھر گھنٹا جاتا ہے اخیر ستمبر میں وہی ایک گھنٹہ انیس منٹ رہ جاتا ہے چوبیس اکتوبر تک یہی رہتا ہے پھر بڑھتا ہے ۴۴ و بھر کر ایک گھنٹہ ۱۰ منٹ ہو جاتا ہے۔ جاڑے کے موسم میں اس سے زیادہ نہیں بڑھتا پھر گھنٹا شروع ہوتا ہے مارچ میں وہی ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ رہ جاتا ہے انیس ۱۶ منٹ کے اندر دورہ کرتا ہے یعنی کم سے کم ایک گھنٹہ ۱۹ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ۔

(۲) قضا کہ تنہا پڑھے اس میں ایک دفعہ بھی اقامت نہ چاہئے کہ قضا کرنا گناہ تھا اور گناہ کے چھپانے کا حکم تھا نہ کہ اعلان کا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۰۷) مسئلہ محمد یوسف از فتح پور ڈاکٹر سیو ضلع بھاگل پور بتاریخ ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اوقات نماز کو مقرر کرنا چاہئے یا جس وقت خاص لوگ آلیں اس وقت نماز شروع کرنا چاہئے، بیوا تو جبردا۔

الجواب

عادت کریمہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ تھی جب لوگ جلد جمع ہو جاتے نماز پڑھ لیتے ورنہ دیر فرماتے مگر آج کل لوگوں کو شوق جماعت کم ہے وقت مستحب کی تعیین مناسب ہے پھر بھی اگر تاخیر دیکھیں تو اتنا انتظار کریں کہ حاضرین پر بار نہ ہو اور کسی خاص شخص کے انتظار کے لیے تاخیر نہ چاہئے مگر چند صورتوں میں، اول کہ وہ امام معین ہو، دوم عالم دین، سوم حاکم اسلام، چہارم پابند جماعت کہ بعض اوقات مرض وغیرہ مذر

کی وجہ سے اسے دیر ہو جائے، پنجم سر پر آوردہ شریحین کا انتظار نہ کرنے سے ایذا کا خوف ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ (۳۰۸) از مقام آہور ملک مارواڑ متصل آیر پتور پیر محمد امیر الدین بروز یک شنبہ بتاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ
 نماز عصر کے بعد قرآن شریف پڑھنا دیکھ کر یا زبانی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں،
 بینوا تو جروا۔

الجواب

بعد نماز عصر تلاوت قرآن عظیم جائز ہے دیکھ کر ہو خواہ یا دیر، مگر جب آفتاب قریب غروب پہنچے اور
 وقت کراہت آئے اس وقت تلاوت التوی کی جائے اور اذکار الہیہ کیے جائیں کہ آفتاب نکلے اور ڈوبے اور
 ٹھیک دوپہر کے وقت نماز نا جائز ہے اور تلاوت مکروہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
 مسئلہ (۳۰۹) بعد نماز عصر کے اور فجر کے سجدہ کرنا یا فقہ پڑھنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جائز ہے یا
 نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

جائز ہے مگر جب عصر میں وقت کراہت آجائے تو قضا بھی جائز نہیں اور سجدہ مکروہ اگرچہ صہو یا تلاوت کا ہو
 اور سجدہ شکر تو بعد نماز فجر و عصر مطلقاً مکروہ، درمختار میں ہے؛
 مکروہ تحریمی، وکل ما لا یجوز مکروہ، صلاۃ
 مطلقاً، ولو قضاۃ الواجبۃ و انقلاذ علی
 کبرہ تحریمہ، وکل ما لا یجوز مکروہ، صلاۃ
 مطلقاً، ولو قضاۃ الواجبۃ و انقلاذ علی
 جنازۃ و سجدۃ تلاوت و سہو، مع شروق
 و استواء و غروب۔
 مکروہ تحریمی ہے۔ اور جو کام جائز نہ ہو وہ مکروہ ہی
 ہوتا ہے۔ نماز مطلقاً خواہ قضا ہو، واجب
 ہو، نفل ہو یا نماز جنازہ ہو۔ اور سجدۃ تلاوت
 اور سجدۃ سہو۔ بوقت طلوع، استوار اور
 غروب۔ (د ت)

ردالمحتار میں ہے :

یکرہ ان یسجد شکر بعد الصلاۃ، فی الوقت
 الذی یکرہ فیہ النفل ولا یکرہ فی غیرہ ۱ھ
 واللہ تعالیٰ اعلم
 نماز کے بعد سجدۃ شکر کرنا ان اوقات میں مکروہ ہے
 جن میں نماز مکروہ ہے، اس کے علاوہ مکروہ نہیں (د ت)

۱/۶۱ مطبوعہ مجتہدانی دہلی ۱/۲۴۳
 ۱/۲۴۳ مطبوعہ اباباتی مصر
 ۱/۲۴۳ مطبوعہ اباباتی مصر
 ۱/۲۴۳ مطبوعہ اباباتی مصر

مسئلہ (۳۱۰) از سہادر ضلع ایٹہ مسئلہ اولاد علی صاحب بروز شنبہ بتاریخ ۵ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ
 (۱) زید نے نماز فجر طلوع آفتاب سے پہلے شروع کی اور اس کے نماز پڑھنے میں آفتاب نکل آیا تو وہ نماز
 ہوئی یا نہیں؟
 (۲) نماز مغرب غروب آفتاب سے پہلے شروع کی اور نماز پڑھتے ہی میں آفتاب غروب ہو گیا تو نماز ہوئی یا نہیں؟
 بینوا تو جروا۔

الجواب

(۱) نماز فجر میں سلام سے پہلے اگر ایک ذرا سا کنارہ طلوع ہوا نماز نہ ہوگی۔
 (۲) اگر ایک نقطہ بھر کنارہ شمس غروب کو باقی ہے اور اس نے مغرب کی تکبیر تحریمہ کہی نماز نہ ہوگی۔ واللہ
 تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۱) مسئلہ غشی عبد الرحمن صاحب اعظمی از ریاست جے پور گھاٹ دروازہ ۲۴ محرم ۱۳۳۵ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فجر کی نماز جو اصحاب حنفیہ کے یہاں اسفار
 میں ہے کہ وہ کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور طلوع آفتاب سے کتنے پر نماز ختم ہونی چاہئے، اس کی کیا مقدار ہے
 اور بعد اتمام نماز فجر کتنے منٹ طلوع آفتاب کو باقی رہنا جائز ہیں، مفصل طور پر بیان فرمایا جائے، بینوا تو جروا۔

الجواب

آج صبح کا جتنا وقت ہے اس کا نصف اول چھوڑ کر نصف ثانی سے وقت مستحب شروع ہوتا ہے کما فی
 البحر الرائق وغیرہ اور اس میں بھی جس قدر تاخیر ہو افضل ہے اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجتر (فجر کو
 خوب روشن کرو کیونکہ اس میں زیادہ اجر ہے۔ رت) مگر نہ اس قدر کہ طلوع میں شبہ پڑ جائے اتنا وقت رہنا اولیٰ کہ اگر
 نماز میں کوئی فساد ہو تو وقت میں مسنون طور پر اعادہ ہو سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۱۲) مسئلہ ولی احمد قلعی گجراتی کھیت صدر بازار ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ
 جناب پیر صاحب قبلہ السلام علیکم، بعد سلام علیک کے واضح ہو کہ جمعہ کا وقت جاڑے کے دنوں میں
 کتنے بجے تک رہتا ہے اور گرمیوں میں کتنے بجے تک رہتا ہے خلاصہ حال سے براہ مہربانی اطلاع دیجئے اور عصر کا
 وقت کتنے بجے تک رہتا ہے یہ بھی اطلاع دیجئے ایک شخص اعتراض کرتے ہیں جمعہ کے وقت کا اس وجہ سے
 آپ کو تکلیف دی فقط والسلام۔

الجواب

جمعہ اور ظہر کا ایک ہی وقت ہے سایہ جب تک سایہ اصل کے سوا دوشکل کو پہنچے جمعہ و ظہر دونوں کا وقت باقی رہتا ہے، بریلی میں ریلوے وقت سے جائزوں میں کم از کم ۳ بج کر چالیس منٹ تک وقت رہتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ ۵ بج کے، منٹ تک، عصر کا وقت غروب تک ہے اور اس سے تقریباً بیس منٹ پہلے وقت کراہت شروع ہو جاتا ہے، غروب جائزوں میں ۵ بج کر ساڑھے ۵ منٹ پر ہوتا ہے اور گرمیوں میں زیادہ سے زیادہ سات بج کے چودہ منٹ پر، وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سفر کے عذر سے جس میں قصر لازم آتا ہے دو نمازوں کا جمع کرنا جائز ہے یا نہیں۔
بینوا تو جہودا۔

الجواب

ناجائز ہے، قال اللہ تعالیٰ: ان الصلوة کانت علی المؤمنین کتباً موقوتاً (بیشک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہوا) کہ نہ وقت سے پہلے صحیح نہ وقت کھو کر پڑھا روا بلکہ فرض ہے کہ نماز اپنے وقت پر ادا ہو حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

لیس فی النوم تفریط انما التفریط فی الیقظة
ان تؤخر صلاۃ حتی یدخل وقت صلاۃ
آخری۔
سوئے میں کچھ تقصیر نہیں تقصیر تو جاگنے میں ہے کہ تو ایک نماز کو اتنا مؤخر کرے کہ دوسری نماز کا وقت آجائے۔

یہ حدیث خود حالت سفر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی رواہ مسلم و احمد و ابوداؤد و الطحاوی و ابن حبان عن ابی قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سفر و حضر میں حاضر یا رگاہ رسالت پناہ ہر کام نبوت مآب رہا کرتے صاف صریح انکار فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کبھی دو نمازیں جمع فرماتے نہ دیکھا مگر مزدلفہ عرفات میں جہاں کی جمع ہنگام حج حجاج کے لیے سب کے نزدیک متفق علیہ ہے نویں تاریخ عرفات میں ظہر و عصر پھر نویں شب مزدلفہ میں مغرب و عشاء کر پڑھتے ہیں صحیح بخاری صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و شرح معانی الآثار امام طحاوی ہیں اس بنا پر

سے ہے، قال ما رأت النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي صلاة لغير ميقاتها الا صلاتين جمع بين المغرب والعشاء وصل الفجر قبل ميقاتها - وفي لفظ للنسائي كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يصلي الصلاة لوقتها الا بجمع وعرفاته - سيدنا امام محمد موطا شریفین بسند صحیح امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی : انه كتب في الا فاق بينها هم ان يجمعوا بين الصلاتين ويخبرهم ان الجمع بين الصلاتين في وقت واحد كبيرة من الكبائر (یعنی اُس جناب خلافت مآب ناطق بالحق والصلو اب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان تحریر فرمایا بھیجے کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرے اور اُن میں ارشاد فرمادیا کہ ایک وقت میں دو نمازیں ملانا کبیرہ گناہوں سے ایک گناہ کبیرہ ہے) مخالفین کے پاس جمع حقیقی پر قرآن و حدیث سے اصلاً کوئی دلیل نہیں جو کچھ پیش کرتے ہیں یا تو جمع صوری صریح ہے یعنی ظہر یا مغرب کو اُس کے ایسے آخر وقت میں پڑھنا کہ فارغ ہوتے ہی فوراً یا ایک وقفہ قلیل کے بعد عصر یا عشا کا وقت آجائے پھر وقت ہوتے ہی معاً عصر یا عشا کا پڑھ لینا کہ حقیقت میں تو ہر نماز اپنے وقت پر ہوتی مگر دیکھنے میں مل گئیں ایسی جمع مریض و مسافر کے لیے ہم بھی جائز مانتے ہیں اور حدیثوں نے یہی ثابت ہے یا محض محل ہے جس میں جمع حقیقی کی اصلاً بونہیں یا صاف محمل کہ احادیث جمع صوری سے بہت اچھے طور پر متفق ہو سکتی ہے غرض کوئی حدیث صحیح و صریح مفسران کے ہاتھ میں اصلاً نہیں بعونہ تعالیٰ اس کا نہایت شافی و دواقی بیان فقیر نے رسالہ حاجز البحرین المواقف عن جمع الصلاتین میں لکھا کہ اس سوال کے آنے پر تحریر کیا جسے تحقیق حق منظور ہو اس کی طرف رجوع کرے و باللہ التوفیق واللہ سبحانه وتعالى اعلم۔

مولانا مولوی جناب مولانا مولوی شاہ عبدالغفار صاحب قادری قدوسی مدرس اول مدرسہ جامع العلوم معسکہ بنگلور

مولانا مولوی جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب قادری الخفنی البرکاتی البریلوی ادام برکاتکم والطاقم السلام علیکم وعلیٰ من لدیکم حضرت قاضی مفتی ارتضاعلی خاں صاحب جو وقت اخراج کے اس طور سے کہ پہلے ایک تختہ اصطلاب اپنے سامنے رکھے تھے اور دو دائرہ ہندیہ پتھر پر تیار کر کے اصطلاب پر شا قول پھرائے اور دائرہ ہندیہ پر نظر کر کے ایسا ایک ہی کامل محنت کر کے یہ رسالہ لکھے ہیں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مدراس تیرہ

۱/۴۱۴ صحیح مسلم باب استحباب زیادة التغلیس لصلوة الصبح مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی

۲/۳۹ سنن النسائی الجمع بین الظہر والعصر عبرۃ سلفیہ لاہور

۳/۱۳۲ موطا امام محمد باب الجمع بین الصلاتین فی السفر والمطر مطبوعہ آفتاب عالم پریس مجتبائی لاہور ص ۱۳۲

درجہ پر واقع ہے اور یہ معکریں بنگلور دو سو سترہ میل پر ساڑھے سترہ درجہ پر ہے ہم اس حساب سے ۵ لمحظہ بڑھ کر لیتے ہیں اس رسالہ میں جو ۵ لمحظہ دیری کرنا کچھ ہیں حاجت نہیں ریلوے حساب سے مدار اس اور یہاں دو لمحظہ ہی کا فرق ہے اگر ۵ لمحظہ تاخیر کریں تو کافی رہا آپ کا بریلی شہر اس حساب کے موافق ہرگز نہ ہوگا کیونکہ اغلباً شاید چودہ درجہ پر ہے؛ مینواتوجروا۔

الجواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! اختلاف اوقات بہ تقدم و تاخر توفرو تبدیل طول بلد سے ہو جاتا ہے مگر وہ وجہ تغیر حساب نہیں مثلاً جس بلد میں طلوع شمس کسی جزیں سات بجے پر ہو تو اس عرض کے جتنے بلاد و آفاق ہیں سب میں طلوع شمس جزیں مذکور میں سات ہی بجے ہوگا بلا تفاوت اگرچہ بلد شرقی میں سات پہلے بھیں گے اور غری میں بعد ہاں اختلاف عرض موجب تزیید و تنقص و تغیر حساب ہوتا ہے کہ اس کے باعث تعدیل النهار و مطالع البروج و قوس النهار و قوس الليل وغایت ارتفاع وغایت انخفاض وغیر ہا امور جن پر ابتداء حساب اوقات ہے تبدیل ہو جاتے ہیں مدار اس بنگلور کے عرض میں ایسا تفاوت نہیں کہ تغیر معتد بہ دے مدار اس تیرہ درجہ ۵ دقیقہ پر ہے اور بنگلور جہاں تک مجھے مراجعت اطالس سے معلوم ہوا ہے علی قول بارہ درجہ ۵۹ دقیقہ اور علی قول آخر ۱۲ درجہ ۵۵ دقیقہ پر ہے۔ یہ چھ یا دس دقیقے کا تفاوت چنداں غیر اوقات نہ ہوگا، پانچ دقیقہ ساعت جو آپ نے مقرر فرمائے کثیر ہیں بریلی کا عرض ۲۸ درجہ ۲۱ دقیقہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت فجر کا کس وقت سے شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے اور جو شخص نہایت اندھیرے میں اول وقت نماز فجر پڑھے اور لوگوں کو اُسی وقت پڑھنے کی تاکید کرے اور کچھ بعد روشنی کے نماز مکروہ ہوتی ہے وہ شخص سچا ہے یا نہیں اور وہ نماز اُس کی مستحب وقت پر ہوتی یا نہیں اور مستحب وقت اس نماز کا کیا ہے؟ مینواتوجروا۔

الجواب

وقت نماز فجر کا طلوع یا انتشار صبح صادق سے ہے علی اختلاف المشائخ اور انتہا اس کی طلوع اول کناہ شمس ہے اور ہمارے علماء کے نزدیک مردوں کو دواماً ہر زمان و ہر مکان میں اسفار فجر یعنی جب صبح خوب روشن ہو جائے نماز پڑھنا سنت ہے سو ایوم الآخر کے کہ حجاج کو اُس روز مزدلفہ میں تغلیس چاہئے صبح بد فی عامۃ کتبہم (فتاویٰ عالم کتب میں سنات کی تصریح ہے) اس میں احادیث صریحہ معتبرہ دارد، ترمذی ابو داود و نسائی دارمی ابن حبان طبرانی حضرت رافع بن خدیج سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر (یعنی صبح کو خوب روشن کرو کہ اسفار میں اجر زیادہ ہے) ترمذی
 کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے ولفظ الطبرانی، فكلما اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر۔ ولفظ ابن حبان،
 كلما اصبحتم بالصبح فانه اعظم لاجوركم۔ ان الفاظ کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر اسفار میں مبالغہ کرو گے
 ثواب زیادہ پاؤ گے اور طبرانی وابن عدی نے انہی صحابی سے روایت کیا،

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يا بلال! ناد بصلاة الصبح حتى يبصر
 فرمایا: اے بلال! فجر کی اذان اس وقت دیا کرو
 القوم مواقع نبلهم من الاسفار۔ جب لوگ اپنے تیر گرنے کی جگہیں دیکھ لیں بسبب
 روشنی کے۔

اور پُر ظاہر کہ یہ بات اُس وقت حاصل ہوگی جب صبح خوب روشن ہو جائے گی اور جب اذان ایسے وقت
 ہوگی تو نماز اس سے بھی زیادہ روشنی میں ہوگی، ابن خزیمہ اپنی صحیح اور امام طحاوی شرح معانی الآثار میں بسند صحیح
 حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں :

ما اجتمع اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
 عليه وسلم على شئ، كما اجتمعوا على ان لا يسموا بالسماء في الصلاة۔
 اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا کبھی بات پر اتفاق نہ کیا جیسا تنویر و
 التنبیہ۔

حدیث صحیحین سے ثابت کہ نماز فجر اول وقت پڑھنا سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت شریفہ
 کے خلاف تھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مز ولفہ میں حضور کے مغرب کو بوقت عشا اور فجر کو اول وقت
 پڑھنے کی نسبت فرمایا، ان هاتين الصلاتين حولتا عن وقتيهما في هذا المكان (یعنی یہ دونوں

۶۱ ص	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب تعیل الصلوة	۱ مشکوٰۃ المصابیح
۲۲/۱	مکتبہ رشیدیہ دہلی	ما جاء بالاسفار بالفجر	جامع الترمذی
۲۵۱/۴	المکتبۃ الفیصلیہ بیروت۔	حدیث رافع بن خدیج	۲ المعجم الکبیر للطبرانی
۲۳/۴	مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگھل شیخوپورہ	حدیث ۱۴۸۷	۳ الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان کتاب الصلوة
۳۱۶/۱	مطبوعہ دار الکتاب بیروت	باب وقت صلاة الصبح	۴ مجمع الزوائد
۱۲۶/۱	مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب الوقت الذي يصلي اى وقت هو	۵ شرح معانی الآثار
۲۲۸/۱	مطبوعہ اصح المطابع قادیانی کتب خانہ کراچی	کتاب الصلوة متى يصلي الفجر جمع	۶ صحیح بخاری

نمازیں اپنے وقت سے پھیر دی گئیں اس مکان میں) بخاری و مسلم کی دوسری روایت میں ہے، صلی الفجر قبل وقتہ بغلیس صبح کی نماز پڑھی قبل اس کے وقت کے تاریکی میں اور قبل وقت سے قبل از طلوع فجر مراد نہیں کہ یہ خلافت اجماع ہے معہذا حدیث بخاری سے ثابت کہ فجر طالع ہو چکی تھی تو بالفرض قبل از وقت معہود مقصود ہے و ہو المطلوب، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اس حدیث کے راوی ہیں حضور و سفر میں ملازمت والا سے مشرف رہتے یہاں تک کہ لوگ انھیں اہل بیت نبوت سے گمان کرتے اور ان کے لیے استیذان معاف تھا کل ذلك ثابت بالاحادیث (یہ سب احادیث سے ثابت ہے۔ ت) تو ان کا یہ فرمانا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ کسی نماز کو غیر وقت پر پڑھا ہو سوا ان دو نمازوں کے، اس مضمون کا موکہ و مؤید ہے اور حکمت فقہی اس باب میں یہ ہے کہ اسفار میں تکثیر جماعت ہے جو شارع کو مطلوب و محبوب اور تغلیس میں تقیل اور لوگوں کو مشقت میں ڈالنا اور یہ دونوں ناپسند و مکروہ، اسی لیے امام کو تخفیف صلاۃ اور کبر و ضعیف و مرض و حاجت کے فراعات کا حکم فرمایا سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت میں قرأت طویل پڑھی لوگ شاکاں ہوئے، ارشاد ہوا:

یا معاذ! افتان انت؟ یا معاذ! افتان انت؟ اے معاذ! کیا تم، لوگوں کو آزمائش میں ڈالنا چاہتے
قالہ ثلاثاً۔

اور اول وقت نماز کی افضلیت اگر مطلقاً تسلیم کر بھی لی جائے تاہم دفع مفاسد جلب مصالح سے اہم واقعہ ہے
آخر نہ دیکھا کہ تطویل قراءت پر عتاب ہوا حالانکہ قرآن جس قدر بھی پڑھا جائے احسن و افضل ہی ہے معہذا نماز فجر کے
بعد تابا شراق ذکر الہی میں بیٹھا رہنا مستحب ہے اور یہ امر اسفار میں آسان اور تغلیس کے ساتھ دشوار، اب رہا یہ
کہ حد اسفار کی کیا ہے، بدائع و سرراج و باج سے ثابت کہ وقت فجر کے دو حصے کئے جائیں حصہ اول تغلیس اور آخر
میں اسفار ہے۔ اور امام حلوانی و قاضی امام ابوعلی نسفی وغیرہ عامۃ مشائخ فرماتے ہیں کہ ایسے وقت شروع
کرے کہ نماز بقراءت مسنونہ ترتیل و اطمینان کے ساتھ پڑھ لے بعدہ لسیان حدیث پر متنبہ ہو تو وضو کر کے پھر
اُسی طرح پڑھ سکے اور ہنوز آفتاب طلوع نہ کرے، بعض کہتے ہیں کہ نہایت تاخیر چاہئے کہ فساد و موہوم ہے اور
اسفار مستحب، مستحب کو موہوم کے لیے نہ چھوڑیں گے مگر ایسے وقت تک تاخیر کہ طلوع کا اندیشہ ہو جائے بالا جماع
مکروہ،

ففي غنية المستمل للعلامة الحلبي
اشرعت البدائع، وحده (يعني
التغليس)، ما دام في النصف الاول من
الوقت - وفيها، عن الفتاوى
الحانية، وحدث التنوير ما قال شمس
الائمة الحلواني والقاضي الامام ابو علي
النسفي، انه يبدأ الصلوة بعد انتشار
البياض في وقت لوصول الفجر بقراءة
مسنونة ما بين اربعين اية الى ستين
اية، ويرتل القراءة، فاذا فرغ من
الصلاة، ثم ظهر له سيرة في طهراته، يمكنه
ان يتوضأ ويعيد الصلاة قبل طلوع الشمس.
كما فعل ابو بكر وعمر رضي الله تعالى عنهما،
وعلى هذا، ما في محيط رضي الدين و
المخلاصة والكافي وغيرها، انتهى قلت،
ومثله في فتاوى قاضي خان، ونحوه في الفتاوى
العالمكيرية عن التبیین - وقيل: يؤخرها
جدا، لان الصلوة موهوم فمترك المستحب

غنية المستمل میں علامہ حلبي نے بدائع سے یہ اثر نقل
کیا ہے کہ اس کی مقدار (یعنی تغلیس کی) یہ ہے کہ
وقت فجر کے پہلے نصف تک۔ اسی میں فتاویٰ حانیہ
سے منقول ہے کہ شمس الائمہ حلوانی اور قاضی امام ابو علی
نسفی کے بقول تنویر کی مقدار یہ ہے کہ نماز مفید کی پھلنے
کے بعد اس وقت شروع کرے کہ اگر فجر کی نماز قراۃ
مسنونہ سے پڑھے، یعنی چالیس سے ساٹھ تک آیتیں
ترتیل کے ساتھ پڑھے، اور جب نماز سے فارغ
ہو تو یاد آئے کہ طہارت میں سہو ہو گا تھا تو (اتفاق
باقی ہو کہ)، وضو کر کے طلوع سے پہلے دوبارہ نماز
پڑھ سکے، جیسا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کیا تھا۔
محیط رضی الدین، خلاصہ اور کافی وغیرہ میں بھی اسی کے
مطابق ہے۔ انتہی میں نے کہا، اسی کے مطابق
فتاویٰ قاضی خان میں بھی ہے اور عالمگیری میں بھی
تبیین سے منقول ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ (نماز
فجر میں) بہت زیادہ تاخیر کرے کیونکہ (نماز کے
بعد طہارت میں غلطی رہ جانے کا خیال آنا اور اس
طرح) نماز کا فاسد ہونا، محض فرضی صورت ہے،

۲۰۶
۲۰۷
۲۰۸
۲۰۹
۲۱۰
۲۱۱
۲۱۲
۲۱۳
۲۱۴
۲۱۵
۲۱۶
۲۱۷
۲۱۸
۲۱۹
۲۲۰
۲۲۱
۲۲۲
۲۲۳
۲۲۴
۲۲۵
۲۲۶
۲۲۷
۲۲۸
۲۲۹
۲۳۰
۲۳۱
۲۳۲
۲۳۳
۲۳۴
۲۳۵
۲۳۶
۲۳۷
۲۳۸
۲۳۹
۲۴۰
۲۴۱
۲۴۲
۲۴۳
۲۴۴
۲۴۵
۲۴۶
۲۴۷
۲۴۸
۲۴۹
۲۵۰
۲۵۱
۲۵۲
۲۵۳
۲۵۴
۲۵۵
۲۵۶
۲۵۷
۲۵۸
۲۵۹
۲۶۰
۲۶۱
۲۶۲
۲۶۳
۲۶۴
۲۶۵
۲۶۶
۲۶۷
۲۶۸
۲۶۹
۲۷۰
۲۷۱
۲۷۲
۲۷۳
۲۷۴
۲۷۵
۲۷۶
۲۷۷
۲۷۸
۲۷۹
۲۸۰
۲۸۱
۲۸۲
۲۸۳
۲۸۴
۲۸۵
۲۸۶
۲۸۷
۲۸۸
۲۸۹
۲۹۰
۲۹۱
۲۹۲
۲۹۳
۲۹۴
۲۹۵
۲۹۶
۲۹۷
۲۹۸
۲۹۹
۳۰۰
۳۰۱
۳۰۲
۳۰۳
۳۰۴
۳۰۵
۳۰۶
۳۰۷
۳۰۸
۳۰۹
۳۱۰
۳۱۱
۳۱۲
۳۱۳
۳۱۴
۳۱۵
۳۱۶
۳۱۷
۳۱۸
۳۱۹
۳۲۰
۳۲۱
۳۲۲
۳۲۳
۳۲۴
۳۲۵
۳۲۶
۳۲۷
۳۲۸
۳۲۹
۳۳۰
۳۳۱
۳۳۲
۳۳۳
۳۳۴
۳۳۵
۳۳۶
۳۳۷
۳۳۸
۳۳۹
۳۴۰
۳۴۱
۳۴۲
۳۴۳
۳۴۴
۳۴۵
۳۴۶
۳۴۷
۳۴۸
۳۴۹
۳۵۰
۳۵۱
۳۵۲
۳۵۳
۳۵۴
۳۵۵
۳۵۶
۳۵۷
۳۵۸
۳۵۹
۳۶۰
۳۶۱
۳۶۲
۳۶۳
۳۶۴
۳۶۵
۳۶۶
۳۶۷
۳۶۸
۳۶۹
۳۷۰
۳۷۱
۳۷۲
۳۷۳
۳۷۴
۳۷۵
۳۷۶
۳۷۷
۳۷۸
۳۷۹
۳۸۰
۳۸۱
۳۸۲
۳۸۳
۳۸۴
۳۸۵
۳۸۶
۳۸۷
۳۸۸
۳۸۹
۳۹۰
۳۹۱
۳۹۲
۳۹۳
۳۹۴
۳۹۵
۳۹۶
۳۹۷
۳۹۸
۳۹۹
۴۰۰
۴۰۱
۴۰۲
۴۰۳
۴۰۴
۴۰۵
۴۰۶
۴۰۷
۴۰۸
۴۰۹
۴۱۰
۴۱۱
۴۱۲
۴۱۳
۴۱۴
۴۱۵
۴۱۶
۴۱۷
۴۱۸
۴۱۹
۴۲۰
۴۲۱
۴۲۲
۴۲۳
۴۲۴
۴۲۵
۴۲۶
۴۲۷
۴۲۸
۴۲۹
۴۳۰
۴۳۱
۴۳۲
۴۳۳
۴۳۴
۴۳۵
۴۳۶
۴۳۷
۴۳۸
۴۳۹
۴۴۰
۴۴۱
۴۴۲
۴۴۳
۴۴۴
۴۴۵
۴۴۶
۴۴۷
۴۴۸
۴۴۹
۴۵۰
۴۵۱
۴۵۲
۴۵۳
۴۵۴
۴۵۵
۴۵۶
۴۵۷
۴۵۸
۴۵۹
۴۶۰
۴۶۱
۴۶۲
۴۶۳
۴۶۴
۴۶۵
۴۶۶
۴۶۷
۴۶۸
۴۶۹
۴۷۰
۴۷۱
۴۷۲
۴۷۳
۴۷۴
۴۷۵
۴۷۶
۴۷۷
۴۷۸
۴۷۹
۴۸۰
۴۸۱
۴۸۲
۴۸۳
۴۸۴
۴۸۵
۴۸۶
۴۸۷
۴۸۸
۴۸۹
۴۹۰
۴۹۱
۴۹۲
۴۹۳
۴۹۴
۴۹۵
۴۹۶
۴۹۷
۴۹۸
۴۹۹
۵۰۰
۵۰۱
۵۰۲
۵۰۳
۵۰۴
۵۰۵
۵۰۶
۵۰۷
۵۰۸
۵۰۹
۵۱۰
۵۱۱
۵۱۲
۵۱۳
۵۱۴
۵۱۵
۵۱۶
۵۱۷
۵۱۸
۵۱۹
۵۲۰
۵۲۱
۵۲۲
۵۲۳
۵۲۴
۵۲۵
۵۲۶
۵۲۷
۵۲۸
۵۲۹
۵۳۰
۵۳۱
۵۳۲
۵۳۳
۵۳۴
۵۳۵
۵۳۶
۵۳۷
۵۳۸
۵۳۹
۵۴۰
۵۴۱
۵۴۲
۵۴۳
۵۴۴
۵۴۵
۵۴۶
۵۴۷
۵۴۸
۵۴۹
۵۵۰
۵۵۱
۵۵۲
۵۵۳
۵۵۴
۵۵۵
۵۵۶
۵۵۷
۵۵۸
۵۵۹
۵۶۰
۵۶۱
۵۶۲
۵۶۳
۵۶۴
۵۶۵
۵۶۶
۵۶۷
۵۶۸
۵۶۹
۵۷۰
۵۷۱
۵۷۲
۵۷۳
۵۷۴
۵۷۵
۵۷۶
۵۷۷
۵۷۸
۵۷۹
۵۸۰
۵۸۱
۵۸۲
۵۸۳
۵۸۴
۵۸۵
۵۸۶
۵۸۷
۵۸۸
۵۸۹
۵۹۰
۵۹۱
۵۹۲
۵۹۳
۵۹۴
۵۹۵
۵۹۶
۵۹۷
۵۹۸
۵۹۹
۶۰۰
۶۰۱
۶۰۲
۶۰۳
۶۰۴
۶۰۵
۶۰۶
۶۰۷
۶۰۸
۶۰۹
۶۱۰
۶۱۱
۶۱۲
۶۱۳
۶۱۴
۶۱۵
۶۱۶
۶۱۷
۶۱۸
۶۱۹
۶۲۰
۶۲۱
۶۲۲
۶۲۳
۶۲۴
۶۲۵
۶۲۶
۶۲۷
۶۲۸
۶۲۹
۶۳۰
۶۳۱
۶۳۲
۶۳۳
۶۳۴
۶۳۵
۶۳۶
۶۳۷
۶۳۸
۶۳۹
۶۴۰
۶۴۱
۶۴۲
۶۴۳
۶۴۴
۶۴۵
۶۴۶
۶۴۷
۶۴۸
۶۴۹
۶۵۰
۶۵۱
۶۵۲
۶۵۳
۶۵۴
۶۵۵
۶۵۶
۶۵۷
۶۵۸
۶۵۹
۶۶۰
۶۶۱
۶۶۲
۶۶۳
۶۶۴
۶۶۵
۶۶۶
۶۶۷
۶۶۸
۶۶۹
۶۷۰
۶۷۱
۶۷۲
۶۷۳
۶۷۴
۶۷۵
۶۷۶
۶۷۷
۶۷۸
۶۷۹
۶۸۰
۶۸۱
۶۸۲
۶۸۳
۶۸۴
۶۸۵
۶۸۶
۶۸۷
۶۸۸
۶۸۹
۶۹۰
۶۹۱
۶۹۲
۶۹۳
۶۹۴
۶۹۵
۶۹۶
۶۹۷
۶۹۸
۶۹۹
۷۰۰
۷۰۱
۷۰۲
۷۰۳
۷۰۴
۷۰۵
۷۰۶
۷۰۷
۷۰۸
۷۰۹
۷۱۰
۷۱۱
۷۱۲
۷۱۳
۷۱۴
۷۱۵
۷۱۶
۷۱۷
۷۱۸
۷۱۹
۷۲۰
۷۲۱
۷۲۲
۷۲۳
۷۲۴
۷۲۵
۷۲۶
۷۲۷
۷۲۸
۷۲۹
۷۳۰
۷۳۱
۷۳۲
۷۳۳
۷۳۴
۷۳۵
۷۳۶
۷۳۷
۷۳۸
۷۳۹
۷۴۰
۷۴۱
۷۴۲
۷۴۳
۷۴۴
۷۴۵
۷۴۶
۷۴۷
۷۴۸
۷۴۹
۷۵۰
۷۵۱
۷۵۲
۷۵۳
۷۵۴
۷۵۵
۷۵۶
۷۵۷
۷۵۸
۷۵۹
۷۶۰
۷۶۱
۷۶۲
۷۶۳
۷۶۴
۷۶۵
۷۶۶
۷۶۷
۷۶۸
۷۶۹
۷۷۰
۷۷۱
۷۷۲
۷۷۳
۷۷۴
۷۷۵
۷۷۶
۷۷۷
۷۷۸
۷۷۹
۷۸۰
۷۸۱
۷۸۲
۷۸۳
۷۸۴
۷۸۵
۷۸۶
۷۸۷
۷۸۸
۷۸۹
۷۹۰
۷۹۱
۷۹۲
۷۹۳
۷۹۴
۷۹۵
۷۹۶
۷۹۷
۷۹۸
۷۹۹
۸۰۰
۸۰۱
۸۰۲
۸۰۳
۸۰۴
۸۰۵
۸۰۶
۸۰۷
۸۰۸
۸۰۹
۸۱۰
۸۱۱
۸۱۲
۸۱۳
۸۱۴
۸۱۵
۸۱۶
۸۱۷
۸۱۸
۸۱۹
۸۲۰
۸۲۱
۸۲۲
۸۲۳
۸۲۴
۸۲۵
۸۲۶
۸۲۷
۸۲۸
۸۲۹
۸۳۰
۸۳۱
۸۳۲
۸۳۳
۸۳۴
۸۳۵
۸۳۶
۸۳۷
۸۳۸
۸۳۹
۸۴۰
۸۴۱
۸۴۲
۸۴۳
۸۴۴
۸۴۵
۸۴۶
۸۴۷
۸۴۸
۸۴۹
۸۵۰
۸۵۱
۸۵۲
۸۵۳
۸۵۴
۸۵۵
۸۵۶
۸۵۷
۸۵۸
۸۵۹
۸۶۰
۸۶۱
۸۶۲
۸۶۳
۸۶۴
۸۶۵
۸۶۶
۸۶۷
۸۶۸
۸۶۹
۸۷۰
۸۷۱
۸۷۲
۸۷۳
۸۷۴
۸۷۵
۸۷۶
۸۷۷
۸۷۸
۸۷۹
۸۸۰
۸۸۱
۸۸۲
۸۸۳
۸۸۴
۸۸۵
۸۸۶
۸۸۷
۸۸۸
۸۸۹
۸۹۰
۸۹۱
۸۹۲
۸۹۳
۸۹۴
۸۹۵
۸۹۶
۸۹۷
۸۹۸
۸۹۹
۹۰۰
۹۰۱
۹۰۲
۹۰۳
۹۰۴
۹۰۵
۹۰۶
۹۰۷
۹۰۸
۹۰۹
۹۱۰
۹۱۱
۹۱۲
۹۱۳
۹۱۴
۹۱۵
۹۱۶
۹۱۷
۹۱۸
۹۱۹
۹۲۰
۹۲۱
۹۲۲
۹۲۳
۹۲۴
۹۲۵
۹۲۶
۹۲۷
۹۲۸
۹۲۹
۹۳۰
۹۳۱
۹۳۲
۹۳۳
۹۳۴
۹۳۵
۹۳۶
۹۳۷
۹۳۸
۹۳۹
۹۴۰
۹۴۱
۹۴۲
۹۴۳
۹۴۴
۹۴۵
۹۴۶
۹۴۷
۹۴۸
۹۴۹
۹۵۰
۹۵۱
۹۵۲
۹۵۳
۹۵۴
۹۵۵
۹۵۶
۹۵۷
۹۵۸
۹۵۹
۹۶۰
۹۶۱
۹۶۲
۹۶۳
۹۶۴
۹۶۵
۹۶۶
۹۶۷
۹۶۸
۹۶۹
۹۷۰
۹۷۱
۹۷۲
۹۷۳
۹۷۴
۹۷۵
۹۷۶
۹۷۷
۹۷۸
۹۷۹
۹۸۰
۹۸۱
۹۸۲
۹۸۳
۹۸۴
۹۸۵
۹۸۶
۹۸۷
۹۸۸
۹۸۹
۹۹۰
۹۹۱
۹۹۲
۹۹۳
۹۹۴
۹۹۵
۹۹۶
۹۹۷
۹۹۸
۹۹۹
۱۰۰۰

اس لیے اس کی وجہ سے مستحب (تنویر) کو نہیں چھوڑا جاسکتا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اتنی تنویر ہونی چاہیے کہ تیر گرنے کی جگہ نظر آ سکے۔ پھر۔ جیسا کہ محیط وغیرہ میں ہے۔ یہ خیال رکھے اتنی تاخیر نہ ہونے پائے کہ سورج طلوع ہونے کا شک ہونے لگے۔ انتہی ملخصاً۔ اور بحر الرائق میں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ اتنی تنویر کرے کہ اگر (نماز کے بعد) نماز کے فاسد ہونے کا پتا چلے تو قراءت مستحب کے ساتھ اسی وقت میں لوٹا سکے۔ اور بعض نے کہا کہ بہت تاخیر کرے کیونکہ (اس طرح نماز کا) فاسد ہونا ایک مفرد ذمہ ہے۔ اس کی وجہ سے مستحب کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔ کتاب کے اطلاق سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے (کتاب ہے مراد کنز ہے، کیونکہ اس نے کہا ہے کہ فجر کی تاخیر مستحب ہے اور کوئی قید نہیں لگائی، لیکن اتنی تاخیر بہر حال نہ کرے کہ سورج چڑھ جانے کا شک ہونے لگے۔ اور السراج الوہاج میں ہے کہ تنویر کی مقدار یہ ہے کہ وقت کے نصف ثانی میں پڑھے، لیکن واضح رہے کہ مزدلفہ میں حاجی تاخیر نہ کرے۔ اور عتقی میں ہے کہ عورت کے لیے صبح میں تغلیس بہتر ہے، اور دیگر نمازوں میں لوگوں کے جماعت سے فارغ ہونے تک انتظار بہتر ہے۔ انتہی فی البحر۔ اور در مختار میں ہے کہ مرد کے لیے مستحب یہ ہے کہ صبح

لاجلہ۔ وقیل، حدہ ان یری مواضع النبل۔ ثم کما فی محیط راضی الدین وغیرہ، لا یؤخرہا تاخیر یقع الشک فی طلوع الشمس۔ انتہی ملخصاً۔ وفي البحر الرائق، قالوا، یسفر بہا بحیث یوظہر فساد صلاتہ یمکنہ ان یمیدھا فی الوقت، بقراءة مستحبة۔ وقیل، یؤخرہا جدا، لان الفساد موهوم فلا یتوکل المستحب لاجلہ۔ وهو ظاہر اطلاق الکتاب (یعنی الکفر، حیث قال، وندب تاخیر الفجر، ولم یقید بشئ، لکن لا یؤخرہا بحیث یقع الشک فی طلوع الشمس۔ وفي السراج الوہاج، حد الاسفار ان یصلی فی النصف الثانی، ولا یخفی ان الحاج بمزدلفة لا یؤخرہا۔ وفي المبتغی، بالغین المعجزة، الافضل للمرأة فی الفجر الفلوس، وفي غیرہا الانتظار الی فراغ الرجال عن الجماعۃ۔ انتہی ما فی البحر۔ وفي الدر المختار، والمستحب للرجل الابتداء فی الفجر باسفار والختم بہ، هو المختار، بحیث یرتل اربعین آیتہ ثم یمیدہ بطہارۃ لو فسد۔ وقیل، یؤخر جدا، لان الفساد موهوم، الاحاج بمزدلفة،

فالتغلیس افضل، کسراً مطلقاً۔
 کی نماز شروع بھی تنویر میں کرے اور ختم بھی تنویر میں کرے۔ یہی مختار ہے، اس طرح کہ اس میں چالیس آیتیں ترتیل سے پڑھے اور بعد میں اگر فاسد ہونے کا پتا چلے تو وضو کر کے لوٹا سکے، اور بعض نے کہا ہے کہ بہت مؤخر کرے کیونکہ ایسا فاسد ہونا موہوم ہے، البتہ مزدلفہ میں حاجی کے لیے تغلیس بہتر ہے جیسا کہ عورت کے لیے ہر جگہ تغلیس بہتر ہے۔ (ت)
 اُس شخص کا اول وقت اندھیرے میں نماز پڑھنا سنت کی مخالفت کرنا ہے اور اُن کو اس کی تاکید کرنی مخالف سنت کی طرف بلانا ہے اور یہ کہنا کہ روشنی میں نماز مکروہ ہوتی ہے سنت کو مکروہ کہنا اور شریعت مطہرہ پر ہتان اٹھانا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
 مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت مستحب ظہر کا گراما میں کیا ہے اور جو شخص مومن مذکور میں بعد زوال اول وقت نماز ظہر پڑھے اور لوگوں کو بھی تاکید کرے کہ وقت اولیٰ یہی ہے، آیا وہ شخص حق پر ہے یا ناحق پر، بینوا تو جہنم۔

الجواب

مومن گراما میں ظہر کا ابراد کر کے پڑھنا مستحب ہے تمام کتب حنفیہ میں یہ معنی مفسر ہے اور اول وقت میں پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم اقدس سے عدول، حضور فرماتے ہیں:
 اذا اشتد الحر فابردوا بالنظر فان شدّة الحر من فيح جهنم - متفق عليه۔
 جب گرمی سخت ہو تو ظہر کو ٹھنڈا کرو کہ شدت گرمی وسعت دم ووزخ سے ہے۔
 اور بخاری و نسائی انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی واللفظ للنسائی قال:
 كان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اذا كان الحار ابرد بالصلاة واذا كان البارد عجل۔
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب گرمی ہوتی نماز ٹھنڈی کرتے اور جب سردی ہوتی تعجیل فرماتے۔

اور بخاری مسلم ابوداؤد ابی ماجہ نے سیدنا ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، قال:
 اذن مؤذن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی مؤذن نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان ظہر

۶۰/۱	مطبعة مجتبائی دہلی	۶۰/۱	۲۲۲/۱
۵۸/۱	قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی	۵۸/۱	۵۸/۱
	مکتبہ سلفیہ لاہور		

کتاب الصلوٰۃ

استجاب الابراد بالنظر فی شدۃ الحر الخ

تعبیل الظہر فی البرد

الظھر، فقال، ابرد، ابرد، اوقال، انظر، انظر، وقال: شدة الحر من فيح جهنم، فاذا اشتد الحر فابردوا عن الصلاة - حتى رأيانا في السجود^۱۔
 دی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ٹھنڈا کر، ٹھنڈا کر، یا فرمایا، انتظار کر، انتظار کر، اور فرمایا، سختی گرما جہنم کی وسعت نفس سے ہے تو جب گرمی زائد ہو نماز ٹھنڈی کرو، یہاں تک کہ ہم نے دیکھا ٹیلوں کا سایہ۔

دوسرے طریق میں ہے :

کنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی السفر قاموا بالمؤذن ان یؤذن الظھر فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابرد ثم ابراد ان یؤذن فقال له ابرد حتی رأيانا فی السجود^۲ الحدیث۔
 ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے مؤذن نے اذان کا ارادہ کیا کہ ظہر کی اذان دے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ٹھنڈا کر پھر چاہا کہ اذان دے پھر فرمایا، ٹھنڈا کر، یہاں تک کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھے۔

اور مسلم میں ابراہیم کے طریق میں شعبہ سے مؤذن کا تین بار ارادہ اور حضور کا یہی حکم فرمانا وارد ہوا قلت و مسلم ثقہ فزیادہ مقبولہ (میں نے کہا مسلم ثقہ ہے اس لیے اس کا اضافہ مقبول ہے۔ ت)

اقول اب یہاں سے مبالغہ تاخیر کا اندازہ کرنا چاہیے کہ مؤذن نے تین بار اذان کا ارادہ کیا اور ہر دفعہ ابراد کا حکم ہوا اور یقیناً معلوم ہے کہ ہر دو ارادوں میں اس قدر فاصلہ ضرورت تھا جس کو ابراد کہہ سکیں اور وہ وقت بہ نسبت پہلے وقت کے ٹھنڈا ہو ورنہ لازم آئے کہ سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیل حکم نہ کی اور جب اذان میں یہ تاخیر ہوئی تو نماز تو اور بھی دیر میں ہوتی ہوگی۔ علما فرماتے ہیں ٹیلے غالباً بسیط اور پھیلے ہوئے ہوتے ہیں کہ ان کا سایہ دوپہر کے بہت دیر بعد ظاہر ہوتا بخلاف اشیائے مستطیلہ مانند منار و دیوار وغیرہا، امام ہمام احمد بن محمد خطیب قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں، ٹیلوں کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا مگر جب اکثر وقت ظہر کا جاتا رہے ابو داؤد و نسائی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں قال،

کان قدر صلاة رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في الظھر في الصيف، ثلثة اقدم
 گرمی میں نماز حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معترتین قدم سے پانچ قدم

یعنی جب سایہ ہر چیز کا اس کے ساتویں حصہ کے تین یا پانچ مثل ہو جاتا تو حضور پر نور نماز ادا فرماتے اور معلوم ہے کہ عربین شریفین زاد ہما اللہ تعالیٰ شرفاً میں گرمی کے موسم میں اس قدر سایہ نہایت دیریں واقع ہو گا کہ وہاں سایہ اصل اس موسم میں نہایت قلت پر ہوتا ہے بعض اوقات میں دو انگل سے زائد نہیں پڑتا اور مکہ معظمہ میں تو بعض اوقات یعنی آفتاب سمت ارا اس پر گزرے مطلقاً نہیں ہوتا یہ بات وہاں اُس وقت ہوتی ہے جب آفتاب ہشتم جزا یا بسبب دوم سرطان پر ہو یعنی ۳۰ مئی اور ۲۴ جولائی،

ابوداؤد و ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبریل بیت اللہ کے پاس دو مرتبہ میرے ام بنے، تو ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی جب سورج ڈھل گیا اور سایہ تسبیح جتنا ہو گیا، الحدیث۔ اور بحر الرائق میں مبسوط سے منقول ہے کہ جان لوازوال کے وقت ہر چیز کا سایہ ہوتا ہے، مگر سال کے سب سے طویل دن میں مکہ اور مدینہ میں سایہ نہیں ہوتا کیونکہ ان دنوں سورج چاروں دیواروں پر پڑ رہا ہوتا ہے، اھ۔

میں کہتا ہوں: یوں لگتا ہے کہ صاحب مبسوط رحمہ اللہ تعالیٰ نے سایہ نہ ہونے سے مراد سایہ متحرک ہونا لیا ہے، ورنہ مدینہ طیبہ کا عرض "الہ" ہے جو میل کلی سے ایک درجہ اور تینتیس دقیقہ زائد ہے، تو وہاں سایہ کیسے معدوم ہو سکتا ہے؟ اور مکہ کا عرض "کام" ہے جو میل اعظم سے ایک درجہ اور سینتالیس دقیقہ کم ہے، اس لیے سب سے طویل دن میں

اخرج ابوداؤد والترمذی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: امنی جبریل عند البیت مرتین، فصلی فی الظہر حین نزلت الشمس وكانت قدر الشراک، الحدیث۔ وفي البحر الرائق عن المبسوط، واعلم ان لكل شیء ظلاً وقت الزوال الا بمكة والمدینة فی ا طول ایام السنة، لان الشمس فیہا تاخذ المیطان الاربعة اھ

اقول وکانہ رحمہ اللہ، اطلق العدم و اراد القلة، والا فالمدینة الطیبة عرضہا "الہ" نرائد اعلی المیل کل بدرجۃ وثلث وثلثین دقیقۃ، فکیف یعدم فیہا الظل؟ ومكة عرضہا "کام" اقل من المیل الا عظم بدرجۃ و سبعة واربعةین دقیقۃ، فلا یعدم فیہا الظل

فی اطول الايام؛ بل یکون جنوبیا، وانما ینعدم
حیث ذکرنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

وہاں سایہ معدوم نہیں ہوتا بلکہ جنوبی طرف ہوتا ہے۔
معدوم ہونے کا وقت وہ ہے جو ہم ذکر کر آئے ہیں
یعنی جب آفتاب سمت الرأس پر گزرے۔ (ت)
اور مدارِ اربعہ شریف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باحادیث سیدنا ابی ذر و سیدنا ابن مسعود رضی اللہ
تعالیٰ عنہما معلوم ہو چکی مگر سایہ کا حال اختلاف بلاد سے مختلف ہوتا ہے اور فقہ میں اس کی یہ حد ذکر کی گئی کہ سائے سائے
میں مسجد تک چلا آئے فی الدر المختار و تاج خیر الصیف بحیث یمشی فی الظل اور اسی طرح ایک حدیث میں
وارد ہوا اور بحر الرائق میں ہے کہ قبل اس کے کہ سایہ ایک مثل کو پہنچے ادا کرے حیث قال وحده ان
یصلی قبل المثل شاید یہ اس پر مبنی ہے کہ انتہائے وقت ظہر میں علما مختلف ہیں امام کے نزدیک دو مثل اور
صاحبین کے نزدیک ایک مثل معتبر ہے تو بہتر یہ ہے کہ ایک مثل تک ادا ہو جائے ورنہ ہدایہ میں تصریح کرتے ہیں کہ
ظہر میں ابراہیم کا حکم ہے اور حرمین شریفین میں جب سایہ ایک مثل کو پہنچتا ہے عین اشتداد گرمی کا وقت ہوتا ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

www.dawateislami.net

فصل فی اماکن الصلوٰۃ

مسئلہ (۳۱۴) از مقام چٹوڑ گڑھ علاقہ اُدیپور مسئولہ مولوی عبدالکیم صاحب بتاریخ ۱۶ ربیع الاول شریف بروز سر شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ایسی جگہ نماز کا وقت آیا کہ دُور دُور تک زمین تراور ناپاک ہے اگر سجدہ کرتا ہے تو کپڑے تر ہو کر ناپاک ہوتے ہیں اور کوئی ایسی چیز نہیں کہ نیچے بچھا کر اس پر کپڑا پاک ڈال کر نماز پڑھے تو ایسی صورت میں کس طرح نماز ادا کرے اشارہ سے یا سجدہ و رکوع سے۔ بنیوا تو جہوا۔

الجواب

شرع مطہر کسی وقت کسی سوال کے جواب سے عاجز نہیں مگر ایسی صورت میں قبل از وقوع بے اندیشہ صحیحہ وقوع فرض کر کے سوال کرنا وبال لانا ہے اور کبھی اُسے مشکل میں مبتلا کر دینا ہے، حدیث میں ہے:
 نہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 عن فضل المسائل۔ مسائل پوچھنے سے منع کیا ہے۔ (ت)

ربما سوال کا جواب، وہ قرآن مجید میں موجود ہے کہ:
 لَا يَكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا آتٍ وَسَعَهَا (اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا)

فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔ ت)
 مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں کی۔ ت)
 نماز کھڑے کھڑے اشارے سے پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۸) مسئلہ محمد خان نمبر ۱۷ بڑودہ ڈاک خانہ پنڈ راول ضلع بلند شہر یکشنبہ ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ
 کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موضع بڑودہ ضلع بلند شہر میں کوئی عید گاہ نہیں ہے عرصہ تخمیناً
 ۸ سال کا ہوا جب میں نے آبادی دیہہ جانب اتر جنگل اور مہلبکیت خود میں نے ایک چوتھرہ خام واسطے عید گاہ
 کے بنوایا تھا جس کی بنیاد جناب مولانا بہار الدین شاہ صاحب ساکن مرشد آباد نے رکھی تھی اس جنگل اور
 میں جگہ عید گاہ و متصل چوتھرہ عید گاہ اہل ہنود کے مردے جلا کرتے تھے جب چوتھرہ عید گاہ قائم ہو گیا تو اہل ہنود نے
 دوسری جگہ مردے جلانے شروع کر دیے اب بعض اشخاص اس بات پر اعتراض کرتے ہیں کہ مرگٹ قبر کی تعریف
 میں نہیں آتا ہے کیونکہ ہوا دبارش سے ہڈیاں و خاک بہہ جاتی ہے اور قبر کے اندر مردہ دفن ہوتا ہے امید کہ جواب
 سے معزز فرمایا جائے۔

الجواب

اگر چوتھرہ ایسی مٹی سے بنایا گیا جس میں مردہ ہندوؤں کی نجاست نہ تھی یا اس زمین کی مٹی جہاں تک اُن کی
 نجاستیں تھیں کھود کر پھینکوا دی پھر اس زمین ہی کو نماز کے لیے کر دیا تو اس میں کوئی حرج نہیں حضور اقدس صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مسجد مدینہ طیبہ بنا فرمائی وہ ایک غلستان تھا جس میں مشرکین دفن ہوتے تھے فامرو
 بقبور المشرکین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا مشرکوں کی قبریں کھود کر وہ نجس مٹی پھینک
 دی گئی پھر وہاں مسجد کریم تعمیر فرمائی کما فی صحیح البخاری وغیرہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۱۹) مسئلہ شمشیر خاں درگاہ جیلانی موضع بڑودہ ضلع بلند شہر معرفت مولوی اسماعیل صاحب محمود آبادی
 سر شنبہ ۲۳ رمضان شریف ۱۳۳۴ھ۔

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ایک چوتھرہ کو جس میں ہڈیاں تک
 مشرکین کی نظر آتی ہیں اُسے چھوڑ کر جدید عید گاہ میں نماز ادا کرنے سے خاظمی و گنہ گار تو نہ ہوں گے اختلاف اُس

۱۶/۶۴ لہ العتد آن

۷۸/۲۲ لہ القرآن

۶۱/۱ لہ صحیح البخاری باب ہل ینش قبر مشرکین الجاہلیۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

چوترا پر نماز ادا کرنے سے اکثر لوگوں کو ہے بلکہ کئی سال ہوئے جب سے چوترا بنایا گیا اکثر مسلمان دوسری جگہ نماز پڑھنے جاتے تھے اس سال سبھوں نے مل کر عید گاہ پختہ بنوانا شروع کر دی، جیسا ارشاد ہو عمل کیا جائے،
بنیوا تو جروا۔

الجواب

۱۶ شعبان کو یہ سوال آیا تھا جواب دیا گیا کہ اگر چوترا کی ٹی میں نجاست کی آمیزش نہیں یا زمین ہی کھود کر اُن نجاستوں سے پاک کر دی گئی تو کوئی مضائقہ نہیں اب سوال میں اظہار ہے کہ اس میں مشرکوں کی ہڈیاں تک نظر آتی ہیں ایسی حالت میں اُس پر نماز پڑھنا ہی حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۰) از ندی پارہی علاقہ ریاست گوالیار گونا باور ریلوے ڈاک خانہ ندی مذکور مسئلہ سید کرامت علی صاحب مقرر نشی محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت جناب مولانا و مرشد تامولوی احمد رضا خان صاحب دام اقبالہ بعد السلام علیک واضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں، اول یہ کہ جس مکان میں کوئی شخص شراب پئے اس میں نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں۔ دوسرے یہ کہ جائے نماز پر اگر کسی شخص کی چارپائی کے بچھا کر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اُس صورت میں کہ اُس چارپائی پر وہ شخص سوتا ہو یا بیٹھا۔ بنیوا تو جروا۔

الجواب

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر وہ شخص وہاں اُس وقت شراب پینے میں مشغول نہیں، نہ وہاں شراب کی نجاست ہے تو ایسے وقت وہاں نماز پڑھ لینے میں حرج نہیں اور اگر بالفعل وہ شخص شراب پی رہا ہے تو بلا ضرورت وہاں نماز نہ پڑھے کہ شراب خور پر حکم احادیث صحیحہ لعنت الہی اُترتی ہے اور محل نزول لعنت میں نماز نہ پڑھنی چاہئے اس لیے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوم ثمود کی جانے ہلاک میں نماز نہ پڑھی کہ وہاں عذاب نازل ہوا تھا نیز شراب پیتے وقت شیطان حاضر اور اس کا غلبہ واستیلا ظاہر ہے اور محل غلبہ شیطان میں نماز نہ پڑھنی چاہئے اسی لیے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شب تعریس جب نماز فجر سوتے میں قضا ہوئی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو حکم فرمایا کہ نماز آگے چل کر پڑھو کہ یہاں تمہارے پاس شیطان حاضر ہوا تھا حالانکہ وہ فوت قصدی نہ تھا سوتے سے آنکھ بھٹکتی الہی نہ کھلی تھی اور اگر وہ مکان ہی شراب غوری کا ہو کہ فساق فجار اپنا یہ مجمع ناجائز وہاں کیا کرتے ہوں جب تو بدرجہ اولیٰ وہاں نماز مکروہ ہے کہ اب وہ مکان حمام سے زیادہ مرجع و ماوائے شیاطین ہے اور علماء نے حمام میں کراہت نماز کی یہ وجہ ارشاد فرمائی کہ وہ شیطان کا ماویٰ ہے

کما فی ساد المحتار وغیره - واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم -

(۲) اگر کوئی شخص چارپائی پر بیٹھا خواہ لیٹا ہے اور اس طرف اس کی پیٹھ ہے تو اس کے پیچھے جا نماز بچھا کر نماز پڑھنے میں کوئی عرج نہیں، اسی طرح اگر اُس طرف پیٹھ کیے سو رہا ہے جب بھی مضائقہ نہیں، مگر سوتے کے پیچھے پڑھنے سے احتراز مناسب ہے دو وجہ سے، ایک یہ کہ کیا معلوم اس کے نماز پڑھنے میں وہ اس طرف کروٹ لے اور دوسرے اس کا منہ ہو جائے، دوسرے محفل ہے کہ سوتے میں اس سے کوئی ایسی شے صادر ہو جس سے نماز میں اسے ہنسی آجائے کا اندیشہ ہو المسألة فی ساد المحتار عن الغنیة والوجه الاول مما نردتہ (یہ مسئلہ در مختار میں غنیہ سے منقول ہے اور پہلی وکبر میں اضافہ کیا ہے) واللہ سبحنہ تعالیٰ اعلم -

مسئلہ (۳۲۱) از موضع منڈپور تھانہ ڈاکخانہ میر گنج ضلع بریلی مرسلہ غلام ربانی صاحب زمیسنار

یکم ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص جنگل میں ہے اور نماز کا وقت ہو گیا تو کھیت یا بجر ملکیت غیر میں نماز پڑھ لے تو نماز ہوگی یا نہیں اور ٹانڈ پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب

دوسرے کی کھیتی میں نماز پڑھنا منوع ہے بے اُس کی اجازت صریح کے گنہگار ہوگا مگر نماز ادا ہو جائیگی اور بجر میں پڑھنے میں کچھ مضائقہ نہیں، یونہی وہ کھیت جس میں کھیتی نہ ہو۔ ٹانڈ پر نماز نہیں ہو سکتی مگر اس حالت میں کہ وہ مثل تخت کے ہو مثلاً لکڑیاں باندھ کر اُن پر تخت رکھ لے ہوں یا خود تخت ہی باندھ لیا ہو یا ایسا سخت بنا ہوا ہو کہ سجدہ میں سر ٹھہر جائے زور کرنے سے زیادہ نیچا نہ جھکے، و ہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۲۲) از زمین پوری مکان مولوی محمد حسن صاحب وکیل مرسلہ شیخ انوار الحسن صاحب ابن مولوی صاحب کور

الذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چارپائی پر نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ جو مشہور ہے کہ اگلی اُمتوں میں کچھ لوگ چارپائی پر نماز پڑھنے کے سبب بند ہو گئے یہ بات ثابت ہے یا نہیں، بیوا تو جروا۔

الجواب

اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ سجدہ میں سر اُس پر مستقر ہو جائے یعنی اُس کا دہنا ایک حد پر ٹھہر جائے کہ پھر کسی قدر مبالغہ کریں اس سے زائد نہ دے ایسی چیز پر نماز جائز ہے خواہ وہ چارپائی ہو یا زمین پر رکھا ہو گاڑی کا کھٹولا یا کوئی شے، اور یہ جو جاہلوں میں بلکہ عورتوں میں مشہور ہے کہ اگلی اُمتوں میں کچھ لوگ چارپائی پر نماز پڑھنے سے مسخ ہو گئے محض غلط و باطل ہے۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

ضابطہ ان لا يتسفل بالتسفل ، فحينئذ
جانم سجودہ علیہ
روا مختار میں ہے ،
اس کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر دبانے سے نیچے نہ دے تو اس
پر سجدہ جائز ہے ۔ (ت)

تفسیرہ ، ان الساجد لو بالغ لا يتسفل رأسه
ابلع من ذلك ، فصم على طنفسه وحصير
وحنطة وشعير وسرير ومجلاة انكانت على
الامراض
اس کی تشریح یہ ہے کہ سجدہ کرنے والا اگر سر کو مزید نیچے
کرنا چاہے تو نہ کر سکے ، اس لیے دبیز کپڑے پر ،
پھوڑی پر ، گندم پر ، جو پر ، تخت پر اور گاڑی پر اگر
وہ زمین پر کھڑی ہو تو سجدہ صحیح ہے ۔ (ت)

نظر کیجئے تو یہ خاص مسئلہ کا جزیرہ ہے زبان عرب میں سریتخت و چارپائی دونوں کو شامل ہے کما لا يخفى
على من طالع الاحاديث الخ۔ والله تعالى اعلم ۔
(۳۲۳) مسئلہ از خیر آباد ضلع سیٹاپور محلہ میاں سرائے مدرسہ عربیہ قدیم مدرسہ جناب سید فخر الحسن صاحب
نبیرہ مولوی نبی بخش صاحب مرحوم مفتی خیر آباد ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندرین مسائل :

(۱) حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے تحت حدیث شریف الارض کلہا مسجد
الا المقبرة اھ تحریر فرمایا ہے :

اما مقبره از جہت آنکہ غالب دروے قدرات و
اخلاق تربت اوست بانچہ جدا میگردد از مرد با از نجاست
و اگر مکان طاهر و نظیف باشد پس بیچ یا کے نیست و
کراہتہ نہ و بعض برانکہ نماز در مقبرہ مکروہ است مطلقاً
از جہت ظاہر این حدیث یث

قبرستان میں نماز اس وجہ سے مکروہ ہے کہ عام طور پر ہاں
گندگی ہوتی ہے اور اس کی مٹی مردوں سے برآمد ہونے
والی نجاستوں سے مخلوط ہوتی ہے اور اگر جگہ پاک اور
ستھری ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے
نہ اس میں کوئی کراہت ہے ۔ اور بعض کی رائے یہ ہے
کہ قبرستان میں بہر صورت نماز پڑھنی منع ہے اس حدیث کی بنا پر (ت)

اور کتاب حصہ دوم سرور عزیزی ترجمہ فتاویٰ عزیزی کی حسب ذیل عبارت ہے :

”حدیث میں وارد ہے کہ قبرستان میں نماز نہ پڑھنا چاہئے اور اس کی شرح میں علمائے جو کچھ لکھا ہے اُس

میں بہتر قول یہ ہے کہ اس وجہ سے منع ہے کہ اس میں ایک قسم کی مشابہت کفار کے ساتھ پائی جاتی ہے اور یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے اور اس سبب سے یہ حکم ضروری ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے اور حنفیہ کے کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر قبر نمازی کے سامنے ہو تو یہ زیادہ مکروہ ہے اور اگر قبر داپنے یا بائیں جانب ہو تو اُس سے کم مکروہ ہے اور اگر قبر نمازی کے پیچھے ہو تو یہ اس سے بھی کم مکروہ ہے اور یہی قول اصح ہے اور علما کا عمل اسی پر ہے، اور شافعیہ کے فقہانے لکھا ہے کہ قبرستان میں نماز پڑھنا اس وجہ سے مکروہ ہے کہ وہ نجاست کی جگہ ہے، تو یہ صحیح نہیں ہے۔

حضرت شیخ عبدالحی علیہ الرحمۃ نے اپنے قول کی تائید میں کسی کتاب یا قول کسی مجتہد و امام کا حوالہ نہیں دیا ہے بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ صرف اپنا مذہب تحریر فرما رہے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ عمل علمائے حنفیہ اور کتب فقہ سے اپنے قول کو مضبوط تو کیا ہے مگر کوئی صاف پتا کسی کتاب یا قول کا نہیں تحریر کیا ہے جس سے اطمینان حاصل کیا جائے مگر شاہ صاحب موصوف کے فتوے کی زوردار عبارت سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ نے اُس مذہب کو اختیار کیا ہے جو مذہب اصح اور مختار حضرات علمائے حنفیہ کے خلاف اور ملت شافعیہ کے مطابق ہے جو علمائے حنفیہ کے نزدیک غیر صحیح ہے اور اپنے اس غیر صحیح مذہب کو اس قدر قوی کیا ہے کہ اُس کی تائید میں فرماتے ہیں،

اگر مکان طاهر و نظیف باشد پس بیچ با کے نیست اگر جگہ پاک و دستخیزی ہو تو وہاں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، نہ اس میں کوئی کراہت ہے۔ (د)

اس سوال کا جواب ایسی تفصیل کے ساتھ بجا لائے کتب فقہ حنفیہ تحریر فرمایا جائے کہ جس سے تناقض اقوال حضرات شیخ علیہ الرحمۃ و شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بخوبی فیصلہ ہو کر آئندہ کے واسطے کوئی جھگڑا باقی نہ رہے اور کسی مخالفت کو از روئے دلیل نفی انکار کا موقع نہ ہو سکے۔

(۲) لفظ مقبرہ جس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے سے کونسا مقام مراد ہے آیا محض وہی مقامات ہیں جہاں معمولاً مردگان دفن کیے جاتے ہیں مگر وہاں متعدد قبور سابقہ موجود ہیں یا وہ مقام بھی مراد ہے کہ بوجہ وصیت وغیرہ کے اندر کسی مکان کے یا متصل کسی مسجد کے یا نیچے کسی درخت کے کوئی میت مدفون کی گئی اور اب وہاں قبر موجود ہے یا کسی میدان میں اتفاقیہ کسی وجہ سے ایک یا دو مردے دفن کر دئے گئے اور قبر موجود ہے یا کسی جگہ کوئی قبر اتفاقیہ ہے اور اصطلاح عام میں وہ مقام لفظ قبرستان سے تعبیر نہیں کیا جاتا ہے ہر چار مقامات متذکرہ بالا کی نسبت کیا کیا حکم ہے اور کون کون مقامات حکم مقبرہ میں جہاں نماز پڑھنا مکروہ ہے داخل نہیں ہیں۔

(۳) بموجب فتویٰ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب اگر کینا و شمالاً و خلفاً قبر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے تو ضرور ہوا

کہ متصل قبر اندر مقبرہ جو جگہ نماز کے واسطے حاصل کی گئی یا متصل قبر اتنا قید کے یا بیرون مقبرہ غیر محاط متصل اُس کے واسطے دفع کراہت نماز کے سترہ کی یا مقدار فاصلے کے معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ بصورت سامنے قبر ہونے کے سترہ یا فاصلہ کی ضرورت کتب فقہ سے معلوم ہوتی ہے اس کی نسبت جو حکم موافق قول اصح اور موافق عمل حضرات علمائے حنفیہ ہو، تحریر فرمایا جائے۔

الجواب

اس مسئلہ میں تحقیق یہ ہے کہ نماز قبر پر مطلقاً مکروہ و ممنوع ہے بلکہ قبر پر پاؤں رکھنا ہی جائز نہیں، غامضی میں ہے،

یا ثَمَّ بَوَّطَ الْقُبُورَ لَانْ سَقْفَ الْقَبْرِ حَقُّ الْمَيِّتِ اَوْ قَدْ حَقَّقْنَا فِي اَهْلَاكِ الْوُحَايِينَ

قبروں پر پاؤں رکھنے سے گناہ گار ہوتا ہے کیونکہ قبر کی چھت میت کا حق ہے اور اس کی تحقیق ہم نے اہلاک الوہابیین میں کی ہے۔ (ت)

اور قبر کی طرف بھی نماز مکروہ و ممنوع ہے جبکہ سترہ نہ ہو اور صحرا یا مسجد کبیر میں قبر موضع سجود میں ہو یعنی اتنے فاصلے پر جبکہ یہ خاشعین کی سی نماز پڑھے اور اپنی نگاہ خاص موضع سجود پر جمی رکھے تو اس پر نظر پڑے کہ نگاہ کا قاعدہ ہے جس محل خاص پر اُسے جمایا جائے اُس سے کچھ دور اُس کے برعکس ہے مذہب اصح میں بحالت مذکورہ جہاں تک نگاہ پہنچے سب موضع سجود ہے کما نص علیہ فی الحلیۃ وغیرھا۔ مجتبیٰ۔ پھر بکر پھر فتح اللہ المعین میں ہے،

يَكْرَهُ اَنْ يَطَاوُرَ الْقَبْرَ اَوْ يَجْلِسَ اَوْ يَنَامَ عَلَيْهِ اَوْ يَصِلَ عَلَيْهِ اَوْ يَلِيَهُ۔

مکروہ ہے کہ قبر پر پاؤں رکھے یا سوئے یا اس پر نماز پڑھے یا اس کی طرف (منہ کر کے) نماز پڑھے۔

جائز علیہ پھر جائز رد المحتار میں ہے،

تَكْرَهُ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ وَالِيَهُ لَوْرُودِ النَّهْيِ عَنْ ذَلِكَ۔

قبر کے اوپر یا اس کی طرف نماز مکروہ ہے، کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے۔ (ت)

۱/۳۵۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور

۱/۳۶۲ کے ناما جان قاضی محمد عمر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جس پر اعظمت رحمۃ اللہ علیہ نے افادات کا اضافہ فرمایا کہ (دام)

۱/۳۶۲ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱/۶۶۷ مطلب فی القراءة للمیت واداء ثوابہا لمصطفیٰ البابی مصر

فتاویٰ ہندیہ میں ہے :

النَّكَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقَبْرِ مَقْدَارُ مَا لَوْ كَانَ فِي
الصَّلَاةِ وَيُسَمَّى نَسَانًا لَا يَكْرَهُ ، فِهْنًا أَيْضًا
لَا يَكْرَهُ - كَذَا فِي التَّسَارُخَانِيَّةِ -

اگر اس کے درمیان اور قبر کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ
اگر یہ شخص نماز پڑھ رہا ہو اور اس کے سامنے سے
کوئی گزرے تو اس کا گزرنا مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی
مکروہ نہیں ہے۔ اسی طرح تسارخانیہ میں ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے :

وَلَا يَفْسُدُهَا مَرُورُ مَا تَرَى فِي الصَّحَرَاءِ أَوْ بِمَسْجِدٍ
كَبِيرٍ بِمَوْضِعٍ تَجُودُهُ ، فِي الْأَصْحَحِ ، أَوْ مَرُورُهُ بَيْنَ
يَدَيْهِ إِلَى حَاظِ الْقِبْلَةِ فِي بَيْتٍ وَمَسْجِدٍ صَغِيرٍ ،
فَأَنَّهُ كِبَقْعَةٍ وَاحِدَةٍ ، وَإِنْ أَثَمَ الْمَسَارُحُ -

اصح یہ ہے کہ صحرا یا بڑی مسجد میں نمازی کی جائے سجدہ سے کسی
کا گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ اسی طرح گھر میں یا چھوٹی مسجد
میں کہ چھوٹی مسجد ایک ہی قطعے کے حکم میں ہے، کسی کا قبلے
والی جانب سے نمازی کے آگے سے گزرنا، نماز کو فاسد
نہیں کرتا، اگرچہ گزرنے والا گناہگار ہوتا ہے۔ (ت)

اور اگر قبر دہنے یا چھپنے سے تو اصل موجب کراہت نہیں، جامع المفصلات پھر جامع الرموز پھر طحاوی علی
مراقی افلاح و رد المحتار علی الدر المختار میں ہے :

لَا تَكْرَهُ الصَّلَاةَ إِلَى جِهَةِ قَبْرِ الْأَذَاكِنِ بَيْتٍ
يَدِيهِ ، بِحَيْثُ لَوْ صُلِّيَ صَلَاةُ الْخَاشِعِينَ وَقَعَ
بَصَرُهُ عَلَيْهِ ۚ

قبر کی طرف منکر کے نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے ہاں اگر قبر
بالکل اس کے سامنے ہو کہ اگر وہ خاشعین والی نماز پڑھے
تو قبر پر اس کی نظر پڑے، اس صورت میں مکروہ ہے (ت)

علی قاری حنفی مرقاة شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہات ثوات
القبور والمتخذین علیہا المساجد (رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور
قبروں پر مسجدیں بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔ ت) تحریر فرماتے ہیں :

قَالَ ابْنُ الْمَلِكِ ، أَمَّا حَرَمُ اتِّخَاذِ الْمَسَاجِدِ عَلَيْهَا
لَا فِي الصَّلَاةِ فِيهَا اسْتِنَانًا بِسُنَّةِ الْيَهُودِ ۚ

ابن الملک نے کہا ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اس لیے
حرام قرار دیا ہے کیونکہ ان میں نماز پڑھنا یہودیوں کے

۱۔ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوٰۃ وما لا یکرہ
۲۔ الدر المختار ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا
۳۔ رد المحتار ایضاً

۱۔ مطبوعہ فورانی کتب خانہ پشاور
۲۔ مطبع مجتہبی دہلی
۳۔ مطبع البابي مصر

۱۰۴/۱
۹۱/۱
۴۸۴/۱

علامہ طاہر حنفی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :
لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم
مساجد - كانوا يجعلونها قبلة ، يسجدون
اليها في الصلاة ، كالوثن ، واما من اتخذ
مسجدا في جوار صالح ، او صلى في مقبرة ،
فاصد ابه الاستظها سبروحه ، او وصول اثر
ما من اثار عبادته اليه ، لا التوجه نحوه
والتعظيم له ، فلا خرج فيه ؛ الا يرى ان مرقد
اسماعيل في الحجر في المسجد الحرام
والصلوة فيه افضل له

لعنت بھیجے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے انبیاء
کی قبروں کو مسجدیں بنالیا یعنی ان کو قبلہ بنالیا اور نماز میں
انہی کی طرف سجدہ کرتے تھے جیسا کہ بت کے روبرو۔
ہاں اگر کسی نیک انسان کے پڑوس میں کوئی شخص مسجد
بنائے یا ایسے ہی مقبرے میں نماز پڑھے اور مقصد یہ ہو کہ
اس نیک انسان کی رُوح سے تقویت حاصل کرے یا
اس کی عبادت کے اثرات سے کچھ اثر اس شخص تک
پہنچ جائے ، یہ مقصد نہ ہو کہ اس کی طرف منہ کرے اور اس
کی تعظیم کرے ، تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ کیا معلوم

نہیں ہے کہ اسماعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں ہے ، اس کے باوجود اس میں نماز افضل ہے۔ (ت)

قاضی ناصر الدین بیضاوی شافعی پھر امام علامہ بدر الدین محمود عینی حنفی عمدۃ القاری پھر علامہ احمد محمد خلیل قسطلانی
شافعی ارشاد الساری شروح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں

من اتخذ مسجدا في جوار صالح و قصد التبرك
بقرب منه ، لا التعظيم ولا التوجه اليه ، فلا
يدخل في الوعيد المذكور اه
شخص حدیث میں مذکور وعید (یعنی لعنت) میں داخل نہیں ہو گا اھ (ت)

امام علامہ تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں زیر حدیث اتخذوا قبور انبيائهم مساجد فرماتے ہیں :
هو مخرج على وجهين ، احدهما ، انهم كانوا
يسجدون بقبور الانبياء تعظيما لهم وقصدا
للعادة في ذلك - وثانيهما ، انهم كانوا
يتحرون الصلوة في مدافن الانبياء والتوجه
اس کی دو وجہیں ہیں ، ایک تو یہ کہ یہود و نصاریٰ
قبور انبیاء کو بطور تعظیم اور بقصد عبادت سجدہ کیا کرتے
تھے ، دوسری یہ کہ وہ انبیاء کے مقبروں میں نماز پڑھنے
کی خصوصی طور پر کوشش کرتے تھے اور نماز میں ان کی طرف

منہ کرتے تھے اور یہ دونوں طریقے ناپسندیدہ ہیں۔ یاں
اگر قبرستان کے قریب کوئی ایسی جگہ ہو جو بنائی ہی
نماز کے لیے گئی ہو یا ایسی جگہ ہو کہ وہاں نماز پڑھنے والے
کا منہ قبروں کی طرف نہ ہوتا ہو تو ایسی جگہوں پر نماز پڑھی
جاسکتی ہے، اسی طرح اگر کسی ایسی جگہ میں نماز پڑھے
جہاں کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں کسی نبی کا مدفن ہے
لیکن قبر کی کوئی علامت نظر نہ آتی ہو اور نمازی کا مقصد
بھی شرک خفی نہ ہو (تو نماز پڑھنی جائز ہے) کیونکہ روایات
اس پر متفق ہیں کہ اسمعیل علیہ السلام کی قبر مسجد حرام میں
حطیم کے پاس ہے اس کے باوجود یہ مسجد ان
تمام جگہوں سے افضل ہے جہاں نماز پڑھنے کی
جستجو کی جاتی ہے اور مختصراً (ت)

الی قبورهم في حالة الصلوة، وكلا الطريقين
غير مرضية، فاما اذا وجد بقربها موضع
بني للصلوة، او مكان يسلم المصلي فيه عن
التوجه الى القبور، فانه في فتحه من الاثر۔
وكذلك اذا اصيل في موضع قد اشتهر بان
فيه مدفن نبی، ولم يرفيه للقبور علما، ولم
يكن قصده ما ذكرناه من الشرك الخفی؛ اذ
قد نواطأت اخبار اكلهم على ان مدفن
اسماعيل عليه الصلوة والسلام في المسجد
الحرام عند الحطيم، وهذا المسجد افضل
مكان يتحرى الصلوة فيه اه مختصراً

شیخ محقق حنفی لمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں،

اور شیخ کی شرح میں بھی اسی طرح ہے۔ چنانچہ شیخ نے
کہا ہے کہ اس سے وہ صورت خارج ہوگئی جس میں
کسی نبی یا صالح کے پاس اس لیے مسجد بنائی جائے
کہ اس کی قبر کے پاس نماز پڑھی جائے، لیکن مقصود قبر
کی تعظیم اور اس کی طرف منہ کرنا نہ ہو بلکہ غرض یہ ہو کہ
صاحب قبر سے مدد حاصل کی جائے تاکہ اس پاک روح
کے قرب کی وجہ سے عبادت مکمل ہو جائے، تو اس میں
کوئی حرج نہیں کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ اسمعیل علیہ السلام
کی قبر حطیم میں میزابِ جنت کے نیچے ہے اور حطیم کے پاس حجر اسود اور
زمر کے درمیان ستر انبیا کی قبریں ہیں، اس کے باوجود
(ت)

وفي شرح الشيخ ايضا مثله، حيث قال: وخز
بذلك اتخاذ مسجد بجوار نبی او صالح، و
للصلوة عند قبره، لا لتعظيمه والتوجس
نحوه؛ بل للحصول مدد منه، حتى تكمل
عبادته ببركة مجاورته لتلك الروح الطاهرة،
فلا حرج في ذلك، لما ورد ان قبر اسمعيل عليه
الصلوة والسلام في الحجر تحت الميزاب،
وان في الحطيم، بين الحجر الاسود و
زمر، قبر سبعين نبيا، ولم ينه احد
عن الصلوة فيه اه وكلام الشارحين متطابق في ذلك

لہ و لہ لمعات النبی شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب السجود ومواضع الصلوة۔ حدیث ۱۲، مطبوعہ المعارف علیہ ہو ۵۲/۳

امام اجل برہن الدین فرغانی حنفی صاحب ہدایہ کتب التجنیس والزیید میں فرماتے ہیں:

قال ابو یوسف: انکان موازیاً للکعبۃ تکرہ
صلاته، وانکان عن یمینہ و یسارہ
لا تکرہ۔
ابو یوسف نے کہا ہے کہ اگر قبر قبیلہ والی جانب ہو تو
نماز مکروہ ہے اور اگر دائیں بائیں ہو تو مکروہ
نہیں ہے۔ حاوی۔ (ت)

پھر تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

انکانت القبور ما وراء المصلی لا یکرہ، فانه
انکان بینہ وبين القبر مقدار ما لوکان فی
الصلوة ویسرا لسان لا یکرہ، فہہنا ایضا
لا یکرہ۔
قبریں نمازی کے پیچھے ہوں تو نماز مکروہ نہیں ہے کیونکہ اگر
سامنے بھی ہوں لیکن اتنے فاصلے پر ہوں کہ اگر یہ شخص
نماز میں ہو اور کوئی سامنے سے گزرے تو اس کا گزرنا
مکروہ نہ ہو، تو یہاں بھی مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

اور یہ امر کہ سامنے ہونا زیادہ مکروہ ہے اور دھننے بائیں اس سے کم اور پیچھے ہونا اس سے بھی کم کتب حنفیہ میں
تصویر جاندار کی نسبت ہے نہ کہ قبر کی، رد المحتار میں زیر قول در مختار و اختلف فیما اذا کان التمثال خلفہ، و
الاظہر الکراہۃ (اگر تصویر اس کے پیچھے ہو تو اس میں اختلاف ہے، اظہر یہی ہے کہ مکروہ ہے۔ ت) تحریر
فرماتے ہیں:

وفی البحر، قالوا، واشدھا کواہۃ ما یکون
علی القبلة امام المصلی، ثم ما یکون فوق
مراسلہ، ثم ما یکون عن یمینہ و یسارہ علی
الحائط، ثم ما یکون خلفہ علی الحائط او الستراء
اور بحر میں ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ سب سے زیادہ
کراہت اس صورت میں ہے جب تصویر قبیلہ والی طرف
ہو اور نمازی کے سامنے ہو، پھر جو اس کے سر کے اوپر ہو،
پھر جو اس کے دائیں بائیں دیوار پر ہو، پھر جو اس کے
پیچھے دیوار پر یا پردے پر ہو۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

انما خص الصورة لانه لا یکرہ فی جهة القبر الا
اذا کان بین یدیه۔ کما
کہ کتاب التجنیس والزیید

۱۰۴/۱ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور
۹۲/۱ مطبع مجتہائی دہلی
۴۷۹/۱ مطبع مصطفیٰ البانی مصر
۱۰۴/۱ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلوۃ وما لا یکرہ
۹۲/۱ باب ما یفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا
۴۷۹/۱ مطلب فی الغرض فی المسجد

فی جنازۃ المصمرات علیہ

جیسا کہ مضمّنات کی کتاب الجنازہ میں ہے۔ (ت)

امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا، فرمایا قبر پر وہ نماز ہی میں آگے بڑھ گئے، اس حدیث سے بھی ظاہر ہوا کہ قبر کی طرف ہی نماز پڑھنا مکروہ ہے نہ کہ اور سمت۔ صحیح بخاری شریف میں ہے :

ورأى عمر رضي الله تعالى عنه انس بن مالك رضي الله تعالى عنه يصلي عند قبر، فقال: القبر، القبر، ولهم يومه بالاعادة۔
اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک قبر کے پاس نماز پڑھ رہے ہیں تو فرمایا: قبر، قبر۔ (یعنی قبر سے بچو) مگر انہیں نماز لوٹانے کا حکم نہیں دیا۔ (ت)

امام علامہ عینی انس کی شرح ۶۰ القاری میں فرماتے ہیں :

هذا التعليق رواه وكيع بن الجراح في مصنفه،
فيما حكاه ابن حزم عن سفين بن سعيد عن حميد عن انس، قال: راى عمر رضي الله تعالى عنه اصلي الى قبر فنهاى، فقال: القبر امامك۔ قال: وعن معمر عن ثابت عن انس، قال: راى عمر اصلي عند قبر، فقال لي: القبر، لا تصل اليه۔ قال ثابت: فكان انس ياخذ بيدي، اذا اراد ان يصلي فيتحنى عن القبور۔ ورواه ابو نعيم شيخ البخاري عن حرث بن السائب، قال: سمعت الحسن يقول بينا انس رضي الله تعالى عنه يصلي الى قبر فناداه عمر: القبر، القبر، وظن انه يعني: القبر، فلما رأى انه يعني:

اس تعليق کو وکیع بن الجراح نے اپنے مسنّف میں ذکر کیا ہے جیسا کہ اس کو ابن حزم نے سفین ابن سعید سے اس نے حمید سے، اس نے انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے، انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے عمر رضی اللہ عنہ نے ایک قبر کی طرف نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے منع کیا اور کہا: ”تمہارے سامنے قبر ہے“ ابن حزم نے کہا کہ معمر نے ثابت سے، اس نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر نے مجھے ایک قبر کے پاس نماز پڑھتے دیکھا تو کہا: ”قبر، اس کی طرف نماز مت پڑھو“ ثابت نے کہا کہ اس کے بعد انس جب نماز پڑھنا چاہتے تھے تو میرا ہاتھ تھام لیتے تھے اور قبروں سے ایک طرف ہٹ جاتے تھے۔ اور بخاری کے استاد ابو نعیم نے حرث ابن السائب

مشی فی الخانیة۔

نیک ہستیوں کی قبروں کو مساجد بنا لیا تھا۔ بعض نے کہا ہے

کہ اس میں یہودیوں کے ساتھ مشابہت پیدا ہوتی ہے۔ غانیہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔ (د ت)

نظاہر ہے کہ پہلی دو تعلیل صرف اُس صورت کی کراہت بتاتی ہیں کہ نماز قبر کی طرف ہو کہ دہنے بائیں یا قبر کو پیچھے لے کر نہ شبہ عبادت ہے نہ تشبہ یہود، خود شاہ صاحب سے سائل نے نقل کیا کہ یہ مشابہت جمادات کو سجدہ کرنے میں ہوتی ہے انتہی ولہذا شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لمعات التفتیح میں زیر حدیث اجعلوا فی بیوتکم من صلاتکم ولا تمخذوا قیورا (گھروں میں بھی کچھ نمازیں پڑھا کرو اور گھروں کو قبریں نہ بناؤ۔ ت، فرمایا،

ای ولا تكونوا فی البیوت کالمیت ، الذی

لا یعمل ، او تكونوا نائین فتكونوا مشابہین

للأموات ، لان النوم اخو الموت ، غیر مشتغلین

بالعبادة ، ثم اعلم ، انهم اختلفوا فی الصلاة

فی المقبرة ، فکرها جماعة ، وانکان المکان

طاهرا ، فامارة احتجوا بهذا الحديث ، لانه

یدل علی ان الصلوة لا تكون فی المقبرة ، لانه

جعل کونها قیورا کناية عن عدم الصلاة فیها ،

فیفهم ان لصلوة فیها۔ وهذا ضعیف لما ذکرنا

من معناه ، علی انه ان دل فانما یدل علی عدم

الصلاة فی القبر ، نہ فی المقبرة ، فافهم۔ وتارة

بالحديث السابق (ای قوله صلى الله تعالى علیه

وسلم لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا

قبورا نبيا ثم صاجد) وهو ايضا لا یستمر

لما علم من المراد به (ای ما قد مناه عنه

عن التوریلشتی وغیره من الشراح ، فانه انما

یعنی تم گھروں میں اس طرح نہ رہا کرو جس طرح مردہ ہوتا

ہے کہ کوئی عمل نہیں کرتا، یا یہ مراد ہے کہ تم سوئے

نہ رہا کرو، جس طرح مٹے سوئے پڑے ہیں، کیونکہ

نیز موت کی بہن ہے۔ یعنی یہ نہ ہو کہ مردوں کی طرح

تم بھی کوئی عبادت نہ کرو۔ پھر یہ بات جانو کہ مقبرے

میں نماز کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، ایک

جماعت اس کو مکروہ قرار دیتی ہے، اگرچہ جگہ پاک ہو

اور اس پر کبھی تو اسی حدیث کو دلیل پیش کرتے ہیں اور

کہتے ہیں کہ ”گھروں کو قبریں نہ بناؤ“ سے معلوم ہوتا ہے

کہ قبروں میں نماز نہیں پڑھی جانی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقبرے

میں نماز نہیں ہوتی۔ لیکن یہ دلیل ضعیف ہے کیونکہ

اس حدیث کا صحیح مفہوم ہم بیان کر آئے ہیں۔ علاوہ

ازیں اگر یہ حدیث نماز کے نہ ہونے پر دلالت کرے گی

تو قبر میں نماز نہ ہونے پر دلالت کرے گی نہ کہ مقبرے

میں نہ ہونے پر (جبکہ گفتگو مقبرے کے بارے میں

ہو رہی ہے) اس کو سمجھو اور کبھی اسکی دلیل کو وہ حدیث پیش

يدل على منع التوجه الى القبر ، لا الصلاة في المقبرة مطلقاً ، ومنهم من ذهب الى ان الصلاة فيها جائزة ، ان كانت القربة طاهرة و المكان طيباً ، ولم يكن من صديد الموق وما ينفصل عنهم من النجاسات اه

کرتے ہیں جو گزر چکی ہے (یعنی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم) فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے ان یہود و نصاریٰ پر لعنت کی جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا تھا) یہ دلیل بھی ناکمل ہے جیسا کہ اس حدیث کی مراد سے معلوم ہو چکا (یعنی ہم نے تو پرستی و غیر شراح سے جو نقل کیا ہے کہ اس حدیث سے قبر کی طرف

مذبح کے نماز پڑھنے کی مخالفت ثابت ہوتی ہے نہ کہ مقبرے میں مطلقاً نماز کی مخالفت اور بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مقبرے میں نماز جائز ہے بشرطیکہ پاؤں کی مٹی پاک ہو جگہ عمدہ ہو اور مردوں سے پیپ اور دیگر جو نجاستیں خارج ہوتی ہیں وہاں نہ ہوں اه (ت)

وانا اقول وبالله التوفيق (اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ کہتا ہوں - ت) تحقیق یہ ہے کہ عامر مقابر میں ہر جگہ مظنہ قبر ہے مگر یہ کہ کوئی محل ابتدا سے دفن ہونے سے محفوظ رہا ہو اور معلوم ہو کہ یہاں دفن واقع نہ ہوا ، ولہذا ہمارے علمائے تصریح فرماتے ہیں جو نیاراستہ نکالا گیا ہو اُس میں چلنا حرام ہے کہ قبور مسلمان کی بے ادبی ہوگی طحاوی و رد المحتار فصل استنجاء میں زیر قول مانن یکوہ بول فی حقابر (مقبروں میں پیشاب کرنا مکروہ ہے - ت) فرماتے ہیں لان الیثیت یتاذی بیا یتاذی بہ الھی ، والظاہر انها تحريمیة لا ینہم نصوا علی ان العواور فی مقبرۃ کونہی ایذاً ینہی تسبیہ اور ظاہر یہی ہے کہ کراہت سکتہ حادثہ فیہا حرام ، فہذا اونی ،

میں جو نیاراستہ نکالا گیا ہو اس پر چلنا حرام ہے ، تو پیشاب کرنا تو بطریقِ اولیٰ حرام ہوگا۔ (ت)

پھر قبریں کھودنے میں بھی زمین کی مٹی اوپر آتی ہے اور وہ اکثر وہی ہوتی ہے جو پیسلے گئے ہوئے اجسام کی نجاست سے متنجس ہو چکی اور بند کرنے میں سب مٹی صرف نہیں ہو جاتی تو جا بجا متنجس مٹی کا پھیلا ہونا مظنون ہوتا ہے اور مظنہ قبر و مظنہ نجاست دونوں کراہت تنزیہیہ کے لیے کافی ہیں کہ ظن اگر غالب ہو تا جو فتویات میں ملحق یسقین ہے تو وجہ علت اول حکم کراہت تحریم ہوتا اور وجہ علت ثانی بغیر کچھ بچھائے بطلان نماز کا حکم دیا جاتا از انجا کہ ظن اس حد کا نہیں صرف کراہت تنزیہیہ رہی اور اب یہ حکم حکم صلاۃ علی القبر اور الی القبر سے جدا پیدا ہوا کہ اس میں پیچھے یا آگے کسی قبر کا معلوم ہونا ضرور نہیں قبور معلوم اگرچہ دہے بائیں بائیں ہوں جبکہ یہ زمین ایسی ہے جس میں قبر و نجاست کا مظنہ ہے حکم کراہت دیا جائے گا یہی محل ہے اس کلام کا جو علامہ طحاوی نے حاشیہ مرقی الفلاح میں زیر قول شربلانی تکرہ الصلاۃ فی المقبرة نقل فرمایا سوا دکانت فوقہ او خلفہ او تحت ما هو واقف علیہ الخ (برابر ہے کہ مقبرہ

سہ لمعات التفتیح باب المساجد و مواضع الصلاۃ حدیث ۱۴ ، مستنبطہ العارف العلیمہ ۵۳/۳

سہ رد المحتار فصل فی الاستنجاء مطبوع مصطفیٰ البابی مصر ۲۵۲/۱

سہ حاشیہ الطحاوی علی مرقی الفلاح فصل فی المکروہات مطبوعہ نور محمدیہ کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۹۶

اس کے اُپر ہو یا نیچے ہو یا جس چیز پر یہ کھڑا ہے اس کے نیچے ہو۔ (ت) اور یہی منشا ہے اطلاق متون کا ورنہ اگر مقبرہ میں کوئی جگہ صاف و پاک ہو کہ نہ اُس میں قبر ہو نہ مصلیٰ کا قبر سے سامنا ہو تو وہاں نماز ہرگز مکروہ نہیں خائینہ و فیکہ و زاد الفقیر امام ابن الہمام و علیہ وغنیہ و بحر الرائق و شریک النبی علی الدرر و علی و طحاوی و رد المحتار و غیرہ کتب کثیرہ میں ہے:

لاباس بالصلاة فیہا اذا کان فیہا موضع اعد
للمصلاة و لیس فیہ قبر ولا نجاسة۔
مقبرے میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر
وہاں کوئی جگہ نماز کے لیے تیار کی گئی ہو اور اس میں قبر
اور نجاست نہ ہو۔ (ت)

زاد الفقیر کی عبارت یہ ہے:

تکرہ الصلاة فی المقبرة الا ان یکون فیہا موضع
اعد للصلاة لانجاسة فیہ ولا قدّر فیہ اھ۔
مقبرے میں نماز مکروہ ہے، لیکن اگر وہاں
نماز کے لیے کوئی جگہ تیار کی گئی ہو جس میں نجاست اور

گندگی نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں ہے۔ (ت)

اس تحقیق سے پہلے تین سوالوں کا جواب ظاہر ہو گیا کہ قبر پر نماز مطلقاً مکروہ ہے اور قبر کی طرف بھی جبکہ قبر موضع سود میں مطلقاً یا گھر یا مسجد صغیر میں جانب قبلہ بلا حائل ہو اور اس کے لیے کچھ بہت سے قبور ہونا درکار نہیں، تنہا ایک ہی قبر ہو جب بھی یہی حکم ہے اور قبر دوسرے یا بائیس یا چھپے ہو اور نہ میں جہاں نماز پڑھتا ہے پاک و صاف ہو تو اصلاً کراہت نہیں۔ یہ حکم حضرت شیخ محقق نے نہ اپنی طرف سے لکھا نہ علمائے حنفیہ کے قول کے خلاف بلکہ عامہ کتب حنفیہ میں اس کی صاف تصریح ہے جیسا کہ گزرا اور جب اس میں کراہت ہی نہیں تو مسترہ کی کیا حاجت اور متاخر میں جہاں مُردے دفن ہوتے چلے آئے ہیں اور ان میں قبر یا نجاست کا مظنہ ہے نماز مطلقاً مکروہ ہے اگرچہ قبور معلوم نہ ہوں مگر اُس صورت میں کہ کوئی زمین پاک صاف معلوم ہو اور اس کے قبلہ میں قبر بلا حائل یعنی مذکور نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

باب الاذان والاقامة

مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے بعد صلاۃ کہنا جس طرح یہاں رمضان مبارک میں معمول ہے جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو خبرو!

الجواب

اسے فقہ میں تنویب کہتے ہیں یعنی مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو وہی تنویب ہے خواہ عام طور پر ہو جیسے "صلاۃ" کہی جاتی ہے یا خاص طریقہ پر، مثلاً کسی سے کہنا اذان ہو گئی یا جماعت کھڑی ہوتی ہے یا امام آگئے یا کوئی قول یا فعل ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا ہو وہ سب تنویب ہے اور اس کا اور صلاۃ کا ایک حکم ہے یعنی جائز، جس کی اجازت سے عامہ کتب مذہب متون مثل تنویر الابصار و وقایہ و نقایہ و غرر الاحکام و کنز و غرر الاذکار و وافی و ملتقى و اصلاح و نور الايضاح و شرف مائتہ در مختار و رد المحتار و طحاوی و غنایہ و نہایہ و غنیۃ شرح تہ و صغیری و بحر الرائق و نہر الفائق و تبیین الحقائق و برجندی و قسستانی و درر و ابن ملک و کافی و معجمی و الايضاح و امداد الفتاح و مراقی الفلاح و جامع شیعہ مراقی لعلامہ الحطائی و فتاویٰ مثل ظہیریہ و حنائیہ و خلاصہ و خزائنہ المسئین و جواهر اخلاطی و علمگیری و غیرہ یا مالامال ہیں، و هو الذی علیہ عامۃ الاسماء المتاخرین و الخلاف خلاف زفانی لا برهان عام المتأخرین اسی پر ہیں اور بہ اختلاف زمانی اختلاف ہے برہانی نہیں۔ (ت)

مختصر الوقایہ میں ہے ، التثویب حسن فی کل صلاۃ (تثویب ہر نماز کے لیے بہتر ہے ۔ ت) متن علامہ غزالیؒ نے فرماتے ہیں ہے : یشوب الاثم المضر بک (مغرب کے علاوہ ہر نماز کے لیے تثویب کی جائے ۔ ت) شرح محقق علاقائی میں ہے : یشوب بین الاذان والاقامة فی الكل للكل بما تعارفوه الخ (اذان اور اقامت کے درمیان متعارف و مروجہ طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لیے تثویب کی جائے ۔ ت) حاشیہ آفسدی محمد بن عابدین میں ہے :

قوله یشوب التثویب العود الی الاعلام بعد الاعلام و در قوله فی الكل ای کل الصلوات لظهور التوائی فی الامور الدينية قوله بما تعارفوه کتتحنا اقام قام او الصلاة الصلاة ولو احدثوا اعلاماً مخالفاً لذلک جائز نہر عن المجتبىؒ اھ ملقطاً۔

قوله یشوب ، تثویب ، اطلاع کے بعد اطلاع کو کھانا ہے ۔ درر ، قوله فی الكل یعنی تمام نمازوں میں کہنی چاہئے کیونکہ امور دینیہ کے بجالانے میں بہت سستی و کاہلی آچکی ہے ، قوله بما تعارفوا مثلاً کھانا یا نماز کھڑی ہوگئی نماز کھڑی ہوگئی یا نماز نماز اگر کوئی اور طریقہ اس کے علاوہ اپنائیں تب بھی جائز ہے ۔ نہر نے مجتبے سے نقل کیا ہے اختصاراً ۔ (ت)

شرح الوافی للامام المصنف العلم حافظ الدین ابی البرکات السیسیؒ میں ہے :

تثویب کل بلدة علی ما تعارفوه لانه للبالغة فی الاعلام و انما یحصل ذلک بما تعارفوه اھ ملخصاً۔

ہر شہر کی تثویب اسی طریقہ پر ہوگی جو وہاں متعارف ہے کیونکہ یہ اعلان میں مبالغہ کے لیے ہے اور وہ متعارف و مشہور طریقہ سے حاصل ہوگا ۔ (ت)

اور ماہ مبارک رمضان سے اُس کی تخصیص ہے جا نہیں کہ لوگ افطار کے بعد کھانے پینے میں مشغول اور نفس آرام کی طرف مائل ہوتے ہیں لہذا تنبیہ بعد تنبیہ مناسب ہوئی جس طرح نبی سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اذان فجر میں الصلاة خیر من النوم مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی اخرجہ الطبرانی فی المعجم الكبير

۱۲	نور محمد کارخانہ تجارت کراچی	فصل الاذان	لے مختصر الوقایہ مسائل الہدایہ
۶۳/۱	مجتبائی دہلی	”	لے وکے در مختار
۲۸۶/۱	مصطفیٰ البابا مصر	”	لے رد المحتار
			لے شرح الوافی للسفی
۲۵۵/۱	مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت	مسند بلال بن رباح	لے المعجم الكبير للطبرانی

عن سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ (طبرانی نے معجم کبیر میں سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ نقل کیا ہے - ت) ہر ایہ میں ہے ، خص الفجر بہ لانہ وقت نوم وغفلۃ (وقت فجر کو مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ وقت غفلت اور غفلت کا وقت ہوتا ہے - ت)

بالجملہ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس پر مسلمانوں میں نزاع ڈالی جائے اور فقہ انجیزی کر کے تفریق جماعت کی راہ نکالی جائے جو ایسا کرتا ہے سخت جاہل اور مقاصد شرع سے بالکل غافل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ (۳۲۵) از بگرام ضلع ہر دوتی محلہ میدان پورہ مرسلۃ حضرت سید ابراہیم صاحب مارہروی

۲۰ صفحہ ۱۳۱۱

اذان دینا اندر مسجد کے آپ نے فرمایا تھا مکروہ ہے ، میں نے یہاں کے لوگوں سے ذکر کیا اُن لوگوں نے کتاب کا ثبوت چاہا اُمید کہ نام کتاب مع بیان مقام کہ فلاں مقام پر لکھا ہے تکلیف فرما کر لکھا جائے اور یہ بھی لکھا جائے کہ کون سا مکروہ ہے ؟

الجواب

فتاویٰ امام اجل قاضی خاں و فتاویٰ خلاصہ و بحر الرائق شرح کنز الدقائق و شرح نقایہ للسلامۃ عبد العلی البرجندی و فتاویٰ علمگیریہ و حاشیۃ العلامة الطحاوی علی مراقی الفلاح و فتح القدر شرح ہدایہ وغیرہا میں اس کی منع و کراہت کی تصریح فرمائی امام فخر الملتہ والدین اور جندی فرماتے ہیں :
ینبغی ان یؤذن علی المئذنة او خارجا اذان ینار پر یا مسجد کے باہر دی جائے مسجد کے المسجد ولا یؤذن فی المسجد۔
اندر اذان نہ دی جائے۔ (ت)

امام طاہر بن احمد بخاری فرماتے ہیں ، لا یؤذن فی المسجد (مسجد میں اذان نہ دی جائے - ت) علامہ زین بن نجیم و علامہ عبد العلی برجندی نے ان سے اور فتاویٰ ہندیہ میں امام قاضی خاں سے عبارات مذکورہ نقل فرما کر مقرر رکھیں علامہ سید احمد مصری نے فرمایا ، یکبرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم (مسجد میں اذان دینا مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی نے نظم سے نقل کیا ہے - ت) امام اجل کمال الدین

۴۰/۱	مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی	باب الاذان	۱۰/۱
۳۶/۱	نوکشور رکھنؤ	مسائل الاذان	۱۰/۱
۴۹/۱	مطبوع نوکشور رکھنؤ	الفصل الاول فی الاذان	۱۰/۱
۱۰۷	مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	باب الاذان	۱۰/۱

محمد بن الہمام فرماتے ہیں :

الاقامة في المسجد ولا بد منه واما الاذان
فعلى المئذنة فان لم تكن ففى فناء المسجد
وقالوا لا يؤذن في المسجد
تکبیر مسجد کے اندر کی جائے اور اس کے بغیر کوئی
اور صورت نہیں البتہ اذان منارہ پر دی جائے ،
اگر وہ نہ ہو تو فناء مسجد میں دینی چاہئے اور فقہانے
بیان کیا ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے ۔ (ت)

اور اس مسئلہ میں نوع کراہت کی تصریح کلمات علما سے اس وقت نظر فقیر میں نہیں ہاں صیغہ لا یفعل
سے قیاد کراہت تحریم ہے کہ فقہائے کرام کی یہ عبارت ظاہراً مشیر ممانعت وعدم اباحت ہوتی ہے علامہ
محمد محمد ابن امیر الحاج نے علیہ میں فرمایا : قول المصن لا یزید یثیر الی عدم اباحة الزیادة (مصنف کا
قول "لا یزید" اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ زیادتی جائز نہیں ۔ (ت) نظیر اس کی یفعل ویقول ہے کہ ظاہراً مفید وجوب
ہے کما نص علیہ ایضاً فیہا (جیسا کہ اس پر بھی اس میں تصریح ہے ۔ (ت) یونہی عبارت نظم میں لفظ "یکره"
کہ غالباً کراہت مطلقہ سے کراہت تحریم مراد ہوتی ہے

کما فی الدر المختار ورد المختار وغیرہما
من الاسفار ویؤیدہ منع رفع الصوت
المساجد کما فی حدیث ابن ماجہ جندبوا
مساجدکم صبیانکم ومجانینکم و سل
سیوفکم و رفع اصواتکم وقد نهوا عن رفع
الصوت بحضرة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم وحذروا علی ذلك من حیط الاعمال و
الحضرة الالهیة احو بالادب کما تری یوم
القیمة " وخشعت الاصوات للرحمن فلا تسمع
الا همساً " بہذا یضعف ما یظن ان لیس
جیسا کہ در مختار ، رد المحتار اور دیگر معتبر کتب میں ہے اور
مساجد میں بلند آواز سے منع کرنا بھی اس کی تائید
کرتا ہے جیسا کہ حدیث ابن ماجہ میں ہے اپنی مساجد
کو اپنے نا سچے بچوں سے ، دیوانوں سے ، تلواروں کو
سُونٹنے سے اور آوازوں کو بلند کرنے والوں سے
محفوظ رکھو ، اور بارگاہ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میں آواز بلند کرنے سے منع کیا گیا ہے اور اس پر
تمام اعمال کے ضائع ہونے کی دھمکی دی گئی ہے ،
اور بارگاہ خداوندی اس ادب و احترام کے زیادہ
لائق ہے جیسا کہ تم قیامت کے روز دیکھو گے رحمٰن

۲۱۵/۱

مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر

باب الاذان

۱۔ فتح القیبر

۵۵/۱

مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

باب مایکرہ فی المساجد

۲۔ سنن ابی ماجہ

فیه الاخلاف السنة فلا یکره الاتنزیہا
 علی ان التحقیق ان خلاف السنة المتوسطة
 متوسطین کراہتی التذیہ والتحریم وهو المعبر
 بالاسادة کما سیظهر لمن له العا م بخدمۃ
 العلمین الشرفین الفقہ والحديث فلیراجع
 ولیحرس واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔
 سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ یہ اس شخص پر ظاہر ہو جائیگا جس نے دو مقدمہ علوم حدیث و فقہ کی خدمت کی ہے اس کی
 طرف رجوع کیا جائے اور اسے ذہن نشین کرنا چاہئے۔ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم۔ (ت)
 مسئلہ ۲۹ صفر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمیع وقت پنجگانہ نماز میں بعد اذان
 کے لازم پکڑنا مؤذن کا ہر نمازی کو بآواز بلانا اور نمازیوں کا اسی لحاظ سے اذان پر خیال نہ رکھنا بلکہ بعد اذان کے
 بلانے سے آنا اس صورت میں بلانا مؤذن کا بعد اذان کے چاہئے یا نہیں، دوسرے یہ کہ امام کے انتظار میں
 وقت میں تاخیر کرنا مقتدیوں کو درست ہے یا نہیں؟ اور فجر کی سنتیں بعد جماعت فرض مسبوق ادا کرے درست ہے
 یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

جب نمازی اذان سے آجاتے ہوں تو بلا وجہ بعد اذان ہر شخص کو جدا جدا بلانے کا التزام کرنا جس سے
 انہیں اذان پر آنے کی عادت جاتی رہے نہ چاہئے فان فیہ علی ہذا التقدير اخلاء للاذان عما یقصد
 بہ (کیونکہ ایسی صورت میں اذان کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ ت) اور وقت کراہت تک انتظار امام میں
 ہرگز تاخیر نہ کریں، ہاں وقت مستحب تک انتظار باعث زیادتِ اجر و تکمیل فضیلت ہے پھر اگر وقت طویل ہے
 اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہو اتنا
 ہی ثواب ہے کہ یہ سارا وقت اُن کا نماز ہی میں کھاجائے گا،

وقد صرح عن الصحابة رضی اللہ تعالی عنہم
 انتظار النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
 حتی مضی نحو من شطر اللیل وقد اقرہم
 علیہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم
 وقال انکم لنتزالوا فی صلاة
 یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ صحابہ کرام
 رضی اللہ تعالی عنہم رات گئے تک نبی اکرم صلی اللہ
 تعالی علیہ وسلم کا انتظار کرتے حتی کہ رات کا ایک حصہ گزر جاتا
 اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے انکے اس عمل کی تعویب فرمائی اور
 ارشاد فرمایا: جتنا وقت تم نماز کا انتظار کرتے ہو

ما انتظرتكم الصلاة^۱۔
یہ سارا وقت تم نمازیں ہی ہوتے ہو۔ (ت)

ورنہ اوسط درجہ تاخیر میں عرج نہیں جہاں تک کہ حاضرین پر شاق نہ ہو

فی الانصر دية عن التا تاريخية عن المنتقى
للإمام الحاكم الشهيد ان تاخير المؤذن
وتطويل القراءة لا درك بعض الناس حرام
هذا اذا كان لاهل الدنيا تطويلاً وتأخيراً
يشق على الناس والحاصل ان التأخير القليل
لا عانة اهل الخير غير مكروه ولا باس بان
ينتظر الامام انتظاراً وسطاً^۲۔

انقرو یہ میں تا تاریخانیہ سے اور اس میں امام حاکم الشہید
کی منتقی سے ہے کہ مؤذن کا اقامت کو مؤخر کرنا اور امام کا
قرارت کو لمبا کرنا تاکہ بعض خاص لوگ جماعت کو پالیں
حرام ہے یہ حرمت اس وقت ہے جب یہ طوالت و
تاخیر کسی دنیا دار کے لیے ہو اور لوگوں پر یہ شاق گزرے
حاصل یہ ہے کہ تھوڑی تاخیر تاکہ اہل خیر شریک ہو جائیں
مکروہ نہیں، امام کو اوسط درجہ کا انتظار کرنا جائز ہے۔ (ت)

اور سنت فجر کہ تنہا فوت ہوئیں یعنی فرض پڑھ لیے سنتیں رہ گئیں ان کی قضا کرے تو بعد بلندی آفتاب پیش از
نصف النهار شرعی کرے طلوع شمس سے پہلے ان کی قضا ہمارے ائمہ کرام کے نزدیک ممنوع و ناجائز ہے،
لقول رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
لا صلاة بعد الصبح حتى ترتفع الشمس۔
کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: صبح کے بعد
کوئی نماز جائز نہیں یہاں تک کہ سورج بلند ہو جائے۔ (ت)

والله سبحانه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

مسئلہ (۳۲۷) از کلکتہ دھرم تلاء۔ مسئلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مؤذن کی بغیر اجازت دوسرا شخص اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟
در صورت عدم جواز بدون اجازت مؤذن سائل حدیث شریفین سے سند چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اذان کہتے اور اقامت وہ اسے صاحب کہا کرتے۔ بینوا تو ہجروا۔

الجواب

ناجائز نہیں، ہاں خلافت اولیٰ ہے اگر مؤذن حاضر ہو اور اسے گراں گزرے ورنہ اتنا بھی نہیں۔ مسند
امام احمد و سنن اربعہ و شرح معانی الآثار میں زیاد بن حارث صدیقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، میں نے اذان

کہی تھی بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تکبیر کہنی چاہی فرمایا: یقیم الخوصدا فان من اذن فهو یقیم قبلہ صد ار کا بھائی اقامت کے گا کہ جو اذان دے وہی تکبیر کے۔ فی الدر المختار (در مختار میں ہے) :

اقام غیر من اذن بغیبتہ ای المؤذن لا یکرہ مطلقاً وان بحضورہ کرہ ان لحقہ وحشۃ۔
مؤذن کی غیر موجودگی میں غیر کا تکبیر کہنا مطلقاً مکروہ نہیں البتہ جب مؤذن موجود ہو اور اس پر گراں گزرے تو مکروہ ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

هذا الاختيار خواهر نراه ومشى عليه في الدرر والخانية لكن في الخلاصة وان لم يرض به يكره وجواب الرواية انه لا بأس به مطلقاً اه قلت وبه صرح الامام الطحاوی في معانی الآثار معزياً الى أئمتنا الثلاثة وقال في البحر ويدل عليه اطلاق قول المجمع ولا نكرها من غيره فما في شرحه لابن ملك من انه لو حضر ولم يرض يكره اتفاقاً فيه نظر اه وكذا يدل عليه اطلاق الكافي معللاً بان كل واحد ذكر فلا بأس بان يأتي بكل واحد رجل آخر ولكن الافضل ان يكون المؤذن هو المقيم اه

یہ خواہر زاد: کا مختار ہے اور یہی درر اور خانیہ میں ہے لیکن خلاصہ میں ہے اور اگر وہ راضی نہ ہو تو کراہت اور روایت کا جواب یہ ہے کہ اس میں مطلقاً کوئی حرج نہیں اہ میں کہتا ہوں امام طحاوی معانی الآثار میں ہمارے تیئوں ائمہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہی تصریح کی ہے اور کہیں فرمایا قول مجمع کا اطلاق کہ ہم اسے غیر سے مکروہ نہیں سمجھتے اسی پر دال ہے اس کی شرح لابن ملک میں جو ہے کہ اگر مؤذن موجود ہو اور وہ راضی نہ ہو تو اتفاقاً مکروہ ہے اس میں نظر ہے اور کافی کا اطلاق بھی اسی پر دال ہے اور استدلال یہ ہے کہ ہر ایک ذکر ہے اگر ہر ایک ذکر کو دوسرا بچائے تو اس میں کوئی حرج نہیں یاں افضل ہے کہ مؤذن ہی تکبیر کے۔ (ت)

۱/ ۹۸ شرح معانی الآثار باب الرجليں يؤذن احدہما ویستقیم الآخر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۱/ ۹۴ الدر المختار باب الاذان مطبوعہ مجتبائی دہلی

۱/ ۲۹۱ ردالمحتار مطلب المؤذن اذا كان غیر محتسب فی اذانه مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر

اقول: اذا حملنا الكراهة على كراهة التنزيه ونفيها على التحريم حصل الوفاق الا ترى الى قول المكافي النافي كيف يقول لا باس ولكن الافضل وكذلك عبر الامام الطحاوي وغيره بلا باس وقد صرحوا ان مرجعه الى كراهة التنزيه۔

اقول: جب ہم کراہت کو کراہت تنزیہی اور اسکی نفی کو کراہت تحریم پر محمول کریں تو مسئلہ میں اتفاق ہو جائے گا۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کافی نے نفی کراہت کا قول کرتے ہوئے ”لا باس“ اور ”لکن الافضل“ کہا اور اسی طرح امام طحاوی وغیرہ نے بھی ”لا باس“ سے تفسیر کیا حالانکہ فقہانے تصریح کی ہے کہ اس سے کراہت تنزیہی ثابت ہوتی ہے۔ (ت)

پھر یہ استمرار کا دعویٰ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اذان کتے اور اقامت دوسرے صاحب کہا کرتے تھے کسی حدیث سے ثابت نہیں، ہاں حدیث میں ایک بار کایہ ذکر آیا ہے کہ جب عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی، ارشاد ہوا: بلال کو سکھا دو کہ اُن کی آواز بلند تر ہے۔ بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی جب تکبیر کہنی چاہی عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نادوم ہوئے اور عرض کی: خواب تو میں نے دیکھا تھا میں تکبیر کہنا چاہتا ہوں۔ فرمایا: تو تمہیں کہو۔ انھوں نے تکبیر کہی روا کا الامام احمد و ابوداؤد و الطحاوی عنہ صلی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد، ابوداؤد اور طحاوی نے انھیں صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) یہ حدیث کچھ ہمارے مخالفت نہیں کہ کلام اُس صورت میں ہے جب توذن کو ناگوار گزرے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اذان کے بعد بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ناگواری کا کیا احتمال، معذاریہ حدیث ابتدائے امر کی ہے وہ پہلی اذان تھی کہ اسلام میں کہی گئی اور حدیث مقدم اُس سے متاخر ہے تاہم ثبوت صرف افضلیت کا ہے نہ کہ اقامت غیر کی ممانعت کمالا یخفی واللہ تعالیٰ اعلم۔

مرسلہ (۳۲۸) ۶ رمضان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے مقتدیوں کو اُس کا جواب دینا اور جب وہ خطبوں کے درمیان جلسہ کرے مقتدیوں کو دُعا کرنا چاہئے یا نہیں؟ مینوا تو جروا۔

الجواب

ہرگز نہ چاہئے یہی احوط ہے رد المحتار میں ہے: اجابة الاذان ح مكو و هة (اذان کا جواب

لہ سنن ابوداؤد	الرجل یؤذن ولقیم آخر	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	۶/۱
رد المحتار	باب الجمعہ	مصطفیٰ البابی مصر	۶۰۰/۱

اُس وقت مکروہ ہے۔ ت) نہ اتفاق پھر در مختار میں ہے :

ينبغي ان لا يجيب بلسانه اتفاقا في الاذان
بين يدي الخطيب^ل
اس بات پر اتفاق ہے کہ خطیب کے سامنے کی اذان
کا جواب زبانی نہیں دینا چاہئے۔ (ت)
اُسی میں ہے :

اذا خرج الامام من الحجرة النكان والا فقيامه
للتصعود فلا صلاة ولا كلام الى تمامها و
قالا لا باس بالكلام قبل الخطبة وبعد ما اذا
جلس عند الشافعي والخلاف في كلام يتعلق
بالاخرة اما غيره فيكره اجماعاً وعلى هذا
فالترقية المتعارفة في زماننا نكوه عنده
والعجب ان العمري ينهى عن الكلام بالمعروف
بتقضى حديثه ثم يقول انصتوا رحمكم الله^ل لمخلصا
(خطیب کے سامنے) اے کریم ان اللہ وملكیہ کا پڑھنا جیسا کہ جازمہ نے میں نے حضرت امام اعظم کے نزدیک مکروہ ہے تعجب
اس بات کا ہے کہ کرايت مذکورہ کو پڑھنے والا حدیث شریف کے تعارض کے مطابق دوسروں کو نیکی کا حکم دینے سے منع کر لے پھر خود
کتا ہے چپ رہو۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے اور مخلصا (ت)

ہاں یہ جواب اذان یا دعا اگر صرف دل سے کریں زبان سے تلفظ اصلاً نہ ہو تو کوئی حرج نہیں کما افادہ
کلام علی القاسری وفروع فی کتب المذهب (جیسا کہ ملا علی قاری کے بیان سے مستفاد ہے اور دیگر
فروع کتب مذہب میں ہیں۔ ت) اور امام یعنی خطیب تو اگر زبان سے بھی جواب اذان دے یا دعا کرے بلاشبہ
جائز ہے وقد صرح کلا الامورین عن سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی صحیح البخاری
وغیرہ (صحیح بخاری وغیرہ میں ہے یہ دونوں امور سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ ت) یہ قول
محمل ہے وتفصیل المقام مع نہایة العناية وانراالة الاوهام فی فتا ولسنا بتوفیق الملك العلام
(اس مقام کی خوب تفصیل اور از الہ او بام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم نے اپنے فتاویٰ میں ذکر کئے ہیں۔ ت)
واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلیہ جل مجدہ اتم واعلم۔

لہ الدر المختار	باب الاذان	مطبوعہ مجتہدانی دہلی	۶۵/۱
تے	باب الجمعة	” ” ”	۱۱۳/۱

مسئلہ (۳۲۹) از موضع بکہ صبی والدہ علاقہ جاگل تھانہ بہری پور ڈاک خانہ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب
۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں اذان دینی واسطے بارش کے درست ہے یا نہیں؟

الجواب

درست ہے اذلا حظ من الشرع (اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ ت) اذان ذکر الہی ہے اور بارش رحمت الہی، اور ذکر الہی باعث نزول رحمت الہی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۰) دفع وبا کے لیے اذان درست ہے یا نہیں؟

الجواب

درست ہے، فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یحول الوباء لکھا واللہ

تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۱) بعد دفن میت قبر پر اذان جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے، فقیر نے خاص اس مسئلہ میں رسالہ ایذان الاجر فی اذان القبر لکھا، واللہ

سبحنہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۲) ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں اذان دہنے ہاتھ کو ہونا چاہئے کہ دہنے ہاتھ کو فضیلت ہے اور بعض کہتے ہیں بلکہ بائیں ہاتھ کو، اس میں شرعاً کیا حکم ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اذان منارہ پر رکھی جائے جس طرف واقع ہو یا بیرون مسجد جہر زیادہ نافع ہو، مثلاً ایک جانب کوئی موضع رفیع زائد ہے یا اس طرف مسلمانوں کی آبادی دُور تک ہے تو اُسی سمت ہونی چاہئے کہ اصل مقصود اذان تبلیغ و اعلام ہے جس طرف یہ مقصود زیادہ پایا جائے وہی افضل ہے باقی دہنے بائیں کی کوئی تخصیص شرع مطہر سے ثابت نہیں، ہند پر میں ہے :

اذان منارہ پر یا مسجد سے باہر دی جائے مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے کذا فی فتاویٰ قاضی خان سنت یہ ہے کہ اذان ایسے بلند مقام پر دی جائے کہ گرد و نواح

ینبغی ان یؤذن علی المسنڈة او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد کذا فی فتاویٰ قاضی خان المسنڈة ان یؤذن فی موضع عال یكون اسمع

لجیراندہ ویرفع صوته کذا فی البحر الرائق۔ اھ
لوگوں کو آواز خوب سنائی دے اور اذان میں آواز بلند رکھے۔
کذا فی البحر الرائق۔ (ت)

معہذا کہہ سکتے ہیں کہ دونوں جانبیں دہنی اور دونوں بائیں ہیں کہ جو قبلہ رو کھڑا ہو اس کی دہنی طرف کعبہ معظمہ
و مسجد کی بائیں ہے اور اس کی بائیں کعبہ و مسجد کی دہنی تو جب دونوں طرف نفع برابر ہو دونوں یکساں ہیں، واللہ
سبغہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۲) اذان و اقامت کس جانب کو چاہئے۔ بینوا تو جبروا۔

الجواب

جس مسجد میں اذان کے لیے منارہ بنا ہو جب تو اس کی جہت خود معین ہے اس منارہ پر اذان دینا چاہئے
خواہ وہ کسی جانب ہو

فی البحر الرائق تحت قوله ویجلس بینہما
المسئلۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ الخ۔
البحر الرائق میں ماتن کے قول ”ویجلس بینہما“
کے تحت ہے کہ سنت یہ ہے کہ اذان منارہ پر
دی جائے الخ (ت)

اور جہاں نہ ہو تو نظر فقہی میں اہل بیت کی طرف ملاحظہ فرمائی جائے اور اسی جانب کو اختیار کرے مثلاً ایک
جانب مسلمان زیادہ رہتے ہیں یا اس طرف مکان اُن کے دور ہیں تو وہی جانب اذان کے لیے النسب ہے۔
فانہ انما شرع للاعلام فما کان ادخل فی
المقصود کان احسن بل ساریت ائمتنا سبما
مالوا الی ہذا المعنی والیہ اشاروا من
دون تعیین لجهة ففی البحر الرائق ورد المختار
عن السراج ینبغی للمؤذن ان یتوکل فی
موضع یکون اسمع للجیران۔
اذان کی مشروعیت نماز کی اطلاع کے لیے ہے تو یہ
مقصود جس احسن طریقہ سے حاصل ہوگا اسے اپنایا جائے
بلکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے ائمہ عموماً اسی معنی کی طرف
مائل ہوئے ہیں اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کسی
جہت کا تعیین نہیں کیا۔ البحر الرائق اور رد المحتار میں
سراج کے حوالے سے ہے مؤذن ایسی جگہ اذان دے
کہ وہاں سے گرد و نواح کے لوگوں کو زیادہ آواز پہنچے۔ (ت)

۱/ ۵۵ لف فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامت وکیفیتها مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور
۱/ ۲۶۱ ۳ البحر الرائق باب الاذان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۱/ ۲۸۳ ۳ رد المختار مصطفیٰ البابی مصر

اور اقامت کی نسبت بھی تعیین جیت کہ وہی جانب ہو یا بائیں فقیر کی نظر سے نہ گزری بلکہ ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ امام خود اذان و اقامت کہے ،

فی الدر المختار الافضل کون الامام هو المؤذن
انتہی وفي فتح القدير الافضل کون الامام
هو المؤذن وهذا مذهبنا وعليه كانت
ابو حنيفة انتہی وفي رد المحتار السنة
ان يقيم المؤذن انتہی وفيه عن السراج ان
ابا حنيفة كان يباشر الاذان والاقامة بنفسه
در مختار میں ہے کہ افضل یہی ہے کہ امام خود مؤذن ہو ،
انتہی ۔ اور فتح القدير میں ہے کہ امام کا ہی مؤذن ہونا
افضل ہے ، یہی ہمارا مذہب ہے اور یہی امام اعظم
کی رائے ہے ، انتہی ۔ اور رد المحتار میں ہے بہت
یہ ہے کہ مؤذن تکبیر کہے ، انتہی ۔ اور اسی میں سراج
سے ہے کہ امام اعظم ابو حنيفة اذان و اقامت خود
کہتے تھے ۔ (د)

اور علماء جائز رکھتے ہیں کہ جہاں اذان ہوئی وہیں اقامت بھی کہی جائے ، اور ظاہر ہے کہ اذان مسجد کے
اندر نہیں ہوتی بلکہ مکہ وہ ہے پھر جب بیان افضلیت پر آتے ہیں تو اسی قدر فرماتے ہیں کہ اقامت کا مسجد میں
ہونا بہتر ہے اور یہاں لفظ کو مطلق چھوڑتے ہیں تخصیص جیت کچھ نہیں کرتے ،

في البحر الرائق يستحب التحول للاقامة في
غير موضع الاذان انتہی وفيه لين الاذان
في موضع عال والاقامة على الارض
بال اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ محاذات امام پھر جانب راست مناسب ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ ۳ ربيع الآخر شریف ۱۴۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذانیں واسطے طلب باران کے مسجدوں میں کہنا درست ہے

۱/۶۵	مطبوعہ مجتہبائی دہلی	باب الاذان	۱/ الدر المختار
۱/۲۲۳	نور یہ رضویہ سکھر	"	۲/ فتح القدير
۱/۲۸۶	مصطفیٰ البانی مصر	"	۳/ رد المحتار
۱/۲۹۵	"	"	۴/ "
۱/۲۶۱	ایچ ایم سعید پٹی کراچی	"	۵/ البحر الرائق
۱/۲۵۵	"	"	۶/ "

یا نہیں؟ اور اس طرح سے بھی واسطے طلبِ باران کے اذانیں کہنے کا ثبوت ہے کہ امام سورہ یس پڑھے اور یہ میں پر اذان کہے اور سب مقتدی بھی اس کے ساتھ اذانیں کہیں، مطلق اذان میں کانوں میں انگلیاں رکھ کر ان کو ہلانا اور گھمانا کیسا ہے؟ بتیو تو جروا۔

الجواب

مسجد کے اندر وقتی اذان کہنا مکروہ ہے کما فی فتح القدیرو وغیرہ (جیسا کہ فتح القدیرو وغیرہ میں ہے) مگر اذان بغرض طلبِ باران یا دفعِ وبا بہ نیت اذان و اعلان و طلبِ مردمان نہیں ہوتی بلکہ بہ نیت ذکر اور ذکر مسجد میں جائز ہے پھر اولیٰ یہ ہے کہ بیرون مسجد فصیل وغیرہ پر ہوا اور اس میں اصلاً کوئی حرج نہیں کہ اذان ذکر الہی ہے اور بارش رحمت الہی، اور ذکر الہی باعث نزول رحمت الہی ہے، یونہی طریقہ مذکورہ یس و اذان بھی از قبیل اعمال ہے جس کے لیے اس سے زیادہ کسی ثبوت کی حاجت نہیں کہ شرع سے اس کی ممانعت نہیں آئی یس شریف کیلئے حدیث میں آیا، یس لما قرأہ سورہ یس اُس کام کے لیے ہے جس لیے پڑھی جائے یعنی جس نیت سے پڑھی جائے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ اذان میں انگلیاں کان میں رکھنا مسنون و مستحب ہے مگر ہلانا اور گھمانا حرکت فضول ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۲۲۵) ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بے وضو اذان کہنا جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب

جائز ہے بانیعنے کہ اذان ہو جائے گی مگر چاہتے نہیں، حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے، ولہذا علامہ شرنبلالی نے نظر بحديث کراہت اختیار فرمائی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۶) از ریاست رام پور بزیر ملا نظریف بنگلہ متصل مسجد مرسلہ مولوی علیم الدین صاحب اسلام آبادی

۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۴ھ

سوال: اے علماء! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! (۱) الا ستفتا، ما قولکم من حکم اللہ ربکم فی اذان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم هل هو اذن بنفسه عليه الصلاة والسلام ام لا ولو كان مرة في عمره عليه الصلاة والسلام وفي ابتداء وجوب صلاة الجنانہ علی المیت اتی من صامت کان

سوال: اے علماء! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے، کیا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے یا نہیں، اگرچہ تمام عمر میں ایک دفعہ ہو۔ اور میت پر نماز جنازہ کے وجوب کی ابتداء رکب ہوئی؟ سب سے پہلے کس کی نماز جنازہ پڑھائی گئی؟ کیا یہ مدینہ منورہ

میں لازم ہوئی یا مکہ مکرمہ میں؟ سب سے
پہلے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
کس صحابی کی نماز جنازہ ادا فرمائی؟ اس
صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام کیا ہے؟
بیٹو اتوجروا۔

وعلى من صلى أولا في المدينة المنورة وجبت
ام في مكة المعظمة واول الصلاة صليها
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم على
اي صحابي كانت وما كان اسمه رضى الله
تعالى عنه بيتوا توجروا۔

الجواب

در مختار میں فرمایا اور الضیاء میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر میں بنفس نفیس اذان دی، تکبیر
کہی اور ظہر کی نماز پڑھائی اور ہم نے خراسان میں اس
بار سے یہ تحقیق کی ہے کہ رد المحتار میں کہا وہاں اس
گفتگو کے بعد یہ فرمایا کہ ابن حجر کی فتح الباری شرح
البخاری میں ہے کہ اکثر طور پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ کیا
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اذان دی ہے؟
اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ آپ نے دوران سفر
خود اذان دی اور صحابہ کو نماز پڑھائی، امام نووی نے
اس پر جزم کرتے ہوئے اسے قوی قرار دیا، لیکن اسی
طریق سے مسند احمد میں ہے کہ آپ نے بلال کو حکم دیا تو
انہوں نے اذان کہی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روایت
ترمذی میں اختصار ہے اور ان کے قول اذن کا معنی
یہ ہے کہ آپ نے بلال کو اذان کا حکم دیا، جیسا کہ محاورہ
کہا جاتا ہے کہ بادشاہ نے فلاں عالم کو یہ عطیہ دیا حالانکہ
وہ خود عطا نہیں کرتا بلکہ عطا کرنے والا کوئی غیر ہوتا ہے۔

قال في الدر مختار وفي الضياء انه عليه
الصلاة والسلام اذن في سفر بنفسه و
اقام وصلى الظهر وقد حققناه في الخزانة
قال في رد المحتار حيث قال بعد ما هنا هذا
وفي شرح البخاري لابن حجر وصيا كثرة السؤال
عنه هل باشر النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم الاذان بنفسه وقد اخرج الترمذي
انه صلى الله تعالى عليه وسلم اذن في
سفر وصلى باصحابه وجزم به النووي و
قواه ولكن وجد في مسند احمد من هذا
الوجه فامر بلا لا فاذن فعلم ان في رواية
الترمذي اختصارا وان معني قوله اذن
امر بلا لا كما يقال اعطى الخليفة العالم
الفلاني كذا وانما باشر العطاء غيره اه
ورأيتني كتبت فيما علق على رد المحتار
مانصه اقول لكن سياقي صفة الصلاة عند

ذكر الشَّهيد عن تحفة الامام ابن حجر المكي
انه صلى الله تعالى عليه وسلم اذن مَرَّةً في
سفر فقال في تشييده "اشهد اني رسول الله و
قد اشار ابن حجر الى صحته، وهذا نص
مفسر لا يقبل التأويل، وبه يتقوى تقوية الامام
النووي رحمه الله تعالى اه ما كتبت وبه ظهر
الجواب عن المسألة الاولى، واما بدء صلاة
الجنائزة فكان من لدن سيدنا آدم عليه
الصلاة والسلام اخرج الحاكم في المستند
والطبراني والبيهقي في سننه عن ابن عباس
رضي الله تعالى عنهما قال اخر ما كبر النسي
صلى الله تعالى عليه وسلم على الجنائزة اربع
تكبيرات، وكبر عمر على ابي بكر، وكبر ابن عمر
على عمر، وكبر الحسن بن علي على علي، وكبر
الحسين بن علي على الحسن بن علي
اربعا، وكبرت الملائكة على آدم اربعا ولم
تشرع في الاسلام الا في المدينة المشورة
اخرج الامام الواقدي من حديث حكيم بن
حزام رضي الله تعالى عنه في امر المؤمنين
خديجة رضي الله تعالى عنها انها توفيت
سنة عشر من البعثة بعد خروج بني هاشم
من الشعب ودفنت بالحجون ونزل النسي
صلى الله تعالى عليه وسلم في حفرتها و

مجھے اس بارے میں مزید جو سمجھ آئی اسے میں نے اپنے
حاشیہ ردالمحتار میں تحریر کیا ہے اور اسکے الفاظ یہ ہیں
اقول، عن قرب صفات نماز کے تحت ذکر تشہد
میں تحفہ امام ابن حجر مکی سے آرہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے سفر میں ایک دفعہ اذان دی تھی اور کلمات
شہادت یوں کہے اشہد انی رسول اللہ (میں گواہی
دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں) اور ابن حجر نے اس کی
صحت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ نص مفسر ہے جس میں
تأویل کی کوئی گنجائش نہیں اور اسے امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے
قول کو اور تقویت ملی ہے (میری تحریر ختم ہوئی) اس سے
پہلے سوال کا جواب آگیا۔ باقی رہی جنازہ کی ابتداء، تو یہ
سیدنا آدم علیہ السلام کے دور سے ہے۔ حاکم نے مستدرک
طبرانی اور بیہقی سے اپنی سنن میں حضرت عبد اللہ بن
عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ پر جو آخری عمر میں تکبیرات
کہیں وہ چار تھیں، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
جنازہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر چار تکبیرات کہیں،
اور ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ پر، امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ حضرت
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ
نے جنازہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چار
تکبیرات کہیں، ملائکہ نے سیدنا آدم علیہ السلام پر
چار تکبیریں کہیں اور اسلام میں وجوب نماز جنازہ کا حکم

لم تكن شرعة الصلاة على الجنائز اهـ وقال
الامام ابن حجر العسقلاني في الاصابة
في ترجمته اسعد بن زرارة رضي الله تعالى
عنه ذكر الواقدي انه مات على راس تسعة
اشهر من الهجرة رواه الحاكم في المستدرک
وقال الواقدي كان ذلك في شوال قال البغوي
بلغني انه اول من مات من الصحابة بعد الهجرة
وانه اول ميت صلى عليه النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم اهـ وبه اتضح الجواب - و الله
تعالى اعلم -

مدینہ منورہ میں نازل ہوا، امام واقدی نے حضرت ام المومنین
سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں حکیم بن حزام
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ کا وصال
بعثت کے دسویں سال شعب ابی طالب سے خروج
کے بعد ہوا اور آپ کو حجون کے قبرستان میں دفن کیا گیا
اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود ان کی لحد میں تھے
اور اس وقت میت پر جنازہ کا حکم نہیں تھا اہ اور
امام ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں حضرت اسعد بن زرارة
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے احوال میں واقدی کے حوالے سے
لکھا ہے کہ ان کا وصال ہجرت کے بعد نویں مہینے کے آخر میں ہوا،

اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور بقول واقدی یہ شوال کا مہینہ تھا، بغوی نے کہا کہ ہجرت کے بعد سب سے
پہلے اسی صحابی کا وصال ہوا اور یہ پہلے صحابی کی میت تھی جس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھی اہ اور اس
جواب واضح ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۳) از شہرکنہ ۲۳ شوال محرم ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید تھے ہندہ سے مسجد کے اندر زنا کیا نعوذ باللہ من ذلك اب
زید مسجد میں مؤذن رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ زید کو مسجد میں رکھنے کے واسطے کوشش اور حجت کرتے ہیں ان کے
بارے میں کیا حکم ہے؟ بیّنوا تو جروا۔

الجواب

نسأل الله العافية (اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال ہے۔ ت) اگر یہ امر ثابت ہے تو پر ظاہر کہ زید
اجنب فساق و فجار سے ہے اور فاسق کی اذان اگرچہ اقامت شعار کا کام دے مگر اعلام کہ اس کا بڑا کام ہے اُس سے
حاصل نہیں ہوتا، فاسق کی اذان پر وقت روزہ و نمازیں اعتما و جائز۔ لہذا مندوب ہے کہ اگر فاسق نے اذان
دی ہو تو اس پر قناعت نہ کریں بلکہ دوبارہ مسلمان متقی پھر اذان دے، تو جب تک یہ شخص صدق دل سے تائب ہو

اُسے ہرگز مؤذن نہ رکھا جائے مسجد سے جُدا کر دینا ضرور ہے۔ درمختار میں ہے :

جزم المصنّف بعدم صحة اذان مجنون ومعتوه
وصبی لا یعقل قلت وكافرو فمّا لعدم قبول
قوله فی الدیانات^۱
مصنّف نے دیوانے، ناقص العقل اور ناسمجھ بچے کی
اذان کے بارے میں عدم صحت کا قول کیا ہے۔ میں
کہتا ہوں کہ کافرو فاسق کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ امور دنیویہ
میں ان کا قول قابل قبول نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

المقصود الاصلی من الاذان فی الشرع الاعلام
بدخول اوقات الصلاة، ثم صار من شعائر
الاسلام فی کل بلدة او ناحية من البلاد الواسعة
فمن حیث الاعلام بدخول الوقت وقبول قوله
لا بد من الاسلام والعقل والبلوغ والعدالة
فاذا اقصفت المؤذن بهذه الصفات یصح اذانه
والافلا یصح من حیث الاعتماد علیہ او اقامته
حیث اقامة الشعائر النافیة للاثم عن اهل
البلدة فیصح اذان الكل سوى الصبی الذی
لا یعقل فیعاد اذان الكل ند باعلی الاصح كما
قد مناه عن القهستانی اه ملخصا۔

اور جو اُس کی حمایت میں فضول حجت کرتے ہیں امر ناحق کے مددگار بنتے ہیں انھیں باز آنا چاہئے۔ اللہ عزوجل
فرماتا ہے : وَلَا تَكُنْ لِلْخَاسِثِينَ خَصِيْمًا خیانت کرنے والوں کا وکیل نہ بن۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۳۸۸ھ از نقشبندی محلہ بریلی مسؤلہ منشی احمد حسین صاحب ۱۰ رجب ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین صلاۃ کے بارہ میں کہ بروز جمعہ بعض مسجدوں میں لوگوں نے بعد اذان کے صلاۃ کا

۱/۶۴	مطبوعہ مجتبیٰ دہلی	باب الاذان	۱۔ الدر المختار
۱/۲۹۰	مصطفیٰ البانی مصر	باب الاذان	۲۔ ردالمحتار

معمول رکھا ہے اکثر آدمی اذان سن کر مسجد میں فوراً حاضر نہیں ہوتے صلاۃ کے منتظر رہتے ہیں جب اذان سے کچھ دیر کے بعد صلاۃ ہوتی ہے تو مسجد میں حاضر ہوتے ہیں یہ فعل جائز ہے یا ناجائز، اور بعد اذان کے مسجد کے اندر سے کسی باہر کے شخص کو نماز کے واسطے پکارنا درست ہے یا نا درست؟

الجواب

صلاۃ جائز ہے مگر جمعہ کے دن اذان اول سن کر نہ آنا حرام ہے ہو الصحيح المعتمد کما فی الدر المختار وعتیدہ (صحیح اور معتد ہی ہے جیسا کہ در مختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اگر صلاۃ کی وجہ سے یہ سُستی ہو جمعہ کے دن صلاۃ کا ترک کرنا ضرور ہے بعد اذان باہر والے کو آواز دینے میں حرج نہیں جب کوئی محذور شرعی نہ ہو مثلاً بعد شروع خطبہ آواز دینا حرام ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۹) از ہنگالہ ضلع پابندہ ڈاکخانہ سراج گنج موضع بھنگا باڑی مرسلہ منشی عنایت اللہ صاحب

۶ شوال ۱۳۱۶ھ

ماقولکم مرحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ جمعہ کے دن دونوں اذان باواز بلند چاہئے یا اول باواز بلند اور ثانی پست کر کے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

دونوں اذانیں پوری آواز سے خوب بلند کی جائیں جس طرح اذان میں سنت ہے آج کل جو عوام دوسری اذان کو کہ خطبہ کے وقت ہوتی ہے پست آواز سے مثل تکبیر کے کہہ لیتے ہیں محض جہالت ہے اس سے سنت ادا نہیں ہوتی، اصل اذان زمانہ اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و زمانہ صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہی تھی، پہلی اذان امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زائد فرمائی ہے کما ثبت فی الصحیحین وغیرہما (جیسا کہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ثابت ہے۔ ت) واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۰) اگر نمازیوں کو نماز کے وقت سے گھنٹہ آدھ گھنٹہ پہلے ان کی اجازت سے یا بغیر اجازت اُن کے مکانوں پر جا کر فجر کی نماز کے واسطے بتا کید جگا دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

نماز کے لیے جگانا موجب ثواب ہے مگر وقت سے اتنا پہلے جگانے کی کیا حاجت ہے البتہ ایسے وقت جگانے کو استنجا، وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر سُنتیں پڑھے اور تکبیر اولے میں شامل ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۱) اذان مسجد میں صبح کاذب میں کہنا چاہئے یا صبح صادق میں؟

الجواب

ہمارے مذہب میں اذان قبل وقت جائز نہیں اگرچہ فجر کی ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۲) ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں صلاۃ پکارنا عیدین و جمعہ میں کیسا ہے؟ بیٹو! تو جبروا۔

الجواب

عیدین میں "الصلوۃ جامعۃ" کہا جائے، اور جمعہ میں تثنیہ حسب استحسان متاخرین جائز ہے اور تحقیق یہ ہے کہ وہاں کے نمازیوں کی حالت و مصلحت پر نظر کی جائے اگر وہ لوگ اذان سن کر خود جمع ہو جاتے ہیں تو تثنیہ ہرگز نہ کہی جائے کہ ان سے یہ عادت حسنہ چھڑ کر انتظار تثنیہ کا خوگر کر دینا ہوگا اور جہاں ایسا نہیں بلکہ اُس کی حاجت اور اُس کے فعل میں مصلحت ہے وہاں کہی جائے ہذا هو التحقیق و بدی حاصل التوفیق (تحقیق یہی ہے اور اس سے مطابقت حاصل ہو جاتی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۴۳) سو آئے اذان کے آواز دینا کہ چلو جماعت تیار ہے یا کسی نمازی پتہ وقت یا امام کو آواز دینا یا روز کے نمازی آنے والوں کا وقت آخر تک انتظار کرنا کیسا ہے؟ بیٹو! تو جبروا۔

الجواب

آخر وقت تک انتظار کرنا بایں معنی کہ وقت کراہت آجائے مطلقاً مکروہ ہے اور وقت استحباب تک اگر قوم حاضر ہے اور شخص فقط مرد شریر نہیں جس سے خوف ایذا ہو اور انتظار حاضرین پر ثقیل ہوگا تو قدر سنت سے زیادہ انتظار مکروہ ہے اور اگر ابھی لوگ حاضر ہی نہیں یا ملتفت سے ترک انتظار میں خوف ایذا ہے یا سب حاضرین انتظار پر بدل راضی ہیں تو حرج نہیں اور بقدر سنت تو انتظار ہمیشہ ہی چاہئے جب تک وقت کراہت نہ آئے انتظار مسنون، جو عوام میں بقدر چار رکعت کے مشہور ہے بے اصل ہے بلکہ اس کی حد غیر مغرب میں یہ ہے کہ اذان سن کر جسے وضو نہ ہو وضو کرے کھاتا ہو تو اس سے فارغ ہو جائے حاجت کی ضرورت ہو تو اس سے انقراغ و طہارت کے بعد حاضر مسجد ہو جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۴۴) از مدرسہ اشاعۃ العلوم دوم جمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید دعویٰ کرتا ہے کہ جب تک سب مقتدی کھڑے نہ ہوں اور صفت سیدی نہ ہو اور امام اپنی جان نماز پر کھڑا نہ ہو تب تک اقامت نہ کہی جائے اور عمرو دعویٰ کرتا ہے کہ مقتدی اور امام کو پہلے ہی سے کھڑا ہونا ضروری نہیں بلکہ اقامت شروع کی اور مؤذن "حی علی الفلاح"

تک پہنچ جائے اُس وقت امام و مقتدی کھڑے ہو جائیں اور جس وقت ”قد قامت الصلاة“ کہے تب امام تکبیر کے اب ان دونوں میں کون حق پر ہے، دیگر صورت مسئلہ یہ ہے اگر کوئی شخص نماز جمعہ میں امام کو تشہد میں پائے یا سجدہ سہویں اب جمعہ اُس کا ادا ہو گیا یا نہیں؟

الجواب

عمرو حق پر ہے کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علماء حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے وہ اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے یہاں تک کہ تکبیر ”حی علی الفلاح“ تک پہنچے اُس وقت کھڑا ہو، وقایہ میں ہے:

يقوم الامام والقوم عند حي على الصلاة و
يشرع عند قد قامت الصلاة
محيط و ہندیہ میں ہے:

يقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حي
على الفلاح عند علمائنا الثلاثة هو الصحيح
ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک جب اقامت کہنے والا ”حی علی الفلاح“ کہے تو اس وقت امام اور تمام نمازی کھڑے ہوں اور یہی صحیح ہے۔ (د ت)

جامع المضمرات و عالمگیری و رد المحتار میں ہے:

اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار قائماً
ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن قولاً
”حی علی الفلاح“
جب کوئی نماز قی تکبیر کے وقت آئے تو وہ بیٹھ جائے کیونکہ کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے پھر جب مؤذن ”حی علی الفلاح“ کہے تو اس وقت کھڑا ہو۔ (د ت)

اسی طرح بہت کتب میں ہے۔

اقول ولا تعارض عندی
بین قول الوقایة و اتباعها یقومون عند
”حی علی الصلاة“ و المحيط و المضمرات
و من معهما عند ”حی علی الفلاح“ فاننا اذا
اقول: صاحب وقایہ اور ان کے متبعین
”حی علی الصلاة“ کے موقع پر کھڑا ہونے کا قول
کرتے ہیں اور صاحب محیط، مضمرات اور ان کی
جماعت ”حی علی الفلاح“ کے وقت کھڑا ہونے کا قول

حملنا الاول على الانتهاء والاخر على الابتداء
اتحد القولان اى يقومون حين يتم المؤذن
على الصلاة ويأتى على الفلاح وهذا ما
يعطيه قول المضممرات يقوم اذا بلغ المؤذن
على الفلاح ولعل هذا اولى مما في
مجمع الانهر من قوله وفي الوقاية ويقوم
الامام والقوم عند حى على الصلاة اى
قبيله اه

کرتے ہیں میرے نزدیک ان میں کوئی تعارض نہیں
اس لیے کہ جب ہم پہلے قول کو انتہا اور دوسرے کو ابتدا
پر محمول کریں تو دونوں قولوں میں اتحاد حاصل ہو جاتا ہے
یعنی جب مؤذن "حی علی الصلاة" پورا کر کے حی علی
الفلاح کہے تو کھڑے ہو اور اس کی تائید مضممرات کے
ان الفاظ سے ہوتی ہے "اس وقت کھڑا ہو جب
مؤذن حی علی الصلاة پر پہنچے اور یہ اس سے بہتر ہے
جو مجمع الانهر میں اس کا قول ہے، وقایہ میں ہے کہ

امام اور نمازی حی علی الصلاة کے وقت یعنی اس سے تھوڑا سا پہلے کھڑے ہوں اھ - (ت)

یہ اس صورت میں ہے کہ امام بھی وقت تکبیر مسجد میں ہو، اور اگر وہ حاضر نہیں تو مؤذن جب تک اُسے
آتا نہ دیکھے تکبیر نہ کہے نہ اُس وقت تک کوئی کھڑا ہو لفظہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا تقوموا حتى
ترونی (کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: تم نہ کھڑے ہوا کرو یہاں تک کہ مجھے دیکھو۔ اور
پھر جب امام آئے اور تکبیر شروع ہو اس وقت دو صورتیں ہیں اگر امام صفوں کی طرف سے داخل مسجد ہو تو جس صف سے
گزرتا جائے وہی صف کھڑی ہوتی جائے اور اگر سامنے سے آئے تو اُسے دیکھتے ہی سب کھڑے ہو جائیں اور اگر
خود امام ہی تکبیر کے وقت تک پوری تکبیر سے فارغ نہ ہوئے مقتدی اصلاً کھڑے نہ ہوں بلکہ اگر اس نے تکبیر مسجد سے
باہر کی تو فراغ پر بھی کھڑے نہ ہوں جب وہ مسجد میں قدم رکھے اُس وقت قیام کریں، ہندیہ میں بعد عبارت مذکور ہے،

اگر امام مسجد سے باہر ہو اگر وہ صفوں کی جانب سے
مسجد میں داخل ہو تو جس صف سے وہ گزرے وہ
صف کھڑی ہو جائے، شمس الائمہ حلوانی، سرخسی
شیخ الاسلام خواہر زادہ اسی طرف گئے ہیں، اور
اگر امام اُن کے سامنے سے مسجد میں داخل ہو تو اُسے
دیکھتے ہی تمام مقتدی کھڑے ہو جائیں، اگر مؤذن
اور امام ایک ہی ہے پس اگر اس نے مسجد کے اندر

فاما اذا كان الامام خارجا من المسجد فان
دخل المسجد من قبل الصفوف فكلما
جاوز صفقا قام ذلك الصف واليس مال
شمس الائمہ الحلوانی والسرخسی وشیخ
الاسلام خواہر زادہ وان كانت الامام
دخل المسجد من قدامهم يقومون كما
سأوا الامام وان كان المؤذن والامام واحدا

فان اقام في المسجد فالقوم لا يقومون
 ما لم يفرغ عن الاقامة وان اقام خارج
 المسجد فشايعنا اتفقوا على انهم لا يقومون
 ما لم يدخل الامام المسجد ويكبر الامام
 قبيل قوله قد قامت الصلاة قال الشيخ
 الامام شمس الانمة الحلواني وهو الصحيح
 هكذا في المحيط۔

ہی تکبیر کی تو قوم اس وقت تک کھڑی نہ ہو جب تک
 وہ تکبیر سے فارغ نہ ہو جائے اور اگر اس نے
 خارج از مسجد تکبیر کی تو ہمارے تمام مشائخ اس پر
 متفق ہیں کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب
 تک امام مسجد میں داخل نہ ہو اور امام قد قامت
 الصلاة سے تھوڑا پہلے تکبیر تحریمہ کے امام شمس الانمة
 حلوانی کہتے ہیں کہ یہی صحیح ہے، محیط میں سی طرح ہے۔ (ت)

جمعہ بھی ہمارے امام کے نزدیک اس بارے میں مثل اور نمازوں کے ہے۔ سلام سے پہلے جو شریک ہو لیا اس نے
 جمعہ پالیا وہی رکعت پڑھے، درمختار میں ہے،

من ادركها في تشهد او سجود سهو على القول
 به فيها يتمها جمعة خلا فالمحمدؐ۔

جس شخص نے جمعہ کی نماز میں تشهد یا سجدہ سہو میں اس
 قول پر جو جمعہ میں سجدہ سہو کا قول کرتے ہیں امام کو پایا

والله تعالى اعلم۔
 (۳۴۵) م۔

تو وہ نماز کو جمعہ کے طور پر پورا کرے اس میں امام محمد کا اختلاف ہے۔ (ت)

مسئلہ ایک طالب علم اذان میں ہی علی الصلاة ایک بار دہنی طرف منہ پھیر کر کہتے ہیں اور پھر بائیں
 طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الفلاح کہتے ہیں اور پھر دہنی طرف منہ پھیر کر ایک بار حی علی الصلاة
 اور پھر بائیں طرف منہ پھیر کر حی علی الفلاح کہتے ہیں اور اس طرح اذان دینے کو افضل کہتے ہیں اور حاشیہ
 ہدایہ کا حوالہ دیتے ہیں کہ اس میں اس طرح آیا ہے، یہ قول اُن کا درست ہے یا نہیں؟ اور اس طرح اذان
 دیا کریں یا نہیں؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

یہ محض غلط و خلاف سنت ہے، علمگیریہ و محیط سرخی میں ہے، یوتب بین کلمات الاذان و
 الاقامة کما شرع (کلمات اذان و تکبیر میں اسی ترتیب کا قائم رہنا ضروری ہے جس پر مشروع ہوئے ہیں۔ ت)
 مسند احمد و سنن ابی داؤد و غیر سہا میں عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث تعلیم اذان میں ہے

۱۔ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان والاقامة الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۷/۱
 ۲۔ درمختار کتاب الصلوة باب الجمعة مجتبیٰ دہلی ۱۱۳/۱
 ۳۔ فتاویٰ ہندیہ الفصل الثانی فی کلمات الاذان الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵۶/۱

فرشتے نے کہا یوں کہا کرو (کلمات اذان یہ ہیں) :

اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ،
اشہد ان محمدًا رسول اللہ، اشہد ان محمدًا رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ
حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔

عبداللہ بن زید نے فرمایا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے عرض کی، حضور نے فرمایا:
ان هذه لروايات حق ان شاء الله تعالى، ثم إن شاء الله تعالى في جواب بيشك حتى ہے پھر
امر بالتأذين، فكان بلال صولي ابى بكر يؤذن رسول الله صلي الله تعالى عليه وسلم نے بلال صولي
ابى بكر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اذان کا حکم دیا وہ بذلك۔

اس طور مذکور پر اذان دیا کرتے تھے۔

صحیح مسلم و سنن نسائی وغیرہما میں ابو محمد ورَضِی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اذان تعلیم فرمائی اس میں بھی شہادتین کے بعد یوں ہی ہے :

حی علی الصلوٰۃ، حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، اللہ اکبر،
اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ۔

غرض دونوں حی علی الصلوٰۃ ایک ساتھ، پھر دونوں حی علی الفلاح ایک ساتھ پڑھنے میں کوئی
شک نہیں، ہاں بعض علما نے منہ پھیرنے میں یہ طریقت رکھا ہے کہ ایک بار دہنی طرف کے حی علی الصلوٰۃ
پھر اسی کو بائیں طرف کے، پھر ایک بار دہنی طرف کے حی علی الفلاح پھر اسی کو بائیں طرف کے، فتح القیر
حاشیہ ہدایہ میں اسی کو ترجیح دی، مگر صحیح وہی ہے کہ دونوں بار حی علی الصلوٰۃ دہنی طرف کہہ کر
دونوں بار حی علی الفلاح بائیں طرف کے۔ رد المحتار میں ہے: يلتفت فيهما يمينًا بالصلوة ويسارًا
بالفلاح وهو الاصح (اصح یہ ہے دونوں میں حی علی الصلوٰۃ کے وقت دائیں طرف حی علی الفلاح
کے وقت بائیں طرف منہ پھیرے۔ ت) فتاویٰ عن المنية "وهو الصحيح كما في البحر والتبيين" اور
صحیح یہی ہے جیسا کہ بحر تبیین میں ہے۔ ت) وقال مشايخ مروية في كل، قال في الفتح

۴۲/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	باب کیف الاذان	۱/ سنن ابی داؤد
"	"	"	"
۶۵/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	باب بدر الاذان	۱/ صحیح مسلم

الشافی اوجہ و مردہ الرضی بانہ خلافت المصیح المنقول عن السلف اہ باخصصار
مشایخ مرویہ کہا ہے کہ ہر ایک میں دائیں اور بائیں منہ پھیرے (جیسے کہ تستانی میں ہے) فتح میں ہے کہ دوسرا قول اوجہ
ہے، اور علی نے اس کا رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ اسلاف سے منقول صحیح قول کے منافی ہے اہ اختصار۔ ت، واللہ

تمالے اعلم
مر (۳۶) ۱۳۲۲ھ

۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ

بعد اذان کے پھر کسی خاص شخص کو پکارنا بالخصوص خودی والے کو درست ہے یا نہیں؟

الجواب

بعد اذان کے سلطان اسلام وقاضی شرع وعالم دین کی خدمتوں میں مؤذن دوبارہ اطلاع کے واسطے
مؤذبانہ حاضر ہو یہی سنت ہے باقی لوگوں میں اگر سامنے سے گزریں تو کہہ دینا کہ نماز کو آؤ جماعت تیار ہے، یا مسجد کو
جاتے راہ میں جو ملیں انہیں تاکید کرتے آنا مضائقہ نہیں رکھنا مگر گھر پر آدمی بھیج کر بلانے کی حاجت نہیں خصوصاً خودی
والے متکبر کو کہ متکبر شرعاً مستحق توہین ہے نہ لائق رعایت جبکہ مظنہ فتنہ نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم
مر (۳۷) ۱۳۲۲ھ منشی عبدالقادر صاحب عیسوی

یہاں یہ دستور ہے کہ نماز پنجگانہ عیدین و نماز جنازہ میں شہرہ یا اہ رقبہ وغیرہ سب جا صلاۃ صلاۃ
پکار کر کہتے ہیں یہ صلاۃ پکارنا کیسا ہے کس زمانہ و کن بزرگوں سے ابتدا جاری ہے اس کے پکارنے سے نمازیں
خلل ہے یا نہیں، یہاں چند صاحبان صلاۃ پکارنا بدعت یعنی ناجائز سمجھتے ہیں ازراہ مہربانی جواب تحریر کریں۔

الجواب

عیدین میں الصلاۃ جامعۃ (نماز کی جماعت تیار ہے۔ ت) یا واز بلند دو بار پکارنا مستحب ہے
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے،

یہ تحب ان ینادی لہا الصلوۃ جامعۃ یہ آواز دینا کہ جماعت تیار ہے بالاتفاق
بالاتفاق ہے مستحب ہے۔ (ت)

سوائے مغرب ہر نماز میں صلاۃ پکارنا یعنی دوبارہ اعلان کرنا ائمہ متاخرین نے مستحب رکھا ہے بلکہ

۲۸۵/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر	باب الاذان	لہ رد المحتار
۲۱۰/۱	توریر رضویہ سکھر		لہ فتح القدر
۳۰۰/۳	مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان	الفصل الثالث من باب صلاۃ العیدین	لہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ

ورمختار میں سب نمازوں کی نسبت لکھا،

يثوب بين الاذان والاقامة في الكل للكل
بما تعارفوه ^۱ ردالمحتار میں ہے،

قوله في الكل اي كل الصلوات لظهور التوافي
في الامور الدينية قال في العناية احدث
الساخرون التثويب بين الاذان والاقامة على
حسب ما تعارفوه في جميع الصلوات سوى
المغرب مع ابقاء الاول يعني الاصل وهو
تثويب الفجر وما رآه المسلمون حسنا فهو
عند الله حسن ^۲ اه

متعارف طریقہ پر تمام نمازوں میں ہر ایک کے لیے اذان
اقامت کے درمیان تثویب کنی چاہئے۔ (ت)
"فی الكل" سے مراد یہ ہے کہ تمام نمازوں میں تثویب کے
کیونکہ دینی امور میں سستی غالب آپکی ہے۔ عناية میں
ہے کہ متاخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے
ہوئے مغرب کی نماز کے علاوہ ہر نماز کی اذان اقامت
کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو جاری کیا ہے
اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی
بہتر ہوتا ہے (ت)

نماز جنازہ میں حرمین شریفین میں دستور ہے کہ مؤذن باواز بلند کہتے ہیں : الصلاة على الميت يرحمكم
الله (میت پر نماز جنازہ ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) اور یہ سب اس آیت کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ
من احسن قولاً ممن دعا الى الله ^۱ اصل کے کلموں کی بات بہتر جو اللہ کی طرف بلائے (رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :
من دعا الى الهدى فله اجره واجر من
تبعه ^۲

اور زعم بدعت کا رد ہزار بار ہو چکا، ہر نو پسند بات ناجائز نہیں ورنہ خود مد ر سے بنانا، کتہا میں
تصنیف کرنا، صرف ونحو وغیرہا علوم کہ زمانہ رسالت میں نہ پڑھے جاتے تھے پڑھنا پڑھانا سب حرام ہو جائے
اور اسے کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا خود یہ اہل بدعت ہزار با جدید باتیں کرتے ہیں کہ زمانہ رسالت میں اس
ہیئت کذاتی سے موجود نہ تھیں، بعدہ کو حادث ہوئیں مگر اپنے لیے جو چاہیں ملال کر لیتے ہیں واللہ سبغہ و تعالیٰ

۱۔ الدر المختار باب الاذان مطبوعہ مجتبیٰ دہلی ۶۳۶/۱

۲۔ ردالمحتار مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۲۸۶/۱

۳۔ القرآن ۳۳/۴۱

۴۔ مسلم شریف باب من سن سنة الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۴۱/۲

نوٹ : مسلم شریف کے الفاظ یوں ہیں من دعا الى هدى كان له من الاجر مثل اجر من تبعه لا ينقص
ذلك من اجورهم شيئاً الخ۔ تذاہیر احمد سعیدی

اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

مسئلہ (۳۳۸) از من و علمداری پرتگال مسئلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اقامت کے قبل درود شریف بآواز بلند پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اقامت یعنی تکبیر شروع کر دیتا ہے کہ جس سے عوام کو معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف اقامت کا جز ہے اور عموماً درود شریف نہیں پڑھتا صرف اقامت کہتا ہے تو زید کو یہ فعل اس کا ناپسند آتا ہے اور اصرار سے اس کو پڑھنے کو کہتا ہے اس صورت میں درود شریف ہر سے پڑھنا اور زید کا اصرار کرنا کیسا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں عرج نہیں مگر اقامت سے فصل چاہئے یا درود شریف کی آواز آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز ہے اور عوام کو درود شریف جز اقامت نہ معلوم ہو، رہا زید کا عموماً پراصرار کرنا وہ اصلاً کوئی وجہ شرعی نہیں رکھتا یہ زید کی زیادتی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۳۹) از کیمپ میرٹھ کوٹھی خان بہادر کرہ شیخ علاء الدین صاحب مسئلہ سید حسن صاحب

۱۲ رمضان المبارک ۱۳۲۶ھ

باعث استفسار یہ ہے کہ اگر جمع کی اذان لوگوں کو سحری کے وقت کے اقامت سے آگاہی کے واسطے صبح صادق نکلنے سے آٹھ یا دس منٹ پہلے دے دی جائے تو اس میں کوئی عرج تو نہیں ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

اذان وقت سے پہلے دینی مطلقاً ناجائز و ممنوع ہے، تبیین الحقائق میں ہے؛

لا یؤذن قبل الوقت ویعاد فیہ و انکار السلف علی من یؤذن بلیل دلیل علی انه لم یجوز قبل الوقت

قبل از وقت اذان نہ دی جائے اور اگر دے دی جائے تو وقت کے اندر پھر لوٹائی جائے اور اسلاف کارات کو اذان دینے والے پر انکار اس بات کی دلیل ہے کہ

قبل از وقت اذان جائز نہیں۔ (ت)

البحر الرائق میں ہے: لا یجوز قبلہ (قبل از وقت اذان جائز نہیں۔ ت) ختم سحری کے لیے صلاۃ وغیرہ کوئی اور اصطلاح مقرر کر سکتے ہیں اور وہ بھی چار پانچ منٹ سے زیادہ وقت صبح سے مقدم نہ ہو کہ تاخیر سحر سنت اور اس میں برکت ہے اور زیادہ اول سے منع کر دینا فتوائے باطل و بدعت و خلاف شریعت ہے پھر یہ بھی اس کے لیے ہے

تبیین الحقائق باب الاذان مطبوعہ المطبعة الکبریٰ الامیریہ مصر ۹۳/۱

البحر الرائق " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۶۲/۱

جو وقت صحیح جانتا ہو نہ وہ جو آج کل کی عام جنتریوں میں چھپا یا چھپتا ہے کہ اکثر باطل وضلالت ہے انھیں میں سے میرٹھ کی دوامی جنتری بھی سراپا غلط و بطلان ہے یوں ہمیشہ رات کا فلاں معین حصہ چھوڑنا محض نادانی و جہالت ہے ان محل الفاظ کی تشریح اول طبع ہو چکی اور بعض فتوائے دیگر مفصلہ سے معلوم ہوگی بعونہ تعالیٰ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۵۰ از ملک گجرات بھڑوچ محلہ گھونسوارہ آملہ مسجد مدرسہ محمد الدین مجددی، اجمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سنت جمعہ پڑھنے کے لیے ملک گجرات کے بعض مقام میں جو ایک صلاۃ سنت قبل جمعہ پڑھنے کے واسطے مؤذن بلند آواز سے روز جمعہ کے پکارتا ہے اور بقیر صلاۃ سنت قبل الجمعہ پکارنے کے سنت قبل الجمعہ کی لوگ نہیں پڑھتے اور اس صلاۃ سنت قبل جمعہ کا مسجد میں جمع ہو کر انتظار کرتے ہیں مگر مؤذن یہ صلاۃ سنت کی پکارے تو سنت قبل جمعہ پڑھیں الفاظ یہ ہیں: والصلاۃ سنتہ قبل الجمعة الصلاۃ مرحمکم اللہ (جمعہ سے پہلی سنتیں ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) کیا ان الفاظ سے صلاۃ کہنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے اور کس مجتہد نے اسلام میں اس کو جاری کیا ہے اور یہ صلاۃ سنت قبل الجمعہ اگر کوئی شخص نہ پکارے اور سنتیں جمعہ کی پڑھ لے تو سنتیں ہو جاتی ہیں یا نہیں اور نہ پکارنے سے مرتکب گناہ کا ہوگا یا نہیں، نماز جمعہ اور سنت جمعہ میں بھی نہ پکارنے سے قصور لازم آتا ہے یا نہیں، اور نہ کہنے والا مذہب امام عظیم کا مقلد رہتا ہے یا وہابی نجدی ہو کر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، کیا وہ بے ایمان ہو جاتا ہے، کیا توثیب جس کو فقہائے حنفیہ نے مستحسن فرمایا ہے وہ یہی صلاۃ سنت قبل الجمعہ ہے یا اس کی کوئی اور صورت ہے؟ مستند کتب حنفیہ سے ثبوت مع دلائل تحریر فرما کر اجر عظیم پائیں مہر مع دستخط علمائے کرام ثبت ہو۔

الجواب

توثیب جسے ہمارے علمائے متاخرین نے نظر بحال زمانہ جائز رکھا اور مستحب و مستحسن سمجھا وہ اعلام بعد اعلام اور اس کے لیے کوئی صیغہ معین نہیں بلکہ جو اصطلاح مقرر کر لیں اگرچہ انھیں لفظوں سے کہ الصلاۃ السنۃ قبل الجمعة الصلاۃ مرحمکم اللہ تعالیٰ (نماز جمعہ سے پہلے سنت نماز ادا کرو اللہ تم پر رحم فرمائے۔ ت) تو اس وجہ پر کہنا زیر مستحب و افضل ہو سکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

یشوب بین الاذان والاقامة فی الكل للكل بما تعارفہ الا فی المغرب۔ اذان واقامت کے درمیان معروف طریقہ ترتیب

کئی جائے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

بما تعارفوه كنت حنح او قامت قامت او الصلوة
الصلوة ولو احدثوا اعلاما مخالفا لذلک جازاً
نهر عن المجتبیٰ
بما تعارفوه سے مراد مثلاً کھانا سنا ، نماز کھڑی ہو گئی ،
نماز کھڑی ہو گئی ، نماز ، نماز ، اور اگر اس کے علاوہ
کوئی الفاظ اطلاع کے لیے مخصوص کر لیے جائیں تو جائز
ہیں۔ نہر نے مجتبیٰ سے نقل کیا ہے۔ (د ت)

اسی میں عنایہ سے ہے :

احداث المتأخرون التثویب بین الاذان و
الاقامة ، علی حسب ما تعارفوه فی جمع
الصلوات سوی المغرب ، مع ابقاء الاول ،
یعنی الاصل ، وهو تثویب الفجر ، و ما
سأه المسلمون حسناً ، فهو عند الله
حسن
کہ متأخرین نے اصل یعنی تثویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے
معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان و
اقامت کے درمیان متعارف طریقہ پر تثویب کو
جاری کیا ہے ، اور جسے مسلمان بہتر جانیں
وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہوتا
ہے۔ (د ت)

مگر اس پر اور باتیں جو اضافہ کیں بے اصل و باطل ہیں : (مثلاً)

- (۱) جب تک یہ صلاۃ نہ پکاری جائے سنت جمعہ نہ پڑھنا۔
- (۲) مسجد میں جمع ہو کر اس پکارنے کا منتظر رہنا گویا سنت قبل الجمعہ کو اذن مؤذن کا محتاج کر رکھا ہے کہ وہ صلاۃ
پکار کر اجازت دے تو پڑھیں یہ بدعت ہے۔
- (۳) بغیر اس کے یہ سمجھنا کہ سنتیں نہ ہوں گی۔
- (۴) نہ پکارنے کو گناہ جاننا۔
- (۵) نہ پکارنے سے نماز جمعہ میں قصور سمجھنا۔
- (۶) نہ پکارنے والے کو تعلیق سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باہر خیال کرنا۔
- (۷) معاذ اللہ اسے وہابی و بے ایمان گمان کرنا یہ پانچوں اعتقاد باطل و ضلال ہیں ان کے معتقدین پر توبہ
فرض قطعی ہے اور ان ساتوں رسوم و خیالات باطلہ کا ہمدم و اعدام لازم ہے۔

القہستانی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سب مل کر نہ کہیں۔ جیسا کہ جلائی اور قمر تاشی میں ہے۔
اس کو قہستانی نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

مسئلہ اولاً از شہر ہٹروچ لال بازار چنار واڑہ مرسلہ عباس میاں صاحب و مولوی علی میاں صاحب ابن مولوی محمد نصر اللہ صاحب صدیقی۔

ثانیاً از احمد آباد محلہ خان پور متصل درگاہ حضرت شاہ وجیہ الدین صاحب علوی مرسلہ جناب شاہ سید احمد صاحب ابن سید غلام وجیہ الدین صاحب علوی ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ

مرشدنا جناب مولانا حاجی مولوی احمد رضا خاں صاحب بعد سلام علیک کے بندہ غلام خاکسار عباس میاں کی طرف سے عرض خدمت بابرکات میں یہ ہے کہ ایک سال سے یہ فتنہ ہمارے شہر میں پڑا ہے کہ جو شخص صدقہ جمعہ کے وہ گناہ کرتا ہے اور بدعتی اُس کو کہتے ہیں اور گمراہ جانتے ہیں اور دلیلیں مولوی خرم علی اور ترجمہ غایۃ الاوطار سے اور ماتہ مسائل کی پیش کرتے ہیں اور مولوی اشرف علی اور گنگوہی کی کتابوں کی سند لاتے ہیں اور آپ کا فتویٰ جو اس خط کے ہمراہ رکھا ہے جس کی مہر میں ۱۳۰۱ھ ہے وہ ہر ایک کو دکھاتے ہیں حضور جو آپ نے ساٹھ اعتقاد باطل و ضلال لکھے ہیں وہ ہمارا کہنا نہیں فقط اتنا ہے کہ روز جمعہ کو نذاجو معمول مدت مدید سے چلا آتا ہے اور اس کے لیے اول ایک رسالہ نور الشموچھپا گیا ہے اس میں لکھا ہے کہ یہ نذاجو ہر ایک مستحسن ہے اور جناب مولوی نذیر احمد خاں صاحب احمد آبادی نے ایک فتویٰ اس نذاکے جواز میں دیا ہے اور تمام کہتے ہیں مدت مدید سے اس کو اب شیخ منہ کرتا اور بدعتی کہنا گناہ بتانا ہے اور جھوٹے سوال لکھتا اور جواب منگواتا ہے غلام گنگوہار ہے خدا آپ بزرگوار کی دعا اور طفیل غوث الوری کے میرے گناہ بخشے آئیں! عباس میاں ولد علی میاں۔

خط ثانی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مجمع الیرکات حامی شرع مبین مولانا واولنا جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب از جانب فقیر حقیر سید احمد علوی الوجہی بعد تبلیغ مراسم نیاز عرض خدمت فیض درجت میں یہ ہے کہ جناب عالی بندہ نے مستشار العلماء لاہور آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے کہ اس اشتہار کو ملاحظہ فرمائیں اس کا بانی کار محمد دین ایک پنجابی ہے پہلے بندہ تھا پھر مسلمان ہوا اور دیوبند و گنگوہ میں جا کر کچھ پڑھائی الحال بہڑوچ میں رہتا ہے اور سلسلہ پیری مریدی کا ضلع بہڑوچ کے گاؤں میں جاری کیا ہے قبلہ عالم نفس تنویب کا یہ شخص منکر ہے کہ تنویب کا ثبوت کسی کتاب حنفیہ سے نہیں یہ بدعت مذمومہ ہے آپ نے تنویب کو اسی مستشار العلماء میں بہت اچھی طرح سے ثابت کر دیا ہے بندہ جب یہ پیش کرتا ہے کہ دیکھو اسی اشتہار میں مولوی صاحب نے

تثویب کو بھلائے کتاب حنفیہ سے ثابت کیا ہے اور تم لوگ نفسِ تثویب کے منکر ہو اور جو شخص پکارتا ہے اس کو بدعتی کہتے ہو، تو وہ اور اس کے لائق جواب دیتے ہیں کہ ایک شخص کے فتوے پر عمل چاہئے یا دس کے ایسے جواب دیتے ہیں، یہ مستشار العلماء اس نے چھو کر تمام گاؤں میں بانٹ دیے ہیں تحریرات سے بہت جلد مشرف فرمانا کہ جو کہدو تہیں ان کے دلوں میں گم گئی ہیں آپ کی تحریر کی برکت سے اللہ پاک دُور فرمائے، آمین۔ رقیمہ نیاز سید احمد علوی الوجہی

الجواب

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم لك الحمد صل على المصطفى وآله وصحبه وبارك وسلم
وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته ہم خادمان دار الافتاء جواب سے پہلے کچھ دیوبندی خیانتیں گزارش کریں جن سے واضح ہو کہ ان حضرات کی حیا و دیانت کس درجہ تک پہنچی ہے اور ایسوں سے مخاطبہ کا کیا موقع رہا ہے اُس کے بعد اصل سوالِ تثویب کا جواب جو بعون الوہاب العظمت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا مجموعہ مبارکہ فتاویٰ رضویہ سے نقل کریں وباللہ التوفیق یہاں خیانت ہائے دیوبندی پر یہ امر یہاں داعی ہو کہ دار الافتاء کا فتویٰ تثویب جمعہ جو جناب کے مسئلہ رسالہ میں محمد دین صاحب یا ان کے طرفداروں نے شائع کیا جس کا سوال دار الافتاء میں ملکِ گجرات شہرِ روبرج محلہ گھونسواڑہ مسجد اہل سنت سے محمد دین مجددی نے بھیجا اور ۱۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۹ھ کو اس کا جواب دار الافتاء سے امضا ہوا جس کی نقل فتاویٰ العظمت کی جلد دوم کتاب الصلواہ میں ہے۔ اس میں شائع کنندہ نے سخت تحریفیں کیں جو کسی حیا دار مسلمان کو زیبا نہیں اور آپ فرماتے ہیں کہ یہ جو رنگِ نو مسلم دیوبند و گنگوہ کے تعلیم یافتہ ہیں تو اس کا تعجب جاتا رہا کہ حضرات دیوبند کا یہ قدیم شیوہ ہے لہذا اطلابِ مسلمین کے لیے اُن کی خیانتوں کا تذکرہ ضرور ہوا کہ مسلمان اُن صاحبوں کی عادت پہچان لیں اور اُن کے ضرر سے محفوظ رہیں، کسی مسئلہ میں ان کے شور غل پر کبھی کان نہ رکھیں کوئی عقل مند ایسی خصلت والوں کی بات پر کان نہیں دھرتا۔

دیوبندی خیانتوں کے نمونے

جو شخص کلمہ پڑھتا اور اللہ کو ایک رسول کو برحق جانتا ہو وہ ایک ساعت انصاف و ایمان کی نگاہ سے ملاحظہ کرے آیا ایسی خیانتیں اہل حق کرتے ہیں یا وہ کلمے باطل والے جو ہر طرح اپنی باطل پروری سے عاجز آ گئے اور ناچار ایسی شرمناک حرکات پر اترے کیا کوئی ذی عقل ایسوں کی کسی بات پر کان دھرتا گوارا کرے گا یا انھیں کسی انسان کا قابل خطاب جانے گا، جو ایمان سے کچھ بھی علاقہ رکھتا ہے وہ ایمان کی نگاہ سے دیکھے اور انصاف کرے

اور ہٹ دھرم بے حیا کا کہیں علاج نہیں، ہم پہلے فتوائے تہذیب میں اُن کی خیانتوں کو ذکر کریں گے کہ یہ سوال اسی سے متعلق ہے پھر ان کے بڑوں کی بھاری خیانتیں زیر ذکر لائیں گے کہ معلوم ہو کہ یہ خوبیاں چھوٹوں نے بڑوں ہی سے سیکھیں ع

اس خانہ تمام آفتاب است

پہلی خیانت فتوائے مبارکہ میں اس عبارت کے بعد کہ اس کے لیے کوئی صیغہ معین نہیں یہ عبارت تھی بلکہ جو اصطلاح مقرر کر لیں اگرچہ انھیں لفظوں سے کہ الصلاة السنة قبل الجمعة الصلاة رحمکم اللہ تو اس وجہ پر یہ کہنا زیر مستحب داخل ہو سکتا ہے بھلا اس کا زیر مستحب داخل ہونا انھیں کب گوارا ہوتا لہذا اسے ایک دم ہضم فرمایا۔

دوسری خیانت عبارت رد المحتار اوقامت تک نقل کر کے الخ بنا دیا حالانکہ فتوائے مبارکہ میں وہ یوں تھی،

اوقامت قامت او الصلاة او الواحدة
اعلا ما مخالفاً لذلك جازاً نه عن المستحب
نماز کھڑی ہو گئی، نماز کھڑی ہو گئی، نماز، نماز،
اگر کوئی اور اصطلاح بھی اطلاع کے لیے بنائی جائے
تو بنا کر ہے یہ نہیں جتنی سے نقل ہے۔ (د)
یہ عبارت المصنفت مجدد مائتہ حاضرہ کے اس ارشاد کی صریح دلیل تھی کہ اس وجہ پر الصلاة السنة قبل
الجمعة کہنا بھی مستحب ہو گا لہذا اسے بھی کتر لیا۔

تیسری خیانت اس کے بعد فتوائے مبارکہ میں یہ عبارت تھی، اسی میں عنایہ سے ہے،
ماحدث المتأخرون التشويب بين الاذان و
الاقامة على حسب ما تعارفوه في جميع
الصلوات سوى المغرب مع ابقاء الاول
يعني الاصل وهو تشويب الفجر وما سواه
المسلمون حسناً فهو عند الله حسن
متأخرین نے اصل یعنی تشویب فجر کو باقی رکھتے ہوئے
معروف طریقہ پر مغرب کے علاوہ ہر نماز کی اذان و
اقامت کے درمیان متعارف طریقت پر تشویب کو
جاری کیا ہے، اور جسے مسلمان بہتر جانیں وہ اللہ تعالیٰ
کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے۔ (د)
یہ بھی اسی جرم پر اڑا لی گئی کہ اُس میں بھی اس کی دلیل کو علی حسب ما تعارفوه موجود تھا۔

چوتھی خیانت فتوے مبارکہ میں تھا یہ پانچوں اعتقاد باطل و ضلال ہیں اس میں ساتوں اعتقاد بنائے گئے کہ اگر پانچ اعتقاد اخیر جو مسلمانوں کی طرف نسبت کیے ثابت نہ ہو سکیں تو انکی دو باتوں کو بھی بزور خیانت اعتقاد میں داخل کر کے مسلمانانِ بیٹروچ اہل سنت کا فاسد العقیدہ ہونا بتا سکیں۔

پانچویں خیانت اس کے اخیر میں اعلیٰ حضرت کی مہر بہ چھاپی ^{۱۳۰۱} محمدی سنی حنفی قادری عبدالمصطفیٰ احمد رضا خاں یہ مہر بھی اپنی طرف سے بنالی یہ مہر ۱۳۱۲ھ میں گم ہو گئی تھی تو ۱۳۲۹ھ کے فتوے میں کہاں سے آئی بلکہ اس پر ۱۳۲۸ھ کی مہر تھی جو اصل مسئلہ کے جواب پر اخیر میں آپ ملاحظہ کریں گے اس میں یہ شعر کندہ ہے : س

یا مصطفیٰ یا سر حمۃ الرحمن

یا مرتضیٰ یا غوثنا الجیلانی

غالباً انہیں کلمات طیبہ کی ناگواری اشاعت کنندہ کو تبدیل مہر پر باعث ہوئی۔

چھٹی خیانت ایک ان کی خیانتوں پر کیا تعجب عام دیوبندیوں خصوصاً ان کے بڑوں کا قدیم سے یہی مسلک ہے ، ایک صاحب مذہباً دیوبندی سکنا رام پوری سُنی بن کر یہاں آئے بعض مسائل لکھوائے نقل کیے فتاویٰ مبارکہ کی کتاب المعطر عطا ہوئی ایک مسئلہ میں جس کا سوال محمد گنج سے عبد القادر خاں رام پوری نے بھیجا تھا اور اس میں پانچ سوال تھے ، سوال چہارم یہ تھا تین برس کے بچے کی فاقہ دو بجے گی ہونا چاہئے یا سوم کی ، اس کا جواب اعلیٰ حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا شریعت میں ثواب پہنچانا ہے دوسرے دن یا تیسرے دن ، باقی یہ تعینیں عربی میں جب چاہیں کریں انہیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ ان بزرگ نے بین السطور میں موئے قلم سے کہ وہی اس وقت ایک بچے سے انہیں مل سکا جہالت ہے کے بعد لفظ و بدعت اور بڑھادیا وہ اب تک فتاویٰ مبارکہ میں غیر قلم کا سطر سے اوپر لکھا ہوا موجود ہے فتاویٰ مبارکہ کی جلد ہشتم کتاب المعطر ص ۳۱ ملاحظہ ہو لطف یہ کہ علیہ بھی کرنے کو ہنر چاہئے جہالت سے یہ لفظ جہالت ہے کے بعد بڑھادیا اور و بدعت عطف واو سے رکھا کہ جملہ اردو پر جملہ فارسی کا عطف ہو گیا جو ہرگز اعلیٰ حضرت بلکہ کسی زبان دان کا بھی محاورہ نہیں ، افتراء کرنا تھا تو لفظ جہالت کے بعد و بدعت بڑھادیا ہوتا کہ لفظ مفرد عربی پر اس کے مثل کا عطف واو سے ہوتا ، طرہ یہ کہ مجموعہ فتاویٰ گنگوہی صاحب حصہ اول میں ان کے حوالیوں نے مجدد المائتہ الحاضرہ کا یہ فتویٰ مع زیادت مفری چھاپ دیا اور اس میں منہ پر یوں بنا دیا جہالت و بدعت ہے ان کو سُوجھی کہ عبارت یوں ہونی چاہئے تھی۔

ساتویں خیانت ظلم و ظلم یہ کہ فہرست میں یوں لکھا فتوے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی تعین سوم کی جہالت اور بدعت ہونے میں ، حالانکہ فتوے اقدس میں تصریح تھی جب چاہیں کریں یاں دو بجے یا تیجے کی گنتی ضروری جاننے کو ضرور جہالت فرمایا تھا کہاں یہ کہ خاص اس تعین کو ضروری جاننا جہالت ہے اور کہاں یہ

کہ سرے سے یقین ہی جہالت و بدعت ہے اُن رام پوری دیوبندی نے خیانت لفظی کی تھی ان دیوبندیوں نے دیکھا کہ کام اب بھی نہ چلا اصل سوم تو جائز ہی رہا، لہذا یوں اس کے ساتھ خیانت معنوی کا گنہہ جوڑا ملا دیا، غرض یہ

میں ایک ہو عیار ہو جو آج ہو تم ہو
بندے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے

اکھٹویں خیانت یونہی مجموعہ گنگوہی صاحب حصہ دوم صفحہ ۹۷ پر مجدد المائۃ الحاضرہ کا ایک فتویٰ چھاپا جس میں حاصل سوال یہ تھا کہ جو شخص بے نماز شراب خور دارھی متہ انگستاشی سے جھوٹی روایتیں پڑھنے والا شریعت پر بننے والا ہوا ایسے شخص سے مولود شریف پڑھانا یا منبر پر تعظیماً بٹھانا جائز ہے یا نہیں، اور حاصل ارشاد جواب یہ تھا کہ افعال مذکورہ سخت کبار اور مرکب اشد فاسق اور مستحق ناروغضب رحمن ہے اُسے منبر پر بٹھانا اُس سے مجلس مبارک پڑھانا حرام ہے اور ذکر شریف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم با وضو ہونا مستحب اور بے وضو بھی جائز اگر نیت استغفار کی نہ ہو اور تحقیق کی نیت ہو تو صریح کفر ہے یونہی مسائل شرعیہ کے ساتھ استہزاء کفر ہے یونہی دارھی رکھنے کی توہین مکملہ کفر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ مسلمان دیکھیں کہ اس فتوے مبارک میں ایسے فاسق فاجر بے نمازی شراب خور توہین کنندہ شریعت کو منبر پر بٹھانے کی ممانعت ہے یا معاذ اللہ مطلقاً مجالس میلاد مبارک مروجہ عرب و عجم کا عدم جواز۔ مگر حیا داروں نے عوام کی آنکھوں پر اندھیری ڈالنے کے لیے اس کا سرنامہ یہ لکھ دیا فتویٰ در باب عدم جواز مجلس مولود مروجہ از مجموعہ فتاویٰ قلمی مولوی احمد رضا خاں صاحب، سچ ہے ”بے حیا باش و آنچہ خواہی کن“ (بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کرتا رہ۔ ت) انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نویں خیانت حیا داروں کو اور تیز و تند چرٹھی اسی صفحہ کے حاشیہ پر یوں نے بڑھی تبیین مولوی احمد رضا خاں صاحب کو خوف کرنے کا مقام ہے کہ وہ مجالس مروجہ منموئہ مبتدعہ ولادت کہ جن کو خود ان کے مقتدا نے حرام کیا بلکہ کفر و مستحق ناروغضب رحمن تعالیٰ شانہ لکھتے ہیں۔ مسلمانو! خدا را انصاف، حرام کا لفظ تو آپ دیکھ چکے کہ فاسق شرابی کو منبر پر تعظیماً بٹھانے کی نسبت تھا ظلم یہ کہ مستحق ناروغضب رحمن کہ اُس تارک الصلاۃ شراب خور توہین کنندہ شرع کو کہا تھا بے حیاؤں نے اسے بھی مجالس میلاد مبارک پر بٹھا دیا، مسلمانو! کیا اسی کو دین و دیانت کہتے ہیں صر

آدمیان گم شدند ملک خیانت گرفت

دسویں خیانت مجلس مبارک کو حرام و مستحق ناروغضب جبار بٹھرانے پر بھی دشمنان مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جلتے کلیجے ٹھنڈے نہ ہوئے بلکہ اپنی گھٹیوں میں پڑے ہوئے کفر کی چاشنی یاد آتی اور بحال بے ایمانی اپنی اس بکر فکر کی نسبت اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت سے کر دی کہ وہ مجالس مروجہ کو کھنڈ لکھتے ہیں، سچ ہے جب لعنۃ اللہ علی الکاذبین سے حصہ لیں تو پورا ہی نہ لیں بن پڑے تو ابلیس کے لیے

بھی باقی نہ چھوڑیں۔ مسلمانو! اللہ انصاف، کفر کا لفظ ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین اور شرعیت و سنت پر ہٹنے کی نسبت تھا یا مجالس مبارکہ کی نسبت، مسلمانو! اللہ انصاف، شیطان اس سے زیادہ اور کیا مکر کرتا ہوگا، ”ولا حول ولا قوۃ الا باللہ“ خود اعلیٰ حضرت کے یہاں اُن کے پڑاوا صاحب حضرت مولانا حافظ محمد کاظم علی خاں صاحب بہادر رئیس اعظم قادری رزاقی قدس سرہ الشریف خلیفہ حضرت مولانا شاہ انوار الحق لکھنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وقت سے بلفضہ تعالیٰ آج تک کہ تنویر کمال سے زائد ہوئے مجالس میلاد شریف کا انعقاد کمال اہتمام و اعلان عام کے ساتھ ہوتا ہے بچہ تعالیٰ ہزاروں مسلمان حاضر آئے اور ذکر اقدس حضور پر نور سید یوم النور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیض و شرف پائے ہیں شہر بھر میں معلوم ہے کہ ربیع الاول شریف کی بارہویں خاص اعلیٰ حضرت کے دولت خانہ فیض کاشانہ کے لیے اُسی زمانے سے مخصوص ہے اعلیٰ حضرت کے یہاں اور بھی مجالس میلاد مبارک ہو کر تھیں مگر بارہویں شریف کا پڑھنا خصوصاً خاص ذکر ولادت اقدس روز اول سے خود حضرت باقی مجلس صاحب خانہ کا حصہ ہے جو بعونہ تعالیٰ تنویر کمال سے آج تک ناعد نہ ہوا سو اربع الاول شریف ۱۳۲۴ھ کے کہ اس کی بارہویں مبارک کو اعلیٰ حضرت کچھ اللہ تعالیٰ سرکار اعظم مدینہ طیبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں شرف آستانہ بوسی سے مشرف تھے اُس سال اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط مولوی حاجی محمد حسن رضا خان صاحب حسن قادری برکاتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نیا بہت کی پھر اعلیٰ حضرت اور اُن کے والد ماجد قدس سرہ کے فتاویٰ و مستقل تصانیف اس مجلس مبارک کے استجاب و استحسان میں موجود ہیں، معتقدین اعلیٰ حضرت اس تمام آفتاب عالم تاب سے معاذ اللہ آنکھیں بند کر کے کووں کی شہادت پر دیوبندیوں کی مان لیں گے کہ اعلیٰ حضرت کے نزدیک معاذ اللہ مجلس مبارک حرام بلکہ کفر ہے قتل ہزار تفت مسلمانو! دیوبندی صاحبوں کی دیوبندگی دیکھی پھر دعوائے دین و دیانت باقی ہے، سچن اللہ یہ منہ اور یہ دعوے خیر اتنی اچھی کبھی کہ معتقدین اعلیٰ حضرت کے لیے خوف کا مقام ہے الحمد للہ خوف کا مقام اولیا و صلحاء کو ملتا ہے مگر دیوبندیوں کو نہ خوف خدا نہ شرم رسول دن و ہارے مسلمانوں کی آنکھوں میں خاک جھونکتے پھرتے ہیں کہ اُن کو دھوکے دیں اُن کے عقائد کو فخر پہنچائیں ان کے اکابر کی نیک نامی کو دھبا لگائیں مگر بھلا اللہ ان کی خاک لٹ کر اُنہیں کے منہ اور اُن کے پیشوا حضرت گنگوہی صاحب کی آنکھوں میں پڑی اور پڑتی ہے حق بحقدار رسید۔

گیارہویں خیانت خیرۃ تلک عشرۃ کاسلہ جیسی تھیں اب ان کی وہ لہجے جس کے آگے یہ اور ان جیسی سو خیانتیں اور ہوں تو کان ٹیک دیں وہ کیا وہ رسالہ خبیثہ سیف النقی کے کو تک کہ اعلیٰ حضرت مجدد المائۃ الحاضرہ دام ظلہم العالی کے حضرات عالیہ والدہ ماجدہ و جد امجد و پیر مرشد و حضور پر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام سے کتابیں تراشیں ان کے مطبع گھر لیے صفحے دل سے بنا لیے عبارتیں خود ساختہ لکھ کر اُن کی طرف بے دھڑک نسبت کر کے چھاپ دیں اور سرباز اپنی حیا کی اور ہنی اتار آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بک دیا کہ

آپ تو یوں کہتے ہیں اور آپ کے والد ماجد و جد امجد و پیر و مرشد و غوث اعظم قلاں قلاں کتابوں مطبوعات قلاں قلاں مطابع کے قلاں قلاں صفحہ پر یہ فرماتے ہیں حالانکہ دنیا میں نہ اُن کتابوں کا پتا نہ نشان سب بالکل افتر اور من گھڑت، جرأت ہو تو اتنی تو ہوا اس کا حال العذاب البتیس و ابجاث اخیرہ و رباح القمار وغیرہ میں بار بار چھاپ دیا، اب پھر سن لیجئے اسی رسالہ حبشہ کے صفحہ تین پر ایک کتاب بنام تحفۃ المقلدین العظمیٰ کے والد ماجد اقدس حضرت مولانا مولوی محمد تقی علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے نام سے گھڑی حالانکہ حضرت ممدوح کی کوئی تصنیف اس نام کی نہیں ہے۔

مسئلہ (۳۵۳) از نجیب آباد ضلع بجنور محلہ مجید گنج مسئلہ کریم بخش صاحب ٹھیکیدار ۷ اجمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ ایک بار اذان ہو چکی ہے کسی دوسرے شخص نے لاعلمی میں پھر اذان پڑھنا شروع کر دی درمیان میں کسی ہمسایہ نے اطلاع دی کہ پڑھی جا چکی ہے اب یہ شخص معاً رک جائے یا اذان کو پورا پڑھے۔

الجواب

اگر مسجد محلہ ہے جہاں کے لیے امام و جماعت متعین ہے اور جماعت اولے ہو چکی اور اب کچھ لوگ جماعت کو آئے اور ان کو اذان کی خبر نہ تھی اور شروع کی اور اطلاع ہوئی تو معاً رک جائے اور اگر مسجد عام ہے مثلاً مسجد بازار و سرا و اسٹیشن و جامع تو ہرگز نہ رک کے اذان پوری کر کے عاقبت جماعت ہے اور اگر مسجد محلہ یا عام ہے اور جماعت اولے ابھی نہ ہوئی تو اختیار ہے چاہے رک جائے یا پوری کرے اور اتمام اولے ہے۔

وذلك لان في الاولى اعادة اذان لجماعة
ثانية في مسجد محلة وهو لا يجوز وفي
الثانية اعادة اذان لجماعة اخرى في
مسجد شارع وهو مسنون فلا يترك وفي
الثالثة لانه لا يطلب فخير و اتمام ذكر
شرح فيه افضل لاسيما وقد استحسنوا
التشويب -

اور یہ اس لیے ہے کہ پہلی صورت میں محلہ کی مسجد میں
دوسری جماعت کے لیے دوبارہ اذان دی جا رہی ہے
جو کہ ممنوع ہے اور دوسری صورت میں شارع عام کی
مسجد میں دوسری جماعت کے لیے اذان کا اعادہ ہے
اور یہ مسنون ہے، تیسری صورت میں نہ منع ہے اور
نہ حکم، پس اب اختیار ہے، اور جب شروع کر لی گئی
تو ایسے مکمل کرنا افضل ہے خصوصاً اس حال میں جبکہ فقہانے
”تشویب“ کے عمل کو مستحسن قرار دیا ہے۔ (د ت)

والله سبحانه وتعالى اعلم -

مسئلہ (۳۵۴) از مقام کبیر کلاں ڈاک خانہ خاص علاقہ ڈہاٹی ضلع بلند شہر مدرسہ عطار اللہ ٹھیکیدار
۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

اقامت صفت کے دہنی جانب کھی جائے یا بائیں، اس میں کوئی فضیلت دہنے بائیں کی ہے یا نہیں فقط۔

الجواب

اقامت امام کی محاذات میں کھی جائے یہی سنت ہے وہاں جگہ نہ ملے تو دہنی طرف بفضل الیمین عن الشمال (کیونکہ دائیں جانب بائیں پر فضیلت ہے۔ ت) ورنہ بائیں طرف لحصول المقصود بکل حال (کیونکہ مقصود ہر حال میں حاصل ہوتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ (۳۵۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ :

(۱) جمعہ کی اذان ثانی جو منبر کے سامنے ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد کے اندر ہوتی تھی یا باہر؟

(۲) خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کہاں ہوتی تھی؟

(۳) فقہ حنفی کی معتد کتابوں میں مسجد کے اندر دینے کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں اذان مسجد کے باہر ہوتی تھی اور ہمارے اماموں نے مسجد کے اندر اذان کو مکروہ فرمایا ہے تو ہمیں اسی پر عمل لازم ہے یا رسم رواج پر، اور جو رسم و رواج حدیث شریف و احکام فقہ سب کے خلاف پڑ جائے تو وہاں مسلمانوں کو پیروی حدیث و فقہ کا حکم ہے یا رسم و رواج پر اڑا رہنا؟

(۵) نئی بات وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام ائمہ کے مطابق ہو یا وہ بات نئی ہے جو ان سب کے خلاف لوگوں میں رائج ہو گئی ہو؟

(۶) مکہ معظمہ و مدینہ منورہ میں یہ اذان مطابق حدیث و فقہ ہوتی ہے یا اس کے خلاف، اگر خلاف ہوتی ہے تو وہاں کے علمائے کرام کے ارشادات و بارہ عقائد حجت ہیں یا وہاں کے تنخواہ دار مؤذنون کے فعل اگرچہ خلاف شریعت و حدیث و فقہ ہوں؟

(۷) سنت کے زندہ کرنے کا حدیثوں میں حکم ہے اور اس پر سوشیدوں کے ثواب کا وعدہ ہے یا نہیں، اگر ہے تو سنت زندہ کی جائے گی یا سنت مردہ۔ سنت اُس وقت مردہ کہلائے گی جب اُس کے خلاف لوگوں میں رواج پڑ جائے یا جو سنت خود رائج ہو وہ مردہ قرار پائے گی؟

(۸) علماء پر لازم ہے یا نہیں کہ سنت مردہ زندہ کریں، اگر ہے تو کیا اُس وقت اُن پر یہ اعتراض ہو سکے گا

کر کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے، اگر یہ اعتراض ہو سکے گا تو سنت زندہ کرنے کی صورت کیا ہوگی؟
(۹) جن مسجدوں کے نیچے میں حوض ہے اُس کی فصیل پر کھڑے ہو کر منبر کے سامنے اذان ہو تو بیرون مسجد کا حکم ادا ہو جائیگا یا نہیں؟

(۱۰) جن مسجدوں میں منبر ایسے بنے ہیں کہ ان کے سامنے دیوار ہے اگر مؤذن باہر اذان دے تو خطیب کا سامنا نہ رہے گا وہاں کیا کرنا چاہئے؟ امید کہ دسوں مسئلوں کا جدا جدا جواب مفصل مدلل ارشاد ہو، بینوا توجروا۔

الجواب

اللهم هداية الحق والصواب

(۱) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازے پر ہوتی تھی۔ سنن ابی داؤد شریف جلد اول صفحہ ۵۵ میں ہے:

عن السائب بن يزيد رضي الله تعالى عنه قال
كان يؤذن ببيت يدي رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم اذا جلس على المنبر يوم
الجمعة على باب المسجد و ابى بكر وعمر
سائب بن يزيد رضي الله تعالى عنه سے مروی ہے۔
فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے
دن منبر پر تشریف رکھتے تو حضور کے سامنے مسجد کے
دروازے پر اذان ہوتی اور ایسا ہی ابو بکر و عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔

اور کبھی منقول نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو، اگر اس کی اجازت
ہوتی تو بیان جواز کے لیے کبھی ایسا ضرور فرماتے۔

(۲) جواب اول سے واضح ہو گیا کہ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی (اذان) مسجد کے باہر ہی ہوا مروی ہے۔ اور
یہیں سے ظاہر ہو گیا کہ بعض صاحب جو "بین یدیہ" سے مسجد کے اندر ہونا سمجھتے ہیں غلط ہے۔ دیکھو حدیث میں
"بین یدیہ" ہے اور ساتھ ہی "علیٰ باب المسجد" ہے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے چہرہ انور کے مقابل مسجد کے دروازے پر ہوتی تھی پس اسی قدر "بین یدیہ" کے لیے درکار ہے۔
(۳) بیشک فقہ حنفی کی معتد کتابوں میں مسجد کے اندر اذان کو منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے۔ فتاویٰ قاضی حناں
طبع مصر جلد اول صفحہ ۸، لا يؤذن في المسجد (مسجد کے اندر اذان نہ دی جائے)، فتاویٰ غلامی صفحہ ۶۲ لا يؤذن

فی المسجد (مسجد میں اذان نہ ہو) غزائۃ المفتین قلمی فصل فی الاذان لا یؤذن فی المسجد (مسجد کے اندر اذان نہ کیں) فتاویٰ عالمگیری طبع مصر جلد اول صفحہ ۵۵ لا یؤذن فی المسجد (مسجد کے اندر اذان منع ہے) بحر الرائق طبع مصر جلد اول صفحہ ۲۶ لا یؤذن فی المسجد (مسجد کے اندر اذان کی ممانعت ہے) شرح لغایۃ علامہ برجندی صفحہ ۴۴ فیہ اشعار بانہ لا یؤذن فی المسجد اس میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) امام صدر الشریعہ کے کلام میں اس پر تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ ہو (غنیہ شرح غنیہ صفحہ ۳۵۴ الاذان انما یشکر فی المسجد او خارج المسجد والاقاصۃ فی داخلہ) اذان نہیں ہوتی مگر نہ یا مسجد سے باہر اور کبیر مسجد کے اندر) فتح القدیر طبع مصر جلد اول صفحہ ۱۴۱ قالوا لا یؤذن فی المسجد (علمائے مسجد میں اذان دینے کو منع فرمایا ہے) ایضا باب الجمعة صفحہ ۴۱۴ هو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراۃ الاذان فی داخلہ (حمد کا خطبہ مثل اذان ذکر الہی ہے مسجد میں یعنی حدود مسجد میں اس لیے کہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے) طحاوی علی مرقی الفلاح طبع مصر صفحہ ۱۲۸ یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القہستانی عن النظم یعنی نظم امام زندوسی پھر قہستانی میں ہے کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ اب زمانہ حال کے ایک عالم مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی عمدة الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ جلد اول صفحہ ۲۴۵ میں لکھتے ہیں: "قولہ بین یدیه" ای مستقبل الامام فی المسجد کان (ادغام جہ و المصمتون) هو الثاني یعنی بین یدیه کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ امام کے روبرو ہو مسجد میں خواہ باہر اور سنت یہی ہے کہ مسجد کے باہر ہو۔ جب وہ تصریح کر چکے کہ باہر ہی ہونا سنت ہے تو اندر ہونا خلاف سنت ہوا تو اس کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ چاہے سنت کے مطابق کرو چاہے سنت

۴۹/۱	کتاب الصلوۃ الفصل الاول فی الاذان	مطبوعہ نوکشتور لکھنؤ
۱۹	کتاب غزائۃ المفتین فصل فی الاذان (قلمی نسخہ)	
۵۵/۱	کتاب الباب الثانی فی الاذان	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور
۲۵۵/۱	کتاب الصلوۃ باب الاذان	مطبوعہ اربع ائمہ سعید گنجی کراچی
۸۴/۱	باب الاذان	نو کشتور لکھنؤ
۳۷۷	کتاب غنیۃ المستمل فی شرح نیتہ لمصلی سنن الصلوۃ اول السنن الاذان	مطبوعہ سہیل اکیدمی لاہور
۲۱۵/۱	کتاب الصلوۃ باب الاذان	مطبوعہ نور یہ رضویہ سکھر
۲۹/۲	باب الجمعة	"
۱۰۴/۱	کتاب طحاوی علی مرقی الفلاح کتاب الصلوۃ باب الاذان	مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
۲۴۵/۱	کتاب عمدة الرعاۃ حاشیہ شرح وقایہ باب الصلوۃ	مکتبہ رشیدیہ دہلی

کے خلاف دونوں باتوں کا اختیار ہے ایسا کون عاقل کے گا بلکہ معنی وہی ہیں کہ بین یدیدہ امام کے سامنے ۔ ت سے یہ سمجھ لینا کہ خواہی نخواہی مسجد کے اندر ہو غلط ہے اس کے معنی صرف اتنے ہیں کہ امام کے رو برو اندر باہر کی تخصیص اس لفظ سے مفہوم نہیں ہوتی لفظ دونوں صورتوں پر صادق ہے اور سنت یہی ہے کہ اذان مسجد کے باہر ہو تو ضرور ہے کہ وہی معنی لیے جائیں جو سنت کے مطابق ہیں، بہر کیف اتنا ان کے کلام میں صاف مصرح ہے کہ اذان ثانی جمعہ بھی مسجد کے باہر ہی ہونا مطابق سنت ہے تو بلاشبہ مسجد کے اندر ہونا خلاف سنت ہے واللہ الحمد۔

(۴) ظاہر ہے کہ حکم حدیث و فقہ کے خلاف رواج پر اٹا رہنا مسلمانوں کو ہرگز نہ چاہئے۔

(۵) ظاہر ہے جربات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین و احکام فقہ کے خلاف ہو وہی نئی بات ہے اُسی سے بچنا چاہئے نہ کہ سنت و حکم حدیث و فقہ سے۔

(۶) مکہ معظمہ میں یہ اذان کثرتاً مطاف پر ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں مسجد حرام شریف مطاف ہی تک تھی مسکات متقط علی قاری طبع مصر صفحہ ۲۸۰ :

المطاف هو ما كان في زمنه صلى الله تعالى عليه وسلم مسجداً -
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم کی ظاہر حیات میں
مسجد حرام مطاف تک ہی تھی - (د)

بلند مکبرہ پر کھتے ہیں طریق ہند کے قریب بھی خلافت ہوا اور وہ جو بین یدیدہ وغیرہ سے منبر کے متصل ہونا سمجھتے تھے اس سے بھی رد ہو گیا تو ہندی فہم و طریقہ خود ہی دونوں حرم محترم سے جدا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ مکبرہ قدیم سے ہے یا بعد کو حادث ہوا اگر قدیم ہے تو مثل منارہ ہوا کہ وہ اذان کے لیے مستثنیٰ ہے جیسا کہ غنیہ سے گزرا، اور اسی طرح خلاصہ و فتح القدیر و برجندی کے صفحات مذکورہ میں ہے کہ اذان منارہ پر ہو یا مسجد سے باہر مسجد کے اندر نہ ہو۔ اس کی نظیر موضع وضو و چاہ ہیں کہ قدیم سے جدا کر دئے ہوں نہ اس میں حرج نہ اس میں کلام، اور اگر حادث ہے تو اس پر اذان کہنا بالائے طاق پہلے یہی ثبوت دیجئے کہ وسط مسجد میں ایک جدید مکان ایسا کھڑا کر دینا جس سے صفیں قطع ہوں کس شریعت میں جائز ہے قطع صفت بلاشبہ حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قطع صفا قطعہ اللہ - (جو صفت کو قطع کرے اللہ اسے قطع کر دے) رواہ النسائی والحاکم بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

نیز علماء نے تصریح فرمائی کہ مسجد میں پیر ہونا منع ہے کہ نماز کی جگہ گھرے گا نہ یہ کہ مکبرہ کہ چار جگہ سے جگہ گھیرتا ہے اور کتنی صفیں قطع کرتا ہے بالکلہ اگر وہ جائز طور پر بنا تو مثل منارہ ہے جس سے مسجد میں اذان ہونا نہ ہوا اور ناجائز طور پر ہے تو اسے ثبوت میں پیش کرنا کیا انصاف ہے۔ اب ہمیں احوال مؤذنین سے بحث کی حاجت نہیں مگر جواب سوال کو گزارش کر ان کا فعل کیا حجت ہو حالانکہ خطیب خطبہ پڑھتا ہے اور یہ بولتے جاتے ہیں جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا نام لیتا ہے یہ باواز ہر نام پر رضی اللہ عنہ کہتے جاتے ہیں جب وہ سلطان کا نام لیتا ہے یہ باواز دُعا کرتے ہیں اور یہ سب بالاتفاق ناجائز ہے صحیح حدیثیں اور تمام کتابیں ناطق ہیں کہ خطبہ کے وقت بولنا عوام ہے۔ درمختار و رد المحتار جلد اول صفحہ ۸۵۹۔

اما ما يفعله المؤذنون حال الخطبة من الترضي يعني وہ جو یہ مؤذن خطبے کے وقت رضی اللہ عنہ وغیرہ ونحوہ، فمكروه اتفاقاً۔ کہتے جاتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔

یہی مؤذن نماز میں امام کی تکبیر پہنچانے کو جس وضع سے تکبیر کہتے ہیں اسے کون عالم جائز کہہ سکتا ہے مگر سلطنت کے ذیلیہ داروں پر علماء کا کیا اختیار۔ علمائے کرام نے تو اس پر یہ حکم فرمایا کہ تکبیر درکنار اس طرح تو ان کی نمازوں کی بھی خیر نہیں، دیکھو فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۶۲ و ۲۶۳ و درمختار و رد المحتار صفحہ ۲۱۵ خود مفتی مدینہ منورہ

علامہ سید اسعد حسینی مدنی تلمیذ علامہ صاحب مجمع الانہر رحمہما اللہ تعالیٰ نے تکبیر میں اپنے یہاں کے مکبروں کی سخت
بے اعتدالیوں تحریر فرمائی ہیں دیکھو فتاویٰ اسعدیہ جلد اول صفحہ ۸ آخر میں فرمایا ہے ،
اما حرکات المکبرین وصنعہم ، فانا ابداً یعنی ان مکبروں کی جو حرکتیں جو کام ہیں میں ان سے اللہ تعالیٰ
کی طرف برائت کا اظہار کرتا ہوں۔
اور اوپر اس سے بڑھ کر لفظ لکھا ، پھر کسی عاقل کے نزدیک اُن کا فعل کیا حجت ہو سکتا ہے نہ وہ علماء ہیں نہ علماء کے
زیر حکم۔

(۷) بیشک احادیث میں سنت زندہ کرنے کا حکم اور اُس پر بڑے ثوابوں کے وعدے ہیں انس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من احیا سنتی ، فقد احببني ، ومن احببني
كان معي في الجنة - اللهم ارزقنا -
جس نے میری سنت زندہ کی بیشک اُسے مجھ سے
محبت ہے اور جسے مجھ سے محبت ہے وہ جنت میں
میرے ساتھ ہوگا۔ اے اللہ ! ہمیں یہ رفاقت عطا فرما

سواء السجزي في الابانة والترمذي بلفظ من احب (۱) سے سجزي نے ابانة میں روایت
کیا اور ترمذی نے "من احب" کے الفاظ سے روایت کیا ہے۔
بلا ل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،

من احيا سنة من سنتي قد امنت بعدي فان
له من الاجر مثل اجور من عمل بها من
غير ان ينقص من اجورهم شيئاً - سواء
الترمذي ورواه ابن ماجة عن عمرو بن عوف
رضي الله تعالى عنه -
جو میری کوئی سنت زندہ کرے کہ لوگوں نے میرے بعد
چھوڑ دی ہو جتنے اس پر عمل کریں سب کے برابر اسے
ثواب ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہو۔ ا سے
ترمذی نے روایت کیا ہے اور اس کو ابن ماجر نے
حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،
من تمسك بسنتي عن فساد امتي فله
جو فساد امت کے وقت میری سنت مضبوط تھامے

۸/۱	مطبوعہ المطبعة الخيرية مصر	کتاب الصلاة	سلف فتاویٰ اسعدیہ
۹۲/۲	مطبوعہ امین کمپنی دہلی	باب اخذ بالسنة واجتناب البدعة	سلف جامع الترمذی
۹۲/۲	مطبوعہ امین کمپنی دہلی	باب العلم باب الاخذ بالسنة واجتناب البدعة	سلف جامع الترمذی
ص ۱۹	مطبوعہ ریح ایم سید کمپنی کراچی	باب سن سنة الخ	سنن ابن ماجہ

اجرمائۃ شہیدؒ مرواہ البیہقی فی الزہد . اسے سوشیدوں کا ثواب ملے . اسے بہیقی نے زہد میں روایت کیا .

اور ظاہر ہے کہ زندہ وہی سنت کی جائے گی جو مردہ ہو گئی اور سنت مردہ بھی ہوگی کہ اس کے خلاف رواج پڑ جائے .

(۸) احيائے سنت علما کا تو خاص فرض منصبی ہے اور جس مسلمان سے ممکن ہو اس کے لیے حکم عام ہے ہر شہر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے شہر یا کم از کم اپنی مسجد میں اس سنت کو زندہ کریں اور سوشیدوں کا ثواب لیں اور اس پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ کیا تم سے پہلے عالم نہ تھے تو کوئی سنت زندہ ہی نہ کر سکے ، امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کئی سنتیں زندہ فرمائیں اس پر ان کی مدح ہوئی نہ کہ النسا اعتراض کرتے سے پہلے تو صحابہ و تابعین تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم .

(۹) عرض کہ بانی مسجد نے قبل مسجدیت بنایا اگرچہ وسط مسجد میں ہو وہ اور اس کی فہیل ان احکام میں خارج از مسجد ہے لانہ موضع اعد للوضوء کما تقدم (کیونکہ یہ جگہ وضو کے لیے بنائی گئی ہے جیسا کہ گزر چکا ہے . ت)

(۱۰) مگر ہی کا منبر بنائیں کہ ہی سب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اسے گوشہ محراب میں رکھ کر محاذاً ہو جائے گی اور اگر صحن کے بعد مسجد کی بلند دیوار ہے تو اسے قیام مؤذن کے لائق تراش کر باہر کی جانب جالی یا کواڑ لگالیں .

مسلمان بھائیو! یہ دین ہے کوئی دنیوی جھگڑا نہیں دیکھو لو کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کیا ہے ، تمہاری مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے .

حضرات علمائے اہلسنت سے معروض : حضرات ! احيائے سنت آپ کا کام ہے اس کا خیال نہ فرمائیے کہ آپ کے ایک چھوٹے سے شروع کیا وہ بھی آپ ہی کا کرنا ہے ، آپ کے رب کا حکم ہے :

تعاونوا علی البر والتقویٰ . نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو . (ت)
اور اگر آپ کی نظر میں یہ مسئلہ صحیح نہیں تو غصہ کی حاجت نہیں بے تکلف بیان حق فرمائیے اور اس وقت

لازم ہے کہ ان دونوں سوالوں کے جدا جدا جواب ارشاد ہوں اور ان کے ساتھ ان پانچ سوالوں کے بھی :

(۱۱) اشارت مرجوح ہے یا عبارت اور ان میں فرق کیا ہے ؟

(۱۲) کیا محتمل صریح کا مقابل ہو سکتا ہے ؟

(۱۳) تصریحات کتب فقہ کے سامنے کسی غیر کتاب فقہ سے ایک استنباط پیش کرنا کیسا ہے خصوصاً استنباط

بعید یا جس کا منشا بھی غلط ؟

(۱۴) حنفی کو تصریحات فقہ حنفی کے مقابل کسی غیر کتاب حنفی کا پیش کرنا کیسا ہے ؟

(۱۵) قرآن مجید کی تجوید فرض عین ہے یا نہیں ، اگر ہے تو کیا سب ہندی علماء اسے بجا لاتے ہیں یا نسلوں میں

کتنے ؟ بینوا توجروا - واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از بدایوں مرسلہ مولوی عبدالمقصد صاحب ۱۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

حضرت جناب مخدوم و محترم و مکرم و معظم ادام اللہ تعالیٰ برکاتکم ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - یہ بات کہ اس اذان کا کب سے داخل مسجد ہونا معمول و معروف ہوا ، یقینی طور سے محقق نہیں ہوا ، علی الباب اذان کا مسنون ہونا اگر کسی کتاب فقہ میں نظر پڑا ہو تو کئے اکثر لوگ اس کے طالب ہیں فقط ۔

الجواب

علی الباب اذان مسنون ہونے کی سند فقہی کے اکثر لوگ کیوں طالب ہیں یہ دعویٰ کس کا ہے یہاں سے تو دو باتیں کہی گئی ہیں ، ایک یہ کہ بین یدیدۃ (خطیب کے سامنے - ت) ، دوسرے یہ کہ داخل مسجد مکروہ ہے ، دونوں کی روشن سندیں کتب فقہ سے دے دی گئیں مسجد کریم میں زمانہ اقدس میں دروازہ شمالی خاص محاذات منبر اظہر میں تھا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے - ت) لہذا در مسجد پر یہ اذان ہوتی نہ یہ کہ خصوصیت باب ملحوظ تھی یہاں کے فتوے میں جواب سوال دہم ملاحظہ ہو سنیت خصوص علی الباب کا کون قائل ہے اذان اول کی سنیت پر خاند عثمان علی الزوداء (حضرت عثمان نے مقام زور پر اذان کا اضافہ کیا - ت) سے استناد کرنے والے علماء کیا اس کے قائل ہیں کہ پہلی اذان بالخصوص بازار میں ہونا سنت ہے یا ان سے یہ مطالبہ ہو سکتا ہے کہ فقہانے اس خصوصیت بازار کو کہاں مسنون کھا ہے ، واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ (۳۵۷) مسئلہ قاضی محمد عمران صاحب از بریلی شہر کمنہ محلہ قاضی ٹولہ

۱۲ ربیع الاول شریعت ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اسی مسئلہ میں بروز جمعہ زمانہ حضرت تاج مدینہ ختم المرسلین کے اذانیں ہوا کرتی تھیں اور ان کے کون کون موقع تھے - آیا پہلی اذان جو ہوتی ہے وہ کہاں

ہوتی تھی اور دوسری جو اس زمانہ میں وقت خطبہ خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کہاں ہوتی تھی اور اگر حضرت کے زمانہ میں ایک ہی اذان علی باب المسجۃ ہوتی تھی تو دوسری جو خطیب کے سامنے قریب منبر ہوتی ہے وہ کس کے حکم سے شروع ہوئی اور ائمہ کرام کے نزدیک اس کے جواز کی بابت کیا حکم ہے فقط۔

الجواب

زمانہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں صرف ایک اذان ہوتی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے حضور کے سامنے مواہجہ اقدس میں مسجد کرم کے دروازے پر۔ زمانہ اقدس میں مسجد شریف کے صرف تین دروازے تھے ایک مشرق کو جو حجرہ شریفہ کے متصل تھا جس میں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اس کی سمت پر اب باب جبریل ہے، دوسرا مغرب میں جس کی سمت پر اب باب الرحمتہ ہے، تیسرا شمال میں جو خاص محاذی منبر اظہر تھا صحیح بخاری شریف میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:

دخل رجل يوم الجمعة من باب كان وجاء المنبر، ورسول الله صلى الله عليه وسلم قائم يخطب، فاستقبل رسول الله صلى الله عليه وسلم قائما، فقال يا رسول الله الحديث۔

ایک شخص جمعہ کے دن اس دروازے سے داخل ہوا جو منبر کے سامنے ہے اور رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے تو وہ شخص آپ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ الحديث (ت)

اس دروازے پر اذان جمعہ ہوتی تھی کہ منبر کے سامنے بھی ہوتی اور مسجد سے باہر بھی۔ زمانہ صدیق اکبر و عمر فاروق و ابتدائے خلافت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں یہی ایک اذان ہوتی رہی جب لوگوں کی کثرت ہوئی اور شتابی حاضری میں قدر کے کسل واقع ہوا امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک اذان شروع خطبہ سے پہلے بازار میں ولواتی شروع کی مسجد کے اندر اذان کا ہونا ائمہ نے منع فرمایا اور مکروہ لکھا ہے اور خلاف سنت ہے، یہ زمانہ اقدس میں تھا نہ زمانہ خلفائے راشدین نہ کسی صحابی کی خلافت میں، نہ تحقیق معلوم کہ یہ بدعت کب سے ایجاد ہوئی نہ ہمارے ذمہ اس کا جاننا ضرور، بعض کہتے ہیں کہ ہشام بن عبد الملک مروانی بادشاہ ظالم کی ایجاد ہے واللہ تعالیٰ اعلم بہر حال جبکہ زمانہ رسالت و خلافت تھے راشدہ میں نہ تھی اور ہمارے ائمہ کی تصریح ہے کہ مسجد میں اذان نہ ہو مسجد میں اذان مکروہ ہے تو ہمیں سنت اختیار کرنا چاہئے بدعت سے بچنا چاہئے اس تحقیقات سے پہلے کہ سنت

پہلے کس نے بدلی، اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو توفیق دے کہ اپنے نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت اور اپنے فقہائے کرام کے احکام پر عامل ہوں اور ان کے سامنے رواج کی آڑ نہ لیں و باللہ التوفیق واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ از پبلی بھیت محلہ غفار خاں مرسلہ حافظ محمد صدیق امام مسجد چھپپال ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ
 اذان جو خارج مسجد کہنا مسنون ثابت ہوا ہے اب بنظر رفع فساد پھر بدستور قدیم اذان منبر کے پاس دینا جائز ہے یا نہیں کیونکہ در صورت عدم جواز فساد اور فتنے کا احتمال قوی ہے بینوا بالصواب وتوجروا یوم الحساب۔

الجواب

یہاں دو چیزیں ہیں ایک اتیان معروف و اہتساب منکر، دوسرے امر بالمعروف ونہی عن المنکر، مسجد میں اذان دینا ممنوع ہے اور اس میں دربار الہی کی بے ادبی ہے تو جو مسجد اپنی ہے اس میں خود مخالفت سنت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و ارتکاب بے ادبی و بار عزت کا مواخذہ اس کی ذات پر ہے اور جو مسجد پرانی ہے اوروں کا اس میں اختیار ہے اُس کا مواخذہ اُن پر ہے اس کے ذمہ صرف اتنا رکھا گیا ہے کہ ازالہ منکر پر قدرت نہ ہو تو زبان سے منع کرے اور اس میں بھی فتنہ و فساد ہو تو دل سے بُرا جانے، پھر اُن کے فعل کا اس سے مطالبہ نہیں، قال اللہ تعالیٰ: لا تتردوا من امر و نہی الا عن حق (کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ت) وقال اللہ تعالیٰ: یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضوکم من الہدایۃ بل الایمان اثم پرانی جان لازم ہے تمہیں کوئی ضل اذا ہتدیتم۔
 وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ ، فان لم یستطع فبقلبہ ، و ذلک اضعفت الایمان۔
 تم میں سے جب کوئی بُرائی دیکھے تو ہاتھ سے اُسے روکنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے منع کرے اور اگر اس پر بھی قادر نہ ہو تو دل سے بُرا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے (ت) اور جس طرح یہ دوسروں کو حکم شرع ماننے پر مجبور نہیں کر سکتا یوں ہی دوسرے حکم شرع کی مخالفت پر اسے مجبور نہیں کر سکتے یہ اپنے نزدیک جو طریقہ اپنے رب کی عبادت اور اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اتباع سنت کا

لہ القرآن ۱۶۴/۶

لہ القرآن ۱۰۵/۵

سنن النسائی تفاضل اہل الایمان حدیث ۵۰۱۱ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۲۶۵/۲

اپنی کتب دینیہ سے جانتا ہے دوسرا اگر اس میں مزاحمت کرے گا اور فتنہ و فساد اٹھائے گا تو اس کا ذمہ دار وہ دوسرا ہو گا حکومت ہر مفسد کا ہاتھ پکڑنے کو موجود ہے اس کے ذریعہ سے بندوبست کر سکتا ہے، ہاں اگر یہ صورت بھی ناممکن ہوتی اور مفسدوں کا خوف حد مجبوری تک پہنچتا تو حالت کراہ تھی اس وقت اس پر مواخذہ نہ ہوتا، قال تعالیٰ:

الامن اکره و قلبہ مطمئن بالا یساعۃ۔
مگر وہ شخص جس کو مجبور کر دیا گیا اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہے۔ (ت)

بالجملہ دوسروں کو حکم کرنا ان کی سرکشی و فتنہ پر داری کے وقت مطلقاً ساقط ہو جاتا ہے کما نص علیہ فی المہندیۃ وغیرہا اور خود عمل کرنا اس وقت ساقط ہو گا جب یہ بذریعہ حکومت بھی بندوبست نہ کر سکے اور حقیقی مجبوری ہو کر استطاعت اصلاً نہ رہے، قال تعالیٰ،

فالتقوا اللہ ما استطعتم واسمعوا واطیعوا۔
تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے اور اس کا فرمان سنو اور حکم مانو۔ (ت)

باوصف قدرت بندوبست و استعانت بحکومت مجرد خوف یا کاہلی یا خود داری یا رو رعایت یا نئی تہذیب یا صلح کل کی پالیسی سے اتباع شرع چھوڑ بیٹھنا جائز نہیں ہو سکتا اسے یوں خیال کریں کہ مفسدین آج اس امر کے لیے کہتے ہیں کل کو اگر انہوں نے خود نماز پڑھنا اٹھایا تو کیا نماز بھی چھوڑ دے گا، نہیں نہیں بلکہ اس پر خیال کرے کہ مفسدوں نے کہا کہ اپنا مکان خالی کر دو ورنہ ہم فساد کرتے ہیں یا اپنی جائداد کا بہہ نامر لکھ دو ورنہ ہم فتنہ اٹھاتے ہیں (تو) اس وقت ان کا کچھ بندوبست کرے گا استغاثہ کرے گا یا چپکے سے جائداد کو مکان چھوڑ بیٹھے گا جو جب کرے گا وہ اب کرے اور اتباع احکام شرع کو مکان و جائداد سے ہلکا نہ جانے، ہاں دوسروں کے سر چڑھنے اور فتنہ و فساد کے اٹھانے کی اجازت نہیں ہو سکتی، قال تعالیٰ،

والفتنة اشد من القتل (فتنہ قتل سے بدتر ہے۔ ت)

وقال تعالیٰ،

لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا۔
زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ (ت)

۱۰۶/۱۹ سورہ القرآن

۱۶/۶۳ سورہ القرآن

۱۹۱/۲ سورہ القرآن

۵۶/۷ سورہ القرآن

وقال تعالى :

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا
كَانُوا يَعْمَلُونَ

اس امت کے لیے وہ ہے جو اس نے کیا اور تمہارے
لیے وہ ہے جو تم نے کیا ، تم سے ان کے اعمال کے

بارے میں سوال نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

نَسْأَلُ اللَّهَ الْعَظِيمَ ، وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ
وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ۔

مسئلہ (۳۵۹) از سہارن ضلع ایٹہ مدرسہ چودھری عبدالحمید خاں صاحب رئیس ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

اذان ثانی جمعہ خارج مسجد صحن کے نیچے جوتے آرنے کی جگہ اگر کی جائے تو اس میں کچھ عرج ہے یا باب مسجد پر ہی
ہونا ضروری ہے ان دونوں میں کسی بات میں اولویت ہوگی یا مساوی حالت ، دوم یہ کہ محراب مسجد بھی اس بارے میں
باب مسجد کے قائم مقام ہو سکتی ہے یا نہیں ، دیوبندی مذاہب کا مقولہ ہے کہ محراب مسجد خارج مسجد کا حکم رکھتی ہے اور
اسی لیے اُس میں امام کا کھڑا ہونا جائز نہیں (حالانکہ اپنے نزدیک یہ بات نہیں آئندہ جو مفتی صاحب فرمائیں) سوم یہ
کہ اگر باب مسجد والان و صحن مسجد کے بالمقابل نہ ہو بلکہ شمالاً و جنوباً واقع ہو اور صحن مسجد مشرقی جانب حد دیوار سے ملا ہوا ہو
اور اس کے بعد کوئی جگہ خارج مسجد نہ ہو تو وہاں کیا کیا جائے اور اذان ثانی کہاں ہو اور خطیب کہاں بیٹھے تاکہ مؤذن کا
مقابلہ فوت نہ ہو۔ چہاں یہ کہ اذان مذکور باب مسجد پر جودی جائے تو وہ باب مسجد کے وسط میں کھڑے ہو کر یا اس سے پرے
نیچے اتر کر یہاں تو آج وسط باب پر کی گئی ہے آئندہ جیسا ارشاد ہو و السلام فقط۔

الجواب

صحن مسجد کے نیچے جو جگہ خلع نعال کی ہے خارج مسجد ہے اُس میں اذان بے تکلف مطابق سنت ہے
علی الباب ہونا کچھ ضرور نہیں مسجد کریم میں باب شمالی محاذی منبر اطرہ تھا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری
میں ہے۔ ت) لہذا علی الباب بیوقوفی ورنہ خصوصیت باب ملحوظ نہ تھی بلکہ صرف دو باتیں محاذات خطیب و
اذان خارج مسجد۔ محراب مسجد وہ طاق ہے کہ دیوار قبلہ کے وسط میں بنتا ہے اس میں اذان ہونے کے کوئی معنی نہیں
نہ اس میں محاذات خطیب ہو اور نہ تھا کما فی درجہ جانب مشرق پر جو درختے ہیں یہ محراب نہیں ان کو "بین الساریتین" کہتے
ہیں ان میں امام کا کھڑا ہونا ناجائز نہیں یا خلاف سنت ہے نہ اس وجہ سے کہ یہ زمین مسجد نہیں بلکہ اس لیے کہ امام اور
جملہ مقتدیوں کا درجہ بدل ہوا ہونا خلاف سنت ہے کما فی شرح النقایۃ (جیسا کہ شرح نقایہ میں ہے۔ ت) مشرقی

جانب اگر دیوار مسجد ہے تو اُس کی نسبت فتوے میں معروض ہے کہ اُس میں طاق محراب نما محاذاتِ منبر میں بنالیں اور اگر دیوار کسی غیر کی ہے اور وہ اجازت نہ دے تو اس کا سوال مراد آباد سے آیا تھا اُس کے جواب کی نقل حاضر کرتا ہے باب مسجد ہی میں مؤذن کھڑا ہو دروازہ سے باہر ہونے کی حاجت نہیں کہ اس حکم میں مسجد کی دیواریں فصیلیں دروازہ کی زمین خارج مسجد ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۶۰) مسئلہ جناب مشتاق احمد صاحب از شہر ربی محلہ بہاری پور ۲۸ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد متصل دفتر چھوٹی ریل، کی میں ہم لوگ نماز جمعہ پڑھا کرتے ہیں وہاں جو شخص نماز پڑھتا ہے وہ خطبہ کے وقت اذان مسجد کے اندر دلوایا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دوسری اذان جمعہ کی خطبہ کے وقت خلیفہ ہشام نے مسجد کے اندر لوگوں سے دلوانا شروع کی ہے وہ بدعت حسن ہے یعنی وہ بدعت سیئہ نہیں ہے اور بدعت حسن کے کرنے کو کسی نے بھی عالموں میں سے منع نہیں کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہمیشہ اذان کا مسجد کے دروازہ پر ہونا ثابت نہیں ہے اس وجہ سے جو لوگ مسجد کے اندر اذان دلاتے ہیں ان کو منع نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ بدعت حسن کرتے ہیں اور سنت مواظبہ کو نہیں چھوڑتے ہیں، لہذا عرض یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کے اوپر ہمیشہ ہونا اذان کا ثابت ہے یا نہیں اور سنت مواظبہ ہے یا نہیں اور اذان مسجد کے اندر دینے سے سنت چھوٹ جائے گی یا نہیں اور بدعت ہوگی تو کون سی ہوگی بدعت حسن ہوگی یا بدعت سیئہ ہوگی، اگر بدعت حسن ہوگی تو اس کو منع کرنا چاہیے یا نہیں اور اگر بدعت سیئہ ہوگی تو منع کرنا چاہیے یا نہیں اور منع کرنے والا کون ہوگا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں اور اذان خطبہ الی کو لہر دانا کس نے شروع کیا ہے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مسجد کے اندر اذان دلوانا کبھی ایک بار کا بھی ثابت نہیں، جو لوگ اس کا دعویٰ کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر اقرار کرتے ہیں ہشام سے بھی اس اذان کا مسجد کے اندر دلوانا ہرگز ثابت نہیں البتہ پہلی اذان کے نسبت بعض نے لکھا ہے کہ اُسے ہشام مسجد کی طرف منتقل کر لایا اور اس کے بھی یہ معنی نہیں کہ مسجد کے اندر دلوائی بلکہ امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار میں پہلی اذان دلاتے تھے ہشام نے مسجد کے منارہ پر دلوائی، یہی یہ دوسری اذان خطبہ، اس کی نسبت تصریح ہے کہ ہشام نے اس میں کچھ تغیر نہ کیا اسی حالت میں باقی رکھی جیسی مانہ رسالت و زمانہ خلافت میں تھی۔ امام محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح مواہب شریف جلد ہفتم طبع مصر ص ۴۳۵ میں فرماتے ہیں،

فلما کان عثمان، اصر بالاذان قبلہ علی یعنی جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے اذان خطبہ

الزوراء ثم نقله هشام الى المسجد ، اى امر
بفعله فيه ، وجعل الآخر الذى بعد
جلوس الخطيب على المنبر بين يديه بمعنى
انه ابقاه بالمكان الذى يفعل فيه ، فلم
يخيره ، بخلاف ما كان بالزوراء فحولہ الے
المسجد على المنار انتهى۔

سے پہلے ایک اذان بازار میں ایک مکان کی چھت پر
دلائی پھر اس پہلی اذان کو ہشام مسجد کی طرف منتقل
کر لایا یعنی اس کے مسجد میں ہونے کا حکم دیا اور دوسری
کہ خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت ہوتی ہے وہ خطیب
کے مواجہ میں کی یعنی جہاں ہوا کرتی تھی وہیں باقی رکھی اس
اذان ثانی میں ہشام نے کوئی تبدیل نہ کی بخلاف بازار
والی اذان اول کے کہ اسے مسجد کی طرف منار پر لے آیا تھی۔

ہاں وہ جمہور مالکیہ کہ اذان ثانی کو امام کی محاذات میں ہونا بدعت کہتے ہیں اور اس کا بھی منار پر ہی ہونا
سنت بتاتے ہیں، ان میں بعض کے کلام میں واقع ہوا کہ سب میں سے پہلے اذان ثانی امام کے روبرو ہشام نے کہلوائی
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں یہ اذان بھی محاذات امام نہ ہوتی تھی
منار ہی پر تھی، پھر اس سے کیا ہوا غرض ہشام بیچارے سے بھی ہرگز اس کا ثبوت نہیں کہ اس نے اذان خطبہ مسجد کے
اند منبر کے برابر کہلوائی ہو جیسی اب کہی جانے لگی اس کا کچھ پتا نہیں کہ کس نے یہ ایجاد نکالی، اور اگر ہشام سے ثبوت ہوتا
بھی تو اس کا قول و فعل کیا حجت تھا، وہ ایک مرواتی ظالم بادشاہ ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
بیٹے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے امام زین العابدین کے صاحبزادے امام باقر کے بھائی سیدنا امام زید
بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہید کرایا سولی دلائی اور اس پر یہ شدید ظلم کہ نعش مبارک کو دفن نہ ہونے دیا
برسوں سولی ہی پر رہی جب ہشام مر گیا تو نعش مبارک دفن ہوئی ان برسوں میں بدن مبارک کے کپڑے گل گئے تھے قریب
تھا کہ بے ستری ہو اللہ عزوجل نے مگر ٹی کو حکم فرمایا کہ اس نے جسم مبارک پر ایسا جالاتا نہ دیا کہ بجائے تہبند
ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بعض صالحین نے دیکھا کہ امام مظلوم زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سولی
سے پشت اقدس لگائے کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں یہ کچھ کیا جاتا ہے میرے بیٹوں کے ساتھ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
علیہ وعلیہم وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت کے خلاف
ایسے ظالم کی سنت پیش کرنا اور پھر امام اعظم وغیرہ پر اس کی تمت دھرنا کہ ان اماموں نے رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم و خلفائے راشدین کی سنت چھوڑ کر ظالم بادشاہ کی سنت قبول کر لی کیسا صریح ظلم اور ائمہ کرام کی
شان میں کیسی بڑی گستاخی ہے اللہ عزوجل پناہ دے، اس کے بدعت حسنہ ہونے کا دعویٰ محض باطل و

بے اصل ہے۔

(۱) بدعت حسنہ سنت کو بدل نہیں کرتی اور اس نے سنت کو بدل دیا۔

(۲) مسجد میں اذان دینی مسجد و دربار الہی کی گستاخی و بے ادبی ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں ادب میں طریقہ

معمودہ فی الشاہد کا اعتبار ہوتا ہے۔ فتح القدیر میں فرمایا :

یحال علی المعهود من وضعہا حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود فی الشاہد منہ تحت السرة۔
یعنی قیام تعظیمی میں بادشاہوں وغیرہم کے سامنے ہاتھ زیر ناف باندھ کر کھڑے ہونے کا دستور ہے اسی دستور کا نماز میں لحاظ رکھ کر زیر ناف باندھیں گے۔

اب دیکھ لیجئے کہ درباروں میں درباریوں کی حاضری پکارنے کا کیا دستور ہے، کیا عین دربار میں کھڑے ہو کر چوہدر چلاتا ہے کہ درباریو چلو ہرگز نہیں۔ بے شک ایسا کرے تو بے ادب گستاخ ہے جس نے شاہی دربار نہ دیکھے ہوں وہ یہی کچھریاں دیکھ لے کیا ان میں مدعی مدعا علیہ گواہوں کی حاضریاں مکہ کے اندر پکاری جاتی ہیں یا مکہ سے باہر جا کر کیا اگر چہرہ خاصی مکہ کچھری میں کھڑا ہوا حاضریاں پکارے چلائے تو بے ادب گستاخ بت کر نہ نکالا جائیگا، افسوس جو بات ایک منصف یا جنٹ کی کچھری میں نہیں کر سکتے احکم الحاکمین جل جلالہ کے دربار میں روا رکھو۔

(۳) مسجد میں چلانے سے خود حدیث میں ممانعت ہے اور فقہانے یہ ممانعت ذکر الہی کو بھی عام رکھی جب تک شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثبوت نہ ہو، درمختار میں ہے :

یحرم فیہ (ای المسجد) السؤال ویکرہ الاعطال۔ مسجد میں سوال کرنا حرام اور سائل کو دینا مکروہ ہے۔
ورفع صوت بذكر، الا للشفقة۔ مسائل فقہیہ سیکھنے سکھانے کے علاوہ وہاں ذکر سے آواز کا بلند کرنا بھی مکروہ ہے۔ (ت)

نہ کہ اذان کر یہ تو خالص ذکر بھی نہیں کما فی البناية مشروح الهدایة للامام العینی (جیسا کہ امام عینی نے بنایہ شرح ہدایہ میں تصریح کی ہے۔ ت)

(۴) بلکہ شرع مطہر نے مسجد کو ہر ایسی آواز سے بچانے کا حکم فرمایا جس کے لیے مساجد کی بنانا ہو۔
صیح مسلم شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

من سمع رجلاً ينشد ضلالة في المسجد ،
فليقل لا مردها الله عليك ، فان المساجد
لعمتين لهذا
جوگی ہوئی چیز کو مسجد میں دریافت کرے اس سے
کہو اللہ تیری گئی چیز تجھے نہ ملائے ، مسجدیں اس لیے
نہیں بنیں ۔ (ت)

حدیث میں حکم عام ہے اور فقہ نے بھی عام رکھا ، درمختار میں ہے ، کرہ النشاد ضلالة (مسجد میں گم شدہ
چیز کی تلاش مکروہ ہے ۔ ت) تو اگر کسی کا مصحف شریف گم ہو گیا اور وہ تلاوت کے لیے ڈھونڈتا اور مسجد میں
پوچھتا ہے اسے بھی یہی جواب ہو گا کہ مسجدیں اس لیے نہیں بنیں ، اگر اذان دینے کے لیے مسجد کی بنا ہوتی تو
ضرور حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے اندر ہی اذان دلاتے یا کبھی کبھی تو اس کا حکم فرماتے ، مسجد جس کے لیے
بنی زمانہ اقدس میں اسی کا مسجد میں ہونا کبھی ثابت نہ ہو یہ کیونکر معقول ، تو وجہ وہی ہے کہ اذان حاضری دربار پکارنے
کو ہے اور خود دربار حاضری پکارنے کو نہیں بنتا ۔

(۵) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ کبھی کبھی سنت کو ترک فرماتے کہ اس کا وجوب
ثابت ہو ترک کا جواز معلوم ہو جائے ولذا علما نے سنت کی تعریف میں مع الترتک احیاناً ما خذ کیا کہ ہمیشہ کیا مگر
کبھی کبھی ترک بھی فرمایا اور یہاں اصل ایک بار بھی ثابت نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسجد کے اندر
اذان دلائی ہو جو مدعی ہو ثبوت دے ۔

(۶) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے کو مکروہ فرمایا عباراتیں اصل فتوے میں گزریں اور حنفیہ کے یہاں مطلق
کراہت سے غالباً مراد کراہت تحریم ہوتی ہے جب تک اس کے خلاف پر دلیل قائم نہ ہو اور بیان خلاف پر دلیل
درکنار اس کے موافق دلیل موجود ہے کہ یہ گستاخی دربارِ معبود ہے ۔

(۷) فقہائے کرام نے مسجد میں اذان دینے سے بصیغہ نفی منع فرمایا کہ صیغہ نفی سے زیادہ مؤکد ہے عبارات کثیرہ
اصل فتوے میں گزریں اور فقہا کا یہ صیغہ غالباً اس کے ناجائز ہونے پر دلالت کرتا ہے ، امام ابن امیر الحاج علیہ میں
فرماتے ہیں :

ظاہر قول المصنف ولا یزید علیہا شیئاً ، یثید
الی عدم اباحة الزیادة علیہا ۔
قول مصنف لا یزید علیہا شیئاً " کا ظاہر اشارۃً واضح
کر رہا ہے کہ اس پر اضافہ جائز نہیں ۔ (ت)

۱۔ الصیغ لمسلم کتاب المساجد باب النی عن نشد الضلالة مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۱۰/۱
۲۔ الدر المختار آفر باب ما یفسد الصلوة الخ مطبوعہ مجتہباتی دہلی ۹۳/۱
۳۔ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ہدایہ میں قول امام محمد قواً وجہو (وہ پڑھے اور چہرہ کرے - ت) پر فرمایا: یدل علی الوجوب (یہ وجوب پر دال ہے - ت) — عنایہ میں فرمایا: لانه بمنزلة الامر بل اکذ (یہ بمنزلہ امر بلکہ اس میں کذب بھی زیادہ تاکید ہے - ت) — فتح القدر میں فرمایا: ما یدل علی الوجوب وهو لفظ الحبس (جو وجوب پر دال ہے وہ لفظ خبر (قرأ) ہے - ت) ان وجہ پر نظر انصاف کے بعد مجموعہ سے کم از کم اتنا ضرور ثابت کہ مسجد کے اندر اذان بدعت سنیہ ہے ہرگز حسہ نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۶۱) مسئلہ جناب منشی فقیر محمد صاحب تاجر حرم کا پوری از مقام شہر بمیر پور صوفی گنج صدر بازار

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں جس وقت مؤذن حی علی الصلاۃ حی الفلاح کہے تو سامع کو اس کے جواب میں کیا کہنا چاہیے۔ بنیوا تو جروا

الجواب

حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح دونوں کے جواب میں لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہنا چاہئے، اور بعض اول کے جواب میں یہی لا حول اور دوم کے جواب میں ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن (اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا - ت) کہتے ہیں، اور افضل یہ ہے کہ حی علی الصلاۃ کے جواب میں کہے حی علی الصلاۃ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور حی علی الفلاح کے جواب میں کہے حی علی الفلاح لا حول ولا قوۃ الا باللہ ما شاء اللہ کان وما لم یشاء لم یکن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۳۶۲) از بمبئی بھنڈی بازار مسئلہ محمد فضل الرحمن سادہ کار ۵ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح کے وقت مؤذن داییں بائیں رخ کرتا ہے آیا اقامت میں بھی داییں بائیں رخ کرتا سنت ہے یا نہیں، بنیوا تو جروا۔

الجواب

علمائے اقامت میں بھی دہننے بائیں منہ پھیرنے کا حکم دیا ہے اور بعض نے اسے اس صورت کے ساتھ خاص کیا ہے کہ کچھ لوگ ادھر ادھر منتظر اقامت ہوں، درختار میں ہے، ویلفٹ فیسر و کذا فیہا

۹۸/۱	۱	کتاب الصلاۃ فصل فی القراءۃ	مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ دستگیرہ کانونی کراچی
۲۸۴/۱	۱	کتاب الصلاۃ فصل فی القراءۃ	مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر
۲۸۴/۱	۱	" " " " " " "	" " " " " " "

مطلقاً اذان میں منہ پھیرے اور اسی طرح تکبیر میں بھی ہر حال میں - ت - قنید میں ہے ،

الاصح ان الصلاة عن يمينه ، والفلاح عن شماله ، مت ، شم ، قع ، ضح ، والاقامة كذلك اى مجد الاثمة التوجما في وشرف الاثمة المكي والقاضي عبد الجبار والايضاح اوضياء الاثمة الحججي .
اصح یہ ہے کہ حی علی الصلوة کے وقت دائیں اور حی علی الفلاح کے وقت بائیں جانب منہ پھیرے مت ، شم ، قع ، ضح ۔ اور اسی طرح اقامت میں بھی اسی معنی "مت" سے مجد الاثمة ترجمانی ، "شم" سے شرف الاثمة المکی "قع" سے قاضي عبد الجبار اور "ضح" سے ايضاح ضيار الاثمة الحججي مراد ہیں ۔ (ت)

اُسی میں منقطع سے ہے ،

لا يحول مراسه في الاقامة عند الصلوة و الفلاح الا لا ناس ينتظرون الاقامة .
تکبیر کے اندر حی علی الصلوة اور حی الفلاح پر دائیں بائیں سر نہ پھیرے مگر اس صورت میں کہ جب لوگ تکبیر کا انتظار کر رہے ہوں ۔ (ت)

مسئلہ (۳۶۴) از من خرد عملداری پرنگال مسئلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اشہد ان محمد رسول اللہ جو اذان و اقامت میں واقع ہے اُس میں انگوٹھوں کا چومنا جو مستحب ہے اگر کوئی شخص باوجود قائل ہونے استحباب کے ایسا نہ اُترک کرے تو وہ شخص قابل ملامت ہے یا نہیں ۔

الجواب

جبکہ مستحب جانتا ہے اور فاعلون پر اصلاً ملامت روا نہیں جانتا فاعلون پر ملامت کرنے والوں کو بُرا جانتا ہے تو خود اگر ایسا نہ کرے ہرگز قابل ملامت نہیں فان المستحب هذا شأنہ (کہ مستحب کا درجہ و مقام یہی ہے ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم ۔

مسئلہ (۳۶۶) از مراد آباد مدرسہ اہلسنت بازار دیوان مدرسہ مولوی عبدالودود قادری برکاتی رضوی طالب علم مدرسہ مذکور ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

حضور پر نور کے نام مبارک سن کر یا تھ چوم کر آنکھوں پر لگانا کیسا ہے ؟

الجواب

جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ کوئی ممانعت شرعی نہ ہو مثلاً حالت خطبہ میں یا جس وقت قرآن مجید سُن رہا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے ایسی حالتوں میں اجازت نہیں باقی سب اوقات میں جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ بنیتِ محبت و تعظیم ہو اور تفصیل ہمارے رسالہ منیر العین میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۶۷) از ادبِ ضلع اناؤہ مدرسہ اسلامیہ مدرسہ عبدالحی صاحب مدرس ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان کے وقت انگوٹے چومنا اس کا جو طریقہ ہو اور دعا وغیرہ اور جس جس موقع پر کیا جائے مفصل اطلاع بخئیے۔

الجواب

جب مؤذن پہلی بار اشہدان محمد ارسول اللہ کے یہ کہے صلی اللہ علیک یا رسول اللہ جب دوبارہ کہے یہ کہے قوۃ عینی بک یا رسول اللہ اور ہر بار انگوٹوں کے ناخن آنکھوں سے لگائے آخر میں کہے اللہم متعنی بالسمع والبصر (اے اللہ! میری آنکھوں اور سمع کو نفع عطا فرما۔ ت) سرد المحتار عن جامع الرموز عن کنز العباد (رواۃ الحارث بن جامع الرموز سے اور اس میں کنز العباد سے منقول ہے۔ ت) یہ اذان میں ہے اور تکبیر کے وقت بھی ایسا ہی کرے تو کچھ حرج نہیں کما بیننا فی رسالتنا (جیسے ہم نے اسے اپنے رسالہ میں بیان کیا۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۶۸) از حبیب اللہ ضلع بجنور تحصیل دہلی مدرسہ منظور صاحب ۱۱ اشوال ۱۳۳۷ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں دستور ہے کہ قبل صلاۃ عیدین دو شخص کھڑے ہو کر کانوں میں انگلیاں دے کر الصلوۃ یرحمکم اللہ الصلوۃ کی مرتبہ پڑھتے ہیں آیا یہ فعل جائز ہے یا بدعت؟ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ فعل منقول ہے یا نہیں؟

الجواب

جائز ہے کہ منع نہیں اگرچہ منقول نہ ہو جیسے تثنیہ۔ نہیں نہیں بلکہ خود صاحبِ شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول کہ عیدین میں مؤذن کو حکم فرماتے کہ الصلاۃ جامعۃ پکارے

روی الامام الشافعی عن الزہری قال کانت
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
امام شافعی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیدین کے لیے مؤذن کو

یا صر المؤمن فی العیدین ، فیقول الصلاة جامعة۔ حکم دیا کرتے تھے (کہ یہ بلند آواز سے کہے) تو وہ کہتے تھے

الصلاة جامعة (جماعت نماز تیار ہے)۔ (د ت)

لاحرم علمائے کرام نے بالاتفاق عیدین میں صلاة پکارنا مستحب فرمایا، شرح صحیح مسلم امام نووی میں ہے،
یقول اصحابنا و غیرہم انه يستحب ان يقال ہمارے علماء شوافع اور دیگر علماء کہتے ہیں کہ الصلاة
الصلاة جامعة۔ کہنا مستحب ہے۔ (د ت)

مرقاۃ علی قاری میں ہے،

يستحب ان ينادى لها الصلاة جامعة۔ نماز کے لیے "الصلاة جامعة" کہنا مستحب ہے، (د ت)

وہ الفاظ کہ سائل نے ذکر کئے الصلاة یرحمکم اللہ (نماز پڑھو اللہ تم پر رحم کرے۔ ت) انہیں کے معنی
میں ہیں پس بدعت نہیں مستحب ہیں۔

اقول : وہ جو مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نماز عید الفطر کے لیے نہ اذان
نہ اقامت اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی آواز دی جاتی
تھی تو اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ کا فتویٰ ہے ان سے مروی روایت کا ذکر جو پہلے
ہوا اس میں صرف اتنا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لیے
اذان نہیں ہوتی تھی یعنی اس میں صرف نفی اذان ہے
حضرت جابر بن سمرہ وغیرہ نے اقامت کی نفی کا بھی اضافہ کیا
حالانکہ ان دونوں کی نفی پر اجماع منعقد ہو گیا ہے اور
خلافت شاذ قابل توجہ نہ ہوگا، تو اب حضرت جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول میں امام نووی کی اس تاویل

اقول : و ما روی مسلم عن جابر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لا اذان للصلاة يوم
الفطر، ولا اقامة ولا نداء ولا شئ فیہی فتویٰ
منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انما روايتہ ما ذکرہ
اولاً قال لم یکن یؤذن يوم الفطر ولا يوم الاضحیٰ،
ولیس فیہ الا نفی الاذان، و زاد جابر بن سمرہ
و غیرہ نفی الاقامة، وقد انعقد علی نفیہما
الاجماع، ولا نظر لخلاف شاذ، فلا حاجة
الی ما ذکرہ الامام النووی فی قول جابر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ، یتاویل علی ان المراد لا اذان، ولا
اقامة ولا نداء فی معناہما ولا شئ من ذلك

لن الاثم لامام الشافعی من قال لا اذان للعیدین مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۳۵/۱

۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱

۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱

۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱

۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱ ۲۹۰/۱

ومن العجب ما وقع في الاشعة تحت حديث جابر بن سمره رضي الله تعالى عنه صلّيت مع رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم العيدين غير مرة ولا مرتين بغير اذان ولا اقامة، انه مراد في رواية، ولا الصلوة جامعة اه فلا اثر له في صحيح مسلم، ولو كان له يدل الاعلى عدم المواظبة، ولم يعارض ما ثبت في مرسل الزهري، ومرسل الثقة حجة عندنا. والله تعالى اعلم.

کی ضرورت نہیں کہ مراد یہ ہے کہ نہ اذان ہوتی نہ تکبیر اور نہ ہی ان دونوں کی مانند کوئی ندا ہوتی تھی اور اشعة الامعات کے اس مضمون پر تعجب ہے جو حضرت جابر بن سمرہ کی اس حدیث کے تحت ذکر کیا گیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں ایک یا دو دفعہ سے زائد مرتبہ بغیر اذان و اقامت کے عیدین کی نماز پڑھی، کہا ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ "الصلوة جامعة" کے الفاظ بھی نہیں کہے جاتے تھے اھ یہ نکتہ صحیح مسلم میں نہیں اگر ہو تو صرف عدم مواظبت پر دلیل ہے یعنی ہمیشگی نہیں فرمائی لہذا یہ مرسل زہری کے معارض نہیں اور مرسل ثقہ ہمارے ہاں حجت ہے۔ (ت)

مسئلہ از بیکانیر مارواڑ ہمدانان مرسلہ قاضی قرالین صاحب ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر درود شریف ہم پڑھتے ہیں لیکن ہاتھوں کو چومنے نہیں ہیں ایک شخص کہتا ہے کہ جو ہاتھ نہ چومے وہ مردود و ملعون ہے، اب گزارش ہے کہ ہاتھ چومنا کیسا ہے اور چوما جائے تو کیا ہمارے ذمے گناہ ہوگا اگر چومنا منع ہے تو وہ شخص کہ جو نہ چومنے والوں کو کلمات مذہبہ بالا کہتا ہے اُس کے لیے کیا حکم ہے آیا وہ کافر ہوا یا اسلام میں رہا؟

الجواب

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام اقدس اذان میں سن کر انگوٹھے چومنا مستحب ہے اچھا ہے ثواب ہے کما فی کذا العباد و جامع الرموز و مرد المحتاسر وغیرہا جیسا کہ کنز العباد، جامع الرموز اور رد المحتار وغیرہ میں ہے۔ ت مگر فرض واجب نہیں کہ ذکر کرنے سے گناہ ہو اور صرف اس قدر مردود و ملعون کہنا سخت باطل و مردود ہے ہاں جو برائے و باہیت اسے بُرا جان کر نہ چومے تو وہ بائی ضرور مردود و ملعون ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ از ریل مستولہ مولوی محمد افضل صاحب کابل ۲۱ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

(۱) الاقامة حق للمؤذن ولا يقيم بغير اذنه، سمعت من اساتذة صروية، وان قال الامام

(۱) تکبیر مؤذن کا حق ہے اس کی اجازت کے بغیر دوسرا نہ کہے، بعض اساتذہ کے حوالے سے میں نے

یہ سنا ہے کہ اگر امام غیر مؤذن کو کہہ دے ”تکبیر پڑھ“ تو بھی بلا کراہت یہ جائز ہے، کیا یہ صحیح ہے یا غلط؟
(۲) عید اور جمعہ کے موقع پر اگر مکبر اجازت امام کے بغیر تکبیر کہے اس کے قول پر عمل جائز نہیں اور اس کی تکبیر پر رکوع و سجدہ کرنے والے کی نماز باطل نہ ہوئی، کیا صحیح ہے یا نہیں؟

بغیرہ اقم، فهو ايضا جائز بغیر الكراهة،
صحیح، ام لا۔

(۲) والمکبر فی یوم العید والجمعة ان کبر بغیر اذن الامام، لا يجوز الاخذ بقوله ولا بطلت صلوة من سركه او سجد بتکبیره، صحیح ام لا۔

الجواب

(۱) اگر مؤذن موجود ہے تو اس کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا تکبیر نہ کہے اور امام کے لیے بھی مناسب نہیں کہ شرعی عذر کے بغیر کسی دوسرے کو تکبیر کے لیے کہے، شرعی عذر مثلاً اس کی اقامت لحن پر مشتمل ہو، اجازت مؤذن کے بغیر اقامت کہنا مناسب نہیں کہ شاید وہ اسے ناپسند کرتا ہو۔ (ت)

(۱) انکاث المؤذن حاضراً لا یقیم غیرہ الا باذنه ولا ینبغی للامام ان یا مر غیرہ بالاقامة الا بوجه شرعی مثل ان تکون اقامته مشتملة علی لحن وذلك لانه یوحش المؤذن به۔

(۲) یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں، ضرورت کے موقع پر تبلیغ جائز ہے اگرچہ امام اجازت نہ دے بلکہ وہ منع بھی کرے تب بھی جائز ہے۔ (ت)

(۲) هذا باطل لا اصل له، ویجوز التبلیغ عن الحاجة وان لم یاذن الامام، بل وان نهی۔ وهو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مقتدیوں کو جب تکبیر نماز کہی جائے تو تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہونا چاہئے یا جب حی علی الصلاة، حی علی الفلاح تکبیر کے تب کھڑے ہوں اور مقتدی و امام اس میں یعنی قیام و قعود میں مساوی ہیں یا ہر ایک کے واسطے جداگانہ حکم ہے، مثلاً جو کہ مقتدی بیٹھے رہیں اور حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں لیکن امام فوراً جب تکبیر شروع ہو کھڑا ہو جائے اس کا فعل صحیح ہے یا غلط؟

الجواب

حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں جس نے کہا امام فوراً کھڑا ہو جائے غلط کہا، تو الحمد للہ، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۲) از چتر گڑھ میواڑ مسئلہ فتح محمد صاحب ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد کے حجرہ میں امام ہو اور تکبیر تکبیر شروع کر دے اب امام حجرہ سے
روانہ ہو ختم تکبیر سے پہلے حی علی الفلاح کے وقت یا بعد ختم تکبیر مصلے پر پہنچ جاوے اس میں کوئی قباحت تو
نہیں ہے بصورت اچاننا یا بصورت دواما، ہر دو صورت کا کیا حکم ہے؟

الجواب

اس صورت میں کوئی حرج نہیں نہ امام تکبیر کا پابند ہو سکتا ہے بلکہ تکبیر کو امام کی پابندی چاہئے حدیث میں ہے
المؤذن املك بالاذان، والامام املك بالاقامة (اذان کا اختیار مؤذن کو ہے اور اقامت کا اختیار
امام کو۔ ت) اور اگر وہ تکبیر ہوتے میں چلا تو اسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں مصلے پر جائے اور حی علی الفلاح یا
ختم تکبیر پر تکبیر تحریم کے، یوں ہی بعد خطبہ اسے اختیار ہے کہیں منقول نہیں کہ خطبہ فرما کر تکبیر ہونے تک جلوس فرماتے
یہ حکم قوم کے لیے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۳) از جبرودہ ضلع میرٹھ مسئلہ سید سراج احمد صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

تکبیر سے پہلے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہوں اور کچھ لوگ کھڑے ہوں تو کیا تکبیر شروع ہوتے ہی سب کو کھڑا
ہو جانا چاہیے یا بیٹھ جانا چاہئے، اگر بیٹھے رہیں تو کس لفظ پر کھڑا ہونا چاہیے، اگر تکبیر شروع ہوتے ہی فوراً کھڑے
ہو جائیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔

الجواب

تکبیر کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علمائے فرمایا ہے کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور مسجد میں آیا
تو بیٹھ جائے اور جب تکبیر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت سب کھڑے ہو جائیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۴) محمد عبدالرشید از حصار مدرسہ انجمن محاسن اسلام احاطہ عبدالغفور صاحب

۱۴ محرم ۱۳۳۶ھ

مسجد میں بلا اذان نماز جماعت درست ہے یا نہیں اور تنگ وقت کی وجہ سے صرف تکبیر جماعت
کے لیے کافی ہے یا نہیں؟ بتینا تو جبروا۔

الجواب

بلا اذان جماعت اولے مکروہ و خلاف سنت ہے، ہاں وقت ایسا تنگ ہو گیا ہو کہ اذان کی گنجائش

نہ ہو تو مجبورانہ خود ہی چھوڑی جائے گی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۵) مسائل از شہر مکہ محلہ کانکر ٹولہ مسئلہ نتخے خاں
۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

- (۱) اذان سنت ہے یا واجب ؟
- (۲) اذان نابالغ دے تو جائز ہے یا ناجائز ؟
- (۳) تکبیر واجب ہے یا سنت ؟
- (۴) مصیٰ پر امام نہ ہو تو تکبیر جائز ہے یا ناجائز ؟

الجواب

- (۱) جمعہ و جماعت پنجگانہ کے لیے اذان سنت مؤکدہ و شعار اسلام و قریب واجب ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۲) نابالغ اگر عاقل ہے اور اس کی اذان اذان سمجھی جائے تو جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔
- (۳) یوں ہی تکبیر بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جب امام مسجد میں یہ تہیہ نماز آئے تو تکبیر کہہ سکتے ہیں اگرچہ مصیٰ تک نہ پہنچے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۶) از شہر مسئلہ وکیل الدین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام
۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و محققان شرعیین اس مسئلہ میں کہ زید بہت ہی پکا سستی ہے اہلسنت کے طریقہ پر قدم بقدم چلتا ہے ایک ذرہ بھی وہابیت کا نقص نہیں پایا جاتا وہابیوں سے متنفر رہتا ہے الغرض عقائد میں کسی قسم کی غرائی نہیں ایسے شخص کو بکرہ و بانی و کافر کہتا ہے چونکہ بکرہ نے زید کو بوقت اذان کے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام مبارک پر انگشت کو بوسہ لیتے ہوئے اور درود شریف باواز بلند پڑھتے ہوئے نہ دیکھا زید کہتا ہے کہ اذان کا جواب دینا اور درود شریف حضور کے نام مبارک پر اس وقت پڑھنا دل میں چاہیے لہذا میں دل میں پڑھتا ہوں اور جواب اذان دیتا ہوں اور زید انگشت پونے سے انکار بھی نہیں کرتا ہے اس وجہ سے بکرہ نے زید کو اسلام سے خارج کر کے کفر میں داخل کر دیا ہے اور زید کے عقائد کی حالت بھی ہے۔ اس صورت میں بکرہ کا یہ کلام زبان سے نکلنا صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح نہیں تو بکرہ پر شارح علیہ السلام کا کیا حکم جاری ہوگا؟ بتیو اتوجروا۔

الجواب

اگر یہ بیان واقعی ہے تو زید کو وہابی کہنا جائز نہیں اور اسے خارج از اسلام ٹھہرانا سخت اشد کبیرہ ہے بکرہ پر تو بر فرض ہے اور اس وقت درود شریف دل میں پڑھنے سے اگر زید کی مراد یہ ہے کہ زبان سے نہ پڑھا جائے تو غلط ہے زبان سے پڑھنا لازم ہے اور باواز ہونا مستحب ہے کہ اوروں کو بھی ترغیب و تذکیر ہو اور اس پر درود شریف نہ پڑھنے کی بدگمانی نہ ہو، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۷) از شہر محلہ ملوک پور مسئلہ شفیع احمد خاں صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر کے شروع ہونے کے وقت امام و مقتدی کو کھڑا رہنا چاہیے یا بیٹھ جانا چاہیے اور بیٹھ جانے میں کیا فضیلت ہے اور کھڑا رہنے میں کیا نقصان ہے؟

الجواب

امام کے لیے اس میں کوئی خاص حکم نہیں مقتدیوں کو حکم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں حتیٰ علی الفلاح پر کھڑے ہوں، کھڑے کھڑے تکبیر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علیگری میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد میں آئے کہ تکبیر ہو رہی ہو فوراً بیٹھ جائے اور حتیٰ علی الفلاح پر کھڑا ہو اور اس میں راز تکبیر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد قامت الصلاة اور اس نے حتیٰ علی الفلاح کہا کہ او مراد پانے کو جماعت کھڑی ہوئی، اس نے کہا قد قامت الصلاة جماعت قائم ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۷۸) از شہر بازار شہامت گنج مسئلہ مشیت خاں ۹ صفر المنظر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد اذان کے اور جماعت سے ذرا قبل الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ پڑھنا با و از بند چاہئے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے کہ صلاۃ و سلام پڑھنے سے اذان کی حیثیت گھٹتی ہے کوئی ضرورت نہیں ہے جواب اسے مشرف فرمایا جائے۔

الجواب

پڑھنا چاہیے اور صلاۃ و سلام سے اذان کی حیثیت بڑھتی ہے کہ وہ اعلام کے لیے تھی اور یہ اسی کی ترقی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ (۳۷۹) از شہر محلہ صالح نگر مسئلہ کفایت درسی ساز ۱۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی ہے یا ان کا خیال ہے اگر وہ اذان دے سنی کی مسجد میں تو اس کا جواب سنی دے یا نہیں؟ اور جب سنی اس مسجد میں نماز کے لیے جائے تو اپنی اذان کہے یا اسی کی اذان پر اکتفا کرے اور دوسری اذان نہ کہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اسم جلال پر کلمہ تعظیم اور نام رسالت پر درود شریف پڑھیں گے اگرچہ یہ اسمائے طیبہ کسی کی زبان سے ادا ہوں مگر وہابی کی اذان میں شمار نہیں جواب کی حاجت نہیں، اور اہلسنت کو اس پر اکتفا کی اجازت نہیں بلکہ ضرور دوبارہ اذان کہیں، درمختار میں ہے: ویعاد اذان کا فروعاً فاسق ذکا فروعاً فاسق کی اذان لوٹائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ موضع بشارت گنج ضلع بریلی مسئلہ حاجی غنی رضا خان صاحب رضوی ۲۴ صفر ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صلاۃ جو بعد اذان بلفظ الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھی جاتی ہے مخالف کتا ہے کہ یہ فعل قرآن شریف اور حدیث شریف کے باہر ہے اور شارع اسلام کے خلاف ہے یا کوئی مجھے بتائے کہ فرض ہے یا واجب یا سنت ہے یا مستحب، اور یہ فعل نیم مولوی کا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اس کو امام بنانا چاہئے یا نہیں؟

(۲) بروقت جماعت کے قبل جو تکبیر پڑھی جاتی ہے اس کو زید کتا ہے کہ امام و مقتدی بیٹھ کر سنیں، عمر و کتا ہے کہ کھڑے ہو کر سننا چاہیے اور یر رواج قدیم ہے اور یسے مولویوں کی فتنہ انگیزی کی بات ہے۔

الجواب

مخالف جھوٹا ہے اور شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے ثبوت دے شرع مطہر نے اسے کہاں منع فرمایا ہے کہ خلاف شرع کتا ہے ہاں وہ فردا مستحب ہے اور اصلاً فرد فرض ہے قال اللہ تعالیٰ:

ان الله و مملکتہ یصلون علی النبی یا ایہا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً
بیشک اللہ اور اس کے سب فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر، اے ایمان والو! درود بھیجو ان پر اور خوب سلام عرض کرو لا ٰصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

رب عز وجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثناء فرما دیا ہے کہ مگر اذان کے بعد نہ بھیجو، جب پڑھا جائیگا اسی حکم الہی کا امتثال ہوگا فلہذا ہر بار درود پڑھنے میں ادا کے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا نظیر اس کی تلاوت قرآن کریم ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک کعت میں سارا قرآن عظیم تلاوت کرے تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب فاقروا ما تیسر من القرآن (پس پڑھو قرآن سے جو تمہیں آسان ہے۔ تاکہ کے اطلاق میں ہے آج کل ایسا انکار کرنے والے کوئی نہیں مگر وہ پابیر اور وہاں بیر کے پیچھے نماز باطل محض ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) مسئلہ شرعیہ کو نئے مولویوں کی فتنہ انگیزی کہنا اگر براہ جہالت نہ ہو کلمہ کفر ہے کہ تو بین شریعت ہے مقتدیوں کو حکم یہ ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں جب تکبیر حیحی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑے ہوں کہ اس کے اس قول کی نیت ہو جو وہ اس کے بعد کہے گا کہ قد قامت الصلاۃ جماعت کھڑی ہوئی یہاں تک کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور اس وقت کوئی شخص باہر سے آیا تو یہ خیال ذکر سے کہ چند کلمات رہ گئے ہیں پھر کھڑا ہونا ہوگا بلکہ فوراً بیٹھ جائے اور حیحی علی الفلاح پر

کھڑا ہو۔ عملگیر یہ ہے،

اذا دخل الرجل عند الاقامة يكره له الانتظار
قالوا ولكن يقعد ثم يقوم اذا بلغ المؤذن
قوله حي على الفلاح كذا في المضمرات۔
والله سأل اعلم۔

مسئلہ (۳۸۱) از ریاست رام پور محلہ مردان خان لگی موچیاں مسئلہ محمد نور ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں پنجگانہ اذان واسطے نماز کے کہاں کہی جائے اور بانی مسجد نے کوئی جگہ اذان کی مقرر نہیں کی اکثر لوگ صحن مسجد میں اذان کہہ دیتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مسجد کی داہنی طرف یعنی جنوب کو اذان ہو اور مسجد کی بائیں طرف یعنی شمال کو تکبیر کہی جائے اور بس مسجد کا کوٹھانہ ہو صاف میدان حدبستہ ہو اُس مسجد کی کون سی داہنی اور بائیں پر عمل کیا جائے اور یہ بھی سُنا ہے کہ جماعت پر حتی سبحانہ کی رحمت اول امام پر اور بعد اس کے صف اول کی داہنی جانب سے تمام پر شروع ہوتی ہے پھر دوسری تیسری صفوں پر آخر تک جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ مسجد کی داہنی جانب جنوب ہے اسی جانب سے مصلیاں پر رحمت حق نازل ہوتی ہے یا اس کے بالعکس اور منبر مسجد کو بائیں جانب کہتے ہیں اور بانی مسجد وہیں داہنی جانب اور بائیں جانب بڑج بنے ہوتے ہیں اُس پر اذان ہوا کرتی ہے اس وقت کے مؤذنان نے اُس کو چھوڑ دیا صحن مسجد میں جہاں چاہتے ہیں اذان کہہ دیتے ہیں آیا اذان پنجگانہ نماز سنت خارج مسجد مثل منڈھیر وغیرہ ہے یا صحن مسجد۔ بنیوا تو جہرا۔

الجواب

مسجد میں اذان کہنا مطلق منع ہے خلاصہ و ہندیہ و بحر الرائق وغیرہ میں ہے، لا یؤذن فی المسجد (مسجد میں اذان نہ دی جائے۔ ت) نظم زندہ ویسی و جامع الرموز میں ہے، یرکھ الاذان فی المسجد (مسجد میں

۵۷/۱	مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور	۵۷/۱	فتاویٰ ہندیہ کتاب الصلاة باب فی الاذان فصل ثانی
۲۹/۱	” مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ	۲۹/۱	فتاویٰ ہندیہ کتاب الصلاة باب فی الاذان فصل الاول فی الاذان
۵۵/۱	” نورانی کتب خانہ پشاور	۵۵/۱	فتاویٰ ہندیہ کتاب الصلاة باب فی الاذان فصل الثانی فی کلمات الاذان
۲۵۵/۱	” ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	۲۵۵/۱	بحر الرائق باب الاذان
۱۲۳/۱	” مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۱۲۳/۱	جامع الرموز کتاب الصلاة فصل الاذان

نوٹ، جامع الرموز میں یہ عبارت بالمعنی ہے بالالفاظ نہیں۔ جامع الرموز کے الفاظ یوں ہیں: بانہ لا یؤذن فی المسجد فانہ مکروہ کما فی النظم۔ نذیر احمد سعیدی

اذان محکومہ ہے۔ ت، اذان کے لیے کوئی دہنی بائیں جانب مقرر نہیں، منارہ پر جو جس طرف ہو اور جہاں منارہ یا کوئی بلندی نہیں وہاں فصیل مسجد پر اس طرف ہو جہاں مسلمانوں کی آبادی زائد ہے اور دونوں طرف آبادی برابر ہو تو اختیار ہے جہاں چاہیں دیں۔ تکبیر میں مناسب یہ ہے کہ امام کے محاذی ہو ورنہ امام کی دہنی جانب کہ مسجد کی بائیں جانب ہوگی ورنہ جہاں بھی جگہ ملے۔ رحمت الہی پہلے امام پر اترتی ہے پھر صف اول میں جو امام کے محاذی ہو پھر صف اول کے دہنے پر پھر بائیں پر پھر دوم میں امام کے محاذی پھر دوم کے دہنے پھر بائیں پر اسی طرح آخر صفوں تک۔ امام کا دہنا مسجد کا بایاں ہوتا ہے مسجد میں عمارت ہو یا نہ ہو کہ مسجد تابع کعبہ معظمہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۸۶) از روزگار دایہ مسانہ۔ گجرات گازی کے دروازہ متصل مکان چاند رسول مسئلہ عبدالرحیم احمد آبادی

۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسجدوں کے دروازوں پر گھنٹا لگا کر نچوٹہ نمازوں کے وقت پر جانا مشابہت کفار ہے یا نہیں۔ بینوا تو جہروا۔

الجواب

یہ سخت حرام اور ناپاک و ملعون فعل کفار ملعونین سے پورا پورا تشبہ ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۸۳) از اکلمہ اضلع بلا سچور۔ سنی پی مسئلہ عبدالغنی امام مسجد فیاض ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک مؤذن روزہ نہیں رکھتا کتنی ہی بار امام سے لڑنے پر آمادہ ہوا امام سے کہا زیادہ بات کرے گا تو پنک کرنا میں موڑ کر گڑوں گا ایک ہی نمبر کا لالچی گانے والا بھانڈ بھی مسخر اچور بھی مسجد کے چار قفل چوری کیے پتا لگئے پر کہا تم نے دو دیے تھے ابھی تک وہ مسروق قفل اس کے پاس ہیں امام پر بہتان لگاتا ہے کہ تم مسجد کی لالچین کا تیل چوری کرتے ہو حالانکہ کبھی نہیں دیکھا امام کہتا ہے اگر ثبوت مل جائے تو میرا ہاتھ کاٹ لو بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پر بھی تو کبھی درود شریف پڑھتے نہیں سنا اور ۵ رمضان کو عین جماعت فجر کے وقت جھاڑو دیتا تھا میں نے کہا ابھی جھاڑو نہ دو تو جماعت کے سامنے کہنے لگا کہ موت موت آگ نہ موتو، بے حیا لا کافساد ہے ایک روزہ دار مسافر کو بھی ہسکا تا تھا لہذا اس مؤذن کے متعلق فتوے سے مطلع فرماتیں۔

الجواب

اگر یہ باتیں واقعی ہیں تو وہ مؤذن سخت فاسق فاجر ہے اُسے مؤذن بنانے کی ہرگز اجازت نہیں اُسے معزول کرنا لازم، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

الامام مضامن والمؤذن مؤتمن (امام ذمہ دار ہے اور مؤذن امین ہے) رواہ ابوداؤد والترمذی

وابن حبان والبیہقی عن ابی ہریرۃ واحمد عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند صحیح (اسے ترمذی ابن حبان اور بیہقی نے سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امام احمد نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت) اور ظاہر ہے کہ فاسق امین نہیں ہو سکتا، لہذا مقصود اذان کہ اعلام باوقات نماز و سحری و افطار ہے فاسق کی اذان سے حاصل نہیں ہو سکتا، تنویر میں ہے،

یجوز اذان صبی مراحق و عبد و
اعلیٰ
تبيين الحقائق میں ہے،

لان قولہم مقبول فی الامور الدینیۃ،
فیكون ملزماً، فیحصل بہ الاعلام بخلاف
الفاسق۔
رد المحتار میں ہے،

یؤخذ مما قد مناه من انه لا یحصل الاعلام
من غیر العدل ولا یقبل قوله لا یجوز الاعتداد
على المبلغ الفاسق خلف الامام۔
ہمارے سابقہ بیان سے واضح ہو چکا ہے کہ اعلام
بغیر عدل کے حاصل نہیں ہو سکتا اور اس کا قول قبول
نہیں کیا جائیگا یعنی امام کے پیچھے فاسق مکبر پر اعتماد
جائز نہیں۔ (ت)

در مختار میں ہے،

وجزم المصنف بعدم صحة اذان مجنون و
ومعتوه و صبی لا یعتل قلت و کافر و فاسق
لعدم قبول قوله فی الدیانات۔
مصنف نے دیوانے، ناقص العقل، ناسمجہ بچے کی اذان
پر عدم صحت کے ساتھ جزم کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اور
کافرو فاسق بھی اس مثال میں شامل ہیں، کیونکہ ان کا
قول امور دینیہ میں معتبر نہیں۔ (ت)

۶۴/۱	مطبوعہ مجتہباتی دہلی	شرح تنویر الابصار باب الاذان	۱۰ در مختار
۹۴/۱	مطبوعہ کبرے امیرہ بلاق مصر	"	۱۱ تبیین الحقائق
۲۹۰/۱	مصطفیٰ البانی مصر	"	۱۲ رد المحتار
۶۴/۱	مجتہباتی دہلی	"	۱۳ در مختار

غنیہ میں ہے :

يجب اعادة اذان السكران والمجنون و
الصبى غير العاقل لعدم حصول المقصود لعدم
الاعتقاد على قولهم اه وقد نقله في رد المحتار
واقره بل ايد به بحث البحر فلا وجه لبحثه
في الفاسق وقد سلم عدم حصول المقصود
باذانه كما تقدم -

نشدہ کرنے والے، دیوانے، نابالغ بچہ کی اذان لوٹائی جائیگی
کیونکہ ان کے قول پر عدم اعتقاد کی وجہ سے مقصود حاصل
نہیں ہو پاتا اھ رد المحتار میں اسے نقل کر کے ثابت
رکھا بلکہ بھر کی عبارت سے اس کی تائید کی پس فاسق
کے بارے میں بحث کی حاجت ہی نہیں کیونکہ پیچھے
گزر چکا ہے کہ اس کی اذان سے اعلام کا حصول مسئلہ

طور پر نہیں ہوتا۔ (ت)

واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۰۴) از سینئر یوم ضلع غنی تال مسئلہ سراج علی خاں صاحب قادری رضوی بریلوی ۱۶ شعبان ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسجد میں نماز جماعت کے لیے اذان پنجوقتہ کیا اہمیت رکھتی ہے
مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ دوچار شخص جماعت سے نماز پڑھیں تو اذان ضروری ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

مسجد میں پانچوں وقت جماعت سے پہلے اذان سنت ثلاث مکررہ قریب واجب ہے اور اس کا ترک بہت شنیع،
یہاں تک کہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اگر کسی شہر کے لوگ اذان دینا چھوڑ دیں تو میں ان پر جہاد کروں گا۔
شہر میں اگر کچھ لوگ مکان یا دکان یا میدان میں اذان نہ کہیں تو حرج نہیں، عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا،
اذان الحی یکفینا محلہ کی اذان ہمیں کفایت کرتی ہے، یوں ہی مسافر کو ترک اذان کی اجازت ہے لیکن اگر اقامت
بھی ترک کرے گا تو مکروہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ (۳۸۵) از بریلی بازار مسئلہ عزیز الدین خاں دکاندار ۲۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ نماز سے قبل صلاۃ پکارتا اور اذان ثانی باہر
مسجد کے کھنوا و بابیہ کا کام ہے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

نماز سے پہلے صلاۃ پکارتا مستحب ہے حرمین شریفین و تمام بلاد دارالاسلام میں رائج ہے اسے وہابیہ کا کام

کہنا عجیب ہے وہابیہ ہی اسے بُرا کہتے ہیں اذانِ ثانی امام کے سامنے منبر کے محاذی مسجد کے باہر ہونا ہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے صدیق اکبر کی سنت ہے، فاروق اعظم کی سنت ہے، اُسے وہابیہ کا کام کہنا محض بھالت و حماقت ہے اگر یہ شخص جاہل ہے کسی احمق سے سُنی سنائی ایسی کہتا ہے اُس کے مذہب میں کوئی فتور نہیں اور فاسق ملعون بھی نہیں اور اس کی طہارت و قرأت صحیح ہے تو ان شرائط کے ساتھ اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

رسالہ

۱۳۰۱ ۱۳۰۱
مُنِيرُ الْعَيْنِ فِي حَكْمِ تَقْبِيلِ الْإِبْهَامَيْنِ

(انگوٹھے چومنے کے سبب آنکھوں کا روشن ہونا)

(۳۸۶) مسئلہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان میں کلمہ اشہد ان محمدًا رسول اللہ ﷺ کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟ بیتیٰ اتوجروا۔

فتویٰ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله الذي نور عيون المسلمين بنور
عين اعيان المرسلين، والقبلة و
السلام على نور العيون سرور القلب
المحزون محمد الرفيع ذكره في
الصلاة والاذان، والجيب اسمه عند اهل
الايمان، وعلى المرء وصحبه
تمام ثوبان الله کے لیے جس نے گروہ انبیاء و مرسلین کے
سربراہ کے نور سے تمام مسلمانوں کی آنکھوں کو روشنی
بخشی، صلاة و سلام ہوا اس پر جو آنکھوں کا نور پریشان
دلوں کا سرور یعنی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جن کا ذکر
اذان و نماز میں بلند ہے۔ جس کا اسم گرامی اہل ایمان کے
ہاں نہایت ہی محبوب ہے و آپ کی آل و اصحاب پر

المشروحة صدورهم لجلال اسرارہ و
المفتوحة عيونهم بجمال انوارہ، واشہد
ان لا اله الا الله وحده لا شريك له،
وان محمد عبده ورسوله
بالمهدي ودين الحق ارسله
صلى الله تعالى عليه وعلى
آلہ وصحبہ اجمعين، وعلينا
معهم وبهم ولهم يا ارحم الراحمين
امين، قال العبد الذليل للمولى الجليل
عبد المصطفى احمد رضا المحمدي السني الخنفي
القادري البرکاتي البيريلوي، نور الله عيونه و
اصلاح شيعونه مستعید ابوب الفلق من شمس
ما خلق و حامد الله على ما الههم ووفق۔

جن کے مبارک سینے آپ کے اسرار و رموز کے جلال کیلئے
کھول دیئے، اور ان کی آنکھوں کو آپ کے انوار جمال
سے منور فرمایا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے
سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے اور حضرت
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے
اور رسول ہیں جن کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث
کیا اور ہم پر بھی رحمت ہو ان کے ساتھ، ان کے سبب
اور ان کے صدقہ میں یا ارحم الراحمین، مولیٰ جلیل کا عبد ذلیل
عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی سنی، حنفی، قادری، برکاتی، بیریلوی
کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی آنکھوں کو منور فرمائے اور اس کے
تمام احوال کی اصلاح کرے درانحالیکہ وہ رب الفلق کی پناہ
میں آتا ہے تمام مخلوق کے شر سے اور حمد کرتا ہے اللہ کی
اس پر جو اس نے عطا کی اور اس کی توفیق دی۔ (ت)

الجواب

حضور پر نور شفیع یوم النور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سننے وقت انگوٹھے
یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز، جس کے جواز پر مقام تبرع میں دلائل کثیرہ قائم، اور خود اگر
کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا، جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اس کے
ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں، پھر یہاں توحید و فقہ و ارشاد علما و عمل
قدیم سلف صلیا سب کچھ موجود۔ علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا
صدیق اکبر و حضرت یحیٰ بن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا امام حسن و حسین و حضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی
تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا ابوالعباس خضر علی الجبیب الکریم علیہم جمیعاً الصلاۃ و التسلیم و غیر ہم اکابر دین سے حدیث روایت
فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ مس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب مقاصد حسنہ میں ذکر فرمائی
اور جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایہ و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد و رد المحتار حاشیہ درمختار و غیرہ کتب فقہ میں اس
فعل کے استحباب و استحسان کے صلاحت تصریح آئی، ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر و علماء مثل مکمل فتاویٰ

وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارہ میں ان محدثین کرام و محققین اعلام نے جو تصحیح و تضعیف و تجرید و توثیق میں دائرہ اعتدال سے نہیں نکلے اور راہ تساہل و تشدد نہیں چلتے حکم اخیر و خلاصہ بحث و تنقیر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں باصطلاح محدثین درجہ صحت کو فائز نہ ہوئیں، مقاصد میں فرمایا،

لَا يَصَحُّ فِي الْمَرْفُوعِ مِنْ كُلِّ هَذَا شَيْءٌ ۖ
بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (د ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہیاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں،
کل ما يروى في هذا خلاصه من رفعه البتة ۖ
اس بارے میں جو بھی روایات بیان کی گئی ہیں ان کا مرفوع ہونا صحیح نہیں۔ (د ت)

علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی رد المحتار میں علامہ اسماعیل جراح رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں،
لَمْ يَصَحَّ فِي الْمَرْفُوعِ مِنْ كُلِّ هَذَا شَيْءٌ ۖ
بیان کردہ مرفوع احادیث میں کوئی بھی درجہ صحت پر فائز نہیں۔ (د ت)

پھر خادم حدیث پر روشنی کر اصطلاح محدثین میں کافی صحت ہے مستلزم نہیں کہ نفی صلاح و تماسک و صلوح تمسک نہ کہ دعویٰ وضع کذب، تو عند تحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں یونہی حکم وضع و کذب بھی ہرگز مقبول نہیں بلکہ تصریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور اور عمل علما و قبول قدام حدیث کے لیے قویٰ دیگر آورند سہی تو فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول، اور اس سے بھی گزریے تو بلاشبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی و منقول اور سلف صالح میں حفظ صحت بصورت و روشنائی چشم کے لیے مجرب اور معمول، ایسے عمل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف، اور نفع حاصل تو منہ باطل، بلکہ انصاف کیجئے تو محدثین کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کر نا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے، ولہذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا، قلت واذا ثبت رفعه الى الصديق رضي الله یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت

رداوی نے اپنی کتاب "موجبات الرحمة وعزائم المغفرة" میں ایسی سند سے جس میں مجاہدیل ہیں اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشهد ان محمد رسول اللہ سن کر صرخاب جیسی و قسوة عینی محمد بن عبد اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا فقیہ بن الباہا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے ایک بار ہوا چلی ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑ گئی نکالتے تھک گئے ہرگز نگلی اور نہایت سخت درد پہنچا انہوں نے مؤذن کو اشهد ان محمد رسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا فوراً نکلی گئی رداد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی بات کیا چیز ہے۔

یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام و خطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے نقل کیا کہ میں نے انہیں فرماتے سنا

الرداد الحانی المتصوف فی کتابہ موجبات الرحمة وعزائم المغفرة "بسنده مجاہدیل مع انقطاعه عن الخضر علیہ السلام انه قال من قال حين يسمع المؤذن يقول اشهد ان محمد رسول الله، مرجبا بجيبي وقرعة عيني محمد بن عبد الله صلى الله تعالى عليه وسلم، ثم يقبل ابهاميه ويجعلهما على عينييه لم يرد ابد اية

پھر فرمایا،

ثم روى بسنده فيه من له اعرفه عن اخي الفقيه محمد بن الباي فيما حكى عن نفسه انه هبت مريخ، فوَقعت منه حصاة في عينيه فاعياه خروجها والمسته لاله واقتر لما سمع المؤذن يقول اشهد ان محمد رسول الله، قال ذلك فخرجت الحصاة من فوسره، قال الرداد رحمه الله تعالى، وهذا يسير في جنب فضائل الرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم.

پھر فرمایا،

وحكى الشمس محمد بن صالح المدنى امامها وخطيبها في تاريخه عن المجد احد القدماء من المصريين، انه سمعه يقول من صلى

جو شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر پاک اذان میں
سُن کر گھر کی اُننگی اور اُنگوٹھا ملائے اور انھیں برسہ
دسے کر آنکھوں سے لگائے اُس کی آنکھیں کبھی نہ
دُکھیں۔

على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا سمع
ذكره في الاذان ، وجمع اصبعيه المسبحة
والا بهما وقبلهما ومسح بهما عينيه لم
يرمدا بداً

پھر فرمایا ،

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرنندی
سے بھی سنا کہ بعض مشایخ عراق یا عجم سے راوی تھے اور
اُن کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مَس کرتے وقت
یہ درود عرض کرے صَلَّی اللہُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِی یَا
رَسُوْلَ اللہِ یَا حَبِیْبَ قَلْبِیْ وَ یَا نُورَ بَصَرِیْ
وَ یَا قُوَّةَ عَیْنِیْ ، اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجہد و
فقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں
ہمارے آنکھیں نہ دُکھیں۔

قال ابن صالح ، وسمعت ذلك ايضا من الفقيه
محمد بن الزرنندی عن بعض شیوخ العراق
او العجم انه يقول عند ما مسح عینیه ، صلی
اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب
قلبی و یا نور بصری یا قوۃ عینی ، قال لی کل
منہما منذ فعلہ لم ترمد عینی۔

پھر فرمایا ،

یعنی امام ابن صالح مدوح نے فرمایا اللہ کے لیے حمد و
شکر ہے جب سے میں نے یہ عمل اُن دونوں صاحبوں
سے سنا اپنے عمل میں رکھا آج تک میری آنکھیں
نہ دُکھیں اور اُمید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں
کبھی اندھانہ ہوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

قال ابن صالح وانا والله الحمد والشکر منذ
سمعتہ منہما استعملتہ ، فلم ترمد عینی
وارجوان عافیتہما تدوم وافی اسلم من
العمی ان شاء الله تعالى۔

پھر فرمایا ،

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد سعید خولانی سے مروی
ہو کہ اُنھوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابو الحسن علی بن محمد
بن حیدر حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی نے

قال وروی عن الفقيه محمد بن سعيد الخولاني
قال اخبرني الفقيه العالم ابو الحسن علي بن محمد
بن حديد الحسيني ، اخبرني الفقيه الزاهد بلالي

میں ہے۔

الى الجنة كذا في كنز العباد.

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں، و نحوه في الفتاوى الصوفية یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المغربات شرح قدوسی قدس سرہانے فتاویٰ صوفیہ میں فرمایا شیخ مشائخ خاتم المحققین سید العلماء الخنفیہ بمکہ المحمدیہ مولانا جمال بن عبد اللہ عمر مکی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

سئلت عن تقبيل الالبها مين ووضعها على العيين عند ذكر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الاذان، هل هو جائز ام لا اجبت بما نصحہ نعم تقبيل الالبها مين ووضعها على العيين عند ذكر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الاذان جائز، بل هو مستحب نسرح به مشايخنا في غير ما كتب.

یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر شریف سن کر انگوٹھے چومنا اورہ آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں، میں نے ان لفظوں سے جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے ہمارے مشائخ نے متعدد کتابوں میں اس کے تحب ہونے کی تصریح فرمائی۔

علامہ محدث محمد قاسم فتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجمع بحار الانوار میں حدیث کو صرف لا یصح فرما کر لکھتے ہیں، و روی تجربة ذلك عن كشيرون یعنی اس کے تجربہ کی روایات بکثرت آئیں۔ فقیر مجیب غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے، اب طالب تحقیق و صاحب تدقیق، افادات چند نافع و سود مند پر لحاظ کرے، تاکہ بول اللہ تعالیٰ چہرہ حق سے نقاب اٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیے ان کی قدرے تفصیل زیور گوش سامعین بنے کہ یہاں بسط کامل و شرح کافل کے لیے تو دفتر و صیغہ، بلکہ مجملہ بسیط و رکاز و اللہ الموفق و نعم المعین فاقول و باللہ التوفیق و بہ الوصول الخ ذری التحقيق۔

افادة اول (حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے) محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط و باطل ہے، بلکہ صحیح اُن کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے

۱۲۵/۱ جامع الرموز فصل الاذان مکتبہ اسلامیہ گنبد قاسموس ایران

۱۲۵/۲ فتاویٰ جمال بن عبد اللہ عمر مکی

۱۲۵/۳ خاتمہ مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاجابت المشتہة الخ نوکشور لکھنؤ

جس کے شرائط سخت و دشوار اور موانع و علائق کثیر و بسیار، حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتقاع کم ہوتا ہے، پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں اگر اس مبحث کی تفصیل کی جائے کلام طویل تحریر میں آئے ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے ہیں ”یہ حدیث صحیح نہیں“ یعنی اس درجہ علیا کو نہ پہنچی، اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حسن کہتے ہیں یہ یا آنکہ صحیح نہیں پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ورنہ حسن ہی کیوں کہلاتی، فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبے سے ٹھکا ہوتا ہے، اس قسم کی بھی سیکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں، یہ قسم بھی استناد و احتجاج کی پوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اسے صحیح نہیں کہتے برابر اس پر اعتماد فرماتے اور احکام حلال و حرام میں حجت بناتے ہیں، امام محقق محمد محمد بن امیر الحاج صلی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں :

قول الترمذی ”لا یصح عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی هذا الباب شیء“ انتہی لا ینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لا یتوقف ثبوته علی الصحیح ، بل کما یشہد بہ شدت بالحسن ایضاً۔
ترمذی کا یہ فرمانا کہ اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث نہیں ملے انتہی حسن اور اس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح ہی پر موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یونہی حسن سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اسی میں ہے :

علی المشی علی مقتضی الاصطلاح الحدیثی
لا یلزم من نفی الصحیۃ نفی الثبوت علی وجه الحسن۔
یعنی اصطلاح علم حدیث کی رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقة میں فرماتے ہیں ،
قول احمد ”انہ حدیث لا یصح ای“

یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ، اس کے

علہ ذکرہ فی مسئلۃ المسح بالمدیل بعد الوضوء ۱۲ منہ
علہ آخر صفۃ الصلاۃ قبیل فصل فیما کرہ فعلہ فی الصلاۃ ۱۲ منہ
وضو کے بعد قرائۃ استعمال کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)
صرفۃ الصلاۃ کے آخر میں فیما کرہ فعلہ فی الصلاۃ سے مقصود ا
پہلے اسے ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ ذکرہ فی حدیث التوسعة علی العیال یوم
العاشوراء فی آخر الفصل الاول من الباب الحادی
عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ
گیارہویں باب کی فصل اول کے آخر اور فصل ثانی سے
ستور پہلے عاشوراء کے دن اہل و عیال پر وسعت والی
حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لذاته فلا ينفى كونه حسنا لغيره ، والحسن لغيره
 يحتج به كما بين في علم الحديث
 سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلاني رحمه الله تعالى عليه اذكار امام نووي کی تحریک احادیث میں فرماتے ہیں ،
 من نفى الصحة لا ينفى الحسن اذ ملخصا
 یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منقہ نہیں ہوتا۔
 اہ ملخصا

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں ،
 هذا القسم من الحسن مشارك للصحيح في
 الاحتجاج به وان كان دونه
 یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے مگر
 حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔
 مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں ،
 لا يصح لا ينافي الحسن اذ ملخصا
 یعنی محدثین کا قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں اُس کے حسن
 ہونے کی نفی نہیں کرتا۔ اہ ملخصا

سیدی نور الدین علی تمہودی جواہر العقیدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں ،
 قد يكون غير صحيح وهو صالح للاحتجاج
 به ، اذ الحسن مرتبة بين الصحيح والضعيف .
 یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے
 وہ قابل حجت ہے ، اس لیے کہ حسن کا رتبہ صحیح و
 ضعیف کے درمیان ہے ۔

حدیث کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینتقل الرجل قائما
 (حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر
 جوتا پہننے سے منع فرمایا ۔ ت) کو امام ترمذی نے جابر و انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کر کے فرمایا ،

- | | | | |
|-------|--------------------------------|--|--|
| ۱۸۵ ص | مطبوعہ مکتبہ مجیدیہ ملتان | الفصل الاول فی الآیات الواردة فیہم | لہ الصواعق المحرقة |
| ۳۳ ص | مطبوعہ مطبع علمی لاہور | بحث حدیث حسن لذاتہ | لہ نتائج الافکار فی تحریک احادیث الاذکار |
| ۲۳۶ ص | مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت | حدیث ۹۲۹ | لہ الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة |
| | | | لہ جواہر العقیدین فی فضل الشرفین |
| ۲۰۹/۱ | مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور | باب ماجاء فی کراہیۃ المشی فی التعل الواحدہ | لہ جامع الترمذی |

کلا الحدیثین لا یصح عند اهل الحدیث لے دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں۔

علامہ عبد الباقی زرقانی شرح مواہب میں اسے نقل کر کے فرماتے ہیں:

نفیہ الصحة لا ینافی انه حسن کما علمتے صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد اصطلاح محدثین میں عدم صحت کا ذکر غرابت کا حکم نہیں چہ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد درجہ اعلیٰ رکھتا کیونکہ حدیث کا صحیح ہونا اس کا اعلیٰ ترین درجہ ہے ست و اترہ آل تنگ ترجیح احادیث کہ در کتب مذکور جیسا کہ مقدمہ میں معلوم ہو چکا ہے اور اس کا دائرہ نہایت ست حتی دریں شش کتاب کہ از اصحاب ستہ گویند ہم ہی تنگ ہے تمام احادیث جو کتابوں میں مذکور بر اصطلاح ایشان صحیح نیست، بلکہ تسمیہ آنها صحیح ہیں حتی کہ ان چھ کتب میں بھی جن کو صحاح ستہ باعتبار تغلیب ست بتہ کہا جاتا ہے۔ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحیح نہیں ہیں بلکہ ان کو تحلیلاً صحیح کہا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الحق والدین محمد بن الہام رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول،

وقول من يقول في حديث انه لم يصح ان سلم له یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں اگر یقہ لان الحجیۃ لا متوقف علی الصحة، بل مان لیا جائے تو کچھ عرج نہیں ڈالتا کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں بلکہ حسن کافی ہے۔

عہ المقصد الثالث النوع الثاني ذكر نفعه صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ منه (م) تیسرے مقصد دوسری نوع نفع مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میں اس کا بیان ہے۔ (ت)

لہ جامع الترمذی باب ما جاء في كراهية المشي في النعل الواحدة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲۰۹/۱
لہ شرح الزرقانی علی المواہب ذکر نفعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۵۵/۵
لہ شرح صراط المستقیم لعبدالحق محدث دہلوی مکتبہ نوریہ ضرویہ سکھر ۵۰۲
لہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثاني من باب ما لا يجوز من اس في الصلاة مطبوعہ مکتبہ اندویدہ ملتان ۱۸/۳

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج فقہی ہو
 نہ کس صراح و لائق اعتبار نہ ہونا نہ محض باطل و موضوع ٹھہرنا جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح و موضوع دونوں
 ابتداء و انتہاء کے کناروں پر واقع ہیں، سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث
 ہیں درجہ بدرجہ، (حدیث کے مراتب اور ان کے احکام) مرتبہ صحیح کے بعد حسن لذاتہ بلکہ صحیح لغیرہ پھر حسن لذاتہ، پھر
 حسن لغیرہ، پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاط راوی یا سبور حفظ یا تدلیس
 وغیرہا، اول کے تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اس مہم ثبوت قنادل ہے اور وہ سب صحیح بہا ہیں اور آخر کی قسم صالح، یہ
 متابعات و شواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پاکر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے، اُس وقت وہ صلاحیت
 احتجاج و قبول فی الاحکام کا زیور گرانہا پہنتی ہے، ورنہ دربارہ فضائل تو آپ ہی مقبول و تنہا کافی ہے، پھر درجہ ششم
 میں ضعیف قوی و وہن شدید ہے جیسے راوی کے فتی وغیرہ قواعد قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے
 جدا نہ ہو، یہ حدیث احکام میں احتجاج و درکار اعتبار کے بھی لائق نہیں، ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے
 طور پر بعد انجبار بعد مخارج و تنوع طرق منصب قبول و عمل پاتی ہے، کما سَنَبَيْتُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی (ان شامائدہ
 تعالیٰ عنقریب ان کی تفصیلات آرہی ہیں۔ ت) پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا تمہ بالکذب پر
 ہو، یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کے لئے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذب
 پر ہو عین موضوع یا نظر تدقیق میں یوں کہئے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کذب ہے،
 یہ بالاجماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہ کسی باب میں لائق اعتبار، بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع و تجوز ہے، حقیقہً
 حدیث نہیں محض مجعول و افتراء ہے، والعیاذ باللہ تبارک و تعالیٰ۔ وسیرو علیک تفاصیل جل ذلک ان شاء اللہ
 العلّی الاعلیٰ (اس کی روشن تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کے لیے بیان کی جائے گی۔ ت) طالب تحقیق ان
 چند حرفوں کو یاد رکھے کہ باوصف و جازت محصل و ملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر
 میں کم ملیں، واللہ الحمد والمنة (سب خوبیاں اور احسان اللہ تعالیٰ کیلئے ہے۔) خیر بات دُور پڑتی ہے کہنا اس
 قدر ہے کہ جب صحیح اور موضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکارِ صحت سے اثبات وضع ماننا زمین و آسمان کے
 قلابے ملانا ہے، بلکہ نفی صحت اگر بمعنی نفی ثبوت ہی لیجئے یعنی اُس فرقہ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت
 حسن دونوں کو شامل، تاہم اُس کا حاصل اس قدر ہو گا کہ صحیح و حسن نہیں نہ کہ باطل و موضوع ہے کہ حسن و موضوع کے
 بیچ میں بھی دُور دراز میدان پڑے ہیں۔

میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا مگر کیا کیجے کہ کام اُن صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لیے
 دیدہ و دانستہ محض اُمّی عامی بن جاتے اور مہرِ نیکو زیر دامن مکر و تدبیر چھپانا چاہتے ہیں۔ لہذا کلماتِ علماء سے اس روشن

مقدمہ کی تصریحیں لیجئے :

امام سند الحفظ و امام محقق علی الاطلاق و امام علی و امام مکی و علامہ زرقانی و علامہ سمهودی و علامہ بروی کی عبارت کہ ابھی مذکور ہوئیں بحکم دلالت النص و قوی الخطاب اس دعویٰ بینہ پر دلیل مبین کہ جب نفی صحت سے نفی حسن تک لازم نہیں قرابت وضع تو خیال محال سے ہمہ دوش و قرین ۔

(حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین آسمان کا فرق ہے) تاہم عبارات النص سنئے :

امام بدر الدین زکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآئی مصنوعہ پھر علامہ علی بن محمد بن عراق کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن الاخبار الشنیعہ الموضوعہ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :

بین قولنا لم یصح و قولنا موضوع بون کبیر ، فان
الوضع اثبات الکذب والاختلاق ، و قولنا
لم یصح لایلزم منه اثبات العدم ، وانما هو
اخبار عن عدم الثبوت ، و فرق بین الامرین ۔

یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بیل ہے کہ موضوع کہنا تو اسے کذب و افتراء ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں ، بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے ۔

یہ لفظ لآئی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا ، تقریر میں اس کے بعد آتا اور زیادہ فرمایا :

و هذا ایچی فی کل حدیث قال فیہ ابن الجوزی
”لایصح“ ان نحوہ ۔

یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاقل و عاری ہے ۔

امام ابن حجر عسقلانی القول المسدوفی الذب عن سند احمد میں فرماتے ہیں :

لایلزم من کون الحدیث لم یصح ان یکون
موضوعا ۔

یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا ۔

امام سیوطی کتاب التعقیبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں :

اکثر ما حکم الذہبی علی هذا الحدیث ، یعنی بڑھ سے بڑھ اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا

۱۔ مجمع بحار الانوار	فصل و علومہ و اصطلاحتہ	نولکشور لکھنؤ ۵۰۶/۳
۲۔ تنزیہ الشریعۃ	کتاب التوحید فصل ثانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۰/۱
۳۔ القول المسدود	الحدیث السابع	مطبوعہ دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد و دکن ہند ص ۴۵

انہ قال متن ليس بصحيح وهذا صادق
بضعفه^۱
حکم کیا کہ یہ متن صحیح نہیں، یہ بات ضعیف ہونے سے بھی
صادق ہے۔

علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں :
لا يلزم من عدم الصحة وجود الوضع كما
لا يخفى^۲
یعنی کھل ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے
موضوع ہونا لازم نہیں آتا،

اسی میں روز عاشورائے گمانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا حکم لا یصح هذا
الحدیث^۳ (یہ حدیث صحیح نہیں۔ ت) نقل کر کے فرماتے ہیں :

قلت لا يلزم من عدم صحته ثبوت وضعه و
غايته انه ضعيف^۴
یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا
لازم نہیں، غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحفظ عسقلانی سے ناقل،
ان لفظ لا يثبت لا يثبت الوضع فان الثابت
يشمل الصحيح فقط، والضعيف دون^۵
یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت
ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہو

اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔

بلکہ مولانا علی قاری آخر موضوعات کبیر میں حدیث البطيخ قبل الطعام يغسل البطن غسلا ويذهب بالداء
اصلا (کھانے سے پہلے تریوز کھانا پیٹ کو خوب دھو دیتا ہے اور بیماری کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ ت) کی نسبت
قول امام ابن عساکر "شاذ لا یصح" (یہ شاذ ہے صحیح نہیں۔ ت) نقل کر کے فرماتے ہیں :

هو يفيد انه غير موضوع كما لا يخفى^۶
یعنی اُن کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں
جیسا کہ خود ظاہر ہے۔

یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا مفتر یا مختلف کتے نفی صحت پر کیوں اقتصار کرتے، فافهم

۱۔ التبعات علی الموضوعات باب بدء الخلق والانبیاء مکتبہ اشرفیہ ساکنہ بل شیخوپورہ ص ۴۹

۲۔ موضوعات ملا علی قاری بیان احادیث العقل حدیث ۱۲۲۳ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۳۱۸

۳۔ " " " بیان احادیث الاحتمال یوم عاشوراء حدیث ۱۲۹۸ " " " ص ۳۴۱

۴۔ مجمع تذکرۃ الموضوعات الباب الثانی فی اقسام الواضعین مکتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۴

۵۔ موضوعات ملا علی قاری حدیث البطيخ قبل الطعام حدیث ۱۳۳۳ " " " ص ۳۵۰

واللہ تعالیٰ اعلم۔

تبیین بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے ان متکلمین طائفہ منکرین کا جہل شنیع و زور فطیع بوضع تام طشت از بام ہو گیا جو کلمات علما مثل مقاصد حسنہ و مجمع البحار و تذکرۃ الموضوعات و مختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیل ابہامین کی نفی صحت نقل کر کے بے دھڑک دعویٰ کر دیتے ہیں کہ اُن کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چوٹنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع و غیر مشروع ہے، سبحان اللہ کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع، کیا مزہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعدد ہوں وہاں سب میں اعلیٰ کی نفی سے سب میں ادنیٰ کا ثبوت ہو جائے گا، مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اُس کے معنی یہ بٹھریں کہ نانا شینہ کو محتاج ہے، یا متکلمین طائفہ کو کہئے کہ اولیا نہیں تو اس کا مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں و لکن الوہابیۃ قومہ یجھلون۔

افادہ دوم (جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے) کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اگر اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اُسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل و موضوع بلکہ علما کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قاذب صحت و مانع حجیت بھی ہے یا نہیں تفصیل مقام یہ کہ (مجہول کی اقسام اور ان کے احکام) مجہول کی تین قسمیں ہیں: اول مستور جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ دوم مجہول العین، جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو۔

وہذا علی نزاع فیہ، فان من العلماء من نفی الجہالۃ بروایۃ واحد معتمد مطلقا او اذا کان لا یروی الا عن عدل عندہ، کیجی بن سعید القطان و عبد الرحمن بن مہدی و الامام احمد فی مسندہ، و ہناک اقوال آخر۔

اس قسم میں نزاع ہے بعض محدثین نے مطلقاً صرف ایک ثقہ راوی کی وجہ سے جہالت کی نفی کی ہے یا اس شرط کے ساتھ نفی کی ہے کہ وہ اس سے روایت کرتا ہے جو اس کے ہاں عادل ہے مثلاً یحییٰ بن سعید بن القطان، عبد الرحمن بن مہدی اور امام احمد اپنی مسند میں اور یہاں دیگر اقوال بھی ہیں۔ (ت)

سوم مجہول الحال، جس کی عدالت ظاہری و باطنی کچھ ثابت نہیں و قد یطلق علی ما یشمل المستور (کبھی اس کا اطلاق ایسے معنی پر ہوتا ہے جو مستور کو شامل ہو جائے۔ ت)

قسم اول یعنی مستور تو مجہور محققین کے نزدیک مقبول ہے، یہی مذہب امام الائمہ سیدنا امام عظیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے، فتح المغیث میں ہے، قبلہ ابو حنیفہ خلافاً للشافعی امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے قبول

کرتے ہیں امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس میں اختلاف رکھتے ہیں۔ ت) امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے۔
 قالہ فی شرح المہذب، ذکرہ فی التدریب،
 وكذلك مال الى اختياره الا امام ابو عمرو
 بن الصلاح في مقدمته، حيث قال في
 المسئلة الثامنة من النوع الثالث والعشرين
 ويشبه ان يكون العمل على هذا الرأي في كثير
 من كتب الحديث المشهورة في غير واحد من
 من الرواة الذين تقادروا العهد بهم و
 تعذرت الخبة الباطنة بهم۔

(ت)

اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے جمہور مورث ضعف مانتے ہیں۔ امام زین الدین عراقی الفیہ میں فرماتے ہیں،

واختلفوا هل يقبل المجهول
 مجهول عین من له سرا فقط
 مجهول حال باطن و ظاہر
 الثالث المجهول للعدالة
 حجية بعض من مع
 وهو على ثلاثة مجعول
 و قد اكد اكثره القسم الوسط
 وحكمه الرد لدى الجماهر
 في باطن فقط فقد رأى له
 ما قبله منهم سليم فقطع

(مجهول کے بارے میں علماء حدیث کا اختلاف ہے کہ آیا اسے قبول کیا جائے گا یا نہیں؛ اس کی تین
 اقسام ہیں، مجهول العین جس کو صرف ایک شخص نے روایت کیا ہو، اسے اکثر نے رد کر دیا ہے۔ اور دوسری
 قسم وہ مجهول ہے جس کے راوی کی ظاہری اور باطنی عدالت دونوں ثابت نہ ہوں اسے جمہور نے رد کر دیا ہے تیسری
 قسم وہ مجهول ہے جس میں راوی کی صرف باطنی عدالت ثابت نہ ہو، اسے بعض نے رد کیا ہے اور بعض نے
 قبول کیا ہے اور قبول کرنے والوں میں امام سلیم ہیں تو انہوں نے قطعی قبول کیا ہے۔ ت)

عہ ای للامام سلیم بالتصغير ابن ايوب
 الرازي الشافعي فانه قطع بقبوله ۱۲ منہ
 مرضى الله تعالى عنه۔ (مر)
 اس سے مراد امام سلیم (تصغير) ابن ایوب
 رازی شافعی ہیں ان کے نزدیک ایسی روایت کو
 قطعاً قبول کیا جائیگا ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

۱۵۳ ص مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان
 له مقدمه ابن الصلاح النوع الثالث والعشرون
 في الفیہ فی اصول الحدیث مع فتح المغیث معرفۃ من تقبل روايته ومن ترد دارالامام الطبری بیروت ۲/۴۳

اسی طرح تقریب النواوی و تدریب الراوی وغیرہا میں ہے بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں :

المجهول اقسام مجہول العدالة ظاهراً و باطناً ، و مجہولہا باطناً مع وجود ظاہراً و هو المستور ، و مجہول العین ، فاما الاول فالجمهور علی انه لا یحتج بہ ، و اما الاخران فاحتج بہما کثیرون من المحققین

مجہول کی کئی اقسام ہیں ، ایک یہ کہ راوی کی عدالت ظاہر و باطن میں غیر ثابت ہو ، دوسری قسم عدالت باطن مجہول مگر ظاہراً معلوم ہو ، اور یہ مستور ہے ، اور تیسری قسم مجہول العین ہے ، پہلی قسم کے بارے میں جمہور کا اتفاق ہے کہ یہ قابل قبول نہیں اور دوسری دونوں اقسام سے اکثر محققین استدلال کرتے ہیں۔ (ت)

بلکہ امام اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام و اولیائے عظام قدس اسرارہم کا مذہب قرار دیتے ہیں ، کتاب مستطاب جلیل اللہ عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملہ المہبوب کی فصل ۳ میں فرماتے ہیں :

بعض ما یضعف بہ رواۃ الحدیث و تعدل بہ احادیثہم . لا یكون تعیلاً ولا جرحاً عند الفقہاء ولا عند العلما باللہ تعالیٰ مثل ان یكون الراوی مجہولاً ، کلا یشاہد الخمول و قد ندب الیہ ، اولقلۃ الاتباع لہ اذ لم یقم لہم الاشارة عندہ .

یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے ، فقہاء و علماء کے نزدیک باعث ضعف و جرح نہیں ہوتیں جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لیے کہ اس نے گناہی پسند کی کہ خود شرع مظہر نے اس کی ترغیب فرمائی یا اس کے شاگرد کم ہوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔

بہر حال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجہ طعن سے بھی ہے یا نہیں ، یہ کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو خواہی خواہی باطل و مجہول ہو ، بعض متشددین نے اگر دعوے سے قاصر دلیل ذکر بھی کی علماء نے فوراً رد و ابطال فرما دیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ ، مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان فرماتے ہیں :

جہالۃ بعض الرواة لا تقتضی کون الحدیث موضوعاً وکذا انکاره الا لفاظ، فینبغی ان يحکم علیہ بانہ ضعیف، ثم یعمل بالضعیف فی فضائل الاعمال۔
یعنی بعض راویوں کا مہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو، ہاں ضعیف کو، پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا، فیہ سرا و مہول، ولا یضر لاند من احادیث الفضائل (اس میں ایک راوی مہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے) موضوعات کبیر میں استاذ المحدثین امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا، اند لیس بموضوع وفی سندہ مہول (یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مہول ہے) امام بدر الدین زکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں، لو ثبتت جہالتہ لم یلزم ان ینکون الحدیث موضوعاً، یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

علم ذکرہ فی باب فضل الاذان و اجابۃ المؤذن آخر الفصل الثانی ۱۲ منہ (م)
علم یرید حدیث عالم قریش یملؤ الارض علما ۱۲ منہ (م)
علم قالہ فی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی صلاۃ التسبیح کن احمد ابو الفرج بجہالۃ موسیٰ بن عبد العزیز ۱۲ منہ - (م)
تفصیل اذان اور جواب اذان کے باب کی فصل ثانی کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
حدیث قریش کا ایک عالم زمین کو علم کی دولت سے بھر دے گا کے تحت اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)
صلوۃ التسبیح کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عباس کی حدیث میں اس کو ذکر کیا ہے لیکن ابو الفرج نے موسیٰ بن عبد العزیز کی جہالت کی بنا پر اس کو چھوڑ دیا ہے۔

لہ رسالہ فضائل نصف شعبان
لہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب الاذان فصل ثانی مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ طمان ۱۴۱/۲
لہ الاسرار المرفوعۃ فی اخبار الموضوۃ حدیث ۶۰۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۵۷
لہ لآلی مصنوعہ صلوۃ التسبیح التجاریۃ الکبریٰ مصر ۳۴/۲

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافعی و لاکھی میں فرماتے ہیں :
لا يلزم من الجهل بحال الراوى ان يكون
الحديث موضوعاً
راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا
لازم نہیں آتا۔

امام ابو الفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء
الأخرة لم تقبل له صلاة تلك الليلة (جس نے آخری عشاء کے بعد کوئی (لغو) شعر کہا اس کی اس رات
کی نماز قبول نہ ہوگی۔ ت) کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطا ہے، اس
پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدوفی الذب عن مسند احمد پھر امام سیوطی نے لاکھی و تعقبات میں فرمایا :
ليس في شيء مما ذكره ابو الفرج ما يقتضي الوضع
یہ علتیں جو ابو الفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت
کی مقتضی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی تزويج خاطمة من على مرضى الله تعالى
عنهما کی نسبت فرماتے ہیں :
كونه كذا بافيه نظر، وانما هو غريب في مسنده
مجهول
اس کا کذب ہونا مسلم نہیں، ہاں غریب ہے اور راوی
علامہ زرقاتی شرح مواہب میں فرماتے ہیں :

عنه قاله في حديث وعبد تارك الحج فليمت
انشاء يهوديا او نصرا نيا ۱۲ من رضى الله تعالى عنه
ایسا بندہ جو حج کو ترک کرنے والا ہو اگر وہ چاہے تو
یہودی یا نصرانی مر جائے ۱۲ من رضى الله تعالى عنه
عنه (ت)
باب وفاة امه وما يتعلق بابويه صلى الله
تعالى عليه وسلم ۱۲ منه
باب وفات امہ و ما يتعلق بابویہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۱۸/۲	مطبوعة التجارية الكبرى مصر	صلوة التبييع	لہ لاکھی مصنوعہ
۲۶۱/۱	مطبوعة الفكر بيروت	في حديث انشاء الشعر بعد العشاء	کتاب الموضوعات
ص ۳۶	مطبوعة دائرة المعارف العثمانية حیدرآباد دکن ہند	الحديث الثاني	القول المسدود
ص ۱۲۳	مكتبة مجدية بلدان	الباب الحادي عشر	صواعق المحرقة

قال السهيلي في اسناده مجاهيل وهو ينفيد
ضعفه فقط، وقال ابن كثير منكر جدا وسنده
مجهول وهو ايضا صريح في انه ضعيف فقط،
فالمنكر من قسم الضعيف، ولذا قال السيوطي
بنا ما ورد قول ابن عساكر منكر "هذا حجة
لما قلته من انه ضعيف، لا موضوع، لان المنكر
من قسم الضعيف، وبينه وبين الموضوع فرق
معروف في الفن، فالمنكر ما انفرد به الراوي
الضعيف مخالفا لرواته الثقات فان انتفت
كان ضعيفا فقط وهي مرتبة فوق المنكر اصلح
حالا منه اهـ ملخصا

امام سہیلی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہیں جو اس کے
فقط ضعیف پڑا ہے۔ ابن کثیر نے کہا کہ بہت زیادہ منکر
ہے اور اس کی سند مجہول ہے اور یہ بھی اس بات کی
تصریح ہے کہ یہ فقط ضعیف ہے، کیونکہ منکر ضعیف کی قسم
میں سے ہے، اسی لیے امام سیوطی نے ابن عساکر کے قول
"یہ منکر ہے" وارد کرنے کے بعد فرمایا یہ میرے اس قول
"یہ ضعیف ہے" کی دلیل ہے موضوع ہونے کی نہیں
کیونکہ منکر ضعیف کی قسم ہے اس کے بعد اور حدیث موضوع
کے درمیان فن اصول حدیث میں فرق واضح اور مشہور ہے
منکر اس روایت کو کہتے ہیں جس کا راوی ضعیف ہو اور
روایت کرنے میں منفرد اور ثقہ راویوں کے خلاف ہو یہ کمزوری

اگر تفسی ہو جائے تو صرف ضعیف ہوگی اور اس کا مرتبہ منکر سے اعلیٰ ہے اور اس سے حال کے لحاظ سے بہتر ہے اہ ملخصا
خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعیف کا عورت ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث
منکر سے احسن و اعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو، پھر وہ بھی موضوع نہیں تو فقط
ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ، امام حلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی واللہ تعالیٰ اعلم۔
افادہ سوم (حدیث منقطع کا حکم) اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں، ہمارے ائمہ کرام اور
جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت و حمیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا، اہم محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر
میں فرماتے ہیں:

ضعف بالانقطاع وهو عندنا كالارسل بعد
عليه یعنی حدیث احياء الابوين الکریمین حتی اصنا
به صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ منہ (م)
عنه قوله كالارسل اى على تفسير وهو منه على آخر
وهو هو على اطلاق ۱۲ منہ (م)

اسے انقطاع کی بنا پر ضعیف قرار دیا ہے جو کہ نقصان نہیں
یعنی وہ حدیث جس میں ہے کہ حضور کے والدین کریمین زندہ ہو کر
آپ کی ذات پر ایمان لائے یہ اس حدیث کے تحت مذکور ہے ۱۲ منہ (م)
قولہ كالارسل یعنی ایک تفسیر پر اور وہ یہ ہے کہ سند کے آخر
سے راوی ساقط ہو اور وہ ارسال انقطاع علی الاطلاق ہے ۱۲ منہ (م)

عدالة الرواة وثقتهم لا يضره

کیونکہ راویوں کے عادل وثقہ ہونے کے بعد منقطع ہمارے
نزدیک مرسل کی طرح ہی ہے۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج علیہ السلام فرماتے ہیں :

لا يضر ذلك فان المنقطع كالمرسل في قبوله
من الثقات

یہ بات نقصان نہیں دیتی کیونکہ منقطع قبولیت میں مرسل
کی طرح ہے جبکہ ثقہ سے مروی ہو۔ (ت)

مولانا علی قاری مرقاة میں فرماتے ہیں :

قال ابو داود هذا مرسل اي نوع مرسل وهو
المنقطع لكن المرسل حجة عندنا وعند
الجمهور

ابوداؤد فرماتے ہیں کہ یہ مرسل یعنی مرسل کی قسم منقطع ہے
لیکن مرسل ہمارے اور جمهور کے نزدیک حجت
ہے۔ (ت)

اور جو اسے قاض جانتے ہیں وہ بھی صرف مورث ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت ، مرقاة شریف
میں امام ابن حجر کی سے منقول :

لا يضر ذلك في الاستدلال به ههنا لان المنقطع

یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل

عليه اول صفة الصلاة في الكلام على شيئا واحد
تناوذا في الشاء ۱۲ من (م)

صفتہ الصلوۃ کہ ایسا میں جہاں شفاء میں وجل شفاء کہ کے
الفاظ کے اضافہ میں کلام ہے وہاں اس کا ذکر ہے ۱۲ من (ت)

عليه تحت حديث امر المؤمنين رضي الله تعالى
عنها كان النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
يقبل بعض انرا وجه ثم يصلي ولا يتوضوء
۱۲ من رضي الله تعالى عنه (م)

اس کا ذکر ام المؤمنین کی اس حدیث کے تحت ہے کہ نبی کریم
سلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج مطہرات سے
تقبیل فرماتے تو وضو کے بغیر کوئی نماز پڑھ لیتے تھے۔
۱۲ من رضي الله تعالى عنه (ت)

عليه تحت حديث اذا ركع احدكم فقال في ركوعه
سبحان رب العظیم ثلاث مرات فعدتم ركوعه قال
الترمذی ليس استاده بمنصل فقال ابن حجر
هو لا يضر ذلك ۱۲ من رضي الله تعالى عنه (م)

اس حدیث کے تحت اس کا ذکر ہے کہ جب تم میں سے
کوئی رکوع کرے تو وہ رکوع میں تین دفعہ سبحان اللہ
العظیم پڑھے اس طرح اس کا رکوع مکمل ہو جائیگا۔ ترمذی نے کہا
اسکی سند متصل نہیں حافظ ابن حجر نے کہا یہ نقصان نہیں ۱۲ من (ت)

له فتح القدير كتاب الطهارة

مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر

۱۹/۱

عليه المحلى

له مرقات شرح مشكوة الفصل الثاني من باب يوجب الوضوء مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۳۴۳/۱

يعمل به في الفضائل اجماعاً۔

میں تو بالا جماع عمل کیا جاتا ہے۔

افادہ چہارم (حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ بدرج بھی موضوع نہیں) القطاع تو ایک امر سہل ہے جسے صرف بعض نے طعن جانا، علماء فرماتے ہیں: حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا، یہاں تک کہ دوبارہ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ بدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے، حالانکہ اُس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔ تعقیبات میں ہے:

المضطرب من قسم الضعیف لا الموضوع۔
مضطرب، حدیث ضعیف کی قسم ہے موضوع نہیں (ت)،
اُسی میں ہے:

المنکر نوع آخر غیر الموضوع وهو من قسم الضعیف۔
منکر، موضوع کے علاوہ ایک دوسری نوع ہے جو کہ ضعیف کی ایک قسم ہے۔ (ت)
اُسی میں ہے:

صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع۔
ابن عدی نے تصریح کی ہے کہ حدیث منکر، موضوع نہیں ہوتی۔ (ت)
اُسی میں ہے:

المنکر من قسم الضعیف وهو محتمل في الفضائل۔
منکر ضعیف کی قسم ہے اور یہ فضائل میں قابل استدلال ہے۔ (ت)

عَلَيْهِ ذَكَرَهُ فِي آخِرِ بَابِ الْجَنَائِزِ ۱۲ مِنْهُ (م)
عَلَيْهِ اَوَّلُ بَابِ الْاَطْعَمَةِ ۱۲ مِنْهُ (م)
عَلَيْهِ اَوَّلُ بَابِ الْبُعْثِ ۱۲ مِنْهُ (م)
عَلَيْهِ قَالَهُ فِي آخِرِ الْكِتَابِ تَحْتَ حَدِيثِ فَضْلِ قُرَيْشٍ ۱۲ مِنْهُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (م)

۱۔ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الركوع مطبوعہ مکتبۃ المدنیہ ملتان ۳۱۵/۲
۲۔ التعقیبات علی الموضوعات باب الجنائز مکتبۃ اثیریہ ساکنہ علی شیخوپورہ ص ۶۲
۳۔ " " " باب الاطعمہ ص ۳۰
۴۔ " " " باب البعث ص ۵۱
۵۔ " " " باب المناقب ص ۶۸

صرف مورث ضعف ہے نہ کہ موجب وضع۔ امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوة الاحتجاج فی عموم المغفرة للحتجاج پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں،

لا یستحق الحدیث ان یوصف بالوضع بمجرد
ان راویہ لم یسم۔ صرف راوی کا نام معلوم نہ ہونے کی وجہ سے حدیث موضوع کہنے کی مستحق نہیں ہو جاتی۔ (ت)

(تعد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہوتا ہے)، ولہذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہو جاتا ہے، تعقیبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوه (حسین چہرے والوں سے محبت لائی طلب کرو۔ ت) کہ عقیلی نے بطریق یزید بن ہارون قال انبأنا شیخ من قریش عن الزہری عن عائشة رضی اللہ عنہا روایت کی، فرمایا،

اور وہ (یعنی ابی القرج) من حدیث عائشة
من طرق، فی الاول مرسل لم یسم، و فی الشافی
عبد الرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک، و فی
الثالث الحکوم بن عبد اللہ الایلی احادیث
موضوعة، قلت عبد الرحمن لم یسم بکذب
ثم انه لم ینفرد به بل تابعه اسمعیل بن
عیاش و کلہما یجب ان ابہام الذی فی الطریق
الاول آھ مختصراً۔ اسے اس (یعنی ابی القرج) نے حدیث عائشہ سے مختلف سندوں سے روایت کیا ہے، پہلی سند میں مجہول شخص ہے (نام معلوم)، اور دوسری میں عبد الرحمن بن ابی بکر الملیکی متروک راوی ہے، تیسری میں حکم بن عبد اللہ الایلی ہے جس کی احادیث موضوع ہیں، میں کہتا ہوں کہ عبد الرحمن منہم بالکذب نہیں، پھر وہ اس میں متفرد بھی نہیں بلکہ اسمعیل بن عیاش نے اس کی متابعت کی ہے اور ان دونوں نے اس ابہام کی کمی کا ازالہ کر دیا جو سند اول میں تھا مختصراً۔ (ت)

(حدیث مبہم دوسری حدیث کی مقوی ہو سکتی ہے) بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے استاذ الحفاظ قوة الاحتجاج پھر خاتم الحفاظ تعقیبات میں فرماتے ہیں،

رجالہ ثقات الا ان فیہ مبہما لم یسم اس کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں ایک راوی مبہم ہے

عہ باب الحج حدیث دعا لامته عشية عرفة
بالمغفرة ۱۲ منہ (م) یہ باب الحج کی اس حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ نبی اکرم نے عرفہ کی شام امت کے لئے بخشش کی دعا مانگی ہے۔ (ت)

لہ الآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة کتاب الباس مطبعة التجارية الکبریٰ مصر ۲/۲۶۴
لہ التعقیبات علی الموضوعات باب الادب والرقائق مکتبہ اثریہ سالکہ مل شیخوپورہ ۳۵

فان كان ثقة فهو على شرط الصحيح ، وان كان ضعيفا فهو عاضد للسند المذكور
 جس کا نام معلوم نہیں ہے پس اگر وہ ثقہ ہے تو یہ صحیح کے شرائط پر ہے اور اگر وہ ثقہ نہیں تو ضعیف ہے مگر سند مذکور کو تقویت دینے والی ہے ۔ (ت)

افادہ ششم (ضعف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے) محض جہالت و ابہام تو عدم علم عدالت ہے اور بدایت عقل شاہد کہ علم عدم ، عدم علم سے زائد ، مجہول و مبہم کا کیا معلوم ، شاید فی نفسہ ثقہ ہو کما مرانفاعن الامامین الحافظین (جیسا کہ ابھی دو حافظ ائمہ کے حوالے سے گزرا ہے ۔ ت) اور جس پر جرح ثابت ، احتمال ساقط ۔ ولہذا محدثین دربارہ مجہول رد و قبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے ۔ امام نووی مقدمہ منہاج میں ابوعلی غسانی جیانی سے ناقل :

الناقلون سبع طبقات ، ثلاث مقبولة ، وثلاث متروكة والسابعة مختلف فيها (الی قولہ) ، تین ناقلین کے سات درجات ہیں ، تین مقبول ، تین متروک ، اور ساتواں مختلف فیہ ہے (اس نزل تک) السابعة قوم مجهولون انفرادا وبروايات ، ساتواں طبقہ وہ لوگ ہیں جو مجہول ہیں اور روایات لم يتابعوا عليها ، فقبلهم قوم ، ووقفهم آخرون ۔

بارے میں توقف سے کام لیا ہے ۔ (ت)

پھر علماء کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے ، حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد پھر قدوة الفتن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقیبات و لآلی و تدرب میں فرماتے ہیں ،

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب ابن جوزی نے کتاب الموضوعات لکھی اس میں انہوں

عہ قالہ تحت حدیث من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا ان يموت ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (م)
 یہ انہوں نے اس حدیث کے تحت کہا ہے جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کے جنت میں داخل ہونے کو موت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں ۱۲ منہ

فی ذکر احادیث مخالفة للنقل والعقل ، و مما
 لم یصب فیہ اطلاقہ الوضع علی احادیث
 بکلام بعض الناس فی روايتها ، کقولہ فلان
 ضعیف اولیس بالقوی اولین ولیس ذلک الحدیث
 مما یشہد القلب ببطلانہ ولا فیہ مخالفة
 ولا معارضنة لکتاب ولا سنة ولا اجماع
 ولا حجة بانه موضوع سوء کلام ذلک
 الرجل فی روايته وهذا عددان ومجانر فنة

بات پر حجت ہے کہ یہ روایت موضوع ہے اس آدمی کے کلام کے اور یہ زیادتی و تخمین ہے ۔ (د ت)
افادہ ، متفقہ (ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کر لے اس کی حدیث بھی موضوع نہیں)
 پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں ، بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں جو ، کا ہر ایک جہالتِ راوی سے بدرجہا بدتر
 ہے ، یہی تصریح ہے کہ اُن سے بھی موضوعیت لازم نہیں ، مثلاً راوی کی اپنی مرویات میں ایسی غفلت کہ دوسرے کی
 تلقین قبول کر لے یعنی دوسرا جو بتا دے کہ تو نے یہ سنا تھا یہی مان لے ، پُر ظاہر کہ یہ شدتِ غفلت سے ناشی اور
 اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے ، امام الشان نے نخبۃ الفکر میں
 اسبابِ طعن کی دس قسمیں فرمائیں :

- (۱) کذب کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر افتراء کرے ۔
- (۲) قہمت کذب کہ جو حدیث اُس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی ، مخالفت قواعدِ دینیہ ہو یا اپنے
 کلام میں جھوٹ کا عادی ہو ۔

- | | |
|-----------------|--------------|
| (۳) کثرت غلط | (۴) غفلت |
| (۵) فسق | (۶) وہم |
| (۷) مخالفت ثقات | (۸) جہالت |
| (۹) بدعت | (۱۰) سوء حفظ |
- اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے ،

حيث قال الطعن يكون بعشرة اشیاء بعضها
اشد في القدح من بعض وتوتبها على الاشد
فالاشد في موجب السرد اه ملخصا۔
الفاظ یہ ہیں کہ اسباب طعن دس اشیا ہیں، بعض بعض
سے جرح میں اشد ہیں اور ان میں موجب رو کے اعتبار
سے "الا شد" "فالاشد" کی ترتیب ہے (ملخصات)۔

پھر علماء فرماتے ہیں ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں، او آخر تعقیبات میں ہے:
فيه يزيد بن ابی نریاد وكان يلقي فیتلقن، قلت
هذا لا يقضى الحكم بوضع حدیثه۔
اس میں یزید ابن نریادؓ ہے اسے تلقین کی جاتی تو وہ
تلقین کو قبول کر لیتا تھا، میں کہتا ہوں کہ یہ قول اس
کی وضع حدیث کا تقاضا نہیں کرتا۔ (ت)

افادہ، شتم (منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں) یوں ہی منکر الحدیث، اگرچہ یہ حبر
امام اجل محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو حالانکہ وہ ارشاد فرمایا چکے کہ میں جسے منکر الحدیث کہوں
اُس سے روایت حلال نہیں، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:
نقل ابن القطان ان البخاری قال كل من
قلت فيه منكر الحديث فلا تحل الرواية عنه۔
ابن القطان نے نقل کیا ہے کہ امام بخاری نے فرمایا
ہر وہ شخص جس کے بارے میں منکر الحدیث کہوں اس
سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

علہ کا نہ مرضی اللہ تعالیٰ عنہ کانت يتورع
عن اطلاق الفاظ شديدة مخافة ان يكون
بعضه من باب شتم الاعراض وقد وجب
الذب عن الاحاديث فاصطلح على هذا
جمعاً بين الامرین ۱۲ منہ (م)
علہ ذکرہ فی ابان بن جبلة الکوفی ۱۲ منہ (م)
گویا امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت الفاظ کے
استعمال سے پرہیز کرتے تھے تاکہ کسی کی عزت دری
لازم نہ آئے حالانکہ احادیث کی حفاظت و دفاع لازم
ہے لہذا دونوں امور کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ اصطلاح
استعمال کی ہے ۱۲ منہ (ت)
ابان بن جبلة الکوفی کے ترجمہ کے تحت اس کو
ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۔ شرح نخبہ الفکر بحث المرسل الخفی مطبوعہ مطبعہ علمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۴
۲۔ تعقیبات باب المناقب مکتبہ اشرفیہ سائیکہ مل، شیخوپورہ ص ۵۸
۳۔ میزان الاعتدال فی ترجمہ ابان بن جبلة الکوفی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۶/۱

اُسی میں ہے ،

قد مرلنا ان البخاری قال من قلت فیه منکر الحدیث فلا یحل رواۃ حدیثہ۔
بیچے امام بخاری کا یہ قول گرجچکا ہے کہ جس کے بائے میں میں منکر الحدیث کہہ دوں اس کی حدیث روایت کرنا جائز نہیں۔ (ت)

با اینہم ملانے فرمایا ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں ، تعقیبات میں ہے ،

قال البخاری منکر الحدیث ، فغایۃ امر حدیثہ انیکون ضعیفاً۔
بخاری نے کہا یہ منکر الحدیث ہے تو زیادہ سے زیادہ اس کی حدیث ضعیف ہوگی۔ (ت)

افادۃ نہم (متروک کی حدیث بھی موضوع نہیں) ضعیفوں میں سب سے بدتر و بدتر متروک کا ہے جس کے بعد صرف مستہم بالوضع یا کذاب و جال کا مرتبہ ہے ، میزان میں ہے ،

علہ قالہ فی سلیم بن داود الیما فی ۱۲ من (م)
سلیمان بن داود یمانی کے ترجمہ میں یہ تحریر کیا ۱۲ من (ت)

علہ باب فضائل القرآن میں یہ مذکور ہے ۱۲ من (ت)
باب فضائل القرآن میں یہ مذکور ہے ۱۲ من (ت)

علہ بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیہ نزہۃ النظر میں متروک و مستہم بالوضع کا ایک فرقہ میں ہونا نقل کیا ،

حدیث قال قال السرتبۃ الثالثۃ فلان متہم
ان کے الفاظ یہ ہیں تیسرا مرتبہ یہ ہے فلان

بالکذب او الوضع او ساقط او هالك او ذاهب
متہم بالکذب یا بالوضع یا ساقط یا ہالک یا ذاہب

الحدیث و فلان متروک او متروک الحدیث او متروک لفظ
الحدیث اور فلان متروک یا متروک الحدیث یا متروک لفظ

اقول وکان هذا القائل ایضاً لا یقول باستواء
نے اسے ترک کر دیا ہے اقول گویا اس قائل نے

جميع ما ذکر فی المرتبۃ بل فیہا ایضاً تشکیک
بھی تمام مذکور کو ایک مرتبہ میں برابر قرار نہیں دیا بلکہ اس

عندہ وکانہ الی ذلك اشار باعادة فلان قبل قوله
میں بھی اس کے نزدیک تشکیک ہے۔ گویا انہوں نے

متروک الا ان فیہ ان ساقطاً و ما بعدہ لا یفوق
اپنے قول "متروک" سے پہلے "فلان" کا اعادہ

متروکاً و ما بعدہ فافہم ۱۲ من (م)
کر کے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے مگر اس میں

کلام ہے کہ ساقط اور اس کا مابعد متروک اس کے مابعد سے فوق و بلند مرتبہ نہیں ہو سکتے ۱۲ من (ت)

سہ میزان الاعتدال فی ترجمہ سلیمان بن داود الیما فی
سہ التعلقات علی الموضوعات باب فضائل القرآن
سہ حاشیہ نزہۃ النظر مع نخبة الفکر مراتب الجرح
مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
مکتبہ اثریہ سانگھہ ہل
مطبع علیی
۲۰۲/۲
ص ۹
ص ۱۱

اردی عبارات الجرح ، دجال کذاب ، او وضاع
یضع الحديث ثم متهم بالكذب ومتفق على
ترکه ، ثم متروک الخ

جرح کے سب سے گھٹیا الفاظ یہ ہیں ، دجال ، کذاب ،
وضاع جو حدیثیں گھڑتا ہے اس کے بعد متهم بالکذب متفق
علی ترکہ ہے پھر متروک کا لفظ ہے الخ (ت)

امام الشان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب اہم فرماتے ہیں ،

العاشر ، من لم یوثق البتة وضعف مع ذلك
بقادح والیس الاشارة بمتروک او متروک
الحديث او واهی الحديث او ساقط ، الحادية
عشر ، من اتهم بالكذب "الثانية عشر" من
اطلق علیه اسم الکذب والوضع

دسواں مرتبہ یہ ہے کہ اس راوی کی کسی نے توثیق نہ کی ہو
اور اسے جرح کے ساتھ ضعیف کہا گیا ہو ، اس کی طرف
اشارہ متروک یا متروک الحدیث یا واهی الحدیث اور
ساقط کے ساتھ کیا جاتا ہے "کیا دھواں درجہ تہہ"
جو متهم بالکذب ہو ، اور بار دھواں درجہ یہ ہے کہ جس
پر کذب و وضع کے اسم کا اطلاق ہو ۔ (ت)

اس پر بھی علماء نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے موضوع نہیں ، امام ابن محجب
اطراف العشر پھر خاتم الحفاظ لائی میں فرماتے ہیں ،

مرعم ابن جبان و تبعه ابن الجوزی ان هذا
المتن موضوع ، و لیس كما قال ، فان الراوی
وان كان متروکا عند الاكثر ضعيفا عند البعض
فلم ينسب للوضع اه مختصرا

ابن جبان نے یہ تم کیا اور ابن جوزی نے ان کی اتباع میں
کہا کہ یہ متن موضوع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اگرچہ
راوی اکثر کے نزدیک متروک اور بعض کے نزدیک ضعیف
ہے ، لیکن یہ وضع کی طرف منسوب نہیں ہے اہ مختصرا

عنه في التوحيد تحت حديث ابن عدي ان الله
عز وجل قرأه و ليس قبل ان يخلق آدم
الحديث ۱۲ منه (م)

اس کا ذکر کتاب التوحید میں ابن عدی کی اس
حدیث کے تحت ہے جس میں ہے کہ اللہ عز وجل نے
ظہ اور لیس تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے پڑھا
الحديث ۱۲ منه (ت)

لہ میزان الاعتدال مقدمات الکتاب مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت
لہ تقریب التہذیب " مطبع فاروقی دہلی
لہ اللآلی المصنوعۃ کتاب التوحید " التجاریۃ الکبریٰ مصر
۴/۱
ص ۳
۱۰/۱

امام بدر زکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح، پھر خاتم الحفاظ لائی میں فرماتے ہیں :

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر، وسلمین
 بن ارقم وان کان متروکا فلم یتهم بکذب
 محمدین کے قول "لم یصح" اور موضوع کے درمیان بڑا
 فرق ہے سلیمان بن ارقم اگرچہ متروک ہے لیکن وہ
 مستم بالکذب اور متهم بالوضع نہیں (مخصوصا دت)
 ابوالفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ "الفضل متروک" (ت) لائی میں فرمایا :
 فی الحکم بوضعه نظر، فان الفضل لم یتهم
 بکذب۔
 اس کو موضوع قرار دینا محل نظر ہے، کیونکہ فضل
 مستم بالکذب نہیں۔ (دت)
 تعقیبات میں ہے :

اصبحہ شیعی متروک عند الناسی، فحاصل کلامہ
 "انہ ضعیف لا موضوع" وبذلک صرح
 البیہقی۔
 اصبحہ شیعہ ہے، امام نسانی کے ہاں متروک ہے، ان
 کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ ضعیف ہے موضوع نہیں
 اور اسی بات کی تصریح بہیقی نے کی ہے۔ (ت)

عَلَيْهِ فِيهِ تَحْتَ حَدِيثِهِ اِيضًا وَالدِّيْنُ نَفْسِي بَيِّدَهُ
مَا انْزَلَ اللّٰهُ مِنْ وَحْيٍ قَطُّ عَلٰى نَبِيِّ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ الْاَبَا
الْعَرَبِيَّةِ الْحَدِيثُ ۱۲ مَنَّهُ (م) قَالَ لَانَّ كَسَى نَبِيٍّ بِرُوحِيْ
نَافِسَةٍ فَمِنْ رُوحِيْ نَفْسِيْ تَحْتَ حَدِيثِ ابْنِ شَاهِيْنَ
لَمَا كَلَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى مُوسٰى يَوْمَ الطُّورِ كَلِمَةً
بَغَيْرِ الْكَلَامِ الذِّكَرُ كَلِمَةُ يَوْمٍ نَادَاهُ
الْحَدِيثُ ۱۲ مَنَّهُ (م)

١١/١	كتاب التوحيد	مطبوعة التجارية الكبري مصر
١٢/١	"	"
١٣/١	باب الصلوة	مكتبة شريعة سائلكم بل

حدیث چلہ صوفیہ کرام قدس سرار ہم کہ :
من اخلص لله تعالى اس بعين يومها ظهرت
ينابيع الحكمة من قلبه على لسانه

جس شخص نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص
کیا اس کے دل سے حکمت کے چشمے اس کی زبان پر
جاری ہو جائیں گے۔ (ت)

ابن جوزی نے بطریق عدیدہ روایت کر کے اس کے رواۃ میں کسی کے مبہول، کسی کے کثیر الخطا، کسی کے مجروح، کسی
کے متروک ہونے سے طعن کیا، تعقیبات میں سب کا جواب یہ فرمایا کہ "ما فیہم متہم بکذب" یہ سب کچھ سہی پھر
ان میں کوئی متہم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث کی علت بیان کی: بشر بن
نمیر عن القاسم متروک کان (بشر بن نمیر نے قاسم سے روایت کی یہ دونوں متروک ہیں۔ ت) تعقیبات میں
فرمایا: بشولسم یتہم بکذب (بشر متہم بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "اتخذ اللہ ابراہیم
خلیلاً" الحدیث (اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا خلیل بنایا، پوری حدیث۔ ت) میں کہا
تفرد بہ مسلمة بن علی الخشني وهو متروک (اس میں مسلمہ بن علی الخشني منفرد ہے اور وہ متروک
سے۔ ت) تعقیبات میں فرمایا: مسلمة وان ضعف فلم یجرح بکذب (مسلمہ اگرچہ ضعیف ہے مگر اس پر
جرح بالکذب نہیں۔ ت) حدیث ابی ہریرہ "تلقی اللہ لا یفادون" (تین چیزیں نہیں لوٹائی جائیں گی۔ ت) پر بھی
مسلمہ مذکور سے طعن کیا، تعقیبات میں فرمایا: لم یتہم بکذب، والحدیث ضعیف لا موضوع (یہ
متہم بالکذب نہیں اور یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں۔ ت)

سبحان اللہ! جب انتہا درجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں ہوتی، تو صرف جہالت راوی
یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل و عقل سے انقطاع کی حالت ہے و لکن الوہابیۃ
قوم یجھلون۔

عہ یعنی حدیث ابی امامۃ من قال حین یمسی
صلی اللہ تعالیٰ علی نوح وعلیہ السلام لو تلدغہ
عقرب تلك الليلة ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
اس سے مراد حدیث ابی امامہ ہے جس میں ہے کہ جس شخص
نے شام کے وقت یہ کہا: "صلی اللہ تعالیٰ علی نوح و
علیہ السلام" تو اسے اس رات بچھو نہیں ڈے گا (۱۲ رات)

۳۷	مکتبہ اثریہ سازنگر ہل شیخوپورہ	باب الادب والدقائق	۲۱
۳۶	"	"	۲۳
۵۳	"	باب المناقب	۶۵
۱۷	"	باب الجنائز	۷۵

تذہیب یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام رحمہ اللہ تعالیٰ کے تھے، ایک قول و بابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجئے، موضوعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جنون و جذام و برص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس سال والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ برس والے کو توبہ و عبادت نصیب ہوتی ہے، ہفتاد سالہ کو اللہ عزوجل اور اُس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں، اسی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف، نوے برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں، وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے، بطریقِ عدیدہ روایت کر کے اُس کے راویوں پر طعن کئے کہ یوسف بن ابی ذرہ راوی مناکیر لیس لشی ہے اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ وہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا، ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو اُن کی حدیث سے نہیں اور عزری مَرُوک اور عباد بن عباد مستحق ترک اور عزہ کو کھلی بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوئی مجہول اور معاصر ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

هذه اغايه ما ابدى ابن الجوزي دليلا على
ما حكم به من الوضع، وقد افراط وجازفت
فليس مثل هذه المقالات توجب الحكم
بالوضع بل اقل احوال الحديث ان يكون
حسنا لغيره - انتهى

یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم وضع کیا اُس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حدیث سے برے اور بیباکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں، بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔

والله الهادي الى سبيل الهدى -

افادہ و ہم (موضوعیت حدیث کیونکر ثابت ہوتی ہے) غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے، ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون (۱) قرآن عظیم (۲) یا سنت متواترہ (۳) یا اجماعی قطعی قطعیات الدلالتہ (۴) یا عقل صریح (۵) یا حسن صحیح (۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالفت ہو کہ احتمال تاویل و تطبیق نہ رہے۔

(۷) یا معنی شنیع و قبیح ہوں جن کا عدد و حضور پر نور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو، جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفسد یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہوتا۔

(۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تو اتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اُس کے

کذب و بطلان پر گواہی مستنداً الی اللہ دے۔

(۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل و خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی، مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں۔

(۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید و تہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح ظہور و وضوح وضع کی ہیں۔

(۱۱) یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکبک و سنجیت ہوں جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقلاً مدعی ہو کہ یہ بھینہا الفاظ کریمہ حضور اقصیٰ العرب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو۔

(۱۲) یا ناقلاً رافضی حضرات اہلبیت کرام علی سیدہم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کئے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں، جیسے حدیث:

لحمک لحمی ودمک دمی (تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا خون میرا خون۔ ت)

اقول انصافاً یوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ و عسمر بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المؤمنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قرب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں کما نص علیہ الحافظ ابو یعلیٰ و الحافظ الخلیلی فی الامم شاذ (جیسا کہ اس پر حافظ ابو یعلیٰ اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے۔ ت) یونہی نواصب نے مناقب امیر مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حدیثیں گھڑیں کما ارشد الیہ الاحام الذباب عن السنة احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ (جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے رہنمائی فرمائی جو سنت کا دفاع کرنے والے ہیں۔ ت)

(۱۳) یا قرآنِ حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب و غیر ہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔

(۱۴) یا تمام کتب و تصانیف اسلامیہ میں استقرار سے تمام کیا جائے اور اس کا کہیں پتا نہ چلے یہ صرف اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صد ہا سال سے معدوم۔

(۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کرے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو، مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ

عہ ذہنہ لان التواتر لا یعتبر الا فی الحسیات

کما نصوا علیہ فی الاصلین ۱۲ منہ (م)

میں نے اس کا اضافہ کیا کیونکہ تواتر کا اعتبار حسیات کے علاوہ میں نہیں ہوتا جیسے کہ انہوں نے اصول میں اس کی تصریح کی ہے ۱۲ منہ (ت)

بدیہی سماع روایت کرے، پھر اُس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اُس کا اس سے سننا معقول نہ ہو۔

یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس مجمع و تلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں و لو بسطنا المقال علی کل صورة لطال الکلام و تقاصی المرام، ولسنا هنالك بصدد ذلك (اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل اور مقصد دور ہو جائے گا لہذا ہم یہاں اس کے درپے نہیں ہوتے۔ ت)

ثُمَّ اَقُولُ (پھر میں کہتا ہوں۔ ت)، رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے، اس باب میں کلمات علمائے کرام تین طرز پر ہیں:

(۱) انکار مرض یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاح حکم وضع کی راہ نہیں اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اُس کا مدار ہو، امام سخاوی نے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرمایا، فرماتے ہیں:

مجرد تفرد الکذاب بل وضاع ولو کان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متبحر تام الاستقراء غیر مستلزم لذلك بل لابد معه من انضمام شئی مما سیاقی۔
یعنی اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں دریا اور اس کی تلاش کامل و محیط ہو، تفتیش حدیث میں استقصائے تام کرے اور با اینہم حدیث کا پتہ ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کیں نہ ملے

تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔ (ت)
مولانا علی قاری نے موضوعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربارہ اتحاد وجان کی نسبت نقل کیا کہ اُس کی سند

میں علی بن عروہ دمشقی ہے، ابن حبان نے کہا: وہ حدیث وضع کرتا تھا۔ پھر فرمایا: والظاهر ان الحدیث ضعیف لا موضوع (ظاہر یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں) حدیث فضیلت عسقلان کا راوی ابو عقال ہلال بن زید ہے، ابن حبان نے کہا وہ اُس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا و لہذا ابن الجوزی نے اُس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسدد و پھر خاتم الحفاظ نے لائی میں فرمایا:

هذا الحدیث فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط، و لیس فیہ ما یحیل الشروع ولا العقل، فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونه من رواۃ ابی عقال لایتجہ، وطریقة الکامام احمد معروفة فی التسامح فی
یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے، اس میں وعدہ و التحریب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بنا پر کہ اس کا راوی ابو عقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا، امام احمد کی روش معلوم ہے کہ اتحاد فضائل

احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام۔
یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔
میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیث احکام میں۔ (ت)

(۲) کذاب وضاع جس سے عدا بنی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان و افترا کرنا ثابت ہو، صرف ایسے کی حدیث کو موضوع کہیں گے وہ بھی بطریق ظن نہ بروہیقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ تم کذب و وضع ہو، یہ مسلک امام اشان وغیرہ علماء رکھتے ہیں، بختم و تہذیب میں فرماتے ہیں،

الطعن اما ان يكون لكذب الراوى بان يروى عنه
ما لم يقله صلى الله تعالى عليه وسلم متعمداً لذلك
او قهراً بذلك، الاول هو الموضوع، والحكم
عليه بالوضع انما هو بطريق الظن الغالب
لا بالقطع، اذ قد يصدق الكذب، والثاني
هو المتروك اهل ملقطاً

ظن یا تو کذب راوی کی وجہ سے ہوگا مثلاً اس نے
عدا اپنی بات روایت کی جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے نہیں فرمائی تھی یا اس پر ایسی تہمت ہو،
پہلی صورت میں روایت کو موضوع کہیں گے اور اس پر
وضع کا حکم یقینی نہیں بلکہ بطور ظن غالب ہے کیونکہ بعض
اوقات بڑا جھوٹا بھی سچ بولتا ہے، اور دوسری صورت

میں روایت کو متروک کہتے ہیں اھل ملقطاً۔ (ت)

یہی امام کتاب الاصابہ فی تہذیب الصحابہ میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرة فیاکھ والحمرة وکل ثوب
فیہ شہرة (شیطان سرخ رنگ پسند کرتا ہے تم سرخ رنگت سے بچو اور ہر اس کپڑے سے جس میں شہرت ہو۔ ت)
کی نسبت فرماتے ہیں،

قال الجوزقانی فی کتاب الاباطیل ہذا حدیث
باطل و اسنادہ منقطع کذا قال وقولہ باطل
مردود فان ابابکر الہذلی لم یوصف بالوضع
وقد وافقہ سعید بن بشیر، وان مراد فی

جوزقانی نے کتاب الاباطیل میں کہا کہ یہ روایت باطل
ہے اور اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اسی طرح
انہوں نے کہا اور ان کا باطل کہنا مردود ہے کیونکہ ابوبکر
ہذلی وضاع نہیں اور اس کی سعید بن بشیر نے موافقت

عہ ذکرہ فی ترجمۃ رافع بن زید الشقی (م)
رافع بن زید ثقفی کے ترجمہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۔ القول المسد الحدیث الثامن مطبوعہ مطبعۃ مجلس دارۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ہند ص ۳۲
۲۔ شرح نخبۃ الفکر معز بہ النظر بمثل الطعن مطبوعہ مطبعہ علمی لاہور ص ۵۴ تا ۵۹

السند رجلا ، فغايتہ ان المتن ضعيف اما حكمه
بالوضع فمردود علیہ
کی، اگرچہ سند میں انہوں نے ایک آدمی کا اضافہ کیا ہے
زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ متن ضعیف ہے لیکن اس پر
وضع کا حکم جاری کرنا مردود ہے۔ (ت)

علی قاری حاشیہ نہ بہ میں فرماتے ہیں :
الموضوع هو الحديث الذي فيه الطعن بكذب
الراوي
موضوع اس روایت کو کہا جاتا ہے جس کے راوی پر
کذب کا طعن ہو۔ (ت)

علامہ عبد الباقي زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں :
احاديث الديك حكم ابن الجوزي بوضعها وسرد
عليه الحافظ بما حاصله انه لم يتبين له الحكم
بوضعها اذ ليس فيها وضاع ولا كذاب نعم
هو ضعيف من جميع طرقه -
روایات دیک (مرغ) کو ابن جوزی نے موضوع قرار
دیا ہے اور حافظ نے ان کا رد کیا ہے جس کا حاصل
یہ ہے کہ اس کا مرفوع قرار دینا بیان نہیں کیا کیونکہ اس
میں نہ کوئی وضاع ہے اور نہ کذاب ، ہاں وہ جمع
طرق کے لحاظ سے ضعیف ہے۔ (ت)

امی میں حدیث کان لا یعود الا بعد ثلاث من مرکار وروایات علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تین دن کے بعد
عیادت مرضی فرماتے تھے۔ (ت) پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلم بن علی متروک واقع ہے فرمایا :
اور وہ ابن الجوزی فی الموضوعات و تعقبوا بانہ
ضعیف فقط ، لا موضوع ، فان مسلمة یجرح
بکذب کما قاله الحافظ ولا التفات لمن غر
ابن جوزی نے اسے موضوعات میں شامل کیا ہے محدثین نے
ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف ضعیف ہے موضوع
نہیں کیونکہ مسلمہ پر جرح بالکذب نہیں جیسا کہ حافظ نے کہا

علہ المقصد الثاني آخر الفصل التاسع ۱۲ منہ (د)
علہ المقصد الثاني من الفصل الاول في طبع
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

لہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ القسم الاول "حرف الراء"
لہ حاشیہ نزہۃ النظر مع نخبة الفكر ببحث الموضوع
مطبوعہ دار صادر بیروت
مطبوعہ علمی لاہور

لہ شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثاني آخر الفصل التاسع
لہ الفصل الاول من المقصد الثاني من فی طبع صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر
مطبوعہ عامرہ مصر

(اس واقعہ کا امام مالک سے نقل کرنا جھوٹ ہے۔ ت) علامہ زرقانی نے اُس کے رد میں فرمایا،
 هذا تهو عجيب ، فان الحكاية دواها ابو الحسن عليه
 بن فيهر في كتابه فضائل مالك باسنادك باس
 به ، واخرجها القاضي عياض في الشفاء من
 طريقه عن شيوخ عدة من ثقات مشايخه
 فمن اين انها كذب وليس في اسنادها وضاع
 ولا كذاب۔
 کذاب۔ (ت)

افادہ نہم میں امام الشان و امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی کسی نے اُسے وضاع تو نہ کہا ،
 امام آخر کا قول گزرا کہ مسلمہ ضعیف سہی اس پر طعن کذب تو نہیں ، نیز تعقیبات میں فرمایا ،
 لم يجرح بكذب فلا يلزم ان يكون حديثه موضوعا۔ اس پر کذب کا طعن نہیں لہذا اس کی روایت کا موضوع
 ہونا لازم نہیں آتا۔ (ت)

(۳) بہت علماء جہاں حدیث پر سے حکم وضع اٹھاتے ہیں وہاں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل
 فرماتے ہیں کہ یہ کیونکہ موضوع ہو سکتی ہے حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب۔ کبھی فرماتے ہیں موضوع
 تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا یہاں ایسا نہیں تو موضوع نہیں۔ افادہ دوم میں امام زرقانی و
 امام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ افادہ پنجم میں گزرا کہ ابو الفرج
 کمالیکی متروک ہے ، تعقیبات میں فرمایا متہم کذب تو نہیں۔ افادہ نہم میں انہی دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی
 متہم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم الحفاظ کے چار قول گزرے کہ راویوں کے مجہول ، مجروح ، کثیر الخطا ، متروک ہونے
 سب کے یہی جواب دیے۔ نیز تعقیبات میں ہے ،

علہ المقصد العاشر الفصل الثاني في زيارة قبر النبي صلى الله تعالى
 عليه وسلم في اس كا ذكر ہے ۱۲ منہ (ت)
 باب فضائل القرآن میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)
 باب البعث کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)
 علہ آخر البعث ۱۲ منہ

۱ شرح الزرقانی علی المواہب الفصل الثاني المقصد العاشر
 ۲ التعقیبات علی الموضوعات باب فضائل القرآن
 مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر
 مکتبہ اشریہ سازنگہ ہل
 ۳۴۸/۸
 صہ

اس حدیث کی سند میں حسن بن فرقہ کوئی شے نہیں، میں
کہتا ہوں کہ یہ متہم بالکذب نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ
حدیث ضعیف ہے۔ (ت)

حدیث فیہ حسن بن فرقہ قد لیس بشی، قلت، لم
یتہم بکذب، واکثر ما فیہ ان الحدیث
ضعیف ^ع

اس حدیث کی سند میں عطیہ اور بشر دونوں ضعیف ہیں،
میرے نزدیک اس حدیث پر وضع کا حکم نافذ کرنا محل نظر
ہے کیونکہ ان دونوں میں سے کسی پر بھی کذب کی تہمت نہیں۔

اسی میں ہے،
حدیث فیہ عطیہ العوفی و بشر بن عمار
ضعیفان قلت فی الحکم بوضعہ نظر فلم
یتہم واحد منهما بکذب ^ع
اسی میں ہے،

حدیث "علم حاصل کرو اگرچہ چین جانا پڑے" اس کی سند
میں ابو عاتکہ منکر الحدیث ہے میں کہتا ہوں اس پر کذب
اور تہمت کا طعن نہیں ہے۔ (ت)

حدیث اطلبوا العلم ولو بالصین، فیہ ابو عاتکہ
منکر الحدیث قلت "لم یجرح بکذب ولا تہمة۔"

اس حدیث کی سند میں عمار ہے لہذا یہ قابل استدلال
نہیں، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس کی اغلب متابعت
کی ہے اور اغلب ضعف میں عمار کے مثل ہے، لیکن
میرے علم میں کوئی ایسا نہیں جس نے اس پر کذب کی
تہمت لگائی ہو۔ (ت)

اسی میں ہے،
حدیث فیہ عمار لا یحتج بہ قال الحافظ
ابن حجر، تابعہ اغلب و اغلب شبیہ بعمار
فی الضعف، لکن لم یر من اتہمہ بالکذب۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں حدیث عالم قریش یملأ الارض علماً (عالم قریشی زمین کو علم سے
بھروے گا۔ ت) کی نسبت فرمایا: کیف یتصور وضعہ ولا کذاب فیہ ولا متہم اس کا موضوع ہونا

باب التوحید کے آخر میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)
باب العلم کی ابتداء میں اس کا ذکر ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ آخر التوحید ۱۲ منہ

عہ اول العلم ۱۲ منہ

عہ اول باب البعث

۱	التعقیبات علی الموضوعات	باب البعث	مکتبہ اثریہ سالکہ بل	۵۳
۲	التعقیبات علی الموضوعات	باب التوحید	"	۴
۳	"	باب العلم	"	۴
۴	"	باب البعث	"	وراء
۵	شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی فی اثباتہ بالاشیاء الغیبیات	مطبوعۃ المطبعة العامرة مصر، ۱۳۵۹		

کیونکہ مقصور ہو حالانکہ نہ اُس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم۔

بالجملہ اس قدر پر اجماع محققین ہے کہ حدیث جب اُن دلائل و قرآن قطعیہ وغالبہ سے خالی ہو اور اُس کا مدار کسی متہم یا کذاب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اُسے موضوع کہنا ممکن نہیں جو بغیر اس کے حکم یا وضع کر دے یا مشدود مفطر ہے یا محطی غلط یا متعصب مغالطہ واللہ الہادی وعلیہ اعتمادی۔

افادہ یازدہم (بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے) جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ دلائل سے منزہ ہو محدث اگر اُس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں بلکہ صرف اُس سند پر جو اُس وقت اُس کے پیش نظر ہے، بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے، مگر اس سند سے موضوع و باطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہ حاصل حاصل ائمہ حدیث نے ان مطاب کی تصریحیں فرمائیں تو کسی عالم کا حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی خواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے، ناواقفوں کی فہم سخیف ہے، میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے،

ابراہیم بن موسیٰ المروزی مالک سے نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ "قال احمد بن حنبل" هذا کذب "یعنی بهذا الاسناد والا فالمتن له طرق ضعیفۃ۔

ابراہیم بن موسیٰ المروزی مالک سے نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ کو کذب فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے، ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعف سے وارو ہے۔ (ت)

امام شمس الدین ابوالخیر محمد محمد بن الجوزی استاد امام الشان امام ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا: فلیعلمہ فی ارجوان یتکون جمیع ما فیہ صحیحاً (معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں سب صحیح ہیں) حدیث حاکم و ابن مردودہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہامی

اُس کی شرحِ حرز ثمین میں لکھتے ہیں،

صرح ابن الجوزی بان هذا الحديث موضوع
قلت "يكن ان يكون بالنسبة الى اسناده المذكور
عنده موضوعاً"
ابن جوزی نے تصریح کی ہے کہ یہ روایت موضوع ہے "میں
کہتا ہوں" ممکن ہے اس مذکورہ سند کے اعتبار سے
ان کے نزدیک موضوع ہو۔ (ت)

اسی طرح حرز حصین میں ہے، نیز موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں،

ما اختلفوا في انه موضوع تركت ذكره للحذر من
الخطر لاحتمال ان يكون موضوعاً من طريق
وصحيحاً من وجه آخر الخ
جس کے موضوع ہونے میں محدثین کا اختلاف ہے
تو میں نے اس حدیث کا ذکر اس خطرہ کے پیشِ نظر
ترک کیا کہ ممکن ہے یہ ایک سند کے اعتبار سے
موضوع ہو اور دوسری سند کے اعتبار سے صحیح ہو (ت)

علامہ زرقانی حدیث اچھائے ابون کریمین کی نسبت فرماتے ہیں،

قال السهيلي ان في اسناده مجاهيل وهو
يفيد ضعفه فقط ، وبه صرح في موضع آخر
من الروض وايد به بحديث لا ينافي هذا
توجيه صحته لان مراده من غير هذا
الطريق ، ان وجد ، اذ في نفس الامر لا
الحكم بالضعف وغيره انما هو في الظاهر
سبيلي نے کہا ہے کہ اس کی سند میں راوی مجہول ہیں جو اس
کے فقط ضعف پر وال ہیں اور اسی بات کی تصریح
الروض میں دوسرے مقام پر کی ہے اور اس کو حدیث
کے ساتھ تقویت دی اور یہ صحت حدیث کی توجیہ کے
منا فی نہیں کیونکہ اس کی مراد اس سند کے علاوہ ہے
اگر وہ موجود ہو ورنہ نفس الامر کے اعتبار سے کیونکہ ضعف
وغیرہ کا حکم ظاہر میں ہوتا ہے۔ (ت)

اور شیخ حدیث "صلاة بسواك خير من سبعين صلاة بغير سواك" (مسواک کے ساتھ نماز
بے مسواک کی شتر نمازوں سے بہتر ہے) ابونعیم نے کتاب السواک میں دو جید و صحیح سندوں سے روایت کی،
امام ضیائے اسے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد و ابن خزيمة و
حارث بن ابی اسامہ و ابویعلی و ابن عدی و بزار و حاکم و بیہقی و ابونعیم و غیر ہم اجلہ محدثین نے بطریق عدیدہ و اسانید متنوعہ

لہ حرز ثمین مع حصین تعزیتہ اہل رسول اللہ عند وفایتہ نو لکھنؤ ص ۴۱۰

لہ الاسرار المرفوعة فی الاخبار الموضوعة الدافع للوٹ لایف ہذا المختصر مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۴۵-۴۶

لہ شرح زرقانی علی المواہب باب وفات امیر مایعلی بابوعلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ المطبعة العامرة مصر ۱۹۶/۱

لہ مسند احمد بن حنبل از مسند عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۶۲/۶

احادیث اُمّ المؤمنین صدیقہ وعبد اللہ بن عباس وعبد اللہ بن عمر وجابر بن عبد اللہ والس بن مالک و اُم الدردار وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تخریج کی، جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعاً محال، با اینہم ابو عمر ابن عبد البر نے تمہید میں امام ابن معین سے اس کا بطلان نقل کیا، علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنین میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں، قول ابن عبد البر فی التمهید عن ابن معین، یعنی امام ابن معین کا یہ فرمانا ذکر یہ حدیث باطل ہے انہ حدیث باطل، ہو بالنسبة لما وقع له اس سند کی نسبت ہے جو انھیں پہنچی۔ من طرقہ۔

ورنہ حدیث تو باطل کیا معنی ضعیف بھی نہیں، اقل درجہ حسن ثابت ہے۔

اور نیچے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابی داود و نسائی و صحیح مختار

وغیرہ با صحاح و سنن:

ان سر جلا فی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال انت امرأتی لا تدفع یدک لکامس قال طلقها قال اتی اجبها قال استمتعت بها۔ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا، میری بیوی کسی بھی چھوٹے والے کے ہاتھ کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اسے طلاق دے دے۔ عرض کیا، میں اس سے محبت رکھتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: اس سے نفع حاصل کر۔ (ت)

کہ با سانیہ ثقات و مؤثرین احادیث جابر بن عبد اللہ وعبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آئی، امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا: اسنادہ صالح (اس کی سند صالح ہے۔ ت) امام عبد العظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا: رجال اسنادہ محتج بهم فی الصحیحین علی الاطلاق والافراد (اس روایت کے تمام راوی

عہد اکل من سألها شیئاً من طعام أو مال اعطته ولم ترد هذا هو الراجح عندنا فی معنی الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (م) یعنی جو شخص بھی اس سے طعام یا مال مانگتا ہے وہ اسے دے دیتی ہے رد نہیں کرتی، حدیث کے معنی میں ہمارے نزدیک یہی راجح ہے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۱۔ المقاصد الحسنۃ للسخاوی حدیث ۶۲۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۲۶۳
۲۔ سنن النسائی باب ما جاء فی الخلع المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۹۸/۲
۳۔ مختصر سنن ابی داود للحافظ المنذری باب النبی عن تزویج من لم یلد من النساء مطبوعہ المکتبۃ الاثریۃ سانگھو بل ۶/۳

ایسے ہیں جن سے بخاری و مسلم میں اتفاقاً اور انفراداً استدلال کیا نہ (ت) امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: حسن صحیح (حسن صحیح ہے۔ ت) اس حدیث کو جو حافظ ابو الفرج نے امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "لیس لہ اصل ولا یثبت عن النسب" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (اس کی کوئی اصل نہیں اور نہ ہی یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ ت) کی تبعیت سے لا اصل لہ (اس کی کوئی اصل نہیں۔ ت) کہا امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کر کے فرماتے ہیں:

لا یلتفت الی ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی؛
 حیث ذکر هذا الحدیث فی الموضوعات، ولم
 یدکر من طرقہ الا الطريق التي اخرجها
 الخلال من طریق ابی الزبیر بن جابر، واعتمد
 فی بطلانہ علی ما نقلہ الخلال عن احمد،
 فابان ذلك عن قلة اطلاع ابن الجوزی
 وغلبت التقليد علیہ، حتی حکم بوضعم
 الحدیث بمجرد ما جاء عن امامہ، ولو عرضت
 هذه الطرق علی امامہ لاعترف ان للحدیث
 اصلا، ولکنہ لم تقع لہ فذلک لم اصلہ
 فی مسندہ، ولا فیما یروی عنہ ذکر اصلا
 لا من طریق ابن عباس ولا من طریق جابر
 سوى ما سألہ عنہ الخلال وهو معذور
 فی جوابہ بالنسبة لتلك الطريق بخصوصها
 اه ذکرہ فی اللالی۔

ابو الفرج ابن جوزی کی اس بات کی طرف توجہ نہیں
 دی جائے گی کہ انہوں نے اس حدیث کو موضوعات
 میں شامل کیا ہے اور اس کی دیگر اسناد ذکر نہیں
 ماسوائے اس سند کے جس کے حوالے سے خلال نے
 ابو الزبیر بن جابر روایت کیا اور اس کے بطلان میں
 اسی پر اعتماد کر لیا جو خلال نے احمد سے نقل کیا ہے،
 تو یہ بات ابن جوزی کے قلت مطالعہ اور غلبہ تقلید کو
 واضح کر رہی ہے حتیٰ کہ انہوں نے اپنے امام سے
 منقول محض راۓ کی بنیاد پر حدیث کو موضوع کہہ دیا
 حالانکہ یہ سندیں اگر ان کے امام کے سامنے پیش
 کی جاتیں تو وہ فی الفور اعتراف کر لیتے کہ حدیث کی اصل ہے
 لیکن ایسا نہ ہو سکا اس وجہ سے یہ حدیث اصلاً ان کی
 مسند میں نہیں آئی اور نہ ہی ان روایات میں جو ان سے
 مروی ہیں نہ سند ابن عباس سے اور نہ ہی سند جابر سے
 ماسوائے اس سند کے جس کے بارے میں خلال نے سوال کیا تھا اور

باب النکاح کے آخر میں اس کا ذکر کیا ہے (ت)

عہ فی اواخر النکاح

(نتیجہ الافادات) بحمد اللہ تعالیٰ فقیر آستان قادری غفر اللہ تعالیٰ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کر دیا کہ احادیثِ تعبیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں، اُن پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا تو بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر کہ اس کا مدکر کسی ضاع، کذاب یا متهم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل واجب الدفع، ولہذا علیائے کرام نے صرف لایصحہ فرمایا یہاں تک کہ وہاں سیر کے امام شوکانی نے بھی بآئکہ ایسے مواقع میں سخت تشدد اور بہت مسائل میں بے معنی تفسر کی عادت ہے، فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور مجموعہ کئے کا راستہ نہ ملا، اگر بالفرض کسی امام معتد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہو گا نہ اصل حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت و انقطاع اگر ہیں تو مورثِ ضعف نہ کہ مثبت وضع۔ بعونہ تعالیٰ یہاں تک کی تقریر سے موضوعیت حدیث کی نسبت منکرین کی بالا خوانیاں بالا بالا گئیں، آگے چلیے و باللہ التوفیق۔

افادہ دوازدہم (تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے) حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعف رکھتے ہوں تو ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کر لیتے ہیں، بلکہ اگر ضعف غایت شدت و قوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہو کہ حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکام حلال میں حجت ہو جاتی ہے۔

مرقاۃ میں ہے : تعدد الطرق یبلغ الحدیث الضعیف الی حد الحسن۔ متعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچا دیتا ہے۔

آخر موضوعات کبیر میں فرمایا : تعدد الطرق ولو ضعف تیرق الحدیث الی الحسن۔ طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں : لو تم تضعیف کلھا کانت حسنة لتعدد الطرق اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن

علہ احوال الفصل الثانی باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة ۱۲ (باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة کی فصل ثانی کے آخر میں ذکر کیا ہے)

علہ ذکر فی مسئلۃ السجود علی کور العمامۃ ۱۲ منہ (عمامہ پر سجدہ کرنے کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ت)

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل الثانی من باب ما لا یجوز من العمل فی الصلاة مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۸/۳

الاسرار المرفوعہ فی اخبار المؤمنین احادیث الحیض مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان ص ۳۴۶

ہوگی کہ طرق متعدد و کثیر ہیں۔

و کثرتھا^۱
اسی میں فرمایا،

جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور
حدیث ضعیف اس کے سبب حجت ہو جاتی ہے کہ تعدد
اسانید ثبوت واقعی پر قرینہ ہے۔

جانر فی الحسن ان يرتفع الى الصحت اذا كثرت
طرقه والضعيف يصير حجة بذلك لان تعدده
قرينة على ثبوته في نفس الامر^۲

امام عبد الوہاب شعرائی قدس سرہ النورانی میزان الشرعیۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں،

بیشک جہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے
حجت مانا اور اُسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملتی کیا اس
قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبرائے میں
بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے ائمہ مجتہدین و
اصحاب ائمہ کے مذاہب پر دلائل بیان کرنے کی غرض
سے تالیف فرمایا۔

قد احتج جمهور المحدثين بالحديث الضعيف
اذا كثرت طرقه والحقوه بالصحيح تارة ،
وبالحسن اخرى ، وهذا النوع من الضعيف
يوجد كثيرا في كتاب السنن الكبرى للبيهقي السني
انفردا بقصد الاحتجاج لا قوال الاثمة واقوال
صحابهم^۳

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں دربارہ حدیث توسع علی العیال یوم عاشوراء امام ابو بکر بیہقی سے ناقل :
یہ سننیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر
قوت پیدا کریں گی۔

هذه الاسانيد وان كانت ضعيفة لكنها اذا
ضمم بعضها الى بعض احدثت قوة^۴

بلکہ امام جلیل جلال سیوطی تعقیبات میں فرماتے ہیں،

یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعف ہیں یہ بھی

المتروك او المنكروا تعددت طرقه اسرقی

علہ قالہ فی مسئلۃ النفل قبل المغرب ۱۲ منہ

ع۲ الفصل الثالث من فصول في الاجوبة عن الامام ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه ۱۲ منہ رضي الله تعالى عنه

ع۳ باب المناقب حديث النظر على عبادة ۱۲ منہ

س۱ فتح القدير ضفة الصلوة بحث سجود على العمامة مطبوعه نوريه رضويه سكر ۲۶۶/۱

س۲ فتح القدير باب النواقل " " " " ۳۸۹/۱

س۳ میزان الکبرائے للشعرائی فصل ثالث من فصول في الاجوبة عن الامام مطبوعه مصطفى البابی مصر ۶۸/۱

س۴ الصواعق المحرقة الباب الحادی عشر فصل اول مطبوعه مکتبه مجیدیہ ملتان ص ۱۸۴

الی درجۃ الضعیف الغریب، بل ربما ارتقی
الی الحسن۔
تقد و طرق سے ضعیف غریب، بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک
ترقی کرتی ہیں۔

افادہ سیزدہم (حدیث مجہول و حدیث مبہم تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر و منہجر
ہونے کے صالح ہیں) جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کے ضعیفوں سے ہے جو تعدد طرق سے منہجر ہو جاتے
ہیں اور حدیث کو تہہ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے، یہ حدیثیں جابر و منہجر دونوں ہونے کے صالح ہیں، افادہ
پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منہجر ہو گئی، امام الشان کا فرمانا گزرا کہ
حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابو الفریح نے حدیث :

لیث عن مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم من ولد له ثلثة اولاد فلم
یسما احدہم محمدا فقد جہل۔
حضرت مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین بیٹے ہوں اور ان
میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے اس نے جہالت سے

کام لیا۔
پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مختلط بتایا، امام سیوطی نے اس کا شاہد
بروایت نصر بن شنفی مرسلہ مسند عمارت سے ذکر کر کے ابن القطان سے نضر کا مجہول ہونا نقل کیا، پھر فرمایا،
هذا المرسل یعضد حدیث ابن عباس و یدخلہ
فی قسمہ المقبول۔
یہ مرسل اس حدیث ابن عباس کی توثیق ہو کر اسے قسم مقبول میں
داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں :
فی اسنادہ جہالة لکنہ اعتضد فصاح حسنا۔
اس کی اسناد میں جہالت ہے مگر تائید پاکر حسن ہو گئی۔

۱۔ زلی کتاب المبتداء

۲۔ تحت حدیث ابنو المساجد و اخرجوا القیامة منها ۱۲ مرتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۔	التعقیبات علی الموضوعات	باب المناقب	مکتبہ اثربہ سانگلہ بل	ص ۵۵
۲۔	کتاب الموضوعات	باب التسمیۃ بکھج	مطبوعہ دار الفکر بیروت	۱۵۲/۱
۳۔	اللائی المصنوعہ	کتاب المبتداء	دار المعرفۃ بیروت	۱۲۶/۱
۴۔	تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث ابنو المساجد کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ			۱۵۰/۱

افادہ چہارم (حصول قوت کو صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے) حصول قوت کیلئے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں صرف دو بھی مل کر قوت پا جاتے ہیں، اس کی ایک مثال ابھی گزری، نیز تیسری میں فرمایا: **ضعیف لضعف عمرو بن واقد لکنہ یقوی** یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث **بورودہ من طریقین**۔ ضعیف ہے مگر دو سندوں سے آکر قوت پا گئی۔

اُسی میں حدیث ”اکرموا المعزی وامسحوا برغامہا فانہا من دواب الجنة“ (بکری کی عزت کرو اور اس سے مٹی جھاڑو کیونکہ وہ جنتی جانور ہے۔ ت) بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید بن نوفلی کے سبب تضعیف کی پھر اس کے شاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا: اسنادہ ضعیف لکن یجبرہ ما قبلہ فیتعاضدان۔ سند اس کی بھی ضعیف ہے لیکن پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے تو دو مل کر قوی ہو جائیں گے۔

جامع صغیر میں حدیث ”اکرموا العلماء فانہ ورثة الانبیاء“ (علماء کا احترام کرو کیونکہ وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں۔ ت) دو طریقوں سے ایراد کی، اول: ابن عساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ دوم: خط یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ علامہ مناوی و علامہ عزیزی نے تفسیر و سراج المنیر میں زیر طریق اول لکھا: ضعیف لکن یقویہ ما بعدہ (ضعیف ہے مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے) زیر طریق دوم فرمایا: ضعیف اشعث الضحاك بن حجرة لکن یعضدہ ما قبلہ (ضحاك بن حجرة کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشی ہے۔ ت) متبع کلمات علماء اس کی بہت مثالیں پائے گا۔

افادہ پانزدہم (اہل علم کے عمل کرنے سے بھی حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے) اہل علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے اگرچہ سند ضعیف ہو۔ مرقاۃ میں ہے:

عہ باب علی العامہ من المتابعۃ اول الفصل الثانی ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

- | | |
|----|---|
| ۱۔ | تیسیر شرح الجامع الصغیر للمناوی حدیث اکرموا المعزی کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲۴/۱ |
| ۲۔ | الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۲۲۱ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹۱/۲ |
| ۳۔ | تیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث اکرموا المعزی کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۲۴/۱ |
| ۴۔ | الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۲۲۸ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹۳/۲ |
| ۵۔ | السراج المنیر شرح الجامع الصغیر زیر حدیث اکرموا العلماء مطبوعہ مطبعة ازہریہ مصر ۲۶/۱ |
| ۶۔ | ” ” ” ” ” ” ” ” ” ” |

رواہ الترمذی وقال هذا حدیث غریب والعلی علی
 هذا عند اهل العلم ، قال النووی واسناده
 ضعیف نقله میرک ، فكان الترمذی یزید تقویۃ
 الحدیث بعمل اهل العلم ، والعلم عند اللہ تعالیٰ
 كما قال الشیخ محی الدین ابن العربی انه بلغنی
 عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ، انما
 من قال لا الہ الا اللہ سبعین الف ، غفر اللہ
 تعالیٰ له ، ومن قیل له غفر له ایضا ، فکنت
 ذکرت التہلیلۃ بالعدد السروی من غیر ان
 انوی لاحد بالخصوص ، فحضرت طعاما مع
 بعض الاصحاب وفیہم شاب مشہور بالکشف ،
 فاذا هو فی اثناء الاکل اظهر البکاء ، فسألته
 عن السبب ، فقال اری امی فی العذاب ، فوہبت
 فی باطنی ثواب التہلیلۃ المذكورۃ لہا فضحک
 وقال انی اسراہا الآن فی حسن المآب فقال
 الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ
 وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث

یعنی امام ترمذی نے فرمایا حدیث غریب ہے اور اہل علم
 کا اس پر عمل ہی سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا
 کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم
 سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم
 اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین
 ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی ہے کہ جو شخص
 ستر ہزار بار لا الہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت
 ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے
 لا الہ الا اللہ اتنے بار پڑھا تھا اُس میں کسی
 کے لیے خاص نیت نہ کی تھی اپنے بعض رفیقوں کے
 ساتھ ایک دعوت میں گیا اُن میں ایک جوان کے کشف
 کا شہرہ تھا کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا میں نے
 سبب پوچھا، کہا اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں ،
 میں نے اپنے دل میں نگر کا ثواب اُس کی ماں کو بخش
 دیا فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اُسے اچھی جگہ
 دیکھتا ہوں ، امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں تو میں
 نے حدیث کی صحت اُس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی ۔

امام سیوطی تعقیبات میں امام بیہقی سے ناقل تداولھا الصالحون بعضهم عن بعض وفي ذلك
 تقویۃ للحدیث المرفوع (۱) سے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور اُن کے اخذ میں حدیث مرفوع

علہ باب الصلاة حدیث صلاة التسبیح ۱۲ منہ

لہ مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی باب اعلیٰ المأموم من المتابعہ مطبوعہ امدادیہ ملتان ۹۸/۳
 ملکہ التعقیبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ مکتبہ اثریہ سالک پبل ۱۳ ص

کی تقویت ہے) اُسی میں فرمایا ،

قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة
الحديث قول اهل العلم به وان لم يكن له
استناد يعتمد على مثله۔
مقدمہ علمائے تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت صحیح
حدیث کی دلیل ہوتی ہے اگرچہ اُس کے لیے کوئی سند
قابل اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشاد علمائے احادیث احکام کے بارہ میں ہے پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں۔

افادہ شاذ و جہل (حدیث سے ثبوت ہونے میں مطالب تین قسم ہیں) جن باتوں کا ثبوت حدیث سے
پایا جائے وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ قوت پر ہوتی ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو
اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے احاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں اُن کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔
(عقائد میں حدیث احاد اگرچہ صحیح ہو کافی نہیں) یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین و رکاز، عسلا مہ
نفاذاتی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں ،

خبر الواحد على تقدير اشتماله على جميع
الشرائط المذكورة في اصول الفقه لا يفيد
الا لظن ولا عبدة بالظن في باب الاعتقادات
حدیث احاد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو
ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات
کا کچھ اعتبار نہیں۔

عہ باب الصلاة حديث من جمع بين الصلاتين
من غير عذر فقد اتى بابا من ابواب الكبار
اخرجه الترمذی وقال حسين ضعفه احمد
وغیره والعمل على هذا الحديث عند اهل
العلم فاشار بذلك الى ان الحديث اعتضد
بقول اهل العلم وقد صرح غير واحد ان
۱۲ منه رضي الله تعالى عنه (هـ)
باب الصلاة کی اس حدیث کے تحت ذکر ہے جس میں ہے
کہ جس نے دونوں نمازیں بغیر عذر کے جمع کیں اس نے کہا نہیں
ایک کبیرہ کا ارتکاب کیا اسے ترمذی نے روایت کیا ہے
اور حسین نے کہا احمد وغیرہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے
اور اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے اس سے اس بات کی
طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث نے اہل علم کے قول
کے ذریعے قوت حاصل کی ہے اور اس کی تصریح
متعدد محدثین نے کی ہے ۱۲ منہ رضي الله تعالى عنه (د)

۱۲ ص مکتبہ اثربہ سالکہ بل باب الصلاة
۱۰۱ ص مطبوعہ دار الاشاعت العربیہ قندھار بحث تعداد الانبياء
۱۲ ص مکتبہ اثربہ سالکہ بل باب الصلاة
۱۲ ص التبعيات على الموضوعات باب الصلاة
۲ شرح عقائد نسفی بحث تعداد الانبياء
۳ التبعيات على الموضوعات باب الصلاة

مولانا علی قاری منہج الروض الاذہر میں فرماتے ہیں : الاحاد لا تفید الاعتماد فی الاعتقاد (احادیث
احاد و بارہ اعتقاد ناقابل اعتماد)۔

(دربارہ احکام ضعیف کافی نہیں) دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ اُن کے لیے اگرچہ اتنی قوت و کار نہیں پھر بھی حدیث
کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے، جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔

(فضائل مناقب میں باتفاق علماء حدیث ضعیف مقبول و کافی ہے) تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے
یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے، مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا
ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ اُنھیں اللہ عز و جل نے یہ مرتبہ بخشا، یہ فضل عطا کیا، تو ان کے
مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے، ایسی جگہ صحت حدیث میں کلام کر کے اسے پایہ قبول سے ساقط کرنا فرق مرآ
نہ جاننے سے ناشی، جیسے بعض جاہل بول اُٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں
یہ اُن کی نادانی ہے علمائے محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں، یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے
ہیں، عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے، حسن بھی نہ سہی یہاں ضعیف بھی مستحکم ہے، رسالہ قاری و مرقاۃ و
شرح ابن حجر کی و تعلقات و لآئی امام سیوطی و قول مسند امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افادہ دوم و سوم و چہارم و دہم میں
گزریں، عبارت تعلقات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے، بالآخر اُس میں
ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوٹی کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے، امام اجل شیخ العلماء
والعرفاء سیدی ابوطالب محمد بن علی کی قدس اللہ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب

علہ ای دلا عبرۃ بمن شذ ۱۲ منہ (یعنی کسی شاذ شخص کا اعتبار نہیں رہت)

علہ الاجماع المذكور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۳ منہ

علہ مسئلہ امیر مغیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تحف اجلۃ و رسالہ الاحادیث
الراویۃ لمذہب الامیر معاویۃ و رسالہ عرش الاعزاز و الاکرام لاول ملوک الاسلام و رسالہ ذب الہواء الواہیۃ فی
باب الامیر معاویۃ و غیرہ میں ہے و فقنا اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ لتوصیئہا و تبیینہا و نفہمہا و لبساتہا تصانیفی امتہ
الاسلام بفہمہا و تفہیمہا امین یا عظم القدرۃ و اسم الرحمة امین صلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علی سیدنا محمد و آلہ
وصحبہ و سلم ۱۴ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

علہ فی فصل الحادی و الثلثین ۱۲ منہ

لہ منہج الروض الاذہر شرح فقہ اکبر الانبیاء منزہون عن الکبار و الصفائر مصطفیٰ البابی مصر ص ۵۷

میں فرماتے ہیں :

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفضیل الاصحاب
متقبلة محتملة علی کل حال متطایعہا و مراسیلہا
لا تعارض ولا ترد ، کذلک کان السلف
یفعلون ۔
فضائل اعمال و تفضیل صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی
حدیثیں کیسی ہی ہوں ہر حال میں مقبول و مانع نہیں موقوف
ہوں خواہ مرسل نہ ان کی مخالفت کی جائے نہ انہیں
رد کریں ، ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا ۔

امام ابو زکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر کی شرح مشکوٰۃ پھر مولانا علی قاری مرقاۃ و حرز ثمین شرح حصین
میں فرماتے ہیں :

قد اتفق الحفاظ و لفظ الامر بعین قد اتفق العلماء
علی جواز العمل بالحديث الضعیف فی فضائل
الاعمال و لفظ الحرز الجواز العمل به فی فضائل
الاعمال بالاتفاق ۔
یعنی بیشک حفاظ و لفظ الامر بعین قد اتفق العلماء
علی جواز العمل بالحديث الضعیف فی فضائل
الاعمال بالاتفاق ۔
(مخصوصاً)

فتح البین بشرح الاربعین میں ہے :

لا نه ان كان صحيحا في نفس الامر فقد اعطى
حقه من العمل به ، والا لم يرتب على العمل
به مفسدة تحليل ولا تحريم ولا ضياع حق
للغير وفي حديث ضعيف من بلغه عن ثواب عمل
فعله حصل له اجره وان لم اكن قلته او كسها
يعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک
ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی جب تو جو اس کا حق تھا کہ اس
پر عمل کیا جائے حق ادا ہو گیا اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر
عمل کرنے میں کسی عقیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو
نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس

علہ تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً قال النوی طرقہ کلہا ضعیفۃ ۱۲ منہ (م)

علہ فی شرح الخطبۃ تحت قول المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ اقرجوان یكون جیم صافیہ صحیحاً ۱۲ منہ (م)

علہ فی شرح الخطبۃ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۷۸/۱	مطبوعہ دار صادر مصر	فصل الحادی والعشرون	لہ قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب
ص ۴	مصطفیٰ البابی مصر	خطبۃ الکتاب	لہ شرح اربعین للنوی
ص ۲۲	نو لکشتور لکھنؤ	شرح خطبۃ کتاب	لہ حرز ثمین شرح مع حصین

قال وأشار المصنف رحمه الله تعالى بحكاية
الاجماع على ما ذكره الى الرد على من سارع
فيه الخ
صلى الله تعالى عليه وسلم نے فرمایا: جسے مجھ سے کسی عمل پر
ثواب کی خبر پہنچی وہ اس پر عمل کر لے اُس کا اجر اُسے حاصل
ہو اگرچہ وہ بات واقع میں میں نے نہ فرمائی ہو۔ لفظ حدیث
کے یونہی ہیں یا جس طرح حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر نقل اجماع
علمائے اشارہ فرمایا جو اس میں نزاع کرے اُس کا قول مردود ہے الخ
مقاصد حسنة میں ہے،

قد قال ابن عبد البر انهم يتساهلون في
الحديث اذا كان من فضائل الاعمال الخ
امام محقق علی الاطلاق فتح القدير میں فرماتے ہیں،
الضعيف غير الموضوع يعمل به في فضائل
الاعمال الخ
بے شک ابو عمر ابن عبد البر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل
فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو۔
یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا
بس اتنا چاہئے کہ موضوع نہ ہو۔
مقدمہ امام ابو عمرو ابن الصلاح و مقدمہ جرجانیہ و شرح الالفیۃ للمصنف و تقریب النواوی اور اس کی شرح
تدریب الراوی میں ہے،

واللفظ لهما يجوز عند اهل الحديث وغيرهم
التساهل في الاسانيد الضعيفة ورواية ما سوي
الموضوع من الضعيف والعمل به من غير بيان
ضعفه في فضائل الاعمال وغيرهما مما لا تعلق له
بالعقائد والاحكام ومن نقل عنه ذلك ابن حنبل
وابن مهدي وابن المبارك قالوا اذارونا
محدثین وغیر ہم علما کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور
بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت
اور اُس پر عمل فضائل اعمال وغیرہ امور میں جائز ہے
جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں، امام احمد بن حنبل
و امام عبد الرحمن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک
وغیر ہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول وہ فرماتے جب

عنه ذكره في مسألة تقديمه الاوسع ١٢ منه (م) صاحب ورع وتقوى کی تقدیم میں اس کا بیان ہے ١٢ منہ (ت)

فتح المبين شرح الاربعين
المقاصد الحسنة زیر حدیث من بلغه عن الله الخ
فتح القدير باب الامامة
ص ۲۰۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت
۳۰۳/۱ نورید رضویہ سکر

فی الحلال والحرام شد دنا و اذا سر وینا فی الفضائل ونحوها تساهلنا اھ ملخصا۔
ہم حلال و حرام میں حدیث روایت کریں سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی اھ ملخصا۔

امام زین الدین عراقی نے الفیۃ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا عن ابن مہدی وغیر واحد (یعنی امام ابن مہدی وغیر ائمہ سے ایسا ہی منقول ہے) وہاں شارح نے فتح المغیث میں امام احمد و امام ابن معین و امام ابن المبارک و امام سفین ثوری و امام ابن عیینہ و امام ابو زریا عنہری و حاکم و ابن عبد البر کے اسماء و اقوال نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور خطیب نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔ غرض مسئلہ مشہور ہے اور نصوص نامحسور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ میں مسطور ان شاء اللہ العزیز الغفور۔
تذہیب کبرائے و بابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں، مولوی غلام علی رسالہ دعائیہ میں لکھتے ہیں،
ضعاف در فضائل اعمال و فیما نحن فیہ باتفاق علما معمول بہا است الخ
فصائل اعمال میں اور جس میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں باتفاق علما ضعیف حدیثوں پر عمل درست ہے الخ

مظاہر حق میں راوی حدیث صلاۃ او امین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا: اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر جائز ہے الخ
اسی میں حدیث فضیلت شب براءت کی ضعیف امام بخاری سے نقل کر کے کہا: یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں باتفاق جائز ہے الخ

افادۃ المفہم فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے حدیث ضعیف ثبوت استنباب کے لیے بس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابو زریا بن نعنا رحمہ اللہ تعالیٰ بربکاتہ کتاب الذکار المنعقب من کلام سیدہ بار علیہ فعل هذه العبارات الثلاثة مع حق اعصارنا
ونزینۃ امصارنا تاج الفحول محب الرسول مولانا
المولوی عبد القادر البیدیونی ادام اللہ تعالیٰ فیوضہ
فی کتابہ سیف الاسلام المسلول علی المناع بعمل المولد والقیام ۱۲ منہ (د)
کی ہیں ۱۲ منہ (ت)

علہ اول الكتاب ثالث فصول المقدمة ۱۲ منہ (د) یہ کتاب کے شروع میں مقدمہ کی تیسری فصل میں ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ تدریب الراوی قبیل نوع الثالث والعشرون مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۲۹۸/۱

لہ رسالہ دعائیہ مولوی غلام علی مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ۲۶۶/۱

لہ مظاہر حق اردو ترجمہ مشکوٰۃ شریف باب قیام شہر رمضان مطبوعہ دار الاشاعت کراچی ۸۴۳/۱

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں :

قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغيرهم
يجوز ويستحب العمل في الفضائل والتغيب
والترهيب بالحديث الضعيف ما لم يكن
موضوعاً۔
محمد بن وقعا وغيرہم علمائے فرمایا کہ فضائل اور نیک
بات کی ترغیب اور بری بات سے خوف دلانے میں
حدیث ضعیف پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع
نہ ہو۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہائم نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی
ناہلسی نے حدیث تدریج شرح طریقہ محمدیہ میں نقل فرمائی، امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں،
الاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت
ہو جاتا ہے) علامہ ابراہیم حلی غنیۃ المستملی فی شرح نیت المصلیٰ میں فرماتے ہیں :

يستحب ان يمسح بدنه بعد غسله۔
لما روت عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان
للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم خرقه
يتنشف بها بعد الوضوء، رواه الترمذي
وهو ضعيف ولكن يجوز العمل بالضعيف في
الفضائل۔
(شہاکر رومال سے بدن پونچھنا مستحب جیسا کہ ترمذی نے
ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ
حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو کے بعد
رومال سے اعضا مبارک صاف فرماتے۔ ترمذی نے
روایت کیا یہ حدیث ضعیف ہے مگر فضائل میں
ضعیف پر عمل روا۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسیح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں،
الضعيف يعمل به في الفضائل الاعمال اتفاقاً فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل

عنه او اخر الفصل الثاني من باب الاول ۱۲ من (د)
عنه قبيل فصل في حمل الجنابة ۱۲ من (د)
عنه في سنن الغسل ۱۲ من (د) رضي الله تعالى عنه (د)

لہ کتاب الزکاء المنتخب من کلام سیدالابرار صلی اللہ علیہ وسلم فصل قال العلماء من المحدثین مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ص ۵۰
فتح القدیر فصل فی الصلاة علی المیت مطبوعہ قوریہ رضویہ سکھر ۹۵/۲
غنیۃ المستملی شرح منبہ المصلی سنن الغسل سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۲

ولذ اقال امتنان مسح الرقبة مستحب او
سنة۔
کیا جاتا ہے اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں
گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

امام جلیل جلال سیوطی رحمۃ اللہ علیہ الشریا با نظار ما کان خفیاً میں فرماتے ہیں :

استحبه ابن الصلاح وتبعه النووی نظر الی
ان الحدیث الضعیف یتسامح به فی فضائل
الاعمال۔
تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے
مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے
ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ محقق جلال دوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ انہوذج العلوم میں فرماتے ہیں :

الذی یصلح للتعویل علیہ ان یقال اذا وجد
حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل
الحرمة و الکراهیة یجوز العمل به و یستحب
لانہ مامون الخطر و مرجو النفع۔
اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت
میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت و کراہت
کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز و مستحب ہے
کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید۔

اندیشہ سے امان یوں کہ حرمت و کراہت کا محل نہیں اور نفع کی امید یوں کہ فضیلت میں حدیث مروی اگرچہ ضعیف

ہی تھی۔

اقول وباللہ التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے

علہ نقلہ بعض العصریین و هو فیما نری ثقتہ فی التثقل ۱۲ منہ (م)

علہ نقلہ العلامة شہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیباچۃ
حیث روی المصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ بسندہ الی ابی داؤد حدیث من شل عن علم فکتہ الحدیث و
للمحقق ہہنا کلام طویل نقلہ الشارح ملخصاً و ناسخاً بہا ہو منافع فیہ والوجہ مع المحقق فی
عامۃ ما ذکرہ والاولا خشیۃ الاطلالۃ لا یتنبأ بکلاہما مع مالہ وعلیہ ولكن سنشیہ ان شاء اللہ تعالیٰ
الی اخرہ لیسیر یظہر بہا الصواب بعون الملک الوہاب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

ص ۶۳

۱۹۱/۲

۳۳/۱

مطبوعہ مجتبیٰ فی دہلی

دار الفکر بیروت

مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان

۱۰ موضوعات کبیر حدیث مسح الرقبة

۱۰ الحاوی للفتاویٰ خفیاً

۱۰ نسیم الریاض شرح شفاء و بہاجر

ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت و انعدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت، اُس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا، تو لاجرم ورو حدیث کے سبب جانب فعل کو ترجیح مانے کی حدیث کی طرف اسناد متحقق اور اُس پر عمل ہونا صادق ہو اور یہی معنی استجاب ہے، آخر نہ دیکھا کہ علامہ حلبی و علامہ قاری نے اسے عمل و جواز عمل کو دلیل و ثبوت استجاب قرار دیا اور امام محمد محمد بن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اُس سے تمسک کو درجہ ترقی و اولیت میں رکھا کہ جب اُس پر عمل ہونا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولیٰ اس سے کھل گیا کہ اُس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد و بالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استجاب و هذا ظاہر لیس دونہ حجاب (اور یہ ظاہر ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) حلیہ شرح فیہ میں فرماتے ہیں،

الجمہور علی العمل بالحديث الضعیف الذی
لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فهو فی ابقاء
الاباحة التی لم یتم دلیل علی انتفاہا
کما فیما نحن فیہ اجدہ۔
جمہور علماء کا مسک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف
غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اُس اباحت
فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر
دلیل تمام نہ ہو جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام ابو طالب مکی قوت القلوب میں فرماتے ہیں،

الحديث اذا لم ینافه کتاب او سنة وان لم
یشهد له ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع
الامة، فانه یوجب القبول والعمل لقوله
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف و قد
قیل ۛ۔
حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو
اگرچہ کتاب و سنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ ملے،
تو بشرطیکہ اُس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں اپنے
قبول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور مقرر علم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا
حالانکہ کہا تو گیا۔

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اُس

علہ سنن الفصل مسئلة المندیل ۱۲ منہ (م)
علہ فی الفصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ (م)
سنن خلیل میں رومال کے مسئلہ میں اس کو ذکر کیا ہے (ت)
اکتیسویں فصل میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لہ حلیہ المحلی شرح نیت المصلی

لہ قوت القلوب الفصل الحادی والثلاثون باب تفصیل الاخبار مطبوعہ المطبعة المیمنية مصر ۱۴۰/۱

اور میں کتاب و سنت و اجماع امت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے۔

اقول اما قوله قدس سرہ یوجب " **اقول** امام ابو طالب مکی قدس سرہ کے قول "یوجب القبول" سے تاکید مراد ہے جیسا کہ تو اپنے قرض خواہ سے کہے کہ تیرا حق مجھ پر واجب ہے۔ درمختار میں ہے کہ یہ مسلمانوں کا تعامل ہے پس ان کی اتباع واجب ہے (وجوب بمعنی ثبوت ہے) یا اس میں اس مسئلہ کی طرف اشارہ ہے جو مجاہدہ کرنے والے سادات ائمہ و صوفیہ (اللہ تعالیٰ ان کے پاکیزہ اسرار کو ہمارے لیے مبارک کرے) کا ہے کہ وہ مستحبات کی بھی اس طرح پابندی کرتے ہیں جیسا کہ واجبات کی اور مکروہات سے بلکہ بہت سے مباحات سے اس طرح بچتے ہیں کہ گویا وہ محرمات ہیں یا ان (ابو طالب مکی) کا مذہب ہے کیونکہ ہم آپ قدس سرہ کو مجتہدین میں شمار کرتے ہیں ان میں ہونا آپ کا حق ہے جیسا کہ ان تمام بزرگوں کا مقام اور شان ہے جو شریعت عظیمہ کی حقیقت کو پانے والے ہیں اگرچہ وہ ظاہراً اپنا انتساب کسی امام فتویٰ کی طرف کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی نے میزان میں تفصیلی گفتگو کی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل معرفت کی مراد کو زیادہ بہتر بہتر جانتا ہے۔ (ت)

علہ آخر باب العیدین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) باب العیدین کے آخر میں اس کا ذکر ہے (ت)
علہ فی فصل فان قال قائل فہل یجب عندکم علی المقلد الخ وفي فصل ان قال قائل کیف الوصول الی الاطلاع علی عین الشریعة المطہرة الخ وفي غیرہما ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

لے درمختار باب العیدین مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۱۴/۱
سہ میزان الکبریٰ فصل ان قال قائل کیف الوصول الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۲۲/۱

فرماتے ہیں :

ما جاءكم عني من خير قلته اولم اقله فاني اقول له
وما جاءكم عني من شرف فاني لا اقول الشر له

تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی
ہو یا نہ فرمائی ہو میں اسے فرماتا ہوں اور جس بُری بات
کی خبر پہنچے تو میں بُری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے لفظ یہ ہیں :

ما قيل من قول حسن فانا قلته -

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی جائے وہ میں نے
فرمائی ہے۔

عقیلی کی روایت یوں ہے :

خذوا به حدثت به اولم احدث به -

اُس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو
یا نہیں۔

وفي الباب عن ثوبان مولى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وعن ابن عباس رضي الله
تعالى عنهم (اس بارے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان اور حضرت
ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ ت)
خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبد المجید رحمہ اللہ تعالیٰ سے راوی :

سأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
في التوم في الحجر فقلت يا بني انت واقم
يا رسول الله انه قد بلغنا عنك انك قلت من
سمع حديثا فيه ثواب فعمل بذلك الحديث
سرجاء ذلك الثواب اعطاه الله ذلك الثواب
وان كانت الحديث باطلا فقال
اي ورب هذه البلدة انه لمتى و

میں نے حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو
خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا عرض کی یا رسول اللہ
میرے ماں باپ حضور پر قربان ہیں حضور سے حدیث
پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی
حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اُس
حدیث پر بامیہ ثواب عمل کرے اللہ عز وجل اسے
وہ ثواب عطا فرمائے گا اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس

انا قلت لہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم اس شہر کے رب
کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے مسداتی ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
ابویعلیٰ اور طبرانی معجم اوسط میں سیدنا ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں،

من بلغہ عن اللہ تعالیٰ فضیلة فلم یصدق بہا لم یتلھا
جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے
اُس فضل سے محروم رہے۔

ابو اسماء ابن عبد البر نے حدیث مذکور روایت کر کے فرمایا،
اہل الحدیث بجماعتہم یتساہلون فی الفضائل
تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے
فیروونہا عن کل وانما یتشددون فی احادیث
ہیں انہیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں، ہاں
الاحکام۔
احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی تجربہ پنہی کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا اُسے چاہیے
نیک نیتی سے اس پر عمل کرے اور تحقیق صحت حدیث و ثقافت سند کے سمجھے نہ پڑے وہ ان شاء اللہ اپنے حسن نیت اس نفع
کو پہنچے ہی جائیگا اقول یعنی جب تک اُس حدیث کا بطلان ظاہر نہ ہو کہ بعد ثبوت بطلان رجاء و امید کے کوئی معنی نہیں۔
فقول الحدیث وان لم یکن ما بلغہ حقا و نحوہ
انما یعنی بہ فی نفس الامر لا بعد العلم بہ و
تو حدیث کے یہ الفاظ "اگرچہ ہر حدیث اسے پہنچی وہ حق
نہ ہو" یا اس کی مثل دوسرے الفاظ "اس سے مراد
ہذا و اوضح جدا فتثبت ولا تنزل۔ نفس الامر ہے نہ کہ بعد از حصول علم۔ اور یہ بہت ہی واضح ہے اسے یاد رکھو،
اور جو اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عز و جل اپنے بندہ کے ساتھ اُس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے،
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے رب عز و جل و علا سے روایت فرماتے ہیں کہ مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ
انا عند ظن عبدی (میں اپنے بندہ کے ساتھ وہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے) رواہ البخاری و مسلم
و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ عن ابی ہریرۃ و العاکم بمعناہ عن انس بن مالک (اسے بخاری، مسلم، ترمذی،

لہ فوائد للنفی

۳۴۳۰ حدیث انس بن مالک
۳۴۴/۳ مطبوعہ دار القبۃ لثقافت الاسلامیہ جده سعودی عرب
۳۵۴/۲ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۵۴/۲ کتاب التوبہ
۳۵۴/۲ کتاب التوبہ

نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور حاکم نے حضرت انس بن مالک سے معناً سے روایت کیا۔ ت) دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے، "فلیظن بی ما شاء" (اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے) آخر جہ الطبرانی فی الکبیر والحاکم عن واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح (اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور حاکم نے حضرت واثل بن اسقع سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔ ت)

تیسری حدیث میں یوں زیادت ہے، "ان ظن خیرا فله وان ظن شرا فله" (اگر بھلا گمان کرے گا تو اس کے لیے بھلائی ہے اور بُرا گمان کرے گا تو اس کے لیے بُرائی) مرواہ الامام احمد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الصحیح وتحوہ الطبرانی فی الاوسط والنفیع فی المحلیۃ عن واثلۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام احمد نے سند حسن سے صحیح قول پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسی کی مثل طبرانی نے اوسط اور النفیع نے علیہ میں حضرت واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) جب اُس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور رب عز وجلہ سے اُس نفع کی امید رکھی تو مولیٰ تبارک و تعالیٰ نے اکرم الاکرمین ہے اُس کی امید ضائع نہ کرے گا اگرچہ حدیث واقع میں کسی ہی ہو۔ واللہ الحمد فی الاولی والآخرۃ افادۃ نوزوہم (عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے) وباللہ التوفیق، عقل اگر عظیم ہو تو ان نصوص و نقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث مقبول اور اس کا ضعف معتبر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں آخر بطلان پر یقین تو نہیں فان الکذب قد یصدق (بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے) تو کیا معلوم کہ اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابو نعیم الدین شہر زوری میں ہے :

اذا قالوا فی حدیث انه غیر صحیح فلیس ذلک قطعاً بانہ کذب فی نفس الامر اذ قد یکون صدقاً فی نفس الامر وانما المراد به لم یصح اسنادہ علی الشرط المذكور

محمد بن جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو یہ اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اُس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب و تدرب میں ہے :

اذا قیل حدیث ضعیف، فمعناہ لم یصح لہ المستدک علی الصحیحین للحاکم کتاب التوبۃ والاناۃ

کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو معنی یہ ہیں کہ اس کی مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۲۴۰/۴

مسند الامام احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ بروٹ ۳۹۱/۲

مقدمہ ابن الصلاح النوع الاول فی معرفۃ الصحیح فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۸

اسنادہ علی الشرح المذکور لا اندکذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اہل ملخصاً۔
 اسناد شرط مذکور پر نہیں نہ یہ کہ واقع میں مجھوٹ ہے ممکن ہے
 کہ مجھوٹے نے سچ بولا ہو اہل ملخصاً۔

(صحیح و تضعیف صرف بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو بالکس (محقق حیث اطلاق فتح میں فرماتے ہیں،

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما هو باعتبار السند ظناً ما فی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحة الضعیف۔
 حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو۔
 اسی میں ہے :

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل ما لہ یثبت بالشروط المعتبرة عند اهل الحديث مع تجویز کونه صحیحاً فی نفس الامر فیجوز ان یقتون قرینة تحقق ذلك، وان الراوی الضعیف اجاد فی هذا المتن المعین فی حکم بہ۔
 ضعیف کے یہ معنی نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کیں ان پر نہ آئی اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو، تو ممکن کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کر دے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے اُس وقت با وصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کر دیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے :

المحققون علی ان الصحة والحسن والضعف انما هی من حیث الظاهر فقط مع احتمال
 محققین فرماتے ہیں صحت وحسن وضعف سب بنظر ظاہر ہیں واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور

علہ مسألة التثقل قبل المغرب ۱۲ منہ (م)

علہ مسألة السجود علی کور العمامة ۱۲ منہ (م)

لہ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الاول الصحیح مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۵۵، ۵۶، ۵۷
 فتح القدیر باب التوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹
 باب صفة الصلاة " " " ۱/ ۲۶۶

کون الصبیح موضوعاً وعکسہ کذا افادہ اور موضوع صبیح، جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی نے افادہ
الشیخ ابن حجر المکی۔

اقول (احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ) یہی وجہ ہے کہ بہت احادیث جنہیں محدثین کرام
اپنے طور پر ضعیف و نامعتبر ٹھہرا چکے علمائے قلب عرفائے رب اکملہ عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالیٰ
باسرارہم الجلیلہ و نور قلوبنا بانوارہم الجلیلہ انہیں مقبول و معتد بنا تے اور بصیغ جزم و قطع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف نسبت فرماتے اور ان کے علاوہ بہت وہ احادیث تازہ لاتے جنہیں علمائے زبر و وفاتین
کہیں نہ پاتے، اُن کے یہ علوم الہیہ بہت ظاہر بنیوں کو نفع دینا درکنار اُلے باعث طعن و وقعت و جرح و ابانت
ہو جاتے، حالانکہ العظمۃ اللہ و عباد اللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی اللہ و اعلم باللہ و اشد توقیاً فی القول عن رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (حالانکہ وہ ان طعن کرنے والوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھنے والے، اللہ تعالیٰ
کے بارے میں زیادہ علم رکھنے والے، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کسی قول کی نسبت کرنے میں بہت
احتیاط کرنے والے تھے۔ ت) تھے۔ ولکن

کل حزب یبغی الیہم فرحون، و سر بلک اور ہر ایک گروہ اپنے موجود پر خوش ہے اور تیرا رب
اعلم بالمہتدین۔ ہدایت یافتہ کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ (ت)

میزان مبارک میں حدیث، اصحابی کالنجوم یا بہم اقتدیتم اہتدیتم۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی
اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ (ت) کی نسبت فرماتے ہیں،

هذا الحدیث وان کان فیہ مقال عند المحدثین اس حدیث میں اگرچہ محدثین کو گفتگو ہے

عہ فی فصل فان ادعی احد من العلماء فوق ہذا المیزان ۱۲ م (م)۔

۱۔ موضوعات کبیرہ لکھنؤ قاری زیر حدیث من بلغہ عن اللہ شی ۱۱ مطبوعہ معتبات دہلی ص ۶۸
۲۔ القرآن ۵۳/۲۳ و ۳۲/۳۰
۳۔ القرآن ۶۸/۴ و ۱۵۲/۱۶ و ۱۱۷/۶
۴۔ المیزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء ۱۱ مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر ۳۰/۱

مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

فیہ صحیح عند اہل الکشف

کشف الغم عن جمیع الاممیں ارشاد فرمایا،

کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من صلی علی طہر قلبہ من النفاق ، کما یطہر الثوب بالماء ، وکان صلی اللہ تعالیٰ یقول من قال صلی اللہ علی محمد فقد فتح علی نفسہ سبعین باباً من الرحمة ، والقی اللہ محبتہ فی قلوب الناس فلا یغضبه الا من فی قلبہ نفاق ، قال شیخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہذا الحدیث والذی قبلہ روینا ہما عن بعض العارفین عن الخضر علیہ الصلوۃ والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھما عندنا صحیحان فی اعلی درجات الصحة وان لم یشبتھما المحدثون علی مقتضی اصطلاحہم۔

حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہو جائے جیسے کپڑا پانی سے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے جو کہ ”صلی اللہ علی محمد“ اس نے ستر دروازہ رحمت کے اپنے اوپر کھول لیے، اللہ عز و جل اُس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈالے گا کہ اُس سے بغض نہ رکھے گا مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا۔ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیاء سے روایت کی ہیں انھوں نے سیدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام انھوں نے حضور پر نور سید الانام علیہ افضل الصلوۃ واکمل السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں اگرچہ محدثین اپنی اصطلاح کی بنا پر انھیں ثابت نہ کریں۔

نیز میزان شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں،

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل روایت کیا اس کی سند حضرت الہی عز و جل تک پہنچتی ہے یعنی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا

کما یقال عن جمیع ما رواہ المحدثون بالسند الصحیح المتصل ینتہی سندہ الی حضرة الحق جل وعلا فکذا لک یقال فیما

علہ آخر المجلد الاول باب جامع فقہائى الذکر آخر فصل الامر بالصلاة على النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ۱۲ منہ منہ علامہ
علہ فصل فی بیان استحالة خروج شی من اقوال المجتہدین عن الشریعة ۱۲ منہ

لہ میزان الکبریٰ فصل فان ادعی احد من العلماء الخ مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۰/۱
کشف الغم عن جمیع الاممہ فصل فی الامر بالصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۴۵/۱

نقلہ اہل الکشف الصحیح من علم الحقیقۃ۔ اُس کے حق میں یہی کہا جائے گا۔

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ ارفع و اعلیٰ ہے و لہذا حضرت سیدی ابویزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و قدس سرہ السامی اپنے زمانہ کے متکین سے فرماتے:

قد اخذتم علمکم میتاً عن میت و اخذنا علمنا
عن الحی الذی لا یموت۔ تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا ہے اور ہم
نے اپنا علم حی لا یموت سے لیا ہے۔

نقلہ سیدی الامام الشعرائی فی کتابہ المبارک
الفاخر البواقیت والجواہر آخر المبحث السابع
والاسبعین۔ اے سیدی امام شعرائی نے اپنی مبارک اور عظیم کتاب
البواقیت والجواہر کی سینٹالیسویں بحث کے آخر میں
ذکر کیا ہے۔ (ت)

حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملہ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ احادیث کی تصحیح
فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مافی گئی تھیں،

کہا ذکرہ فی باب الثالث والسبعین من الفتوحات
الملکیۃ الشریفۃ الالہیۃ الملکیۃ ونقلہ فی
البواقیت هنا۔ جیسا کہ انہوں نے فتوحات الملکیۃ الشریفۃ الالہیۃ الملکیۃ
کے تیرھویں باب میں ذکر کیا اور البواقیت میں اس مقام
پر اسے نقل کیا ہے۔ (ت)

اسی طرح خاتم حفاظ الحدیث امام جلیل جلال الملہ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز پچھتر بار بیداری میں جمال
جہاں آرائے حضور پر نور سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں تصحیح فرمائی جس کا بیان
عارف ربانی امام العلامة عبدالوہاب شعرائی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے من شاء
قلیت شرف بمطالعته (جو اس کی تفصیل چاہتا ہے میزان کا مطالعہ کرے۔ ت) یہ نفیس و جلیل فائدہ کہ

عہ فی الفصل المذكور قبل ما مر بنحوہ صفحہ ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ہر)

۱/۲۵	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	لہ میزان الکبریٰ فصل فی استحالة خروج شیء من احوال المجتہدین الخ
۲/۹۱	" " " "	لہ البواقیت والجواہر باب الثالث والسابع والاربعین
۲/۸۸	" " " "	لہ " " " "
۱/۴۴	" " " "	لہ میزان الکبریٰ فصل فی استحالة خروج شیء الخ

بنا بہت مقام بجا اللہ تعالیٰ نفع رسائی برادران دین کے لیے خواہ قلم ہوا لوح دل پر نقش کر لینا چاہئے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم سے

خلیلی قطاع الفیاء فی الحی

کثیر و ارباب الوصول قلائد

(اے میرے دوست! چراگاہوں میں ڈاکہ ڈالنے والے کثیر اور منزل کو پانے والے کم ہیں۔ ت) بات دو پہنچی، کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن و جرح ہوں اُن کے سبب بطلان حدیث پر جزم نہیں ہو سکتا ممکن کہ واقع میں جی ہو اور جب صدق کا احتمال باقی تو عاقل جہاں نفع بے ضرر کی امید پاتا ہے اُس فعل کو بجا لاتا ہے دین و دنیا کے کام اُمید پر چلتے ہیں پھر سند میں نقصان دیکھ کر ایک دست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضی ہے کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان فافہم و تثبت ولا تکن من المتعصبین (اے اچھی طرح سمجھ لے اس پر قائم رہ اور تعصب کرنے والوں سے نہ ہو۔ ت) انصاف کیجئے مثلاً کسی کو نقصان حرارت غریزی وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھل میں سونے کی موٹی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی پر انگلی سے شہد میں سخی بلع کر کے چنا کو زیر فرمایا ہے تو عقل سلیم کا اقتضا عقل کر جب تک اُس حکیم تک مستند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کرے اس کا استعمال طہاً حرام جانے، بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصولِ طبیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مضرت تو نہیں ورنہ وہ مریض کہ نسخہ پائے قرابادین کی سندیں ڈھونڈتا اور حالِ رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب اُن ادویہ کے فوائد و منافع سے محروم رہے گا نہ عراق تنقیح سے تریاق تصحیح یا تھو آئے گا نہ مارگزیدہ دوا پائے گا، بعینہ یہی حال ان فضائلِ اعمال کا ہے جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ اُن میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے منع نہ کیا، تو اب ہمیں تحقیق محدثانہ کیا ضرور ہے اگر حدیث فی نفسہ صحیح ہے فہا ورنہ ہم نے اپنی نیک نیت کا اچھا پھل پایا اہل تربصون بنا الا احدی الحسنین (تم ہم پر کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا۔ ت)

افادہ ۲۰ (حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو) مقاصد شرع کا عارف اور کلماتِ علما کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حنبلہ کی و انموذج العلوم محقق دوانی و قوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالیٰ و نیز تقریر فقیر مذکور افادہ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا

ان انوار تلمیذ کے پر تو سے بطور حدس بے تکلف اُس کے آئینہ دل میں مرقم ہو گا کہ کچھ فضائل اعمال ہی میں انحصار نہیں بلکہ عموماً جہاں اُس پر عمل میں رنگ احتیاط و نفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی بلاشبہ قبول کی جائے گی جانب فعل میں اگر اس کا ورود استحباب کی راہ بتائے گا جانب ترک میں تنزیع و تورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا :

کیف وقد قیل : (کیونکہ نہ مانے گا حالانکہ کہا تو گیا) (سرواد البخاری عن عقبۃ بن الحارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (اسے امام بخاری نے عقبہ بن حارث نوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اقول وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
دع ما یریک الی ما یریک :
فرمایا : جس میں شبہہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ جس میں کوئی دغدغہ نہیں !

سرواد الامام احمد وابوداؤد الطیالسی والدارمی والترمذی وقال "حسن صحیحہ" والنسائی وابن حبان والمحاکم وصحاحہ وابن قانع فی معجمہ عن الامام ابن الامام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما بسند قوی وابونعیم فی الحلیۃ والخطیب فی التاریخ بطریق مالک عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
اسے امام احمد، ابوداؤد طیالسی، دارمی، ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن صحیح کہا۔ نسائی، ابن حبان اور حاکم ان دونوں نے اسے صحیح کہا۔ ابن قانع نے اپنی معجم میں امام ابن الامام سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا۔ ابونعیم نے حلیہ اور خطیب نے تاریخ میں بطریق مالک عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کیا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث نکل نہ ہو مورث شبہہ سے تو کم نہیں تو محل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مطابق ہے، احادیث اس باب میں بکثرت ہیں، از انجملہ حدیث اجل و اعظم کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

من اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه
ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي
جو شبہات سے بچے اُس نے اپنے دین و آبرو کی حفاظت کر لی اور جو شبہات میں پڑے حرام میں پڑ جائے گا جیسے

حول الحمى يوشك ان ترفع فيه الاوان بكل مملد
حمى الاوان حمى الله صحا سرمدہ
رواہ الشيخان عن النعمان بن بشير رضی اللہ
تعالیٰ عنہما۔
رہنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رہنے کے اندر
چرائے، سن لو ہر پادشاہ کا ایک رہنا ہوتا ہے، سن لو
اللہ عزوجل کا رہنا وہ چیزیں ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔
اسے بخاری و مسلم دونوں نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ
تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ (د)

امام ابن حجر مکی نے فتح المبین میں ان دونوں حدیثوں کی نسبت فرمایا :
رجوعہما الى شئ واحد وهو النهی التنزیہی
عن الوقوع فی الشبہات۔
یعنی حاصل مطلب ان دونوں حدیثوں کا یہ ہے کہ شبہہ
کی بات میں پڑنا خلاف اولیٰ ہے جس کا مرجح کراہت
تنزیہ -

اللہ عزوجل فرماتا ہے :
ان یک کاذبا فعلیہ کذبه وان یک صادقا
یصیبکم بعد الذی یعدکم۔
اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے
اور اگر سچا ہوا تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت
جس کا وہ تمہیں وعدہ دیتا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ یہ معنی ہیں ارشاد امام ابو طالب مکی قدس سرہ کے قوت القلوب شریف میں فرمایا :
ان الاخبار الضعاف غیر مخالفۃ الکتاب و
السنة لایلزمنا مردھا بل فیہا ما یدل علیہا۔
ضعیف حدیثیں جو مخالف کتاب و سنت نہ ہوں ان کا
رد کرنا ہمیں لازم نہیں بلکہ قرآن و حدیث ان کے قبول
پر دلالت فرماتے ہیں
لاحرم علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ دربارہ احکام بھی ضعیف حدیث مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط

عہ فی فصل الحادی والثلاثین ۱۲ منہ (د) اکتیسویں فصل میں اس کا بیان ہے۔ (د)

صحیح البخاری باب فصل من استبرأ لیدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۳
مسلم شریف باب اقعة الحلال وترک الشبہات " " " " ۲۸/۲
فتح المبین شرح الربیعین ۳ القرآن ۲۸/۴
قوت القلوب باب تفضیل الاخبار الخ مطبوعہ دارصادر بیروت ۱۷۷/۱

میں ہو، امام نووی نے اذکار میں بعد عبادت مذکور پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث پھر شہاب خفاجی نے نسیم الریاض میں فرمایا:

اما الاحکام کالاحلال والحرام والبیع و
النکاح والطلاق وغير ذلك فلا يعمل فیہا الا
بالحدیث الصحیح او الحسن الا انیکون فی
احتیاط فی شئ من ذلك کما اذا ورد حدیث
ضعیف بکراہة بعض البیوع او النکحة فان
المستحب ان یتنزه عنه ولكن لا یجب۔
یعنی محدثین و فقہاء وغیرہم علما فرماتے ہیں کہ حلال و حرام
بیع نکاح طلاق وغیرہ احکام کے بارہ میں صرف حدیث
صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا مگر یہ کہ ان مواقع
میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی
کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے
کہ اس سے بچیں ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں :
و یعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان
فیہ احتیاط۔
علامہ حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں :

الاصل ان الوصل بین الاذان والاقامة یکرہ
فی کل الصلوة لما روی الترمذی عن جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لبلا ل اذا اذنت
فتربل واذا اقامت فاحدروا جعل بین
اذانک واقامتک قدر ما یفرغ الاکل من
اکله فی غیر المغرب والشارب من شربه
یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً
سب نمازوں میں مکروہ ہے اس لیے کہ ترمذی نے جابر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اذان
بٹھہر ٹھہر کر کہا کر اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ
رکھ کہ کھانیا کھانے سے (مغرب کے علاوہ میں) اور پینے والا پینے اور
ضرورت والا قضاے حاجت سے فارغ ہو جائے، یہ حدیث

علہ فی شرح الخطبة حیث اسند الامام المصنف حدیث من سئل عن علم فکھہ الحدیث ۱۲ منہ

علہ فی فعل سنن الصلاة ۱۲ منہ

علہ قولہ فی غیر المغرب ہکذا ہو فی نسخۃ الغنیۃ و لیس عند الترمذی بل ہو مدرج فیہ نعم ہوتا ویل من
العلماء کما قال فی الغنیۃ بعد ما نقلنا قالوا قولہ قدر ما یفرغ الاکل من اكله فی غیر المغرب من شربه فی المغرب منہ

نسیم الریاض شرح الشفاء تتمہ و فائدہ مہمہ فی شرح الخطبة مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴۲/۱

تدریب الراوی شرح تقریب الزاوی النوع الثانی والعشرون المصنوع دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۲۹۹/۱

والمعتصر اذا دخل لقضاء حاجته وهو وان كان ضعيفا لكن يجوز العمل به في مثل هذا الحكم.

اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔

تفہیم (بُدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں) ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن کچنے لگانے سے ممانعت آئی ہے کہ:

من احتجم يوم الاربعاء ويوم السبت فاصابه برص فلا يلو من الانفسه.

جو بُدھ یا ہفتہ کے روز کچنے لگائے پھر اُس کے بدن پر سپید آغ ہو جائے تو اپنے ہی آپ کو ملامت کرے۔

امام سیوطی لائل و تعقیبات میں مسند الفردوس دینی سے نقل فرماتے ہیں:

سمعت ابي يقول: سمعت ابا عمرو ومحمد بن جعفر بن مطر النيسابوري قال قلت يوما ان هذا الحديث ليس بصحيح فاقصدت يوم الاربعاء فاصابني البرص فرأيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في النوم فشكوت اليه حالي فقال اياك والاستمانة بخديتي فقلت تبت يا رسول الله صلى الله تعالى عليه

ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو قصد کی ضرورت تھی بُدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں قصد لے لی فوراً برص ہو گئی، خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے حضور سے فریاد کی، حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اياك والاستمانة بخديتي (خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا) انھوں نے توبہ کی

عہ امام ترمذی نے فرمایا، ہو اسناد مجہول (یہ سند مجہول ہے) ۱۲ منہ (م)

عہ اوخر کتاب المرض والطب ۱۲ منہ (م)

کتاب المرض والطب کے آخر میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ باب الجنائز ۱۲ منہ (م)

باب الجنائز میں اس کو بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

لغنية المستمل فصل سنن الصلاة

الکامل لابن عدی من ابنة اسمعین عبد اللہ ابن زیاد مطبوعہ المکتبة الاشیہ شیخ پورہ

اللائل المصنوعة فی الاحادیث الموضوعه کتاب المرض والطب مطبوعہ ادبیہ مصر

ص ۴۶ - ۴۷ ۱۲۴۶/۴ ۲۸/۳

صبح نہیں فوراً بیدار ہو گئے، خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پر نور محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے، شافی کافی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی، حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نفی فرمائی ہے؟ عرض کی حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مہربانی الاکہ والا برس محی الموتی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دو جہان و دستگیر بیکساں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا، فوراً اچھے ہو گئے اور اُسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کرونگا (۹)۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لیسیم الریاض شرح شفا امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں،
قص الاظفار وتغلیسها سنة وورد النهی عنه فی یوم الاربعاء وانه یورث البوص، وحکی عن بعض العلما انه فعله فنهی عنه فقال لم یثبت هذا فلحقه البوص من ساعته فرای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی منامه فشکی الیہ فقال له الم تسمع نهی عنہ، فقال لم یصح عندی، فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکفیک انه سمع، ثم مسح یدنه بیدہ الشریفہ، فذهب ما یدہ فتاب عن مخالفہ ما سمع اھ۔ (نوٹ، اس عربی عبارت کا ترجمہ مفید، ص ۴۹۹ سے شروع ہو کر عربی عبارت سے ختم ہوتا ہے) یہ بعض علما امام علامہ ابن الحاج مکی مالکی قدس سرہ العزیز رحمۃ اللہ علیہ غلام غلطادی حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں،
ورفی بعض الاشارا النهی عن قص الاظفار بعض آثار میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کٹوانے

یوم الاربعاء فانه یورث وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقص اظفارہ یوم الاربعاء، فتذکر ذلك، فترك، ثم سرائ ان قص الاظفار سنة حاضرة، ولم یصح عنده النهی فقصرها، فلحقه ای اصا بس البوص، فرای النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی النوم فقال الم تسمع نهی عن ذلك، فقال یا رسول اللہ لو یصح عندی ذلك فقال

والے کو برص کی بیماری عارض ہو جاتی ہے اور صاحب مدخل ابن الحاج کے بارے میں ہے کہ انھوں نے بدھ کے روز ناخن کاٹنے کا ارادہ کیا، انھیں یہ نئی بات یاد دلائی گئی تو انہوں نے اسے ترک کر دیا پھر خیال میں آیا کہ ناخن کٹوانا سنت ثابتہ ہے اور اس سے نہی کی روایت میرے نزدیک صحیح نہیں۔ لہذا انہوں نے ناخن کاٹ لیے تو انھیں برص عارض ہو گیا تو خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی

يَكْفِيكَ اِنْ تَسْمَعُ ، ثُمَّ مَسَحَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَدَنِهِ فَنَالَ الْبُوصَ جَمِيعًا ، قَالَ ابْنُ الْحَاجِ
مَرْحَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فَجَدَدَتْ مَعَ اللّٰهِ تَوْبَةً اِنْ
لَا اِخَالَفَ مَا سَمِعْتَ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَدًا ۱۰

ان کے جسم پر اپنا دست اقدس پھیرا تو تمام برص زائل ہو گیا۔ ابن الحجاج کہتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس بات سے توبہ کی کہ آئندہ جو حدیث بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنوں گا اس کی مخالفت نہیں کروں گا۔ (ت) سبحان اللہ! جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول و معمول، تو فضائل تو فضائل ہیں، اور ان فوائد نفیسہ جلیلہ مغیہ سے بکہ اللہ تعالیٰ عقل سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہو گیا کہ ضعیف حدیث اُس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظ سند کی سی ضعافت تھیں اور واقع میں اُن کی وہ شان کہ مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیق ظاہر ہوتی، کاش منکران فضائل کو بھی اللہ عز وجل تعظیم حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اُسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے، آمین!

افادۂ لبست وکم (حدیث ضعیف پر عمل کے لیے حاصل اُس باب میں کسی صحیح حدیث کا آنا ہرگز ضرور نہیں) بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محل فضائل میں استتباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزیہ ثابت کرنے کے لیے نہ ہار نہ آنا اصلاً اُس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو، بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکام استتباب و تنزیہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے، افادات سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگویش ہوش استماع کیا؟ اُس پر یہ امر شمس و امس کی طرح واضح و روشن۔ مگر از انجا کہ مقام مقام افادہ ہے ایضاً با حق کے لیے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن۔

اولاً کلمات علمائے کرام میں با آنکہ طبقہ قطبۃ اُس جوش و کثرت سے آئے، اس تفسیر بعید کا کہیں نشان نہیں تو خواہی خواہی مطلق کو از پیش خویش مقید کر لینا کیونکر قابل قبول۔

ثانیاً بلکہ ارشادات علماء صراحۃً اُس کے خلاف، مثلاً عبارت اذکار وغیرہ خصوصاً عبارت امام ابن الہمام جو نص تصریح ہے کہ ثبوت استتباب کو ضعیف حدیث کافی۔

اقول بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی میس یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے واجب نہیں۔ اس استتباب و انکار وجوب کا منشا وہی ہے کہ اُس سے نہی میں حدیث صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا، تنہا ضعیف نے صرف استتباب ثابت کیا اور سب سے اعلیٰ و اجل کلام امام ابو طائب کی ہے اس

میں تو بالقصد اس تفسیر جدید کا رد صریح فرمایا ہے کہ "وان لم یشهد الہ" (اگرچہ کتاب و سنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں)

مثلاً علمائے فقہ و حدیث کا علمدراہم قدیم و حدیث اس قید کے بطلان پر شاہد عدل، جبکہ انھوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔
اقول مثلاً:

(۱) نماز نصف شعبان کی نسبت علی قاری۔

(۲) صلاة التیسع کی نسبت بر تقدیر تسلیم ضعف و جہالت امام زرکشی و امام سیوطی کے اقوال افادہ دوم میں گزرے۔

(۳) نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادہ شانزدہم میں گزرا و ہاں اس تفسیر کے برعکس حدیث ضعیفہ پر عمل کو فقدان صحت سے مشروط فرمایا ہے:

قال دوی الحاکم عنہ علیہ الصلاة والسلام ان
سرکم ان تقبل صلا تکم فلیؤمکم خیاس فان
صح و الا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ
فی فضائل الاعمال

حاکم نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ذکر کیا ہے کہ اگر تم یہ پسند کرتے کہ تمہاری نمازیں قبول ہو جائیں تو تم اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ۔ اگر یہ روایت صحیح ہے ورنہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں اور فضائل اعمال میں حدیث ضعیفہ پر عمل کیا جاتا ہے (د)

(۴) نیز امام ممدوح نے تجنیز و تکفین قریبی کافر کے بارہ میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابو طالب مرے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ انھیں نہلا کر دفن کرائیں پھر خود غسل کر لیں بعد غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں، پھر فرمایا،

لیس فی هذا ولا فی شی من طرق علی
حدیث صحیح، لکن طرق حدیث علی کثیرة
والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع

ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے طرق کثیر ہیں اور استحباب حدیث ضعیفہ غیر موضوع سے ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵) غسل کے بعد استحباب منہل کی نسبت علامہ ابراہیم حلی۔

(۶) تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

(۷) استجاب مسح گردن کی نسبت مولانا علیؒ کی۔

(۸) استجاب تلقین کی نسبت امام ابن الصلاح و امام نووی و امام سیوطی کے ارشادات افادہ ہمدہم۔

(۹) کراہت وصل بین الاذان و الاقامت کی نسبت علامہ حلبی کا کلام۔

(۱۰) بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض و طحاوی کے اقوال افادہ لبستم میں زیور گوش سامعین ہوئے۔

یہ دیکھ کر تو یہیں موجود ہیں اور خوفِ اطالت نہ ہو تو سنو دو سنو ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہو سکتے ہیں، مگر ایضاً واضح میں اظہار تاکہ۔

رابعاً، اقول نصوص و احادیث مذکورہ افادات ہمدہم و لبستم کو دیکھئے کہیں بھی اس قید بے معنی کی مساعدت فرماتے ہیں؟ حاشا بلکہ باعلیٰ نہ اُس کی لغویات بتاتے ہیں کھلا یخفی علیٰ اولیٰ النہی (جیسا کہ صاحب عقل لوگوں پر مخفی نہیں۔ ت)

خامساً، اقول وباللہ التوفیق اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسئلہ اجماعیہ کو محض لغو و مہمل کر دے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کاربندی اصلاً جائز نہیں اگرچہ ہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت موجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

اولاً اس تقدیر پر عمل مقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الشعیف ہو گا یا من حیث ہو مقتضی الصیح، ثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل، کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رد کر دینا ہے؟ ہذا لا یقول بہ جاہل (اس کا قول کوئی جاہل بھی نہیں کر سکتا۔ ت) اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتناہین ہو کر مدفوع کہ جب صحیح عمل ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہو کر صحت کیونکر! ثانیاً اگر صحیح نہ آتی ضعیف بیکار تھی آتی تو وہی کفایت کرتی بہر حال اس کا وجود و عدم یکساں پھر معمول یہ ہونا کہاں!

ثالثاً بعبارة اخرى اظہر و اجلی (ایک سری عبارت کے ساتھ زیادہ ظاہر و واضح ہے۔ ت) حدیث پر عمل کے یہ معنی کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اُس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اُس سے لیجئے نہ اُس کی طرف اسناد کیجئے تو اس پر عمل کیا ہوا، اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی، مثلاً کوئی کچھ چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے مگر اس شرط پر کہ نور آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ جب مہرِ نیمروز خود جلوہ افروز تو چراغ کی کیا حاجت اور اس کی طرف کب اضافت! اسے چراغ کی روشنی میں کام کرتا کیوں گے یا نورِ شمس میں! ع

آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ مجوید سہا

(جب جہاں میں آفتاب ہو تو سہا (ستارہ) ڈھونڈنے سے کیا فائدہ!)

لاجرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارہ فضائل کافی ووافی۔

(تحقیق مقام وازالہ اوہام)

ثُمَّ اَقُولُ اب ہم تحقیق مقام اور وضاحت مقصد کیلئے ایسی گفتگو کرتے ہیں جس سے پردے ہٹ جائیں اور شکوک و شبہات ختم ہو جائیں گے اور وہ ہے کہ اس مسئلہ میں علماء دو طرح کے الفاظ استعمال کرتے ہیں عمل اور قبول، عمل بالحدیث سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے مقتضی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس میں مذکور حکم کو بجالایا جائے، اس قید کا اضافہ ضروری ہے اس لئے کہ آپ ملاحظہ کرتے ہیں کہ کسی فعل کے متعلق حدیث صحیح اور حدیث موضوع دونوں اگر موافق ہوں اور فعل کو بجالانے والا حدیث صحیح کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل کرے تو اب موضوع ہر عمل نہ ہوگا قبول بالحدیث پر ہے کہ اگرچہ ضعف بیان کے بغیر روایت کے معنی کا احتمال ہو تو اس کا حاصل یہ ہوگا کہ ضعیف میں جو کمزوری ہے اس پر سکوت کرتے ہوئے فضائل میں اس کی روایت کرنا جائز ہے لیکن احکام میں نہیں، اگر قبول بالحدیث کا یہی معنی صحیح ہو تو یہ معنی عمل بالحدیث ہی کی طرف لوٹ جاتا ہے، کیسے؟ وہ ایسے کہ احکام کے بارے میں مروی روایات کے ضعف کو بیان کرنا اس لئے واجب و ضروری ہے کہ اس پر عمل سے روکا جائے کہ احکام میں ہر چیز جائز نہیں پھر اگر غیر احکام میں بھی یہ چیز جائز نہ ہو تو ایجاب میں فضائل و احکام دونوں برابر ہو جائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ دونوں جہات میں اس امر پر دلیل ہے کہ غیر احکام میں ضعیف حدیثوں پر عمل کرنا جائز ہے

(تحقیق المقام وازاحة الاوهام)

ثُمَّ اَقُولُ تحقیق المقام و تنقیح المراد بحديث يكشف الغمام و يصورف الاوهام ان المسألة تدور بين العلماء بعبارتين العمل والقبول اما العمل بحديث، فلا يعنى به الا امتثال ما فيه تعريلا عليه والجري على مقتضاه نظر اليه ولا بد من هذا القيد الا ترى ان لو توافق حديثان صحيح وموضوع على فعل ففعل للمريه في الصحيح لا يكون هذا عملا على الموضوع، واما القبول فهو وان احتمل معنى الرواية من دون بيان الضعف، فيكون الحاصل ان الضعيف يجوز روايته في الفضائل مع السكوت عما فيه دون الاحكام لكن هذا المعنى على تقدير صحته انما يرجع الى معنى العمل كيف ولا منشاء لايجاب اظهار الضعف في الاحكام الا التحذير عن العمل به حيث لا يسوغ فلوله يسغ في غيرها ايضا لكان ساوفا في الايجاب فدار الامر في كلتا العبارتين الى تجويز المشى على مقتضى الضعاف في ما دون الاحكام فالتضح ما سند للنابه خامسا وانكشف الظلام هذا هو التحقيق بيد ان ههنا رجلين من اهل العلوم نزلت اقداما قدامهما فحملا العمل والقبول على ما ليس بمراد ولا حقيقا بقبول۔

اب ہمارا پانچواں استدلال واضح ہو گیا اور تاریکی کھل گئی اور تحقیق یہی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں دو اہل علم ایسے ہیں جن کے قلم کے قدم پھسل گئے، انہوں نے عمل بالمحدیث اور قبول بالمحدیث کو ایسے معنی پر محمول کیا ہے جو مراد اور قابل قبول نہیں۔ (ت)

ان میں سے ایک علامہ خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں انہوں نے محقق دوانی کے رد کا ارادہ کیا اور انہیں ان کے کلام کے ظاہر سے وہم ہو گیا کہ اس کا محل وہ ہے جب حدیث ضعیف ان امور کے ثواب کے بارے میں وارد ہو جن کا استحباب ثابت اور اس میں ثواب کی رغبت ہو یا بعض صحابہ کے فضائل یا اذکار منقولہ کے بارے میں ہو کہما: احکام و اعمال کی تخصیص کی ضرورت ہی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا کیونکہ اعمال اور فضائل اعمال میں فرق ظاہر ہے اھ

اقول کاش فاضل مدتی محقق دوانی کی مخالفت نہ کرتے تو ان کے کلام کا معنی درست ہوتا کیونکہ ثبوت بعض اوقات عینی ہوتا ہے اور بعض اوقات کسی عمومی اصل کے تحت ہوتا ہے اگرچہ اباحت کی اصل پر ہو کیونکہ مباح نیت سے مستحب ہو جاتا ہے اور ہم قبول ضعاف کو اس کے ساتھ مشروط ہونے کا انکار نہیں کرتے یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر یہ بات نہ ہو تو اس میں ضعیف کو صحیح پر ترجیح لازم آتی اور وہ بالاتفاق باطل ہے اگر فاضل مدتی بھی یہی معنی مراد لیتے تو درست تھا اور اپنے قول او الاذکار الماثورۃ کے تکرار سے محفوظ ہو جاتا لیکن فاضل رحمہ اللہ علیہ محقق کی مخالفت کے درپے تھے

احدھما العلامة الفاضل الخفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ حیث حاول الرد علی المحقق الدوانی واوہم بظاہر کلامہ ان محلہ اذاری حدیث ضعیف فی ثواب بعض الامور الثابت استجابھا والترغیب فیہ اوفی فضائل بعض الصحابة او الاذکار الماثورۃ قال ولا حاجة الی لتخصیص الاحکام والاعمال کما توہم للفرق الظاہر بین الاعمال وفضائل الاعمال اھ

اقول لولا ان الفاضل المدتی مخالفت المحقق لکان کلامہ معنی صحیح، فان الثبوت اعم من الثبوت عینا وباندراج تحت اصل عام ولواصالہ الاباحۃ فان المباح یصیر بالنیۃ مستحبا ونحن لا نکران قبول الضعاف مشروط بذلک کیف ولولاه لکان فیہ ترجیح الضعیف علی الصحیح وهو باطل وفاقا قلوب ائمراد الفاضل ہذا المعنی لاصحابہ وسلم من التکرار فی قولہ او الاذکار الماثورۃ لکنہ رحمہ اللہ تعالیٰ یصدد مخالفتہ المحقق المرحوم وقد کان المحقق اشاعول علی ہذا المعنی

الصحيح حيث قال المباحات تصير بالذمة
عبادة فكيف ما فيه شبهة الاستحباب لاجل
الحديث الضعيف الماحل ان الجواز معلوم من
خارج والاستحباب ايضا معلوم من القواعد
الشرعية الدالة على استحباب الاحتياط
في امر الدين فلم يثبت شيء من الاحكام بالحديث
الضعيف بل اوقع الحديث شبهة الاستحباب فصار
الاحتياط ان يعمل به فاستحباب الاحتياط
معلوم من قواعد الشرع ^{لله} ملخصا فالظاهر
من عدم امر تضافه انه يريد الثبوت عينا بخصوصه
ويؤيده تشبثه بالفرق بين الاعمال وفضائلها
فان اراده هذه جنود براهين لا قبل لاحد بها
وقد اتاك بعضها-

اور محقق نے اسی معنی صحیح پر اعتماد کیا تھا چنانچہ کہا کہ مباحات
نیت سے عبادت قرار پاتے ہیں تو اس کا کیا حال
ہوگا جس کے استحباب میں حدیث ضعیف کی وجہ سے
شہرہ ہو؟ حاصل یہ ہے کہ جواز خارج سے معلوم ہوتا ہے
اور استحباب بھی ایسے قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے
جو امر دین میں احتیاطاً استحباب پر دلالت ہیں، پس
احکام میں سے کوئی بھی حکم حدیث ضعیف سے ثابت نہ ہوگا
بلکہ حدیث استحباب کا شہرہ پیدا کر دے گی لہذا احتیاطاً
اسی پر عمل کرنا ہوگا اور احتیاطاً استحباب کا عمل قواعد شرع سے
معلوم ہوا ہے اور ملخصاً ان کی عدم پسندیدگی سے ظاہر
ہوتا ہے کہ انہوں نے ثبوت سے مراد صرف نیت لیا ہے اور اس
کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اس پر استدلال
اعمال اور فضائل اعمال کے فرق سے کیا ہے اگر انہوں
نے یہی مراد لیا ہے تو یہ لائل کا انبار ہے جس کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا اور بعض کا ذکر آپ تک پہنچ گیا۔ (ت)

عہ ویکدرہ ایضاً علی ما قبل مغایرة العلماء بین
فضائل الاعمال والترغیب علی ما هو الظاهر
من کلامهم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال
وسائر فنون الترغیب والترہیب وسائر ما لا تعلق
له بالاحکام والعقائد هذا توضیح ما قبل، اقول
بل المراد به بفضائل الاعمال الاعمال الحمی
فضائل تشہد بذلك کلمات العلماء المارة في
الافادة السابعة عشر كقول الغنية والقاری و
السيوطي وغيرهم كما لا ينهی علی من له اولی
مسکة ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (م)

اسے یہ بات بھی رد کرتی ہے کہ علماء کی عبارات میں اضافہ
ہوتا ہے کہ فضائل اعمال اور ترغیب ایک شے نہیں،
ابن صلاح کے الفاظ یہ ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب
ترغیب کے معاملات اور وہ چیزیں جن کا تعلق احکام
عقائد سے نہیں ہے یہ ما قبل کی وضاحت ہے اقول
(میں کہتا ہوں) بلکہ اس سے مراد وہ فضائل اعمال ہیں
جن کی شہادت علماء کا کلام دیتا ہے جو کہ مترسوخ افادہ میں
گزارا مثلاً غنیہ، قاری اور سیوطی وغیرہ کے اقوال
اور یہ بات ہر اس شخص پر معنی نہیں جس میں ادنیٰ سا
شعور ہو ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ت)

سے انمول و جہل العلوم للہدوانی

على انى اقول اذن يرجع معنى العمل

بعد الاستقصاء التام الى ترجى اجر مخصوص
على عمل مخصوص اى يجوز العمل بشئ مستحب
معلوم الاستحباب مترجيا فيه بعض خصوص
الثواب لو ردد حديث ضعيف فى الباب فالأنت
نسا لكم عن هذا الرجاء اهو كمشله بعد حديث صحيح
ان وردا مدونه الا ول باطل فان صحة
الحديث بفعل لا يجبر ضعف ما ورد فى الثواب
المخصوص عليه وعلى الشافى هذا القدر من
الرجاء يكفى فيه الحديث الضعيف فإى حاجة
الى ورود صحيح بخصوص الفعل نعم لابد ان
يكون مما يجيز الشرع رجاء الثواب عليه و
هذا حاصل بالاندر ارج تحت اصل مطلوب او
مباح مع قصد مندوب فقد استبان ان
الوجه مع المحقق الدواني والله تعالى اعلم.

کے تحت اندراج کا یا مباح بقصد مندوب کا ثواب واضح ہو گیا کہ دلیل محقق دوانی کے ساتھ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

ثانیہما بعض من تقدم الدواني نرى
ان مراد النووي اى بما مر من كلامه فى الاربعين
والا فكار انه اذا ثبت حديث صحيح او حسن فى
فضيلة عمل من الاعمال تجوز رواية الحديث
الضعيف فى هذا الباب قال المحقق بعد نقله
فى الامنودج لا يخفى ان هذا لا يرتبط بكلام النووي
فضلا عن ان يكون مراده ذلك ، فكم بين جواز
العمل واستحبابه وبين مجرد نقل الحديث
فرق ، على انه لو لم يثبت الحديث الصحيح و

علاوة ان میں کہتا ہوں انتہائے گفتگو کے بعد

اب عمل کا معنی عمل مخصوص پر اجر مخصوص کی امید دلانا ہے
یعنی شئ مستحب جس کا استحباب واضح ہے پر عمل کرنا اور
اس میں خصوص ثواب کی امید کرنا جائز ہو گا اس لئے
کہ اس بارے میں حدیث ضعیف موجود ہے اب
ہم اس امید کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کیا یہ اسی
رجاء کی مثل ہے جو حدیث صحیح کی وجہ سے ہوتی ہے اگر
وہ وارد ہو یا اس سے کم درجہ کی پہلی صورت باطل ہے
کیونکہ صحت حدیث کسی ایسی روایت پر جابر نہیں
ہو سکتی جو کسی مخصوص ثواب کے بیان کے لیے وارد
ہو اور دوسری صورت میں اس قدر رجاء کے لیے حدیث
ضعیف ہی کافی ہے تو اب کسی مخصوص فعل کے لیے حدیث
صحیح کے دار ہونے کی ضرورت نہ رہی ، ہاں یہ بات ضروری
ہے کہ وہ فعل ایسے اعمال میں سے ہو کہ شریعت نے اس
پر ثواب کی امید دلائی ہو اور یہ حاصل ہے اصل مطلوب

ان میں سے دوسرے دوانی سے پہلے کے کچھ لوگ
ہیں جنہوں نے یہ گمان کیا کہ امام نووی نے اربعین اور
اذکار میں جو گفتگو کی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ
جب کسی عمل کی فضیلت کے بارے میں حدیث صحیح یا
حسن ثابت ہو تو اس کے بارے میں حدیث ضعیف کا
روایت کرنا جائز ہے ، محقق دوانی نے انمودج العلوم
میں اسے نقل کرنے کے بعد لکھا معنی نہ رہے کہ اس علم کا
امام نووی کے کلام کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں چڑھائیگا یہ
انکی مراد ہو کیونکہ اکثر طور پر جواز عمل استحباب عمل اور محض نقل حدیث

کے درمیان فرق ہوتا ہے، علاوہ ازیں اگر کسی عمل کی فضیلت میں حدیث صحیح یا حسن ثابت نہ بھی ہو تب بھی اس میں حدیث ضعیف کا روایت کرنا جائز ہے، خصوصاً اس تنبیہ کے ساتھ نقل کرنا کہ یہ ضعیف ہے اور اس کی مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے (۱)۔

الحسن في فضيلة عمل من الاعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها، لا سيما مع التنبيه على ضعفه ومثل ذلك في كتب الحديث وغيره شائع يشهد به من تتبع ادنى تتبع اهـ
مثالیں کتب حدیث اور دیگر کتب میں کثیر ہیں اور اس بات پر ہر وہ شخص گواہ ہے جس نے اس کا تھوڑا سا مطالعہ بھی کیا ہے (۱)۔

اقول میں ایسے کسی اہل علم کو نہیں جانتا جو غباوت کے اس درجہ پر پہنچ چکا ہو کہ حدیث ضعیف کا ضعف بیان کرنے کے باوجود اس کی روایت کو مطلقاً محال تصور کرتا ہو کیونکہ اس میں اجماع مسلمین کی مخالفت ہے اور واضح طور پر تمام محدثین کو گناہ کا مرتکب قرار دینا ہے لہذا امر ایہ ہے کہ ضعف بیان کیے بغیر روایت حدیث ہو تو درست، لہذا محقق دوانی کا قول "لا سيما مع التنبيه على ضعفه" بحسب انہیں۔ اب ہم اس کے قول کی کمزوری کے بیان کی طرف لوٹتے ہیں: **اولاً** اگر یہ بیان کردہ قول اگر صحیح ہو اور اسے درست تسلیم کریں گے تو پھر قبول حدیث ہی اس سے مراد ہوگا جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کر آئے ہیں کیونکہ اگر محض روایت کا نام ہی عمل ہو تو لازم آئے گا کہ وہ شخص جس نے نماز کے بارے میں حدیث روایت کی اس نے نماز بھی ادا کی یا اس طرح روزے کے بارے میں روایت کر کے نیوٹے روزہ بھی رکھا ہو، باوجود اس کے امام نووی کی دونوں کتب میں لفظ عمل ہے اور اسی کی طرف محقق دوانی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ان هذا لا يرتبط الخ

اقول لا اري احدا ممن ينتهي الى العلم ينتهي في الغباوة الى حد يحيل سر واية الضعاف مطلقا حتى مع بيان الضعف فان فيه خرقا لاجماع المسلمين وتاثيرا بينا لجميع المحدثين وانما المراد الرواية مع السكوت عن بيان الوهن فقول المحقق لا سيما مع التنبيه على ضعفه، ليس في محله والآن نعود الى تزييف مقالته فنقول **اولاً** هذا الذي ابدى ان سلمو سلم لم يتمش الا في لفظ القبول كما اشرنا اليه سابقا، فمجرد رواية حديث لو كان عملا به لزم ان يكون من روى حديثا في الصلاة فقد صلى اوفى الصوم فقد صام وهكذا مع ان الواقع في كلام الامام في كلا الكتابين انما هو لفظ العمل وهذا ما اشار اليه الدواني بقوله ان هذا لا يرتبط الخ

وثانیا اقول قد بینا ان القبول انما مرجعه الی جوانر العمل وحينئذ یکیفی فی ابطاله دلیلنا المذكور خامسا مع ما تقدم۔

وثالثا اذن یكون حاصل التفرقة ان الاحکام لا یجوز فیہا سوا یدایة الضعاف اصلا ولوجود فی خصوص الباب حدیث صحیح اللهم الا مقرونة ببيان الضعف اما مادونہا كالفضائل فتجوز اذا صح حدیث فیہ بخصوصہ والا لا لابیان وح ما ذایصنع بالوف مؤلفۃ من احادیث مضعفة سويت فی السیر والقصص والمواعظ والترغیب والفضائل والترہیب وسائر ما لا تعلق له بالعقد والحکمہ فقد ان الصحیح فی خصوص الباب وعدم الاقتران ببيان الوهن وهذا ما اشار الیہ الدواني بالعلوۃ۔

اقول دع عنك توسع المسانید التي تسند كل ما جاء عن صحابي، والمعاجيم التي توحي كل ما وحي عن شيخ، بل والجوامع التي تجمع امثلا ما في الباب وردہ ان لو یکن صحیح السند ھذا الجبل الشامخ البخاری یقول فی صحیحہ حدثنا علی بن عبد اللہ بن جعفر ثنا معن بن عیسیٰ ثنا ابی بن عباس بن سهل عن ابیہ عن جیدہ

ثانیا میں کہتا ہوں کہ ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں کہ قبول کا مرجع جواز عمل ہے تو اب اس کے ابطال کے لئے خامسا سے ہماری مذکورہ دلیل مع مذکور گشتگو کے کافی ہے۔

ثالثا اب حاصل فرق یہ ہوگا کہ احکام کے بارے میں حدیث ضعیف کی روایت جواز نہیں اگرچہ اس خصوصی مسئلہ کے بارے میں حدیث صحیح موجود ہو مگر صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کا ضعف بیان کر دیا جائے مگر احکام کے علاوہ فضائل میں اگر اس خصوصی مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح پائی جائے تو ضعیف کی روایت جائز ہے اگر حدیث صحیح نہ ہو تو جائز نہیں مگر بیان ضعف کے ساتھ جائز ہے اب ان ہزار باب کا کیا بنے گا جن میں ایسی احادیث ضعیف مروی ہیں جو میر، واقعات، وعظ، ترغیب ترہیب، فضائل اور باقی حدیثیں جن کا تعلق عقیدہ اور احکام سے نہیں اس کے ساتھ ساتھ غامض اس مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح بھی موجود نہ ہو اور ضعیف حدیث کا ضعف بھی بیان نہ کیا گیا ہو یہ وہ ہے جس کی طرف دوانی نے علوۃ کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔

اقول ان مسانید کی وسعت کو چھوڑیے جو صحابی سے روایات بیان کرتی ہیں اور معاجیم جو شیخ سے محفوظ شدہ احادیث کی حفاظت کرتی ہیں بلکہ جوامع جو باب میں وارد شدہ احادیث میں علیٰ قسم کی روایات جمع کرتی ہیں اگرچہ سند صحیح نہ ہو مثلاً جیش کے عظیم پہاڑ اما بخاری صحیح میں کہتے ہیں میں علی بن عبد اللہ بن جعفر نے حدیث بیان کی، ہمیں معن بن عدی نے حدیث بیان کی میں ابن عباس بن سهل نے اپنے باپ سے اپنے دادا حدیث بیان کی فرمایا

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمارے ہمارے بارے
میں ایک گھوڑا تھا جس کا نام کحیف تھا اھ
امام ذہبی نے تہذیب التہذیب میں لکھا کہ ابی بن عباس
بن سہل بن سعد الساعدی مدنی نے اپنے والد گرامی اور
ابو بکر بن حزم سے روایت کیا اور ان سے معن القزاز،
ابن ابی فدیہ، زید بن الحباب اور ایک جماعت نے
روایت کیا، دولابی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں۔ میں کہتا
ہوں اسے ابن معین نے ضعیف کہا اور امام احمد کے
نزدیک یہ منکر الحدیث ہے اور میزان میں ہے نسائی کا
قول دولابی کی طرح ہی ہے اور دونوں کتب میں اس
کے بارے میں کسی کی توثیق منقول نہیں، دارقطنی نے
اسی وجہ سے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ لاجرم
حافظ نے کہا ہے کہ اس میں ضعف ہے اور کہا کہ

قال كان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم في
حائطنا قرس يقال له الخيف ^{عنه} في تذهيب
التهذيب للذهبي ابى بن عباس بن سهل بن
سعد الساعدي المدني عن ابيه وابى بكر بن
حزم وعنه معن القزاز وابن ابى فديك وزيد
بن الحباب وجماعة قال الدولابي ليس
بالقوى قلت وضعفه ابن معين وقال احمد
منكر الحديث اھ وكقول الدولابي قال النسائي
كما في الميزان ولم ينقل في الكتابين توثيقه عن
احد وبه ضعف الدارقطني هذا الحديث لاجرم
ان قاله للحافظ فيه ضعف قال ماله في البخاري
غير حديث واحد اھ قلت فانما الظن بابي
عبد الله انه انما تساهل لان ^{الحديث} الحديث

میں کہتا ہوں اس کا بھائی عبد المہین ہے اور وہ
اضعف الضعاف ہے اسے نسائی اور دارقطنی نے
ضعیف کہا، بخاری نے اسے منکر الحدیث کہا یعنی اس سے
روایت کرنا جائز نہیں جیسا کہ گزرا لاجرم ذہبی نے اسے اس کے
بھائی ابی کے بارے میں کہا کہ وہ نہایت ہی کمزور ہے ^ت

عنه قلت واما اخوه المهين فاضعف واضعف
ضعفه النسائي والدارقطني وقال البخاري منكر
الحديث اي فلا تحل الرواية عنه كما مر لاجرم ان
قال الذهبي في اخيه ابى انه ^{وا} ۱۲ مترضى الله تعالى
عنه۔ (م)

صحیح البخاری باب اسم الفرس والحمار
سک ۳۲۷ من اسم ابی « مکتبہ اثیریہ س انگلہ ہل
سک ۲۴۳ من اسم ابی « دار المعرفۃ بیروت
نوٹ : تہذیب التہذیب نہ ملنے کی وجہ سے اس کے خلاصے اور میزان الاعتدال دو کتابوں سے نقل کیا ہے۔
تقریب التہذیب ذکر من اسم ابی
مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی
۴۰۰/۱
۶۲/۱
۴۸/۱
ص ۱۷

لیس من باب الاحکام واللہ تعالیٰ اعلم۔
 نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابو عبد اللہ کے بارے میں گمان ہے کہ انہوں نے قسابل سے کام لیا، کیونکہ اس حدیث کا تعلق احکام سے نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

ورابعا قول قد شاع وذاع ابیراد
 الضعفاء فی المتابعات والشواہد فالقول بمنعہ
 فی الاحکام مطلقا وان وجد الصحیح باطل صحیح
 وح یرتفع الفرق ینہدم اساس المسئلة المجموع
 علیہا بین علماء المغرب والشرق لا اقول
 عن هذا اذالك بل عن هذين الجبلين
 الشاخصين صحيحی الشيخين فقد تنزلا كثيرا
 عن شرطهما فی غیر الاصول قال الامام النووی
 فی مقدمة شرحه لصحیح مسلم عاب عابون
 مسلما رحمه الله تعالى بروایت فی صحیحہ
 عن جماعة من الضعفاء والمتوسطين الواقعين
 فی الطبقة الثانية الذين ليسوا من شرط الصحیح
 ولا عیب علیہ فی ذلك بل جوابہ من اوجه ذكرها
 الشيخ الامام ابو عمر وابن الصلاح (الایات)
 قال (الثانی انیکون ذلك واقعا فی المتابعات
 والشواہد لا فی الاصول وذلك بان یذكر الحديث
 او لا باسناد نظیف رجالہ ثقات ویجعلہ اصلا
 ثم اتبعہ باسناد اخر او اسانید فیہا بعض
 الضعفاء علی وجه التکید بالمتابعة اولی زیادة
 فیہ تبیحہ علی فائدة فیما قدمہ وقد اعتذر
 المحاکم ابو عبد اللہ بالمتابعة والاستشهاد
 فی اخراجه من جماعة ليسوا من شرط

رابعا میں کہتا ہوں کہ متابع اور شواہد میں
 احادیث ضعیفہ کا ایراد شائع اور مشہور ہے
 لہذا حدیث صحیح کی موجودگی میں احکام کے بارے میں
 حدیث ضعیف کے مطلقا روایت کرنے کو منع کرنا صحیحاً
 باطل ہے، اور اس مسئلہ میں فرق ترفع ہو جاتا ہے اور اس مسئلہ کی
 اساس جس پر علماء مشرق و مغرب کا اتفاق ہے گر کر ختم ہو جاتی
 ہے یہ میں اس یا اس (یعنی عام آدمی) کی بات
 نہیں کرتا بلکہ علم حدیث کے دو بلند اور مضبوط پیسار
 بخاری و مسلم کی صحیحین کو وہ اصول کھکا دے میں اپنے شرائط
 سے بہت زیادہ سزل میں آگئیں، امام نووی نے
 مقدمہ شرح صحیح مسلم میں فرمایا کہ عیب لگانے والوں
 نے مسلم رحمۃ اللہ علیہ پر یہ طعن کیا کہ انہوں نے اپنی کتاب
 میں بہت سے ضعیف اور متوسط راویوں سے روایت
 لی ہے جو دوسرے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صحیح کی
 شرط پر نہیں، حالانکہ اس معاملہ میں ان پر کوئی طعن
 نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا کئی طریقوں سے جواب دیا گیا ہے
 جنہیں امام ابو عمر و ابن صلاح نے ذکر کیا (یہاں تک کہ
 کہا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ بات ان روایات میں
 ہے جنہیں بطور متابع اور شواہد ذکر کیا گیا ہے اصول
 میں ایسا نہیں کیا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ایک
 ایسی حدیث ذکر کی جس کی سند درست ہو اور تمام
 راوی ثقہ ہوں اور اس حدیث کو اصل قرار دے کر اسکے

الصحيح منهم مطر الوراق وبقية بن الوليد
ومحمد بن اسحاق بن يسار وعبد الله بن عمر
العمرى والنعمان بن راشد (الخرج مسلم عنهم
في الشواهد في اشباه لهم كثيرين انتهى) وقال
الامام البدر محمود العيني في مقدمة عمدة
القارى شرح صحيح البخارى يدخل في المتابعة
والاستشهاد رواية بعض الضعفاء وفي الصحيح
جماعة منهم ذكروا في المتابعات والشواهد

بعد بطور تابع ایک اور سند یا متعدد اسناد ایسی ذکر کی جائیں
جن میں بعض راوی ضعیف ہوں تاکہ متابعت کے ساتھ
تاکید ہو یا کسی اور مذکور فائدے پر تنبیہ کا اضافہ مقصود
ہو، امام حاکم ابو عبد اللہ نے عقد پیش کرتے ہوئے یہی کہا
ہے کہ جن میں صحیح کی شرط نہیں ان کو بطور تابع اور شاہد
روایت کیا گیا ہے، اور ان روایت کرنے والوں میں
یہ محدثین ہیں مطر الوراق، بقیۃ بن الولید، محمد بن اسحق بن
یسار، عبد اللہ بن عمر العمری اور نعمان بن راشد،
امام مسلم نے ان سے شواہد کے طور پر متعدد روایات تخریج کی ہیں انتہی۔ امام بدر الدین عینی نے مقدمہ عمدة القاری
شرح صحیح بخاری میں تحریر کیا ہے کہ توابع اور شواہد میں بعض ضعیف کی روایات بھی آتی ہیں اور صحیح میں ایک جماعت
محدثین نے توابع اور شواہد کے طور پر ایسی روایات ذکر کی ہیں (ت)

وخامسا اقول ما لي اخص الكلام
بغير الاصول هذه قناطير مقنطرة من السقام
مروية في الاصول والاحكام ان لم تروها العلماء
فمن جاء بها وكهم منهم التزموا بيان ما هنا
اما الرواة فلم يعهد منهم الرواية المقررة
بالبيان اللهم الا نادرا لدواع خاص، وقد اكثروا
قديما وحديثا من الرواية عن الضعفاء و
المجاهيل ولم يعد ذلك قد حاق بهم ولا اذ كتاب
ما ثم وهذا سليمان بن عبد الرحمن الدمشقي
الحافظ شيخ البخاري ومن رجال صحيحه
قال فيه الامام ابو حاتم صدوق الا انه من

خامسا ضعیف اور متوسط راوی کی روایت کی بات
صرف غیر اصول و شواہد متابعت سے مختص کرنے کی مجھے کیا
ضرورت، جبکہ کمزور (غیر صحیح) روایات کا یہ ایک ذخیرہ ہے جو
اصول و احکام میں مروی ہے اگر علماء ہی ان کو ذکر نہ کریں تو کون
ذکر کریگا اور بہت کم ہیں جنہوں نے یہاں اس بات کا التزام
کیا، رہا معاملہ راویوں کا تو ان کے ہاں روایت کے ساتھ
بیان کا طریقہ معروف نہیں، البتہ کسی خاص ضرورت کے تقاضے
کے پیش نظر بیان بھی کر دیا جاتا ہے اور ان میں سلفا و خلفا یہ
معمول ہے کہ ضعیف اور مجہول راویوں سے روایت بیان
کرتے ہیں اور اس بات کو ان میں طعن و گناہ شمار نہیں کیا جاتا
دیکھئے سلیمان بن عبد الرحمن دمشقی جو حافظ ہیں اور امام بخاری کے استاد
ہیں اور صحیح بخاری کے راویوں میں سے ہیں ان کے بارے میں

امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ یہ صدوق ہے اگرچہ ان لوگوں میں سے ہے جو ضعیف اور مجہول راویوں سے بہت زیادہ روایت کرنے والے ہیں اہ اگر میں ان ثقہ محدثین کے نام شمار کروں جنہوں نے مجروح راویوں سے روایت کی ہے تو یہ داستان طویل ہو اور ان میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جس نے یہ التزام کیا ہو کہ وہ اسی سے روایت کرے گا جو اس کے نزدیک ثقہ ہو مگر بہت کم محدثین مثلاً شعبہ، امام مالک اور احمد نے مسند میں اور کوئی اکاؤنٹ کا جس کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی، پھر ان کے ہاں بھی معاملہ ان کے اپنے شیوخ تک ہی ہے اس پر نہیں وزن ان کی سند سے کوئی ضعیف حدیث مرفی نہ ہوتی اور محدثین کے ہاں ان میں سے کسی کا سند میں آجنا مکتب حدیث کے لیے کافی ہوتا ہے جبکہ صحت کے ساتھ سند ان تک پہنچی ہو حالانکہ یہ بات کسی ایک کے لیے بھی ثابت نہیں، یہ امام احمد اپنے بیٹے عبد اللہ کو فرماتے ہیں، اگر میں اس بات کا ارادہ کرتا کہ میں ان ہی احادیث کی روایت پر اکتفا کروں گا جو میرے ہاں صحیح ہیں تو پھر اس مسند میں بہت کم احادیث روایت کرتا۔ میرے برے بیٹے! تو روایت حدیث میں میرے طریقے سے آگاہ ہے کہ میں حدیث ضعیف کی مخالفت نہیں کرتا مگر جب اس باب میں مجھے کوئی ایسی سنی ملے جو اسے

اروی الناس عن الضعفاء والمجهولين اھ
ولو سردت اسماء الثقات الرواة عن
المجروحين بكثرو طال فليس منهم من
التزم ان لا يحدث الا عن ثقة عنده
الا نزل قليل كشعبة ومالك واحمد في
المسند ومن شاء الله تعالى واحدا
بعد واحد ثم هذا ان كان ففى
شيونهم خاصتنا لا من فوقهم و
الاسما اق من طريقهم ضعيف اصلا
ولكان محجود وقوعهم فى السند دليل
الصحة عندهم اذا صح السند اليهم
ولم يثبت هذا الا حديثه هذا الامام
الهام يقول لا ينسب عبد الله
لوارثات ان اقصر على ما صح
عنه لمار ومن هذا
المسند الا الشئ بعد الشئ
ولكنك يا بنى تعرف طريقى فى
الحديث افى لا خالف ما يضعف
الا اذا كان فى الباب شئ يدفعه
ذكره فى فتح المغيث واما المصنفون

عہ او اخر القسم الثانى الحسن ۱۲ منہ (م)

فاذا عدوت امثال الكتب الثلاثة للبخاري
ومسلم والترمذي ممن التزم الصحة
والبيان الفيت عامة المسانيد والمعاجيم
والسنن والجوامع والاجزاء تنطوي في
كل باب على كل نوع من انواع الحديث
من دون بيان، وهذا مما لا ينكره
الاجاهل او متجاهل فان ادعى مدع انهم
لا يستحلون ذلك فقد نسبهم الى افتحام
مالا يبيحون وان ترعم تراعم انهم
لا يفعلون ذلك فهم بصنيعهم على خلفه
شاهدون وهذا ابو داود الذي الين له الحديث
كما الين لداود عليه الصلاة والسلام
المحديد، قال في رسالته الى اهل مكة شرقيها الله
تعالى ان ما كان في كتابي من حديث فيه وهن
شديد فقد بينته ومنه ما لا يصح سنداه و
ماله اذكر فيه شيئا فهو صالح وبعضها امر
من بعض امر والصحيح ما افاده الامام الحافظ
ان لفظ صالح في كلامه اعم من ان يكون للاحتجاج
او للاعتبار فما ارتقى الى الصحة ثم الى الحسن
فهو بالمعنى الاول وما عداهما فهو بالمعنى
الثاني وما قصر عن ذلك فهو الذي فيه
وهن شديد وهذا الذي يشهد به

رد کرے یہ فتح المغیث میں مذکور ہے، باقی رہیں محدثین کی
تصنیفات تو اگر آپ امثال الکتاب بخاری و مسلم اور ترمذی
تینوں کتابوں کو سے تجاوز کریں جنہوں نے صحت بیان کا التزام کر رکھا
تو آپ اکثر مسانید، معاجم، سنن، جوامع اور اجزاء
کے ہر باب میں ہر قسم کی احادیث بغیر بیان کے
پائیں گے اس بات کا انکار جاہل یا متجاہل ہی کر سکتا ہے اور
اگر کوئی دعویٰ کرے کہ محدثین کے ہاں یہ جائز نہیں تو یہ
ان کی طرف ایسی بات کی نسبت کرنا ہے جس سے لازم
آتا ہے کہ ایسا عمل کہتے ہیں جسے وہ جائز نہ سمجھتے تھے اور
اگر کوئی یہ زعم رکھتا ہو کہ وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کا عمل
اس کے برخلاف خود شاہد ہے، امام ابو داود
کو ہی نیچے ان کے لیے حدیث اسی طرح آسان کردی گئی جس طرح
حضرت داود علیہ السلام کے لیے لویا نرم ہو جاتا تھا
ابن حجر شریف رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف خط میں لکھا میری کتاب
رسنن ابی داود میں جن بعض احادیث کے اندر نہایت سخت
قسم کا ضعف ہے اس کو میں نے بیان کر دیا ہے، اور بعض
ایسی ہیں کہ ان کی سند صحیح نہیں اور جس کے بارے میں میں
کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کے لیے صالح ہیں اور بعض احادیث
دوسری بعض کے اعتبار سے اصح ہیں اور صحیح وہ ہے جس کا
امام حافظ نے افادہ فرمایا ہے کہ ابو داود کے کلام میں لفظ صالح
استدلال اور اعتبار دونوں کو شامل ہے، پس جو حدیث صحت
پھر حسن کے درجہ پر پہنچے وہ معنی اول کے لحاظ صالح ہے اور جو
ان دونوں کے علاوہ ہے وہ معنی ثانی کے لحاظ سے صالح ہے

اتوا فم فعلیک به وان قیل وقیل وقد نقل عن اعلام
سیوالنبلاء للذهبی ان ما ضعف اسنادہ لنقص

عنه ای قیل حسن عنده واختاره الامام المنذری
وبه جزم ابن الصلاح فی مقدمته وتبعه الامام
النووی فی التقریب ای وقد لا یكون حسناً عند غیره
كما فی ابن الصلاح وقیل صحیح عنده ومشی علیہ
الامام الزیلعی فی نصب الرایۃ عند ذکر حدیث القلتین
وتبعه العلامة حلبی فی الغنیۃ فی فصل فی
التوافل وكذلك یقال ههنا انه قد لا یصح عند
غیره بل ولا یحسن اما الامام ابن الصمام فی الفتح
اول کتاب وتلیذہ فی الحلیۃ قیل صفة الصلوة
فاقتصر علی الحلیۃ وهی تشبہا فی تقرب من
قول من قال حسن وهذا الذی ذکره الحافظ متبعه
فیہ العلامة القسطلانی فی مقدمة الادشاه و
خاتم الحفاظ فی التذیب فی فروع فی الحسن قال
لکن ذکر ابن کثیر انه روی عنه ما سکت عنه فیرید حسن
فان صح ذلك فلا اشکال اھ اقول لقائل ان یقول
ان للحسن اطلاقات وان القدماء قل ما ذکر وہ و
انما الترمذی هو الذی شمرہ وامرہ فاید مر بنا
انه ان صح عنه ذلك لم یرد به الا هذا الذی
استقر علیہ الاصطلاح فافهم واللہ تعالیٰ

اعلم ۱۲ منہ (ھ)

اور جو اس سے بھی کم درجہ پر ہے وہ ایسی ہوگی جس میں ضعف
شدید ہے نفس الامر اس پر شاہد ہے اور نتیجہ پر یہی لازم ہے
اگرچہ قیل کے طور پر کیا گیا ہے۔

یعنی بعض نے کہا کہ اس کے نزدیک وہ حسن ہے، اسے
امام منذری نے اختیار کیا، اسی پر ابن صلاح نے مقدمہ
میں جزم کیا اور امام نووی نے تقریب میں اسی کی اتباع کی
یعنی کبھی اس کے غیر کے ہاں وہ حسن نہیں ہوتی جیسے کہ
مقدمہ ابن صلاح میں ہے، اور بعض نے کہا کہ اس کے
نزدیک وہ صحیح ہے، امام زیلعی نصب الرایۃ میں قلتین والی
حدیث کے ذکر میں اسی پر چلے ہیں۔ اور علامہ حلبی نے
غنیۃ المستملی کی فصل فی التوافل میں اسی کی اتباع کی ہے
اور اسی طرح یہاں کہا جائے گا یعنی کبھی اس کے غیر
کے ہاں وہ صحیح نہیں بلکہ حسن بھی نہیں ہوتی۔ امام ابن ہمام
نے فتح القدر ابتداء کے کتاب میں ادا ان کے شاگرد نے
حلیۃ الحلی میں صفة الصلوة سے تھوڑا پہلے اس کے صحیح
ہونے پر اقتصار کیا ہے اور یہ بات ان دونوں اقوال کو
شامل ہے پس یہ اس کے قول کے قریب ہے جس نے
کہا وہ حسن ہے یہ وہ ہے جس کا ذکر حافظ نے کیا ہے اور مقدمہ
ارشاد الساری میں علامہ قسطلانی نے اسی کی اتباع کی ہے
اور تدریب میں خاتم الحفاظ نے بیان فروع فی الحسن،
لیکن ابن کثیر نے کہا کہ ان سے بچے کہ جس پر انہوں نے
سکوت کیا، وہ حسن ہے پس اگر یہ صحیح ہو تو کوئی اشکال
باقی نہیں رہتا اھ اقول (میں کہتا ہوں) کوئی یہ کہہ سکتا

ہے کہ حسن کے تو مختلف اطلاقات ہیں بہت کم قدما نے اس کا ذکر کیا ہے صرف امام ترمذی نے اس کو شہرت دی اور اس
کا اجراء کیا پس اللہ رب العزت نے ہماری تائید فرمائی کہ اگر ان سے یہ بات صحت کے ساتھ ثابت ہو جائے تو انہوں نے
اس سے یہی مراد لی ہے نہ وہ جس پر اصطلاح قائم ہو چکی ہے واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ (دست)

حفظ راویہ فہل ہذا یکت عند ابو داؤد وغالباً الخ
و معلوم ان کتاب ابی داؤد انما موضوعہ الاحکام
وقد قال فی رسالۃ الخاتم اصنف کتاب السنن
الافی الاحکام ولم اصنف فی الزہد و فضائل
الاعمال وغیرہا الخ وقال الشمس محمد بن الخوافی
فی فتح المغیث اما حمل ابن سید الناس فی شرحہ
للترمذی قول السلفی علی ما لہ یقع التصریح
فیہ من مخرجہا وغیرہ بالضعف فیقتضی کما
قال الشارح فی الکبیر ان ما کان فی الکتب الخمسة
مسکوتاً عنہ ولم یصرح بضعفہ انیکون صحیحاً و
لیس ہذا الاطلاق صحیحاً بل فی کتب السنن احادیث لم یتکلم فیہا
الترمذی و ابو داؤد ولم نجد لغیرہم فیہا کلاماً و
مع ذلک فہی ضعیفۃ و قال فی السرقاة الحق
ان فیہ "ای فی مسند الامام الحمد رضی اللہ
تعالی عنہ" احادیث کثیرۃ ضعیفۃ و بعضها
اشد فی الضعف من بعض الخ و نقل بعیدہ
عن شیخ الاسلام الحافظانہ قال
لیست الاحادیث الزائدة فیہ علی
ما فی الصحیحین باکثر ضعف من
الاحادیث الزائدة فی سنن ابی داؤد

اور امام ذہبی کی اعلام سیر النبلا سے منقول ہے کہ جس حدیث
کی سند ضعیف اسکے راوی کا حفظ ناقص ہونے کی وجہ سے ہو تو
ایسی حدیث کے بارے میں ابو داؤد سکوت اختیار کرتے ہیں
اور یہ بات معلوم ہے کہ ابو داؤد و شریف کا موضوع احکام ہیں
کیونکہ انہوں نے اپنے رسائل میں یہ بات کہی ہے میں نے یہ کتاب
احکام ہی کے لیے لکھی ہے زہد اور فضائل اعمال وغیرہ کے لیے
نہیں الخ اور مس محمد بن خوافی نے فتح المغیث میں بیان کیا ہے
کہ ابن سید الناس نے اپنی شرح ترمذی میں قول سلفی کو ایسی
حدیث پر محمول کیا ہے جس کے بارے میں اس کے مخرج وغیرہ
کی ضعف کے ساتھ تصریح واقع نہیں ہوئی پس اس کا
تقاضا ہے جیسا کہ شارح نے کبیر میں کہا کہ کتب خمسہ میں جس
حدیث پر سکوت اختیار کیا گیا ہو اور اس کے ضعف کی
تصریح نہ کی گئی ہو وہ صحیح ہوگی حالانکہ اطلاق صحیح نہیں کیونکہ
کتب سنن میں ایسی احادیث موجود ہیں جن پر ترمذی یا
ابو داؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ ہی کسی غیر نے ہمارے علم کے
مطابق ان میں گفتگو کی ہے اسکے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں
اور مرقات میں فرمایا: حتی یہ ہے کہ اس معنی مسند احمد رضی اللہ
تعالی عنہ میں بہت سی احادیث ایسی ہیں جو ضعیف ہیں
اور بعض دوسری بعض کے اعتبار سے زیادہ ضعیف ہیں الخ
اور تھوڑا سا اس کے بعد شیخ الاسلام حافظ سے نقل کیا کہ
اس میں (یعنی مسند احمد بن حنبل میں صحیحین پر جزاء احادیث

سیر اعلام النبلا، ترجمہ علی ابو داؤد بن اشعث

مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/۲۱۲

۵/۱

۱۰۰/۱

۲۳/۱

۱۰۰/۱

۱۰۰/۱

۱۰۰/۱

۱۰۰/۱

والترمذی علیہا وبالجملة فالسبیل واحد
لن اسرأ الاحتجاج بحديث من السنن
لا سيما سنن ابن ماجه و مصنف ابن ابی شیبہ
وعبد الرزاق مع الا مرفیه اشدا و بحديث
من المسانید لان هذه كلها لم يشترط جامعوها
الصحة والحسن وتلك السبیل ان المحتج
ان كان اهلا للنقل والتصحيح فليس له ان
يحتج بشئ من القسمين حتى يحيط به وان
لم يكن اهلا لذلك فان وجد اهلا لتصحيح
او تحسين قلده والا فلا يقدم على
الاحتجاج فيكون كحاطب ليل قلعه يحتج
بالباطل وهو لا يشعر الله وقال الامام
عثمان الشهورى في علوم
الحديث حكى ابو عبد الله بن مندة
الحافظ انه سمع محمد بن سعد
الباوردی بمصر يقول كانت من
مذهب ابی عبد الرحمن النسائي
ان يخرج عن كل من لم يجمع
على تركه وقال ابن مندة وكذلك
ابو داود السجستاني ياخذ ما خذه
ويخرج الاسناد الضعيف اذا لم
يجد في الباب غيره لانه اقوى عنده
من رأي الرجال اه وفيها بعيد ثم

ہیں وہ سنن ابی داؤد اور ترمذی میں صحیحین پر زائد احادیث
سے زیادہ ضعیف نہیں ہیں۔ الفرض راستہ ایک ہی ہے
اس شخص کے لیے جو احادیث سنن سے استدلال کرنا
چاہتا ہے خصوصاً سنن ابن ماجہ، مصنف ابن ابی شیبہ
اور مصنف عبد الرزاق۔ کیونکہ ان میں سے بعض کا معاملہ سخت
ہے یا استدلال ان احادیث سے جو مسانید میں ہیں کیونکہ
ان کے جامعین نے صحت و حسن کی کوئی شرط نہیں رکھی اور
وہ راستہ یہ ہے کہ استدلال کرنے والا اگر نقل و تصحیح کا اہل ہے
تو اس کے لیے ان سے استدلال کرنا اس وقت درست
ہوگا جب ہر لحاظ سے دیکھ پرکھ لے اور اگر وہ اس بات کا
اہل نہیں تو اگر ایسا شخص پائے جو تصحیح و تحسین کا اہل ہے
تو اس کی تقلید کرے اور اگر ایسا شخص نہ پائے تو وہ
استدلال کے لیے قدم نہ اٹھائے ورنہ وہ رات کو ٹکڑیاں
اکٹھی کرنے والے کی طرح ہوگا، ہو سکتا ہے وہ باطل کے
ساتھ استدلال کر لے اور اسے اس کا شعور نہ ہو اور
امام عثمان شہروری نے علوم الحدیث میں فرمایا: ابو عبد اللہ
بن منہ حافط نے بیان کیا کہ انہوں نے مصر میں محمد بن سعد
باوردی سے یہ کہتے ہوئے سنا "ابو عبد الرحمن نسائی کا
مذہب یہ ہے کہ ہر اس شخص سے حدیث کی تخریج کرتے
ہیں جس کے ترک پر اجماع نہ ہو، اور ابن منہ نے کہا،
اسی طرح ابو داؤد سجستانی اس کے مافذ کو لیتے اور سند
ضعیف کی تخریج کرتے ہیں جبکہ اس باب میں اس کے
علاوہ کوئی دوسری جہد موجود ہو کہ ان کے نزدیک لوگوں کی

استخراج کرتے ہوئے اصل پر بہت کچھ زائد احادیث نقل کی ہیں ان میں صحیح، حسن بلکہ ضعیف بھی ہیں لہذا ان پر حکم لگانے سے خوب احتراز و احتیاط چاہئے اور علماء کی تصریحات اس معاملہ میں بہت زیادہ ہیں اور جوہم نے نقل کر دی ہیں ہمارے مقصود کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں، الغرض محدثین نے ضعیف احادیث بغیر نشانہ کے ہر مسئلہ میں ذکر کی ہیں اگرچہ اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث نہ پائی گئی ہو اور یہ بات معلوم و مسلم ہے نہ اسے رد کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کا انکار ممکن ہے۔ ہم نے یہ طویل گفتگو اس لیے کر دی ہے کہ بعض بزرگوں کے کلام سے ہم نے اس کے ضعف محسوس کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی حمد ہے جس نے تاریخ کی دُور کردی اور پھسلنے کے مقام پر ثابت قدم رکھا پس اب یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر ان کی مراد وہی جوہم نے ان کا قول نقل کیا تو پھر احکام اور ضعافات کے درمیان تفریق ختم ہوگی اور اجماعی مسئلہ کی بنیاد منہدم ہو گئی ایک تو یہ قریب ہے اور ایک دوسری آسان راہ اختیار کرتے ہوئے علی وجہ التسلق یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ حکم جس کے بارے میں مطلقاً ضعیف حدیثیں مخری ہوئی دیکھا جائیگا اس میں کوئی صحیح حدیث پائی جاتی ہے یا نہیں اگر حدیث صحیح پائی جائے تو لازم آئے کہ انہوں نے حدیث ضعیف احکام میں بھی صحیح کے ہوتے ہوئے سکتا روایت کی ہے تو اب فرق کہاں ہے؟ اور اگر موجود نہ ہو تو معاملہ اس سے بھی زیادہ شدید ہے اگر معترض یہ کہہ دے کہ محدثین سوقِ سند کو ہی بیان

کثيرة تراشدة على اصله وفيها الصحيح والحسن بل والضعيف ايضا فينبغي التحرز في الحكم عليها ايضا اه نصوص العلماء في هذا الباب كثيرة جدا وما اوردا كاف في ابانة ما قصدناو بالجملة فروايتهم الضعاف من دون بيان في كل باب وان لم يوجد الصحيح معلوم مقرر لا يرد ولا ينكر وانما اظننا ههنا لما شمسنا خلافة من كلمات بعض المجلة، والحمد لله على كشف الغمة وتبثيت القدم في الزلة فاستبان ان لو كان المراد ما نرحم هذا الذي نقلنا قوله لكانت التفرقة بين الاحكام والضعافات قد انعدمت والمسألة الاجماعية من اساسها قد انهت مت هذا وجهه ذلك ان تسلك مسلك ارضاء العناف وتقول على وجه التشقق ان الحكم الذي رويت فيه الضعاف مطلقة هل يوجد فيه صحيح ام لا فان وجد فقد مر ووالضعيف ساكتين في الاحكام ايضا عند وجود الصحيح فاي الفرق وان لم يوجد فالامر اشد فان التجأ ملتج الى انهم يعدون سوق الاسانيد

من البيان اى فلم يوجد منهم رواية الضعاف في الاحكام المأقرونة؛
قراردیتے ہیں، پس اس صورت میں احکام میں ضعیف حدیثوں کی روایت سکوتاً نہ ہوگی بلکہ بیان کھستہ ہوگی تو اس کے جواب میں :

قلت اولاً هذا شئ قد يبدیه بعض العلماء
عذر ائمن روى الموضوعات ساکتا علیہا
ثم هم لا یقبلون - قال الذہبی فی المیزان
کلام ابن مندہ فی ابی نعیم فطیم لا احب
حکایتہ ولا قبل قول کل منهما فی الآخر
بل هما عندی مقبولان لا اعلم لهما ذنب
اکبر من روايتهما الموضوعات ساکتین عنہا
او وقد قال العرقا فی شرح
الفیتہ ان من ابرئ اسنادہ
منہم فهو البسط لعذرہ اذا حال
ناظر علی الکشف عن سندہ
وانکاف لا یجوز لیس السکوت
علیہ اھ

ثانیاً، لا یعهد منہم ایراد الاحادیث
من اى باب کانت الا مسندة فهذا
البيان لم تنفک عنه احادیث الفضائل ایضاً فهاذا
تساهلوا فی هذا دون ذلك -

عہ فی احمد بن عبد اللہ ۱۲ مز (م)
عہ نقلہ فی التدریب نوع الموضوع قبیل التنبیہات
احمد بن عبد اللہ کے ترجمہ میں ہے (ت)
اس کو نقل کیا ہے تدریب میں نوع موضوع کے تحت
تنبیہات سے کچھ پہلے - (ت)

المیزان الاعتدال للذہبی ترجمہ ۳۳۳ احمد بن عبد اللہ ابو نعیم الخ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۱
تدریب الراوی شرح التقریب المعروف بوضع الحدیث مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۲۸۹

حجت بنانا نہیں، جس نے افادات سابقہ کو نظر غائر و قلب حاضر سے دیکھا سمجھا اُس پر بے حاجت بیان ظاہر و عیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائید اباحت پر استدلال کرنا اُسے احکام میں حجت بنانا اور حلال و حرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکم اصالت ثابت اور استحباب تنزیہ قواعد قطعیہ شرعیہ و ارشاد اقدس کی کیفیت و قد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقہ زیور گوشت سامعان ہوئی حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں ممکن کہ واقع میں صحیح ہو صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی، آگے حکم استحباب و کراہت اُن قواعد و صحاح نے افادہ فرمایا اگر شرع مطہر نے جلب مصالح و سلب مفاسد میں احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتا نہ ہوتا تو ہم نے اباحت کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے اقول تاہم از انجا کہ درود ضعیف وہ بھی لذاتہ بلکہ بملأ حنظل امکان صحت ترجیحی و احتیاط کا ذریعہ ہوا ہے اگر اُس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کر دیں بجا ہے اور ثبوت بالضعیف میں ہائے استعانت تو ادنیٰ مدخلت سے صادقی کہاں اگر دلائل شرعیہ سے ایک امر کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اُس کے کسی فرد کی طرف بلائے مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع و غروب یا استواء کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کراہت اگر ہم اُس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور مصالح اثبات نہیں یونہی اگر دلائل شرعیہ مثبت ندب یا اباحت ہوں اور ضعاف میں نہیں آئی اسی وجہ سے مفید حرمت نہ ہوگی مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادا کئے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے حرمت نہ مانی جائے گی ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم آئے بھلا اللہ یہ معنی میں کلام علماء کے کہ حدیث ضعیف دربارہ احکام حلال و حرام معمول بہ نہیں۔

ثُمَّ اقول اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلاف اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت، ثابت کیا محتاج اثبات ہوگا و لہذا شرع مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلاف اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دما و فروج و مضار و خباثت تمام اشیا میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استدلال کرنا علت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں بلکہ ثابتہ کی تائید ہے،

هذا تحقيق ما اسلفنا في الافادة السابقة
عن المحقق الدواني، وهذا هو معنى
ما نص عليه الا ما ما بن دقيق العيد و
سلطان العلماء عز الدين بن عبد السلام و تبعهما
شيخ الاسلام الحافظ و نقله تلميذه السخاوي
وهو تحقيق به جو ہم نے افادہ سابقہ میں محقق دوانی کے
حوالے سے بیان کی اور یہ وہ حقیقت و معنی ہے جس کی
تصریح امام ابن دقیق العید اور سلطان العلماء عز الدین
بن عبد السلام نے کی اور شیخ الاسلام حافظ نے ان
دونوں کی اتباع کی اور ان کے شاگرد سخاوی نے

فی فتح المغیث وفي قول البديع والسيوطي في
التدرييب والشمس محمد الرملي في شرح
المنهاج النووي، ستمهم من الشافعية، ثم
اشره عن الرملي العلامة الشربلاني في غنية
ذوي الاحكام والمحقق المدقق العلافي في
الدر المختار واقره هما ومحشو الدر الحلبی
والطحطاوی والشامی فیہا وفي منحة الخالق
خمسهم من الحنفية، من اشتراط العمل
بالضعيف باندراجہ تحت اصل عام، وهو اذا
حققت ليس بتقيد شرائط بل تصريح بمضمون
ما نصوا عليه ان العمل به فيما وراء العقائد
والاحكام، كما اوضحناه لك وبه ازاد انزهاقا
بعد انزهاق ما ظن الظانان من ان
الكلام في الاعمال الشابتة بالصحاح، كيف
ولو كان كذلك لما احييت به الى هذا الاشتراط
كما لا يخفى والله الهادي الى سوى الصراط.
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہو تا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور
اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (د)

فتح المبحث اور القول البديع میں، سیوطی نے تدربیب
میں شمس الدین محمد رملی نے شرح المنہاج النووي میں
اسے نقل کیا ہے یہ چھ شواہخ میں سے ہیں، پھر
رملی سے علامہ شربلانی نے غنیہ ذوی الاحکام میں
اور محقق و مدقق العلافی نے در مختار میں اسے نقل کیا
اور اسے ان دونوں نے اور در مختار کے محشین سبکی،
طحاوی اور شامی نے اپنے اپنے حواشی اور منہج الخالق
میں ثابت رکھا یہ پانچ حنفی ہیں (اور وہ یہ ہے) کہ
حدیث ضعیف پر عمل کے لیے شرط یہ ہے کہ کسی عمومی
ضابطہ کے تحت داخل ہو اور جب تو اس کی تحقیق کرے
تو یہ کوئی زائد قید نہیں بلکہ اسی مضمون کی وضاحت ہے
جس کی انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس پر عمل عقائد
و احکام کے علاوہ میں کیا جائے گا، جیسا کہ ہم نے
پہلے اسے واضح کر دیا ہے اور اس سے ان دو علما
کا خوب رد ہو گیا جو یہ گمان رکھتے تھے کہ یہ ان اعمال
کے بارے میں کلام ہے جو احادیث صحیحہ سے ثابت
ہوں اور یہ مطلب اس لیے نہیں ہو سکتا کہ اگر معاملہ یہ ہو تا تو یہ شرط لگانے کی محتاجی نہ تھی جیسا کہ واضح ہے، اور
اللہ تعالیٰ سیدھے راہ کی ہدایت دینے والا ہے۔ (د)

بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدہ کا زعم باطل کہ ان احادیث سے جواز
تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال و حرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علما ناجائز، محض مغالطہ
قریب وہی عوام ہے ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علما جو حدیث ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں
مانتے صدمہ جگہ احادیث ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادہ سابقہ
میں گزریں کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا کھانا نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خلاف کرتے ہیں کیا افادہ ہفہم
میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابل عمل ہے تو کسی فعل کی
اہمیت قائم رکھنا بدرجہ اولیٰ و لکن الوہابیۃ لا یسمعون و اذا سمعوا لا یعقلون رب انی اسألك العفو و

العاقبة آمین (وہابی تو سنتے ہی نہیں، سنتے ہیں تو سمجھتے نہیں، اسے میرے رب! میں تجھ سے عفو و معافی کا سوال کرتا ہوں، آمین۔ ت)

اقادۃ بستی و سوم (ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کام دے سکتی ہے)
اقول اولاً جمہور علماء کے عامہ کلمات مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیت عمل کے لیے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے، صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ ہو فتح القدیر والیفۃ عراقی و شرح الیفۃ لمصنف میں تمنا غیر الموضوع (موضوع کے علاوہ ہو۔ ت) مقدمہ ابن الصلاح و تقریب میں ما سوی الموضوع (موضوع کے سوا ہو۔ ت) مقدمہ سید شریف میں دون الموضوع (موضوع نہ ہو۔ ت) علیہ میں الذی لیس بموضوع (ایسی روایت جو موضوع نہ ہو۔ ت) اذکار میں ان الفاظ سے اجماع ائمہ نقل فرمایا کہ ما لم یکن موضوعاً (وہ جو کہ موضوع نہ ہو۔ ت) یونہی امام ابن عبد البر نے اجماع محدثین ذکر کیا کہ یروونہا عن کل (محدثین ان کو تمام سے روایت کرتے ہیں۔ ت) یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افادات سابقہ میں گزریں، زرقانی شرح مواہب میں ہے عادیۃ المحدثین التساہل فی غیر الاحکام والعقائد ما لم یکن موضوعاً (محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام و عقائد میں قہر کرتے ہیں اس میں جو موضوع نہ ہو) یونہی علامہ علی سیرۃ الانسان العیون میں فرماتے ہیں:

علمہ ذکر رضاعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
تحت حدیث مناغاة القمر لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)
انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھینچنے (جھک جانے) کا بیان ہے وہاں اس کا ذکر ہے دیکھو۔ (ت)
علمہ نقل ہذا وما سیاقی عن عیون الاثر بعض
الاثربین ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر رضاعت میں
اس حدیث کے تحت جس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
عیون الاثر کی یہ عبارت اور وہ جو عنقریب ذکر کی جائیگی
ان کو بہت معاصرین نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۔ فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۰۳/۱
۲۔ مقدمہ ابن الصلاح النوع الثانی والعشرون معرقۃ المقلوب مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۴۹
۳۔ مقدمہ سید شریف
۴۔ علیۃ المجلی شرح منیۃ المصلی
۵۔ الاذکار المنقخبہ من کلام سید الاربار فصل قال العلماء الخ مطبوعہ دار الکتاب العربیۃ بیروت ص ۷
۶۔ کتاب العلم لابن عبد البر
۷۔ شرح الزرقانی المواہب اللدنیۃ المتعمد الاول ذکر رضاعہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ عامرہ مصر ۱۴۲/۱

لا يخفى ان السير تجمع الصحيح والسقيم و الضعيف والبلاغ والمرسل والمنقطع و المعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغيره من الائمة اذا روينا في الحلال و الحرام شددنا و اذا روينا في الفضائل و نحوها تساهلنا.

واضح رہے کہ اصحاب سیر ہر قسم کی روایات جمع کرتے ہیں صحیح، غیر صحیح، ضعیف، بلاغات، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ، لیکن موضوع روایت ذکر نہیں کرتے۔ امام احمد اور دیگر محدثین کا قول ہے کہ جب ہم حلال و حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو شدت کرتے ہیں اور جب ہم فضائل وغیرہ کے بارے میں روایات لاتے ہیں تو ان میں نرمی برتتے ہیں۔ (ت)

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں،

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بحجت سوائے حفظ بعض رواۃ یا اختلاف یا تدلیس بود با وجہ صدق و دیانت منجر میکردد بتعد طرق و اگر از جهت اتهام کذب راوی باشد یا شذوذ بخلافت احفظ و اضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگر چه تعد طرق داشته باشد منجر نگردد و حدیث محکوم بضعف باشد و در فضائل اعمال معمول

محدثین نے بیان فرمایا ہے کہ اگر کسی حدیث میں ضعف بعض راویوں کے سوائے حفظ یا تدلیس کی وجہ سے ہو جبکہ صدق و دیانت موجود ہو تو یہ کمی تعد طرق سے پوری ہو جاتی ہے اور اگر ضعف راوی پر اتهام کذب کی وجہ سے ہو یا احفظ و اضبط راوی کی مخالفت کسی جبکہ ہو یا ضعف نہایت قوی ہو مثلاً فحش غلطی ہو تو اب تعد طرق سے بھی کمی کا ازالہ نہیں ہوگا اور حدیث ضعیف پر ضعیف کا ہی حکم ہوگا اور فضائل اعمال میں ہے (ت)

ثانیاً کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے نہیں معلوم اس کے بعد صریح کذاب و شاع ہی کا درجہ، ابنِ شہان نے اسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک کیا کذبہ ابنِ حبان و الجوزجانی و قال البخاری توکہ یحیی و ابن مہدی و قال الدارقطنی و جماعة متروک (ابن حبان اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے، بخاری کہتے ہیں کہ اسے یحییٰ اور ابن مہدی نے ترک کر دیا، دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا کہ یہ متروک ہے۔ ت) لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا متهم بالكذب و رہی بالرفض (اس پر کذب کا اتہام ہے اور اسے روافض کی

۱۰ انسان العیون خطبۃ الکتاب مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳/۱
۱۱ شرح صراط مستقیم دیباچہ شرح سفر السعادت مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ص ۱۳
۱۲ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن السائب بن بشر الکلبی مطبوعہ دار نشر مکتب الاسلامیہ گوجرانوالا ص ۲۹۸

طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ت) بالانہم عامۃ کتب سیر و تفا سیر اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں انھیں بلا تکثیر نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے،

قال ابن عدی وقد حدث عن الکلبی سفین
و شعبۃ و جماعة و مرضوہ فی التفسیر و اما
فی الحدیث فعندہ مناکیر
ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک جماعت
نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا ہے
جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلق
روایات انکے نزدیک مناکیر ہیں۔ (ت)

امام ابن سید الناس سیرۃ عیون الاثر میں فرماتے ہیں،

غالب مایروی عن الکلبی انساب و اخبار من
احوال الناس و ایام العرب و سیرہم و ما
یحبری مجری ذلک مما سمعہ کثیر من الناس
فی حملہ عنہ لایحمل عنہ الاحکام و من
حکی عنہ الترخیص فی ذلک الامام احمد
کلبی سے اکثر طور پر لوگوں کے انساب و احوال، عربوں
کے شب و روز اور ان کی سیرت یا اسی طرح کے دیگر
معاملات مروی ہیں جو کثرت کے ساتھ ایسے لوگوں سے
لے لیے جاتے ہیں جن سے احکام نہیں لیے جاتے اور
جن لوگوں سے اس معاملہ میں اجازت منقول ہے
وہ امام احمد ہیں۔ (ت)

ثالثاً (امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں) امام واقدی کو جمہور اہل اثر نے چنین و چنان کہا
جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور، لاجرم تقریب میں کہا: متروک مع سعة علمہ (علمی وسعت
کے باوجود متروک ہے۔ ت) اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک اُن کی توثیق ہی راجح ہے کما افادہ الامام المحقق
فی فتح القدیر (جیسا کہ امام محقق نے فتح القدیر میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت) بالانہم یہ جرح شدید ماننے والے

عبد حیث قال فی باب الماء الذی یجوز بہ
الوضوء عن الواقدی قال کانت بئر بضاعة
جہاں انہوں نے باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء
میں واقدی سے نقل کیا کہ بضاعة (باقی برصغر آئندہ)

۱ میزان الاعتدال نمبر ۵۷، ترجمہ محمد بن السائب الکلبی مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۵۵۸/۲
۲ عیون الاثر ذکر الاجوبہ عماری بہ مطبوعہ دار الحضارة بیروت ۲۳/۱
۳ تقریب التہذیب ترجمہ محمد بن عمر بن واقد الاسلمی مطبوعہ دار نشر لکنت الاسلامیہ گوجرانوالہ ص ۱۲-۳۱۲
۴ فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء مطبوعہ مکتبہ نور بدین کھر ۶۹/۱

بھی انہیں سیر و مغازی و اخبار کا امام مانتے اور سلفاً و خلفاً ان کی روایات پر سیر میں ذکر کرتے ہیں کھانا یخفی علی من طالع کتب القوم (بسیا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس نے قوم کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ ت) میزان میں ہے :
 کان الی حفظہ المنتہی فی الاخبار و السیر و یہ اخبار و احوال ، علم سیر و مغازی ، حوادث زمانہ
 المغازی و الحوادث و ایام الناس و الفقه اور اس کی تاریخ اور علم فقہ وغیرہ کے انتہائی ماہر
 وغیر ذلک۔ اور حافظ ہیں۔ (ت)

رابعاً ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا دوی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 اشیاء موضوعۃ (انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے موضوع روایات نقل
 کی ہیں۔ ت) حافظ الشان نے تقریب میں کہا متروک۔ باوصف اس کے جب انہیں ہلال نے انس رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعثت مذکورہ درج موضوعات کیا اس
 پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکور افادہ دہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے سو اسے طعن ہلال کے
 باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں امام احمد کا طریق معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تسامح فرماتے ہیں اور یہ بھی افادہ
 نعم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا کہ متروک ایسا شدید الضعیف ہے جس کے بعد بس متم بالوضع و وضاع ہی
 کا درجہ ہے اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ وہ امام الشان ہی کے ہلال کو متروک کہا خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعیف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

طریقاً للماء الی البساتین و هذا تقوم به الحجۃ
 عندنا و اوثقنا الواقعی ، اما عند المخالف
 فلا لتضعیفہ ایہ اھ و قال فی فصل فی الآثار
 قال فی الامام جمع شیخنا ابوالفتح الحافظ فی
 اول کتابہ المغازی و السیر من ضعفہ و
 من وثقہ و رجحہ توثیقہ و ذکر الاجوبۃ
 عما قیل فیہ اھ ۱۲ منہ (ھ)
 یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)
 کے کنویں سے باغوں کو پانی دیا جانا تھا ہمارے نزدیک
 حجت کے لیے یہی کافی ہے کیونکہ ہم نے واقعہ کی
 توثیق کر دی ہے باقی مخالف کے نزدیک حجت نہیں
 کیونکہ وہ اس کی تضعیف کا قائل ہے اھ اور
 ”فصل فی الآثار“ میں کہا کہ امام۔ کہ بارے میں ہمارے
 شیخ ابوالفتح حافظ نے اپنی پہلی کتاب المغازی و السیر
 میں ان روایات کو جمع کیا ہے جن کی توثیق کی گئی
 یا ان کو ضعیف کہا گیا اور ان کی توثیق کو ترجیح دیتے ہوئے ان پر وارد شدہ اعتراضات کے جوابات بھی ذکر کیے اھ ۱۲ منہ (ت)

بتایا خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دربارہ فضائل مستحق تساہل رکھا اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو جب تک سرحد کذب و وضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابلِ نرمی و گورائی ہے واللہ المجتہد السامع۔

خامساً اور نینے وضو کے بعد اِنَّا اَنْزَلْنَا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پر ہے، سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا، امام جلیل ابواللیث سمرقندی نے اپنے مقاصد میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا، امام الشان سے اس بارہ میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعافت پر عمل روا ہے۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں :

قد سئل شيخنا حافظ عصره قاضي القضاة شهاب الدين المعروف ابن حجر رحمه الله تعالى عن ان روايات كذا في الحديث ضعيف والعلما يتساهلون في ذكر الحديث الضعيف والعمل به في فضائل الاعمال ولم يثبت منها شيء عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لا من قوله ولا من فعله اه

ہمارے شیخ حافظ العصر قاضی القضاة شہاب الدین المعروف ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان روایات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہ جواب ارشاد فرمایا کہ وہ احادیث جن کو امام ابواللیث رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے نفع مٹا فرمائے "نے ذکر کیا ہے وہ ضعیف ہیں اور علما حدیث ضعیف کے ذکر کرنے اور فضائل اعمال میں اس پر عمل کرنے میں نرمی برتتے ہیں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ان کے متعلق کوئی قول و عمل ثابت نہ ہوا (ت)

سادساً یہ حدیث کہ چاند گوارہ میں عرب کے چاند نجم کے سورج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا، انگشت مبارک سے جگر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا کہ یہی نے دلائل النبوة، امام ابو عثمان اسمعیل بن عبد الرحمن صابونی نے کتاب المائتین، خطیب نے تاریخ بغداد، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی اس کا مدار احمد بن ابراہیم حلیہ شدید الضعف پر ہے، میزان میں ہے امام ابو حاتم نے کہا: احادیث باطلہ تدلہ علی کذبہ (اس کی احادیث باطلہ اس کے کذب پر دال ہیں۔ ت) باوجود اس کے امام صابونی نے فرمایا: ہذا حدیث غریب الاسناد

حلیہ المحلی شرح نیتہ لمصلی

میزان الاعتدال ترجمہ ۲۸۴ احمد بن ابراہیم حلیہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان ۸۱/۸

والمتمن ذھونی المعجزات حسن (اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب با اینہم معجزات میں حسن ہے) اُن کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ، امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً حدیث الدیک الابيض صديق وصديق صديق وعد وعد والله وكان رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بیٹہ معہ فی البیت (مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ، اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُسے شب کو مکانِ خوابگاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے) کہ ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا: باسناد قیسا کذاب (اس کی سند میں کذاب ہے) باوصف اس کے فرمایا، فیندب لنا فعل ذلك تأسیباً بکہ حدیث میں ایسا وارو ہوا تو ہمیں باقتدائے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنی خوابگاہ میں ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجئے بکثرت لیجئے و هذا الاخیار قد بلغ الغایة و فیما ذکرنا کفایة لاهل الدرایة (یہ آخری انتہا پر ہے اور جو کچھ ہم نے ذکر کر دیا وہ اہل فہم کے لیے کافی ہے۔ ت)

ثامناً احادیث ودلائل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی الطلاق کے شاہدِ عدل ہیں خصوصاً حدیث وان كان الذي حدثه به كاذباً (اگرچہ جس نے اسے بیان کیا کاذب ہو۔ ت) ظاہر ہے کہ احتمالِ صدق و نفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل تو فرق زائل بالجلد ہی قضیہ ویل ہے اور یہی کلام و عمل قوم سے مستفاد مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے فقہ تلمیذہ السخاوی وقال سعتہ مراراً يقول ذلك (اسے ان کے شاگرد امام سخاوی نے نقل کیا اور کہا کہ میں نے ان سے یہ کئی مرتبہ کہتے سنا ہے۔ ت)

اقول (بحث قبول شدید الضعف) یہاں شدت ضعف سے مراد ہیں حافظ بے نقل مختلف آئی، شامی نے فرمایا طحاوی نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا،

- عہ فی مستحبات الوضوء ۱۲ منہ (د) شامی نے مستحبات الوضوء میں فرمایا ۱۲ منہ (ت)
لحم المواہب الدنیۃ بحوالہ کتاب المائتین حدیث غریب الاسناد المتن، المکتب الاسلامی بیروت ۱۵۴/۱
لحم کتاب الموضوعات لابن الجوزی باب فی الدیک الابيض دار الفکر بیروت ۴/۳
لحم تیسیر شرح جامع صغیر للمناوی، حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲
لحم التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشافعی ریاض سعودیہ ۱۵/۲

شديد الضعف هو الذى لا يخلو طريق من طريقه
عن كذاب او متهم بالكذب ^{عليه}
يهاں صرف انھیں دو کوشدت ضعف میں رکھا امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا حافظ نے فرمایا :
ان يكون الضعف غير شديد فيخرج من الفرد
من الكذابين والمتهمين بالكذب ومن فحش
غلطه ^ت
وہ ضعف شدید نہ ہو پس اس سے وہ نکل گیا جو کذاب
اور متهم بالکذب میں منفسرد ہو یا جو فحش الغلط
ہو۔ (ت)

یہاں ان دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا فیسم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں لفظ نقل کیا :
ان يكون الضعف غير شديد كحديث من الفرد من
الكذابين والمتهمين ومن فحش غلطه ^ت
یہ میں ضعف شدید نہ ہو مثلاً اس شخص کی حدیث جو کذابین اور
متهمین سے ہو یا وہ فحش الغلط ہو۔ (ت)

عس وهكذا عزابعض العصريين وهو المولوى
عبد الحى النكتوى في ظفر الاماني الى التدریب و
انقول البديع حيث قال الشرط للعمل بالحدیث
الضعیف ثلاث شروط علی ما ذكره السيوطی فی شرح
تقریب النووی والسخاوی فی القول البديع فی
الصلاة علی الجيب الشفيع وغيرهما الاول عدم
شدة ضعفه بحيث لا يخلو طريق من طريقه من
كذاب او متهم بالكذب الخ اقول لكن ستمعك
نصي التدریب والقول البديع فيظهر لك ان
وقم ههنا في النقل عنهما تقصير شنيع
فليتبهم ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (هـ)

معاصرین میں سے مولوی عبد الحی النکتوی نے ظفر الامانی میں
"التدریب" اور "القول البديع" کی طرف ایسے ہی
مشوب کیا انہوں نے کہا کہ ضعیف حدیث پر عمل
کی میں شرطیں ہیں جیسا کہ نووی نے "شرح تقریب النووی"
اور سخاوی نے "القول البديع فی الصلاة علی الجيب
الشفيع" میں اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی ذکر
کیا پہلی شرط یہ ہے کہ اس کا ضعف شدید نہ ہو بایں طرز اس کے
تمام طرق کذاب اور متهم بالکذب سے خالی نہ ہوں الخ
اقول ابھی بعد میں ہم آپ کو ان دونوں کتابوں کی
عبارت سنائیں گے جس سے آپ کو معلوم ہو جائیگا
کہ اس نقل میں ان دونوں سے انتہائی کوتاہی سرزد
ہوئی ہے وغور کرنا چاہئے۔ ۱۲ من رضى الله تعالى عنه (ات)

۱/ ۹۵
۱/ ۲۹۸
۱/ ۴۳

۱۔ رد المحتار مستجابات الوضوء مطبوعہ مصطفیٰ اہلبائی مصر
۲۔ تدریب الراوی شرح تقریب النووی دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور
۳۔ فیسم الریاض شرح الشفاء مکتبہ الکتاب مطبوعہ دار الفکر بیروت

یہاں کاف نے زیادت تو مسیح کا پتا دیا، تحدید اول پر امر سہل و قریب ہے کہ ایک جماعت علماء حدیث کذا بین و متہین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انہیں خارج کر سکتے ہیں مگر ثانی تصریحات و معاملات جنہور و علماء و خود امام اثنان سے بعید اور ثالث بظاہرہ البعد ہے ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں محمل رکھا مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل ہم افادات سابقہ میں مہربن کر آئے ہیں کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہرگز نہ ضعف شدید سے پاک و منزہ ہیں ان پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے ظن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب نہ ضعف شدید و الحمد للہ العلی المجید "هذا" (اسے یاد رکھو۔ ت) و رأیتی کتبت ہہنا علی ہامش فتح المغیث، کلاماً متعلق بالمقام اجبت ایرادہ اتماً ما للہرام، فذکرت اولاً ما عن الشامی عن الطحاوی عن ابن حجر ثم ایدتہ باطلاق العلما، ثم اوردت ما عن النسیم عن السخاوی عن الحافظ ثم قلت ما نصہ۔

سے پھر وہ نقل کروں گا جو نسیم نے سخاوی سے انہوں نے حافظ سے نقل کیا۔ پھر میرا قول یہ ہے،

اقول جیسا کہ تمہیں معلوم ہے یہ بات علامہ

نوروی کے نقل کردہ تمام علماء کے اطلاق اور خود شیخ الاسلام سے امام طحاوی کی تحریر نقل کردہ تعریف کے خلاف ہے۔ لیکن شیخ الاسلام کی دونوں کلاموں میں مخالفت کو ختم کرنے کی وجہ مجھ پر ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ کہ یہاں انہوں نے راوی کے تفرد کی بات کی ہے اور پہلے انہوں نے کہا ہے کہ طرق میں سے کوئی طریق بھی (کذاب و متہم سے) خالی نہ ہو، پس حاصل یہ ہوا کہ کذب و تہمت کے بغیر شدید ضعف ہو تو ان کے ہاں تفرد کی صورت میں فضائل میں قابل قبول نہیں، لیکن جب وہ کثرت طرق سے مروی ہو تو اس صورت میں وہ شدید ضعف سے خفیف ضعف کے درجہ میں

اقول و ہذا کما تری مخالف لاطلاق

ما مر عن النوروی عن العلما، قاطبة، ولتحدید ما مر عن الطحاوی عن شیخ الاسلام نفسه لکن ینظر فی دفع التخالف عن کلامی شیخ الاسلام بانہ ہہنا ذکر التفرد و فیما سبق قال "لا یخلو طریق من طرقہ، فیکون الحاصل ان شدید الضعف بغیر الکذب والہمة لا یقبل عنده فی الفضائل حین التفرد، اما اذا کثرت طرقہ فتح یبلغ درجۃ یسیر الضعف فی خصوص قبولہ فی الفضائل، بخلاف شدید الضعف بالکذب والہمة فانه وان کثر طرقہ التي لا تفوقہ بان لا یخلو

شئ منها عن كذاب او متهم لا يبلغ تلك الدرجة، ولا يعمل به في الفضائل، وهذا هو الذي يعطيه كلام السخاوی فیما مر حث جعل قبول ما فيه ضعف شديد مطلقا ولو بغير كذب في باب الفضائل موقوفا على كثرة الطرق، لكنه يخالفه في خصلة واحدة، وهو حكمه بالقبول بكثرة الطرق في الضعف بالكذب ايضا كما تقدم، وهو كما ترى مخالف لصريح ما نقل عن شيخ الاسلام وعلى كل فلم يرتفع مخالفة نقل شيخ الاسلام عن العلماء جميعا لنقل الامام النووي عنهم كافة، فانهم لم يشروطوا للقبول في الفضائل في شديد الضعف كثرة الطرق ولا غيرها سوى ان لا يكون موضوعا، فصريح ما يعطيه كلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق او فحش غلط، مثلا وان تفرد وله يكثر طرقه، فافهم، وتأمل؛ فان المقام مقام خفاء وزلل، والله المستول لكشف الحجاب، وابانة الصواب اليس المرجع واليه المآب اه، ما اردت نقله مما علقته على الها مش.

آجائیگی پس اب وہ صرف فضائل میں مقبول ہو جائیگی اس کے برخلاف جو کذب اور تمسک کی وجہ سے شدید ضعف والی ہو تو بیشمار کثرت طرق کے باوجود وہ مقبولیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی اور نہ ہی فضائل میں قابل عمل ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے ہر طریق میں کوئی نہ کوئی کذاب اور متهم ضرور ہوتا ہے۔ یہی بات علامہ سخاوی کے گزشتہ کلام سے حاصل ہوتی ہے جہاں انہوں نے شدید ضعف والی حدیث کے فضائل میں مقبول ہونے کو کثرت طرق پر موقوف کیا و یاں شدت ضعف مطلق مراد ہے خواہ وہ کذب کے علاوہ ہی ہو، لیکن یہ بات ان کو ایک جگہ آرے آئے گی۔ جہاں انہوں نے ضعف بالکذب پر بھی کثرت طرق کی بنا پر مقبول ہونے کا حکم کیا ہے جیسا کہ گزرا ہے حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ بات شیخ الاسلام سے نقل کردہ کے صراحت خلاف ہے، بہر صورت شیخ الاسلام کا تمام علماء سے نقل کردہ موقف اور امام نووی کا نقل کردہ انہی تمام علماء کا موقف مختلف ہے یہ اختلاف مرتفع نہیں ہو سکتا، کیونکہ علماء نے فضائل میں شدید ضعف والی حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق وغیرہ کی شرط نہیں لگائی صرف یہ کہا ہے کہ وہ موضوع نہ ہو، ان کے کلام کا صریح ما حاصل یہ ہے

کہ مثلاً فسق یا فحش غلطی کی بنا پر جس حدیث کا ضعف شدید ہو خواہ اس کا راوی متفرد ہی کیوں نہ ہو اور اس حدیث کے طرق کثیر بھی نہ ہوں تب بھی یہ حدیث (فضائل میں) مقبول ہے، غور و تأمل کرو، کیونکہ یہ مقام خفی ہے اور غلط فہمی پیدا کر سکتا ہے، پر دوں کو کھولنے اور درستی کو ظاہر کرنے کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اسی کی طرف لوٹنا ہے اور وہی جائے پناہ ہے۔ فتح المغیث کے حاشیہ میں سے جو میں نقل کرنا چاہتا تھا وہ ختم ہوا۔ (نت)

اگر اعتراض کے طور پر قریہ کے کہ امام شیخ الاسلام

فان قلت هذا قيد ترايد افاده

کے بیان میں ایک زائد قید ہے جس پر علماء کے اطلاق کو محمول کیا جاسکتا ہے اس سے دو نقل کردہ کلاموں میں اختلاف ختم ہو سکتا ہے قلت (تو میں جواباً کہتا ہوں) ہاں اگر علماء کے ذکر کردہ پر کوئی دلیل نہ ہو تب بھی ان کے کلام کو اس قید سے خاص کرنا ممکن نہیں کیونکہ یہ ان کا کلام ہی نہیں ہے بلکہ وہ شدید ضعف پا کر بھی قبول کرنے پر عمل پیرا ہیں جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ (شدید ضعیف حدیث کو قبول کرنے کے لیے کثرت طرق) کی قید نہ لگانا دلیل کے زیادہ موافق اور قوا اسد شرح جلیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حتیٰ کا علم اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے۔ (ت)

امام فلیحمل اطلاقاتہم علیہ دفعاً
للتخالف بین النقلین قلت نعم
لوکانت ما ذکرنا من الدلیل علیہ
لا یلائم سر بیان التخصیص الیہ ، و کیف
نصہ بہا نشاهدہم یفعلون یرون مشددة
الضعف ثم یقبلون ، وبالجملة فالاطلاق هو
الادفوق بالدلیل والاصح بقواعد الشرع الجلیل
فتودان یکون علیہ التعلیل والعلم بالحق
عند الملک الجلیل۔

شرح جلیل کے زیادہ مناسب ہے، ہماری خواہش ہے کہ یہی قابل اعتماد ہو اور حتیٰ کا علم اللہ جل جلالہ کے ہاں ہے۔ (ت)

فائدة جلیلة (فائدة جلیلة)

فی احکام انواع الضعیف والجبارضعفها، هذا
الذی اشرت الیه من کلام السخاوی المار المستقدر
هو قوله مع متنه فی بیان الحسن ، ان
یکن ضعف الحدیث لکذب او شذوذ بان
خالف من هو احفظ او اکثر او قوی الضعف لغيرها
فلم یجب له لو کثرت طرقه لکن بکثرة طرقه یرتقی
عن مرتبة المردود المنکراتی مرتبة الضعیف
الذی یجوز العمل به فی الفصائل و ربما
تکون تلك الطرق الواهية بمنزلة الطریق
التي فیها ضعف یسیر یحدث لو فرض مجئ
ذک الحدیث باسناد فیہ ضعف یسیر کان مرقعاً
بهائی مرتبة الحسن لغيره مخلصاً۔

فائدة جلیلة (ضعیف حدیثوں کے احکام اقسام اور
انکی کمی کو پورا کرنے کے بیان میں) امام سخاوی کے جس گزشتہ کلام
کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے وہ بمع تن، حدیث حسن کے
بارے میں ہے کہ حدیث کا ضعف کذب یا شذوذ
یعنی وہ حدیث احفظ راوی یا کثیر رواۃ کی روایت کے
خلاف ہو، یا یہ ضعف قوی ہو جو ان دو مذکورہ (کذب
اور شذوذ) کے علاوہ کسی اور وجہ سے پیدا ہوا ہو،
یہ ضعف کثرت طرق سے بھی ختم نہیں ہو سکتا، لیکن
کثرت طرق کی بنا پر یہ حدیث مردود منکر کے مرتبہ سے ترقی
کر کے ایسے ضعف کے مرتبہ پر پہنچ جاتی ہے جس سے
فصائل میں عمل کے لیے مقبول ہو جاتی ہے اور کبھی
ایسا بھی ہوتا ہے کہ حدیث کے متعدد کمزور طرق ایک

معمولی کمزور طریقہ جیسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ حدیث کسی معمولی ضعف والی سند کے ساتھ مروی فرض کر لی جائے تو یہ درجہ حسن لغیرہ پر فائز ہو جاتی ہے، مخلصاً - (ت)

ورأيتني علقته عليه ههنا ما نصه
اقول حاصل ما تقررو وتحرر ههنا مع
نزيادات نفيسة منا ان الموضوع لا يصلح
لشيء أصلاً ولا يلتزم جرحه أبداً ولو كثرت
طرقه ما كثرت، فان زيادة الشرح لا يزيد
الشيء إلا شراً، وإيضاح الموضوع كالمعدوم و
المعدوم لا يقوى ولا يتقوى، ومنه عند جمع
منهم شيخ الاسلام ما جاء برواية الكذاين
وعند آخرين منهم خاتم الحفاظ ما اتي من
طريق المتهمين، وسواء السخاوي
بشديد الضعف الأتي لذهابنا إلى أن الموضوع
لا يثبت إلا بالقرائن المقررة ان تفرد به
كذاب او وضاع كما نص عليه في هذا الكتاب،
وهو عندى مذهب قوى اقرب إلى الصواب،
أما الضعف بغير الكذب والتهمة من ضعف
مشديد مخرج له عن خيز لا اعتبار كفحش
غلط الراوى فهذا العمل به في الفضائل على
ما يعطيه كلام عامة العلماء وهو لا يعد
بقضية الدليل والقواعد، لا عند شيخ
الاسلام على إحدى الروايات عنه ومن
تبعه كالسخاوي إلا اذا كثرت طرقه الساوقة
عن درجة الاعتبار فح يكون مجموعها
كطريق واحد صالح له فيعمل بها في الفضائل

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس کے اس مقام
پر حاشیہ لکھا ہے جو یہ ہے اقول ہماری زائد اباحت
کے ساتھ جو یہاں ثابت اور واضح ہو چکا ہے اس کا
حاصل یہ ہے کہ موضوع حدیث کسی طرح کارآمد نہیں ہے
اور کثرت طرق کے باوجود اس کا عیب ختم نہیں ہو سکتا
کیونکہ شرکی زیادتی سے شرمزید بڑھتا ہے، نیز موضوع
معدوم چیز کی طرح ہے اور معدوم چیز نہ قوی ہو سکتی
ہے اور نہ قوی بنائی جاسکتی ہے، موضوع کی ایک قسم
وہ ہے جس کو ایک جماعت نے، جن میں شیخ الاسلام
بھی ہیں نے بیان کیا ہے، وہ یہ کہ جس کو کذاب لوگ
روایت کریں، اور ایک دوسری جماعت جس میں سے
”خاتم الحفاظ“ بھی ہیں نے بیان کیا ہے کہ ”موضوع“
وہ ہے جس کو متمم یا کذاب روایت کریں۔ امام سخاوی
نے ان دونوں بیان کردہ قسموں کو ”شديد الضعف“
کے مساوی قرار دیا ہے، جس کو عنقریب بیان کرینگے،
امام سخاوی کا خیال ہے کہ موضوع کی پہچان مقررہ قرآن ہی
سے ہوتی ہے جیسا کہ روایت کرنے والا کذاب یا
وضاع اس روایت میں متفرد ہو، جیسا کہ امام سخاوی
نے اس کتاب میں بیان کیا ہے میرے نزدیک یہی
موقف قوی اور اقرب الی الصواب ہے، مگر کذاب اور
تمت کذب کے بغیر کوئی بھی شدید ضعف جس کی بنا پر
حدیث درجہ اعتبار سے خارج ہو جاتی ہے مثلاً راوی
کی انتہائی غش غلطی ہو، ضعیف کی یہ قسم فضائل میں

کار آمد ہو سکتی ہے جیسا کہ عام علماء کے کلام سے حاصل ہے اور یہی موقف دلیل و قواعد سے مطابقت رکھتا ہے۔ مگر شیخ الاسلام سے ایک روایت میں اور امام سخاوی کی طرح ان کے پیروکار حضرات کے ہاں یہ قسم فضائل میں معتبر نہیں ہے تا وقتیکہ اس کے کمزور طرق کثیر نہ ہوں اور یہ طرق کثیر ہوں تو ان سب کے مجموعہ کو وہ ایک طریقہ صالحہ کے مساوی قرار دے کر فضائل میں قابل عمل قرار دیتے ہیں، تاہم اس قسم کی ضعیف حدیث کو احکام کے لیے حجت قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ہی یہ درجہ حسن لغیرہ کو پاسکتی ہے۔ ہاں اگر ان متعدد طرق کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے صالح طریق سے اس کی کمزوری اُل ہو جائے تو اور بات ہے، کیونکہ کمزور متعدد طرق اور ایک صالح طریق کی بنا پر وہ حدیث دو ایسی ضعیف

ولكن لا يحتج بها في الاحكام ولا تبلغ بذلك درجة الحسن لغيره الا اذا انجبرت مع ذلك بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع ذلك يكون كحديثين ضعيفين صالحين ماضدين فتح ترتقى الى الحسن لغير فتصير حجة في الاحكام، اما مطلقا على ما هو ظاهر كلام المصنف اعنى العراقى او بشرط تعدد الجارات الصالحات البالغة مع هذه الطرق القاصرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد حد الكثرة في الصوالح على ما فهمه سخاوى من كلام النووي وغيره الواقع فيه لفظ الكثرة مع نزاع لنا فيه مؤيد بكلام شيخ الاسلام في النزاهة والنخبة الكفيتين

ان کے الفاظ یہ ہیں، جب راوی سوہر حفظ کا متابع معتبر راوی بن جائے جو اس سے اوپر ہو یا اس کی مثل اس سے کم نہ ہو اور اسی طرح وہ مختلط جو امتیاز نہیں کرتا، مستور، استاد مثل اور اسی طرح مدرس جبکہ محذوف مذکور نہ پہچانتا ہو تو ان کی حدیث حسن ہو جائے گی ہاں لذاۃ نہیں بلکہ باعتبار المجموع ہوگی کیونکہ ہر ایک ان میں سے (یعنی سوہر حفظ اور مختلط جن کا ذکر ہوا الخ) برابر احتمال رکھتا ہے کہ اس کی حدیث صحیح ہو یا غیر صحیح، پس جب معتبر راویوں میں کسی ایک کو موافق روایت آجائے تو مذکورہ دونوں احتمالات میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے گی اور (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ حیث قال متى توبع اليه الحفظ بمعتبر كان يكون فوقه او مثله لا دونه وكذا المختلط الذي لا يتميز والمستور والاسناد المثل كذا المدلس لم يعرف المحذوف منه صار حديثا حسنا لانه بل وصفه بذلك باعتبار المجموع لانه كل واحد منهم راى ممن ذكر من السني الحفظ والمختلط الخ باحتمال كون روايته صوابا او غير صواب على حد سواء فاذا جاءت من معتبرين رواية موافقة لاحدهم مرجح احد الجانبين من الاحتمالين المذكورين ودل ذلك على ان الحديث محفوظ

حدیثوں کی طرح بن جاتی جو آپس میں مل کر تقویت کا باعث بن جاتی ہیں اور وہ ضعیف حدیث "حسن لغیرہ" کے مرتبہ کو پہنچ کر احکام میں حجت بن جاتی ہے، اب یہ اختلاف اپنی جگہ پر ہے کہ صرف اسی قدر سے مقبول ہے جیسا کہ مصنف یعنی علامہ عراقی کے کلام سے عیاں ہے یا بشرطیکہ بمع متعدد صالح طرق جن کی بنا پر کمزوری زائل ہو سکے ان متعدد صالح وجوہ اور کمزور طرق، جو ایک صالح طریق کے مساوی ہیں، مل کر کثرت طرق صالحہ بن جاتے ہیں جیسا کہ امام بخاری نے امام نووی وغیرہ کے کلام سے سمجھا جن میں لفظ کثرت استعمال ہوا ہے، باوجودیکہ ہمارا اس میں اختلاف ہے جو کہ شیخ الاسلام کے اس کلام سے مؤید ہے

بوحدة الجابر مع جواز انتكون الكثرة في كلام النووي بمعنى مطلق التعدد، وهو لا وفق بما رأينا من صنيعهم في غير مقام والضعيف بالضعف ليسير اعني ما لم ينزله عن محل الاعتبار يعمل به في الفضائل وحده، وان لم ينجب فان انجب ولو بواحد صابر حسنا لغیره، و احتج به في الاحكام على تفصيل وصفنا لك في الجابر، فهذه هي انواع الضعيف، اما الذي لا نقص فيه عن درجة الصحيح الا القصور في ضبط الراوي غير بالغ الى درجة الغفلة فهو الحسن لذاته المحتج به وحده حتى في

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یہ بات دلالت کرتی ہے کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور درجہ توقف سے درجہ قبول پر فائز ہو گئی ہے لہذا واللہ اعلم، ذرا غور کرو متن میں محض ایک معتبر کے ساتھ اور شرح میں کئی افراد کے ساتھ موافقت روا پر اکتفا کیسے کیا اور اسے قبول کا درجہ دیا ہے اور یہاں قبول سے مراد احکام میں قبولیت مراد ہے کیونکہ انہوں نے حدیث ضعیف کو صالح لا اعتبار و الرد کہا ہے کیونکہ حدیث ضعیف فضائل میں قابل اجماع مقبول ہے، خواہ اس کے ساتھ کوئی دوسری روایت نہ ہو اور میرے لیے یہ ظاہر ہوا کہ وجہ ان دونوں عراقی اور شیخ الاسلام کے ساتھ ہے، اس بنا پر جو نزہتہ میں ان دونوں کی دلیل بیان کی گئی ہے یہ فتح المغیث پر میری تعلیق سے منقول ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د)

فارتقى من درجة التوقف الى درجة القبول والله اعلم اه وانظر كيف اجتزى في المتن بتوحيد معتبر وفي الشرح بافراد رواية وحكم بالامتناء الى درجة القبول وما المراد به ههنا الا القبول في الاحكام فانه جعل الضعيف صالحا لا اعتبار بالدرد مع انه مقبول في الفضائل بالاجماع ويظهر ان الوجه معهما اعني العراقي و شيخ الاسلام لما بين في النزهة من الدليل لهما منقول مما علقته على فتح المغیث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (د)

الاحکام ، و هذا اذا كان معه مثله ولو واحد ا
صار صحيحا لغيره او دونه مما يليه فلا الا
بكثرة انتهى ما كتبت بتلخيص -

سکتے ہیں کہ امام نووی کے کلام میں لفظ کثرت مطلق ، تعدد ہے اور یہی احتمال ان کی عادت کے زیادہ قریب ہے
جیسا کہ ہم نے متعدد جگہ یہ استعمال پایا ہے اور ضعیف کی ایسی قسم جس میں معمولی ضعف ہو یعنی جس سے حد اعتبار ساقط
نہ ہو یہ فضائل میں تنہا معتبر ہے خواہ کوئی مؤید بھی نہ ہو، اور اگر کوئی ایک ایسا مؤید پایا جائے جو اس کے ضعف کو زائل کر دے
تو یہ "حسن لغیرہ" بن جاتی ہے اور اس کو احکام میں حجت قرار دیا جائے گا جس کی تفصیل ہم نے کمزوری کو زائل کرنے والے
امور میں بیان کر دی ہے۔ یہ تمام ضعیف کی انواع ہیں۔ اگر صحیح حدیث کے شرائط میں ماسوائے ضبط راوی کی کمزوری کے
اور کوئی کمزوری نہ ہو تو یہ حدیث "حسن لذاتہ" ہوگی بشرطیکہ ضبط راوی کی یہ کمزوری غفلت کے درجہ تک نہ پہنچتی ہو، تو یہ
"حسن لذاتہ" واحد حدیث بھی احکام کے لیے حجت ہو سکتی ہے اگر حسن لذاتہ کے ساتھ اس کی ہم مثل ایک بھی مل جائے
تو یہ حدیث "صحیح لغیرہ" بن جاتی ہے اور اگر اس سے کم درجہ کی کوئی مؤید اس سے مل جائے تو "صحیح لغیرہ" نہ بنے گی
تا وقتیکہ اس سے کم درجہ کی متعدد روایات جمع نہ ہو جائیں میری لکھی ہوئی تعلیق ختم ہوئی، ملخصاً۔ (ت)

یہ چند جملے لوح و لپرتش کر لینے کے ہیں کہ یعونہ اللہ انہی تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں، و
بالحمد والتوفیق وله الحمد، الحمد لله القادر القوی علمه ما علمه وصلى الله تعالى على ناصر الضعيف و
اله وسلم، قبول ضعيف في فضائل الاعمال كالمسئلة جليله ابتداء مسودة فقير في صرف دو افادة مختصر في تين صفو
مقدار تحاب كه ماه مبارك ربيع الاول ١٣١٣ هـ في رساله بعونه تعالى لمبي في جھينا شروع ہوگيا اثنائے تبديض میں
بارگاہ مفیض علوم ونعم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بجز اللہ تعالیٰ نفاس جلیلہ کا اضافہ ہوا افادہ شانزدہم سے یہاں
تک آٹھ افادات نافہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القاء ہوئے قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے، امید کی جاتی
ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تسجیل جلیل و تفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے، مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ
خاص میں جدار رسالہ قرار دیئے جائیں اور لمجاظ تاریخ التھاد الکاف فی حکم الضعاف (ضعیف)
حدیثوں کے حکم میں کافی ہدایت۔ (ت) لقب پائیں وباللہ التوفیق وله المنۃ علی ما نرق من نعم تحقیق
ماکان لعشر معشر عشرہا نلیق والصلۃ والسلام علی الحبیب الکریم و آلہ وصحبہ ہدایۃ

عہ منقوص علی باللام سے بھی حذف یا فصیح کلام میں شایع و ذایع ہے یوم التلاق یوم التناد البکیر المتعال الی غیر ذلک
امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ (۴)

الطریق امین۔

افادہ ہست و چہارم (حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا خواہی خواہی مستلزم مطلق ضعف ہی نہیں پر جائے ضعف شدید) و باللہ استعین کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق بضعف شدید و رکن مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں ان میں حسن، صحیح، صالح، ضعیف، باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں، ہاں بوجہ اختلاط و عدم بیان کہ عادت جمہور محدثین ہے ہر حدیث میں احتمال ضعف قدیم لہذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین ان سے عقائد و احکام میں احتجاج نہیں پہنچتا۔ قول شاہ عبدالعزیز صاحب ایس احادیث قابل اعتماد نیستند کہ روایات عقیدہ یا عملی یا نہایت مسک کردہ شود (یہ احادیث قابل اعتماد نہیں ہیں کہ ان سے عقیدہ و عمل میں استدلال کیا جاسکے۔ ت) کے یہی معنی ہیں، نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی حدیثیں ہیں سب وہی ساقط ہیں یا موضوع و باطل اور اصلاً دربارہ فضائل بھی ایراد و استناد کے ناقابل کوئی ادنیٰ ذی فہم و تمیز بھی ایسا دعا نہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب فاضل، ہاں متکلمان طائفہ و بابیہ اپنی جہالتیں جس کے سرچا ہیں و تحریر۔

اولاً خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ و عمل کا انکار فرما رہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں، ہم افادہ ۲۲ میں روشن کر آئے کہ دربارہ فضائل کسی حدیث ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں، تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق!

ثانیاً تصانیف خطیب و ابونعیم بھی طبقہ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں:

از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیاء است
ان کی تصانیف میں سے حلیۃ الاولیاء ایسے
کہ نظیر آن در اسلام تصنیف نشدہ ہے
نوادرات میں سے ہے جس کی مثل اسلام میں آج تک
کوئی کتاب تصنیف نہ ہوئی (ت)

اسی میں ہے،
کتاب اقتضار العلم و العمل از تصانیف خطیب است
خطیب بغدادی کی کتب میں اقتضار العلم و العمل اپنے
بسیار خوب کتاب ہے است در باب خود
فہم میں بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ (ت)

۱۔ عمالہ نافعہ فصل اول بحث طبقہ رابعہ مطبع نور محمد کارخانہ حجازت کراچی ص ۵

۲۔ بستان المحدثین مع اردو ترجمہ مستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵

۳۔ " " " " " کتاب اقتضار العلم و العمل للخطیب " " " " " ۱۶۹

اُسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا۔

التصانیف المفيدة التي هي بضاعة المحدثين و
عسرتهم في فهمهم۔
فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت
محل تسک ہیں۔

پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے اُن تصانیف کی مدح جلیل نقل کی، سبحان اللہ کہاں شاہ صاحب کا یہ حسن اعتقاد
اور کہاں اُن کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر عمل و ناقابل استناد۔

ثالثاً جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ اللہ الباقیہ میں اس تقریر طبقات کے
موجہ اُسی حجۃ بالغہ میں اسی طبقہ رابع کی نسبت لکھتے ہیں،

اصلح هذه الطبقة ما كان ضعيفا محتملا۔
یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تروہ حدیثیں ہیں
جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعیف محتمل ادنیٰ انجبار سے خود احکام میں حجت ہو جاتی ہے اور فضائل میں تو بالا جماع تنہا ہی
مقبول و کافی ہے پھر یہ حکم بھی بلحاظ افراد ہوگا ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان ملیں گی اور عند تحقیق یہ
بھی باعتبار غالب ہے، ورنہ فی الواقع ان میں صحاح حسان سب کچھ ہیں کما استسمع بعونہ تعالیٰ (جیسے کہ تو
عنقریب مئے گا۔ ت۔)

رابعاً یہی شاہ صاحب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین میں لکھتے ہیں،

چوں زرت علم حدیث بطبقہ دلی و خطیب و ابن عساکر
رسید ایں عزیزاں دیدند کہ احادیث صحاح و حسان
را متقدّمین مضبوط کردہ اند پس مائل شدند بجمع احادیث
ضعیفہ و مقولہ کہ سلف آزادیدہ و دانستہ گزاشتہ
بودند و غرض ایشان ازیں بحث آن بود کہ بعد جمع حفاظ
محدثین در آن احادیث تامل کنند و موضوعات را
جب علم حدیث دلی، خطیب اور ابن عساکر کے طبقہ
تک پہنچا تو انہوں نے دیکھا کہ متقدّمین علماء نے ایسی
احادیث جو صحیح اور حسن تھیں کو محفوظ کر دیا ہے لہذا
انہوں نے ایسی احادیث جمع کیں جو ضعیفہ و مقولہ بند
تھیں جنہیں اسلاف نے عمدہ ترک کیا تھا ان کے جمع کرنے
سے غرض یہ تھی کہ حفاظ محدثین ان میں غور و تامل کر کے

عہ قسم دوم از فصل دوم در شبہات و راقان ۱۲ منہ
دوسری فصل کی قسم دوم جو کاتبین کے شبہات سے متعلق ہے اسکے
تحت اس کا بیان ہے (ت)

لہستان المحدثین مع اردو ترجمہ تاریخ بغداد و الخطیب
سے حجۃ اللہ الباقیہ باب طبقہ کتب حدیث، الطبقة الرابعة
مطبوعہ ریح ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۸
المکتبۃ السلفیہ لاہور ۱/۱۳۵

از حسن لغیر ہا ممتاز نمایند چنانکہ اصحاب مساند طرق
احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح و حسن و ضعیف از
یکدیگر ممتاز سازند ظن ہر دو فریق را خدا تعالیٰ محقق ساخت
بخاری و مسلم و ترمذی و حاکم تمیز احادیث و حکم بصحت و
حسن و متاخران یہ احادیث خطیب و طبقہ اول تصرف
نمودند ابن جوزی موضوعات را بجزد ساخت و سخاوی و
مقاصد حسنہ حسن لغیر ہا از ضعافات و مناکیر عمیر نمود
خطیب و طبقہ اول در مقدمات کتب خود بایں مقاصد
تصریح نموده اند جزا ہم اللہ تعالیٰ عن امة النبی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خیر اللہ ملتقطا۔
ان کے طبقہ کے لوگوں نے اپنی کتب کے مقدمات میں ان مقاصد کی تصریح کی ہے اللہ تعالیٰ ان تمام کو نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اہ ملتقطا۔ (ت)

دیکھو کسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقہ اولہ میں نہ صرف ضعیف بلکہ حسن بھی موجود ہیں اگرچہ لغیر ہا کہ وہ بھی
بلاشبہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل۔

خامساً انھیں شاہ صاحب نے اسی حجت میں سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی کو طبقہ ثانیہ اور مصنف عبد الرزاق
والبکر بن ابی شیبہ و تصانیف ابی داؤد و طایسی و سیہقی و طبرانی کو طبقہ ثالثہ اور کتب ابو نعیم کو طبقہ رابعہ میں
گنا، امام جلیل جلال سیوطی خطبہ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں :

رمزت للبخاری خ ولسلم وکلابن جبات
حب و للمحاکم فی المستدرک لک وللضیاء
فی المختارہ ض و جمیع ما فی ہذہ
الکتب الخمسة صحیحہ سوى ما فی المستدرک
من المتعقب فأئبه علیہ، ورمزت لابن داؤد د
فما سکت علیہ فهو صالح و ما بین ضعفہ
عہ فی الاصل الذی وقفت علیہ بین
لہ قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین قسم دوم از شبہات

وہ اصل کتاب جس پر میں نے واقفیت (باقی بر صفحہ آئندہ)

لقلته عنه ، وللمذیقات والنقل كلامه
على الحديث والنسائي ولا بن ماجه لا
ولا بن داود الطيالسي ط ولا احمد حم
ولعبد الرزاق ع وب لابن ابی شيبه ش
ولا بن يعلى ع وللطبرانی في الكبير طب و
الاوسط طس وفي الصغير طص ولا بن نعیم
في الحلیة حل وللبيهقي ق وله في شعب
الايمان هب وهذه فيها الصحيح والحسن
والضعيف فابینه غالباً اه مختصراً .

انہوں نے بیان کیا ہے میں نے اسے نقل کر دیا ہے ،
ت سے ترمذی میں ان کا حدیث پر تبصرہ بھی نقل کروں گا ،
ن سے نسائی ، و سے ابن ماجہ ، ط سے ابو داؤد طيالسی ،
حم سے احمد ، ع سے عبد الرزاق ، ش سے ابن ابی شیبہ ،
ع سے البرعلی ، طب سے طبرانی کی معجم کبیر ، طس سے
معجم اوسط ، طص سے معجم صغیر ، حل سے حلیہ ابو نعیم ،
ق سے سنن بیہقی ، هب سے شعب الایمان للبیہقی
مراد ہوگا ، ان تمام کتب میں احادیث صحیح بھی ہیں حسن
اور ضعیف بھی اور میں اکثر طور پر ان کے بارے میں
نشان دہی بھی کروں گا اھ مختصراً ۔ (ت)

دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ و رابعہ سب کو ایک ہی شق میں گنا اور سب پر یہی حکم
فرمایا کہ ان میں صحیح ، حسن ، ضعیف سب کچھ ہے ۔

سادساً خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی و تحفہ اثنا عشریہ وغیرہا میں جا مجب
احادیث طبقہ رابعہ سے بلکہ اُن سے بھی اتر کر استناد موجود ، اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا
نہ سمجھتے یا یہ سفہا ماحق تحریف معنوی کر کے احادیث طبقہ رابعہ کو مہمل و معطل ٹھہرانا اُن کے سر کیے دیتے ہیں ،
تمثیلاً چند نقول حاضر ، عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عاسل کی ہے اس میں لفظ فہما اور علیہ کے
درمیان ایک کلمہ ہے جو کتابت میں واضح نہیں تو میں
نے اس کی جگہ لفظ سکت لکھ دیا ہے اور چونکہ اس
سے آگاہ کرنا ضروری تھا تو میں نے آگاہ کر دیا ،
۱۲ منہ (ت)

لفظی فہما و علیہ کلمۃ لم تبین فی الکتاب
فکتبت مکانہا لفظ سکت اذ هو المراد واذ
کان لابد من التنبیہ نہت علیہ
۱۲ منہ (م)

ابو نعیم و دیلمی از ابوالدرداء روایت کرده اند کہ آنحضرت
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحہ کتاب
کفایت مے کند از انچہ بیچ چیز از قرآن کفایت نمیکند
الحديث۔

ابو نعیم اور دیلمی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے فرمایا جہاں قرآن کی دوسری سورۃ کافی نہ ہو وہاں
فاتحہ کافی ہے الحديث (ت)

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر و ابوشیخ و ابن مردودہ و دیلمی و غیر ہم سے مذکور ہیں یہیں ہے ،
ثعلبی از شعبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد او آمد
و شکایت درد گردہ کرد شعبی باو گفت کہ ترا لازم است
کہ اساس القرآن بخوانی و بر جانے درد دم کنی او گفت
کہ اساس القرآن چہیست شعبی گفت فاتحہ کتاب۔

ثعلبی نے شعبی سے روایت کیا کہ ایک آدمی نے شعبی کے
پاس آکر شکایت کی کہ مجھے درد گردہ ہے ، انہوں نے
فرمایا تو اساس القرآن پڑھ کر جائے درد پر دم کر ،
اس نے عرض کیا کہ اساس القرآن کہا ہے ؟ فرمایا
سورۃ الفاتحہ ۔ (ت)

عزیزی سورۃ بقرہ ذکر بعض خواص سورہ آیات میں ہے ،
ابن النجار و تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ

عنه و دریں روایات اقتران دارقطنی یا طبرانی یا
وکیع مخالفت را سودمند بد زیرا کہ ازیں چنانکہ احتمال
ایں معنی رو نمایند کہ اسناد یا ہنما مقرون بطبقہ ثلثہ
است بچنان ایں امر بر منقہ ثبوت نشیند کہ ہر احادیث
طبقہ رابعہ ساقط از درجہ اعتبار نیست باز احتمال
مذکور بملہ حلفہ روایات دیگر کہ تنہا از طبقہ رابعہ ست
ازل باشد زعم مخالفت را بیچ کن
باشد فافہم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

اور اس میں بعض روایات کے دارقطنی یا طبرانی یا وکیع
کے ساتھ اقتران سے مخالفت کو سودمند نہیں کیونکہ اس
طرح سے یہ معنی پیدا ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ اسناد سے
طبقہ ثلثہ سے مقرون ہیں اور اسی طرح یہ بھی ثابت ہے
کہ طبقہ رابعہ کی تمام احادیث درجہ اعتبار سے ساقط نہیں
پھر احتمال مذکور دیگر روایات کے ملاحظہ سے کہ جو صرف
طبقہ رابعہ سے ہیں یہ بھی زعم مخالفت کو زیادہ زائل کرنے
والا ہے ، مخالفت کا جو بھی زعم ہو ، اسے اچھی طرح
سمجھو ۱۲ منہ (ت)

کرتے ہیں کہ ایک حدیث میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنی جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص رات کو تینتیس آیات پڑھے گا اسے کوئی درندہ اور ڈاکو نقصان نہیں دے گا الحدیث اہ مختصراً۔ (ت)

کہ حدیثی از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شنیدہ بودم کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اندہر کہ در شب سی و سہ آیت بخواند اگر در آن شب درندہ و دزدے ایندازند آن حدیث اہ مختصراً۔

اسی میں ہے :

روى ابن جرير عن مجاهد قال سئل عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اولئك النصاري الحديث -

عزیزی آخر وائیل میں ہے :

حافظ خلیب بغدادی از جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت میکند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر بودیم ارشاد فرمود کہ حالاً شخصے نے آید کہ حق تعالیٰ بعد از من کے را بہتر از و پیدا نکرده است

ابن جریر نے مجاہد سے روایت کیا کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان نصاریٰ کے بارے میں سوال کیا الحدیث (ت)

حافظ خلیب بغدادی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ابھی ایک شخص آئے گا کہ میرے بعد اس سے بہتر

اس آیت کے تحت ہے ان الذين آمنوا والذين هادوا والذين هادوا والنصارى ۱۲ منہ (م)

شاہ صاحب نے عجائز نافعہ میں جہاں چار طبقات کا ذکر کیا ہے وہاں تفسیر ابن جریر کو بھی چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے جیسا کہ السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

علہ زیر آیت ان الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى ۱۲ منہ (م)

علہ شاہ صاحب در عجائز نافعہ جاتیکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر را از ہمیں طبقہ رابعہ شمرده است کما ذکرہ فی السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)

۱۔ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ خواص و فضائل سورۃ فاتحہ و سی و سہ آیت الخ مطبوعہ لال کنواں دہلی ص ۹۴
۲۔ تفسیر عزیزی سورۃ البقرۃ زیر آیت ان الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى ص ۲۷۱

شخص اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں فرمایا اس کی شفاعت روز قیامت اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی شفاعت کی طرح ہوگی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

و خفاعت اور روز قیامت مثل شفاعت پیغمبران باشد جابر گوید کہ مہلتے نگزشتہ بود کہ حضرت ابوبکر تشریف آوردند۔

تحفہ (اثنا عشریہ) میں ہے،

در روایات شیعہ و سنی صحیح و ثابت است کہ ایں امیر علیہ السلام جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق آمد و خود را برادر سرانے زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آورد و امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ را شفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا از خوشنود شد اما روایات اہل سنت پس در مدارج النبوة و کتاب الوفا و بہیقی و شرح مشکوٰۃ موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشتہ است کہ ابوبکر صدیق بعد ازیں قصہ بنحائے فاطمہ رفت و در گرمی آفتاب بر در با ستاد مذر خواہی کرد و حضرت زہرا از دراضی شد و در ریاض النضرہ نیز ایں قصہ بہ تفصیل مذکور است و در فصل الخطاب بروایت بہیقی از شعبی نیز ہمیں قصہ مروی است و ابن السمان در کتاب المواقفہ از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیرون آمد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر در فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در روز گرم آنکہ

شیعہ اور سنی دونوں کے ہاں روایات صحیحہ میں ثابت ہے کہ یہ معاملہ حضرت ابوبکر پر نہایت شاق گزرا، لہذا آپ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کے دروازے پر حاضر ہوئے اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفارشی بنایا تاکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو جائے، روایات اہل سنت مدارج النبوة، الوفا، بہیقی اور شرح مشکوٰۃ میں موجود ہیں بلکہ شرح مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر اس واقعہ کے بعد سیدہ فاطمہ الزہرا کے گھر کے باہر دھوپ میں کھڑے ہوئے اور معذرت کی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے راضی ہو گئیں۔ ریاض النضرہ میں بھی یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے اور فصل الخطاب میں بروایت بہیقی، شعبی بھی یہ ہی واقعہ منقول ہے اور ابن السمان نے المواقفہ میں اوزاعی سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گرمی کے وقت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر آئے الخ۔ (ت)

عہ در طعن سیزدہم از مطاعن طاعنہ بر حضرت افضل الصلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ (م)

طعون لوگوں کے ان اعتراضات میں سے تیرھویں طعن میں ہے جو انھوں نے افضل الصلین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیے ہیں ۱۲ منہ (ت)

ص ۳۰۶

مطبوعہ لال کنواں دہلی

آخر سورۃ ایل پارہ نم

ص ۲۷۸

مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

طعن سیزدہم از مطاعن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تحفہ اثنا عشریہ

سابعاً طرف تریہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ راہ بعد میں گنا حالانکہ بلاشبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح و حسان ہیں بلکہ اُس میں صد ہا حدیثیں بر شرط بخاری و مسلم صحیح ہیں قطع نظر اس کے تصنیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسناد ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ازالۃ الخفاء و قرۃ العینین میں تو مستدرک سے تودہ تودہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکور کما لا یخفی علی من طالعہما (جیسے کہ اس پر معنی نہیں جس کے ان دونوں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے) لطیف تریہ ہے کہ خود ہی یستان المحمّدین میں امام الشان ابو عبد اللہ ذہبی سے نقل فرماتے ہیں،

انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار بر بشرط این ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے ازینہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازین قبیل باشد، و بقدر ربع کتاب از آن جنس است کہ بظاہر اسناد او صحیح است لیکن بشرط این ہر دو نیست و بقدر ربع باقی و ابیات و مناکیر بلکہ بعضی موضوعات نیز ہست چنانکہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بتفخیص ذہبی است خبردار کردہ ام ہستی جو کہ تفخیص ذہبی سے مشہور ہے، میں اس بارے میں خبردار کیا ہے، انتہی (ت)

لفظ "بظاہر تودہ جو امام خاتم الحفاظ نے تدریب میں امام ذہبی سے نقل کیا ہے اس میں نہیں اس کے الفاظ یہ ہیں کہ اس میں بہت سی احادیث شیخین کی شرائط پر ہیں اور بہت سی ان دونوں میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، شاید اس کا مجموعہ تقریباً آدھی کتاب ہو اور اس میں چوتھائی ایسی احادیث ہیں جن کی سند صحیح ہے بعض ایسی ہیں جن میں کوئی شئی یا علت ہے اور جو بقیہ چوتھائی ہے وہ مناکیر یا و ابیات ہیں جو صحیح نہیں، اور بعض اس میں موضوعات بھی ہیں ۱۲ منہ (ت)

یستان المحمّدین مع اردو ترجمہ مستدرک میں احادیث موضوعہ کا اندراج مطبوعہ راج ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۳
تے تدریب الراوی عدد احادیث مسلم و تساہل الحاکم فی المسقط دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۰۶/۱

مستدرک جس میں تین ربع کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چہ جائے ضعف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا ادعا نہ کرے گا اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی اگر خود یا وقت فقہ رکھتا ہو آپ پر کئے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے بے اس کے حجت نہ سمجھ لے اب انصافیہ حکم نہ صرف کتب طبقہ راہجہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب پر ہے کہ جب منشا اختلاف صحیح و ضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آخر نہ دیکھ کہ ائمہ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و مسند امام احمد و سنن ابن ماجہ و مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ و مصنف عبد الرزاق و غیرہ سنن و مسانید کتب طبقہ ثانیہ و ثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی نقل امام الشان و علامہ قاری سے افادہ ۲۱ میں گزری، یونہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری و امام سخاوی نے تفصیل کی، امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ انہوں نے ان سب کتب کو ایک سبک میں منسک فرمایا اب شاید منکر کج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتماد کرے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض مہل و بیکار و اصلاً ناقابل استناد و اعتبار ہیں و لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم۔ بالجمہ حق یہ کہ مدار اسناد و نظرو انتقاد یا تحقیق نقاد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے فلاں میں نہ ہونے پر قلم ضراعت رقم جب اس عمل پر آیا فیض کرم و کرم قدم نے خوش فرمایا اس مقام و مرام طبقات حدیث کی تحقیق جزلی و تدقیق جمیل فقیر ذیل غفرلہ المولے الجلیل پر قائل ہوں گی کہ اگر یہاں ایراد کرتا اظنا بکلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

پرائسوں نے تنقید کی وہ ان سے بہت کم ہیں جن پر تنقید نہیں کی، اور کہا کہ اس میں تکلیف وہ امر یہ ہے کہ وہ غیر موضوع کو موضوع گمان کرتے ہیں یہ اس کا عکس ہے جو مستدرک حاکم کا ضرر ہے کیونکہ وہ غیر صحیح کو بھی صحیح گمان کرتے ہیں، کہا کہ ان دونوں کتابوں کی کاٹ چٹا ضروری ہے کیونکہ کلام ان دونوں میں تساہل کی وجہ سے ان نفع حاصل کرنے کو معدوم کر دیتا ہے مگر اس شخص کے لیے

ہم نے ان دونوں کی عبارتوں کو اپنے رسالہ مدارج طبقات

الحديث میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

ما لا ينقد قليل جدا قال وفيه من الضرر ان يظن ما ليس بموضوع موضوعا عكس الضرر يستدرك الحاكم فانه يظن ما ليس بصحيح صحيحا قال ويتعين الاعتناء بانتقاد الكتابين فان الكلام في تساهلها اعدام الانتفاع بهما الا لعالم بالفرن لانه ما من حديث الا ويمكن ان يكون قد وقع فيه تساهل ۱۲ منہ (م)

جو اس فن کا ماہر ہو، کیونکہ ان کی کوئی ایسی روایت نہیں ہوئی جس میں تساہل نہ ہو ۱۲ منہ (ت)

علاہ ذکرنا نصہما فی رسالتنا مدارج طبقات

الحديث ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

و الباعود مرام سامنے تھا لہذا اسے بوفیقہ تعالیٰ رسالہ مفردہ اور بلحاظ تاریخ صد ارجح طبقات الحديث لقب دیا واللہ العتہ فیما الیہم ولہ الحمد علی ما علمتم وصلى اللہ تعالیٰ علی سیتنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ وسلم۔

افادہ بست و پنجم (کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کو ہی مستلزم نہیں) اقول کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں و اقسام ہیں، ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صفائی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلا شبہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے جب تک صراحتاً نفی موضوعیت نہ کر دی ہو ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہو گا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے بہ نظر واقع عدم صحت بھی ثابت نہ ہو گا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسن و صحاح بھر دی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع لگا دیا ہے جسے ائمہ محققین و نقاد متقین نے بدلائل قاہرہ باطل کر دیا جس کا بیان مقدمہ ابن الصلاح و تقریب امام نووی و الفیہ امام عراقی و فتح المغیث امام سخاوی وغیرہ تصانیف علماء سے اجمالاً اور تقریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہی کی تعقیبات و لائی مصنوعہ و القول الحسن فی الذب عن السنن و امام الشان کے القول المسد فی الذب عن مسند احمد وغیرہ سے نہایت تفصیل واضح و روشن مطالبہ تدریب سے ظاہر کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار خود صحاح ستہ و مسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے، مسند امام احمد، صحیح بخاری، بروایت حماد بن شاکر، صحیح مسلم شریف، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، دوم وہ جن کا عہد الحمد شدی عربی رسالہ مختصر مجالہ باوصف و جازت فوائد فیسیہ پر مشتمل اس میں،

اولاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ الباعۃ کا کلام نقل کیا۔
ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام مظلم ہو کر بہت شبہات کا ازالہ ہو گیا۔
ثالثاً پھر بہت ابحاث رائقہ مؤلفہ ذاللقہ ایراد کی جن سے روشن ہو گیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع نہ ناقدہ کے کام کی نہ مقلدہ کو نافع۔

رابعاً اپنی طرف سے ایک عام و شامل تمام و کمال ضابطہ وضع کیا جس سے ہرگز نہ ناقدہ و غیر ناقدہ متوسط و عام ہر قسم کے آدمی کو حد استناد و طریق احتجاج واضح ہو گیا آخر میں اُسے کلمات علماء سے مؤید کیا اُس کے ضمن میں صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شمار اور نیز یہ کہ ائمہ و علماء میں کن کن کو دربارہ تصحیح احادیث تسامی اور کہیں درباب حکم وضع تشدید یا معاملہ بجرح رجال میں نعت تھا بیان کیا جو کچھ دعویٰ کیا ہے اُس کا روشن ثبوت دیا ہے واللہ الحمد ۱۲ منہ (م)

قصہ صرف ایراد موضوعات واقیہ نہیں بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق و تفتیح جیسے لالی امام سیوطی یا نظرد تنقید کے لیے اُن احادیث کا جمع کر دینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے انہیں کا ذیل اللہ لالی امام ممدوح خطبہ مضموعہ میں فرماتے ہیں،

ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کما نیہ علی ذلک الا ثمة الحفاظ و بال ما اختلج فی ضعیفی انتقاؤہ و انتقادہ فاورد الحدیث ثم اعقب بکلامہ ثم انکان متعقباً بنہت علیہ اھ ملخصاً۔

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ صحیح حدیثیں روایت کر دی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی مدت سے میرے دل میں تھا کہ اُس کا خلاصہ کروں اور اُس کے حکم پر کچھ تو اب میں حدیث ذکر کر کے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا پھر اس پر جو اعتراض ہو گا بتاؤں گا۔

اُسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں،

واذ قد اتینا علی جمیع ما فی کتابہ فنشروع الاکن فی التریادات علیہ فمنہا ما یقطع بوضعه و منها ما نص حافظ علی وضعه ولی فیہ نظر فاذکرہ لینظر فیہ۔

اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کر چکے تو اب اُس پر زیادتی شروع کریں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ جنہیں کسی حافظ نے موضوع کیا اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے تو میں اُسے نظر غور کے لیے ذکر کروں گا۔

پُر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تھا ایراد موضوع نہیں بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقط یا بطلان کیا نکلتا ہے مثلاً لا یصح (یریح نہیں - ت) یا "لہ ثبت" (یہ ثابت نہیں - ت) یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غایت درجہ ضعف معلوم ہوا، اور اگر "سفعہ" کی قبیہ زائد کر دی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہوا، و علی ہذا القیاس اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تفتیح رہے گا کمالاً بخفی شوکاقتی کی کتاب موضوعات مستحی بہ فوائد مجموعہ بھی اسی قسم ثانی کے ہے خود اُس نے خطبہ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہیں بلکہ ضعف بھی خفیف ہے بلکہ اصلاً ضعف نہیں حسن یا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اُس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے، عبارت اُس کی یہ ہے،

وقد اذكر ما لا يصح اطلاق اسوالموضوع عليه
بل غاية ما فيه انه ضعيف بمرّة وقد يكون
ضعيفا ضعفا خفيفا وقد يكون
اعلى من ذلك والحامل على ذكر ما كان هكذا
التنبية على انه قد عد ذلك بعض المصنفين
موضوعا كابن الجوزي فانه تساهل في
موضوعاته حتى ذكر فيها ما هو صحيح فضلا
عن الحسن فضلا عن الضعيف وقد تعقبه
السيوطي بما فيه كفاية وقد اشترت الى تعقباته

کبھی میں اس کتاب میں وہ احادیث ذکر کروں گا جن پر موضوع
کا اطلاق درست نہیں بلکہ وہ ضعیف ہوں گی اور بعض
کے ضعف میں بھی خفت ہوگی بلکہ بعض میں ضعف ہی
نہیں ان کے ذکر کا سبب یہ ہے تاکہ اس بات پر
تنبیہ کی جائے کہ بعض مصنفین نے انہیں موضوع
قرار دیا ہے جیسے ابن جوزی نے اپنی موضوعات
میں تساہل سے کام لیا ہے۔ حتیٰ کہ صحیح
روایات کو موضوعات میں ذکر کر دیا ہے جیسا کہ حسن اور ضعیف
امام سیوطی نے ان کا تعاقب کیا ہے، میں نے بھی ان کے
تعقبات کی طرف اشارہ کیا ہے (الحمد)

تو متکلمین طائفہ کا یہ سفیانہ زعم کہ حدیث تعبیل اہل بیت شوقانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں
کیوں ذکر کرتا، کیسی جہالت فاشہ ہے۔

تنبیہ ہر چند یہ افادہ ان گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا جن میں حضرات طائفہ کے زعم
موضوعیت کا ابطال ہوا مگر از انجا کہ ایسی کچھ بات سے تو ہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا لہذا ان افادات
کے ساتھ منسلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعف شدید کو بھی مستلزم نہیں جو ایک منسلک پر قبول فے
الفضائل میں مغل ہو بلکہ حقیقۃً نفس ذکر یہ ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح و حسان
ہم موجود ہیں کما تبین۔

لطیفہ اقول حضرات و بابیہ کے کچھ متکلم اگر موضوعات شوقانی کو موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب
کہ خود ان کے امام شوقانی کی سمجھ بھی ایسی ہی ناقص و رنکاتی تھی یہیں خطبہ موضوعات میں علمائے نافیان کذب کی دو قسمیں
کیں ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعف و کذا بین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل و میزان وغیرہما و قسم
جعلوا مصنفاتہم منحصۃ بالاحادیث الموضوعۃ دوسرے وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے
خاص کیں جیسے ابن جوزی و صفحانی وغیرہما اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا حالانکہ وہ ہرگز تصانیف
عہ افادہ ۲۴ میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت و سخاوی در مقاصد حسنہ حسان لغیرہا
از صفات و مناقیر تمیز نمود، یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ کتب موضوعات سے کتنے جدا ہیں ۱۲ منہ (م)

۱۔ الفوائد المجموعہ بخطہ الکتاب دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴
۲۔ قرۃ العین فی تفصیل الشیخین قسم دوم شہادت الخ مکتبہ سلفیہ لاہور ۲۸۲

مقصود ہر موضوعات سے نہیں بلکہ اُس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں عام ازیں کہ صحیح ہو یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہذا اُس میں بہت احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں: یہ صحیح بخاری میں ہے یہ صحیح مسلم کی ہے یہ صحیحین دونوں کے متفق علیہ ہے، پچھلے مانس نے اُس کے نام کو بھی خیال نہ کیا المقاصد الحسنہ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتملة علی الاصل (مقاصد حسنہ زبانوں پر دائر بہت سی مشہور حدیثوں کے بیان میں - ت) نہ اُسی کو آنکھ کھول کر دیکھا اس کے پچھلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث آية المنافق ثلاث متفق علیہ (منافی کی تین علامات ہیں، بخاری و مسلم - ت) وہیں ساتویں حدیث ہے حدیث ابدأ بنفسك مسلمہ فی الزکوۃ من صحیحہ (اپنے آپ سے ابتدا کرو، اسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں زکوۃ کے باب میں ذکر کیا ہے - ت)

طرف تریہ کہ انہیں میں تخریج الاحیاء للعراقی بھی گن دی سبحان اللہ کہاں تخریج احادیث کتاب کہاں تصنیف فی الموضوعات، اسی فہم پر ابو حنیفہ و شافعی سے دعویٰ مساوات و لاحول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم - نتیجۃ الافادات الحمد للہ کلام اپنے ذرۃ اعلیٰ کو پہنچا اور احقاق حق حدائق کو، ان چودہ افادوں نے ماہ شب چہارہ کی طرح روشن کر دیا کہ تفصیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق و عمل اہل علم سے متقوی نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف بضعیف خفیف اور فضائل اہمال میں باجماع علماء احمدین و فقہا مقبول و کافی اور ثبوت استجاب عمل کے لیے مفید و وافی ہیں منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ اُن کے ابطال و اہمال کے لیے تھیں بعونہ تعالیٰ اپنی سزائے کردار کو پہنچ گئیں والحمد للہ رب العالمین، اب پھر دست استعانت قائم توفیق کے ہاتھ میں دیکھو اور بعنایت الہی و اعانت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتنبی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزیلی کلام اور آخر میں ازالہ واز باقی بقیہ اوہام منکرین لیا م کیجئے وباللہ التوفیق -

اقادۃ بسبب و ششم (ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے) اقول بالفرض اگر ایسی جگہ ضعف سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابل اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی وہ علماء و صلحا کے تجربہ میں آپکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا، حاکم نے بطریق عمر بن مارون یعنی سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نماز فضلے حاجت کئے

لہ المقاصد الحسنہ	مقدمۃ الکتاب	مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت	ص ۴
۱۵ " " "	عرف الصمۃ	" " " "	ص ۶
۱۶ " " "	"	" " " "	ص

ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی جس کے آخر میں ہے :

ولا تعلموها السفها ، فانه يدعون بها
فیستجابون ۔
یوقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعے سے
جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی ۔

ائمہ جرح و تعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متهم بالکذب تک کہا ۔ امام احمد و
امام نسائی و امام ابوالعلی نیشاپوری نے فرمایا ، متروک الحدیث ہے ۔ امام علی بن مدینی و امام دارقطنی نے کہا : سخت
ضعیف ہے ۔ صالح جزره نے کہا : کذاب ہے ۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا ، محض لاشیء کذاب خبیث ہے ۔
(بالکل کوئی شے نہیں کذاب و خبیث ہے ۔ ت) کل ذلك في الميزان (یہ سب میزان میں ہے ۔ ت) لاجرم
حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا ، متروک و کان حافظاً (یہ متروک ہے اور حافظ تھا ۔ ت) ذہبی نے
میزان میں کہا :

كان من اوعية العلم على ضعفه ، وكثرة
مناكيره وما اظنه ممن يتعمد الباطل ۔
اس ضعف و کثرت مناکیر کے باوجود وہ علم کا ذخیرہ
تھا اور میں گمان نہیں کرتا کہ کوئی باطل کا ارادہ

تذکرۃ الحفاظ میں آخر کہا ، لا سبب فی ضعفه (اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں ۔ ت)
امام اجل ثقتہ حافظ عبد العظیم زکی منذری نے کتاب الترغیب میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کر کے عمر بن ہارون
کے متروک و متهم ہونے سے اسے معلول کیا ،
حيث قال قد تفرد به عمر بن هارون البلخي و
جہاں کہا کہ اس کے بیان کرنے میں عمر بن ہارون بلخی متفرد ہے

عنه في الترغيب في صلاة الحاجة ۱۲ من (د) ، (ترغیب میں نماز حاجت کے تحت اس کو بیان کیا ہے ۔ ت)

۴۲۸/۱	مطبوعہ مصطفیٰ البابي مصر	لہ الترغيب والترتيب في صلاة الحاجة الخ
۴۴۳/۴	مطبوعہ المكتبة الاسلاميه لصاحبها الحاج رياض الشيخ	نصب الراية الحديث الثاني والاربعون من كتاب الكراهية
۲۲۸/۳	مطبوعہ دار المعرفة بيروت	لہ میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳
۱۹۲ ص	مطبع فاروقی دہلی	لہ تقریب التہذیب حرف العين
۲۲۹/۳	مطبوعہ دار المعرفة بيروت	لہ میزان الاعتدال ترجمہ ۶۲۳ عمر بن ہارون
۳۱۲/۱	مطبوعہ دائرة المعارف النظامية جید آباد دکن	لہ تذکرۃ الحفاظ الطبقة السابعة

وهو متروك منهم اثني عليه ابن مهدي
وحده فيما علمه اه قلت بل اختلف الرواية
عن ابن مهدي ايضا فقال في الميزان قال

اور وہ متروک و منهم ہے میرے علم کے مطابق ابن مہدی
نے فقط اسے بہتر قرار دیا ہے اہ قلت (میں کہتا ہوں)
کہ ابن مہدی سے بھی روایت مختلف ہے، میزان میں ہے

عہ اقول هذا عجيب من مثل الحافظ مع
قول نفسه في خاتمة الكتاب ضعفه الجمهور
وثقة قتيبة وغيره اه في تذكرة الحفاظ عن الياسر
عن ابى غسان عن بهز بن اسد انه قال ارى يحيى
بن سعيد حسده قال وساق الخطيب باسناده
عن ابى عاصم انه ذكر عمر بن هارون فقال
عمر عندنا احسن اخذ الحديث من ابن المبارك
وقال المروزي سئل ابو عبد الله عن عمر بن
هارون فقال ما اقدرا ان اعلق عليه بشئ
كبت عنه كثيرا فقل له قد كانت له قصة
مع ابن مهدي فقال بلغني انه كان يحمل
عليه وقال احمد بن سيار كان كثيرا السماع
كان قتيبة يطريه ويوثقه ثم ذكر تكذيبه
وتركه وجرحه عن ابن معين واخرين ثم
قال قلت لابي ريب في ضعفه وكان لهما حافظا في
حروف القراءات مات سنة اربعين وتسعين
ثلث مائة اه ۱۲ منہ (مر)

اقول حافظ جیسے لوگوں پر تعجب ہے کہ خود
انہوں نے خاتمہ کتاب میں کہا کہ اسے جمهور نے ضعیف
کہا اور قتیبہ وغیرہ نے اسکی توثیق کی اہ اور تذکرۃ الحفاظ میں
از ابار از ابن غسان از بہز بن اسد ہے وہ کہتے ہیں
میں نے یحییٰ بن سعید کو دیکھا وہ ان پر حسد کرتے تھے کہا
اور خطیب اپنی سند سے ابو عاصم سے روایت کرتے ہیں
کہ انہوں نے عمر بن ہارون کا ذکر کیا تو کہا کہ عمر ہمارے
نزدیک حدیث اخذ کرنے میں ابی المبارک سے احسن ہے
اور مروزی نے کہا ابو عبد اللہ سے عمر بن ہارون کے متعلق
پوچھا گیا تو کہا میں ان کے بارے میں کوئی شئی کہنے کی
طاقت نہیں رکھتا میں نے ان سے بہت روایات
لکھی ہیں ان سے کہا گیا کہ ان کا ابن مہدی کے ساتھ
فلان معاملہ ہے، تو انہوں نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے
کہ وہ اس پر حملہ کرتا تھا، اور احمد بن سيار نے کہا
کہ وہ کثیر السماع تھا، قتیبہ اس کی تعریف و توثیق
کرتا تھا الخ، پھر اس کی تکذیب، ترک اور جرح
ابن معین وغیرہم سے ذکر کرنے کے بعد کہا میں کہتا ہوں
اس کے ضعف میں کوئی شک نہیں، اور وہ قراءات حروف میں امام و حافظ تھے ان کا د سال ۳۹۴ھ میں

ہوا ۱۲ منہ (ت)

بایقین موضوع کہنا ذکر کر کے فرماتے ہیں :

ومشی علی هذا فی المحتوی القدسی فانه ذکر
هذه الصلوة للحاجة علی هذا الوجود من الصلوة
المستحبة۔
حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کیلئے
اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر
فرمایا۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف
افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحت حدیث کو اس جو ان کی صحت کشف سے پہچانا یعنی جب اس کے کشف سے
معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا ٹھیک اُترا معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے
نقول دیکھ لیجئے کہ اس تقبیل ابہامین کے کتنے تجربے علما و صلحا سے منقول ہوئے ہیں لا جرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا
روی تجربة ذلك عن كثيرين (اس کا تجربہ بہت سے لوگوں سے روایت کیا گیا) تو عزیزو! اگر بغرض غلط
سند کسی قابل نہ سمجھتا ہم تجربہ علما کو سند کافی جانو۔

افادہ یست و یفتم (بالفرض اگر کتب حدیث میں اصلاً پتا نہ ہوتا تاہم ایسی حدیث کا بعض کلمات علما
میں بلا سند نہ کو رہونا ہی بس ہے) اقول بھلا یاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود
علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علما میں بلا سند نہ کو رہونا بھی سند کافی سمجھتے ہیں اگرچہ طبقہ رابعہ وغیرہ

عنه هو أخر حديث من باب الصلاة في الموضوعات
قال المخبر موضوع عمر بن هارون كذاب
قال خاتم الحفاظ عمرو روى له الترمذي
وابن ماجه وقال في البيزان كان من اوعية
العلم الى آخر ما نقلنا قال ووجدت
للحديث طريقا آخر فذكر ما اسند ابن عساكر
عن ابي هريرة رضى الله تعالى عنه نحوه و
سكت عليه خاتم الحفاظ والله تعالى اعلم
۱۲۴۰ م (م)
بنا کے باب میں موضوعات میں یہ آخری حدیث ہے تخریج
کرنے والے نے کہا یہ موضوع ہے عمر بن ہارون کذاب
ہے، خاتم الحفاظ نے کہا عمر سے ترمذی اور ابن ماجہ
نے روایت کی ہے، میزان میں "کان من اوعية العلم
الى آخر ما نقلنا" (وہ علم کا ذخیرہ تھا آخر
تک جو عبد اللہ نے نقل کیا) کہا اور کہا کہ اس حدیث کی ایک روایت بھی
میں نے دیکھی ہے پھر وہ سند ذکر کی جو ابن عساكر نے حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت کی ہے
اس پر خاتم الحفاظ نے سکوت کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم (۱۲۴۰ م)

کسی طبقہ حدیث میں اُس کا نام نہ نشان نہ ہو، حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور والا کو نہ اکر کے بابی انت و امی یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ کہہ کر حضور کے فضائل جلیلہ و شمائل جمیلہ عرض کرنا، یہ حدیث امام ابو محمد عبد اللہ بن علی نجفی اندلسی زشاطی نے کہ پانچویں صدی کے علماء سے تھے ۴۶۶ھ میں انتقال کیا اپنی کتاب اقتباس الانوار والتماس الانوار اور ابو عبد اللہ محمد محمد ابن الحجاج عبد ری کی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلاء سے تھے، ۴۷۳ھ میں وصال ہوا اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی دونوں نے محض بلا سند ائمہ کرام و علمائے اعلام نے اسے زائد اس کا پتا نہ پایا کتب حدیث میں اصلاً نشان نہ ملا مگر از انجا کہ مقام مقام فضائل تھا اسی قدر کو کافی سمجھا، ان نادانوں گندہ حواسوں فرق مراتب ناشناسوں کی طرح طبقہ رابع میں ہونا درکنار اصلاً کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی انہیں اُس کے ذکر و قبول سے مانع نہ آیا بلکہ اس سے استناد فرمایا علامہ ابوالعباس قصار نے اسے شرح قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور انہیں زشاطی کا حوالہ دیا، پھر امام علامہ احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بصیغہ جزم ذکر کی، اسی شرح قصار و مدخل کی سند دی، اسی مواہب شریف و نسیم الریاض علامہ شہاب خفاجی مصری و مدارج النبوة شیخ محقق عبدالحی محمد دہلوی وغیرہ میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ لا اقسام بهذا البلد وانت حل بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور اے محبوب! تو اس میں جلوہ افروز ہے۔ ت) جس میں رب العزت جل و علا نے شہر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسم یاد فرمائی ہے محل استناد میں ذکر کیا کہ قرآن عظیم نے حضور پر نور سیدہ المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جان پاک کی بھی قسم کھائی کہ لعنک انھم نفی سکوتھم یعمھون (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے شہر میں بہک رہے ہیں) اور حضور کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ لا اقسام بهذا البلد مگر اس قسم میں اُس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ہے جس طرح امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ، اللہ عز و جل کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاک پاکی قسم یاد فرمائی لا اقسام بهذا البلد ۵ نسیم کی دلکش عبارت یہ ہے :

عَلَمُ الْفَصْلِ الْاَوَّلِ مِنَ الْمَقْصِدِ الْعَاشِرِ ۱۲ مَن (م) دسویں مقصد کی پہلی فصل میں دیکھو۔ (ت)

عَلَمُ الْفَصْلِ الرَّابِعِ مِنَ الْبَابِ الْاَوَّلِ ۱۲ مَن (م) باب اول کی چوتھی فصل میں دیکھو۔ (ت)

نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمہ تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶/۱
 ۲/۹۰ ۳۵ القرآن ۱۵/۴۲ ۳۵ القرآن ۹۰/۱

قد قالوا ان هذا القسم ادخل في تعظيمه صلى الله تعالى عليه وسلم من القسم بذاته و بحياته كما اشار اليه عمر رضي الله تعالى عنه بقوله يا بني انت وامى يا رسول الله قد بلغت من الفضيلة عنده ان اقسم بتراب قدميك فقال لا اقسم بهذا البلد مبارك قدموں کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے : لا اقسم بهذا البلد (میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں) (ت) مواہب میں ہے :

على كل حال فهذا متضمن للقسم ببلد رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ولا يخفى ما فيه من زيادة التعظيم وقد روى ان عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه قال للتبى صلى الله تعالى عليه وسلم يا بني انت وامى يا رسول الله لقد بلغت من فضيلتك عند الله ان اقسم بحياتك دون ما ثرا ولا نباء ولقد بلغت من فضيلتك عند الله ان اقسم بتراب قدميك فقال لا اقسم بهذا البلد۔

ہر حال میں یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شہر کی قسم کو متضمن ہے اور اس قسم میں جو عظمت مرتبہ ہے وہ مخفی نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ کی ہی اس نے قسم اٹھائی ہے کہ دوسرا نبی، ان کی اور آپ کی عظمت مرتبت اس کے ہاں اتنی عظیم ہے کہ اس نے "لا اقسم بهذا البلد" کے ذریعے آپ کے مبارک قدموں کی خاک کی قسم اٹھائی ہے۔ (ت)

عنه المقصد السادس النوع الخامس لفصل الخامس ۱۲ منہ (م) دسویں مقصد کی نوع خامس سے پانچویں فصل دیکھو ۱۲ منہ (ت)

لے نسیم الریاض شرح شفا باب اول الفصل الرابع فی قسمه تعالیٰ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۹/۱
لے المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی الفصل الثانی من النوع الثانی مس الخ مطبوعہ عامرہ مصر ۲۰۰/۶

مدارج میں اسے نقل کر کے فرمایا،

یعنی سوگند خوردن بیلہ کہ عبارت است کہ از زینے کہ
پے سپر میکند، آنرا (پائے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم) سوگند بنجاگ پائے خوردن ست، و این
لفظ در ظاہر نظر سخت مے در آید، نسبت بجناب
عزت چوں گویند کہ سوگند میخورد بنجاگ پائے حضرت رستا
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف
پاک ست کہ عبارتے بران نہ، و تحقیق این سخن آنست
کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بجز
غیر ذات و صفات خود برائے اظہار شرف و فضیلت
و تمیز آن چیزست نزد مردم و نسبت بایشان بدانند
کہ آن امرے عظیم و شریف است نہ آنکہ اعظم است
نسبت بوائے تعالیٰ الخ

یعنی شہر کی قسم کھانے سے مراد یہی ہے کہ اس کے
خاک پاکی قسم اٹھائی ہے کیونکہ شہر سے مراد وہ زمین اور
جگہ ہے جہاں حضور پاؤں رکھ کر چلتے ہیں، بظاہر یہ
الفاظ سخت معلوم ہوتے ہیں کہ باری تعالیٰ حضور کے
خاک پاکی قسم اٹھائے، لیکن اگر اس کی حقیقت
کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی پوشیدگی و غبار نہیں
وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ جب اپنی ذات و صفات کے
علاوہ کسی شے کی قسم اٹھاتا ہے تو وہ اس لیے نہیں
ہوتی کہ وہ شے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ سے عظیم ہو بلکہ حکمت
یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کو وہ شرف و عظمت نصیب
ہو جائے جس کی وجہ سے عام لوگوں پر اس کا امتیاز قائم
ہو اور لوگ شگوش کریں کہ یہ شے نسبت دوسری چیزوں کے
نہایت عظیم ہے نہ کہ وہ معاذ اللہ نسبت اللہ تعالیٰ کے عظیم ہے

میں ایک اسی حدیث بے سند کو کیا ذکر کرتا کہ اس کی تفسیر کتب علماء میں موجود ہیں زیادہ جانے دیجئے
یہ کچھ زمانے کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسی کتب کی حدیثوں سے
سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقہ حدیث میں داخل نہ اُن میں سند کا نام و نشان، قرۃ العینین میں روایات
مذکورہ تاریخ یا فنی و روضۃ الاجاب و شواہد النبوة مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود،
مثلاً لکھا:

اما اتصاف شیخین بصفات کاملہ تبلیہ پس بطریق شیخین (صدیق و فاروق) صفات کاملہ مشہودہ

عہہ قسم اول باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ (م)

لے مدارج النبوة وصل مناقب جلیلہ مطبوعہ فوریر رضویہ سکھر ۶۵/۱

نوٹ: مدارج النبوة مطبوعہ فوریر رضویہ سکھر کے نسخہ میں شکیدہ عبارت نہیں ہے غور و فکر سے معلوم ہوتا ہے کہ
اتنی عبارت اس نسخے میں کسی وجہ سے رہ گئی اور اعلیٰ حضرت کی عبارت میں جو اضافہ ہے وہ درست ہے۔ تذاہر احمد سید
لے قرۃ العینین فی تفضیل شیخین اتصاف شیخین بصفات کاملہ الخ مطبوعہ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۹۲

بہتر از مال وے متصور نگردد زیرا کہ حضرت پیغامبر
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بدو چیز مشغول بودند یکے
تعلیم علم و فاروق اعظم مسائل را تفحص کرد و ترتیب
کتاب و سنت و اجماع و قیاس آورد و سد مدخل
تحریف نمود چنانکہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ فی
اعلم زمان خود است دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل اعباء
جہاد بر جہ نمود کہ خوب تر از ازاں صورت نگردد و قال
الیافی فی السنة الرابعة عشر ففتح دمشق
در روضۃ الاجاب مذکور است کہ در زمان خلافت وے
ہزار و سی و شش شہر با توابع و لواحق آں فتح شد
چہار ہزار مسجد ساختہ گشت و چہار ہزار کنیسیہ خراب گردید
و یک ہزار و نہ صد منبر بنا کردند اھہ بالالتقاط۔
روضۃ الاجاب میں ہے کہ فاروق اعظم کے (۱۰۴۶) شہر مع مضافات فتح ہوئے چار ہزار
(۴۰۰۰) مساجد کی تعمیر ہوئی، چار ہزار (۴۰۰۰) کنیسے تباہ کیے گئے، ایک ہزار نو سو (۱۹۰۰) منبر تیار ہوئے
اھہ بالالتقاط۔ دت۔

یونہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ایسے بہت اسناد ملیں گے اس کا
گفتا ہی کیا تھا مجھے تو یہاں یہ نص قاہر و باہر سنانا ہے کہ حدیث مذکور فاروقی باقی انت و امی یا رسول اللہ کا ایک
پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا اس پر امام خاتم الحفاظ
جلال الملہ والدین سیوطی نے مناہل العصفاء فی تخریج احادیث الشفا پھر اُن کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں

عہ احادیث الفصل السابع من الباب الاول ۱۲ منہ (د)

۱۳۰	ص	۱۳۱	ص	۱۳۲	ص	۱۳۳	ص	۱۳۴	ص	۱۳۵	ص	۱۳۶	ص	۱۳۷	ص	۱۳۸	ص	۱۳۹	ص	۱۴۰	ص
۱۳۰	ص	۱۳۱	ص	۱۳۲	ص	۱۳۳	ص	۱۳۴	ص	۱۳۵	ص	۱۳۶	ص	۱۳۷	ص	۱۳۸	ص	۱۳۹	ص	۱۴۰	ص
۱۳۰	ص	۱۳۱	ص	۱۳۲	ص	۱۳۳	ص	۱۳۴	ص	۱۳۵	ص	۱۳۶	ص	۱۳۷	ص	۱۳۸	ص	۱۳۹	ص	۱۴۰	ص

ارشاد کیا:

لم اجده فی شی من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس
الانوار وابن الحاج فی مدخله ذکرہ فی ضمن
حدیث طویل وکفی بذلك سند المثلہ فانہ لیس
بما يتعلق بالاحکام۔

میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی، مگر
صاحب اقتباس الانوار اور ابن الحاج نے مدخل
میں ایک حدیث طویل اسے ذکر کیا، ایسی حدیث کو
اتنی ہی سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو
متعلق نہیں۔ (ت)

فقیر بعون رب قذیر بل وعلاتزل پر تنزل کر کے روشن تر سے روشن تر کلام کرے مگر حضرات منکرین کی
آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادہ بشت و ششم (حدیث اگر موضوع بھی ہو تو تاہم اس نے فعل کی مانعت لازم نہیں) **اقول** اچھا
سب جانے دیجئے اپنی خاطر پورا تنزل لیجئے بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو تاہم موضوعیت حدیث عدم حدیث ہے
نہ حدیث عدم، اُس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا، اب اصل فعل کو
دیکھا جائے گا اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں ممنوع ہوگا ورنہ اباحت اصل پر رہے گا اور بہ نیت حسن و مستحسن
ہو جائے گا۔

کما هو شان المباحات جميعا كما نص عليه في
عنه قال في الاشباه من القاعدة الاولى اما
المباحات فانها تختلف صفتها باعتبار ما قصد
لاجله الا وعنها نقل في اوائل نكاح رد المحتار
وفيه ايضا من كتاب الاضحية في مسئلة
العقيقة وان قلنا انها مباحة لكن يقصد
الشكر تصير قربية فان النية تصير العادات
عبادات والمباحات طاعات اه وكلام الانموذج
مرتفي الافادة الحادية والعشرين ۱۲ منہ (م)

جیسا کہ تمام مباحات کا معاملہ ہے جیسا کہ اس پر اشباہ
اشباہ میں قاعدہ اولیٰ میں ہے کہ مباحات صفت کے
اختلاف سے مختلف ہو جاتے ہیں اس اعتبار کے ساتھ
جس کا ارادہ کیا گیا ہو الخ اس عبارت کو رد المحتار کی کتاب
النکاح کے اوائل میں نقل کیا گیا ہے، رد المحتار کی کتاب
الاضحية میں بھی عقیقہ کے مسئلہ کے متعلق ہے کہ ہم
کہتے ہیں یہ اگرچہ مباح ہے لیکن شکر کے ارادہ سے عبادت
بن جاتا ہے کیونکہ نیت عادت کو عبادت میں اور مباحات
کو عبادت و فرمانبرداری میں بدل دیتی ہے اھ اور
انموذج العلوم کا کلام اکیسویں افادہ میں گزر چکا ہے ۱۲ منہ (ت)

۱۔ نسیم الریاض شرح الشفاہ باب اول الفصل السابع فیما اُخبر اللہ تعالیٰ الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲۴۸/۱
۲۔ الاشباہ والنظائر بیان دخول النية فی العبادات الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۳۴/۱
۳۔ رد المحتار کتاب الاضحية دار احیاء العربی بیروت ۲۰۸/۵

الاشباه ورد المحتار وانموذج العلوم وغيرها و رد المحتار اور انموذج العلوم اور ان جیسی دیگر معتقد
من معتقدات الاسفار۔ کتب میں تصریح کی ہے (ت)

حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا موضوع خود باطل و مہمل و بے اثر ہے یا نہی و نعمت
کا پروانہ لاجرم علامہ سیدی احمد طحاوی مصری حاشیہ در مختار میں زیر قول رکنی دامام الموضع فلا يجوز العمل به
بحال فرماتے ہیں :

ای حیث کان مخالفا لقواعد الشريعة و اما لو كان
داخلا في أصل عام فلا مانع منه لا يجعله
حديثا بل لدخوله تحت الاصل العام۔
یعنی جس فعل کے بارہ میں حدیث موضوع وارد ہو اُسے
کرنا اُسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعد شرع
کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے
داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے مانعت نہیں ہو سکتی نہ اس لیے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لیے
کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے ۔

اقول فقد افاد مرحمه الله تعالى
بتعليه ان المراد جواز العمل بما في موضوع
لا لكونه في موضوع و سئلني عليك
تحقيق المقام بتوفيق الملك العلامة فانتظر۔
اقول سيد احمد طحاوی نے اس تعلیل کے ذریعے
یہ ضابطہ بیان فرمادیا کہ مراد یہ ہے کہ موضوع حدیث
میں مفہوم میں جو شرعی قاعدہ کے موافق ہے اس پر عمل
ہے نہ کہ موضوع حدیث پر عمل ہے (عنقریب ہم اللہ تعالیٰ کی
توفیق سے اس پر تفصیلی گفتگو کریں گے پس آپ انتظار کریں)۔
یہ تو تصریح کلی تھی اب جزئیات پر نظر کیجئے تو وہ بھی باعلیٰ نہ اشہادت جواز دے رہے ہیں جس کے کلمات علماء کرام
حشرنا اللہ تعالیٰ فی زمزمہ کی خدمت کی وہ جانتا ہے کہ ورود موضوعات و باطل اُن کے نزدیک موجب منع فعل
نہ تھا بلکہ باوصفت اظہار وضع بطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے یہاں بنظر اختصار چند امثلہ
پراقتصار ۔

(۱) امام سخاوی مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں :

حدیث لبس الخرقة الصوفية وكون الحسن
البصري لبسها من على قال ابن دحية و
خرقة پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری
قدس سرہ السری نے امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

وہمہ الکرم سے خرقہ پہنا امام ابن وجیہ امام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے، ایسا ہی ہمارے استاد امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس صورت معمولہ صوفیہ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت موسیٰ سے حدیث سننا بھی ثابت نہیں کرتے خرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ اُن سے پہلے ایک جماعت ائمہ محدثین ایسا ہی فرما چکی یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود پہنا پہنایا جیسے امام میاطی امام ذہبی امام شیخ الاسلام سیدنا ہشکری امام ابو حیان امام علاء الدین علائی امام مغلطائی امام عراقی امام ابن مطلق امام ابناسی امام برہان علی امام ابن ناصر الدین دمشقی یہ بآئینہ میں نے خود ایک جماعت عمدہ متصفین کو خرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا یہاں تک کہ خاص

کعبہ معتکہ کے سامنے پہنایا ذکر اولیائے کرام سے برکت لیتے اور حفاظ معتہدین کی پیروی کو جو اُسے ثابت کر گئے۔ (د ت) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، دیکھو یہ جماعت کثیرہ ائمہ دین و حملہ شرع مبین بآئینہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعث برکات مانتے۔

تبلیغ یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اُس میں معذور مگر حقیقی اثبات سماع ہے محققین نے اُسے بسند صحیح ثابت کیا امام خاتم الحفاظ جلال سیوطی نے خاص اس باب میں رسالہ اتحاف الفرقہ تألیف فرمایا اُس میں

ابن الصلاح حانہ باطل و کذا قال شیخنا، انہ لیس فی شئ من طرقہا ما یثبت و لہ یروى فی خبر صحیح و لا حسن و لا ضعیف ان التبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم البس الخرقۃ علی الصوۃ المتعارفۃ بین الصوفیۃ لاحد من اصحابہ و لا امر احدا من اصحابہ بفعل ذلك و کل ما یروی فی ذلك صریحاً باطل، ثم انت اثمة الحدیث لم یشہدوا للحسن من علی سماعاً فضلاً عن ان یلبسہ الخرقۃ و لم یتفرّد شیخنا بہذا بل سبقہ الیہ جماعۃ حتی من لبسہا و البسہا کالد میاطی و الذہبی و الہکاری و ابی حیان و العلانی و مغلطائی و العراقی و ابن الملقن و الابناسی و البرہان الحلبي و ابن ناصر الدین هذا مع الباسی یا ہالجماعۃ من اعیان المتصوفۃ امتثالاً لزامہم لی بذلک حتی تجاہ الکعبۃ المشرفۃ تبرکاً بذكر الصالحین واقفاء لمن اثبتہ من الحفاظ المعتمدین اھ بتلخیص۔

موت میں۔

اثبتہ جماعة وهو الراجع عندی لوجوه وقد
 دجحه ايضا لحافظ ضياء الدين المقدسى في
 المختارة وتبعه الحافظ ابن حجر في
 اطراف المختارة. ^۱لمختار صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشافعی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی (ت)
 حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے سماع ایک جماعت محدثین
 نے ثابت فرمایا اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے
 نزدیک راجح ہے اسی کو حافظ ضیاء الدین مقدسی نے
 پھر دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں، امام ابن حجر نے فرمایا، مسند ابی یعلیٰ میں ایک حدیث ہے کہ،

حدثنا جويرية بن اشرس قال اخبرنا عقبه
 بن ابی الصهباء الباهلی قال سمعت الحسن
 يقول سمعت عليا يقول قال رسول الله
 صلى الله تعالى عليه وسلم مثل امتي
 مثل المطر الحديث ^۲

ہمارے شیخ الشافعی محمد بن حسن بن صیرفی نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولیٰ علی سے سماع حاصل
 ہے اس کے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کہ ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحییٰ بن یحییٰ نے ثقہ کہا انتہی۔

اقول یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی و یقینی
 ہے جس کے بعد حصول سماع و لبس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں واللہ الحمد۔

(۲) علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں،

من شتم الورد ولم يصل على فقد جفا في هو باطل
 وكذب وكذا من شتم الورد الاحمر ^۳ فقد كبت
 في شان الصلوة على النبي صلى الله تعالى

یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا
 اُس نے مجھ پر ظلم کیا باطل و کذب ہے ایسی ہی
 وہ حدیث جو گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی (۱) میں نے

عن الفتی یتبہ علی ما یزید من عند نفسه
 فلعلها من الزيادة ۱۲ منہ (م)

لہ الحادی للفتاویٰ رسالہ اتحاف الفرقہ
 دار الفکر بیروت ۱۰۲/۲
 ۱۰۴/۲

عليه وسلم عند الطيب لشيخنا الشيخ
على المتقي قدس سره هل له اصل فكتب
الجواب عن شيخنا الشيخ ابن حجر قدس سره
او غيره بما نصه اما الصلاة على النبي صلى الله تعالى
عليه وسلم عند ذلك ونحوه فلا اصل لها ومع
في ذلك فلا كراهة عندنا اه ملخصا -

اس باب میں اپنے شیخ حضرت شیخ علی متقی مکی قدس سرہ الملکی
کو لکھا کہ خوشبو سونگتے وقت درود پاک کی کچھ اصل ہے
انہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ
یا کسی اور عالم کے حوالہ سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت
نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل
نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی
نہیں اھ ملخصاً -

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اُس وقت غافلانہ بے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہئے ارشاد فرماتے ہیں :
اما من استيقظ عند اخذ الطيب او شمه الى
ما كان عليه صلى الله تعالى عليه وسلم من
محبته للطيب واكثر منه فتذكر ذلك الخلق
العظيم فضلى عليه صلى الله تعالى عليه وسلم
حينئذ لما وقر في قلبه من جلالته واستحقاقه
على كل امته ان يلحظوه بعين نهاية الاجلال
عند رؤية شئ من آثاره او ما يدل عليها فهذا
لا كراهة في حقه فضلا عن الحرمة بل هو ات
بما فيه اكمل الثواب الجزيل والفضل الجميل
وقد استحبه العلماء لمن رأى شئاً من آثاره
صلى الله تعالى عليه وسلم ولا شك ان من
استحضر ما ذكرته عند شمه الطيب يكون
كالرأى لشئ من آثاره الشريفة في المعنى
فليس له الاكثار من الصلاة والسلام عيسى
صلى الله تعالى عليه وسلم اھ مختصراً -

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اُس وقت غافلانہ بے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہئے ارشاد فرماتے ہیں :
ہاں خوشبو لیتے یا سونگتے وقت متنبہ ہو کہ حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت
استعمال فرماتے تھے اس خلق عظیم کو یاد کر کے حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیجے کہ حضور کی
عظمت اور تمام احسان پر حضور کا یہ حق ہونا اُس کے دل
میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے
والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور
اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے
حق میں حرمت چھوڑ کر اہت کیسی، اس نے تو وہ کام کیا
جس پر ثواب کثیر و فضل جمیل پائے گا کہ زیارت
آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علما نے مستحب رکھا ہے
اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگتے وقت یہ تصور
کیا وہ گویا معنی بعض آثار شریفہ کی زیارت کر رہا ہے تو
اُسے اس وقت حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر
درود و سلام کی کثرت سنت ہے اھ مختصراً -

دیکھو یا آنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلاً سند نہیں پھر بھی علما نے جائز رکھا اور بہ نیت نیک باعث اجر عظیم و فضل کریم قرار دیا۔

(۳) فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث اویہ واذکار صبح و شام ہے :

یشہہا ما یتد اولہ السادۃ الصوفیۃ من قول لا الہ الا اللہ سبعین الف مرۃ یدکرون اللہ تعالیٰ یعتق بہا سرقۃ من قالہا واشتری بہا نفسہ من النار ویحافظون علیہا لا نفسہم ولمن مات من اہالیہم و اخوانہم وقد ذکرہا الامام الیافعی والعارف الکبیر المصنی الدین ابن العربی و اوصی بالمحافظۃ علیہا و ذکرہا انہ قد ورد فیہا خیر نبوی لکن قال بعض المشایخ لہ تود بہ السنۃ فیہا اعلم وقد وقفت علی صومرۃ سؤال للمحافظ ابن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن ہذا الحدیث و هو من قال لا الہ الا اللہ سبعین الف فقد اشتری نفسہ من اللہ و صورۃ جوابہ الحدیث المذکور لیس بصحیح ولا حسن ولا ضعیف بل ہو باطل موضوع اھ ہکذا قال النجم الغیطی و عقبہ بقولہ لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذلک اقتداء بالسادۃ و امتثالاً لقول من اوصی بہا و تبرکاً بافعالہم اھ ملخصاً

اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور ان کے افعال سے برکت لینا حاصل ہوا ہو مخلصاً۔

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ ذکر یا انصاری قدس سرہ اشرف کے تلمیذ اور حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے استاد

سلسلہ حدیث میں دیکھو انھوں نے امام ابن حجر کا وہ فتویٰ نقل کر کے حدیث کے باطل و موقوف ہونے کو برقرار رکھا پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور ان کے حکم کا اعتقاد اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو وباللہ التوفیق اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں:

بیاران و دوستان فرمایند کہ ہفتاد ہفتاد ہزار بار کلہ طیبہ
لا الہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجه محمد صادق و
روحانیت مرحومہ ہمشیرہ اوام کلثوم بخوانند و ثواب
ہفتاد ہزار بار بار بروحانیت یکے بخشنند و ہفتاد ہزار
دیگر بار بروحانیت دیگرے از دوستان دعا و فاتحہ
مستول است۔
دوست و احباب سے فرمایا کہ ستر ستر ہزار اکلہ طیبہ
لا الہ الا اللہ خواجه محمد صادق مرحوم کی روحانیت کے
واسطے اور ان کی ہمشیرہ ام کلثوم کی روح طیبہ کے واسطے
پڑھیں اور ستر ہزار ایک رُوح کو اور ستر ہزار دوسرے
کی رُوح کو ایصالِ ثواب کریں اور دوستوں سے دُعا
و فاتحہ کا سوال ہے (ت)

باقی اس باب میں مرقاة شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضرات اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھئے۔

(۴) مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الہی نے موضوعات کبیر میں فرمایا،

احادیث الذکوٰۃ علی اعضاء الوضوء کلہا باطلہ یعنی حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ دُعا پڑھو سبب موقوف ہیں۔

عہ شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاة سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرف یہ کہ وہابیہ نافرتہ و دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سیدنا طائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچتر ہزار بنایا شاید یہ دھوکا انھیں سوم کے چنوں سے لگا ہو۔ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں: حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں، حضرت جنید نے لاکھ یا پچتر ہزار کلمہ پڑھا تھا توں سمجھ کر بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے جی جی ہی میں اس کو بخش دیا بخشنے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان بے شائش ہے کہ اب والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا اس جوی کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اس کے مکاشفہ سے ہوگی اہ تبغیص ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

۱۔ مکتوبات امام ربانی مکتوب ۸ بمولانا برکی الزا اتحاد ایم سعید محمدی کراچی ۳۱/۲

۲۔ الاسرار المرفوعہ المعروف بالموضوعات الکبریٰ احادیث الذکوٰۃ علی اعضاء الوضوء دار الکتب العربیہ بیروت ص ۳۴۵

۳۔ تحذیر الناس خلاصہ دلائل دار الاشاعت کراچی ص ۴۴، ۴۵

بایںہم فرمایا،

ثم اعلم انه لا يلزم من كون اذكار الوضوء
غير ثابتة عنه صلى الله تعالى عليه وسلم
ان تكون مكروهة او بدعة مذمومة بل
انها مستحبة استحباب العلماء الاعلام و
المشايخ الكرام لمناسبة كل عضو بدعاء
يليق في المقام^۱

پھر یہ جان رکھ کہ ادعیۂ وضو کا حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ
مکروہ یا بدعت شنیعہ ہوں بلکہ مستحب ہیں علمائے عظام
و ادویائے کرام نے ہر عضو کے لائق دعا اس کی
مناسبت سے مستحب مانی ہے۔

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں اور
واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور ورود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتفاع سے
اس کا انتفاء لازم آئے گا لایحیی۔

تبلیغیہ اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل
فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت حکم کیا مگر عند التحقيق اس میں کلام ہے اس باب
میں ایک مفصل حدیث ابو حاتم اور ابن جہاں نے تلمیذین علی بن ابی حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی انصافاً غایت کی
ضعف ہے اور مقام مقام فضائل،

راجع الخلیفۃ شرح المنیۃ للامام ابن امیر الحاج
تجدد ما یرشدک الی الحق بسراج و ہاج ف
لیل داج۔

امام ابن امیر الحاج کی کتاب علیہ شرح منیۃ کا مطالعہ کرو
اس میں تو اندھیری رات میں روشن چراغ کے ساتھ
حق کو پالے گا۔ (ت)

(۵) سب سے طرف تریہ کہ حدیث مسلسل بالاضافہ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت
آب و خرما اپنے شیخ علامہ ابوطاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب
اور انھوں نے اپنے نواسے میاں اسحاق صاحب کو دی اُس کا مدار عبد اللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ
خود الفاظ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں بایںہم اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چا جائے ہیں ان کے
اسماء کرام سلسلہ سند سے ظاہر شیخ شیخنا فی الحدیث مولانا عابد سند مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ثبت حصار اشارہ
میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں،

یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اُس کے متهم بکذب و وضع ہونے کی تصریح فرمائی، امام سخاوی فرماتے ہیں اُس کا ذکر بے بیان موضوعیت روا نہیں مگر محدثین کثرت سے کلام اور مبالغہ آرائی کرتے رہے اور اُس پر وضع حدیث کا طعن کرتے رہے پھر بھی ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اس سے مسلسل برکت چاہتے رہے ہیں اہ

اقول یہ حدیث میں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دو طریق سے پہنچی، اول بطریق شیخ محقق مولانا

ہذا ایما تفردیہ عبد اللہ بن میمون القداح وصرح غیر واحد بانہ متهم بالكذب والوضع قال السخاوی لا یباح ذکرہ الامع ذکر وضعہ لکن المحدثین مع کثرة کلامہم فیہ ومبالغتہم فیہ ورمیہ بالوضع لا یزالون یدکرونہ یشہرونہ بالتسلل

عبد الحی محمد ثعلبی

اپنی سند سے امام ابو الخیر شمس الدین ابن جزری تک اپنی سند سے ابو الحسن الصقلی تک وہ اپنی سند سے قداح تک امام جعفر صادق سے وہ اپنے آباء و کرام سے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہم سے وہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ (د)

بسنده الى الامام ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن الجزری بسنده الى ابی الحسن الصقلی بطریقہ الى القداح عن الامام جعفر الصادق عن آباءہ الکرام عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

دوسری بطریق شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی

اپنی سند سے ابو الحسن تک وہ قداح تک وہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہم سے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

بسنده الى ابی الحسن الى القداح الى امیر المؤمنین عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

قداح رجال جامع ترمذی سے ہے مگر وہ کسی حد وضع تک فتنی نہیں تین طریق دوم میں مبالغات عظیمہ میں اس پر حکم بطلان نہیں شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اسی میں ہمارا کلام مگر طریق اول میں صرف اتنا ہے کہ وہ شخص جس نے کسی ایک مومن کی ضیافت کی گویا اس نے آدم کی ضیافت کی اور جس نے دو کی ضیافت کی اس نے آدم و حوا کی ضیافت کی جس نے تین مومنوں کی ضیافت کی گویا انس نے جبریل، میکائیل اور اسرافیل کی مہمان نوازی کی۔ (د)

من اضاف مؤمنًا فکانما اضاف آدم ومن اضاف اثنين فکانما اضاف آدم و حواء ومن اضاف ثلاثة فکانما اضاف جبرائیل و میکائیل و اسرافیل

لے ثبت حصر اشارو

لے کنز العمال کتاب الضیافت من قسم الافعال حدیث ۲۵۹۷۵ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۲۶۹/۹

اس میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی خواہی وضع پر شہادت دے ولہذا امام الجزری نے اسی قدر فرمایا کہ حدیث غریب لم یقع لنا بهذا الوجه الا بهذا الاسناد (یہ حدیث غریب ہے ہمیں اس طور پر صرف اسی سند کے ساتھ معلوم ہے۔ ت) ظاہر ہے کہ تفرہ متروک مستلزم وضع نہیں،

كما بيناه في الافادة التاسعة اما ما اعلمه الشيخ ابو محمد محمد بن الامير المالكى المصرى المدرس بالجامع الانهرى بعد ايواده في ثبته بالمتن الشافى المذكور فيس الاضافة الى تمام العشرة بذكر الملكة في الضيافة وهم لا ياكلون ولا يشربون قال فان صبح فهو خارج مخرج الفرض والتقدير اه كما انبأنا به في جملة مروياته شيخنا العلامة نرين الحرم السيد احمد بن نرين بن دحلان المكي عن الشيخ عثمان بن حسن الدمي عن مؤلفه الشيخ الامير المالكى فاقول ليس باعجب منا انبأنا السيد حسين بن صالح جمل الليل المكي عن الشيخ محمد عابد السند المدنى بسنده المشهور الى صحيح مسلم بسنده المعلوم الى ابى هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله عز وجل يقول يوم القيمة يا ابن آدم مرضت فلم تعدنى الحديث وفيه يا ابن آدم استطعمتك فلم تطعمنى قال يا رب كيف

جیسا کہ ہم نے اسے نویں افادہ میں بیان کر دیا ہے لیکن شیخ ابو محمد محمد بن امیر مالکی مصری جو جامع ازہر کے مدرس بھی ہیں انھوں نے اس کو اپنے ثبوت میں ثانی ذکر کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد جو علت بیان کی ہے اس متن میں ضیافت میں ذکر ملانے کے ساتھ دس مومنوں تک کا اضافہ ذکر ہے حالانکہ نہ وہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں فرمایا کہ اگر یہ روایت صحیح ہو تو یہ تمثیل بطور فرض و تقدیر ہے اور جیسا کہ اس کی خبر ہمیں ان کی جملہ مرویات میں ہمارے شیخ علامہ زین الحرم سید احمد بن نرین بن دحلان المکی نے شیخ عثمان بن حسین دمیاطی سے اس کے مؤلف شیخ امیر مالکی سے دی ہے فاقول یہ اس سے کوئی زیادہ عجیب نہیں جس کی خبر ہمیں سید حسین بن صالح جمل الليل المکی نے شیخ محمد عابد سندھی مدنی سے اپنی مشہور سند کے ساتھ دی جو کہ صحیح مسلم تک ہے وہ اپنی سند معلوم سے حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عز وجل قیامت کے روز فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو نے میری عیادت نہ کی الحمد للہ اور اسی میں ہے کہ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا

اطعمك وانت رب العالمين قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلات فلم تطعمه اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندی یا ابن آدم استسقیك فلم تسقني الحديث المعروف

تو نے مجھے نہیں کھلایا وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھلاتا حالانکہ تو تمام جہانوں کا رب ہے، فرمایا کیا تو نہیں جانتا تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا اور تو نے نہیں دیا تھا کیا تو نہیں جانتا کہ اگر تو اسے کھلا دیتا تو اسے آج میرے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو نے مجھے نہیں پلایا۔ حدیث معروف ہے۔ (ت)

ثُمَّ اقُولُ تَحْتِيقُ مَقَامُ يَهْ کہ عمل بموضوع و عمل بما فی موضوع میں زمین آسمان کا فرق ہے کما يظهر مما قد مناه في الافادة المحادية والعشرين (جیسا کہ ظاہر ہے اسے ہم اکیسویں فائدے میں بیان کر آئے ہیں۔ ت) ثانی مطلقاً ممنوع نہیں ورنہ ایجاب و تحریم کی باگ مفتریان بیباک کے باعث ہو جائے لاکھوں فعال مباح جن کے خصوص میں نصوص نہیں وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کر دیں حرام ہو جائے جس سے ترہیب میں گھڑ لیں وہ واجب ہو جائے کہ تقدیر اول پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع لطف یہ کہ اگر ترغیب و ترہیب دونوں میں بنا دیں تو فعل و ترک دونوں کی جان پر بنا دیں نہ کرتے بن پڑے نہ چھوڑتے فاعلم وافهم انکنت تفهم (جان لے سمجھ لے اگر تو سمجھ سکتا ہے۔ ت) اور اول میں بھی حقیقتہً محذور نفس فعل میں نہیں بلکہ نظر امثال واعتقاد ثبوت میں تو بفرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصل فعل سے، سفہائے و بابیہ ہمیشہ ذات و عارض میں فرق نہیں کرتے

ما علی مثلهم یعد الخطاء

افاده بسبب و نهم (اعمال مشایخ محتاج سند نہیں اعمال میں تصرف و ایجاد مشایخ کو ہمیشہ گنجائش) بالفرض کچھ نہ سہی تو اقل درجہ اس فعل کو اعمال مشایخ سے ایک عمل سمجھئے کہ بغرض روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوت حدیث کی کیا ضرورت، صیغۂ اعمال میں تصرف و استخراج مشایخ کو ہمیشہ گنجائش ہے ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعث نفع بندگان خدا ہوتے ہیں کوئی ذی عقل حدیث سے ان کی سند خاص نہیں مانگتا کتب ائمہ و علماء و مشایخ و اساتذہ شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صد ہا

باقول سے مالامال ہیں انھیں کیوں نہیں بدعت و ممنوع کہتے، خود شاہ ولی اللہ ہوامع میں لکھتے ہیں،

اجتہاد و اختراع اعمال تصرفیہ راہ کشادہ است مانند استخراج المہا نسخاے قراہ دین را این فقیر را معلوم شدہ است کہ در وقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نخستین و چشم را با آن نور و خشن و یانور را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکہ را قوت میدہد و احادیث نفس می نشانند اھ ملخصاً۔

اعمال تصرفیہ میں نئی نئی ایجاد کے لیے اجتہاد کا دروازہ کھولنا ایسے ہی ہے جیسے اطباء قراہ دین سے نسخوں کا استخراج کر لیتے ہیں اس فقیر کو معلوم ہے کہ اول صبح صادق سے سفیدی تک صبح کے مقابل بیٹھنا اور آنکھ کو اس کے نور و اجالے کی طرف لگانا اور میا نوسر کا لفظ بار بار ایک ہزار تک پڑھنا کیفیت ملکہ کو قوت دیتا ہے اور وسواس سے نجات دلانا ہے۔ اھ ملخصاً (ت)

اس میں ہے،

چند نوع کرامت از ہیج ولی الہا اشار اللہ منفک نمی شود از انجملہ فراست صادقہ و کشف و اشراق بر خواطر و از انجملہ ظہور تاثیر در دعا و رقبہ و اعمال تصرفیہ او تا عالم بغیض نفس او منتفع شود اھ ملقطاً

چند کرامات تو ایسی ہیں جو کسی ولی سے الہا اشار اللہ جُدا نہیں ہوتیں ان میں سے بعض یہ ہیں فراست صادقہ، کشف احوال، دلوں کے رازوں سے آگاہی اور ان میں سے دُعا و تقویٰ، دُم اور اعمال تصرفیہ میں برکت جیہاں تک کہ سارا جہان ان کے اس فیض سے مستفید ہوتا ہے اھ ملقطاً (ت)

عزیز و اعدا انصاف، ذرا شاہ ولی کے "قول الجمیل" کو دیکھو اور اُن کے والد و مشایخ وغیرہم کے اختراعی اعمال تماشا کرو، در دوسرے کے لیے تختہ پر ریتا بچھا تاکیل سے ابجد ہوز لکھنا، پچھپ کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پٹھونک پٹھونک کر گریں لگانا، اسمائے اصحاب کہف سے استعانت کرنا انھیں آگ، ٹوٹ، چوری سے امان سمجھنا، دیواروں پر اُن کے لکھنے کو آمد جن کی بندش جاننا، دفع جن کو چار کیلیں گوشہ ہائے مکان میں گاڑنا، عقیر کے لیے

علہ ہامعہ عاشرو از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ (م)
علہ ہامعہ خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہب
لما من لدنک ریحا طیبۃ الخ (م)

لے و ملہ ہوامع شاہ ولی اللہ

گلاب اور زعفران سے ہرن کی کھال لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا بار کرنا، استعاطِ حمل کو کسم کا رنگا گندا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گن کر لو گریں لگانا، دردِ زہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی باتیں ران میں باندھنا، فرزندِ زہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب و زعفران کا خیال، بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچیں لینا، اُن پر ٹھیک دوپہر کو قرآن پڑھنا، لڑکانہ بونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا، دفعِ نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کندل کے اندر چھری رکھنا، عائن و سحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈور لینا، اُس پر شہت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنی پڑھنا، قنطاریع النجاذ اجانے کون ہے اُسے ندا کرنا، چور کی پہچان کا عمل نکالنا، یہ لیس پڑھ کر لوٹا لکھنا، بخار کو عیسیٰ و موسیٰ و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تانبے کی تختی پر دو اسم کھدوانا، پھر تعین یہ کہ دن بھی خاص اتوار ہو اُس کی بھی پہلی ہی ساعت میں کار ہو۔ اُس کے سوا صد ہا باتیں ہیں ان میں کون سی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے، اسے یہ قرونِ ثلاثہ میں کب تھیں، اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں، شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد و فرزند ارجمند و اساتذہ و مشایخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے، یہ سب تو بے سند حلال و نفائس اعمال مگر اذان میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سُن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا اُس سے روشنی بصر کی اُمید رکھنا کہ اکابر سلف سے ماثور علما و صلحا کا دستور کتبِ فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ حرام و وبال و موجبِ ضلال، تو کیا بات ہے یہاں نامِ پاک حضور سیدہ المومنین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درمیان ہے لہذا وہ دلوں کی دبی آگ بجلیکے بدعتِ شعلہ فشاں ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من اندازِ قدرت رائے شناسم

یہ سب و رکنار شاہ صاحب اور ان کے اسلاف و اخلاف یہاں تک کہ میاں سمیع اللہ دہلوی تک نے امرِ اعظم دینِ تقرب رب الغلین یعنی راہِ سلوک میں صد ہائی باتیں نکالیں طرح طرح کے ایجاد و اختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف تصریحیں کیں کہ ان کا پتا سلفِ صالح میں نہیں خاص ایجادِ بدعتہ ہیں ہرگز نیک و خوب و خوش آئندہ ہیں محدثات کو ذریعہ وصول الی اللہ جاننا باعثِ ثواب تقرب رب الارباب مانا اس پر ان حضرات کو نہ کل بدعتہ ضلالہ (ہر بدعت گمراہی ہے۔ ت) کا کلیہ یاد آتا ہے نہ منِ احدیث فی امرنا مالیس منه (وہ شخص جس نے ہمارے دین میں کچھ ایجاب کیا جو دین میں سے نہ ہو۔ ت) یہاں فہو مرد (پس وہ مردود ہے۔ ت) کا خلعت پاتا ہے، مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری کہ صر

من کم آنچه من خواستم تو ممکن آنچه خواسته
(میں جو چاہوں گا کروں گا تو جو چاہے نہ کر)

ان امور کی قدر سے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ اشہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار^{۱۳} میں مذکور اور عدم ورود کو رد و عدم جاننے کا قلع کافی وقع وافی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقطع مہانی الفساد و کتاب لا جواب اذا حقه الاشامہ لمافی عمل المولد والقیام وغیرہما تصنیفات شریفہ و تالیفات نفیضہ اعلیٰ حضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدینیہ بقیۃ السلف المصلحین سیدی و والدی و مولای و مقصدی حضرت مولانا مولوی محمد تقی علی خاں صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و اجزل قرینہ منہ اور بقدر حاجت باجمال و وجازت رسالہ اقامۃ القیامہ علی طاعن القیامہ لنبی تہامہ و غیرہا رسائل و مسائل فقیر میں مسطور و الحمد للہ العزیز الغفور والصلوٰۃ والسلام علی السید النور و علی آلہ و صحبہ الی یوم النشور آمین۔

افادہ نسیم (ہم تو استیجاب ہی کہتے ہیں طرفیہ کہ وہابیہ جدیدہ کے طور پر تقبیل ابہامین خاص سنت ہے) **اقول** ہیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز و استیجاب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہ عز و جل باحسن وجہ نقش مراد کرسی نشین اور غرض تحقیق مستقر و یقین ہوا واللہ الحمد علی ما اولیٰ من نعم لا تحصى (اللہ ہی کے لیے تعریف جو غیر محدود نعمتوں کا مالک ہے۔ ت) مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا مستحب کیسا خاص سنت سنیہ بلند و بالا ہے اور اس کا منکر سنت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رد کرنے والا بات بظاہر بہت چونکنے کی ہے کہ کہاں و بائی کہاں یہ انکی مذہب بھڑکی خرابی مگر نہ جانا کہ توہب و اضطراب و تقلب و انقلاب دونوں ایک پستان سے دودھ پئے ہیں رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں

سے گریز نہ رود و برود باز آید

ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

(اگر دور کرے تو دور نہ ہوگا اور اگر چلا جائے تو واپس آجائے گا)

نجدی کے کلام سے تناقض جدا نہیں رہ سکتا

طائفہ جدید کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ ما امر اللہ بہ ان یوصل میں مسئلہ قبول ضعات فیما دون الاحکام کے اگرچہ کمال سلیم القلبی و بصیر العینی و عجیب و غریب معنی تراشے کہ جدت کی لہریں حدیث کے تماشے ایک ایک ادھر ہزار ہزار مکابر نے اپنی جانیں و ایں عقل و ہوش و چشم و گوش اپنے عدم ملکہ کو صدقے اتاریں خدا مان شرعیات چاکر ان ملت صالحہ تسمعو انتہم ولا اباؤکم (جو تم نے اور تمہاری

آبا و اجداد نے کبھی نہیں سُنیں۔ ت) پکاریں حضرت کی تمام سعی باطل تطویل لا طائل کا یہ حاصل ہے حاصل کرنا شاد علیہا کی یہ مراد کہ صرف وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہ رجب وغیرہ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نیکے جب کوئی خاص ثواب و فضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی پھر بشرط مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث و تسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہو جائے، حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب محض اختراع و خلاف اجماع ہے علمائے جتھے اعمال کو بہ نظر ورود احادیث مستحب مانا ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگی ہے دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ و ضو کو علامہ طحاوی نے کہہ دیا کہ حسن لغیرہ ہیں بس معلوم ہو گیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں آخر دیگر میں ایک ہی چاول دیکھتے ہیں یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال

علمہ اقوال قبول ضعیف کو کہا سب کا یہی مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بجلالیۃ الجملہ شب برات عیدین کے صدقہ میں کون سی فضیلت و ثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب مذکور نہیں فقط روح کا آنا اور جسم تناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے، ہاں اسلام ان کے آنے کا ہے یہ باب علم کا ہے نہ فضل عمل کا کیونکہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور اگر کوئی بیاس خاطر مؤلف عمل تسلیم بھی کر لے تو فقط عمل ہے نہ فضل عمل ہاں حدیث صوم و رجب و صلاۃ الا وایہن میں فضل عمل ہے احملہ قطعاً ۱۲ منہ (م)

علمہ انوار ساطعہ میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانچہ صلاۃ الا وایہن گردن کا مسح رجب کا روزہ اس پر کہا یہ ستر تپا غلط ہے کسی نے یہ نہ کہا محض ایجا و نا صواب ہے مستحب کا ثبوت صحیح یا حسن سے ہوتا ہے ضعاف کہ ان امور میں ہیں تعدد طرق سے حسن لغیرہ ہو گئے ہیں۔

قال فی الدر مختار رواہ ابن جبان وغیرہ
من طرق فی رد المحتار فارقی الی مرتبۃ الحسن
اقول لکن هذا اذا کان ضعفه لسوء ضبط
الراوی الصدوق الامین اولاً رسالہ او تدلیس
او جهالة الحال اما لو کان نفس الراوی او
کذبہ فلا انتہی۔ مطلقاً فس راوی یا کذب راوی کی وجہ سے ہو تو وہ ترقی نہ کرے گا انتہی۔ (ت)

پس جس قدر زلفا تر مؤلف نے لکھے اور جس قدر کتب فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں ۱۲ منہ (م)

متعلقہ بجوارح میں آئیں اور جو کچھ متعلق بجوارح نہیں وہ اگرچہ سیرہوں خواہ مؤاعظ خواہ معجزات خواہ فضائل صحابہ والہیت و سائر رجال جن میں قبول ضعاف کی علماء برابر تصریحیں فرماتے چلے آئے ہیں خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام و اخبار ہوا اگرچہ وہ نفیاً و اثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو یہ سب کا سب باب عقاید سے ہے جس میں ضعاف و رکناہ بخاری و مسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں جب تک متواتر و قطعی الدلالت نہ ہوں مثلاً یہ حدیث کہ رومی شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی اور صدقات چاہتی ہیں باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب صدقہ اگر ہو تو باب عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور نہ ہوتی خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں اُس میں صحاح احاد بھی بے اعتبار اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار، ہاں ثواب بھی مذکور ہو تو ضعاف قبول اور یہی مراد علماء مگر مستحب نہ ٹھہرے گا جب تک حسن لغیرہ نہ ہو شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹ تک ان محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احدث کیا ہے ان غرافات بے سرو پا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجئے جس نے افادات سابقہ میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تار و پود عنکبوت کو بعونہ تعالیٰ نیم جنبش نظر میں تار تار کر سکتا ہے معہذا ہم نے یہاں بھی تلخیص تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے اور مواقع مواخذات پر ہند سے لگا دیے غیرہ تو ان کا نہیں ان کی سمجھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہو گئی کہ اگر یہ نظر نقد و طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہئے فہما ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بعمل بجوارح بھی اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو احادیث مفید استنباط نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہو گا اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانئے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے خواہ اجماع علماء سے کہ ایسی جگہ ایسی حدیث معمول بہ خواہ قرآن عظیم و حدیث صحیح کیف و قدیل و حدیث صحیح ارتقاء شہادت و احادیث مذکورہ افادہ ۱۸ وغیرہ سے کہ قبول و عمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ علی صا جبہا افضل الصلاة و التیمۃ یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اُس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرعی صراحت و دلالت کسی

علم شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہا ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ عقائد کا ہے اس میں مشہور و متواتر صحاح کی حاجت ہے، یہ اعتقادات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا احاد بالاتفاق ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م) لمحہ برہین قاطعہ مطبع نے بلا ساڈھور ۱۹

طرح دال ہوا اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اُس کے جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اسی براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے :

”مولف اپنی خوبی فہم سے معنی قرون ثلاثہ میں نہ موجود ہونے کے یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے اُن قرون میں وجود خارجی نہ پایا اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیرہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کور علمی اور کج فہمی ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ جو شے وجود شرعی قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو وجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے۔ وجود شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدون شارع کے بتلانے کے معلوم نہ ہو سکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا خواہ صراحت ارشاد ہو یا اشارۃ و دلالت پس جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہو گیا وہ شے وجود شرعی میں آگئی اگرچہ اس کی جنس بھی خارج میں نہ آئی ہو پس جس کے جواز کا حکم کلیتہً ہو گیا وہ بکلیں جزئیات شرعی میں موجود ہو گیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہو گیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہو گیا پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ ہو جو خارجی اُن قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہو یا نہ ہو اہو وہ سنت ہے اور وہ وجود شرعی اُن قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں وجود خارجی ہو یا نہ ہو وہ سب بدعت ضلالہ ہے اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضرور ہے مولف اور اس کے اشیاء نے اُس کی ہوا گئی کہ مولف اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہانیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے اس جوہر کو اس کتاب میں ضرور رکھتا ہوں کہ موافقتین کو نفع اور مخالفین کو شاہد ہدایت ہو اور ملخصاً :

اقول ما شاء اللہ کیا چمکتا جو ہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدمی وہابیت اپنا جوہر کر گئی، نجدیت بیچاری کے دو رکن ہیں شرک و بدعت، رکن پسین پر قیامت گزر گئی، کبرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جے چستی یہی جس کا لقب بھرا اللہ اب آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کور علمی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا تا بعین نے نہ کیا فلاں صدی میں شائع ہوا فلاں شخص ہانی تھا تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ کہ انہوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ بہتر ہوتا تو وہی کر گزرتے فعل میں اتباع ہے ترک میں کیوں نہیں کرتے نیم شوخی میں ساری بکھر گئی صحابہ و تابعین نے ہزار نہ کیا ہو بلکہ اُس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو کچھ ضرر نہیں اشارۃ و دلالت جزئیہ کلیتہً کسی طرح ارشاد شارع سے جواز نکلے پھر سنت ماننے سے مفر نہیں ہے

طائفہ بھکر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں اللہ الحمد اسے ہیبت حق کہتے ہیں
 طرفہ یہ کہ اب قرون ثلاثہ کی وہ ہٹ گئے طائفہ کی پُرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہے ہو مہمل رہ گئی
 لفظ کا سوار پڑا کیجئے، معنی کی نیا اُس پار بہ گئی جب اُن میں وجود سے سود نہ عدم سے زیاں پھر اُن کا قدم
 لے براہین قاطعہ قرون ثلاثہ میں موجود ہونے نہ ہونے کے معنی مطبوعہ مطبع لے بلا سا واقع دھور ص ۲۹-۲۸

کیا درمیاں۔ خود کہتے ہو کہ وجود خارجی و کار نہیں اور وہ شرعی ہے ارشاد شارح محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی شریعت آنے لگی کہ ان کے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد شارح سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں وجود شرعی موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم و مفقود، پھر قرن دونوں سے کیا کام رہا، محض ارشاد اقدس میں کلام رہا یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو وہی فرض کریں گے یہی خاص مذہب مذہب ارباب حق ہے، صاف نہ کہ دو شرم نبائے کو اگلی رٹ کا ناجی ہوتے ہیں کہ اب تو جو کھنی تھی کہہ گئے ہم جانیں گے تم جنم کے ایسے ہی تھے چلوں نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے پسینہ پونچھے اپنی جبین سے

طرفہ تریہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنت، جس کا معدوم وہ سب بدعت ضلالت، اب تیسری شتی کی کون سی صورت تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے خصوصاً اباحت و استحباب و کراہت تنزیہ تین حکم شرع تو کافی ہو گئے، اساتذہ جہاں وہ نے سمجھائی تو اچھی کہ دونوں الجھ گئی سلجھائی لچھی اسی ہستی پر یہ ناز و غرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دور، حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سونگئیں، اہل حق کو معاف ہی رکھیں، اچھی تعلیم بچے تلازمہ ہے تلقین نئے اساتذہ سے

مگر ہمیں مکتب و ہمیں ملا

کار فضلان تمام خواہ شد

غیر یہ تو بلا سیر جدیدہ کا نام معتقہ عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنت مجیدہ، پُرانوں کی سنیے تو وہ اور ہی ہوا پر کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا و ربا و قذف محسنہ و قتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر بلکہ عیاذ باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز کہ آخر باجماع طائفہ بدعت حائفہ اور تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ فحول اللہ شرک و بدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اہل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ اعمال میں خلل ڈالتے ہیں۔ اب خدا جانے انہوں نے سنت کو کفر سے ملایا انہوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا خیر طویطے کے لیتا وہیں ہمیں کیا مقال،

کفی اللہ اهل الحق القتال والحمد لله المبین
التمتع والصلاة والسلام على الا فضال
اہل حق کی طرف سے قتال میں اللہ کافی ہے اور تمام
تقریبت اس باری تعالیٰ کے لیے جو محافظ و بلند ہے

عہد ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں، دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لا باس بہ ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

والہ وصحبہ خیر صحب و آل آمین - اور صلوة و سلام اس ذات پر جو صاحب فضل و اکرام

ہے اور آپ کی آل پر اور اصحاب پر جو بہترین ہیں آمین۔

حکم اخیر و خلاصہ تحریر یہ بالجملة ہی اس میں اس قدر کہ فعل مذکور بحکم احادیث و بتصریح کتب فقہیہ مستحب مندوب و امید گاہ فضل مطلوب و ثواب مرغوب جو کتب علماء و عمل قدام و ترغیب وار و پر نظر رکھ کر اُسے عمل میں لائے اُس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں بلکہ ثواب مروی کی امید و احسن ظن و صدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اسے مکروہ و ممنوع و بدعت بتائے مبطل و خاطی علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں اُس کے سامنے ضرور ہی کریں کہ بد مذہب کار اور اس کے دل پر غیظ اشد ہو جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر سے افضل مگر معتزلی منکر حوض کے سامنے حوض سے بہتر کما بینہ المولیٰ المحقق فی فتح القدیر وغیرہ فی غیرہ۔ جب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب و مندوب تو آپ ہی افضل،

والحمد لله ولی الانعام و افضل الصلاة و
اکمل السلام علی سید الختام قمر التمام والہ
وصحبہ الغر الکرام آمین - تمام تعریف اللہ کے لیے جو انعام کا مالک ہے اور افضل
صلاة اور اکمل سلام ہو انبیاء کے خاتم و سربراہ پر جو
چودھویں کا کامل چاند ہیں، اور آپ کی آل و اصحاب

پر جو شہادت ہی روشن اور محکم ہیں آمین!

خاتمہ فوائد منشورہ میں ایہا المسلمون اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلا دنزدیک و دور سے بار بار آیا ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر کبھی کچھ مطول کبھی دو ایک صفحہ کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا بار آخر قدر سے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جزیمک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی سائل نے علمائے اعلام ہدایوں و بریل و رامپور و قین عن الشوری و بقیین بالسرور (جو شر سے دور سرور سے محصور رہتے ہیں - ت ۷) سے مہر میں کرائیں تصدیقین نکھائیں اصل رسالہ منیر العین اسی قدر تھا اب کہ بفرمائش سید معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جو ناگہمی نزول معنی حفظہ اللہ عن شر کل بشر و رقی (اللہ تعالیٰ انہیں ہر بشر اور نظر بد کے شر سے محفوظ رکھے - ت) و اہتمام تمام نام مولانا المکرم مولوی محمد عمر الدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کامعہ عمر الدین

علیہ یہ لفظ یہاں عجیب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی معنی مراد اور وہ اشقیاء حوض کوثر کے بھی منکر ہیں ۱۲ منہ (م)

۲ کلمہ روح الشیر و آخرین کلمہ فی المیاء ۱۲ منہ (م)

۳ فتح القدیر باب ما عذی یجوز بہ الوضوء مکتبہ نوریہ ضریہ سکر ۴۲

وعمرہ عمران الدین المتین (اللہ تعالیٰ انھیں ان کو نام کی طرح دین کی خدمت کرنے والا بنائے اور ان کے ذریعے اپنے دین متین کو آباد فرمائے۔ ت) وعلومہت سیٹھ حاجی محمد بن حاجی محمد عبداللطیف لطف بھما مولیٰ اللطیف (لطف فرمائے والا مولیٰ ان دونوں پر لطف فرمائے۔ ت) ماہ مبارک اشرف و افضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا سرکار مفیض سے مضامین کثیرہ کا اتفاق و افادہ دلنواز ہوا اور ادھر کا پی کی تیاری اور تصنیف جاری، جو جو نکھار و انہ کیا یہاں تک کہ ایک جہز کا رسالہ دس جہز تک پہنچا الحمد للہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا (تمام تعریف اللہ کے لیے جو ایک نیکی پر دس اجر عطا فرماتا ہے۔ ت) جس میں سے رسالہ عمریہ مدارج طبقات الحدیث مجد اکریا ادھر یہ تعجیل ادھر و رد و فتاویٰ سے فرصت قلیل، نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی، بعض فوائد حاضرہ کی تجدید رہ گئی، بعض نے نظریا خاطر میں وقعت غابر میں بجلی کی ستور کہ سیارۃ بطع بذریعہ حرکت بمعنی القطع مبداء کا تارک منتہی کا طالب ہے نہ الحاق باقی مواقع ماضیہ سے متیسر نہ اس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمہ تصنیف کا داب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابواہ سابقہ تحریر اور انھیں مسائل شتی یا مسائل منثورہ سے تعبیر فرماتے ہیں لہذا اقتفاء بہم یہ فوائد منثورہ بلونہ تعالیٰ مسک تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

قائدہ ۱: تفسیرہ جلیلیہ (فضیلت و افضلیت میں فرق ہے دربارہ تفضیل حدیث ضعیف ہرگز مقبول نہیں) فضیلت و افضلیت میں زمین آسمان کا فرق ہے وہ اسی باب سے ہے جس میں ضعات بالاتفاق قابل قبول اور یہاں بالا جماع مردود و نامقبول۔

اقول جس نے قبول ضعات فی الفضائل کا منشا کہ افادات سابقہ میں روشن بیانون سے گزرا ذہن نشین کر لیا ہے وہ اس فرق کو بنگاہ اولین سمجھ سکتا ہے قبول ضعات صرف محل نفع بے ضرر میں ہے جہاں اُن کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضاعت حتی غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الوجہ اندیشہ نہ ہو فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں، جن بندگان خدا کا فضل تفصیلی خواہ ضراجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اُن کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح و ثواب سے معارضت نہ ہو۔ اگر حدیث ضعیف میں آئے اُس کا قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اُن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت، یہ ضعیف اُسے ماننے ہی ہوئے مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور اگر تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی خلاف بھی تو نہیں بخلاف افضلیت کے کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے سے عند اللہ بہتر و افضل ماننا، یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت و محقق ہو جائے، ورنہ بے ثبوت حکم لگا دینے میں تحمل کہ عند اللہ امر بالعلس ہو تو فضل کو مفضول بنایا، یہ تصریح تنقیص شان ہے اور وہ حرام تو مقصد تحلیل حرام و تفضیل حتی غیر دونوں درپیش کہ افضل کہنا حتی اس کا تھا اور کہہ دیا اس کو۔ یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں

کا تو کہنا ہی کیا ہے، جہاں عقائد حقہ میں ایک جانب کی تفضیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث متقام و ضعیف سے استناد کیا جائے، جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفضیل حضرت مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضاد شرعیّت و معاندت سنت ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے تفضیل کو روافض سے شمار کیا کما بینا فی کتابنا المبارک **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقة العصرین** (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی مبارک کتاب **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقة العصرین** میں بیان کیا ہے۔ ت) بلکہ انصافاً اگر تفضیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بغرض باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد کہ تفضیل شیخین متواتر و اجماعی ہے کما ابتدئنا علیہ عرض التحقیق فی کتابنا المذكور (جیسا کہ ہم اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس مسئلہ کی خوب تحقیق کی ہے۔ ت) اور متواتر و اجماع کے مقابل احاد ہرگز نہ سنے جائیں گے ولہذا امام احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرض علی عمر بن الخطاب و علیہ قمیص یجترہ قالوا فما اولت ذلك يا رسول الله (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قال الدین (مجھ پر عمر بن الخطاب کو پیش کیا گیا اور وہ اپنی قمیص گھسیٹ کر چل رہے ہیں، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آپ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ فرمایا دین۔ ت) فرماتے ہیں:

لئن سلمنا التخصيص به (ای بالفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فهو معارض باحاديث الكثیرة البالغة درجة التواتر المعنوي الدالة على افضلية الصديق رضي الله تعالى عنه فلا تعارضها الاحاد، ولئن سلمنا التساوي بين الدليلين لكن اجماع اهل السنة والجماعة على افضليته وهو قطعي فلا يعارضه ظني۔

اگر ہم یہ تخصیص ان (یعنی فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ساتھ مان لیں تو یہ ان اکثر احادیث کے منافی ہے جو تواتر معنوی کے درجہ پر ہیں اور افضلیت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر دال ہیں اور احاد کا ان کے ساتھ تعارض ممکن ہی نہیں اور اگر ہم ان دونوں دلیلوں کے درمیان مساوات مان لیں لیکن اجماع اہل سنت و جماعت افضلیت صدیق اکبر پر دال ہے اور وہ قطعی ہے، تو ظن اس کا معارض کیسے ہو سکتا ہے! (ت)

بالجمہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعیف سن سکیں بلکہ مواقت و شرح مواقت میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نامعلوم،

جیٹ قال لیست هذه المسألة يتعلق بها ان دونوں نے کہا کہ یہ مسئلہ عمل سے متعلق نہیں کہ اس

عمل فیکتفی فیہا بالظن الذی ہو کاف فی
 الاحکام العلییۃ بل ہی مسأله علیۃ یطلب
 فیہا الیقین فی
 میں دلیل ظنی کافی ہو جائے جو احکام میں کافی ہوتی ہے
 بلکہ یہ معاملہ تو عقائد میں سے ہے اس کے لیے دلیل
 قطعی کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

قائدہ ۲: مہمہ عظیمہ (مشاجرات صحابہ میں تواریخ و سیر کی محوش حکایتیں قطعاً مردود ہیں) افادہ ۲۳
 پر نظر تازہ کیجئے وہاں واضح ہو چکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروح و مطعونوں شدید الضعفوں کی روایات بھری
 ہیں وہیں کبھی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت عیون الاثر کا قول گزرا کہ اُس کی غالب روایات سیر و تواریخ
 میں جنہیں علماء ایسوں سے روایت کر لیتے ہیں وہیں سیرت افسان العیون کا ارشاد گزرا کہ سیر موضوع کے سوا
 ہر قسم ضعیف و سقیم و بے سند حکایات کو جمع کرتی ہے پھر انصاف یا یہ بھی انھوں نے سیر کا منصب بتایا جو اُسے
 لاتی ہے کہ موضوعات تو اصل کسی کام کے نہیں انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب
 باطل بھرے ہیں کما لا یخفی بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنوں نہیں تو بد مذہبی ہے بد مذہبی نہیں تو جنوں ہے، سیر
 جن بالائی باتوں کے لیے ہے اُس حد سے تجاوز نہیں کر سکتے اُس کی روایات مذکورہ کسی خیف و نفاس کے مسئلہ میں
 بھی سننے کی نہیں نہ کہ معاذ اللہ ان واہیات و معضلات و بے سرو پا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ علیہ
 و علیہم افضل الصلوة والسلام پر طعن پیدا کرنا اکثر افسوس کا شایان کی شان رہیں نہ ڈالنا کہ اس کا ارتکاب
 نہ کرے گا مگر گمراہ بدین مخالفت و مضاد حق مبین آج کل کے بد مذہب مرفض القلب منافق شعاران جزافات سیر
 خرافات تواریخ و امثالہما سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین و ام المؤمنین و طلحہ و زبیر و معاویہ و عمر و بن العاص و
 مغیرہ بن شعبہ و غیرہم اہلبیت و صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں محوش و
 مہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب و وادھن اور بہت الحاقات ملعونہ روافض چھانٹ لاتے اور
 ان سے قرآن عظیم و ارشادات مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و اجماع امت و اساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں
 بے علم لوگ انہیں سن کر پریشاں ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں ان کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ
 مسلمان کو گتہ نگار ٹھہرانے کے لیے مسموع نہیں ہو سکتے نہ کہ ان مجبوبان خدا پر طعن جن کے مدارج تفصیلی خواہ اجمالی سے
 کلام اللہ و کلام رسول اللہ مالا مال ہیں جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد غزالی
 قدس سرہ العالی ایضاً العلوم شریف میں فرماتے ہیں،

لا تجوز نسبة مسلمہ الی کبیرۃ من غیر تحقیق
 کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام

نعم يجوز ان يقال ان ابن ملجم قتل عليا فان
ذلك ثبت متواترا۔
ہے ، ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی
الآخرین نے امیر المومنین مولیٰ علیؑ کو شہید کیا
کہ یہ بتواتر ثابت ہے ۔ (د)

عاشق اللہ اگر مومنین و امثالہم کی ایسے حکایات ادنیٰ قابل التفات ہوں تو اہل بیت و صحابہ و رکنار خود
حضرات عالیہ انبیاء و مرسلین و ملئکہ مقربین صلوات اللہ تعالیٰ و سلام علیہم اجمعین سے یا تھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان
مہملات مخدولہ نے حضرات سعادتنا و مولینا آدم صغی اللہ و داؤد خلیفۃ اللہ و سلیمان نبی اللہ و یوسف رسول اللہ
سے سید المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم وسلم تک سب کے بارہ میں وہ وہ ناپاک بیہودہ حکایات
موجہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھنا ہے ان ہونا کہ اباطیل کے
بعض تفصیل مع وجہ جلیل کتاب مستطاب شفا شریف امام قاضی عیاض اور اس کی شروح وغیرہا سے ظاہر لاہرم
ائمہ ملت و ناصحان اُمت نے تصریحیں فرمادیں کہ ان جہال و ضلال کے مہملات اور سیر و تواریخ کی حکایات پر ہرگز کان
نہ رکھا جائے شفا و شروح شفا و مواہب و شرح مواہب و مدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالاتفاق فرمایا جسے میں صرف
مدارج النبوة سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں
رحمہ اللہ تعالیٰ :

از جملہ توقیر و برآخت حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم توقیر
اصحاب و برایشان است و حسن ثنا و رعایت ادب
بایشان و دُعا و استغفار مرا ایشان را حق است
مرکے را کہ ثنا کردہ حق تعالیٰ برے و راضی ست
از وے کہ ثنا کردہ شود بر وے و سب و طعن ایشان
اگر مخالف اولہ قطعیہ است ، کفر و الابعدت و فسق ،
و ہچنین امساک و کف نفس از ذکر اختلاف و
منازعات و وقائع کہ میان ایشان شدہ و گزاشتہ
است و اعراض و اضراب از اخبار مومنین و جملہ
رواۃ و ضلال شیعہ و غلاۃ ایشان و مبتدعین کہ ذکر
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و احترام و حقیقت
آپ کے صحابہ کا احترام اور ان کے ساتھ نیکی ہے
ان کی اچھی تعریف اور رعایت کرنی چاہئے اور ان کے لیے
دعا و طلب مغفرت کرنی چاہیے بالخصوص جس جس کی
اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور اس سے راضی
ہوا ہے اس سے وہ اس بات کی مستحق ہیں کہ ان
کی تعریف کی جائے پس اگر ان پر طعن و سب کرنا والا
دلائل قطعیہ کا منکر ہے تو کافر و نہ بدعت و فاسق ،
اسی طرح ان کے درمیان جو اختلافات یا جھگڑے یا
واقعات ہوئے ہیں ان پر خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے

تواضع و زلات ایشان کنند کہ اکثر آن کذب و افتراء است
و طلب کردن در آنچه نقل کرده شد است از ایشان
از مشاجرات و محاربات با حسن تاویلات و اصوب
خارج و عدم ذکر هیچ یک از ایشان بہ بدی و عیب بلکہ
ذکر حسنات و فضائل و عمائد صفات ایشان از بہت
آنکہ صحبت ایشان با آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یقینی است و ماورائے آن ظنی است و کافیت
درین باب کہ حق تعالیٰ برگزید ایشان را برائے صحبت
حبیبہ خود صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طریقہ اہل سنت و جماعت
درین باب این است در عقائد نوشتہ اند لا تذکر
احدا منهم الا بخیر و آیات و احادیث کہ فضائل
صحابہ عموماً و خصوصاً واقع شدہ است درین باب
کافی است ^۱ مختصراً۔

میں یہی عقیدہ ہے اس لیے عقائد میں تحریر ہے کہ صحابہ میں سے ہر کسی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا جائے اور صحابہ کے فضائل
میں جو آیات و احادیث عموماً یا خصوصاً وارد ہیں وہ اس سلسلہ میں کافی ہیں ^۲ مختصراً (ت)

امام محقق سنوسی و علامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں : حافظہ المؤرخون
قلۃ حیا و ادب (مؤرخین کی نقلیں قلت حیا و ادب سے ہیں) امام اہل ثقتہ ثبت حافظ متقن قدوہ یحییٰ بن سعید
قطان نے کہ اجلۃ التابعین سے ہیں عبید اللہ قراری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریج کے پاس
سیر کئے کو، فرمایا : تکتب کذا کثیراً (بہت سا جھوٹ لکھو گے) ذکرہ فی المیزان (اس کا ذکر میزان میں

عہ فی ترجمۃ محمد بن اسحاق حیث قال فل مدارج النبوة مطبوعہ سکھر میں "و آیات کا لفظ نہیں ہے
اس کا ذکر محمد بن اسحاق کے ترجمہ میں ہے جہاں
(باقی اگلے صفحہ پر)

۱۔ مدارج النبوة وصل در توقیر حضور و اصحاب و صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۱۳
۲۔ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ باب وفات امیر صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعہ عامہ مصر ۱/۲۰۴
۳۔ میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۱۹، محمد بن اسحاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴/۲۶۹

ہے۔ تفصیل اس بحث کی اُن رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر مغویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کیا
یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصديقين رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تخلّف عیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں فرماتے ہیں :

جمله لعن الله من تخلّف عنها ہرگز در کتب اہل سنت
موجود نیست قال الشہرستانی فی الملل والنحل
ان هذه الجملة موضوعة ومفتراة و بعض
فارسی نویسان کہ خود را محدثین اہل سنت شمرده اند و
در سیر خود ایں جملہ را اورده برائے الزام اہل سنت
کفایت نمی کند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت
بیاقتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم
بالصحة و حدیث بے سند نزد ایشان شتر ہے مہار
است کہ اصلہ گوش ہاں نمی نہند
جمله لعن الله من تخلّف عنها کتب اہل سنت
میں ہرگز موجود نہیں، شہرستانی نے الملل والنحل میں
کہا کہ یہ جملہ موضوع اور جھوٹا ہے، اور بعض فارسی
لکھنے والوں نے خود کو محدثین اہل سنت ظاہر کیا ہے اور
اہل سنت کو الزام دینے کے لیے اپنی کتب میں اس
جملہ کو شامل کر دیا لیکن یہ قابل اعتبار نہیں، اہل سنت
کے ہاں حدیث وہی معتبر ہے جو محدثین کی کتب
احادیث میں صحت کے ساتھ ثابت ہو، ان کے ہاں
بے سند حدیث ایسے ہی ہے جیسے بے مہار اونٹ،
جو کہ ہرگز قابل ماعت نہیں۔ (د ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ما له عندی ذنب الا ما قمعش فی السیرة من
الاشیاء المنکرة المنقطعة والاشعار المکذوبة
قال الفلاس سمعت یحیی الفعکان یقول لعبد
القواریری الی ابن تذهب، قال الی وھب بن
جریو اکتب السیرة قال تکتب کذا کثیراً (مردم)
انہوں نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی گناہ نہیں ماسوائے
اس کے کہ انہوں نے سیرت میں منکر و منقطع روایات
اور جھوٹے اشعار شامل کر دیے ہیں، فلاس نے
کہا میں نے یحییٰ قطان کو عبد اللہ قواریری سے یہ کہتے
ہوئے سنا کہ کہاں جا رہے ہو، انہوں نے کہا وہب
بن جریر کی طرف سیرت لکھنے کے لیے، اس نے کہا تو وہاں بہت زیادہ جھوٹ لکھے گا ۱۲ منہ (د ت)

عہ اقول یعنی در امثال باب تا باب احکام فاما
دون او کہ باب تساہل ست نقل معتمدی بسند است
اقول یعنی یہ مثال مقام تا باب میں ہے اس کے
علاوہ جو باب تساہل ہے کوئی ایک معتمد نقل سند کے ساتھ ہو
(باقی بر صفحہ آئندہ)

فائدہ ۳ : (اظہر یہی ہے کہ تفرّد کذاب بھی مستلزم موضوعیت نہیں) افادہ دہم دیکھیے جو حدیث اُن پندرہ قرآن وضع سے منزہ ہو ہم نے اُس کے بارہ میں کلمات علامتین طرز پر نقل کئے اصلاً موضوع نہ کہیں گے تفرّد کذاب ہو تو موضوع تفرّد منہم ہو تو موضوع اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی و اقرب بصواب ہے افادہ ۱۰ میں امام سخاوی سے اُس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر صریح ذکر کی دوسری نظیر صاف و سفید حدیث مرغ سپید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث حکم عقل اس کی تقویت کا ایما کیا۔

والان اقول یہی مذہب فقیر نے کلام امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن طہاج سے استنباط کیا، فائدہ تاسع میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا ابان بن ابی جاس حدیث میں جھوٹ بولتا ہے پھر خود ابان سے حدیث سنی، اس پر پوچھا گیا، فرمایا اس حدیث سے کون صبر کر سکتا ہے، معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چر معنی

ثم اقول اور فی الواقع یہی اظہر ہے کہ آخر الکذب قد یصدق (جھوٹ بولنے والا بھی کبھی سچ کہتا ہے۔ ت میں کلام نہیں اور یہ بھی مسلم کہ ایک شخص واحد کا یہ حدیث سے تفرّد ممکن یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف بضعف قریب وضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مافی باقی ہیں تو یہ کیوں نہیں ممکن کہ کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرّد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم، لا جرم یہی مذہب مذہب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح و امام نووی و امام عراقی و امام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جو نری گھڑت اور افتراء اور نبی صلی اللہ تعالیٰ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وگرچہ بے سند است چنانکہ در افادہ بست و ہفتم تحقیق نمودیم خود شاہ صاحب و پوچھو مقام پر بسیارے از روایات بے سند استناد کردہ است کما لا یخفی علی من مطالع کتبہ و سرانجام است کہ کمال تحقیق ایں معنی در فائدہ اخیر کردیم ۱۲ منہ (د)

دوسری چاہے بے سند ہوں، چنانچہ ستائیسویں افادہ میں ہم نے تحقیق کی ہے کہ خود شاہ صاحب نے اس جیسے مقام میں بہت روایات بے سند ذکر کی ہیں جیسا کہ اس پر مخفی نہیں جس نے ان کی کتب کا مطالعہ کیا ہے آخر کار اس معنی کی مکمل تحقیق میں نے آخری فائدہ میں کر دی ہے

(۱۲ منہ (ت)

اس بنا پر کہ اگر اس نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (باقی اگلے صفحہ پر)

عہ بناء علی ان ما وضع علی غیرہ صلی اللہ

علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو، علوم الحدیث امام ابو عمرو و تقریب میں ہے، الموضوع هو المختلق المصنوع (موضوع وہ حدیث ہے جو من گھڑت اور بناوٹی ہو۔ ت)

الفیہ میں ہے، ۱۷

شرح الضعیف الخیر الموضوع

الکذب المختلق المصنوع

(ضعیف کی بدترین قسم خبر موضوع ہے، جو جھوٹ ہو گھڑی گئی ہو اور بناوٹی ہو۔ ت)

ارشاد الساری میں ہے،

الموضوع هو الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ویسمی المختلق۔ موضوع وہ حدیث ہے جو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ گھڑا گیا ہو اسے مختلق بھی کہتے ہیں۔ (ت)

ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی، جیسا کہ ہم نے شمار قرآن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اُس کی طرف اشارہ کیا اور حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعویٰ نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح بہ شیخ الاسلام فی النہجۃ (جیسا کہ شیخ الاسلام نے نزہۃ النظر میں اس کی تصریح کی ہے۔ ت) شیخ محسن دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات النقیع میں فرماتے ہیں، حدیث المطعون بالکذب یسمی موضوعاً و ایسے راوی کی حدیث جس پر کذب کا طعن ہو موضوع کہلاتی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تعالیٰ علیہ وسلم فیقال له الموضوع علی فلان و مطلقہ لا ییراد به الا الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیہ یتقنی ما فی الامر شاد وان طلقت فانت فی سعۃ منہ کہا ہو ظاہر کلام آخری ۱۲ منہ (م)

کے علاوہ کسی دوسرے پر جھوٹ گھڑا ہو تو اسے موضوع علی فلان کہا جاتا ہے اور جب مطلقاً ذکر ہو تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہی جھوٹ مراد ہو گا جو ارشاد میں ہے اس کی بنا اسی پر ہے اگر آپ اس کو مطلق ذکر کریں تو آپ کو اس میں گنجائش ہے جیسا کہ دوسروں کے کلام سے ظاہر ہے ۱۲ منہ (ت)

- ۱۔ تقریب النواوی مع شرح تدریب الراوی النوع الحادی والعشرون مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ ۲۷۳/۱
 ۲۔ الفیہ الحدیث مع فتح المغیث بحث الموضوع دار الامام الطبری بیروت ۲۹۳/۱
 ۳۔ ارشاد الساری شرح البخاری الفصل الثالث فی نبذہ لطیفۃ الخ مطبوعہ دار الکتب العربیہ ۱۳/۱

من ثبت عنه تعدد الكذب في الحديث و
وان كان وقوعه مرة لم يقبل حديثه ابداً،
فالمراد بالموضوع في اصطلاح المحدثين
هذا الا انه ثبت كذبه وعلم ذلك في هذا
الحديث بخصوصه، والمسألة ظنية والحكم
بالوضع والافتراء يحكم الظن الغالب اعم لمخضا
اقول مگر محل تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی بعض الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی طبع دنیا یا تائید مذہب
فاسد یا غضب و رنجش وغیرہ کے باعث ہو ظن غالب ہو جائے گا کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ متفرد ہو سب میں وضع و افتراء
ہی کرے گا اگرچہ وہاں کوئی طبع وغیرہ غرض فاسد شاہد زور اگر کسی طبع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گواری دی تو
اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر بے لاگ جگہ میں خواہی نہ خواہی یہ ظن غالب نہ ہو گا کہ یہاں
بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وجدان صحیح اس پر شہادت کو پس ہے اور اگر سند ہی چاہئے تو امام احمد انشان محمد بن اسماعیل
بخاری علیہ رحمۃ الہاری کا ارشاد سنئے محمد بن اسحاق صاحب سیرت و مخازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک پھر وہب
پھر یحییٰ بن قطان نے کذاب کہا،

أخرج ابن عدي عن أبي بشر الدولابي و
ابن عدي نے ابو بشر دولابی سے اور

عنه حال التقصى عن هذا في الميزان بقوله
قلت وما يدري هشام بن عروة، فلعله سمع
منها في المسجد او سمع منها وهو صبي او دخل
عليها فحدثته من وراء حجاب، فاع شفى
في هذا وقد كانت امرأة
قد كبرت واسدت اهـ

اس سے خلاصی میزان میں ان کے اس قول سے
ہو جاتی ہے: میں کہتا ہوں ہشام بن عروہ کیا جانے شاید
انہوں نے اس سے مسجد میں سنا، یا اس وقت اس سے
سنا جب وہ بچے تھے یا وہ اس کے پاس گئے ہوں تو
اس خاتون نے پردے کے پیچھے سے بیان کیا ہو، کیا
معلوم کہ ان میں سے کون سی صورت ہے حالانکہ وہ خاتون
بڑھئی اور سن والی ہو چکی تھی (صاحب فتنہ نہ تھی) اھ
(باقی اگلے صفحہ پر)

لہ لغات التبیق شرح مشکوٰۃ - فصل فی العداۃ الا
لہ میزان الاعتدال ترجمہ ۱۹۷۷ء محمد بن اسحاق
مطبوعہ المعارف العلمیۃ لاہور ۲۷/۱
مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۴۷۰/۳

محمد بن جعفر بن یزید عن ابی قلابہ الرقاشی محمد بن جعفر بن یزید نے ابو قلابہ رقاشی سے ،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم قال اقبض على هذا يعتمد على تكذيب رجل من اهل العلم هذا مردود ثم قد روى عنها محمد بن سرقه الخ

اقول لقائل ان يقول ان الحفاظ الناقدين ربما يعرفون كذب الرجل بقرائن تلوح لهم ولقد نرى قوما من الائمة يكذبون رجلا ولا يذكرون من السبب الا ما هو قاصر عندنا لعدم علمنا بالقرائن فتبد لنا احتمالات شتى لعل الامر كذا عسى ان كذا وهي جميعا مندفة عنهم نص على ذلك الامام النووي في مواضع من

شرحه صحيح مسلم فقال هنا قاعدة تنبه عليها ثم نحيل عليها فيما بعد ان شاء الله تعالى وهي ان عفان رحمه الله تعالى قال انما ابتلي هاشم (هو ابن زياد الاموي) يعني انما ضعفوه من قبل هذا الحديث كان يقول حدثني يحيى عن محمد ثم ادعى بعد انه سمعه من محمد وهذا القدر وحده لا يقتضي ضعفا لانه ليس فيه تصريح بكذب لاحتمال انه سمعه من محمد

پھر کہا، کیا اس طرح کی صورت میں اہل علم شخص کو جھوٹا قرار دینا درست ہے یہ مردود ہے (درست نہیں) پھر اس سے محمد بن سرقہ نے بھی روایت لی ہے اقول (میں کہتا ہوں) قائل کے لیے یہ کہنا جائز ہے کہ حفاظ ناقیدین بعض اوقات کسی آدمی کا جھوٹ قرآن کی وجہ سے جانتے ہوتے ہیں اور ہم ائمہ کی ایک ایسی جماعت کا علم رکھتے ہیں جس نے کسی شخص کو جھوٹا کہا مگر سبب ذکر نہ کیا صرف وہ ہے جو ہمارے نزدیک قاصر ہے کیونکہ ان قرآن کو نہیں جانتے، تو ہمارے متعدد احتمالات ظاہر ہوں گے، شاید یہ ہو یا یہ ہو اور وہ تمام ان کے ہاں مدفوع ہوں، اس پر امام نووی نے اپنی شرح صحیح مسلم میں کئی جگہ تصریح کی ہے اور کہا کہ یہاں ایک قاعدہ ہے جس پر ہم تنبیہ کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا اس پر والہ دیں گے اور وہ یہ ہے کہ عفان رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا کہ ہشام (ابن زیاد اموی) مبتلا ہوئے، یعنی اس حدیث کی وجہ سے ان کو لوگوں نے ضعیف کہا جس کے متعلق وہ کہتے تھے مجھے یحییٰ نے محمد سے بیان کیا پھر دعویٰ کیا کہ اس نے یہ محمد سے روایت سنی ہے اور صرف یہ چیز ضعف کا تقاضا نہیں کرتی کیونکہ اس میں کذب صراحتہ نہیں ہے ممکن ہے اس نے محمد سے سنا ہو (باقی اگلے صفحہ پر)

اشہد ان محمد بن اسحق کذاب ، قلت
وما یدریک قال قال لی وہیب فقلت لوہیب
وما یدریک قال قال لی مالک بن انس فقلت
لمالک وما یدریک قال قال لی ہشام بن عروہ
قلت لہشام بن عروہ وما یدریک قال حدث
عن امرأتی فاطمة بنت المنذر وا دخلت
علی وھی بنت تسع وماراھا رجل حتی لقیته
اللہ تعالیٰ ۔
حدیث بیان کی ہے اور ان کی شادی میرے ساتھ نو سال کی عمر میں ہوئی اور اس نے کسی آدمی کو نہیں دیکھا یہاں تک
کہ اس کا وصال ہو گیا ۔ (ت)

(بقیہ ماضیہ صفحہ گزشتہ)

اما قولک افبمثل هذا یعمد الخ اقول
افترأ علی ہؤلاء الائمة المجلة الاعاظم یشہدون
جزا فامنت دون ثبت ثم هذا کله انما ذکرناہ
لیعرف ان الذہبی کیف یحتال للذب عن
قدری امرہ قد ظہر واذا وقع بسنی اشعری
او ولی اللہ صوفی صارا لایبقی ولا یدرک ما بیدنہ
تلمیذہ الامام تاج الدین السبکی رحمہ اللہ
تعالیٰ فی الطبقات والافا الراجم عند علمائنا
ایضا ہو توثیق ابن اسحق کما سند کردہ
ان شاء اللہ تعالیٰ واللہ تعالیٰ
اعلم ۱۲ منہ (م)

ربا یراقول افبمثل هذا یعمد الخ اقول یہ ان
عظیم ائمہ پر اس بات کا افتراء ہے کہ وہ اندازے سے
کام لیتے ہیں تحقیق نہیں کرتے ، یہ تمام اس لیے ہم نے
ذکر کیا ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ ذہبی نے کس جلد سے
قدری سے کذب کیا ، جس کا معاملہ واضح تھا اور
جس وقت یہ معاملہ کسی سنی اشعری یا کسی ولی اللہ صوفی کو بد
کیا ہو تو وہ نہ چھوڑے نہ باقی رہنے دے جیسے کہ ان کے
شاگرد امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے طبقات
میں اس کو بیان کیا ہے ورنہ ہمارے ہاں بھی رائج
یہی ہے کہ ابن اسحق اللہ ہیں جیسا کہ عنقریب ہم اسے بیان
کریں گے ۔ (ت)

امام بخاری جرز القراءۃ خلف الامام میں توثیق ابن اسحاق ثابت فرمانے کو اُس سے جواب دیتے ہیں؛
 رأیت علی بن عبد اللہ یحتج بحديث ابن اسحاق
 میں نے علی بن عبد اللہ کو حدیث ابن اسحاق سے استدلال
 کرتے ہوئے پایا ہے اور علی ابن عیینہ کے حوالے سے
 بیان کرتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو
 بن اسحاق (الی ان قال) ولو صح عن مالک

علہ نقلہ نریلعی فی نصب الراية قبیل کتاب
 الخنثی ۱۲ منہ (م)
 جیسے کہ زلیعی نے نصب الراية میں کتاب الخنثی سے
 تھوڑا پہلے اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

علہ ہمارے علمائے کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق
 فتح میں زیر مسئلہ یقیناً تعجیل المغرب فرماتے ہیں؛

توثیق ابن اسحاق هو الحق الا بلج و ما نقل
 عن كلام مالك فيه لا يثبت ولو صح لم يقبله
 اهل العلم كيف وقد قال شعبة فيه هو
 امير المؤمنين في الحديث ورواه
 عند مثل الثوري وابن ادريس و
 حماد بن ثريد ويزيد بن زريع و
 ابن علية وعبد الوارث وابن المبارك
 واحتمله احمد وابن معين وعامة
 اهل حديث غفر الله تعالى لهم وقد اطل
 البخاري في توثيقه في كتاب القراء
 خلف الامام له وذكره ابن حبان
 في الثقات وان ما سارجم عن الكلام
 في ابن اسحاق واصطلح معه وبعث اليه
 هدية ذكرها ۱۲ منہ (م)

ابن اسحاق کی توثیق ہی واضح اور حق ہے اور امام مالک
 کا ان کے بارے میں جو قول منقول ہے وہ ثابت
 نہیں، اگر وہ ثابت بھی ہو تب بھی اہل علم کے ہاں
 قابل قبول نہیں، ایسا کیونکر ہو گا لاکھ شعبہ نے ان
 کے بارے میں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا اور ان سے
 ثوری، ابن ادريس، حماد بن زید، یزید بن زریع،
 ابن علیہ، عبد الوارث اور ابن مبارک جیسے محدثین
 نے روایت لی ہے، اور احمد، ابن معین اور اکثر محدثین
 (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے ان کے بارے میں عدم توثیق
 کا، احتمال غیر یقینی طور پر بیان کیا۔ امام بخاری نے
 اپنی کتاب القراءۃ خلف الامام میں ان کی توثیق کے
 بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ ابن حبان نے
 ثقات میں ان کا ذکر کیا اور یہ کہ امام مالک نے ابن اسحاق
 کے بارے میں اپنے قول سے رجوع کر لیا، ان کے
 ساتھ متفق ہو گئے اور ان کے پاس ہدیہ ارسال کیا جس کا
 انہوں نے تذکرہ کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

تناوله عن ابن اسحاق فلهيما تكلم الانسان
 فيرمي صاحبه بشئ واحد ولا يتهمة في
 الامور كلها الخ
 پر کسی ایک بات میں طعن کرنا ہے اور باقی تمام امور میں اس پر تہمت نہیں لگاتا الخ (ت)
 دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ مستم سمجھنا لازم نہیں، لاجرم امام ابن عراق تنزیہ الشریعہ
 میں فرماتے ہیں،

قال الزركشي في نكتة على ابن الصلاح بين
 قولنا موضوع وقولنا لا يصح بون كبير فاف
 الاول اثبات الكذب والاختلاق والثاني اخبار
 عن عدم الثبوت ولا يلزم منه اثبات العدم
 وهذا يبيح في كل حديث قال فيه ابن الجوزي
 لا يصح ونحوه قلت او كان نكتة تعبيرة بذلك
 حيث عرّبه انه لم يلد له في الحديث
 قرينة تدل على انه موضوع، غاية الامر انه
 احتمال عنده ان يكون موضوعا لانه من طريق
 متروك او كذاب هو هذا انما يتم عند تفرد
 الكذاب او المتهمم على ان الحافظ ابن حجر
 خص هذا في النجبة باسم المتروك ولم
 ينظمه في مسلك الموضوع -
 زركشی نے اپنی نکتہ علی ابن الصلاح میں لکھا کہ ہمارے
 قول موضوع اور لا یصح میں بہت بڑا فرق ہے، پہلی
 صورت میں کذب اور گھڑنے کا اثبات ہے اور دوسری
 صورت میں عدم ثبوت کی اطلاع ہوتی ہے اور اس سے
 عدم وجود کا اثبات لازم نہیں آتا اور یہ ضابطہ ہر اس
 حدیث میں جاری ہوگا جس کے بارے میں ابن جوزی نے
 لا یصح کہا یا اس کی مثل کوئی لکھ کہا ہے، میں کہتا ہوں
 کہ حدیث کو ان الفاظ سے تعبیر کرنے میں حکمت یہ ہے
 کہ ان کے لیے اس حدیث میں کوئی ایسا ظاہر ہی قرینہ
 نہیں جس کی بنیاد پر وہ حدیث موضوع ہو، زیادہ سے
 زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ان کے نزدیک اس میں موضوع
 ہونے کا احتمال ہے کیونکہ یہ متروک یا کذاب سے مروی
 ہے اور یہ بات اس وقت تام ہوگی جبکہ وہ حدیث صحیح
 اور صرف کذاب یا متهم سے مروی ہو، علاوہ ازیں حافظ ابن حجر نے نجۃ الفکر میں اسے متروک کا نام دیا ہے، موضوع
 کی لڑی میں اس کو شامل نہیں کیا۔ (ت)

دیکھیے تفرد کذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بتایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہتے

لا یسج وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ظہر آیا کہ بوجہ تفرد کذاب یا متهم احتمال وضع تھا اگر غلبہ ظن ہو تا حکم بالوضع سے کیا مانے تھا کہ آخر صحیح موضوع وغیرہ تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلاشبہ حجت شرعی ہے۔

اقول والاشارة في قوله خص هذا انما تلمح الى الاقرب وهو المتهم فهو الذي خصه الحافظ باسم المتروك اما ما تفرد به الكذاب فهو عين الموضوع عنده فانما عرفه بما فيه الطعن بكذب الراوى فليست به هذا كله ما ظهر لي والحمد لله الواحد العلى۔

اقول زرکشی کے الفاظ "خص هذا میں" اشارہ اقرب کی طرف یعنی متهم کی طرف ہے تو یہ وہی ہے جس کے لئے حافظ ابن حجر نے متروک کا نام خاص کیا ہے لیکن جس روایت میں کذاب متفرد ہو وہ حافظ کے نزدیک بھی عین موضوع ہے کیونکہ انھوں نے خود موضوع کی تعریف ہی یہ کی ہے کہ جس میں کذب راوی کا طعن ہو، اس پر توجہ کرو یہ وہ امور تھے جو میر کے لیے ظاہر ہوئے اور تمام حمد اللہ کے لیے جو واحد و بلند ہے (ت)

فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کر کے لکھا تھا،
هذا ما يظهر لنا والمحل محل تامل فليتامل
لعل الله يحدث بعد ذلك امرا۔
یہ وہ ہے جو ہم پر ظاہر ہوا اور یہ مقام مقام غور و فکر سے ہند اور کوئی خود کو سمجھے، شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی دوسرا مظاہر فرمائے۔ (ت)

الحمد لله اب بوجہ کثیر اسے تاکہ و تائید حاصل ہوا کلام امام سخاوی کی تصریح کلام علامہ قاری و علامہ مناوی میں اس کے نظر تصریح کلام امام اجل شعبہ بن النجاشی سے استنباط صحیح تعریف امام ابن الصلاح و امام نودی و امام عراقی و امام قسطلانی کا اقتضائے نیجہ حدیث سے تائید و ثبوت عقل سے تشبیہ کلام امام بخاری و علامہ ابن عراق سے تاکید الحمد لله سرا و جہرا فقد حقق سر جانی و احدث امرا (تمام غویاں ظاہر و باطن اللہ کے لیے ہیں پس اس نے میری امید پوری کی اور نئی راہ پیدا فرمائی۔ ت)

تبلیغ (تبلیغ متعلق افادہ ۲۵) کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف کے نزدیک یہ مستلزم موضوعیت نہیں) اس عبارت تنزیہ الشرعیت سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہئے اگر صراحت موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لایصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول پیچھے نہیں ظاہر خود مؤلف کو اس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی صرف احتمال مرجع کتاب کیا فافہم فلعلہ حسن وجیدہ ولم ارہ لغیرہ فلیحفظ (اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے شاید یہ بہتر توجیہ ہو اور میں نے اسے کسی غیر سے نہیں پڑھا پس اسے محفوظ کر لیجئے۔ ت)

قائدہ ۴ : (مجهول العین کا قبول ہی مذہب محققین ہے) ، افادہ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجهول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابوطالب مکی نے اسی کو مذہب فقہائے کرام و اولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ہمارے ائمہ اعلام کا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مسلم الثبوت و فوائج الرحموت میں ہے :
 (لا) جرح (بان لہ راویا) و احدا (فقط) دون
 غیرہ (و هو مجهول العین باصطلاح) کعمعان
 لیس لہ راو غیر الشعبی فان المناط العدالة و
 الحفظ لا تعد الرواة وقیل لا یقبل عند
 المحدثین و هو تحکماً مختصراً۔
 اس میں جرح (نہیں) کہ (اس کا راوی) (فقط) ایک
 ہے (اور وہ اصطلاح میں مجهول العین ہے) مثلاً
 سمعان بن سنان سے راوی شعبی کے علاوہ کوئی نہیں کیونکہ
 مدارع التروی و حفظ ہے، راویوں کا متعدد ہونا نہیں،
 بعض نے کہا کہ محدثین کے نزدیک یہ مقبول نہیں یہ
 زیادتی ہے اور مختصراً۔ (ت)

پس دربارہ مجهول قول مقبول یہ ہے کہ مستور و مجهول العین دونوں حجت، ہاں مجهول الحال جس کی عدالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں فضائل میں بالاتفاق وہ بھی مقبول۔
 تشبیہ (غالباً مطلق مجهول سے مراد مجهول العین ہوتا ہے) مجهول جب مطلق بولا جاتا ہے تو کلام محدثین میں غالباً اُس سے مراد مجهول العین ہے، امام سبکی شفاء السقام میں فرماتے ہیں،
 جہالة العین و هو غالب اصطلاح اهل هذا
 الشأن في هذا الاطلاق
 محدثین جب مطلقاً مجهول کا لفظ بولیں تو اکثر طور پر اس
 سے مراد مجهول العین ہوتا ہے۔ (ت)

قائدہ ۵ : (قائدہ ۵ متعلق افادہ ۲۱ کہ قبول ضعیف کے لیے درود صحیح کی حاجت نہیں) ہم نے افادہ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ مادیون الاحکام میں ضعیف محتاج درود صحیح نہیں اور دلیل ثابت میں اس کے وٹلس نظائر کے پتے دئے سب سے اجل و اعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر و امام ابن شاپین و ابوبکر خطیب بغدادی و امام سیوطی و امام محب الدین طبری و علامہ ناصر الدین ابن المنیر و علامہ ابن سید الناس و حافظ ابن ناصر و خاتم الحفاظ و علامہ زرقانی وغیرہم نے حدیث اشیاء البوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارہ فضائل

عنه فی الباب الاول تحت حدیث الاول ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

لے فوائج الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ مجهول الحال الم مطبوعہ مشورات الشریف الرضی کم/ ۱۴۹
 لے شفاء السقام فی زیارة خیر الانام الحدیث الاول مطبوعہ نوریر رضویہ فیصل آباد ص ۹

ایسا معمول و مقبول مانا کہ اسے احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالفت تھیں مگر ظہر کر اُن کا نسخہ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اُس کے مقابل کی صحاح اُس سے منسوخ ٹھہرائیں بشرح مواہب لدنیہ میں ہے :

امام سیوطی نے سبیل النجاة میں فرمایا کہ ائمہ اور حفاظ حدیث کی ایک جماعت اس طرف مائل ہے کہ ائمہ نقل نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کو زندہ فرمایا اور وہ آپ کی ذات اقدس پر ایمان لائے، یہ قول انہوں نے ایک ایسی حدیث کی بنا پر کیا ہے جو ضعیف ہے موضوع نہیں، وہ ائمہ یہ ہیں مثلاً خطیب بغدادی، ابن عساکر، ابن شاپین، سیلی، محب طبری، علامہ ناصر الدین بن میر اور ابن سید الناس۔ اسے بعض اہل علم سے نقل کیا اور اسی پر صلاح الصفدی اور حافظ ابن ناصر چلے ہیں اور ان ائمہ نے اس مذکورہ حدیث کو اس سلسلہ میں وارد مخالفت

قال السيوطي في سبيل النجاة مال الى ان الله تعالى احياهما حتى اصابه طائفة من الائمة وحفاظ الحديث واستندوا الى حديث ضعيف لا موضوع كالخطيب وابن عساكر وابن شاهين والسهيلي والمحب الطبري والعلامة ناصر الدين ابن المنير وابن سيد الناس ونقله عن بعض اهل العلم ومثني عليه صلاح الصفدي، والحافظ ابن ناصر، وقد جعل هؤلاء الاثمة هذا الحديث ناسخا للاحادث الواردة بما يخالفه ونصوا على انه مما خر عنها فلا تعارض بينه وبينها اه وقال في الدرج المنيفة جعلوه ناسخا ولم يبالوا بضعفه لان الحديث الضعيف يعمل به في الفضائل والنبات وهذه منقبة هذا كلام هذا الجهمذ وهو في غاية التحير اه ملخصا۔

حدیث پر عمل کیا جاتا ہے اور یہ (والدین کا اسلام لانا) آپ کی منقبت ہے، یہ ان ماہرین حدیث کا کلام ہے اور یہ اس مسئلہ میں انتہائی بہتر رائے اور تحریر ہے (ملخصاً) (ت)

تنبیہ ضروری (دوبابہ کے ایک کید پر آگاہ کرنا) اقول جب کسی اصل کا کلمات علماء سے اثبات منظور ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروغ میں اس پر مثنیٰ فرمائی معلوم ہوا کہ یہ اصل اُن کے نزدیک متصل ہے اُن کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر امر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مستلزم ہو مثلاً ہم نے افادہ ۲۸ میں اس امر کے استحباب کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر

نقل کیے کہ دیکھو حدیث کو موضوع اور فعل کو مشرور مانا اسی قدر سے استدلال تمام ہو گیا اگرچہ یہیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو، یونہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ حبانا دعویٰ غنا مؤید و مشیہ ہو گیا اگرچہ ہم قائل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کر کے ان ضعاف کو قبول کریں، یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ متکلمین و باریہ دھوکے دیتے اور خارج از بحث اُس فرع کے ترجیح و تزییف کی سرٹ کرتے جاتے ہیں۔ خاتمہ المحققین سیدنا والوالد قدس سرہ الماجد نے قاعدہ یازدہم اصول الرشاد شریف میں اُن سُنہا کے اس کیہ ضعیف کی طرف اِمامائے لطیف فرمایا یونہی فقیر نے آخر نکتہ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیات الموات فی بیان سماع الاموات^{۱۳} میں اس کی نظیر پر متنبہ کیا فلیحفظ۔

قائدہ ۶ (فائدہ ۶ متعلق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول) افادہ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل و فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل محل احتیاط و نفع بے ضرر ہو اُس کی ایک اور نظیر علامہ علی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دہنی یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول۔

حیث قال یبغی ان یجعلها خیال احد حاجبہ
لعادوی ابوداود من حدیث ضباعۃ بنت المقداد
بن الاسود عن ایہا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
یصلی ائی عود ولا عمود ولا شجرة الا جعلہ
علی حاجبہ الا یمین او الیسر ولا یصمد لہ
صمدا، وقد اعل بالولید بن کامل و بجہا لہ
ضباعۃ، لکن ہذا الحکم معا یجوز العمل
فیہ بمثل ہذا، لانه من الفضائل اھ باختصار۔
معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مثل فضائل اعمال سے ہے اھ باختصار۔ (ت)

الفاظ یہ ہیں مستحب یہ ہے کہ سترہ دونوں ابروؤں میں سے
کسی ایک کے سامنے کھڑا کیا جائے جیسا کہ بوداؤد نے
ضباعۃ بنت مقداد بن اسود اور انہوں نے اپنے
والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ میں نے نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کسی ٹکڑی، ستون یا تخت
کی طرف نماز ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر آپ اس کو
اپنی دائیں یا بائیں ابرو مبارک کے سامنے کر دیتے
بالکل سیدھا اس کی طرف رخ نہ ہوتا۔ اس حدیث
کو ولید بن کامل اور ضباعۃ کے مہبول ہونے کی وجہ سے
معلول قرار دیا گیا، لیکن یہ حکم ان مسائل میں سے ہے جن پر عمل اس طرح کی روایت سے جائز ہے کیونکہ یہ مثل فضائل اعمال سے ہے اھ باختصار۔ (ت)

ایک اور اعلیٰ و اعلیٰ نظیر کلام امام حافظ محدث ابو بکر بیہقی و امام محقق علی الاطلاق و امام ابن امیر الحاج و علامہ ابراہیم حلبی و علامہ حسن شرنبلالی و علامہ سید احمد طحاوی و علامہ سید ابن عابدین شامی و غیر ہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہ ہے کہ سنن ابی داؤد و ابن ماجہ میں بطریق ابو عمر یا ابو محمد بن محمد بن حریث عن جدہ حریث رجل من بنی عذرة عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن الابی القاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دربارہ مشرف نماز مروی ہوا :

فان لم یکن معہ عصا فلیخط خطاً
اگر اس کے پاس ٹکڑی نہ ہو تو اپنے سامنے ایک خط کھینچ لے ۔

امام ابو داؤد نے کہا امام سفین بن عیینہ نے فرمایا :
لم نجد شیئاً نشد بہ هذا الحدیث ولہیجی الامن
ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت
ہو اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے
نہ آئی ۔

یونہی امام شافعی و امام بیہقی و امام نووی وغیر ہم ائمہ نے اس کی تضعیف فرمائی بلکہ ائمہ و علمائے مذکورین

عہ قال فی الحلیۃ ثم فی رد المحتار قد یعارض
تضعیفہ بتصحیح احمد و ابن حبان و غیرہما
لما ہو عقبہ فی الحلیۃ بما یاقی عنہا من قوله و
یظہر ان الاشبہہ الخ و قال فی المرقاة قد اشار
الشافعی الی ضعفہ واضطرابہ قال ابن حجر صححہ
احمد و ابن المدینی و ابن المنذد و ابن حبان
و غیرہم و جزم بضعفہ النووی اھ ملخصاً قلت
و هو ان فرض صحیحہ لم یضربنا فیما نحن بصددہ
لما قد منا انفا فی التبیہ ۱۲ من رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)
تو ہمارے بیان کردہ مسئلہ میں یہ نقصان وہ نہیں جیسا کہ ابھی ہم نے تنبیہ میں اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

امام ابن حجر مکی سے منقول :
 نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف سہی ایسے حکم میں حجت و مقبول ہے کہ اُس میں نفع بے ضرر ہے ، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے مگر اس طے کے مسائل میں اس پر عمل کرنے میں کوئی عرت نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (ت)

حلیہ میں فرمایا :

یظہر ان الاشبه قول البیهقی ولا یاس بالعمل
بهذا الحدیث فی هذا الحکم ان شاء اللہ تعالیٰ
وجزم به شیخنا رحمہ اللہ تعالیٰ فقال والسنۃ
اولی بالاتباع علیہ

اس سے واضح ہوتا ہے کہ سہیقی کا قول اس حکم میں اس
حدیث پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں ان شاء اللہ تعالیٰ
اشبہ و مختار ہے، اور اسی پر ہمارے شیخ رحمہ اللہ
تعالیٰ نے یہ کتبے جوئے جزم فرمایا کہ سنت زیادہ
لائی اتباع ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے :

من جوزه استدلال بحديث ابی داود و تقدم ما فيه
نکن قد يقال انه يجوز العمل بمثله في الفضائل
كما مر انفا و لذا قال ابن الهمام و السنة اوله
بالاتباع اه ملخصا۔

ابن الحام نے فرمایا سنت زیادہ لائق اتباع ہے اور مخصوصاً۔

نیز غلبہ پھر ادا و الفلاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے :

ان سلوانہ یعنی الخط غیر مفید فلا ضرر فیہ
مع مافیہ من العمل بالحديث الذی یجوز
العمل به فی مثله

اگر تسلیم کر لیا جائے کہ خط مفید نہیں تو اس میں کوئی ضرر نہیں
باوجود اس کے محل نظر ہونے کے یہ حدیث ان میں سے
ہے جس پر ایسے احکام میں عمل جائز ہوتا ہے۔ (ت)

سورة شرح مشكوة الفصل الثاني من باب السيرة مطبوعه مكتبة امداديه عمان ٢٢٦/٢

٥٤ علية المحلى شرح فنية المصلى

سنة غنية المستقل فروع في الخلاصة مطبوعة سهيل أكيد في لاهور ص ٣٦٨

ص ۳۶۹ " " " " ۴۰

ردالمحتار میں ہے :

ليس الخط كما هو السرواية الثانية عن محمد
لحديث أبي داود فان لم يكن معه عصا فليخط
خطا وهو ضعيف لكنه يجوز العمل به في
الفضائل ولذا قال ابن الهمام والسنة أولى
بالاتباع ۱۲۰

خط کھینچنا مسنون ہے جیسا کہ امام محمد کی روایت ثانیہ ہے
انہوں نے ابو داؤد کی اس حدیث سے استدلال کیا : اگر
نمازی کے پاس عصا (ٹکڑی) نہ ہو تو ایک خط کھینچ لے۔ یہ حدیث
ضعیف ہے لیکن فضائل میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے اس بنا
پر امام ابن ہمام نے فرمایا : سنت زیادہ لائق اتباع ہے (۱۲۰)

تشریح (فضائل اعمال سے مراد اعمالِ حسنہ ہیں نہ صرف ثوابِ اعمال) ان دونوں نظیروں میں علامہ براہیم
جلبی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اُس
معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے حاشیہ افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا کہ فضائلِ اعمال سے مراد اعمالِ فضائل ہیں
یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثوابِ اعمال، یہاں سے خیالات باطلہ گنگوہیہ کی تفسیح کامل ہوتی ہے واللہ الحمد
قائدہ ۷ (حدیث ضعیف سے سنیت بھی ثابت ہو سکتی ہے یا نہیں) عبارت ردالمحتار کہ ابھی منقول ہوئی
بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف استحباب بلکہ سنیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہو سکتی ہے یونہی افادہ، اس
علی قاری کا ارشاد و گزر کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء نے مسح کردن کو مستحب یا سنت مانا۔

اقول لكن قال الامام ابن امير الحاج
في الحلیة بعد ما ذكر حديث ابن ماجة عن
الفاكهة وعن ابن عباس والبخاري عن
ابي هريرة رضي الله تعالى عنهم في اغتسال
النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يوم العيد
وقال ان في اسانيد هذه ضعفاء ما نصبه
واستبان غسل العيد ان قلنا بان تعدد الطرق
الواردة فيه يبلغ درجة الحسن، والا لندب
وفي ذلك تأمل الله فقد اشار رحمه الله تعالى

اقول لیکن امام ابن امیر الحاج نے علیہ میں عیدین
کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غسل کے
بارے میں حدیث ابن ماجہ، فاکہ، ابن عباس سے اور
حدیث بخاری، ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت
کرنے کے بعد کہا کہ ان اسانید میں راوی ضعیف ہیں
اور پھر کہا کہ عیدین کے موقعہ پر غسل سنت ہے اگر ہم یہ
کہیں کہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہونے کی بنا پر
حسن کا درجہ پا چکی ہے اور اگر یہ نہیں تو غسل مستحب ہے
اور اس میں تأمل ہے اہ امام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس بات

ان الضعیف لا یقید الاستئذان و لک ان تقول ان
السنة ربما تطلق علی المستحب کعکسه کما
صرحوا بهما فی تبحر کلام الشامی و القاری
وبه یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا
فی المسألة اعنی مسألة الخط فمن اثبت امراد
الاستحسان و من نفی نفی الاستئذان و قد کان
متأیدا بما فی الحلیة هل ینوب الخط بین
یدیه متابعا فن ابی حنیفة و هو احدى
الروایتین عن محمد انه لیس بشیء اى لیس
بشیء مسنون اهل لولاه انه مراد بعدہ بل فعله و
ترکه سواء انتهی فقیه بعد بعد فافهم۔

کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث ضعیف سنت کا فائدہ
نہیں دیتی، اور تیرے لیے یہ جائز ہے کہ تو کہے کہ بعض
سنت کا اطلاق مستحب اور مستحب کا سنت پر ہوتا رہتا
ہے جیسا کہ فقہانے اس کی تصریح کی ہے، لہذا امام
شامی اور قاری کے کلام کی توجیہ ہو جائے گی اور اسی
سے مسئلہ خط میں ہمارے علمائے مروی دو روایات
میں تطبیق بھی ہو جائے گی پس جس نے اسے ثابت کیا
اس نے اس سے استحسان کا ارادہ کیا اور جس نے
نفی کی اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ سنت نہیں اور اس کی
تائید علیہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ کیا خط
سترہ کے قائم مقام ہو گا یا نہیں؟ تو امام ابو حنیفہ اور
ایک روایت کے مطابق امام محمد فرماتے ہیں کہ یہ کوئی شیء نہیں یعنی سنت نہیں اھد کاش اس کے بعد وہ یہ اضافہ
نہ کرتے کہ اس کا کرنا اور چھوڑنا برابر ہے انتہی، اس میں نہایت ہی بعد ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ (ت)

فائدہ ۸ (فائدہ ۸ متعلق افادہ ۱۱ کے وضع یا ضعف کا حکم کبھی لمحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ لمحاظ
اصل حدیث) ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک
سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ کہ اصل حدیث کے۔ اور سنی حدیث صحیح زکوٰۃ علی، مروی سنن ابی داؤد
ونسائی؛

یعنی ایک بی بی خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں ان کی بیٹی ان کے
ساتھ تھیں دختر کے ہاتھ میں سونے کے کڑے
تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ عرض کی نہیں۔ فرمایا کیا
کچھ یہ پسند ہے کہ اللہ عز و جل قیامت میں ان کے

امراۃ انت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ومعها ابنة لها و فی ید ابنتها مسکستان
غلیظتان من ذهب فقال تعطین ذکاۃ هذا
قالت لا قال یسرك انت یسرك اللہ بہما
یوم القیمة سوارین من نار قال فخلعتھما
فالقنھما الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فَعَالَتَ هَذَا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ

ہے اگ کے کٹان پہنائے، اُن بی بی نے کڑے تار کر ڈال دیئے
اور عرض کی یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں جل جلالہ و صلی
تعالیٰ علیہ وسلم۔

جیسے امام ابو الحسن ابن القطان و امام ابن الملقن و علامہ ترمذی نے کہا: اسنادہ صحیحہ (اس کی سند صحیح ہے)
امام عبد العظیم منذری نے مختصر میں فرمایا: اسنادہ لا مقال فیہ (اس کی سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق
نے فرمایا: لا شبہة فی صحۃ (اس کی صحت میں کچھ شبہہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کر کے
فرمایا: لا یصح فی ہذا الباب عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شیء (اس باب میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم سے کچھ صحیح نہیں) امام منذری نے فرمایا: لعل الترمذی قصد الطریقین الذین ذکرہما والا فطریق
ابی داؤد لا مقال فیہ (شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں اصلاً
جائے گفتگو نہیں) ابن القطان نے فرمایا:

انما ضعف ہذا الحدیث لان عنده فيس
ضعيفين ابن لهيعة والمثنى بن
الصباح

انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے
یاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے
ابن لہیعہ اور ثنی بن الصباح۔
ذکرہ الامام المحقق فی الفتح ثم العلامة
القاری فی المرقاة۔

اور سنی حدیث رد شمس کہ حضور پُر نور سید الانوار، ماہِ عرب، مہرِ عجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے
ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا، مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا یہاں تک کہ امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ

۲۱۸/۱	مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور	باب الكنز ما ہو و زکوۃ الحلی	۱
۱۶۴/۲	مطبوعہ توریبہ رضویہ سکھر	بحوالہ ابی الحسن ابن القطان فصل فی الذہب	۲
۱۶۴/۲	" " "	" " "	۳
۱۶۵/۲	" " "	" " "	۴
۸۱/۱	آفتاب عالم پریس لاہور	جامع الترمذی باب ما جاء فی زکوۃ الحلی	۵
۱۶۴/۲	نوریہ رضویہ سکھر	فتح التدریج بحوالہ المنذر فصل فی الذہب	۶
۱۶۴/۲	" " "	بحوالہ ابن القطان	۷

وجہ الکریم نے نماز عصر ادا کی جیسے طحاوی و امام قاضی عیاض و امام مغلطی و امام قطب خیسری و امام حافظ الشان
عسقلانی و امام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلہ کرام نے حسن و صحیح کہا کما ہمد مفصل فی الشفاء و شروحد و
المواہب و شرحہا (جیسے شفاء) اس کی شروح اور مواہب اور اس کی شرح زرقانی میں تفصیلاً مذکور ہے۔ (ت)
علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

اما قول الامام احمد و جماعة من الحفاظ امام احمد اور حفاظ کی ایک جماعت کا اسے موضوع قرار
بوضعه فالظاهر انه وقع لهم من طريق دینا اس وجہ سے ہے کہ ان کو یہ روایت ایسے لوگوں
بعض الکذابين والا فطرقة السابقة يتعنبر کے ذریعے پہنچی ہوگی جو کذاب تھے ورنہ اس کی سابقہ
معها الحكم عليه بالضعف فضلا عن تمام اسانید پر ضعف کا حکم لگانا متعذر ہے، چر جائیکہ
الوضع۔ اسے موضوع کہا جائے۔ (ت)

عام ترشیح امام شیخ الاسلام عمدة الکرام مرجع العلماء الاعلام تقي الملة والدين ابو الحسن علی بن عبد الکافی سبکی
قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب منظر الصواب مرغم الشیطان مدغم الایمان شفاء السقام فی زیادة خیر الانام
علیه و علی آله افضل الصلاة والسلام میں فرماتے ہیں:

وما يجب ان يتنبه له ان حکم المحدثين و ما یجب ان یتنبہ لہ ان حکم المحدثین
بالانکار والاستغراب قد يكون بحسب تلك حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے
الطریق فلا يلزم من ذلك مرد متن الحديث لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد
بخلاف اطلاق الفقيه ان الحديث موضوع لازم نہیں آتا بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کے کہ وہ
فانه حکم على المتن من حيث الجملة۔ بالاجمال اس متن پر حکم ہے۔

لطیفہ جلیلہ لطیفہ: (لطیفہ جلیلہ لطیفہ جان پر لاکھ من کا پہاڑ) ابو داؤد و نسائی کی یہ حدیث صحیح عظیم
جلیل جس میں اُن بی بی نے کڑوں کے صدقہ کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

عنه فی الباب الاول تحت الحديث الخامس من باب اول میں حدیث خامس کے تحت یہ مذکور ہے جس
حج البيت فلم یزرفی فقد جفا فی ۱۲ منہ (م) نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا ۱۲ منہ (ت)

لہ شرح الزرقانی علی المواہب اللذیہ رد شمس لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطبوعہ مطبعة عامہ مصر ۱۳۲/۵
لہ شفاء السقام الحدیث الخامس مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۹

کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا بعینہ یہی مضمون صحیح بخاری و صحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی :

یا رسول اللہ ان من توبتی ان اخلع من مالی
صدقہ الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم۔
یا رسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے صدقہ کر دوں۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیث حضرات دیباہ کی جان پر آفت ہیں انہیں دو پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے بحواب استفتاء بعض علمائے دہلی ایک نفیس و جلیل و موجز رسالہ مسہمی بنام تاریخی الامن والعلی لنا عتی المصطفیٰ بدافع البدل ملقب بلقب تاریخی اکمال الطامہ علی شریک سوی بالامور العامہ تالیف کیا اس میں ایسی بہت کثیر و عظیم باتوں کا آیات و احادیث سے صاف و صریح ثبوت دیا مثلاً قرآن و حدیث ناطق ہیں کہ اللہ و رسول نے دو نعمت کر دیا، اللہ و رسول نگہبان ہیں، اللہ و رسول بے والیوں کے والی ہیں، اللہ و رسول مالوں کے مالک ہیں، اللہ و رسول زمین کے مالک ہیں، اللہ و رسول کی طرف توبہ، اللہ و رسول کی دوہائی، اللہ و رسول دینے والے ہیں، اللہ و رسول دینے کی توقع، اللہ و رسول نے نعمت دی، اللہ و رسول نے عزت بخشی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں، حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں، حضور کے آگے سب گرا کر رہے ہیں، حضور ساری زمین کے مالک ہیں، حضور سب آدمیوں کے مالک ہیں، حضور تمام امتوں کے مالک ہیں، ساری دنیا کی مخلوق حضور کے قبضہ میں ہے، مدد کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، نفع کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، جنت کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، دوزخ کی کنجیاں حضور کے ہاتھ میں ہیں، آخرت میں عزت دینا حضور کے ہاتھ میں ہے، قیامت میں کل اختیار حضور کے ہاتھ میں ہیں، حضور مصیبتوں کو دور فرمانے والے، حضور حقیقتوں کے ٹانے والے، ابوبکر صدیق و عمر فاروق حضور کے بندے، حضور کے خادم نے بیٹا دیا، حضور کے خادم رزق آسان کرتے ہیں، حضور کے خادم بنائیں دفع کرتے ہیں،

علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

علیہ تا علیہ جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

علیہ تا علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ منہ

حضور کے خادم بلند مرتبہ دیتے ہیں، حضور کے تمام کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں، اولیاء کے سبب بلا دور ہوتی ہے، اولیاء کے سبب رزق ملتا ہے، اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے، اولیاء کے سبب مینہ اُترتا ہے، اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی سیسیوں باتیں صرف قرآن و حدیث سے لکھی ہیں، وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں اللہ و رسول کی جناب میں کہیں یا خدا و رسول سے لڑیں اگر لڑ سکیں، اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام، عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تک کہ خود رب العزت جل جلالہ کسی کو سخت شکنجہ الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ غمناک بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب و مرزا جان جانا صاحب و شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے اساتذہ و مشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسماعیل دہلوی سب کے سب پتے مشرک تھے، غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں، بندوں سے لے کر ربّ جلیل تک، شاہ ولی اللہ سے لے کر ان کے پیروں استادوں، شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسماعیل تک کوئی خالی نہیں، وہابیہ کا پھاگ نجدیت کی ہولی، شرک کا رنگ، تقویۃ الایمان کی پھکاری ہے، زور گھنگور شرٹوں کا شور، سارا جہان شرابور، پول کی قید نہ ادا کس پر چھوڑ، یہ انوکھا پھاگن بارہ ماؤس جاری ہے۔

اشراک بمذہب ہے کہ تاحق برسد

مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار جُز سے بھی کم ہے ایک سو تیس سے زیادہ فائدوں اور تیس آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے بجز اللہ تعالیٰ اُس کی نفاست، اُس کی جلالت، اُس کی صولت، اُس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

ذلک من فضل اللہ علینا و علی الناس و کن اکثر الناس لا یشکرون
یہ اللہ کا ہم پر اور لوگوں پر فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے، اسے میرے رب مجھے اس

علہ و علیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲

بات کی توفیق دے کہ میں ان نعمتوں پر تیرا شکریہ کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر فرمائی ہیں، اور مجھے اچھے اعمال کی توفیق دے جن سے توراخصی ہو جاؤ اور میری اولاد کی اصلاح فرما، میں تیری ہی طرف رجوع

کرتا اور مسلمانوں میں سے ہوں، تمام تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے (ت)

قائدہ ۹ : (وہ محدثین جو غیر ثقہ سے روایت کرتے) ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا کہ محدثین میں بہت کم ایسے ہیں جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ بن الحجاج و امام مالک و امام احمد اور افادہ دوم میں یحییٰ بن سعید قطان و عبد الرحمن بن مہدی کو گنا اور انھیں سے ہیں امام شعبی و یحییٰ بن خالد و حریر بن عثمان و مسلم بن حرب و مظہر بن مدرک خراسانی و امام بخاری۔ مقدمہ تصحیح مسلم شریف میں ہے:

حدثني ابو جعفر الدارمي ثنا بشر بن عمر قال سألت مالك بن انس (فذكر الحديث قال) و سألته عن رجل اخر نسيت اسمه فقال هل مرأته في كتبى قلت لا قال لو كان ثقة لأبنته

ابو جعفر دارمی نے مجھے حدیث بیان کی کہ میں بشر بن عمر نے بتایا کہ میں نے مالک بن انس سے پوچھا (پھر تمام حدیث بیان کی اور کہا) اور میں نے ایک دوسرے آدمی سے پوچھا جسے میں ان سے پوچھا جن کا نام میں اس وقت بھول گیا تو انھوں نے فرمایا کیا تو نے اسے میری

فی کتبی۔

کتب میں پایا ہے ؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا اگر وہ ثقہ ہوتے تو میری کتب میں انھیں ضرور پاتا۔ (ت)
منہاج امام نووی میں ہے :

ہذا تصریح من مالک رحمہ اللہ تعالیٰ بان
من ادخلہ فی کتابہ فهو ثقة فمن وجدناہ فی
کتابہ حکمنا بانہ ثقة عند مالک وقد لا یكون
ثقة عند غیرہ۔

یہ امام مالک کی تصریح ہے کہ جسے وہ اپنی کتاب میں ذکر
کریں گے وہ ثقة ہوگا تو اب ہم ان کی کتاب میں جسے
پائیں ہم اسے امام مالک کے نزدیک ثقة سمجھیں گے اور
کبھی ان کے غیر کے پاس وہ شخص ثقة نہیں ہوگا۔ (ت)

سورة القرآن ١٥/٢٦

۱۹/۱	مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی	۳۴ صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین الخ
۱۹/۱	" " " "	۳۵ شرح صحیح مسلم النووی " " " "

میزان میں ہے،

ابراہیم بن العلاء ابو ہارون الغنوی
وثقہ جماعة و وہاء شعبۃ فیما قبل ولم یصح
بل صح اندہ حدث عنہ۔

اسی میں ہے،

عبد الاکرم بن ابی حنیفۃ عن ابیہ و عن
شعبۃ لا یعرف لکن شیوخ شعبۃ جیاد اھ

اقول لکن قال یزید بن ہارون
قال شعبۃ داری و حماری فی المساکین صدق
ان لم یکن ابان ابن ابی عیاش یکذب
فی الحدیث قلت لہ فلم سمعت حدیثہ
قال و من یصبر عن ذالحدیث - یعنی
حدیثہ عن ابراہیم عن علقمۃ عن عبد اللہ
عن امہ انها قالت رأیت رسول صلی اللہ
تعالی علیہ وسلم قنت فی الوتر قبل الركوع
کما فی المیزان و لک التفصی عنہ بات
السماع شئ و الحدیث شئ، و الکلام فی
الاخیر و ان کان اسم الشیخ یتناول
الوجهین و سند کراخر ہذہ الفائدۃ ان

ابراہیم بن العلاء ابو ہارون غنوی کو ایک جماعت نے
ثقہ قرار دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ شعبہ نے انہیں کمزور
کہا، اور یہ صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ شعبہ نے ان سے
حدیث بیان کی ہے۔ (ت)

عبد الاکرم بن ابی حنیفہ اپنے والد سے اور ان سے
شعبہ نے روایت کیا ہے اور وہ معروف نہیں لیکن
شعبہ کے تمام اساتذہ جتید ہیں (ت)

اقول لیکن یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ
شعبہ نے کہا کہ میرا گھر اور میری سواری مساکین میں
صدقہ ہے، اگر ابان ابن ابی عیاش حدیث میں
جھوٹا نہ ہو، میں نے انہیں کہا تو پھر آپ نے ان سے
کیوں سماع کیا؟ تو اس نے فرمایا کون ہے جو
صاحب حدیث سے حدیث لینے سے باز رہے،
اس سے انہوں نے ان کی وہ حدیث مراد لی جو
ابراہیم سے علقمہ سے عبد اللہ سے اور انہوں نے اپنی
والدہ سے بیان کی ہے، وہ بیان کرتی ہے کہ میں نے
رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے وتر
میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھی ہے جیسا کہ میزان
میں ہے، اور تیرے لیے اس سے خلاصی کی صورت

۴۹/۱	مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت لبنان	ابراہیم بن العلاء	ترجمہ ۱۵۲	۱
۵۳۲/۲	"	عبد الاکرم	"	۲
۱۱/۱	"	ابان ابن ابی عیاش	۱۵	۳

یہ ہے کہ سناٹا اور شی ہے اور حدیث بیان کرنا اور ہے۔
گفتگو دوسرے میں ہے اگرچہ شیخ کا نام دونوں کے لیے
مستعمل ہے مگر تیسرے ہم اس فائدہ کے آخر میں ذکر کریں گے کہ اہم
شعبہ کبھی جس سے چاہے روایت لیتا ہے توجہ حدیث بیان کرنے تو
اُس پر ثابت قدم رہ۔ ہاں شاید درست یہ ہو کہ اسے مقید
کر دیا جائے اس شخص کے ساتھ جس سے احکام کی احادیث
بیان کی گئی ہیں نہ کہ وہ احادیث جن میں نرمی کی جاتی ہے
جیسا کہ تیسویں اضافہ میں ابن عدی کا یہ قول گزرا ہے
کہ شعبہ نے کبھی سے روایت کی ہے اور باب تفسیر
میں اسے پسند کیا ہے میزان میں اسی طرح منقول
ہے اور اس میں محمد بن عبد الجبار کے بارے میں بھی
ہے کہ عیسیٰ نے کہا کہ وہ مجہول بالنقل ہے —
میں کہتا ہوں کہ شعبہ کے تمام شیوخ جتہ میں مگر بہت کم
ایسے ہیں جو جتہ نہ ہوں، اور یہ وہ آدمی ہیں جس کے بارے
میں ابو حاتم نے کہا شیخ ہے اھ — قلت یہ
نقصان دہ نہیں یہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک آدمی ایک حدیث
کے ہاں ثقہ ہے دوسرے کے ہاں مجروح یا مجہول
ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے شیوخ وہ ہیں جن کو ثقہ
کہا گیا اور ان کی تعریف کی تصریح کی گئی ان میں سے
جابر بن یزید الجعفی ہے جو ضعیف رافضی اور متہم ہے

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں نے جو لوگ دیکھے ان میں عطا سے بڑھ کر سچا کسی کو نہیں پایا اور جابر جعفی سے
زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا، اسی طرح ایوب، زائدہ، یحییٰ اور جوزجانی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ قطان، ابن مہدی،
نسائی اور دیگر محدثین نے اسے ترک کر دیا۔ (ت)

الامام ربیعہ حمل عن شاء، فاذا حدث
ثبت **لعمري** لعل الصواب التقيد بمن
حدث عنه في الاحكام مدون ما يتساهل
فيه لما تقدم في الافادة الثالثة والعشرين
من قول ابن عدی ان شعبه حدث عن
الكلبي ورضيه بالتفسير كما نقله في
الميزان وفيه ايضا في محمد بن عبد الجبار
قال العقيلي مجهول بالنقل قلت شيخ شعبه
نقاوة الا النادر منهم وهذا الرجل قال
ابو حاتم شيخ **اھ قلت** وهذا لا يضر فقد
يكون الرجل ثقة عنده وعند غيره مجروح
او مجهول حتى ان من شيوخه الذين
وثقهم وصرح بحسن الثناء عليهم جابر بن
يزيد الجعفی ذاك الضعیف الرافضی المتهم
قال الامام ما لا عظم مرضی الله تعالی عنہ،
ما رايت فيمن رايت افضل من عطاء ولا
الكذب من جابر الجعفی وكذلك كذب ايوب
وزائدة ويحيى والجوزجاني وتركه القطان
وابن مہدی والنسائی وآخرون۔

۵۵۸/۳	مطبوعہ دار المعرفہ بیروت لبنان	۵۷۴، محمد بن السائب الكلبي	۵۷۴، محمد بن السائب الكلبي
۹۱۳/۳	" " " "	۸۲۲، محمد بن عبد الجبار	" " " "
۳۸۰/۱	" " " "	۱۲۲۵، جابر بن یزید الجعفی	۱۲۲۵، جابر بن یزید الجعفی

شفار السقام شریف میں ہے :

احمد رحمہ اللہ تعالیٰ لم یکن یروی الا عن ثقة
وقد صرح الخضم (یعنی ابن تیسیم) بذلك في
الكتاب الذي صنّفه في الرد على البكري
بعد عشر كرايس منه قال ان القائلين بالبحر
والتعديل من علماء الحديث نوعان منهم
من لم يروا الا عن ثقة عنده كمالك وشعبة
ويحيى بن سعيد وعبد الرحمن بن مهدي
واحمد بن حنبل وكذلك البخاري وامثاله

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت
نہیں کرتے اور مخالفت (یعنی ابن تیسیم) نے اس بات کی
اپنی اس کتاب میں تصریح کی ہے جو اس نے بکری کے زوئیں
اس کے دس رسائل کے بعد لکھی، کہا کہ علماء جرح و
تعديل (حدیث میں) دو اقسام ہیں ایک وہ ہیں جو
صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں مثلاً مالک، شعبہ،
یحییٰ بن سعید، عبد الرحمن بن مہدی، احمد بن حنبل اور
اسی طرح بخاری اور ان کے ہم مثل اہل (ت)

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں ہے :

خارجة بن الصلت البرجمي الكوفي روى
عنه الشعبي وقد قال ابن أبي خيثمة اذا روى
الشعبي عن رجل وسماه فهو ثقة يحتج
بحديثه

خارجہ بن الصلت برجمی کوفی جن سے شعبی نے روایت
کیا ہے اور ابن ابی خثیمہ نے کہا کہ جب شعبی کسی شخص
سے حدیث بیان کریں اور اس کا نام لیں تو وہ ثقہ
ہوگا اس کی حدیث سے استدلال کیا جائے گا (ت)

تہذیب میں ہے :

من لا يروى الا عن عدل كابت مهدي
ويحيى بن سعيد اه اقول ولا ينكر عليهما
بما في الميزان عن عباس الدوري عن
يحيى بن معين عن يحيى بن سعيد لولم
ارواك عن ارضي ما رويت الا عن خمسة اه

وہ لوگ جو صرف عادل راویوں سے روایت لیتے
ہیں مثلاً ابن مہدی اور یحییٰ بن سعید اہ اقول اور
اس پر اس بات سے اعتراض نہیں کیا جاسکتا
جو میزان میں عباس دوری نے یحییٰ بن معین سے
انہوں نے یحییٰ بن سعید کے حوالے سے روایت

عن في الباب الاول تحت حديث الاول ۱۲ من (م)

عنه في ترجمة اسرائيل بن يونس ۱۲ من (م)

مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۰

شفار السقام الحديث الاول

تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی ترجمہ ۱۲۵ خارجہ بن الصلت مطبوعہ دارۃ المعارف آباد دکن ۵/۳

تہذیب الراوی شرح تقریب النواوی روایۃ مجہول العدالۃ والمستور دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/۲۱۴

فان رضى يحيى غاية لا تدرك وكيف يظن به
ان الخلق كلهم عنده ضعفاء الا خمسة وانما
المرضى له جبل ثبت شامخ من اسخ لهر يزل ولم
يتزلزل ولا في حرف ولا مرة -

ہے کہ پانچ کے علاوہ تمام لوگ ان کے نزدیک ضعیف ہوں اور ان کے ہاں پسندیدہ و معتبر وہی شخص ہوگا جو اس
فن میں پہاڑ کی مانند ٹھوس، مستحکم اور مضبوط ہونے والی ہو اور نہ حرکت کرے نہ کسی حرف میں نہ ایک مرتبہ میں (ت)
تہذیب التہذیب میں ہے :

سليمان بن حرب بن بجيل ازدي واشجي
ابو حاتم كته ہیں کہ ائمہ حدیث میں سے امام ہیں اور
وہ تدلیس نہیں کرتے تھے اور ابو حاتم نے یہ بھی کہا
کہ سلیمان بن حرب بہت کم مشائخ کا اعتبار کرتے
تھے لہذا جب آپ دیکھیں کہ انھوں نے کسی شیخ سے
روایت کی ہے تو یقیناً وہ ثقہ ہی ہوگا (ملفوظات)

تقریب التہذیب میں ہے :

مظفر بن مدرک الخراسانی ابو کامل ثقة اور پختہ ہیں اور
وہ ثقہ کے علاوہ کسی سے روایت نہیں کرتے تھے -

نافعہ جامعہ : امام سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں ،

تتمہ ان لوگوں کے بارے میں جو ثقہ کے علاوہ سے
روایت نہیں کرتے مگر شاذ و نادر - وہ امام احمد ،

عہ فی معرفۃ من تقبل روایتہ ۱۲۷۲ھ (م)
جس کی روایت مقبول ہو اس کی معرفت میں اس کا ذکر ہے ۱۲۷۲ھ (ت)

لہ تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی ترجمہ ۳۱۱ سلیمان بن حرب مطبوعہ مجلس ائزۃ المعارف حیدرآباد دکن ۱۴۸۷/۱۴۹۱
لہ تقریب التہذیب من اسمہ مظفر مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ص ۲۴۸

وسليمن بن حرب، وشعبة والشعبي وعبد الرحمن بن مهدي ومالك ويحيى بن سعيد القطان و ذلك في شعبة على المشهور فإنه كان يتعنت في الرجال ولا يروى إلا عن ثبت، وألا فقد قال عاصم : على سمعت شعبة يقول لو لم احدثكم إلا عن ثقة لم احدثكم عن ثلثة وفي نسخة ثلثين و ذلك اعتراف منه بأنه يروى عن الثقة وغيره فينظر وعلى كل حال فهو لا يروى عن متروك ولا عن اجمع على ضعفه، وإما سفيان الثوري فكان يترخص مع سعة علمه وورعه ويروى عن الضعفاء حتى قال فيه صاحبه شعبة لا تحملوا عن الثوري إلا عن تعرفون فإنه لا يبالى عن حمل وقال الفلاس قال لي يحيى بن سعيد لا تكتب عن معتسر إلا عن تعرف فإنه يحدث عن كل أحد.

يحيى بن محمد، حريز بن عثمان، سليمان بن حرب، شعبة، شعبي، عبد الرحمن بن مهدي، مالك، وأبي يحيى بن سعيد القطان، وأبو شعبة کے بارے میں یہ مشہور ہے کہ وہ لوگوں کے بارے میں سختی سے کام لیتے ہیں وہ صرف ثبت سے ہی روایت کرتے ہیں ورنہ عاصم بن علی کہتے ہیں کہ میں نے شعبة کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر میں تمہیں ثقہ کے علاوہ کسی سے حدیث بیان نہ کرتا تو صرف تین راویوں (بعض نسخوں میں تیس کا ذکر ہے) سے حدیث بیان کرتا۔ یہ ان کا اعتراف ہے کہ میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں سے روایت کرتا ہوں لہذا غور و فکر کر لیا جائے، ہر حال میں وہ متروک سے روایت نہیں کرتے اور نہ اس شخص سے جس کے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہوا، رہا معاملہ سفيان ثوري کا تو وہ باوجود علمی وسعت اور ورع وتقویٰ کے نرمی کرتے ہوئے رخصت دیتے اور ضعف سے روایت کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کے بارے میں ان کے شاگرد شعبة نے کہا ہے کہ ثوري سے روایت نہ لو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم جانتے ہو کیونکہ وہ پروا نہیں کرتے کہ وہ کس سے حدیث اخذ کر رہے ہیں، فلاس کہتے ہیں کہ مجھے يحيى بن سعيد نے کہا کہ معتسر سے نہ لکھو مگر ان لوگوں کے حوالے سے جن کو تم خود جانتے ہو کیونکہ وہ ہر ایک سے حدیث اخذ کرتے ہیں (ت)

اقول ما ذكر عن عاصم فيجوز بل يجب حمله على مثل ما قد منافي كلام يحيى كيف وان للثقة اطلاقا آخر اخص واضيق كما قال في التدريب ان ابن مهدي قال حدثنا ابوخلدة فقيده له اكان ثقة فقال كان صدوقا

اقول (میں کہتا ہوں) جو کچھ عاصم کے حوالے سے مذکور ہے اس کو اس گفتگو پر محمول کرنا جائز بلکہ واجب ہے جو ہم نے پہلے کلام يحيى پر کی تھی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ ثقہ کا ایک دوسرا اطلاق نہایت ہی محدود و اخص ہے جیسا کہ تدريب میں ہے کہ ابن مهدي

کہتے ہیں کہ ہمیں ابو غلہ نے بیان کیا کہ ان سے کہا گیا کہ کیا وہ ثقہ ہے تو کہا کہ وہ صدوق اور مامون ہے اور بہتر ثقہ شعبہ اور سفیان ہیں اور کہا کہ مروزی نے بیان کیا کہ میں نے ابن جنبل سے عبد الوہاب بن عطاء کے ثقہ ہونے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا تم ثقہ کو نہیں جانتے ثقہ صرف یحییٰ بن سعید القطان ہے اہ اس پر قائم رہنا کیونکہ معاملہ بڑا ہی واضح ہے۔ (د ت)

تھرا قول (ہمارے امام اعظم جس سے رعایت فرمائیں اس کی ثقاہت ثابت ہوگئی، انہیں ائمہ محتاطین سے ہیں علم اعلم امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ النعمان النعم اللہ تعالیٰ علیہ بالعام الرضوان ولنعم بالنعم نعم الجنان، یہاں تک کہ اگر بعض مخلفین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التخییر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں :

امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الآثار میں فرماتے ہیں کہ ہمیں امام ابو حنیفہ نے ازلیث بن ابی سلیم از مجاہد از ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ یتیم کے مال میں زکوٰۃ نہیں، لیث علمائے عابدین میں سے تھا اور انہیں آخر عمر میں اختلاط ہو گیا اور یہ بات مسلم ہے کہ امام اعظم ان سے اختلاط کے بعد حدیث اخذ نہیں کر سکتے کیونکہ آپ حدیث اخذ کرنے اور بیان کرنے میں جتنے سخت ہیں دوسروں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ معلوم و معروف ہے اہ (د ت)

قال محمد بن الحسن رضي الله تعالى عنه في كتاب الآثار أخبرنا ابو حنيفة ثنا ليث بن ابی سليم عن مجاهد عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال ليس في مال اليتيم تركوة وليث كان احد العلماء العباد وقيل اختلط في آخر عمره ومعلوم ان ابا حنيفة لم يكن ليذهب في اخذ عنه في حال اختلاطه ويرويه و هو الذي شد في امر الرواية ماله ليشده غيره على ما عرف الله.

تنبيه (قلة المبالة في الاخذ قد حدث من من التابعين — اخذ حدیث میں نرمی اکابر تابعین کے زمانہ سے پیدا ہوئی ہے۔ ت) قلت هذا التوسع وقلة المبالة في قلت (میں کہتا ہوں) اخذ حدیث میں وسعت

مقبولة عندنا وعند الجماعه هير ولا شك ان
عطاء و الحسن و الزهري منهم و قلة المبالاة
عند التحمل لا يقتضيها عند الاداء فقد ياخذ
الامام من شاء ولا يرسله الا اذا استوثق
وقد وافقنا على قبول مراسيل الحسن ذلك
الوسع الشديد عظيم التشديد قدوة الشان
يحيى بن سعيد القطان و ذلك الجبل العلى
على بن مدينى الذى كان البخارى يقول ما
استصغرت نفسى الا عنده و ذلك الامام
الاجل نقاد العلل ابو زرعة الرازى و ناهيك
بهم قدوة اما القطان فقال ما قال الحسن
فى حديثه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم الا وجدنا له اصلا الا حديثا او حديثين
واما على فقال مراسلات الحسن البصرى
التي رواها عنه الثقات صحاح ما اقل ما يسقط
منها، واما ابو زرعة فقال كل شئ قال الحسن قال
رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وجدت
له اصلا ثابتا ما خلا اربعة احاديث نقلها
فى التدریب -

ہمارے اور جمہور علماء کے ہاں مقبول ہیں، اس میں کوئی
شک نہیں کہ عطاء، حسن اور زہری ان میں سے ہیں اور
اخذ میں نرمی کے لیے لازم نہیں کہ بیان کرتے وقت بھی
نرمی ہو، بعض اوقات امام کسی شخص سے حدیث اخذ
کر لیتے ہیں مگر ارسال اسی وقت کرتے ہیں جب اسے
وہ ثقہ محسوس کرتے ہوں اور ہمارے ساتھ حسن کی
مراسیل کو قبول کرنے میں یحییٰ بن سعید القطان شریک
ہیں جو ورع و تقویٰ اور حدیث کے اخذ کرنے میں
نہایت ہی سخت ہیں، اور اس فن کا عظیم شخص علی بن
مدینی بھی جن کے بارے میں امام بخاری کا قول ہے میں
نے اپنے آپ کو ان کے سوا کسی کے سامنے بیچ نہیں
سمجھا اور امام اجل نقاد العلل ابو زرعة رازی بھی شریک
ہیں اور یہ لوگ اقتدا کے لیے کافی ہیں، لیکن قطان نے
کہا ہے کہ جس حدیث کے بارے میں امام حسن یہ
کہہ دیں "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم"
تو ہمیں ایک یا دو کے علاوہ ہر حدیث کی اصل ضرور
ملی، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ وہ مراسیل حسن بصری جو
ان سے ثقہ لوگوں نے روایت کی ہیں وہ صحیح ہیں میں
یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان سے ساقط ہونے والی کتنی ہیں
اور ابو زرعة کہتے ہیں جس شے کے بارے میں بھی حسن نے "قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" کہا ہے مجھے
چار احادیث کے علاوہ ہر ایک کی اصل مل گئی ہے۔ اس عبارت کو تدریب میں نقل کیا ہے۔ (د ت)

قلت وعدم الوجدان لا يقتضى

عدم الوجود فلم يفت يحيى الا واحدا و

اشان و لعل غیر یحیی و جد مالم یجدہ و
 فوق کل ذی علم علیہ و نقل فی مسلم الثبوت
 عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال متی قلت لکم
 حدثنی فلان فہو حدیثہ و متی قلت قال
 رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعن سبعین
 اھ و فی التدریب قال یونس بن عبید سألت
 الحسن قلت یا ابا سعید انک تقول قال رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و انک لم تدرکہ
 فقال یا ابن اخی لقد سألتنی عن شیء ما سألنی
 عنہ احد قبلك و لو لا منزلتک منی ما اخبرتک
 انی فی زمان کما تری و کانت فی زمان
 الحجاج کل شیء سمعتنی اقلہ قال رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فہو عن علی
 بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان
 اذکر علیاً اھ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

زہد میں ممکن ہے کسی اور محدث کو وہ مل گئی ہوں ارشاد
 باری ہے و فوق کل ذی علم علیہ (ہر علم والے
 پر ایک علم والا ہے) اور مسلم الثبوت میں حسن رضی اللہ
 تعالیٰ عنہ سے مروی ہے میں جب تم کو یہ کہوں کہ مجھے
 فلاں نے حدیث بیان کی تو وہ اس کی حدیث ہوتی ہے
 اور جب میں یہ کہوں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 نے فرمایا تو وہ شتر سے مروی ہوتی ہے اھ تدریب
 میں ہے یونس بن عبید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت
 حسن سے پوچھا اے ابوسعید! آپ کہتے ہیں نبی
 اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نہیں کی ؟
 فرمایا اے بھتیجے! تو نے مجھ سے ایسا سوال کیا ہے
 جو کچھ میں نے پہلے آج تک مجھ سے کسی نے نہیں کیا ،
 اگر تیرا یہ مقام میرے ہاں نہ ہوتا تو میں تجھے اس
 سوال کا جواب نہ دیتا میں جس زمانے میں ہوں (وہ

جیسے تجھے معلوم ہے) اور یہ حجاج کا زمانہ تھا جو کچھ مجھ سے آپ لوگ سنتے ہیں کہ میں کہتا ہوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم نے فرمایا وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے سنا ہوتا ہے (یہ نہیں کہ میں نے
 آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات پاتی ہے) چونکہ میں ایسے دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام
 ذکر نہیں کر سکتا (اس لیے میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام لیتا ہوں) واللہ تعالیٰ اعلم (ت)
فائدہ ۱۰ : (فائدہ ۱۰ متعلق افادہ ۲۴ دربارہ احادیث طبقہ رابعہ) سُفہائے زمانہ نے
 احادیث طبقہ رابعہ کو مطلقاً باطل و بے اعتبار محض قرار دیا جو شان موضوع ہے جس کا ابطال بین باہین

لہ القرآن ۶/۱۲

۱۰ مسلم الثبوت تعریف المرسل مطبوعہ مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۲

۱۱ تدریب الراوی شرح تعریب النوادی الکلام فی احتجاج الشافعی بالمرسل مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲۰۴/۱

وجہ افادہ ۲۴ میں گزرا، یہاں اتنا اور سن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اُن کی روایت کو دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے، موضوعات کیر میں زیر حدیث،

من طاف بالبيت اسبوعا ثم اتي مقام ابراهيم
فركع عند ركعتين ثم اتي من مزب فشرّب
من مائه اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیومرود لہ
امہ ۱
جوسات پھیرے طواف کر کے مقام ابراہیم میں
دو رکعت نماز نماز پڑھے پھر زمزم شریف پر جا کر اس کا
پانی پئے اللہ عزوجل اُسے گناہوں سے ایسا پاک کر دے
جیسا جس دن ماں کے پیٹ کے پیدا ہوا تھا۔

فرماتے ہیں،

حيث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجنیدی
فی فضائل مکة والديلمی فی مسندہ لا یقال
انہ موضوع غایتہ انہ ضعیف۔
جبکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جنیدی نے فضائل مکہ اور
دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جیسا
نہایت یہ کہ ضعیف ہے۔

اقول وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ غلط صحاح و تنہام و ثابِت و موضوع جس طرح وضع ممکن
یہ نہی صحت محتمل توجہ تک خصوص متین و سند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو
معین کر لینا محض ظلم و جزاف ہے تو اُن کی حدیث قبل تمہین حال جس طرح بسبب احتمال ضعف و سقوط احکام میں
مستند و معتبر نہ ہوگی یوں ہی بوجہ احتمال صحت و حسن و ضعف محض موضوع و باطل و ساقط بھی نہ ٹھہر سکے گی
لاجرم و درجہ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں یونہی
یہاں بھی کمالات یخفی علی اولی النہی (جیسا کہ اصحاب فہم پر مخفی نہیں۔ ت) فرائع الرحموت میں ہمارے علماء کرام
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے؛

الراوی انکان غیر معروف بالفقاہة ولا
بالروایۃ بل انما عرف بحدیث او حدیثین
فان قبلہ الاثمة او سکتوا عنہ عند ظہور
راوی حدیث اگر فقاہت روایت میں معروف نہ ہو
بلکہ کسی ایک یا دو احادیث معروف ہو اور محدثین نے
اسے قبول کر لیا یا ظہور روایت کے وقت اس نے غاموشی

معرف العداۃ کے بحث میں ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ فی مسئلۃ معرف العداۃ ۱۲ منہ (م)

۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۲۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۳۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۴۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۵۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۶۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۷۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۸۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۱۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۲۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۳۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۴۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۵۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۶۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۷۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۸۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۹۹۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم
۱۰۰۔ الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوۃ حرف المیم

الرواية او اختلفوا كان كاللمعروف وان لم يظهر منهم غير الطعن كان مردودا وان لم يظهر شيء منهم لم يجب العمل بل يجوز فيعمل به في المندوبات والفضائل والتواريخ

اختیار کی ہو یا اس میں اختلاف کیا ہو تو یہ بھی معروف کی طرح ہی ہوگا اگر اس پر محدثین نے طعن کا اظہار ہی کیا ہے تو وہ مردود ہوگا اور اگر محدثین نے کسی شے کا اظہار نہیں کیا تو اب عمل واجب نہیں بلکہ جائز ہوگا تو وہ مستحبات، فضائل اور تاریخ میں قابل عمل ہے (ت)

فائدہ ۱۱۱ (تذکرۃ الموضوعات محمد طاہر فتنی میں ذکر مستلزم گمان وضع نہیں) اُن ضروری فوائد سے کہ جو یہ تعبیل ہنگام تبیض تحریر سے رہ گئے تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال ہے کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑے بھاری متکلیفین متکبرین نے کیا حالانکہ محض جہالت و بے رہی یا دیدہ و دانہ مخالفت ذہنی تذکرہ مذکورہ بھی کتب فہرستانی سے ہے اس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یوجد کسی کو منکر کسی کو یسبب کسی کو لا یصح کسی کو ضعیف کسی کو مؤول کسی کو رجالہ ثقات کسی کو لا باس بہ کسی کو صحیحہ فلان کسی کو صحیحہ فرماتے ہیں حدیث تقبیل ابہایین انھیں میں جنھیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لا یصح پر اقتصار اور تجربہ کثیرین سے استظهار کیا خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں

فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشہرة
على الا لسن والصواب خلافا على نمط ذکرته
فی التذکرۃ فینہ من عرف نفسه عرف ربه
یسبب بثنایح رائت ربی فی صورۃ شاب لہ
وفرۃ صحیحہ محمول علی رویۃ المنام
ادمؤول حج المؤمن غر کریم والمنافخ
لشیم موضوع ح ما شهد رجل علی رجل بکفر

فصل، بعض احادیث کی تعیین کے بارے میں جو لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہیں حالانکہ صواب اس کے خلاف ہے اس طریقہ پر جس کا ذکر تذکرہ میں کیا ہے اس میں وہ شخص جس نے اپنے نفس (آپ) کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا، یہ ثابت نہیں، حدیث میں نے اپنے رب کو ایسے خوبصورت جوان کی صورت میں دیکھا جس کے بال لمبے و خوبصورت ہوں، صحیح ہے یہ

عہ اقول هذا عجیب فقد اخرجہ ابو داؤد اقول یہ عجیب حالانکہ ابو داؤد (باقی اگلے صفحہ پر)

۱۴۹/۲ فرائح الرحمت شرح مسلم الثبوت، بذیل المستصفیٰ مسک مجہول الحال الخ مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۴۹/۲
ف۔ یہ عبارت مختصراً اور متعدد صفحات سے نقل کی گئی ہے بحوالہ کے لیے ۵۱۹ تا ۵۱۹ ملاحظہ ہو۔

خواب پر محمول ہے یا یہ مؤول ہے اور حدیث مومن و صو کا کھانے والا اور شرم والا ہوتا ہے اور منافق و غاباز اور مکینہ ہوتا ہے موضوع ہے۔ حدیث نہیں گواہی آیا

الاباء به احدهما ضعيف فيه طلب العلم
فريضة على كل مسلم طرقتها واهية ح من
ادى الفريضة و علم الناس الخير كانت فضله

(بقية حاشية صفحہ گزشتہ)

ترمذی اور عالم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منافق کی جگہ لفظ فاجر روایت کیا ہے اور اس کی سند بقول امام مناوی کے جید ہے ۱۲ منہ (ت)

اقول بلکہ یہ اعلیٰ درجے کی صحاح میں سے صحیح ہے، امام مالک اور شیخین وغیرہا

نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو "یا کافر" (اسے کافر) کہا، تو وہ کفران و دونوں میں سے ایک پر لوٹ آتا ہے۔ اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا کہ جس نے اپنے بھائی کو "یا کافر" کہا تو وہ کفران میں سے ایک پر لوٹ آئیگا۔ ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً سند صحیح کے

ساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) صحیح وہ ہے کہ جو حسن سے نیچے نہ ہو جیسے کہ میں نے النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

والترمذی والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلفظ الفاجر مکان المنافق واسنادہ کما قال المناوی جید ۱۲ منہ (م)

عہ اقول بل صحیح من اعلیٰ الصحاح فلما لك والصحيحين غيرهما عن ابن عمر رضي الله عنهما سرقه اذا قال الرجل لاخيه يا كافر فقد باء بها احدهما وللبخاري عن ابی هريرة رضي الله تعالى عنه سرقه من قال لاخيه يا كافر فقد باء بها احدهما ولا بدت جبان عن ابی سعيد رضي الله تعالى عنه بسند صحيح مرفوعاً ما اكفر من رجل رجلا قط الاباء بهما احدهما وفي الباب غير ذلك فان اراد تخصص اللفظ فقليل الجدد ۱۲ منہ (م)

اساتھ روایت کیا جب بھی کوئی کسی کو کافر کہتا ہے تو وہ کفر یقیناً ان میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس باب میں اس کے علاوہ بھی احادیث ہیں اگر اس سے مراد خاص الفاظ ہیں تو ایسی روایات تو بہت ہی کم ہیں ۱۲ منہ (ت)

عہ اقول والصحيح انه لا ينزل عن الحسن كما بينته في النجوم الثواقب في تخریج احادیث الکواکب ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

کوئی آدمی دوسرے کے کفر کی مگر کفران میں سے کسی ایک پر لوٹ آتا ہے، ضعیف ہے۔ اسی میں ہے علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، اس کے تمام طرق کمزور ہیں۔ حدیث وہ شخص جس نے فرض ادا کیا اور لوگوں کو خیر کی تعلیم دی اس کو عابد پر فضیلت حاصل ہے، اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن محدثین فضائل عمل میں نرمی برتتے ہیں۔ حدیث وضو پر وضو نور علی نور ہے موجود نہیں۔ اس میں ہے سب اہل انگلیوں کا باطن جو منہ کے بعد آنکھوں سے دیکھنا صحیح نہیں اور بطور تجربہ یہ عمل کثیر علما سے مروی ہے۔ اس میں ہے نماز دین کا ستون ہے، یہ حدیث ضعیف ہے۔ صلاۃ التسبیح (والی حدیث) ضعیف ہے۔ دارقطنی میں ہے فضائل نماز کے بارے میں حدیث مروی ہیں ان میں نماز تسبیح

علی العابد الحدیث ضعیف اسنادہ لکن ہم یتاہلون فی الفضائل ح الوضوء علی الوضوء نور علی نور لم یوجد فیہ مسح العینین بباطن السبائین بعد تقبیلہما لا یصح وروی تجربۃ ذلک عن کثیرین فیہ الصلاۃ عماد الدین ضعیف وصلاتہ التسبیح ضعیف الدارقطنی اصح شئ فی فضل الصلوٰۃ صلاۃ التسبیح فیہ طعام الجواد دواء وطعام البخیل داء فی المقاصد رجالہ ثقافت وفی المختصر منکر فی المقاصد ماء من مزمل لما شرب له ضعیف لکن له شاهد فی مسلح ان الله یبعث لهذه الامۃ علی رأس کل مائۃ من یرجدد لها دینہا صحیحہ الحاکم مثل امتی کاملط

بلکہ اس کی تحریک زرین نے کی ہے اگرچہ منذری، پھر عراقی نے کہا کہ ہم اس سے آگاہ نہ ہو سکے ۱۲ منہ (ت) حق یہ ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حسن لذاتہ ہے صحیح لغیرہ ہے البتہ صحیح لذاتہ نہیں اور اس کی تفصیل اللآلی میں ہے (ت)

اقول اسی طرح مناوی نے کہا اور ذہبی نے اپنی عادت کے مطابق مبالغہ کیا اور کہا کہ وہ جھوٹے ہیں ۱۲ منہ (ت) اقول بلکہ حافظ نے تصریح کی ہے کہ یہ اپنی اسناد کی بنا پر حجت ہے، مناوی نے اسے حسن کہا، امام سفین بن عیینہ، دیلمی، منذری اور ابن جریر نے اسے صحیح کہا ۱۲ منہ (ت) اسے ابو داؤد نے روایت کیا اور مناوی کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

عہ بل اخرجه زهرين وان قال المنذري ثم العراق لم نقف عليه ۱۲ منہ (م)

عہ الحق انه حدیث حسن صحیح لا شك حسن لذاتہ صحیح لغیرہ ان لم یکن لذاتہ و التفصیل فی اللآلی ۱۲ منہ (م)

عہ اقول کذا قال المناوی وبالعذ ذهبی کعادته فقال کذب ۱۲ منہ (م)

عہ اقول بل نص الحافظ انه حجة بطرقه وحسن المناوی وصححه الامام سفین بن عیینہ والدیلمی والمنذری وابن الجزری ۱۲ منہ (م)

عہ ورواه ابو داود وقال المناوی الاستاذ صحیح ۱۲ منہ (م)

لا یدری اولہ خیرام آخرہ موضوع فی الوجیز
انا و ابوبکر و عمر خلقنا من تربة واحدة فیہ
مجاہیل قلت لہ طریق آخر ولہ شاہد
فی اولیس حدیث فی درقین قال ابن جبان باطل
قات الوقت اولی فان لہ طرقا عديدة لا باس
ببعضہا ح من اخلص للہ اربعین یوما سندہ
ضعیف ولہ شاہد ح یكون فی آخر الزمان
خليفة لا یفضل علیہ ابوبکر ولا عمر موضوع
قلت بل مؤول الی هنا ما فی التذکرۃ اھ متقطعا
اس کا اول بہتر ہے یا آخر، موضوع ہے۔ وجیز میں ہے، میں، ابوبکر اور عمر تینوں ایک ہی مٹی سے پیدا ہوئے، اس
میں راوی مجہول ہیں، میں کہتا ہوں اس کی ایک اور سند ہے اور اس کے لیے شاہد ہے حدیث اوکس جو دو درقوں
پر ہے ابن جبان نے کہا یہ باطل ہے، میں کہتا ہوں سکوت بہتر ہے کیونکہ اس کی متعدد اسناد ہیں اس کی بعض سند میں

عہ اقول ہذا عجیب بل اخرجہ احمد والترمذی
فی الجامع عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وحسنہ
وفی الباب عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ
عنہ اخرجہ البزار قال السخاوی بسند حسن
وفیہ عن علی وعن عمار وعن عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقال ابن عبد البر ان
الحدیث حسن وقال ابن القطان لا نعلم لہ
علۃ قال المناوی اسنادہ جید ۱۲ منہ (م)
کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا
کہ اس کی سند جید ہے ۱۲ منہ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ عجیب ہے، بلکہ
اس کو احمد اور ترمذی نے جامع میں حضرت انس رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور حسن قرار دیا نیز اس بارے
میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
بھی مروی ہے اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔
سخاوی کہتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے اور اس بارے
میں حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت عبد اللہ بن عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے، ابن عبد البر
کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے، ابن القطان کی رائے ہے کہ ہمیں اس میں کسی علت کا علم نہیں۔ مناوی نے کہا

میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث جس نے چالیس دن اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیے، اس کی سند ضعیف ہے اور اس کے لیے شاہد ہے۔ حدیث آفرزانی میں ایک خلیفہ ہوگا جس سے ابوبکر و عمر افضل نہ ہوں گے، موضوع ہے۔ میں کہتا ہوں بلکہ اس میں تاویل ہے، یہاں تک ان روایات کا ذکر ہے جو تذکرہ میں یقیناً احاطہ منقطعاً۔ (ت)

قائدہ ۱۲: (حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس و جلیل احقاقیت اور اوہام قاصرین زمان کا ابطال و ازباق) اقول واللہ التوفیق اذ بان اکثر قاصرین زمان میں سند کی فضیلتیں اور کلام ثرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ کر مرکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمہ معتدین میں بصیغہ جرم مذکور ہوں مطلقاً باطل و مردود و عاقل کہ احکام، مفاز، سیر، فضائل کسی باب میں اصلانہ سننے کے لائق نہ ماننے کے قابل حالانکہ یہ محض اختراع بن الاندفاع مشابہیر محدثین و جماہیر فقہاء و نوں فرقی کے مخالف اجماع ہے، غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے محدثین کے نزدیک باختلاف حالات و اصطلاحات مرسل منقطع معلق معضل ہے اور فقہاء و اصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلیق و اعضاء یا اصطلاح فقہ و اصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں بلکہ تمام وسائل حذف کر کے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و امثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل و مرسل ہے، امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفۃ الرجال علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارة عما سقط من اساده اثنان فصاعدا و مثاله ما يرويه تابعي التابعي قائلًا فيه قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وكذلك ما يرويه من دون تابعي التابعي عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم او عن ابوبكر و عمر وغيرهما غير ذاك لو سائط بينه وبينهم و ذكر ابو نصر السجزي الحافظ قول الراوي "بلغني" نحو قول مالك "بلغني عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال للمملوك طعامة و كسوته الحديث وقال اصحاب الحديث ليسمونه المعضل قلت و قول المصنفين من الفقهاء

معضل حدیث وہ ہوتی ہے جس کے سند سے دو یا دو سے زائد راوی ساقط ہوں مثلاً وہ جسے تبع تابعی یہ کہتے ہوئے روایت کرے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ روایت جسے تبع تابعی کے بعد کا کوئی شخص حضور علیہ السلام سے یا ابوبکر و عمر یا دیگر کسی صحابی سے حضور اور صحابہ کے درمیان واسطہ ذکر کیے بغیر روایت کرے ابو نصر السجری حافظ بیان کرتے ہیں کہ راوی کا قول "بلغني" (مجھے یہ روایت پہنچی ہے) مثلاً امام مالک کا قول کہ مجھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت پہنچی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مملوک کے لیے کھانا اور پکڑے ہیں، الحدیث۔ اور فرمایا

پھر باجماع علماء محدثین و قہاریہ سب انواع نوع موضوع سے بیگانہ ہیں اور مادون الاحکام مثل فضائل اعمال و مناقب رجال و سیر و احوال میں سلفاً و خلفاً مانو و مقبول جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شرا انواع بتاتے اور انہیں اُس سے جدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفین سیر بلائیکہ منکر مراسیل و معضلات کا ذکر و اثبات کرتے رہے افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا ارشاد گزرا کہ سیر بلاغ و مرسل و منقطع و معضل غرض ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے مادرائے احکام میں مسابقت فرماتی ہے، یہ عبارت دونوں مطلب میں نص ہے معضل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری و صحیح مسلم و صحیح موطا میں معضلات و بلاغات موجود ہیں سبقت طرفین میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغات مالک وہ ہیں کہ ان کی اسناد اصلاً نہ ملی، تدریب میں امام ابو الفضل زین الدین عراقی سے ہے،

ان مالک الویفر الصبیح بل ادخل فیہ المرسل
والمنقطع والبلاغات و من بلاغاتہ احادیث
لا تعرف کما ذکرہ ابن عبد البر
امام مالک نے احادیث صحیحہ کو الگ نہیں بلکہ اس میں
مرسل، منقطع اور بلاغات کو شامل کر دیا ہے حالانکہ
ان کی بلاغات میں ایسی احادیث بھی ہیں جو معروف
نہیں، جیسا کہ ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

وہیں امام مغلاطی سے ہے،

مثل ذلک فی کتاب البخاری (اسی کی مثل بخاری کی کتاب میں ہے۔ ت)

وہیں امام حافظ الشان سے ہے،

کتاب مالک صحیحہ عندہ وعند من
یقلدہ علی ما اقتضاه نظرہ من الاحتجاج
بالمروسل والمنقطع وغیرہا۔
امام مالک کی کتاب ان کے اور ان لوگوں کے نزدیک
صحیح ہے جو ان کی تقلید کرتے ہیں اس بنیاد پر کہ اس کی
نظر کا تقاضا ہے کہ مرسل، منقطع وغیرہ اسناد درست ہے۔ (ت)
اسناد کے سبب مطلوبہ و فضیلت مرغوبہ و خاصۃ امت مرحومہ ہونے میں کسے کلام ہے محققین قابلین مرسل و

مسائل صحیح کی دوسری قسم میں ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ فی الثانیہ من مسائل الصحیح ۱۳ منہ (م)

۱۰ / ۹۰ / ۱
مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ
۱۰ / ۹۰ / ۱
۱۰ / ۹۰ / ۱
۱۰ / ۹۰ / ۱

معاذیل بھی مسانید کو ان پر تفضیل دیتے اور منقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں کما نص علیہ فی المسلم وغیرہ (جیسا کہ مسلم الثبوت وغیر میں کی تصریح کی ہے۔ ت) تاکید اثربین بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن الولید ذاکرت حماد بن زید باحدیث فقال ما اجدوه هالوکان لها اجنحة یعنی الاسناد (میں نے حماد بن زید سے بعض احادیث کے متعلق مذاکرہ کیا تو فرمایا بڑی جید ہیں اگر ان کے لیے پر یعنی اسناد ہو۔ ت) قطع نظر اس سے کہ واقعہ عین لا عموم لہا (یہ ایک معین واقعہ ہے اس کے لیے عموم نہیں۔ ت) ممکن کہ وہ احادیث دربارہ احکام ہوں، یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضعیف ہے اور ضعیف جید نہیں، قول امام سفیان ثوری الاسناد سلاح المؤمن فاذا العیکن معہ سلاح فبای شئ یقاتل (سند مومن کا اسلحہ ہے جب اس کے پاس اسلحہ نہ ہو تو وہ کس شے سے لڑے گا۔ ت) صراحت دربارہ عقائد و احکام ہے۔

فان الحاجة الى القتال انما هي فيما يجري فيه لڑائی کی نوبت وہاں آتی ہے جہاں سختی اور باہم جھگڑا

التشديد والتاكس دون ما اجمعوا على ہونہ کہ وہاں جس میں نرمی پر اجماع ہو۔

التساهل فيه۔ (ت)

یوں ہی ارشاد امام مبارک عبد اللہ بن مبارک فولا الاسناد لقال من شاء ما شاء (اگر سند کا اعتبار نہ ہوتا تو جو کسی کی مرضی ہوتی وہی کہتا۔ ت) کہ جب قبول ضعات فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر عمل قواعد مقررہ شرعیہ مثل احتیاط و اختیار نفع بے ضرر سے منوط تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ما شاء (جو کسی کی مرضی ہو کچھ۔ ت) صادق نہ آئے گا کما قد هنا بیانہ فی الافادة الثانية والعشیرت (جیسا کہ ہم اس کا بیان بائیسویں افادہ میں پہلے کر آتے ہیں۔ ت) پر ظاہر کہ یہ اور ان کی امثال جتنے نکات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے سب کا مفاد ضرورت خاص اتصال ہے کہ نا متصل جمیع اقسامہ ان کے نزدیک ضعیف اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح و صالح قتال، یونہی ایک راوی بھی ساقط ہو تو ان کے طور پر وہی من شاء ما شاء کا احتیاطی احتمال و لہذا وہ بالاتفاق منقطع و معضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے، اسی لیے فواتح الرحمت میں اصطلاحات مرسل و معضل و منقطع و معلق بیان کر کے فرمایا:

لم یظهر لتکثیر الاصطلاح والاسامی فائدة (کثیر اصطلاحوں اور ناموں کی وجہ سے کوئی فائدہ ظاہر نہ ہوگا۔ ت)

بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا مذکور ہونا نہ ہونا سب یکساں، آخر نہ دیکھا کہ انھیں امام ابن المبارک

رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث ابن خراش عن الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت کیا فرمایا:

اخرج مسلم في مقدمة صحيحه قال قال محمد يعني ابن عبد الله بن قنبر اذ سمعت ابا اسحق ابراهيم بن عيسى الطالقاني قال قلت لعبد الله بن مبارك يا ابا عبد الرحمن الحديث الذي جاء ان من البر بعد البرات تصلي لا بويك مع صلاتك وقصوم لهما مع صومك قال فقال عبد الله يا ابا اسحق عن من هذا قال قلت له هذا من حديث شهاب بن خراش فقال ثقة عن من قال قلت عن الحجاج بن دينار قال ثقة عن من قال قلت قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال يا ابا اسحق ان بين الحجاج بن دينار وبين النبي صلى الله تعالى عليه وسلم مفاوز تنقطع فيها اغناق المطى ولكن ليس في الصدقة اختلاف. نبى اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان اتنی عظیم مسافت ہے جسے طے کرتے ہوئے سوار یوں کی گردن منقطع ہو جائے لیکن والدین کی طرف سے صدقہ کر دینے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (د ت) امام نووی شرح میں فرماتے ہیں:

معنى هذه الحكاية انه لا يقبل الحديث الا باسناد صحيح. اس حکایت کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ حدیث کو سند صحیح کے بغیر قبول نہیں کیا جائے گا۔ (د ت)

اب اگر ان کلمات کو عموماً پر رکھتے مرسل، منقطع، معلق، معضل ہر نام متصل باطل و ملحق بالمرسوع ہو جاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل افادہ سوم میں ابن حجر کی مشافہی و علی قاری حنفی سے گزرا المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعاً (منقطع پر فضائل میں اتفاقاً عمل کیا جائے گا۔ ت) لاجرم واجب کہ یہ سب

۱۲/۱ صحیح مسلم باب بیان ان الاسناد من الدین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۱۶/۲ مرقاة شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الركوع مکتبہ امدادیہ طمان

عبارت صرف باب اہم واعظم یعنی احکام میں ہیں اگرچہ ظاہر اطلاق وارسل ہونہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر وال ہو
کما قرس نافی الکلمات المذكورة (جیسے کہ ہم نے کلمات مذکورہ میں گفتگو کی ہے۔ ت) اور واقعی دربارہ رد و
قبول غالب ومحاورات علماء صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں کہ وہی اکثر محط انظار نجد و نیزہ وغیرہا میں دیکھئے کہ
حدیث کی دو قسمیں کیں، مقبول و مردود۔ مقبول میں صحیح و حسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا جائیگا
ضعاف فضائل میں اجماعاً مقبول ہکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح کرنی چاہئے
اور توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ت)

(جمہیر فقہائے کرام کے نزدیک ائمہ فقہاء کی بے سند حدیثیں دربارہ احکام بھی
حجت ہیں) یہ سب کلام بطور محدثین تھا، اور جمہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات
مذکورہ فضائل و رکنا رد و باب احکام میں حجت ہیں جبکہ مرسل امام معتد محتاط فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلل
غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں ہر قرن کے
ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے کما نص علیہ فی المسئلہ
و شروحه وغیرہا (جیسا کہ مسلم الثبوت اور اس کی شرح وغیرہ میں اس کی تصریح ہے۔ ت)

عہ المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقاً
اتفاقاً وان من غیرہ فالاکثر ومنہم الامام
الوحیفہ والامام مالک والامام احمد رضی اللہ
تعالیٰ عنہم قالوا یقبل مطلقاً اذا کان الروی ثقلاً
وقال ابن ابان رحمہ اللہ تعالیٰ من مشائخنا الکرام
یقبل من القرون الثلاث مطلقاً ومن ائمة
النقل بعد ثلاث القرون وقال طائفة من
المتأخرین منہم الشیخ ابن الحاجب المالکی
والشیخ کمال الدین بن الہمام منا یقبل من
ائمة النقل مطلقاً من ای قرن کان
اعتضد بشئ ام لا ویوقوف فی المرسل من
مرسل الصحابی کی ہو تو مطلقاً اتفاقاً اسے قبول کیا
جائے گا اور غیر صحابی کی مرسل کے بارے میں اکثر
علماء جن میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور
امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں، کی رائے یہ ہے
مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو، ابن ابان
رحمہ اللہ تعالیٰ جو ہمارے مشائخ کرام میں سے ہیں
فرماتے ہیں کہ قرون ثلاثہ (تین زمانوں) کی مرسل
مطلقاً مقبول ہے اور تین قرون کے بعد ائمہ نقل کی مرسل
بھی مقبول ہے، متأخرین کی ایک جماعت جن میں
ابن حاجب مالکی اور شیخ کمال الدین بن الہمام اہم سے
(یعنی احناف) کی رائے یہ ہے کہ ائمہ نقل کی مرسل مطلقاً مقبول ہے
(باقی بر صفحہ آئندہ)

اقول (تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کے لیے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم) انصافاً غیر ناقد کے لیے مراسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثر میں پر بھی لازم، آخر اس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالا یطاق ہے، تو اس کے لیے ذکر و عدم ذکر سند دونوں یکساں اور بلاشبہ قول ناقد محتاط قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصحیح صریح والتزامی سے اعلیٰ نہیں تو کم بھی نہیں اور جو احتمالات مسابقت و تحسین ظن و خطا فی النظر یہاں کیا وہاں بھی حاصل بلکہ مجرب و مشاہد بانیہ امام ابن الصلاح و امام طبری و امام نووی و امام زرکشی و امام عراقی و امام عسقلانی و امام سخاوی و امام زکریا انصاری و امام سیوطی و غیرہم نے تصریحیں فرمائیں کہ اگر امام معتد نے کسی حدیث کی صحت پر تفصیل کی یا کتاب ملتزم الصحیح میں اسے روایت کیا اسی قدر اعتماد کے لیے بس ہے اور احتجاج روا، کما ذکرنا لنصوصہم فی مدارج طبقات الحدیث جیسے کہ ہم نے مدارج طبقات الحدیث میں ان کی تصریح کا ذکر کیا ہے اور پہلے اکیسویں افادہ میں ملا علی قاری کے حوالے سے شیخ الاسلام کی تصریح گزر چکی ہے۔

تو کیا وجہ کہ یہاں اس پر اعتماد نہ ہوا جرم جس طرح امام احمد یا یحییٰ کا ہذا الحدیث صحیحہ (یہ حدیث صحیح ہے۔ ت) فرمانا یا بخاری یا مسلم یا ابن خزمہ یا ضیاء کا صحاح میں لانا، یونہی منذری کا مختصر میں ساکت رہنا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

غیرہم وهو المختار قیل وهو مرداد الائمة الشلثة والجمهور ولا یقول احد بتوثیق من لیس له معرفة فی التوثیق والتجریح وعلی هذا خلاف ابن ابان فی عدم اشتراط هذا الشرط فی القرون الثلاثة لزعمه عدم الحاجة الی التوثیق فی تلك القرون لان الرواة فیها كانوا اهل بصيرة فی التوثیق والتجریح اه من مسلم الثبوت وفواتح الرحموت ملخصا ۱۲ منه رضی اللہ تعالیٰ عنہ (م)

خواہ اس کا تعلق کسی قرن سے ہو خواہ اس کی تائید ہو یا نہ ہو، اور ان کے علاوہ کی مرسل میں توقف ہے اور یہی مختار ہے، اور کہا گیا ہے کہ تینوں ائمہ اور جمهور کی مراد بھی یہی ہے اور کوئی ایسے شخص کی توثیق کیسے کر سکتا ہے جو توثیق و تجریح کی معرفت نہ رکھتا ہو، اسی بنا پر ابن ابان نے قرون ثلاثہ میں عدم اشتراط کا اختلاف کیا ہے کیونکہ ان کے نزدیک ان قرون میں توثیق کی حاجت نہیں اس لیے کہ ان ادوار میں تمام راوی توثیق اور تجریح کے ماہر تھے اھ مسلم الثبوت اور فواتح الرحموت سے ملخصاً بیان ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ت)

لہ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مسئلہ فی الکلام علی المرسل مطبوعہ منشورات الشریف الرضی قم ۱۴۰۶ھ

یوں ہی ابن السکین کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا، یونہی امام محمد ناقہ مختلط کا کہنا،

قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
فعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم
الى غير ذلك من احكامه واحواله ونعوت
جماله وشيونه جلاله وصفاته كماله صلوات
الله تعالى وسلامه عليه وعلى آله صلوات الله
تعالى عليه وعليهم وبارك وسلم وشرف
ومجد وعظم وكرم امين۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا، نبی اکرم
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ کیا، اور اس طرح کے
آپ کے دیگر احکام و احوال، آپ کے جمال و جلال
کی صفات و شانیں اور آپ کے صفات کا مد میں
آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلام ہو اور آپ کی
آل و اصحاب پر، آپ پر اور صحابہ پر برکت و سلام،
شرافت، بزرگی، عظمت و کرم کی برسات ہو، آمین

الحمد لله که اس جواب کی ابتداء بھی حضور اقدس و اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام پاک اور
حضور پروردگار سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود و درود مسعود پر ہوئی امید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس
نام کریم و صلوة و تسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارت عیون و تنویر قلوب و تکفیر ذنوب و سلامت ایمان و
امن و امان و تنعیم قبر و نجات فی الحشر کا باعث بنائے فانہ تعالیٰ بکرمہ یقبل الصلاتین و هو اکرم من
ان یدع ما بینہما و کان ذلك لليلة الثالثة يوم الاثنين لعلمها الساعة عشرة من الشهر الفاخر
شهر ربیع آخرت من شهور السنة الثالثة عشرة من المائة الرابعة عشر من هجرة الجبیب
سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و صحبہ و اولیائہ اجمعین آخر دعوانا ان الحمد لله
رب العالمین، سبحنک اللهم و بحمدک، اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب
الیک، واللہ سبحنہ و تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔

^{۳۳} نہج السلامہ فی حکم تقتیل الابہامین فی الاقامہ^{۱۳} (اقامت کے دوران انگوٹھے چومنے کے حکم میں عمدہ تفصیل ت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ (۳۸) از پرہیزگار شہرمانڈے سورتی مسجد مرسلہ مولوی احمد مختار صاحب قادری رضوی صدیقی میرٹھی

۲۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۳۳ ہجری

منقول از فتاویٰ امدادیہ معروف بہ فتاویٰ اشرفیہ جلد چہارم صفحہ ۵۷ و ۵۸

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت مؤذن اقامت میں "اشہدان محمد رسول اللہ" بولے تو سننے والا دونوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں، اگر رکھتا ہے تو آیا جائز یا مستحب یا واجب یا فرض ہے، اور جو شخص اُس کا مانے ہووے اُس کا کیا حکم ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ یا مکروہ تحریمی یا حرام ہے اور جو مرتکب اس فعل کا ہووے اُس کا اور جو حکم کرے اُس کا کیا حکم ہے بینوا تو جہوا۔

جدید یہ کہ اذان پر قیاس کر کے تحریر نہ فرمائیں بلکہ در صورت جواز یا عدم جواز کسی کتاب معتبر سے عبارت نقل کر کے

جواب اول تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارے میں روایت کیا ہے وہ معتقین کے نزدیک ثابت نہیں، چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں:

وذكر ذلك الجراحى واطال ثم قال وله يصح في
الرفع من كل هذا شئ انتهى (جلد اول صفحہ ۲۶۷) کوئی حدیث مرفوعہ درجہ صحت کو نہیں پہنچی انتہی۔ (ت)

مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت ہے اصل ہے اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے یہ عبارت شامی کی ہے:

ونقل بعضهم ان القهستاني كتب على هامش
نسخته ان هذا مختص بالاذان واما في الاقامة
فلو يوجد بعد الاستقصاء التام والتبعية
(جلد اول ص ۲۶۷) بعض نے نقل کیا کہ قسستانی نے اپنے ایک نسخہ کے حاشیہ پر تحریر کیا ہے کہ یہ اذان کے ساتھ مختص ہے، اقامت میں جستجو اور تلاش بسیار کے باوجود ثبوت نہیں ملا۔ (ت)

یہی مفتی صاحب لم یصح فی الرفع پر حاشیہ نہیں لکھتے ہیں

قلت واما الموقوف فانه وان كان منقولا لكن مع
ضعف اساده ليس فيه كون هذا العمل طاعة
بل هو رقية للحفظ عن سرمد والعوام يفعلونه
باعتقاد كون طاعة ۱۲ مند حاشیہ صاحب فتاویٰ
اشرفیہ عبارت شامی۔
بجالاتے ہیں ۱۲ منہ (ت)

گزارش موجب تکلیف وہی یہ ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں ایک عریضہ دربارہ استغاثے تقبیل ابہامین عند قول المؤذن اشہد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابلاغ خدمت کیا ہے آج فتاویٰ دارائے امدادیہ میں ایک صاحب نے عبارت مرقومہ بالا دکھائی جو بلفظہ ملاحظہ عالی میں پیش کر کے رفیع شکوک کا خواستگار ہوں وہی ہذہ:

(۱) علامہ شامی یا دوسرے محققین نے تقبیل کے بارہ میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کر کے "لم یصح فی المرفوع" (کوئی مرفوع حدیث نہیں ملی - ت) یا اس کے ہم معنی الفاظ تحریر کئے ہیں ان سے حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار ہے یا کلیتہً تقبیل ہی کا ثبوت صحت کو نہیں پہنچتا، مفتی صاحب کی تحریر و حاشیہ خود غور طلب ہے پھر ان کے معتقدین تقبیل مطلق کو غیر صحیح فرماتے ہیں خواہ بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا بتعلیم سیدنا حضرت علیہ السلام جامع الرموز نے کنز العباد سے جو عبارت نقل کی ہے اُس میں اثبات استحباب ہے۔ مجموعہ فتاویٰ جلد سوم صفحہ ۴۲ طحاوی نے شرح مراقی الفلاح مصری صفحہ ۱۱۸ میں اسی روایت کو نقل کیا ہے نیز فردوس دینی سے حدیث ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً لکھ کر حضرت خضر علیہ السلام سے عملاً روایت بطور تائید بیان کے علی ہذا سادات احناف کی اکثر کتب میں موجود ہے۔ اعانة الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین مصری ص ۲۴۰ (فقہ شافعی) :

وفي التثواني ما نصه من قال حين يسمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله مرجباً بجيلى وقره عيني محمد بن عبد الله صلى الله تعالى عليه وسلم ثم يقبل ابها ميء و يجعلها على عينيه لم يعم ولم ير حسدا ابد انتهى

شنوانی میں عبارت یہ ہے : جس نے مؤذن کا یہ جملہ "اشهد ان محمدا رسول الله" سن کر کہا "مرجباً بجيلى وقره عيني محمد بن عبد الله صلى الله تعالى عليه وسلم" پھر اپنے آنکھوں کے چوم کر آنکھوں کے لگا کر تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں کبھی خراب ہوں گی انتہی (ت)

کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن ابی زید القیروانی فی مذہب سیدنا الامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مصری جلد ۱ ص ۱۶۹

فائدة : نقل صاحب الفردوس ان الصديق رضي الله تعالى عنه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله قال ذلك وقبل باطن اتملة السبابتين ومسح عينيه فقال صلى الله تعالى عليه وسلم من فعل مثل خليلي فقد حلت عليه شفاعتي ، قال المحافظ السخاوي ولم يصح ، ثم نقل عن فائدة : نقل صاحب الفردوس ان الصديق رضي الله تعالى عنه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول الله قال ذلك وقبل باطن اتملة السبابتين ومسح عينيه فقال صلى الله تعالى عليه وسلم من فعل مثل خليلي فقد حلت عليه شفاعتي ، قال المحافظ السخاوي ولم يصح ، ثم نقل عن

فائدة : صاحب الفردوس نے نقل کیا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب مؤذن کا یہ جملہ سنا "اشهد ان محمدا رسول الله" تو آپ نے یہ دہرایا اور دونوں شہادت کی آنکھوں کا باطنی حصہ اپنی آنکھوں سے لگایا تو اس پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا : جس شخص نے یہ عمل کیا جو میرے اس دوست نے کیا ہے تو اس کے لیے میری شفاعت

الخضر انه عليه الصلاة والسلام قال من قال
حين يسمع قول المؤذن اشهد ان محمدا رسول
الله مرجبا بجيبى وقررة عيني محمد بن
عبد الله (صلى الله تعالى عليه وسلم) ثم يقبل
ابها ميسر ويجعلهما على عينييه لم يعم و
لم يرمدا بد او نقل غير ذلك ثم قال ولم يصح
في المرفوع من كل هذا شئ والله تعالى
اعلم۔

ثابت ہو گئی۔ حافظ سخاوی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں، پھر
حضرت خضر علیہ السلام سے یہ منقول ہے نہ فرمایا کہ
جو شخص مؤذن کا یہ جملہ اشہد ان محمد رسول
الله سن کر یہ کہے مرجبا بجیبی وقررة عینی
محمد بن عبد الله (صلى الله تعالى عليه وسلم)
پھر اپنے دونوں انگوٹھے پُوم کر اپنی دونوں آنکھوں سے
لٹکائے تو وہ نہ کبھی اندھا ہوگا اور نہ اس کی آنکھیں
کبھی خراب ہوں گی اور ان کے علاوہ نے بھی ذکر کیا، پھر
کہا کہ اس سلسلہ میں کوئی مرفوع صحیح روایت نہیں ملی واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

علامہ الشیخ علی الصغیری العدوی اسی شرح کے حاشیہ ص ۷۰ میں فرماتے ہیں،

(قوله ثم يقبل الخ) انگوٹھوں کی کون سی جگہ چمے،
اس میں اصل کا ذکر نہیں کیا، مگر شیخ العالم المفتی
نور الدین خراسانی سے یہ منقول ہے بعض لوگوں نے کہا میں
ان سے دور کہ اذان ملا جب انہوں نے مؤذن سے
اشہد ان محمد رسول الله سنا تو انہوں نے
اپنے دونوں انگوٹھے چومے اور ان دونوں کے ناخن
اپنی پلکوں پر ناک کی طرف کیے پھر انہوں نے ہر بار
ایسا کیا تو میں نے ان سے اس کے بارے میں
سوال کیا تو وہ کہنے لگے میں پہلے یہ عمل کیا کرتا تھا
پھر میں نے اسے چھوڑ دیا تو میری آنکھیں خراب
ہو گئیں اور مجھے خواب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی زیارت ہوئی تو فرمایا، تُو نے اذان کے وقت

(قوله ثم يقبل الخ) لم یبین موضع التقبیل
من الاہبہ مین الا انه نقل عن الشیخ العالم
المفسر نور المہدین الخراسانی قال بعضهم
لنقیته وقت الاذان فلما سمع المؤذن يقول
اشهد ان محمدا رسول الله قبل ابها محی
نفسه ومسح باظفرین اجفان عینیہ
من المآقی الی ناحیة الصدغ ثم فعل ذلك عند
کل تشهد مرة مرة فسألته عن ذلك فقال
كنت افعله ثم تركته فمرضت عینای
فرايتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منا ما
فقال لم تركت مسح عینیك عند الاذان
ان اردت ان تبرأ عیناك فعد الی المسح

فاستیقظت ومسحت فبرنت ولہیعا ودفی
مرضہما الی الآن انتھی فہذا یدل علی ان
الاولی التکریر والظاہر انه حیث کان المسح
بالظفرین ان التقبیل لہما واللہ تعالیٰ
اعلم۔

پس یہ عبارت دلالت کر رہی ہے کہ بار بار کرنا بہتر ہے اور ظاہر یہی ہے کہ جب کبھی آنکھوں پر انگوٹھے لگائے
تو چوما بھی انہیں کرے، واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

ان تمام عبارات میں کہیں تقبیل ابہامین پر نیکر ثابت نہیں ہوتی بلکہ استحباب کا پتا الفاظ صریحہ میں
ملتا ہے برخلاف اس کے صاحب فتاویٰ اشرفیہ عبارت شامی پر حاشیہ لکھ کر مباح (ص ۲ ملاحظہ ہو) مان
رہے ہیں پھر اس مباح کو بھی بدعت ٹھہرا رہے ہیں اس تضاد و اشکال کو رفع فرما کر قاطع فیصلہ فرمایا جائے۔
صاحب فتاویٰ اشرفیہ عمل مانحن فیہ کو اپنے حاشیہ مذکورہ میں رقیہ مان کر دعویٰ کرتے ہیں والعوام یفعلونہ
باعتماد الطاعة (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے ہیں۔ ت) یہاں صرف یہ اشکال ہے کہ اعتماد قلب سے
تعلق رکھتا ہے اس پر مفتی صاحب مذکور کو کس طرح اطلاع ہوئی؟ اور یہ کہ ان کے نزدیک رسول علیہ الصلاۃ و
السلام بھی باوصف اعلام علام مافی الصدور علوم غیبیہ سے بے خبر ہیں (معاذ اللہ) وہ بھی عامہ مومنین کے دلی
خیال اور اعتقاد سے اطلاع ہوئی خواہ وہ ہند میں ہوں یا کابل میں، ایران میں ہوں یا عرب شریف میں، غرض
شرق میں ہوں یا غرب میں حیث یقول والعوام یفعلونہ باعتماد الطاعة (عوام اسے عبادت سمجھ کر کرتے
ہیں۔ ت) یہاں بعض الناس نے سخت فتنہ برپا کر رکھا ہے مترصد کہ جلد تر جواب باصراب سے اعزاز
بخشیں اجرکم اللہ تعالیٰ بجاہ طہ و لیس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین والحمد
للہ رب العلمین۔

مختار صدیقی

الجواب

اس مسئلہ کی تحقیق بالغ و تنقیح بازرغ میں بائیس سال ہوئے فقیر نے منیر العین فی حکم تقبیل
الابہاء میں لکھی کہ بیس سال ہوئے بمبئی میں چھپ کر ملک میں مفت تقسیم ہوئی اب میرے پاس صرف ایک
نسخہ باقی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حق پرست کی اعانت کو بغرض ملاحظہ فرمائیے ایک نسخہ بھی اور ہوتا تو

ہدیہ حاضر کر دیتا بعد ملاحظہ فرمائیے کہ اس فرمائش پر یہ رسالہ باذنہ تعالیٰ دربارہ حدیث و فقہ منکرین کے خیالات باطلہ عاقلہ کی تیغ کئی و صفر اشکنی کو بس ہے لہذا ان سے زیادہ تعرض کی حاجت نہیں صرف بعض امور جہالت فتوائے مذکور کے متعلق اجمالاً گزارش و باللہ التوفیق۔

(۱) دعویٰ یہ کہ اذان میں کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں، اور اس پر دلیل شافعی کی جراحی سے نقل کہ ان میں سے کوئی حدیث مرفوعہ درجہ صحت کو نہیں پہنچی جو خود مشیر ہے کہ اس کی احادیث موقوفہ پر یہ حکم نہیں ورنہ مرفوعہ کی تخصیص کیوں ہوتی عبارات کتب میں مفہوم مخالفت بلاشبہ معتبر ہے، اسی شامی طابع قسطنطنیہ جلد ۵ ص ۵۲ میں ہے :

فان مفاهیم الکتب حجة ولو مفہوم لقب
علی ما صرح بہ الاصولیون۔
عبارات کتب میں مفہوم مخالفت حجت ہوتا ہے خواہ
وہ مفہوم لقی ہو، علمائے اصول نے یہی تصریح
کی ہے۔ (ت)

نیز جلد اول ص ۱۶۷ :
یفتی بہ عند السؤال اذ ای لان مفاهیم الکتب
معتبرة کما تقدّم۔
سوال کے وقت اسی پر فتویٰ ہو گا کیونکہ عبارات
کتب میں مفہوم مخالفت حجت ہوتا ہے، جیسے کہ
پہلے گزر چکا ہے۔ (ت)

وَرَمَّانَ بِلَانِ سُنَنِ وَضُمِیْنِ نَهْرَ الْفَاتِحِ سے ہے :
مفاهیم الکتب حجة بخلاف اکثر مفاهیم
النصوص۔
عبارات کتب میں مفہوم مخالفت حجت ہوتا ہے
اور نصوص کے اکثر مفاهیم معتبر نہیں ہوتے (ت)
احادیث موقوفہ کیا روایت نہیں لاجرم ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں کل مایروی فی هذا
فلا یصح رفعہ البتہ (اس سلسلہ میں جو کچھ مروی ہے اس کا مرفوع ہونا کسی طرح بھی صحیح نہیں۔ ت)
لکھ کر فرمایا :

قلت واذ اثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ
میں کہتا ہوں جب اس کا مرفوع ہونا صدیق اکبر

۳۸/۵	مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر	باب الاجارة الفاسدة	لہ رد المحتار
۱۱۹/۱	" " "	کتاب الطهارة	لہ رد المحتار
۲۱/۱	مکتبائی دہلی	"	لہ رد المحتار

تعالیٰ عنہ فیکفی العمل بہ لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم "علیکم بسنتی وسنتہ الخلفاء الراشدين" رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ثابت ہے تو عمل کے لئے اتنا ہی کافی ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔" (د)

(۲) صحیح کی نفی سے معتبر کی نفی جاننا فن حدیث سے جہالت پر مبنی۔ کتب جال میں ہزار جگہ ملے گا یہ تعبیر بہ و لا یحتج بہ (یہ معتبر ہے لیکن اس سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ ت) اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالاجماع کافی اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

(۳) فقہ میں روایت، روایت فقہیہ بھی ہے بالفرض اگر حدیث معتبرہ مطلقاً منفی تو اُس سے روایت معتبرہ کی نفی یا جہل محض ہے یا نری غیر مقلدی کہ بے ثبوت حدیث روایت فقہیہ معتبر نہ مانی۔

(۴) یہیں ہیں اسی شامی میں قسستانی و فتاویٰ صوفیہ و کنز العباد سے صراحتہ اس کا استنباب منقول اور البیضا بزم بلا تعقب مذکور و مقبول قسٹاشمی سے صرف نسبت حدیث ایک کلام نقل کر لانا اور اُسی عبارت میں شامی کے حکم مقرر فقہی کو چھوڑ جانا صریح خیانت ہے۔

(۵) پھر روایت فقہیہ قصداً بجا کر وہ سب لکھی کہ کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں صاف انوائے عوام ہے کیا کتب فقہ میں ہزار سے کم اس کے نظائر ملیں گے کہ حکم فقہی پر جو حدیث نقل کی اُس میں کلام کر دیا گیا مگر اس سے روایت فقہی نامعتبر نہ ہوئی، ہاں وہی غیر مقلدی کی علت پیچھے ہو تو کیا علاج!

(۶) اقامت میں کوئی ٹوٹی ٹپوٹی روایت بھی موجود نہ ہونے پر شامی کا کلام نقل کیا کہ بعض نے قسٹاشمی سے نقل کیا کہ اُنھوں نے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر لکھا کہ دربارہ اقامت بعد تلاش کامل روایت نہ ملی اور انہیں شامی کا کلام نہ دیکھا کہ ایسی نقل نقل مجہول اور نقل مجہول محض نامقبول، جلد دوم ص ۵۱۲،

قول المعراج و رأیت فی موضع الخ (ای معزوا) معراج کا قول اور میں نے ایک جگہ دیکھا ہے الخ (یعنی مبسوط کی طرف منسوب ہے) جہالت کی وجہ سے

لجہالت^۱

نقل میں وہ ناکافی ہے۔ (ت)

وہاں بواسطہ مجہول ناقل امام قوام الدین کا کی شارح ہدایہ تھے یہاں شامی، وہاں منقول عنہ بالواسطہ امام شمس الامامہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد اور یہاں قسستانی صر
بہیں تفاوت رہ از کجاست تا بجما
(آنا بڑا فرق کہاں وہ کہاں یہ)

جب وہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہوئی اس کی کیا سستی، مگر کیا کیجے کہ صر
عقل بازار میں نہیں بکتی

(۷) لم یوجد (روایت نہیں پائی گئی۔ ت) اور موجود نہیں میں جو فرق ہے عاقل پر مخفی نہیں، مگر عقل بھی ہو
یہ تو خالی نایافت کی نقل ہے کہ شہادت علی النبی سے زائد نہ ٹھہرے گی آگد الفاظ فتوے سے فتویٰ منقول ہوا اور
بوجہ جہالت نام مقبول ہوا، انھیں علامہ شامی کا کلام سنئے عقود الدریہ جلد ۲ ص ۱۰۹ :

نقل الزیلعی ان الفتویٰ علی قولہما فی جوازها
قال الشیخ قاسم فی تصحیحہ ما نقلہ الزیلعی
شاذ مجہول القائل اھ۔
در مختار میں ہے،

علیہ الفتاویٰ زریلعی و بحر معزیہ للمغنی
لکن ردہ العلامة قاسم فی تصحیحہ بان
ما فی المغنی شاذ مجہول القائل فلا یعول
علیہ۔
اس پر زریلعی اور بحر کا فتویٰ ہے انھوں نے مغنی کی طر
منسوب کیا، لیکن علامہ قاسم نے اسے اپنی تصحیح
میں بایں طور رد کیا کہ مغنی میں جو کچھ ہے وہ شاذ ہے
کیونکہ اس کا قائل مجہول ہے لہذا اس پر اعتماد
نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

شامی نے اسے مقرر رکھا۔

(۸) اس پر یہ ادعا کہ اسی واسطہ فقہار نے اُس کا بالکل انکار کیا ہے صریح کذب ہے۔

۱۔ رد المحتار باب الولی من کتاب النکاح مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۳۳۹/۲
۲۔ العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاویٰ الحامدیۃ کتاب الاجارۃ الخ مطبوعہ تاجران کتب ارگ بازار قندہار افغانستان ۱۳۶/۲
۳۔ در مختار باب الاجارۃ الفاسدۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۷۷/۲

(۹) اس پر کہنا کہ یہ عبارت شامی کی ہے بکف چراغی ہے شامی میں قسمستانی سے منقل مجہول یہ منقول کہ اس کی روایت نہ ملی اگر بفرض غلط یہ نقل مجہول مقبول بھی ہو اور عدم وجدان روایت عدم وجود روایت بھی ہو تو نفی روایت روایت نفی نہیں، ہذا کا اشارہ جانب نقل ہے نہ جانے حکم فقہا نے بالکل انکار کیا کس گھر سے لائے۔

(۱۰) انہم پر علم تو غایت درجہ قسمستانی کا اپنا انکار ہو گا نہ کہ وہ فقہا سے کوئی قول نقل کر رہے ہیں اور قسمستانی کا بایں معنی فقہا میں شمار کہ ان کا اپنا قول بلا نقل مسلم ہو یقیناً باطل ہے بلکہ نقل میں بھی ان کی وہ حالت جو خود یہی علامہ شامی عقود الدریہ جلد ۲ ص ۲۹۷ میں بتاتے ہیں کہ:

الفہمستانی کجاسرف سیل و حاطب لیل خصوصاً
واستنادہ الی کتب الشراہدی المعترفی۔
قسمستانی بہالے جانے والے سیلاب اور راست
کو ٹکڑی اکٹھی کرنے والے کی طرح ہے خصوصاً جبکہ اس کا

استناد زراہری معتزلی کتب کی طرف۔ (رت)
اور کشف الظنون حرف النون میں علامہ عصام اسفرائینی کا قول نہ دیکھنا کہ اس ادعائے باطل کی لگی نہ رکھے گا اور بالکل کشف ظنون بلکہ علاج جنون کر دے گا ہم نے بتا دیا نہ ملے تو پیش بھی کر دیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔
(۱۱) یہ بھی سہی تو کیسا ظلم شدید و تعصب عنید ہے کہ مسئلہ اقامت میں قسمستانی کا اپنا قول بلا نقل بلکہ صرف روایت نہ پانا سند میں پیش کیا جائے اور اگلے انہیں ایک فقہہ نہیں بلکہ فقہا کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہیں ہیں مسئلہ اذان میں جو یہی قسمستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکم استحباب بتا رہے ہیں وہ مردود و نامعتبر قرار پائے، غرض بڑی امام اپنی ہوائے نفس ہے ولس۔

(۱۲) اقامت میں اذان سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے یعنی بدعت و بے اصل اذان میں بھی ہے یہ وہی مرض غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراحۃً مستحب فرمائیں مگر ان کا قول مردود اور بدعت مذمومہ ہونا غیر مردود۔
(۱۳) نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں بلکہ اجماع امت کا رد اور غیر سبیل المؤمنین کا اتباع بد ہے جس پر قرآن عظیم میں نصلہ جھٹم و ساءت مصیوا کی وعید مذکور ہے، احادیث یہاں قطعاً مروی مرفوع بھی اور موقوف بھی اور غایت ان کا ضعف جس کا بیان قطبی منیر العین میں ہے جس سے حتیٰ کی آنکھیں پُر نور اور باطل کی ظلمتیں دور بلکہ خود اسی قدر عبارت کہ منکر نے نقل کی منصف کو کافی کہ اس میں صرف لہو یصح (صحیح نہیں۔ ت) کہا اور وہ بھی فقط احادیث مرفوعہ تو اگر سب کو کہتے جب بھی نفی صحت سے غایت درجہ اتنا معلوم ہوتا کہ ضعیف ہیں پھر

ضعیف تعدد طرق سے حسن ہو جاتی اور مسائل حلال و حرام میں بھی حجت قرار پاتی ہے اور نہ بھی سہی تو قطعاً باب فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول اور مخالفت اجماع مردود و مخذول، اربعین امام ابو زکریا نووی رحمہ اللہ تعالیٰ میں ہے: قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث علماء محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ فضائل اعمال الضعیف فی فضائل الاعمال ہے میں حدیث ضعیف پر عمل جائز ہے (ت)

(۱۴) اجماع اُمت کا خلاف وہاں دشوار نہ تھا مصیبت یہ ہے کہ جمہور وہابیہ کی بھی مخالفت ہوئی کہ تخصیص عدم صحت باحدیث مرفوعہ نے صحت بتائی، ملاحظہ قاری کی عبارت گزری تو قرونِ ثلثہ میں اصل متحقق ہوئی پھر بدعت ہے اصل کہنا اصول و بابت پر بھی چھری پھیرنا ہے۔

(۱۵) وہابیہ جہنم سخت تر آفت یہ ہے کہ دیوبندیہ کے امام اعظم جناب گنگوہی صاحب سے چل گئی اور وہ بھی بہت بُری طرح کہ ان کی سنت، ان کی بدعت، ان کی ہدایت، ان کی ضلالت یہ فاعل کو بدعتی گمراہ ٹھہرائیں وہ ان کو منکر سنت ضال پدراہ بتائیں پھر یہ کیا انھیں چھوڑ دیتے ہیں یہ کہیں گے کہ وہ بدعت ضلالت کو سنت بتا کر سخت گمراہ بے دین ہوئے کفی اللہ المؤمنین القتال (لڑائی میں مومنوں کیلئے اللہ تعالیٰ کافی ہے۔) اس کا مفصل بیان منیر العین افادہ ۳۰ میں ملاحظہ ہو محل یہ کہ باحدیث تبدیل گنگوہی صاحب کے نزدیک بھی فضائل اعمال کی ہیں کہ اس پر ترغیب و ثواب ان میں مذکور ہے، مسند الفردوس کی حدیث میں بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انہوں نے اذان میں نام سن کر انگلیوں کے پوروں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیرا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتیؐ جو ایسا کرے جیسا میرے اس پیارے نے کیا اُس پر میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

جامع الرموز و کنز العباد وغیرہا میں ہے: فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یكون قاعداً لہ الی الجنةؐ جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔

اور یہ تو روایات عدیدہ میں ہے جو ایسا کرے کبھی اندھانہ ہو گا نہ اُس کی آنکھیں دکھیں، یہ کیا فضیلت و

۶ ص	مطبوعہ امیر دولت قطر	قبیل حدیث اول	۱۰۲۱	۱۰۲۱	۱۰۲۱
۳۸۲ ص	دارالکتب العلمیہ بیروت	حرف المیم	باب الاذان	باب الاذان	باب الاذان
۱۲۵/۱	مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران				

ترغیب نہیں بہر حال یہ حدیثیں فضائل اعمال کی ہیں، اور گنگوہی صاحب براہین قاطعہ طبع دوم ص ۹ میں فرماتے ہیں: "سب کا یہ مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے" ظاہر ہے کہ درست یہاں بمعنی جائز ہی ہے خصوصاً جبکہ امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثبوت لیں جیسا کہ عبارت علی قاری میں گزرا، جب تو اس مسئلہ قبول ضعاف کی بھی حاجت نہ ہوگی کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تقلید کا خود اس حدیث صحیحہ میں حکم فرمایا، حدیث خلفا کلام قاری میں گزری، دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

اَقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي اِنْ بَكَرْتُمْ وَعَمِلْتُمْ
اِنَّ دَوَّكِيْ بَعْدِيْ كَرُوْجُوْمِيْ رَسُوْلِيْ بَعْدِيْ اَمْتٌ هُوْنَ
ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

دواہ احمد و الترمذی و حسنہ و ابن ماجہ و
الروایانی و الحاکم و صحیحہ و ابن حبان و
صحیحہ عن حذیفۃ و الترمذی و الحاکم
عن ابن مسعود و ابن عدی عن انس بن مالک
رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن النبی صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم۔

اسے احمد نے اور ترمذی نے روایت کر کے حسن کہا،
ابن ماجہ، رویانی اور حاکم نے روایت کر کے اسے صحیح
قرار دیا، ابن حبان نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا
حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ترمذی اور حاکم نے
حضرت ابن مسعود سے اور ابن عدی نے حضرت انس
بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان سب نے
نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا ہے (ت)

بلکہ تقلید عام صحابہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم و عنہ کا مذہب ہے بلکہ وہابیہ کے نزدیک تین قرن تک حکم تقلید
بلکہ منصب تشریع جدید ہے کما بینا فی کتبنا فی الرد علیہم (جیسے کہ ہم نے اپنی کتب میں ان کا رد کرتے
ہوئے واضح کیا ہے - ت) بہر حال اس عمل کی دلیل جواز قرون ثلثہ میں متحقق ہوئی اور گنگوہی صاحب ص ۲۸
میں لکھتے ہیں:

"جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو وہ سب سنت ہے اللہ"

توروشن ہو کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا سنت ہے اور حدیث
سے ثابت کہ منکر سنت پر لعنت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

۱۔ براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعة مسئلہ فتنہ اعتقادیہ الخ مطبوعہ لے بلا سا واقع ڈھور ص ۹۶
۲۔ جامع الترمذی مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲۰۴/۲
۳۔ براہین قاطعہ علی ظلام الانوار الساطعة قرون ثلثہ میں موجود نہ ہونے کے معنی مطبوعہ لے بلا سا واقع ڈھور ص ۲۸

ستة لعنتهم لعنهم الله وكل بني حجاب (۱) (القولہ)
 والیہذا لستی رواہ الترمذی عن ام المؤمنین
 والخاصہ عنہا وعن علی والطبرانی بلفظ سبعة
 لعنتهم وکل بنی حجاب عن عمرو بن سواد
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسند حسن۔
 لعنت کی اور ہر نبی کی دعا مقبول ہے۔ یہ حضرت عمرو بن سفوی رضی اللہ تعالیٰ سے سند حسن کے ساتھ مروی ہے۔ (ت)
 اب صاحب فتاویٰ اشرفیہ اپنا حکم نکلوا ہی صاحب سے دریافت کریں یا نکلوا ہی صاحب کے حق میں خود کوئی
 حکم فرمائیں۔

(۱۶) اب اقامت کی طرف چلیے شامی سے بحوالہ مجہول قسمستانی کا روایت نہ پانا تو نقل کر لائے اور اس
 یہ نتیجہ کہ فقہانے اس کا بالکل انکار کیا حالانکہ فقہائے کرام کا مسلک وہ ہے جو امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر
 ص ۱۴ میں فرمایا:

عدم النقل لا ینفی الوجود (عدم نقل، وجود کے منافی نہیں۔ ت)

(۱۷) عدم نقل کو نقل عدم ٹھہرانے کا رد خود اسی شامی میں جا بجا موجود، از انجملہ جلد اول ص ۶۰ میں بعد
 ذکر احادیث فرمایا،

قال العلماء هذه الاحادیث من قواعد
 الاسلام وهو ان كل من ابتدع شیاً من الخیر
 كان له مثل اجر كل من يعمل به الى يوم
 القيمة ۛ
 یعنی علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ حدیثیں دین اسلام کے
 قواعد سے ہیں، ان سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جو
 شخص کوئی اچھا کام نیا نکالے کر پہلے نہ تھا قیامت تک
 جتنے مسلمان اس پر عمل کریں سب کے برابر ثواب
 اس ایجاد کرنے والے کو ہو۔

(۱۸) بدعت و بے اصل کی بھی حقیقت سن لیجئے، فتح اللہ المعین جلد ۳ ص ۴۰۲،

- | | |
|-------|--|
| ۳۶/۱ | لہ المستدرک کتاب الایمان ستة لعنهم الله . داد الفکر بیروت |
| ۲۲/۱۷ | لہ المعجم الکبیر ترجمہ عمرو بن سعواد حدیث نمبر ۸۹ المکتبة الفیصلیة بیروت |
| ۲۰/۱ | لہ فتح القدیر کتاب الطہارت فوریه رضویہ سکھر |
| ۴۳/۱ | لہ رد المحتار مطلب یجوز تقلید المفضل الخ مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر |

لا اصل بها لا يقتضى انكراهة ولذا قال
فی الدر ما قبل انها بدعة ای مباحة حسنة۔

یعنی بے اصل ہونے سے مکروہ ہونا لازم نہیں آتا

اسی لیے دُر مختار میں فرمایا کہ اسے جو بدعت کہا گیا اس کے معنی یہ ہیں کہ نو پیدا جائز اچھی بات ہے (ت)۔
(۱۹) فرض کروم کہ اس سے بوجہ عدم نقل انکار مطلق ہی مقصود ہو تو بحال عدم نقل احکام فقہاء جن کا نمونہ ہم نے ذکر کیا اس کے معارض ہوں گے اور ترجیح و توفیق و توجیہ و تحقیق کہ ہمارے رسائل رد و ہابیہ میں ہے اس کی مؤنت جناب گنگوہی صاحب نے کم دی اور منکرین کو کسی عبارت خلاف سے شبہہ ڈالنے کی گنجائش نہ رکھی کہ اس سے غایت درجہ مسئلہ عدم نقل میں اختلاف ثابت ہوگا اور گنگوہی صاحب برائین ص ۱۳۷ میں فرماتے ہیں:

”اس کی کراہت مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ توئیوں بھی بلا ضرورت جائز ہو جاتا ہے۔“

یہ وہاں کہی اور پوری غیر مقلد ہی بلکہ یہ ہوائے نفس اتباع خاص حلال کر دینے کی داو دی ہے جہاں ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے تو جہاں خود علمائے حنفیہ کے قول دونوں طرف ہوں وہ تو بدرجہ اولیٰ بلا ضرورت مطلقاً جائز ہے گا اور منکر کہ قول خلاف سے سند لائے الحق کج فہم ٹھہرے گا۔

(۲۰) نہیں نہیں فقط جائز نہیں بلکہ گنگوہی صاحب کے دھرم میں وقت اقامت بھی تقبیل نہ کور سنت اور قحانوی صاحب کا اس پر انکار گمراہی و ضلالت اور بکلم حدیث موجب لعنت ہے۔ علماء فرماتے ہیں اقامت احکام میں مثل اذان ہے سو استثنیات کے، بلکہ ہدایہ میں ہے:

یروی انه لا تکره الاقامة ايضا لا انها احادی
ایک اذان ہے۔ (ت)

اور عند التحقيق يتحقق مناط انتفاء خصوص کرے گی تو اس کی دلیل جواز بھی تحقیق ہوئی اور سنت ٹھہری، گنگوہی صاحب کے نزدیک تو سنت ہونے کے لیے اشرف فعل کی جنس بھی قرون غلثہ میں موجود ہونے کی حاجت نہیں یہاں تو اس کی جنس یعنی تقبیل اذان خود موجود ہے برائین گنگوہی ص ۱۸ میں ہے۔

”جس کے جواز کی دلیل قرون غلثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجہ خارجی اُن قرون میں ہو یا نہ ہو اور خواہ اسکی

جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے۔

یہ اس پارسطی تحریر پر تثلث عشرون کاملہ (یہ مکمل بیس دلائل ہیں۔ ت) وہ بھی نہایت اختصار، اب ڈیڑھ سطر منہیہ کی طرف چلتے و باللہ التوفیق۔

(۲۱) علمائے کرام نے کہ نفی صحت میں مرفوع کی تخصیص فرمائی بکمال حیا اس کا مطلب یہ گھڑا کہ اس بارہ میں حدیث موقوف اگرچہ منقول ہے مگر ضعیف الاسناد ہے، کیا علمائے یہ فرمایا تھا کہ اس بارہ میں حدیث مرفوع کوئی منقول ہی نہیں یا یہ فرمایا تھا کہ جو منقول ہے ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے یا یہ فرمایا تھا کہ ضعیف بھی نہیں بلکہ مرفوع ہے انہیں تین صورتوں میں اس اختراعی مطلب پر مرفوع و موقوف کا تفرقہ اور تخصیص کا فائدہ صحیح رہتا مگر ہر ذرا سے فہم والا بھی دیکھ رہا ہے کہ یہ بہر وجہ علماء پر افسوس ہے علمائے یہ بتایا ہے کہ اس بارہ میں احادیث مرفوعہ اگرچہ منقول ہیں مگر درجہ صحت پر نہیں بلکہ ضعیف ہیں یہی اس بے معنی منہیہ نے حدیث موقوف میں کہا تو فرق کیا رہا نہ اثناء تخصیص مرفوع باطل کرنے کو تخصیص مرفوع کا مطلب ٹھہرانا جنون نہیں تو شدید مکاری و دھناتی ہے مکاری نہیں تو سخت جنون و بے عقلی ہے۔

(۲۲) بفرض باطل یہی مطلب سہی مگر یوں بھی کال نہ کٹا امام الطائفہ گنگوہی صاحب ایمان لاپچھے کہ یہاں مقبول ہے اگرچہ ضعیف حدیث اور طائفہ بھر کا دھرم قرون کی سلیٹ پھر حدیث موقوف و ضعیف موجود مان کر بدعت و بے اصل کہنا کیسا قول خبیث!

(۲۳) ایک بھاری دیانت یہ دکھائی کہ حدیث سے اس عمل کا طاعت ہونا نہیں نکلتا بلکہ رد سے بچنے کا ایک منتر ہے الحق حیا و ایمان متکلام ہیں یہ اعتراض اگر چل سکتا تو نہ موقوف و ضعیف بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح اگر صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہوتا اُسے بھی اڑا دیتا، حدیثوں میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے اُسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے اور منہیہ کہتا ہے کہ یہ کوئی طاعت ہی نہیں کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ جس پر عظیم و جلیل ثواب موعود ہوں وہ سر سے طاعت ہی نہیں ایک منتر ہے۔

(۲۴) حدیث ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے یوں پڑھے:

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ربا و بالاسلام دینا و بدمحمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبیا
میں اللہ تعالیٰ کے رب، اسلام کے دین اور محمد
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی اور
خوش ہوں۔ (ت)

لے براہین قاطعہ قرون ثلاثہ میں موجود ہونے کے معنی مطبوعہ لے بلاسا واقع دھور
۲۸ ص
۳۸ ص
۱۰۲۱ حرف الیم حدیث ۱۰۲۱ مطبوعہ دار الکتاب العلمیۃ بیروت لبنان

حدیث خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے یوں کہ :

مرجبا بجینی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اے میرے حبیب ! مرجبا، آپ کا اسم گرامی
محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہے
اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک - (ت)

اسی طرح حدیث سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے :

چوتھی روایت میں ہے یوں کہ :

صلی اللہ تعالیٰ علیک یا رسول اللہ قرۃ
عینی بک یا رسول اللہ اللہم متعنی بالسمع
والبصر
اے اللہ کے رسول آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے
صلوٰۃ (رحمت) ہو، یا رسول اللہ ! آپ میری
آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، اے اللہ ! میری سماعت
بصارت کو اس کی برکت سے مالا مال فرما۔ (ت)

پانچویں میں ہے درود پڑھے۔

چھٹے میں ہے یوں کہ :

صلی اللہ علیک یا سیدی یا رسول اللہ یا
حبیب قلبی ویا نور بصری ویا قرۃ عینی
یا سیدی یا رسول اللہ، اے میرے دل کے حبیب،
اے میری آنکھوں کے نور و سرور، اور اے میری
آنکھوں کی ٹھنڈک آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے۔ (ت)

ساتویں میں ہے یوں کہ :

اللہم احفظ حدقتی ونورہما ببرکۃ حدقتی
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم ونورہما
اے اللہ ! میری آنکھوں کی حفاظت فرما اور انہیں
منور فرما نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مبارک
آنکھوں اور ان کے نور کی برکت سے۔ (ت)

منہیہ کے نزدیک یہ اللہ و رسول کے ذکر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود، اللہ عز و جل سے دُعا

۱۰۲۱	حرف المیم حدیث	مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان	ص ۳۸۴
۱۰۲۱	باب الاذان	مکتبۃ اسلامیہ گنبد قاموس ایران	۱۲۵/۱
۱۰۲۱	حرف المیم حدیث	دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان	ص ۳۸۴
۱۰۲۱	حرف المیم حدیث	دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان	ص ۳۸۵

کچھ طاعت ہی نہیں حالانکہ ذکر ہی روح طاعت ہے اور دُعا مغیر عبادت، اور درود کو مسلمان ایمان کا چین چین کا ایمان جانتے ہیں اگرچہ منہیہ منتر مانے۔

(۲۵) اس عمل مبارک کے فوائد میں ایک فائدہ جو یہ فرمایا گیا کہ جو ایسا کرے گا اُس کی آنکھیں نہ دکھیں گی نہ کبھی اندھا ہو، اس جرم پر وہ ذکر الہی و درود و دُعا سب طاعت سے خارج ہو کر رد کا منتر رہ گئے، نام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس عداوت کی کوئی حد ہے، حد با حدیں ہیں جن میں تلاوت قرآن عظیم و تسبیح و تہلیل و حمد و تکبیر و لا حول و لا قوة الا باللہ و غیر ہا اذکار جلیلہ پر منافع جسمانیہ و دنیویہ ارشاد ہوئے ہیں جسے شوق ہو صحاح ستہ و ترغیب و ترہیب امام منذری و جوامع امام حلیل سیوطی و حسن حصین امام جزری و غیر ہا کتب حدیث مطالعہ کرنے منہیہ کے دھرم میں یہ اسلامی ایمانی کلمے اور خود قرآن عظیم سب منتر ہیں جنہیں طاعت سے کچھ علاوہ نہیں اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم و لا حول و لا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۶) اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں اُن کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ و رسول کے لیے یاد کریں اپنی کوئی منفعت دنیوی تو دنیوی اُخروی بھی مفسود نہ رکھیں رضا الص مخلص بندے میں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں ان کے لیے وصل ذات ہے جن کو فرمایا:

والذین جاهدوا فینا لنھدینھم سبیلنا
جو ہماری یاد میں مجاہدہ کرتے ہیں ہم یقیناً ان کے لیے اپنے تمام راستے کھول دیتے ہیں۔ (ت)

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی اُجھارے مگر نفع خانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش ہے قرآن و حدیث میں فہم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم و
اموالهم بان لهم الجنة
اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے (ت)

تیسرے وہ جن کو نفع عاجل کی امید دلانا زیادہ مؤید ہے جن کو فرمایا:

فقلت استغفر وریکھانہ کان عفار ایرسل السماء
میں کہتا ہوں تم اپنے رب سے معافی مانگو وہ یقیناً معافی
دینے والا ہے وہ آسمان سے تم پر زوردار بارش بھیجے گا۔ (ت)

اور فرمایا،

قل هو للذين امنوا هدى وشفاعة

فرمایا یہ مومنوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے (ت)

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

اغزوا لغنموا و صوموا تصحوا و سافروا تستغنوا و
فی حدیث حُجُّوا تستغنوا۔جہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو تندرست ہو جاؤ گے
اور حج کرو غنی ہو جاؤ گے۔روى الاول الطبرانی في الاوسط بسند صحيح عن
ابن هزيمة رضي الله تعالى عنه و الآخر عبد الرزاق
عن صفوان بن سليم مرسلا و وصله في مسند
الفردوس۔پہلی کو طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ذکر کیا اور دوسری کو عبد الرزاق نے
صفوان بن سلیم سے مرسلاً روایت کیا، اور مسند الفردوس
میں یہ متصلاً مروی ہے (ت)چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکے جب تک تازیانہ کا ڈرنہ دلائیں قرآن و حدیث میں
عذاب نار کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا،ومن يعش عن ذكر الرحمن نقيض له شيطنا فهو
له قرين وانهم ليصعدونهم عن السبيل ويحبسونجسے رتوند آئے رحمان کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان
متعین کر دیں گے کہ وہ اس کا ساتھی رہے اور بیشکانهم مهتدون حتی اذا جاء نا قال يليت بدي
وبينك بعد المشرقين فبئس القرين ولن ينفعكم
اليوم اذ ظلمتم انكم في العذاب مشتموندو شیطان ان کو راہ سے روکتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ
راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا
اپنے شیطان سے کہے گا ہائے کسی طرح مجھ میں تجھ میںپورب پچم (مشرق و مغرب) کا فاصلہ ہوتا تو کیا ہی بڑا ساتھی ہے، اور ہرگز تمہارا اس (حسرت) سے بھلا نہ ہوگا
آج جبکہ (دنیا میں) تم نے ظلم کیا تو تم سب عذاب میں شریک ہو (ت)

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

من لم يدع الله غضب عليه رواه ابن ابی شیبہ
وہ شخص جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا اس پر اللہ تعالیٰ

سہ القرآن ۴۴/۴

سہ المعجم الاوسط حدیث نمبر ۸۳۰۸

۱۴۴/۹ مکتبۃ المعارف ریاض سعودیہ

سہ المصنف لعبد الرزاق باب فضل الحج

۱۱/۵ المکتب الاسلامی بیروت

سہ القرآن ۴۳/۴ تا ۴۰/۴

سہ مصنف ابن ابی شیبہ (۱۵۷۷) فی فضل الدعاء حدیث ۹۲۱۶ مطبوعہ ادارة القرآن کراچی ۲۰۰/۱۰

فی المصنف عن ابی ہریرۃ و بلفظ من لم یسأل
اللہ یغضب علیہ احمد و البخاری فی
الادب المفرد و الترمذی و ابن ماجہ و
البیہار و ابن حبان و المحاکم و صححہ و
للعسکری عنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی المواعظ
بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم قال قال اللہ تعالیٰ من لا یدعو فی الغضب
علیہ اللہم صل وسلم و بارک علیہ و علی
آلہ و صحبہ و ابنہ و حزبہ ابدًا آمین۔

ناراض ہوتا ہے، اسے ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف
میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے،
حدیث کے دوسرے الفاظ یہ ہیں: وہ شخص جو اللہ تعالیٰ
سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے
اسے احمد اور بخاری نے "الادب المفرد" میں، ترمذی
ابن ماجہ، بیہار، ابن حبان و اور حاکم سب نے روایت
کیا ہے اور آخری دو نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور عسکری
نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی "المواعظ"
میں سند حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص مجھ سے دعا نہیں کرتا میں اس پر ناراض ہوتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہمیشہ رحمت کاملہ اور سلامتی بھیجے آپ پر، آپ کی آل، اصحاب، بیٹے اور گروہ سب پر، آمین (ت)
صاحب منہیہ اللہ عز و جل کی حکمتوں کو باطل کرتا اور طاعت کو صرف قسم اول میں منحصر کرنا چاہتا اور حدیث و
قرآن کے تمام اذکار جنت و نارز غیب و ترغیب و ترہیب کو لغو و فساد بلکہ اغوا و اضلال بناتا ہے کہ بندوں کو مقصود سے دور
کرنے منتر جنت میں لا ڈالا۔ و سيعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر
پٹا کھائیں گے۔ ت)

(۲۷) عوام پر غیظ ہے کہ وہ یہ ذکر خدا اور رسول صل و عل و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اعتقاد طاعت کرتے ہیں الحمد للہ
مسلمانوں کے عوام آپ جیسے خواص سے عقل و فہم و فضل و علم میں بدرجہا زائد ہیں وہ اپنے رب عز و جل کے ذکر و دعا اور
اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر و محبت و تعظیم و توسل کو طاعت نہ جانتے تو کیا آپ کی طرح ذکر و تعظیم مصطفیٰ صلی
تعالیٰ علیہ وسلم کو بہر حیلہ ممکنہ باطل کرنے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح توہینوں کو جادات مانیں۔ وہ
رد چشم کا عمل ہی سہی، فرض کیجئے ایک دیوبندی اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کا شیاٹ یا ابن سینا کی سلائی دیکھتا ہے
اور ایک مسلمان سورہ فاتحہ و آیۃ الکرسی و اسم الہی نود و جملہ فور سے علاج کرتا ہے آپ کے دھرم میں دونوں برابر

ہیں کہ ایک فعل مباح کر رہے ہیں، طاعت نہ یہ نہ وہ، مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جالیئوس و ابن سینا پر بھروسہ اور کہاں کلام اللہ نور پدی و شفا و اسمائے الہیہ سے توسل و التجانیہ ضرور طاعت اور اس کے حسن ایمان کی علامت ہے و لکن النجیدۃ لا یعلمون (لیکن نجدی نہیں سمجھتے - ت) بات یہ ہے کہ وعیدوں یا جسمانی دنیاوی بلکہ اخروی منفعتوں ثوابوں کے وعدے سے بھی حاشا یہ مراد خدا اور رسول نہیں بل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ اُن وعیدوں سے بچنا یا اُن منافع کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض و نیت سے ذکر خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کر دے کہ یہ تو قلب موضوع و عکس مقصود ہے جو عبادت جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اُس کی مقصود بالذات ہو مگر عباد خدا انہیں عابد جنت ہے، تو رات مقدس سے منقول اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے کیا اگر میں جنت و نار نہ بنانا مستحق عبادت نہ ہوتا، بلکہ اس سے مراد صرف اُبحارنا ہے کہ اس طمع و خوف کے لحاظ سے عمل لوجہ اللہ کریں مضرت سے بچنا یا منفعت جسمانی خواہ روحانی خواہ اخروی کا ملنا مقصود بالغرض ہو جیسے حج میں تجارت کھاد میں غنیمت، روزے میں صحت، نمازیں کسرت، بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے عوام اپنے رب کی مراد سمجھے اور اس عمل میں بھی وہی اُن کا مقصود ہوا کہ اپنے رب جل و علا اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام اقدس پر براہِ محبت و تعظیم بوسہ دیتے ہیں اور یہ سب قطعاً طاعت و مراد شریعت ہے اہل کی برکت اس کے طفیل اس کے صدقہ سے ہمیں یہ جسمانی فائدہ بھی ملے گا کہ آنکھیں نہ دکھیں گی اندھے نہ ہوں گے یہ عین وہی نیت ہے جو شارع کو ایسے وعدوں میں مقصود ہوتی ہے مگر غائب و خاسر، احمق و غادر وہ کہ ایسے وعدوں پر بھول کر اصل مقصود خدا و رسول کو بھول جائے اور ان کے ذکر و تعظیم و محبت کو زامنتر بتائے نسوا اللہ فانفسہم انفسہم (جو بھول گئے اللہ تعالیٰ کو تو اس نے انہیں بلا میں ڈالا کہ اپنی جانیں یاد نہ رہیں - ت)

(۲۸) غنیمت ہے کہ رمد کا منتر مان کر منتر کے نتیجے میں محض عدم روایات یا ضعف مروی بدعت بدعت کا بھوت تو اُترا اور یہ عمل مباح ٹھہر اور نہ عدم و رد پر بدعت و بے اصل ہونے کے جو معنی آپ حضرات کے یہاں ہیں اُن کا مصداق کسی طرح مباح نہیں ہو سکتا اگرچہ اعتقاد طاعت نہ ہو۔

(۲۹) یہ تو اوپر گزر ا کہ اسی فعل کو اذان میں ہو خواہ اقامت میں محض مباح جاننا شریعت گنگوہیہ کے بالکل خلاف ہے کہ اُس میں یہ عمل سنت ہے تو عوام ہی ٹھیک سمجھے اور طاعت کے طاعت اعتقاد کرنے کو بدعت بتا کر انہیں بدعتی بد مذہب ہوئے اگرچہ دیوبندیت کی معراج ترقی فی المواق من الدین کے بعد بدعت کی کیا گنتی ہے

اور ہر قربت طاعت ہے تو اس میں اعتقاد طاعت ضروری اور اسے بدعت بتانا جہل مطلق، اشباہ والنظائر و رد المحتار میں ہے،

اما المباحات فتختلف صفتها باعتبار ما قصدت
لاجله فاذا قصد به التقوى على الطاعات او
التوصل اليها كانت عبادۃ
غیر العیون میں ہے،

كل قربة طاعة ولا تنعكس (ہر قربت طاعت ہے اور ہر طاعت قربت نہیں ہوتی۔ ت)
یہ اس ڈیڑھ سطری منہ پر تھلک عشرۃ کاملۃ (دس مکمل دلائل ہیں۔ ت) ہیں۔

بالجملہ منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ادعائے بے دلیل سے بدتر کوئی شے ذیل نہیں دربارہ اذان تو
احادیث وار اور اس کا استحباب کتب فقہ میں مصرح تو انکار نہیں مگر جہل مبین اور دربارہ اقامت اگر ورود نہیں کہیں
منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلم مہینہ او بی درجہ منع کراہت ہے اور کراہت کے لیے دلیل خاص کی حاجت ہے
اور بے دلیل شرعی ادعائے منع شریعت پر افتراء و تهمت ہے، رد المحتار جلد ۱ ص ۶۸۳

لا يلزم منه ان يكون مكروهاً الا بنفسه خاص
لان الكراهة حكم شرعي فلا بد له من دليل
اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مکروہ ہو مگر کسی نہی خاص
کے ساتھ کیونکہ کراہت حکم شرعی ہے اس کے لیے دلیل
کا ہونا ضروری ہے (ت)

البحر الرائق جلد ۲ ص ۱۷۶

لا يلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة
اذ لا بد لها من دليل خاص
ترک مستحب سے کراہت کا ثبوت نہیں ہوتا کیونکہ اس کیلئے
خاص دلیل کی ضرورت ہے (ت)

وبابہ کی جہالت کہ جواز کے لیے ورود خاص مانگیں اور منع کے لیے دلیل خاص کی کچھ حاجت نہ جانیں اس
اونہ صی الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا، مگر علت وہی شریعت مطہرہ پر افتراء اٹھانا۔ رد المحتار جلد ۵ ص ۴۵۵

ليس الاحتياط في الافتراء على الله تعالى باثبات
له الاشباہ والنظائر القائم الاول من الفن الاول
ادارة القرآن والعلوم الاسلاميه كراچی ۳۲/۱

شرح غرر عیون البصائر مع الاشباہ
رد المحتار مطلب بیان السنۃ والمستحب الخ
مطبوعہ مصطفیٰ البانی مصر ۳۸۳/۱

باب العیدین
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۶۳/۲

الحرمۃ او الکراہۃ اللذین لا بد لہما من دلیل
بل فی القول بالاباحۃ التی ہی الاصل

کراہت ثابت کرنے میں جن کے لیے دلیل کا ہونا ضروری
ہے البتہ اباحت کا قول کرنے میں احتیاط کرتے ہیں

جو کہ اصل ہے (ت)

ظاہر ہے کہ نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا عرفاً دلیل تعظیم و محبت ہے اور امور ادب میں
قطعاً عرف کا اعتبار۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدر میں فرماتے ہیں :

فی حال علی المعهود حال قصد التعظیم۔
تعظیم مقصود ہونے کے وقت اسے عرف پر محمول
کیا جائے گا۔ (ت)

اور تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً مامور بہ۔

قال اللہ تعالیٰ لیسلموا بالہ ورسولہ وتعزروه
وتوقروه۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے : تم اللہ تعالیٰ اور اس
کے رسول پر ایمان لاؤ اور ہمیشہ ان کی تعظیم و توقیر

بجالاتے رہو (ت)

اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا جب تک کسی خاص فرد سے منع شرعی نہ ثابت ہو جیسے سجدہ زیادات
امام عباسی پھر جامع الرموز پھر رد المحتار جلد ۵ ص ۳۷۹ میں ہے :

ان المطلق یجری علی اطلاقہ الا اذا قام دلیل
التقید نصاً او دلالة فاحفظہ فانہ للفقہ ضروری۔

مطلق اپنے اطلاق پر ہی رہتا ہے مگر اس صورت
میں کہ جب تقید پر کوئی صراحت یا دلالت دلیل قائم ہو

اچھی طرح محفوظ کر لو کیونکہ یہ فقیہ کے لیے ضروری
قاعدہ ہے۔ (ت)

مگر ہے یہ کہ اشقیاء کے نزدیک تعظیم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً شرک و ظلم ہے شریعت نے
برخلاف قیاس بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کر دی ہے لہذا امور و پر مقتصر رہے گی
باقی اسی اصل حکم پر شرک و بدعت مہرام بٹھرے گی فلہذا جہاں وارد ہوئی خدا کا دھڑا سر پر، قہر و ریش بجان درویش

۳۲۶/۵	مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر	کتاب الاشریۃ	رد المحتار
۲۴۹/۱	زور رضویہ سکھر	باب صفۃ الصلوۃ	فتح القدر
			۹/۲۸ القرآن
۲۷۲/۵	مطبوعہ مصطفیٰ البابا مصر	فصل فی البیع من کتاب الحظر	رد المحتار

ماننی پڑی وہ بھی فقط ظاہر اُنہ دل سے جیسے التحیات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غائبانہ نہ اندا کرنے کا شریعت نے حکم دیا خدا جانے شریعت کو کیا ہو گیا تھا کہ عین نماز میں یہ غیر خدا کی تعظیم اور اس پر دُور و نزدیک سے پکارنا رکھ دیا، خیر قہر جبر التحیات کے لفظ تو پڑھ لو مگر انشاء معنی کا ارادہ نہ کرنا وہ دیکھو امام الطائفة اسمعیل دہلوی صراطِ مستقیم میں حکم لگا رہے ہیں کہ :

”صرف محبت و در نماز بسوئے شیخ و امثال اُن از معظمین
گرجناب رسالت مآب باشند بخندیں مرتبہ بدترست
از استغراق در خیال گاؤ و غرقوۃ الی آخر الکلمۃ الملعونۃ
لنن اللہ قائلہا و قابلہا۔“

نماز میں اپنے شیخ یا بزرگوں میں سے کسی دوسرے بزرگ
حتیٰ کہ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف توجہ
صرف کرنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں مستغرق ہو جانا
سے کئی درجے بدتر ہے ”آخر کلام ملعون تک اللہ تعالیٰ
اس کلام کے قائل اور قبول کرنے والے کو اپنی رحمت سے
دُور رکھے۔ (ت)

ولہذا وہابیہ تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں السلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ سے حکایت لفظ کا
ارادہ کر کے قصہ معنی نہ کرے تصریح کرتے ہیں کہ دُور سے یا رسول اللہ کہنا شرک ہے مگر بجا اللہ تعالیٰ مسلمانوں
کے ایمان میں تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوب شرع،
تو جو کچھ بھی جس طرح بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیم اقدس کے لیے بجالائے خواہ وہ بعینہ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز
و مندوب و مستحب و مرغوب و مطلوب و پسندیدہ و خوب ہے جب تک اُس خاص سے نہ آئی ہو جب تک اُس
خاص میں کوئی عرج شرعی نہ ہو، وہ سب اس اطلاق ارشاد الہی و تعزودہ و توقودہ میں داخل اور امتثال حکم الہی
کا فضل جلیل اسے شامل ہے ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب و تعظیم حبیب رب العالمین جل جلالہ
وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے اُسی قدر زیادہ خوب ہے، فتح القدر امام محقق علی الاطلاق و منک
متوسط و فتاویٰ علمگیریہ وغیرہ میں ہے،

کل ما کان ادخل فی الادب والاحلال کانت
حسناً۔
جس قدر بھی ادب و عزت میں کامل ہو اتنا ہی زیادہ
اچھا ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی جو ہر منظم میں فرماتے ہیں :

تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجمیع
 انواع التعظیم السی فیہا مشارکۃ اللہ
 تعالیٰ فی الالوہیۃ امر مستحسن عند من
 نور اللہ ابصارہم۔
 وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کا نور عطا فرمایا ہے وہ
 نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کی تمام اقسام و
 صورتوں کو امر مستحسن تصور کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان
 میں ہرگز باری تعالیٰ کی ساتھ شرکت کا کوئی پہلو نہیں۔ (د)
 تو مسلمان اگر وقت اقامت بھی تقبیل کرے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں اور اسے شرعاً ناجائز نہ کہے گا مگر وہ کہ شرع
 پر افسر کرتا یا نام و اکرام سید الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام سے جلتا ہے۔ اسی طرح نماز و استماع قرآن مجید
 و استماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور ان کے امثال مواضع لزوم محذور کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظر تعظیم و محبت
 حضرت رسالت علیہ افضل الصلاۃ والچیۃ ہو جیسا کہ بعض مجاہدین سرکار سے مشہور ہے بہر حال محبوب و محمود ہے واللہ
 تعالیٰ اعلم و علیہ جل مجدہ اتم و احکم۔

—————

ایذان الاجر فی اذان القبر^{۱۳} (دفن کے بعد قبر پر اذان کہنے کے جواز پر مبارک فتویٰ)

مسئلہ^(۳۸۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفن کے وقت جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے شرعاً جائز ہے یا نہیں، بتیروا تو جبروا۔

فتویٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذی جعل الاذان علماً لایمان	تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے اذان کو ایمان کی
وسبب الامان وسکينة الجنان ومنفاة	علامت، سببِ امان، دلوں کا سکون، غموں کا ازالہ
الاحزان ومرضاة الرحمن والصلاة	اور رحمان کی رضا کا ذریعہ بنایا، صلاۃ و سلام کا ملکہ تامہ
والسلام الاتمان الاکملات علی من رفع	ہو اس ذات پر جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے بلند کر دیا اور اس
الله ذکره واعظم قدره فبذکره زان کل	کے مرتبہ کو عظیم کیا چنانچہ ان کے ذکر سے ہر خطبہ اور اذان کو

خطبة و اذان و علی الہ وصحبہ الذاکرین ایہ
مع ذکر مولانا فی الحیوة والموت والوجدان
والفوت وکل حین وأن و اشہدان لا الہ الا اللہ
الحنان المنان وان محمد اعبده ورسوله سید
الانس والجان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ
وصحبہ المرضیین لیدیہ ما اذن اذن لصوت
اذان قال الفقیر عبد المصطفیٰ احمد رضا
المحمدی السنی الخنفی القادی البرکاتی البریلوی
سقاه المجیب من کاس الحبيب عذبا فراتا
و جعلہ من الذین ہم اهل الايمان والصلاة
والاذان احياء وامواتا آمین الہ الحق آمین۔

زینت بخشی اور آپ کی آل واصحاب پر جو موت و حیات
و جہان و فوت غرضیکہ ہر وقت اپنے رب کریم کے ذکر کے
ساتھ اپنے آقا کا ذکر کرتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ
اللہ حقان و متان کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور انفس جن
کے سردار نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ
بندے اور رسول ہیں آپ پر اور آپ کی آل پاک اور صحابہ
کرام پر جو کہ پسندیدہ ہیں سب اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں
جب تک کان اذان کی آواز سنتے رہیں، حیدر
عبد المصطفیٰ احمد رضا محمدی خنفی قادری برکاتی بریلوی
دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے حبیب کے حوض کوثر
سے سیراب کرے اور اسے ان لوگوں میں سے کرے جو موت و حیات
میں ایمان، نماز اور اذان والے ہیں آمین الہ الحق آمین۔

الجواب

بعض علمائے دین نے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا، امام ابن حجر مکی و علامہ خیر الملة و
الدين علی استاذ صاحب درمختار علیہم رحمۃ الغفار نے اُن کا یہ قول نقل کیا:
اما المکی ففي فتاواه وفي شرح العباب وعارض
واما الرملي ففي حاشية البحر الرائق و
مرض۔

حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السؤال کا جواز یقینی ہے ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت کی کوئی دلیل نہیں اور جس امر
سے شرع منع نہ فرمائے اصلاً ممنوع نہیں ہو سکتا قانون جواز کے لیے اسی قدر کافی جو مدعی ممانعت ہو دلایل شرعیہ
سے اپنا دعویٰ ثابت کرے پھر بھی مقام تبرع میں اگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بدل لے کثیر اس کی اصل شرع مطہر سے
نکال سکتا ہے جنہیں بقانون مناظرہ اسانید سوال تصور کیجئے فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی
ذری التحقيق۔

دلیل اول وار د ہے کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا اور سوال نکیرین ہوتا ہے شیطان جہیم کہہ اللہ بھروسہ

الطبرانی فی اوسط معاجیہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (اسے امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی نے
المعجم الاوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)، ہم نے اپنے رسالہ نسیم الصبیح فی
ان الاذان یحول الیہا (صبح کی خوشگوار ہو اس بارے میں کہ اذان سے وہاں دور ہو جاتی ہے۔ ت) میں اس
مطلب پر بہت احادیث نقل کیں، اور جب ثابت ہو گیا کہ وہ وقت عیاذاً باللہ دخلت شیطان لعین کا ہے اور
ارشاد ہوا کہ شیطان اذان سے بھاگتا ہے اور اس میں علم آیا کہ اُس کے دفع کو اذان کو تو یہ اذان خاص حدیثوں
مستنبط بلکہ عین ارشاد و شریع کے مطابق اور مسلمان بھائی کی عمدہ امداد و اعانت ہوئی جس کی خبریوں سے قرآن حدیث
مال مال۔

دلیل دوم امام احمد و طبرانی و بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی :
قال لما دفن سعد بن معاذ (متراد فی روایۃ) یعنی جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے
و سوی علیہ سبح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ اور قبر درست کر دی گئی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دیر
وسلم و سبح الناس معہ طویلاً ثم کبر و تک سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام
کبر الناس ثم قالوا یا رسول اللہ سبحان اللہ (متراد) بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر
فی روایۃ) ثم کبرت قال لقد تضایق علی فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر
هذا الرجل الصالح قبرہ حتی خرج اللہ تعالیٰ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور اول سبح پھر تکبیر
عنه لے کیوں فرماتے رہے؟ ارشاد فرمایا: اس نیک مرد پر
اُس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اُس سے دور کی اور قبر کشادہ فرمادی۔ (ت)

علامہ طیبی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں :
ای ما زلت اکبر و تکبرون واسبح و تسبحون یعنی حدیث کے معنی یہ ہیں کہ برابر میں اور تم اللہ اکبر اللہ اکبر
حتی فرجہ اللہ اھ سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ
نے اُس تنگی سے انہیں نجات بخشی۔ (ت)

اقول اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میت پر آسانی کے لیے
بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مبارکہ اذان میں چھ بار ہے تو عین سنت ہوا، غایت یہ

کہ اذان میں اس کے ساتھ اور کلمات طلیبات زائد ہیں سو ان کی زیادت نہ معاذ اللہ کچھ مضر نہ اس امر مسنون کے منافی بلکہ زیادہ مفید و مؤید مقصود ہے کہ رحمت الہی آثار نے کے لیے ذکر خدا کرنا تھا، دیکھو یہ بعینہ وہ مسلک نفیس ہے جو دربارہ تبلیغ اہل صحابہ عظام مثل حضرت امیر المؤمنین عمر و حضرت عبداللہ بن مسعود و حضرت امام حسن مجتبیٰ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کو ملحوظ ہوا اور ہمارے ائمہ کرام نے اختیار فرمایا، ہدایہ میں ہے:

لا ينبغي ان يخل بشئ من هذه الكلمات لانه
هو المنقول فلا ينقص عنه ولو زاد فيها جاز
لان المقصود التناو و اظهار العبودية فلا
يمنع من الزيادة عليه اه ملخصا۔

یعنی ان کلمات میں کمی نہ چاہئے کہ یہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں تو ان سے گھٹائے نہیں اور اگر بڑھائے تو جائز ہے کہ مقصود اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اپنی بندگی کا ظاہر کرنا ہے تو اور کچھ زیادہ کرنے سے ممانعت نہیں اہ ملخصا (ت)

فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے اپنے رسالہ صفائح اللاجین فی کون التصافح بکفی الیدین وغیرہ رسائل میں اس مطلب کی قدرے تفصیل کی۔

دلیل سوم بالاتفاق سنت اور حدیثوں سے ثابت اور فقہ میں مثبت کہ میت کے پاس حالت نزع میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کہتے رہیں کہ اُسے سن کر یاد ہو حدیث متواتر میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لَقَدْ مَوْتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ (اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ سکھاؤ)

رواہ احمد و مسلم و ابوداؤد و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ
النسائی و ابن ماجہ عن ابی سعید الخدری
و ابن ماجہ کمسلم عن ابی ہریرۃ و کانسائی عن
ام المؤمنین عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

اسے احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن ماجہ نے مسلم کی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نسائی کی طرح حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کیا (ت)

اب جو نزع میں ہے وہ مجازاً مردہ ہے اور اُسے کلمہ اسلام سکھانے کی حاجت کہ بول اللہ تعالیٰ خاتمہ اسی پاک کلمے پر ہو اور شیطان لعین کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقتہً مردہ ہے اور اُسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت کہ چون اللہ تعالیٰ جواب یاد ہو جائے اور شیطان جہنم کے بسکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں

یہی کلمہ لا الہ الا اللہ تین جگہ موجود بلکہ اُس کے تمام کلمات جواب تکبیر بتاتے ہیں ان کے سوال تین ہیں من ربک
 تیرا رب کون ہے؟ ما دینک تیرا دین کیا ہے؟ ما کنت تقول فی هذا الرجل تو اس مرد یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وسلم کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ اب اذان کی ابتدا میں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر
 لا الہ الا اللہ اشہدان لا الہ الا اللہ اور آخر میں اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ سوال من ربک کا
 جواب سکھائیں گے ان کے سننے سے یاد آئیگا کہ میرا رب اللہ ہے اور اشہدان محمد رسول اللہ اشہدان
 محمد رسول اللہ سوال ما کنت تقول فی هذا الرجل کا جواب تعلیم کریں گے کہ میں انہیں اللہ کا رسول جانتا تھا
 اور حتی علی الصلوة حی علی الفلاح جواب ما دینک کی طرف اشارہ کریں گے کہ میرا دین وہ تھا جس میں نماز کن دستور
 ہے کہ الصلوة عماد الدین ہے تو بعد دفن اذان دینا عین ارشاد کی تعمیل ہے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث
 صحیح متواتر مذکور میں فرمایا، اب یہ کلام سماع موتی و تلقین اموات کی طرف منجر ہوگا فقیر غفر اللہ تعالیٰ خاص اس مسئلہ میں
 کتاب مبسوط مسمیٰ بحیاة الموات فی بیان سماع الا موات تحریر کر چکا جس میں پچھتر حدیثوں اور پونے چار سو اقوال
 ائمہ دین و علمائے کمالین و خود بزرگانِ منکیرین سے ثابت کیا کہ مردوں کا شننا دیکھنا سمجھنا قطعاً حق ہے اور اس پر
 اہل سنت و جماعت کا اجماع قائم اور اس کا انکار نہ کرے گا مگر غنی جاہل یا معاند مطلق اور اُسی کی چند فصول میں بحث تلقین
 بھی صاف کر دی یہاں اُس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔

ولیل چہارم ابوعلی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 فرماتے ہیں،

اطفؤا الحریق بالتکبیر (آگ کو تکبیر سے بجھاؤ)

ابن عدی حضرت عبد اللہ بن عباس اور ابن السنی و ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
 اذا رايتهم الحریق فکبروا فانہ یطفئ النار
 جب آگ دیکھو اللہ اکبر اللہ اکبر کی بکثرت تکرار کرو
 وہ آگ کو بجھا دیتا ہے۔

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح	الفصل الثانی فی من اثبات عذاب القبر	مطبوعہ معبجاتی دہلی	ص ۲۵
۲۔ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	کتاب الصلوة	مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت	۲۸۴/۷
۳۔ معجم اوسط	حدیث نمبر ۸۵۶۴	مکتبۃ المعارف ریاض	۲۵۹/۹
۴۔ الکامل فی الصفات الرجال	از من اسمعید اللہ بن لہیعہ	مکتبۃ اثریہ سانگلہ بل	۱۲۶۹/۴

علامہ مناوی تیسرے شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں،

فكبروا اي قولوا الله اكبر الله اكبر وكبروه كثيرا۔

”فكبروا“ سے مراد یہ ہے کہ اللہ اکبر اللہ اکبر کثرت کے

ساتھ بار بار کہو۔ (ت)

مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری اُس حدیث کی شرح میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبر کے پاس

دیر تک اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے، لکھتے ہیں،

التكبير على هذا لاطفاء الغضب الالهي

ولهذا ورد استحباب التكبير عند رؤية

الحريق۔

اب یہ اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا غضب الہی کے بجھانے

کو ہے و لہذا آگ لگی دیکھ کر دیر تک تکبیر

مستحب ٹھہری۔

وسيلة النجاة من حيرة الفقہ سے منقول،

عکمت در تکبیر آنست بر اہل گورستان کہ رسول علیہ

السلام فرمودہ است اذا رايتم الحريق فكبروا

چوں آتش در جائے افتد و از دست شما بر نیاید کہ

بنشانید تکبیر بگوئید کہ آتش بر برکت آن تکبیر فرو نشیند

چوں عذاب قبر با آتش ست و دست شما بآن نرسد

تکبیر میباید گفت تا مردگان از آتش دوزخ خلاص یابند۔

اہل قبرستان پر تکبیر کہنے میں حکمت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام

نے فرمایا ہے ”اذا ساء لکم الحريق فكبروا“ یعنی

جب تم کسی جگہ آگ بھڑکتی ہوئی دیکھو اور تم اسے بجھانے

کی طاقت نہ رکھتے ہوں، تو تکبیر کہو کہ اس تکبیر کی برکت

سے وہ آگ ٹھنڈی پڑ جائے گی چونکہ عذاب قبر بھی آگ کے

ساتھ ہوتا ہے اور اسے تم اپنے ہاتھ سے بجھانے کی

طاقت نہیں رکھتے لہذا اللہ کا نام لو (تکبیر کہو) تاکہ فوت

ہونے والے لوگ دوزخ کی آگ سے خلاصی پائیں (ت)

یہاں سے بھی ثابت کہ قبر مسلم پر تکبیر کہنا فرد سنت ہے تو یہ اذان بھی قطعاً سنت پر مشتمل اور زیادات مفیدہ کا مانع

سنیت نہ ہونا تقریر دلیل دوم سے ظاہر۔

دلیل چہم ابن ماجہ و بیہقی سعید بن مسیب سے راوی،

قال حضرت ابن عمر في جنازة فلما وضعها في

یعنی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے

لہ التیسرے شرح جامع الصغیر نیز حدیث مذکور مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۱۰۰/۱

لہ مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث من باب اثبات عذاب القبر مکتبہ امدادیہ ملتان ۲۱۱/۱

لہ وسیلۃ النجاة

اللحد قال بسم الله وفي سبيل الله فلما اخذ
في تسوية اللحد قال اللهم اجرها من الشيطان
ومن عذاب القبر ثم قال سمعته من رسول
الله صلى الله تعالى عليه وسلم هذا المختصر
سأخذ ايك جنازه ميں حاضر ہوا حضرت عبداللہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے جب اُسے لحد ميں رکھا کہا بسم اللہ و
فی سبيل اللہ جب لحد برابر کرنے لگے کہا الہی! اسے
شیطان سے بچا اور عذاب قبر سے امان دے، پھر
فرمایا ميں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا

امام ترمذی حکیم قدس سرہ الکریم بسند جید عمرو بن مرہ تابعی سے روایت کرتے ہیں :
كانوا يستحبون اذا وضع الميت في اللحد ان
يقولوا اللهم اعذه من الشيطان الرجيم
يعني صحابه كرام يا تابعين عظام مستحب جانتے تھے کہ
جب میت لحد ميں رکھا جائے تو دعا کریں الہی! اسے
شیطان رجیم سے پناہ دے۔

ابن ابی شیبہ اُستاد امام بخاری و مسلم اپنے مصنف میں غثیمہ سے راوی :
كانوا يستحبون اذا وضعوا الميت ان يقولوا بسم
الله وفي سبيل الله وعلى ملة رسول الله اللهم
اجرهم من عذاب القبر وعذاب النار ومن شر
الشيطان الرجيم
مستحب جانتے تھے کہ جب میت کو دفن کریں یوں
کہیں اللہ کے نام سے اور اللہ کی راہ ميں اور رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملت پر الہی! اسے
عذاب قبر و عذاب دوزخ اور شیطان ملعون کے
شر سے پناہ بخش۔

ان حدیثوں سے جس طرح یہ ثابت ہوا کہ اس وقت عیاذ باللہ شیطان رجیم کا دخل ہوتا ہے یہ بھی
واضح ہوا کہ اُس کے دفع کی تدبیر سنت ہے کہ دعا نہیں مگر ایک تدبیر اور احادیث سابقہ دلیل اول سے واضح کہ
اذان رفع شیطان کی ایک عمدہ تدبیر ہے تو یہ بھی مقصود شارع کے مطابق اور اپنی فطیر شرعی سے موافق ہوتی
دلیل ششم ابو داؤد و حاکم و بیہقی امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی :

كان النسبي صلى الله تعالى عليه وسلم اذا
فرغ من دفن الميت وقف عليه قال استغفروا
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دفن میت
سے فارغ ہوتے قبر پر وقوف فرماتے اور ارشاد

۱۔ سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی ادخال الميت القبر
۲۔ نوادر الاصول فی معرفۃ احادیث الرسول الفصل التاسع والاربعون
۳۔ المصنف ابن ابی شیبہ ما قالوا اذا وضع الميت فی قبره
مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۲
مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۳۲۳
مطبوعہ ادارۃ القرآن العلوم الاسلامیہ کراچی ۳/۲۲۹

بحر الرائق ونهر الفائق وفتاویٰ عالمگیریہ سے نقل کیا کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر دعا سنت سے ثابت ہے اور بڑی بزرگی اتنا دجانا کہ اذان خود دعا بلکہ بہترین دعا ہے کہ وہ ذکر الہی ہے اور ہر ذکر الہی دعا، تو وہ بھی اسی سنت ثابتہ کی ایک فرد ہوئی پھر سنت مطلق سے کراہت فرد پر استدلال عجب تماشا ہے، مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

کل دعا ذکر وکل ذکر دعا (ہر دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے)
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

افضل الدعاء الحمد لله (سب دعاؤں سے افضل دعا الحمد ہے)

اخرجه الترمذی وحسنہ والنسائی وابن جہان والمحاکمہ وصححہ عن جابر بن عبد اللہ
اسے ترمذی نے روایت کر کے حسن قرار دیا، نسائی، ابن جہان اور حاکم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کر کے صحیح قرار دیا ہے (ت)

صحیحین میں ہے ایک سفر میں لوگوں نے باواز بلند اللہ اکبر اللہ اکبر کہنا شروع کیا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! اپنی جانوں پر زنجی کرو انکو لا تدعون اصم ولا غائباً انکم تدعون سمیعاً بصیراً
(تم کسی بہرے یا غائب سے دعا نہیں کرتے سمیع بصیر سے دعا کرتے ہو)

دیکھو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور خاص کلمہ اللہ اکبر کو دعا فرمایا تو اذان کے بھی ایک دعا اور فراموش نہ ہونے میں کیا شک رہا۔

دلیل مقہوم یہ تو واضح ہو لیا کہ بعد دفن میت کے لیے دعا سنت ہے

اور علماء فرماتے ہیں آداب دعا سے ہے کہ اُس سے پہلے کوئی عمل صالح کرے، امام شمس الدین محمد بن الجزری کی حصن حصین شریف میں ہے:

آداب الدعاء منها تقدیم عمل صالح و ذکرہ
آداب دعا میں سے ہے کہ اس سے پہلے عمل صالح ہو اور ذکر الہی مشکل وقت میں ضرور کرنا چاہئے مسلم،

ترمذی، ابوداؤد۔ (ت)

لہ مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفضل الثانی من باب التبیح الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۵/۱۱۲

لہ جامع الترمذی باب ما جاء ان دعوة المسلم مستجابة مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۴۴

لہ الصبیح المسلم باب خفض الصوت بالذکر قیدی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۶

لہ حصن حصین آداب الدعاء نوکسور لکھنؤ ص ۱۲

علامہ علی قاری خزائن میں فرماتے ہیں: یہ ادب حدیث ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ابو داؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان نے روایت کی، ثابت ہے اور شک نہیں کہ اذان بھی عمل صالح ہے تو دعا پر اس کی تقدیم مطابق مقصود و سنت ہوئی۔

ولیل ہشتم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثُمَّ لَا تَدْعُ الدَّعَاءَ عِنْدَ النَّدَاءِ وَعِنْدَ الْبَاسِ لِي

اخرجه ابو داؤد و ابن حبان و الحاكم بسند صحيح عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله تعالى عنه۔
دو دعائیں رد نہیں ہوتیں ایک اذان کے وقت اور ایک جہاد میں جب کفار سے لڑائی شروع ہو۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،
اذا نادى المنادى فتحت ابواب السماء و استجيب الدعاء۔
جب اذان دینے والا اذان دیتا ہے آسمان کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے۔

اخرجه ابو يعلى و الحاكم عن ابى امامة الباهلى و ابو داود الطيالسى و ابو يعلى و الضياء فى المختارمة بسند حسن عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنهما۔
یہ روایت ابو یعلیٰ اور حاکم نے حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی اور ابو داؤد و طیلانی اور ابو یعلیٰ اور ضیاء نے المختارہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سند صحیح کے ساتھ بیان کی ہے (ت)

ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اذان اسباب اجابت دعا سے ہے اور یہاں دعا شارع جل و علا کو مقصود تو اس کے اسباب اجابت کی تحصیل قطعاً محمود۔

ولیل نہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

يَغْفِرُ اللَّهُ لِلْمُؤَذِّنِ مِنْتَهَىٰ أَذَانَهُ وَلِيَسْتَغْفِرَ لَهُ

المستدرک علی الصحیحین لا یرد الدعاء عند الاذان وعند الباس
مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۸/۱
اجابة الاذان والدعاء بعده ۵۴۶/۱

دلیل و ہم اذان ذکر الہی اور ذکر الہی دافع عذاب ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،
ما من شیء انجی من عذاب اللہ من ذکر
اللہ
کوئی چیز ذکر خدا سے زیادہ عذاب خدا سے نجات
بخشنے والی نہیں ۔

رواہ الامام احمد عن معاذ بن جبل و ابن
ابی الدنیا و البیهقی عن ابن عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہم
اسے امام احمد نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے اور ابن ابی الدنیا اور البیهقی نے حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا (ت)

اور خود اذان کی نسبت وارد جہاں کہی جاتی ہے وہ جگہ اُس دن عذاب سے مامون ہو جاتی ہے طبرانی
معجم ثلثہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ،
اذا اذن فی قریۃ امنھا اللہ من عذابہ فی ذلک
اليوم وشاہدہ عندہ فی الکبیر من حدیث
معتقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔
جب کسی بستی میں اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ اس
دن اسے اپنے عذاب سے امن دے دیتا ہے
اور اس کی شاہد وہ روایت ہے جو معجم کبیر میں حضرت
معتقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے (ت)

اور بیشک اپنے بھائی سلطان کے لیے ایسا عمل کرنا عذاب سے نجات دہی ہو شائع بل و علا کو محبوب و
مرغوب ، مولانا علی قاری رحمہ الباری شرح عین العلم میں قبر کے پاس قرآن پڑھنے اور تسبیح و دعائے رحمت و
مغفرت کرنے کی وصیت فرما کر رکھتے ہیں ،

فان اکادکلمہا نافعۃ لہ فی تلک الداۃ (کہ ذکر جس قدر ہیں سب میت کو قبر میں نفع بخشے ہیں ۔ ت)
امام بدر الدین محمد عینی شرح صحیح بخاری میں زیر باب موعظۃ المحدث عند القبر فرماتے ہیں ،
واما مصلحۃ المیت فمثل ما اذا اجتمعوا
میت کے لیے اس میں مصلحت ہے کہ مسلمان اُس کی

۲۳۹/۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت

نوٹ ، ابن ابی الدنیا اور البیهقی کے الفاظ عبد اللہ ابن عمر سے یوں ہی مروی ہیں جبکہ احمد بن حنبل کے الفاظ معاذ بن جبل
سے یوں مروی ہیں ، ما عمل آدمی سلا قط انجی لہ من عذاب اللہ من ذکر اللہ الخ

۲۵۴/۱ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت

۳۳۲ مطبوعہ امرت پور لاہور
۱۶۶ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور

عندہ لقراءة القرآن والذکر فان المیت
 ینتفع یدہ
 قبر کے پاس جمع ہو کر قرآن پڑھیں ذکر کریں کہ میت کو
 اس سے نفع ہوتا ہے (ت)

یارب مگر اذان ذکر محبوب نہیں یا مسلمان بھائی کو نفع ملنا شرعاً مرغوب نہیں۔
 دلیل یا زور ہم اذان ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے اور ذکر مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 باعث نزول رحمت۔

اولاً حضور کا ذکر عین ذکر خدا ہے امام ابن عطاء پھر امام قاضی عیاض وغیرہما ائمہ کرام تفسیر قول تعالیٰ وردفنا
 لك ذکرک میں فرماتے ہیں،

جعلک ذکراً من ذکرى فمن ذکرک فقد
 ذکرنى
 میں نے تمہیں اپنی یاد میں سے ایک یاد کیا جو تمہارا
 ذکر کرے وہ میرا ذکر کرتا ہے۔

اور ذکر الہی بلاشبہ رحمت اترنے کا باعث، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث میں
 ذکر کرنے والوں کی نسبت فرماتے ہیں،

حقهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت
 عليهم السکينة
 انھیں ملائکہ گھیر لیتے ہیں اور رحمت الہی ڈھانپ لیتی
 ہے اور اُن پر سکینہ اور چین اُترتا ہے۔

رواہ مسلم والترمذی عن ابی ہریرۃ و ابی سعید
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
 اسے مسلم اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابوسعید
 خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

ثانیاً ہر محبوب خدا کا ذکر محل نزول رحمت ہے، امام سفین بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں،
 عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ (نیکیوں کے ذکر کے وقت رحمت الہی اترتی ہے)

ابو جعفر بن حمدان نے ابو عمرو بن نجید سے اسے بیان کر کے فرمایا، فرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 وسلمہا من الصالحین (تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو سب صالحین کے سردار ہیں)

لہ عمدۃ القاری شرح البخاری باب موعظۃ المحدث عند القبر الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریۃ بیروت ۱۸۹/۸
 لہ القرآن ۴/۹۴

لہ نسیم الریاض شرح الشفا زیر آیت مذکور مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۲۵/۱

لہ صحیح مسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوت القرآن الخ قادیانی کتب خانہ کراچی ۳۴۵/۲

لہ اتحاف السادۃ المتقین الفائدۃ الثانیۃ المخلص بالعلزۃ علی المعاصی الخ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۵۰/۶
 ۳۵۱/۶

پس بلاشبہ جہاں اذان ہوگی رحمتِ الہی اترے گی اور بھائی مسلمان کے لیے وہ فعل جو باعثِ نزولِ رحمت ہو شرع کو پسند ہے نہ کہ ممنوع۔

دلیل دوازدم خود ظاہر اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ مُردے کو اُس نے مکانِ تنگ و تنگ میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے الاہم رحمہم ربی ان دبی غفور رحیم (مگر جس پر میرا رب رحم فرمائے یقیناً میرا رب بخشش فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ ت) اور اذان دافعِ وحشت و باعثِ اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکرِ خدایہ اور اللہ عزوجل فرماتا ہے :

اَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (مَنْ لَوْ خَدَاكَ ذَكَرَ سَعِيٍّ يَظُنُّ أَنَّهُ يَمُوتُ) (ابو نعیم وابن عساکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

نزل آدم بالہند فاستوحش فنزل جبریل علیہ السلام فنادی بالاذان الحديث۔ جب آدم علیہ السلام جنت سے ہندوستان میں اترے اُنھیں گھبراہٹ ہوئی تو جبریل علیہ السلام نے اُتر کر اذان دی۔ (الحديث)

پھر ہم اس غریب کی تسکین خاطر دُفعِ تو حش کو اذان دیں تو کیا بُرا کریں حاشا بلکہ مسلمان خصوصاً ایسے بکس کی امانت حضرت حق عزوجل کو نہایت پسند، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

اللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عون اخیه۔ اللہ تعالیٰ بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمانوں کی مدد میں ہے۔

رواہ مسلم و ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ و الحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اسے مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم : من کان فی حاجة اخیه کان اللہ فی حاجتہ و جو اپنے بھائی مسلمان کے کام میں ہو اللہ تعالیٰ اس کی

۱۔ القرآن ۵۳/۱۲

۲۔ القرآن ۲۸/۱۳

۳۔ حلیۃ الاولیاء مرویات عمرو بن قیس الملائی ۲۹۹
۴۔ صحیح مسلم باب فضل الاجتماع علی تلاوة القرآن
۵۔ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۰۷/۲
۶۔ قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۳۵/۲

من فرج عن مسلم كربة فرج الله عنه بها
كربة من كربة يوم القيامة رواه الشيخان
وابوداؤد عن ابن عمر رضي الله تعالى
عنهما -
عاجت اُنی فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دور
کرے اللہ تعالیٰ اس کے عوض قیامت کی مصیبتوں
سے ایک مصیبت اس کی سے دور فرمایا گا۔ اسے بخاری و مسلم
اور ابوداؤد نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے روایت کیا ہے۔

دلیل سیزدہم منہ الفردوس میں حضرت جناب امیر المومنین مولیٰ المسلمین سیدنا علی مرتضیٰ
کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی :

قال رأی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
حزینا فقال یا ابن ابی طالب انی اراک حزینا
فسر بعض اهلك یؤذن فی اذک فانه ذرہ الهم
یعنی مجھے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
غمگین دیکھا ارشاد فرمایا: اے علی! میں تجھے غمگین
پاتا ہوں اپنے کسی گھروالے سے کہہ کہ تیرے کان میں
اذان کئے اذان غم و پریشانی کی دافع ہے۔

مولیٰ علی اور مولیٰ علی تک جس قدر اس حدیث کے راوی ہیں سب نے فرمایا: فجر پتہ فوجدتہ کذلک (ہم
نے اسے تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا) ذکرہ ابن حجر کما فی السراقة (اس کا تذکرہ حافظ ابن حجر نے کیا، جیسا
کہ مرقات میں ہے۔ ت) اور خود معلوم اور حدیثوں سے بھی ثابت کہ میت اُس وقت کیسے حزن و غم کی حالت میں
ہوتا ہے مگر وہ خاص عباد اللہ اکابر اولیاء اللہ جو مرگ کو دیکھ کر مرجھا بجیب جاء علی فاقه (خوش آمدید
اس محبوب کو جو بہت دیر سے آیا۔ ت) فرماتے ہیں تو اس کے دفع غم و الم کے لیے اگر اذان سنائی جائے کیا معذور
شرعی لازم آئے حاشا اللہ بلکہ مسلمان کا دل خوش کرنے کے برابر اللہ عز و جل کو فرائض کے بعد کو قی عمل محبوب نہیں۔
طبرانی المعجم کبیر و معجم اوسط میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم فرماتے ہیں :

ان احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ بعد الفرائض
ادخال السرور علی المسلم
بیشک اللہ تعالیٰ کے نزدیک فرائض کے بعد سب اعمال
سے زیادہ محبوب مسلمان کو خوش کرنا ہے۔

۱۔ صحیح البخاری باب لا یظلم المسلم المسلم الا من ابواب المظالم
۲۔ مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب الاذان
۳۔ المعجم الکبیر مرویات عبداللہ بن عباس حدیث ۱۱۰۷۹
۴۔ ۳۳۰/۱ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۵۔ ۱۴۹/۲ مکتبہ امدادیہ ملتان
۶۔ ۱۱/۷۱ مکتبۃ الفیصلیہ بیروت

انہی دونوں میں حضرت امام ابن الامام سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

ان موجبات المغفرة اذ خالک السرور علی
اخیک المسلم

ولیل چہار و ہم قال اللہ تعالیٰ،
یا ایہا الذین امنوا اذکروا اللہ ذکر کثیراً۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،
اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا مجنون

اخرجه احمد و ابویعلیٰ و ابن حبان و الحاکم
و البیہقی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ
عنه صححه الحاکم و حسنه الحافظ ابن حجر۔
دیا ہے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم،
اذکر اللہ عند کل حجر و شجر۔

اخرجه الامام احمد فی کتاب الزہد و
الطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بسند حسن۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں،
لم یفرض اللہ علی عبادہ فرضاً الا جعل
لہا حدا معلوما ثم عذر اہلہا فی حال

المعجم الکبیر مرویات حسن بن علی حدیث ۲۷۳۱ و ۲۷۳۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲/۸۳/۸۵
القرآن ۳۲/۴۱

منہ احمد بن حنبل من مسند ابی سعید الخدری
المعجم الکبیر مرویات معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱
مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/۶۸/۷۱
المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲/۱۵۹

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ لمعات شرح مشکوٰۃ میں زیر حدیث امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقیر نے دیل ششہم میں ذکر کر کے فرماتے ہیں،

قد سمعت عن بعض العلماء انه يستحب ذكر
مسئلة من المسائل الفقهيّة -
يعني تحقیق میں نے بعض علماء سے سنا کہ دفن کے بعد قبر کے
پاس کسی مسئلہ فقہ کا ذکر مستحب ہے۔

اشعة المعات شرح فارسی مشکوٰۃ میں اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ باعث نزولِ رحمت ست (نزولِ رحمت کا سبب ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں: مناسب حال ذکر مسئلہ فرائض ست (ذکر مسئلہ فرائض مناسب حال ہے۔ ت) اور فرماتے ہیں: اگر ختم شدہ آن کنند اولیٰ و افضل باشد (اگر قرآن پاک ختم کریں تو یہ اولیٰ و بہتر ہے۔ ت) جب علمائے کرام نے حکایات اہل خیر و تذکرہ صالحین و ختم قرآن و بیان مسئلہ فقہیہ و ذکر فرائض کو مستحب ٹھہرایا حالانکہ ان میں بالخصوص کوئی حدیث وارد نہیں بلکہ وجہ صرف وہی کہ میت کو نزولِ رحمت کی حاجت اور ان امور میں امیدِ نزولِ رحمت تو اذان کہ بشہادت احادیث موجب نزولِ رحمت و دفع عذاب ہے کیونکہ جائز بلکہ مستحب نہ ہوگی۔

بجھ اللہ یہ پسند نہ دے، بلکہ اس میں کہ چند ساعت میں فیضِ قدیر سے قلبِ فقیر پر فائز ہوئیں ناظرِ منصف جانے لگا کہ ان میں اکثر تو محض استعراجِ فقیر ہیں اور باقی کے بعض مقدمات اگر یہ بعض اجلہ اہل سنت و جماعت رحمہم اللہ تعالیٰ کے کلام میں مذکور مگر فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ نے تکمیلِ ترتیب و تسجیلِ تقریب سے ہر مقدمہ منفردہ کو دلیلِ کامل اور ہر مذکور ضمنی کو مقصود مستقل کر دیا والحمد للہ رب العالمین (سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت) بالانتمہ ص ۷

لا شك ان الفضل للمتقدم
(بیشک بزرگی پہل کرنے والے کے لئے ہے۔)

ہم پر ان اکابر کا شکر واجب جنہوں نے اپنی تلاش و کوشش سے بہت کچھ متفرق کو یکجا کیا اور اس شوار
کام کو ہم پر آسان کر دیا جزاہم اللہ عنا وعن الاسلام والسنة خير جزاء وشكر مساعیہم الجميلة
فی حماية الملة الغراء ونکایة الفتنة العوراء وهنأهم بفضل رسول نفی علی حمید رضی
یوم القضاء ووصلی اللہ تعالیٰ علیہ سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ الاطائب الکرماء
آمین۔

تنبیہات جلیہ — تنبیہ اول : ہمارے کلام پر مطلع ہونے والا عظمت رحمت الہی پر نظر
کرے کہ اذان میں ان شاء اللہ الرحمن اُس میت اور ان احیا کے لیے کتنے منافع ہیں ، سائے فائدہ میت
کے لیے :

(۱) بحولہ تعالیٰ شیطان جہنم کے شر سے پناہ ۔

(۲) بدولت تکبیر عذابِ نار سے امان ۔

(۳) جوابِ سوالات کا یاد آ جانا ۔

(۴) ذکر اذان کے باعث عذابِ قبر سے نجات پانا ۔

(۵) برکتِ ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزولِ رحمت ۔

(۶) بدولتِ اذان دفعِ وحشت ۔

(۷) زوالِ غم و سرور و فرحت ۔

اور پندرہ احیا کے لیے ، سائے تو یہی سائے منافع اپنے بھائی مسلمان کو پہنچانا کہ ہر نفعِ رسانیِ جہا حسنہ
ہے اور ہر حسنة کم سے کم دس نیکیاں ، پھر نفعِ رسانیِ مسلم کی منفعیتیں خدا ہی جانتا ہے ۔

(۸) میت کے لیے تدبیر دفعِ شیطان سے اتباعِ سنت ۔

(۹) تدبیرِ رسانیِ جواب سے اتباعِ سنت ۔

(۱۰) دعا عند القبر سے اتباعِ سنت ۔

(۱۱) بقصدِ نفعِ میت قبر کے پاس تکبیریں کہہ کر اتباعِ سنت ۔

(۱۲) مطلق ذکر کے فوائد ملنا جن سے قرآن و حدیث مالا مال ۔

(۱۳) ذکرِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سبب رحمتیں پانا ۔

(۱۴) مطلق دعا کے فضائل یا تھ آنا جسے حدیث میں مغزِ عبادت فرمایا ۔

(۱۵) مطلق اذان کے برکات ملنا جنہیں منہائے آواز تک مغفرت اور ہر تر و خشک کی استغفار و شہادت

اور دلوں کو صبر و سکون و راحت ہے اور رُطقت یہ کہ اذان میں اصل کلمے سأت ہی ہیں اللہ اکبر! شہد ان لا الہ الا اللہ! شہد ان محمد! رسول اللہ! علی علی الصلوة! علی علی الفلاح! اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ! اور مکررات کو گنیے تو پندرہ ہوتے ہیں میت کے لیے وہ سأت فائدے اور احیا کے لیے پندرہ، انھیں سأت اور پندرہ کے برکات میں والحمد للہ رب العالمین تعجب کرتا ہوں کہ حضرات مانعین نے میت احیا کو ان فوائد جلیلہ سے محروم رکھنے میں کیا نفع سمجھا ہے یہیں تو مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے،

من استطاع منکم ان ینفع اخاه فلینفعہ
تم میں سے جس سے ہو سکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو
کوئی نفع پہنچائے تو لازم و مناسب ہے کہ پہنچائے۔
رواہ احمد و مسلم عن جابر بن عبد اللہ
اسے احمد اور مسلم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

پھر خدا جانے اس اجازت کلی کے بعد جب تک خاص جزیئہ کی شرع میں نہ ہو ممانعت کسوں سے
کی جاتی ہے واللہ الموفق۔

تنبیہ دوم: حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نیۃ المؤمن خیر من عملہ۔ (مسلمان کی نیت اُس کے عمل سے بہتر ہے)

رواہ البیہقی عن انس والطبرانی فی الکبیر
اسے بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، طبرانی
عن سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
نے معجم کبیر میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
روایت کیا۔ (ت)

اور بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لیے کئی کئی نیکیاں کر سکتا ہے مثلاً جب نماز کے لیے مسجد کو چلا اور صرف
یہی قصد ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اُس کا یہ چلنا محمود، ہر قدم پر ایک نیکی لکھیں گے اور دوسرے پر گناہ محو کریں گے مگر
عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیتیں کر سکتا ہے۔

(۱) اصل مقصود یعنی نماز کو جانا ہوں۔

(۲) خانہ خدا کی زیارت کروں گا۔

- (۳) شعارِ اسلام ظاہر کرتا ہوں۔
 (۴) داعی اللہ کی اجابت کرتا ہوں۔
 (۵) تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہوں۔
 (۶) مسجد سے خس و خاشاک وغیرہ دور کروں گا۔
 (۷) اعتکاف کرنے جاتا ہوں کہ مذہبِ مفتی پر اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہو سکتا ہے جب سے داخل ہو باہر آنے تک اعتکاف کی نیت کر لے انتظار نماز و ادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔
 (۸) امر الہی خذوا زینتکم عند کل مسجد (اپنی زینت موجب مسجد میں جاؤ۔ ت) امثال کو جاتا ہوں۔
 (۹) جو وہاں علم والا ملے گا اُس سے مسائل پوچھوں گا دین کی باتیں سیکھوں گا۔
 (۱۰) جاہلوں کا مسئلہ بتاؤں گا دین سکھاؤں گا۔
 (۱۱) جو علم میں میرے برابر ہو گا اُس سے علم کی تکرار کروں گا۔
 (۱۲) علماء کی زیارت۔
 (۱۳) نیک مسلمانوں کا دیدار۔
 (۱۴) دوستوں سے ملاقات۔
 (۱۵) مسلمانوں سے میل۔
 (۱۶) جو رشتہ دار ملیں گے اُن سے بکشاہدہ پیشانی مل کر صلہ رحم۔
 (۱۷) اہل اسلام کو سلام۔
 (۱۸) مسلمانوں سے مصافحہ کروں گا۔
 (۱۹) اُن کے سلام کا جواب دوں گا۔
 (۲۰) نمازِ جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا۔
 (۲۱ و ۲۲) مسجد میں جاتے نکلتے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا بسم اللہ
 لحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔
 (۲۳ و ۲۴) دخول و خروج میں حضور و آل حضور و ازواج حضور پر درود بھیجوں گا اللہم صل علی سیدنا

محَمَّد و عَلِيّ آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ و عَلِيّ اَزْوَاجِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ۔

(۲۵) بیمار کی مزاج پُرسی کروں گا۔

(۲۶) اگر کوئی غمی والا ملا تعزیت کروں گا۔

(۲۷) جس مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا اُسے یہ رحمہ اللہ کہوں گا۔

(۲۸ و ۲۹) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کروں گا۔

(۳۰) نمازیوں کے وضو کو پانی دوں گا۔

(۳۱ و ۳۲) خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان و اقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا دوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان و اقامت کا ثواب پا چکا فقد وقع اجرہ علی اللہ (اللہ تعالیٰ اسے اجر عطا فرمائے گا۔ ت)

(۳۳) جو راہ بھولا ہو گا راستہ بتاؤں گا۔

(۳۴) اندھے کی دستگیری کروں گا۔

(۳۵) جنازہ ملا تو نماز پڑھوں گا۔

(۳۶) موقع پایا تو ساتھ دفن تکمہ جاؤں گا۔

(۳۷) دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتی الوسع صلح کروں گا۔

(۳۸ و ۳۹) مسجد میں جاتے وقت دہنے اور نکلنے وقت بایں پاؤں کی تقدیم سے اتباع سنت کروں گا۔

(۴۰) راہ میں جو لکھا ہوا کاغذ پاؤں کا اٹھا کر ادب سے رکھ دوں گا الی غیر ذلک من نیات کثیرہ تو دیکھئے کہ جو ان ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسنہ نماز کے لیے نہیں جاتا بلکہ ان چالیس حسنات کے لیے جاتا ہے تو گویا اُس کا یہ چلنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم پہلے اگر ہر قدم ایک نیکی تھا اب چالیس نیکیاں ہو گا۔ اسی طرح قبر پر اذان دینے والے کو چاہئے کہ ان پندرہ نیتوں کا تفصیلی قصد کرے تاکہ ہر نیت پر جہاد کا ثواب پائے اور ان کے ساتھ یہ بھی ارادہ ہو کہ مجھے میت کے لیے دعا کا حکم ہے اس کی اجابت کا سبب حاصل کرتا ہوں اور نیز اُس سے پہلے عمل صالح کی تقدیم چاہئے یہ ادب دعا بجا لاتا ہوں الی غیر ذلک مما یستخرجہ العارف النبیل واللہ المہادی الی سواہ السبیل (ان کے علاوہ دوسری نیتیں جن کو عارف اور عابد استخرج کر سکتی، اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھائے و الایات) بہت لوگ اذان تو دیتے ہیں مگر ان منافع و نیات سے غافل ہیں وہ جو کچھ نیت کرتے ہیں اُسی قدر پائیں گے

عہ یہ چالیس نیتیں ہیں جن میں چھبیس علمائے ارشاد فرمائیں اور چودہ فقیر نے برہائیں جن کے ہندسوں پر خطوط کھینچے ہیں ۱۴

من معجزات سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ علی آلہ واصحابہ اجمعین سید العلماء سید الکلمات تاج الافاضل سراج الامثال
حضرت والد ماجد قدس اللہ سرہ ورتقنا برہ نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مباحی الفساد و کتاب الاجاب
اذاقۃ الاثام لمنافع عمل المولد والقیام وغیرہ میں افادہ فرمائی اور فقیر نے بھی بقدر حاجت اپنے رسالہ
اقامۃ القیامۃ علی طائفت عن القیام لنبی تھامہ و رسالہ منیہ العین فی حکم تقبیل الابہامیت و
رسالہ نسیم الصبا فی ان الاذان یعول الوباء وغیرہ تصانیف میں ذکر کی یہاں ان مباحث کے اراد سے تطویل
کی ضرورت نہیں، حضرات مخالفین یا آنکہ ہزار بار گھر تک پہنچ چکے، اگر پھر ممت فرمائیں گے ان شاء اللہ العزیز وہ
جواب باصواب پائیں گے جس کے انوارِ بابرہ و لمعاتِ قاسرہ کے حضور باطل کی آنکھیں جھپکیں اور اُس کی سُہانی
روشنیوں و دکشا تجلیوں سے حق و صواب کے نورانی چہرے دکھیں و باللہ التوفیق و ہو المعین۔ والحمد للہ رب
العالمین والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ وصحبہ اجمعین آمین آمین برحمتک
یا ارحم الراحمین الحمد للہ کہ یہ رسالہ آخرِ محرم ۱۳۰۷ھ سے دو جلسوں میں تمام ہوا واللہ سبحانہ و
تعالیٰ اعلم علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتبہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ محمد المصطفیٰ الی الاشی علی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تمت بالخیر

محمد سی حنفی قادری
عبد المصطفیٰ احمد رضا خان

ماخذ ومراجع

سب وفتا جری

مصنفت کتاب

نام کتاب

۱

- | | | |
|------|--|---------------------------------|
| ۴۱۶ | عبد الرحمن بن عمر بن محمد البغدادي المعروف بالنفاس | ۱- الاجزاء في الحديث |
| ۴۴۶ | ابو العباس احمد بن محمد الناطقي الحنفي | ۲- الاجناس في الفروع |
| ۶۸۳ | عبد الله بن محمود (بن مردود) الحنفي | ۳- الاختيار شرح المختار |
| ۲۵۶ | محمد بن اسماعيل البخاري | ۴- الادب المفرد للبخاري |
| ۹۲۳ | شهاب الدين احمد بن محمد القسطلاني | ۵- ارشاد الساري شرح البخاري |
| ۹۵۱ | ابو مسعود محمد بن محمد الهمازي | ۶- ارشاد العقل السليم |
| ۱۲۲۵ | مولانا عبد الله بن بحر العلوم | ۷- الاركان الاربع |
| ۹۷۰ | شيخ زين الدين بن ابراهيم بابن نجيم | ۸- الاشباه والنظائر |
| ۱۰۵۲ | شيخ عبد الحق المحدث الهلالي | ۹- اشعة المعاني |
| ۴۸۲ | علي بن محمد البرزوي | ۱۰- اصول البرزوي |
| ۹۴۰ | احمد بن سليمان بن كمال باشا | ۱۱- الاصلاح للوقاية في الفروع |
| ۷۶۹ | قاضي بدر الدين محمد بن عبد الله الشبلي | ۱۲- آكام الحرمين في احكام الحان |
| ۷۵۸ | قاضي بربان الدين ابراهيم بن علي الطرسوسي الحنفي | ۱۳- النفع الوسائل |
| ۱۰۶۹ | حسن بن عمار الشرنبلالي | ۱۴- امداد الفتاح |
| ۷۹۹ | امام يوسف الاردبيلي الشافعي | ۱۵- انوار الائمة الشافعية |
| ۹۴۰ | احمد بن سليمان بن كمال باشا | ۱۶- الايضاح للوقاية في الفروع |
| ۴۳۲ | عبد الملك بن محمد بن بشران | ۱۷- امان في الحديث |
| ۳۶۳ | احمد بن محمد المعروف بابن السني | ۱۸- الايجاز في الحديث |
| ۳۰۷ | احمد بن عبد الرحمن الشيرازي | ۱۹- القاب الروايات |

ب

٥٨٤	علامه الدين ابى بكر بن مسعود الكاساني	٢٠ - بدائع الصنائع
٥٩٣	على بن ابى بكر المرعشي	٢١ - البداية (بداية المستهدى)
٩٤٠	شيخ زين الدين بن ابراهيم باين نجيم	٢٢ - البحر الرائق
٩٢٢	ابراهيم بن موسى الطرابلسي	٢٣ - ابرار شرح مواهب الرحمن
٣٤٢	فقيه البراليت نصر بن محمد السمرقندي	٢٤ - بستان العارفين
٥٠٥	حجة الاسلام محمد بن محمد الغزالي	٢٥ - البسيط في الفروع
٨٥٥	امام بدر الدين ابو محمد البيني	٢٦ - البناء شرح الهداية

ت

١٢٠٥	سيد محمد تقي الزبيدي	٢٤ - تاج العروس
٥٤١	على بن الحسن المصطفى باين حناكر	٢٨ - تاريخ ابن عساكر
٢٥٦	محمد بن اسمعيل البخاري	٢٩ - تاريخ البخاري
٥٩٣	برهان الدين على بن ابى بكر المرعشي	٣٠ - التجنيس والمزيج
٨٦١	كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن الهمام	٣١ - تحرير الأصول
٥٢٠	امام علامه الدين محمد بن احمد السمرقندي	٣٢ - تحفة الفقهاء
٤٣٠	عبد العزيز بن احمد البخاري	٣٣ - تحقيق الحسامي
٨٤٩	علامه قاسم بن قطلوبغا الحنفى	٣٤ - الترجيح والتصحيح على القدوري
٨١٦	سيد شريف على بن محمد الجرجاني	٣٥ - التعريفات لسيد شريف
٣١٠	محمد بن جرير الطبري	٣٦ - تفسير ابن جرير (جامع البيان)
٦٩١	عبد الله بن عبد البينادي	٣٧ - تفسير البينادي
٩١١-٨	علامه جلال الدين المكي و جلال الدين السيوطي	٣٨ - تفسير الجلالين
١٢٠٣	سلیمان بن عبد الجليل الشيرازي	٣٩ - تفسير الجليل
٦٤١	ابو عبد الله محمد بن احمد القرطبي	٤٠ - تفسير القرطبي
٢٦	امام فخر الدين الرازي	٤١ - التفسير الكبير

- ٢٢ - التفسير لنيشابوري
 ٢٣ - تقريب القريب
 ٢٤ - التقرير والتبشير
 ٢٥ - التيسير للنوادي
 ٢٦ - تبين الحقائق
 ٢٧ - تقريب التهذيب
 ٢٨ - تنوير المتباسر
 ٢٩ - تنوير الابصار
 ٣٠ - تعظيم الصلوة
 ٥١ - تاريخ بغداد
 ٥٢ - التوشيح في شرح الهداية
- نظام الدين الحسن بن محمد بن حسين النيشابوري ٤٢٨
 ابو ذكريا يحيى بن شرف النوادي ٩١١
 محمد بن محمد ابن امير الحاج العلبي ٨٤٩
 عبد الرؤف النواوي ١٠٣١
 فخر الدين عثمان بن علي الزيلعي ٤٢٣
 شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلاني ٨٥٢
 ابو طاهر محمد بن يعقوب الفيروز آبادي ٨١٤
 شمس الدين محمد بن عبد الله بن احمد الترمذاني ١٠٠٣
 محمد بن نصر المروزي ٢٩٢
 ابو بكر احمد بن علي الخطيب البغدادي ٢٦٣
 عمر بن اسحق السراج الهندي ٤٤٣

ج

- ٥٣ - جامع الترمذي
 ٥٤ - جامع الرموز
 ٥٥ - الجامع الصحيح لبيهاري
 ٥٦ - الجامع الصغير في الفقه
 ٥٧ - الجامع الصحيح للمسلم
 ٥٨ - جامع الفقه (جوامع الفقه)
 ٥٩ - جامع الفضولين
 ٦٠ - الجامع الكبير
 ٦١ - جواهر الاخلاط
 ٦٢ - الجواهر الزكية
 ٦٣ - جواهر الفتاوى
 ٦٤ - الجوهرة النيرة
 ٦٥ - الجرح والتعديل في رجال الحديث
 ٦٦ - الجامع الصغير في الحديث
- ابو عيسى محمد بن عيسى الترمذي ٢٤٩
 شمس الدين محمد بن محمد انصاري ٩٦٢
 امام محمد بن اسماعيل البخاري ٢٥٦
 امام محمد بن حسن الشيباني ١٨٩
 مسلم بن حجاج القشيري ٢٦١
 ابو نصر احمد بن محمد العتابي ٥٨٦
 شيخ بدر الدين محمود بن اسرائيل بن قاضي ٨٢٣
 ابى الحسن عبيد الله بن حسين الكرخي ٣٢٠
 برهان الدين ابراهيم بن ابو بكر الاخطاوي
 احمد بن تركي بن احمد الماكي ٩٨٩
 ركن الدين ابو بكر بن محمد بن ابى المنافر ٥٦٥
 ابو بكر بن علي بن محمد الحمداني ٨٠٠
 يحيى بن معين البغدادي ٢٣٣
 علامه بلال الدين عبد الرحمن بن ابى بكر السيوطي ٩١١

ح

- ٦٤ - حاشية على الدرر
 ٦٨ - حاشية ابن شلبي على التبيين
 ٦٩ - حاشية على الدرر
 ٤٠ - حاشية على الدرر للملاحضه
 ٤١ - حاشية على المقدمة العشماوية
 ٤٢ - الحاشية لسعدى آقندى
 ٤٣ - الحديقة الندية شرح طريقة محمدية
 ٤٤ - الحادى القدسى
 ٤٥ - حصر المسائل فى الفروع
 ٤٦ - حلية الاولياء
 ٤٧ - حلية المجلى
- محمد بن مصطفى ابراهيم الحادى
 احمد بن محمد الشلبى
 عبد الجليل بن محمد الرومى
 قاضى محمد بن فراموز ملا خسرو
 علامه سفى
 سعد الله بن عيسى الآقندى
 عبد الغنى الزايسى
 قاضى جمال الدين احمد بن محمد فوح العباسى الحنفى
 امام ابراهيم نصير بن محمد السمرقندى الحنفى
 ابو نعيم احمد بن عبد الله الاصمغانى
 محمد بن محمد بن امير الحاج
- ١١٤٩
 ١٠٢١
 ١٠١٣
 ٨٨٥
 ٩٣٥
 ١١٣٣
 ٦٠٠
 ٣٤٢
 ٢٣٠
 ٨٤٩

خ

- ٤٨ - خزائن الروايات
 ٤٩ - خزائن الفتاوى
 ٨٠ - خزائن المفتين
 ٨١ - خلاصة الدلائل
 ٨٢ - خلاصة الفتاوى
 ٨٣ - خيرات الحسان
- قاضى جكن الحنفى
 طاهر بن احمد عبد الرشيد البخارى
 حسين بن محمد السمعانى السيقانى
 حسام الدين على بن احمد الملك الرازى
 طاهر بن احمد عبد الرشيد البخارى
 شهاب الدين احمد بن حجر انكى
- ٥٣٢
 ٤٣٠ كى بعد
 ٥٩٨
 ٥٣٢
 ٩٤٣

د

- ٨٣ - الدراية فى تحريك احاديث الهداية
 ٨٥ - الدرر (در الحكماء)
 ٨٦ - الدر المنقار
 ٨٧ - الدر النشير
- شهاب الدين احمد بن على ابن حجر العسقلانى
 قاضى محمد بن فراموز ملا خسرو
 علامه الدين الحسكى
 علامه جلال الدين عبد الرحمن السيوطى
- ٨٥٢
 ٨٨٥
 ١٠٨٨
 ٩١١

ذ

- ٨٨ - ذخيرة العقبة يوسف بن بشار الجلي (جلي)
 ٨٩ - ذخيرة الفتاوى بربان الدين محمد بن احمد
 ٩٠ - ذم الغيبة عبد الله بن محمد بن ابى الدنيا القرشي

ر

- ٩١ - الرحاينة محمد بن عابد بن الشامي
 ٩٢ - رد المحتار ابو عبد الله محمد بن عبد الرحمن الدمشقي
 ٩٣ - رحمة الامة في اختلاف الامة ابو مروان عبد الملك بن حبيب السلمي (القرطبي)
 ٩٤ - رغب القربان شيخ زين الدين بابر بن نجيم
 ٩٥ - رفق الغشاء في وقت العصر العشاء عثمان بن سعيد الدارمي
 ٩٦ - رد على الجهمية

www.alababynetwork.org

ز

- ٩٧ - زاد الفقهاء شيخ الاسلام محمد بن احمد الاسيبي المتوفى او اخر القرن السادس
 ٩٨ - زاد الفقيه كمال الدين محمد بن عبد الواحد المدوني بابن العماد
 ٩٩ - زواجر الجواهر محمد بن محمد الترمذي
 ١٠٠ - زيادات امام محمد بن حسن الشيباني

س

- ١٠١ - السراج الوهاج ابو بكر بن علي بن محمد الحداد الحمصي
 ١٠٢ - السنن لابن ماجه ابو عبد الله محمد بن يزيد ابن ماجه
 ١٠٣ - السنن لابن منصور سعيد بن منصور الخراساني
 ١٠٤ - السنن لابن داود ابو داود سليمان بن اشعث
 ١٠٥ - السنن للنسائي ابو عبد الرحمن احمد بن شعيب النسائي
 ١٠٦ - السنن للبيهقي ابو بكر احمد بن حسين بن علي البيهقي

٣٨٥	علي بن عمر الدارقطني	١٠٤ - السنن الدارقطني
٢٥٥	عبد الله بن عبد الرحمن الدارمي	١٠٨ - السنن الدارمي
		<u>ش</u>
	شمس الله بن عبد الله بن محمود الكردري	١٠٩ - الشافي
٩٤٣	شهاب الدين احمد بن حجر المكي	١١٠ - شرح الاربعين للنووي
١١٠٦	ابراهيم ابن عطية المالكي	١١١ - شرح الاربعين للنووي
٩٤٨	علاء احمد بن المجازي	١١٢ - شرح الاربعين للنووي
١٠٩٩	ابراهيم بن حسين بن احمد بن محمد ابن البيهري	١١٣ - شرح الاشباه والنظائر
٥٩٢	امام قاضي خان حسين بن منصور	١١٤ - شرح الجامع الصغير
١٠٦٢	شيخ اسماعيل بن عبد الغني النابلسي	١١٥ - شرح الدرر
١٠٥٢	شيخ عبد الحق المحدث الدملوي	١١٦ - شرح سفر السعادة
٥١٦	حسين بن منصور الجعفي	١١٤ - شرح السنة
٩٣١	يعقوب بن سيدي علي زاده	١١٨ - شرح شريعة الاسلام
٣٨٠	ابو نصر احمد بن منصور الحنفي الاسييجاني	١١٩ - شرح مختصر الطحاوي للاسييجاني
		١٢٠ - شرح الفريسيين
٩٤٦	شيخ ابو زكريا يحيى بن شرف النووي	١٢١ - شرح المسلم للنووي
٣٢١	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوي	١٢٢ - شرح معاني الآثار
٩٢١	عبد البر بن محمد ابن شحنة	١٢٣ - شرح المنظومة لابن ديبان
١٢٥٢	محمد امين ابن عابدين الشامي	١٢٤ - شرح المنظومة في رسم المفتي
٩٥٩	شيخ فخر ابراهيم الحلبي	١٢٥ - شرح المنيّة الصغير
١١٢٢	علامته محمد بن عبد الباقي الزرقاني	١٢٦ - شرح مواهب اللدنية
١١٢٢	علامته محمد بن عبد الباقي الزرقاني	١٢٤ - شرح موطا امام مالك
٩٤٦	شيخ ابو زكريا يحيى بن شرف النووي	١٢٨ - شرح المذهب للنووي
٩٣٢	مولانا عبد الله علي البرجندي	١٢٩ - شرح النقاية
٤٢٤	صدر الشريعة عبيد الله بن مسعود	١٣٠ - شرح الوثيقة

١٩٠	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنة	١٣١ - شرح الهداية
٥٤٣	امام الاسلام محمد بن ابي بكر	١٣٢ - شريعة الاسلام
٢٥٨	ابوبكر احمد بن حسين بن علي البستي	١٣٣ - شعب الايمان
٣٨٠	احمد بن منصور الحنفى الاسيماي	١٣٤ - شرح الجامع الصغير
٥٢٦	عمر بن عبد العزيز الحنفى	١٣٥ - شرح الجامع الصغير

ص

٢٩٢	اسماعيل بن حماد الجوهري	١٣٦ - صحاح الجوهري
٢٥٢	محمد بن جبان	١٣٧ - صحيح ابن جبان
٣١١	محمد بن اسحاق ابن خزيمه	١٣٨ - صحيح ابن خزيمه
٦٩٠ تقريباً	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشي	١٣٩ - الصراح

ط

١٣٠٢	سيد احمد الطحاوي	١٤٠ - الطحاوي على الدر
١٣٠٢	سيد احمد الطحاوي	١٤١ - الطحاوي على المراقي
٩٨١	محمد بن ببر على المعروف ببركي	١٤٢ - الطبعية المحمديه
٥٢٤	نجم الدين عمر بن محمد النسفي	١٤٣ - طبعة الطبعة

ع

٨٥٥	علامه بدر الدين ابني محمد محمود بن احمد العيني	١٤٤ - عمدة الساري
٤٨٩	اكمل الدين محمد بن محمد ابابرتي	١٤٥ - العناية
١٠٦٩	شهاب الدين الخفاجي	١٤٦ - غاية القاضى
٣٤٨	ابو الليث نصر بن محمد السمرقندي	١٤٧ - عيون المسائل
١٢٥٢	محمد امين ابن عابدين الشامي	١٤٨ - عقود الدرر
١٠٣٠	كمال الدين محمد بن احمد الشهير ببلد شكبرى	١٤٩ - عمدة
		١٥٠ -

غ

- | | | |
|------|---|-----------------------|
| ٤٥٨ | شيخ قوام الدين امير كاتب ابن امير الاقناني | ١٥١ - غاية البيان |
| ٨٨٥ | قاضي محمد بن قداموز ملا خسرو | ١٥٢ - غر الاحكام |
| ٢٣٠ | ابو الحسن علي بن مغيرة البغدادي المعروف باثرم | ١٥٣ - غريب الحديث |
| ١٠٩٨ | احمد بن محمد الجوهري المكي | ١٥٤ - غر عيون البصائر |
| ١٠٩٩ | حسن بن عمار بن علي الشربلالي | ١٥٥ - غنية ذوالاحكام |
| ٩٥٦ | محمد ابراهيم بن محمد الحلبي | ١٥٦ - غنية المستطلى |

ف

- | | | |
|------|--|-----------------------------|
| ٨٥٢ | شهاب الدين احمد بن علي ابن حجر العسقلاني | ١٥٤ - فتح اباري شرت البخاري |
| ٨٦١ | كمال الدين محمد بن عبد الواحد بن العام | ١٥٨ - فتح القدير |
| ٥٣٤ | الحارث بن محمد بن الحسيني | ١٥٩ - فتاوى النسفي |
| ٨٢٤ | محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز | ١٦٠ - فتاوى بزازية |
| | | ١٦١ - فتاوى تجمه |
| ١٠٨١ | علامه خير الدين بن احمد بن علي الرطلي | ١٦٢ - فتاوى خيرية |
| ٥٤٥ | سراج الدين علي بن عثمان الاوشي | ١٦٣ - فتاوى سراجية |
| | عطارد بن حمزة السفدي | ١٦٤ - فتاوى عطارد بن حمزة |
| | داود بن يوسف الخطيب الحنفي | ١٦٥ - فتاوى غياثية |
| ٥٩٢ | حسن بن منصور قاضي خان | ١٦٦ - فتاوى قاضي خان |
| | بصيرت سماء اودنك زيب عالمكير | ١٦٧ - فتاوى بصيرت |
| ٦١٩ | ظهير الدين ابوبكر محمد بن احمد | ١٦٨ - فتاوى ظهيرية |
| ٥٢٠ | عبد الرشيد بن ابني صيفه - الولايجي | ١٦٩ - فتاوى ولوالجية |
| ٨٤٦ | امام صدر الشهيد حسام الدين عمر بن عبد العزيز | ١٧٠ - فتاوى الكبرى |
| ١٥٠ | الامام الاعظم ابني صيفه - نعمان بن ثابت الكوفي | ١٧١ - فقه الاكبر |
| | سيد محمد ابني السعود الحنفي | ١٧٢ - فتح المعبر |

- ٩٢٨ - زين الدين بن علي بن احمد الشافعي
 ٦٣٨ - محي الدين محمد بن علي ابن عربي
 ١٢٢٥ - عبد الله بن محمد بن نظام الدين الكندي
 ٢١٣ - تمام بن محمد بن عبد الله النجلى
 ١٢٥٢ - محمد بن ابن عابدين الشافعي
 ١٠٣١ - عبد الرؤوف المناوى
 ٢٦٤ - اسمعيل بن عبد الله الملقب بسمرية

- ١٤٣ - فتح المعين شرح قرّة العين
 ١٤٣ - الفترحات المكية
 ١٤٥ - فرائح الرحمت
 ١٤٦ - الفوائد
 ١٤٤ - فوائد المختصرة
 ١٤٨ - فيض القدير شرح الجامع الصغير
 ١٤٩ - فوائد سموية

ق

- ٨١٤ - محمد بن يعقوب الفيروز آبادي
 ٩٢٨ - علاء الدين بن علي الملباري
 ٩٥٨ - نجم الدين مختار بن محمد الزابدي

- ١٨٠ - القاموس
 ١٨١ - قرّة العين
 ١٨٢ - القنية
 ١٨٣ - القرآن

ك

- ٣٣٢ - حاكم شهيد محمد بن محمد
 ٣٦٥ - ابو احمد عبد الله بن عدي
 ٩٤٣ - سيد عبد الوهاب الشعراي
 ١٨٩ - امام محمد بن حسن الشيباني
 ١٨٢ - امام ابو يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصاري
 ٣٣٠ - ابو نعيم احمد بن عبد الله
 ١٠٥٠ - عبد الرحمن بن محمد عماد الدين بن محمد العمادي
 ٣٢٤ - لابي عبيد
 ٨٩ - ابو محمد عبد الرحمن بن ابى حاتم محمد الرازي
 امام محمد بن حسن الشيباني
 ابو بكر بن ابى داود

- ١٨٣ - الكافي في الفروع
 ١٨٥ - الكامل لابن عدي
 ١٨٤ - كتاب الآثار
 ١٨٨ - كتاب الآثار
 ١٨٩ - كتاب الامام في آداب دخول الحمام
 ١٩٠ - كتاب السواك
 ١٩١ - كتاب الهدية لابن عماد
 ١٩٢ - كتاب الطهور
 ١٩٣ - كتاب العلل على ابواب الفقه
 ١٩٣ - كتاب الاصل
 ١٩٥ - كتاب الوسوسة

٦١٤	امام برهان الدين محمود بن تاج الدين	٢١٩ - المحيط البرهاني
٦٢١	رضي الدين محمد بن محمد السرخسي	٢٢٠ - المحيط الرضوي
٥٩٣	برهان الدين علي بن ابي بكر المرفياني	٢٢١ - مختارات النوازل
٦٦٠	محمد بن ابي بكر عبد القادر الرازي	٢٢٢ - مختار الصالح
٦٢٣	ضياء الدين محمد بن عبد الواحد	٢٢٣ - المختارة في الحديث
٩١١	علامه جلال الدين السيوطي	٢٢٣ - المختصر
٤٣٤	ابن الحاج ابي عبد الله محمد بن محمد العبدري	٢٢٥ - مدخل الشرع الشريف
١٠٦٩	حسن بن عامر بن علي الشرنبلالي	٢٢٦ - مراقي الفلاح بامداد الفلاح شرح نور الايضاح
١٠١٣	علي بن سلطان طاع على قاري	٢٢٤ - مرقات شرح مشكوة
٩١١	علامه جلال الدين السيوطي	٢٢٨ - مرقات الصعود
	ابراهيم بن محمد الخنفري	٢٢٩ - مستخلص الحقائق
٣٠٥	ابو عبد الله الحاكم	٢٣٠ - المستدرک للحاكم
٤١	حافظ الدين محمد بن احمد النسفي	٢٣١ - المستصفى
١١١٩	محب الله البهاري	٢٣٢ - مسلم الثبوت
٢٠٣	سليمان بن داود الطيالسي	٢٣٣ - مسند ابي داود
٣٠٤	احمد بن علي الموصل	٢٣٣ - مسند ابي يعلى
٢٣٨	حافظ السخري ابن راهوية	٢٣٥ - مسند السخري ابن راهوية
٢٣١	امام احمد بن محمد بن حنبل	٢٣٦ - مسند الامام احمد بن حنبل
٢٩٢	ابوبكر احمد بن عمرو بن عبد الحفيظ البزار	٢٣٤ - مسند البزار
٢٩٣	ابو محمد عبد بن محمد حميد الكشي	٢٣٨ - مسند عبد بن حميد
٥٥٨	شهر دار بن شيرويه الديلمي	٢٣٩ - مسند الفردوس
٤٤٠	احمد بن محمد بن علي	٢٢٠ - مصباح المنير
٤١٠	حافظ الدين عبد الله بن احمد النسفي	٢٢١ - المصنف
٢٣٥	ابوبكر عبد الله بن محمد احمد النسفي	٢٢٢ - مصنف ابن ابي شيبة
٢١١	ابوبكر عبد الرزاق بن همام الصنعاني	٢٣٣ - مصنف عبد الرزاق
٦٥٠	امام حسن بن محمد الصنعاني الهندي	٢٢٣ - مصباح الدجى

٢٢٥	معرفة الصحابة	٢٣٠	ابن نعيم احمد بن عبد الله الصهباني
٢٢٦	المعجم الاوسط	٢٦٠	سليمان بن احمد الطبراني
٢٢٧	المعجم الصغير	٢٦٠	سليمان بن احمد الطبراني
٢٢٨	المعجم الكبير	٢٦٠	سليمان بن احمد الطبراني
٢٢٩	معراج الدراية	٤٣٩	قوام الدين محمد بن محمد البخاري
٢٣٠	مشكرة المصانيع	٤٣٢	شيخ ولي الدين العراقي
٢٣١	المغنى في الاصول	٦٩١	شيخ عمر بن محمد الخبازي الحنفي
٢٣٢	المغرب	٦١٠	ابو الفتح تاج الدين عبد السيد المطري
٢٣٣	مختصر القدوري	٢٢٨	ابو الحسين احمد بن محمد القدوري الحنفي
٢٣٤	منهاج الجنان	٩٤١	يعقوب بن سيري على
٢٣٥	المفردات للامام راغب	٥٠٢	حسين بن محمد بن مفضل الاصفهاني
٢٣٦	المقدمة العشادية		ابو عبد الله اسد الله البارش العشماوي المالكي
٢٣٧	الملتقط (في فتاوى ناصري)	٥٥٦	ناصر الدين محمد بن يوسف الحسيني
٢٣٨	معجم الزوائد	٨٠٤	نور الدين علي بن ابني بكر البستي
٢٣٩	مناقب الكردري	٨٢٤	محمد بن محمد بن شهاب ابن بزاز
٢٤٠	المنتقى (في الحديث)	٣٠٤	عبد الله بن علي ابن جارود
٢٤١	المنتقى في فروع الخفيف	٣٣٣	الحاكم الشهير محمد بن محمد بن احمد
٢٤٢	منهاج النائي	١٢٥٢	محمد بن ابن عابدين الشامي
٢٤٣	منهاج الغفار	١٠٠٣	محمد بن عبد الله التمر تاشي
٢٤٤	ملحق البحار	٩٥٦	امام ابراهيم بن محمد الحلبي
٢٤٥	منهاج	٦٤٦	شيخ ابو بكر يحيى بن شرف النواوي
٢٤٦	معجم البحرين	٦٩٢	منظر الدين احمد بن علي بن شاذلي الحنفي
٢٤٧	المبغني		شيخ عيسى بن محمد ابن ابيناج الحنفي
٢٤٨	المبسوط	٢٥٦	عبد العزيز بن احمد الحلواني
٢٤٩	مسند في الحديث	٥١٠	الحافظ ابو الفتح نصر بن ابراهيم الهروي

٢٦٢	يعقوب بن شيبان السدوسي	٢٤٠ - المسند الكبير
٤٠٥	سعيد الدين محمد بن محمد الكاشغري	٢٤١ - نية المصل
١٤٩	امام مالك بن انس المدني	٢٤٢ - موطن امام مالك
٨٠٤	نور الدين علي بن ابي بكر الهيثمي	٢٤٣ - موارد الظمان
٦٢٢	احمد بن مظفر الرازي	٢٤٤ - مشكلات
٢٤٦	ابن اسحق ابن محمد الشافعي	٢٤٥ - مذهب
٩٤٣	عبد الوهاب الشعراني	٢٤٦ - ميزان الشريعة الكبرى
٤٢٨	محمد بن اتمه الذهبي	٢٤٧ - ميزان الاعتدال
٢١٠	احمد بن موسى ابن مردويه	٢٤٨ - المستخرج على الصيغ البخاري
٢٢٤	محمد بن جعفر الخراطي	٢٤٩ - مكاييم الاطلاق

ن

٤٢٥	عبد الله بن مسعود	٢٨٠ - النفاية مختصر الوقاية
٤٩٢	ابو محمد عبد الله بن يوسف الخنفي الزيلعي	٢٨١ - نصب الراية
١٠٩٩	حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي	٢٨٢ - نور الايضاح
٨١١	حسام الدين حسين بن علي السفناقي	٢٨٣ - النهاية
٦٠٦	محمد الدين مبارك بن محمد البخزري ابن اثير	٢٨٤ - النهاية لابن اثير
١٠٠٥	عسمر بن نعيم المصري	٢٨٥ - النهر الفائق
٢٠١	بشام بن عبيد الله المازني الخنفي	٢٨٦ - نوادر في الفقه
١٠٣١	محمد بن احمد المعروف ببشامجي زاهد	٢٨٧ - نور العين
٢٤٦	ابراهيم بن محمد بن محمد بن ابراهيم السمرقندي	٢٨٨ - التوازل في الفروع
٢٥٥	ابو عبد الله محمد بن علي الحكيم الترمذي	٢٨٩ - نوادر الاصول في معرفة اخبار الرسول

ز

- ٢٩٠ - الزاقي في الفروع
 ٢٩١ - الوجيز في الفروع
 ٢٩٢ - الزاقي في الفروع
 ٢٩٣ - الوسيط في الفروع
- ٤١٠ - عبد الله بن أحمد النسفي
 ٥٠٥ - البرهان محمد بن محمد الغزالي
 ٦٤٣ - محمود بن صدر الشريعة
 ٥٠٥ - ابن حبان محمد بن محمد الغزالي

هـ

- ٢٩٤ - الهداية في شرح البداية
 ٥٩٣ - برهان الدين علي بن أبي بكر المرغيناني

ي

- ٢٩٥ - اليراقيت والمجاهر
 ٢٩٦ - ينابيع في معرفة الأصول
- ٩٤٣ - سيرة عبد الوهاب الشعراني
 ٤٦٩ - أبي عبد الله محمد بن رمضان الرومي